سیرت و سوانح

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ

سیّد غلام احمد فرخ

ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD

سیرت و سوانح حضرت سیّدہ مریم صدیقہ

The Life and Character of Hazrat Syeda Maryam Siddiqa

By

Ghulam Ahmad Farrukh

First published in UK in 2023

© Islam International Publications Limited

Published by:
Islam International Publications Ltd
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey GU9 9PS, UK

Printed in Turkey Elma Basim

For more information please visit
www.alislam.org

ISBN:978-1-84880-704-4

پیش لفظ

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت مرزابشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ المعروف "چھوٹی آپا" کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف تھا۔ جب آپ تقریباً تین (3) سال کی تھیں تو آپ کے والد حضرت ڈاکٹر سیّد میر محمد اسماعیل صاحب ؓ نے اپنی ایک رؤیا کے بنا پر آپ کو وقف کیا۔ آپ کی رخصتی پر آپؓ نے حضرت سیّدہ کو ایک نوٹ بک میں لکھ کر دیا کہ

"مریم صدیقہ جب تم پیدا ہوئیں تو میں نے تمہارا نام مریم اس نیت سے رکھا تھا کہ تم کو خدا تعالیٰ اور اس کے سلسلہ کے لیے وقف کر دوں۔ اس وجہ سے تمہارا دوسرا نام نذرِ الٰہی تھا۔"

1935ء میں آپ حضرت مصلح موعودؓ کے عقد نکاح میں آئیں تو آپ کی زندگی کا سنہری دور شروع ہوا۔ جو حصولِ علم کے علاوہ تربیت و بہبودِ خواتین، خدمتِ انسانیت اور سب سے بڑھ کر حضورؓ کی خدمت پر محیط ہے۔

آپ کی سوانح پر کتاب لکھنے کی بڑی دیر سے کوشش کی جارہی تھی۔ مگر بہتر سے بہتر کی کوشش میں یہ کام زیرِ التوا رہا۔ خاکسار عزیزم مکرم سیّد غلام احمد فرخ کی تہِ دل سے شکر گزار ہے جنہوں نے بڑی ہمت و محنت اور جانفشانی سے اس حسین و دلکش فرض کو ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزاء دے۔ یہ عجب حسنِ اتفاق ہے کہ لجنہ اماء اللہ کے قیام کے سو (100) سال پورے ہونے پر اس کتاب کی تکمیل ہو رہی ہے۔

یہ لجنہ پر ایک قرض تھا جو الحمد للہ آج ادا ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ محبّین حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ و حضرت مصلح موعودؓ کے لیے یہ تحریر باعثِ مسرت و تسکین ہوگی۔

امۃ العلیم عصمت

باب اوّل(1)

خاندانی پس منظر

برِ صغیر میں تبلیغِ اسلام کے لیے صوفیا اور اولیا نے بہت قربانیاں دی ہیں۔ اور ملک بھر میں پھیل کر غیر مسلموں تک اسلام کا زندگی بخش پیغام پہنچایا۔ اور اس وجہ سے ان میں کچھ اولیا کو بادشاہوں کی ناراضگی کا سامنا بھی کرنا پڑتا رہا ہے، بالخصوص دار السلطنت دلّی میں خدمتِ اسلام میں مصروف اکثر صوفیا حکمرانوں کے زیرِ عتاب رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ استقامت سے خدماتِ دینیہ میں مصروف رہے۔ ان کی مجالس مرجعِ خاص وعام ہوا کرتی تھیں اور روحانی لنگر جاری رہتا تھا۔

دلّی کا ایک حسینی سیّد خاندان اور سلسلۂ محمدیہ کا آغاز

انہی میں ایک حسینی سیّد خاندان بھی تھا جس کی وجہِ شہرت نیکی اور تقویٰ تھی اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو اپنے ایک خاص فضل کے لیے چُن لیا تھا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ یادِ الٰہی میں مصروف رہنے کی غرض سے لمبے لمبے عرصہ تک بامشقت چلّے کاٹا کرتے تھے۔ صوفیا کے مروّجہ طریق پر آپ ان چلّوں میں سخت مشقت اٹھاتے تھے۔ ان چلّوں کا حال یوں بیان کیا گیا ہے کہ

"آپ ابھی کسی بزرگ کے مرید نہ ہوئے تھے مگر مجاہدہ کا یہ حال تھا کہ روزوں پر روزہ رکھتے تھے۔ چلّوں پر چلّہ کھینچتے تھے۔ یادِ الٰہی میں سردی کی پہاڑ سی راتیں کاٹ کاٹ کر دن نکال دیتے تھے اور معبود کی بندگی میں گرمی کے لمبے لمبے دنوں کو شام کر دیتے۔ عشا کی نماز سے فارغ ہو کر حجرہ میں داخل ہوتے اور حجرہ کا دروازہ بند کر لیتے اور دو زانو بیٹھ کر اپنے دونوں پاؤں کو بالوں رسّی سے باندھ لیتے تھے تاکہ اصلا جگہ سے جنبش نہ ہو اور اٹھنا چاہیں تو بھی اٹھا نہ جائے۔ یادِ الٰہی میں بیٹھے بیٹھے صبح کر دیتے۔ ایک رول لکڑی کا اپنے پہلو میں رکھ لیتے اور احیاناً نیند کا جھونکا آجاتا تو اُس رول سے اپنے بدن کو مارتے اور نفس سے مخاطب ہو کر فرماتے اے خطاکار تو کیوں سو گیا تھا۔ آنکھ کیوں لگی۔ خدا کی

یاد سے کیوں غافل ہوا۔ کبھی حجرہ میں بیٹھے بیٹھے ایسے استغراق طاری ہوتا کہ چار چار پانچ پانچ دن تک کھانے پینے کا تو کیا ذکر ہے آپ کو دنیا و مافیہا بھی فراموش ہو جاتی اور حجرہ سے باہر تشریف نہ لاتے۔ باہر سے مسجد کے نمازی اور آپ کے بچے حجرہ میں جھانک کر دیکھتے کہ مبادہ مرے کے مرے تو نہیں رہ گئے تو دیکھتے کہ آپ با اطمینان نماز میں ہیں یا مراقبہ میں۔ اس سخت ریاضت اور شاقہ محنت میں آپ نے برسوں گزار دیئے۔" (میخانۂ درد صفحہ 24 تا 25، مصنفہ خواجہ سیّد ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی)

آپ کا یہ طریق اُس زمانہ کے صوفیا کے طریق کے مطابق تھا۔ اِن مجاہدات کے نتیجہ میں آپ روحانیت میں ترقی کرتے ہوئے اُس مقام تک پہنچ گئے جہاں آپ پر مزید انوار و برکات کے دروازے کھولے گئے۔ ان دن حضرت خواجہ محمد ناصر عبدلیبؒ حسبِ معمول چلّہ میں مصروف تھے کہ دربارِ الٰہی سے آپ پر ایک خاص کشفی حالت طاری کی گئی۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ

"ایک بار آپ کو حجرہ کے اندر بیٹھے بیٹھے سات دن اور چھ راتیں گزر گئیں اور ساتویں رات بھی آدھی گزر چکی تھی جو موسم کی گرمی اور بھوک اور پیاس کی سختی سے آپ پر ضعف طاری ہوا آپ کی طاقت نے جواب دے دیا۔ ناتوانی کے سبب سے آپ کی آنکھ جھپکی تھی کہ آپ نے رول اٹھا کر اپنے سراپا کو زدوکوب کرنا شروع کیا۔ اسی حال میں وہ تاریک حجرہ غیر معمولی روشنی سے منوّر ہو گیا اور ایک نوجوان خورشید طلعت نے جو ایک حُلّہ بہشتی پہنے ہوئے اور جواہر نگار تاج سر پر دھرے ہوئے تھے خواجہ محمد ناصر کا وہ ہاتھ پکڑ لیا جس میں رول تھا۔ اور ارشاد کیا اے محمد ناصر یہ کیا جبر و ستم ہے جو تو اپنے نفس پر کرتا ہے۔ تجھے معلوم نہیں ہے کہ تو ہمارا لختِ جگر ہے اور تیرے بدن کی چوٹیں ہمارے دل پر پڑتی ہیں اور تیری تکلیف اور اذیت ہمارے جد عَلَيۡهِ التَّحِيَّةُ وَ الثَّنَاءُ کو تکلیف اور اذیت پہنچاتی ہے۔ زنہار زنہار اب ایسا نہ کرنا اور یہ محنت اور جفا تو نے اپنے اوپر کیوں انگیزی ہے۔ خواجہ محمد ناصر صاحب یہ جلوہ دیکھ کر تھرّا گئے اور آپ نے دست بستہ عرض کی کہ حضور صرف اس غرض سے کہ عرفانِ الٰہی حاصل ہو جائے گا اور خواجہ محمد ناصر صاحب کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور جو دولت آپ کے سینہ میں تھی وہ خواجہ محمد ناصر صاحب کے سینہ میں ڈال دی اور پھر اُن بزرگوار نے حجرہ میں بیٹھ کر خواجہ محمد ناصر صاحب کو بیعت بھی کیا جو مراد اولیاء اللہ برسوں کی ریاضت اور محنت سے پاتے ہیں وہ آن کی آن میں خواجہ محمد ناصر صاحب کو حاصل ہو گئی۔ خواجہ محمد ناصر نے حیران ہو کر عرض کی

حضور اپنے نامِ مبارک سے اس ناچیز کو آگاہ فرمائیے۔ فرمایا مَیں حسن مجتبٰے بن علی مرتضٰی ہوں اور نانا جان نے مجھے خاص اس لیے تیرے پاس بھیجا تھا کہ میں تجھے معرفت اور ولایت سے مالامال کر دوں۔ **یہ ایک خاص نعمت تھی جو خانوادۂ نبوّت نے تیرے واسطہ محفوظ رکھی تھی اس کی ابتدا تجھ پر ہوئی ہے اور انجام اس کا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوگا۔** ہم خوشی سے تجھے اجازت دیتے ہیں کہ اس نعمت سے تو جہان کو سیراب کر اور جو تجھ سے طالب ہو اُس کو فیض پہنچا تاکہ یہ سلسلہ پھیلے مگر یہ ساعت جو ابھی کچھ دیر اور باقی رہے گی نہایت ہی مبارک ہے۔ اسوقت تو جس شخص کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرے گا اُسے بقاباللہ کا مرتبہ حاصل ہو گا اور قیامت تک اس کا نام آفتاب کی طرح دنیا میں چمکتا رہے گا۔

خواجہ محمد ناصر صاحب نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی روحِ پاک سے التماس کیا کہ حضور یہ طریقہ جو آپ نے اس خاکسار کو مرحمت فرمایا ہے اگر اجازت ہو تو اس کا نام طریقۂ حسنیہ رکھا جائے۔ اور اس نام سے اسے مشہور کیا جائے کیونکہ آپ کی ذات والا صفات سے خصوصیت رکھتا ہے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی روحِ مقدس نے اپنی انگلی دانتوں میں دبا کر فرمایا اے فرزند یہ اوروں کا کام ہے کہ اپنی نام ونمود کے لیے اپنے طریقہ کا نام بھی نرالہ رکھیں اگر ہم کو اپنی شہرت جدا منظور ہوتی تو ہم دنیا کی زندگانی میں کوئی سلسلہ اپنے نام سے علیحدہ منسوب کرتے اور اسے جدا شہرت دیتے۔ **مگر ہم سب فرزندانِ رسول اللہ دریائے عینیت میں گم ہیں اور دریائے محمدیت میں غرق ہیں ہمارا نام محمد ہے ہمارا نشان محمد ہے ہماری ذات ذاتِ محمد اور ہماری صفات صفاتِ محمد ہیں** اس لیے اس طریقہ کا نام **محمدیہ طریقہ** ہے جسے لے کر دنیا میں محمد علیہ السلام آئے تھے ہم نے اس طریقہ میں کچھ گھٹایا بڑھایا نہیں ہے۔ ہمارا سلوک سلوکِ نبویؐ اور ہمارا طریق طریقِ مصطفویؐ ہے اگرچہ تم اپنی مراد کو پہنچ گئے ہو اور تمہیں کسی شیخ اور استاد کی حاجت نہیں ہے مگر چونکہ دنیاوی زندگی میں بیعت کرنی بھی ایک سنّتِ محمدیہ ہے اس لیے تم عالم ظاہر میں بھی کسی بزرگ سے بیعت کر لینا تاکہ حجتُ اللہ اور حجتِ مومنین پوری ہو جائے اور طریقت شریعت کے خلاف نہ سمجھی جائے۔ اس تعلیم وتلقین کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کی روحانیت عالم بالا کو چلی گئی۔ خواجہ محمد ناصر صاحب نے مسجد کے حجرہ میں بیٹھے بیٹھے یہ نعمت حاصل کی تھی اور آپ کے گھر میں سب آپ کے غم میں رو پیٹ رہے تھے

کیونکہ سات رات سات دن حجرہ کو بند ہوئے گزر لیے تھے اور آپ کے کھانسنے کھنکارنے کی آواز بھی نہ آتی تھی۔ رہ رہ کر یہ وہم ہوتا تھا کہ خدانخواستہ دشمنوں کا انتقال تو نہیں ہو گیا۔ سب سے زیادہ بیقرار آپ کے منجھلے صاحبزادہ خواجہ میر درد صاحب تھے جن کی عمر تیرہ برس سے زیادہ نہ تھی۔ آپ کو اپنے والد بزرگوار سے دِلی تعلق تھا۔ جس دن سے خواجہ محمد ناصر صاحب حجرہ میں داخل ہوئے تھے آپ حجرہ کے دروازہ پر بیٹھے پہرا دیتے تھے۔ اگر رات کو کسی وقت نیند آجاتی تو حجرہ کی چوکھٹ پر اپنا سر رکھ کر زمین پر پڑ رہتے اور گھڑی دو گھڑی میں ہوشیار ہو کر پھر بیٹھ جاتے اور خیال فرماتے کہ ایسا نہ ہو اباجان کسی ضرورت سے مجھے پکاریں اور میں پڑا سوتا ہوں۔ کھانا پینا آپ نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ جب کھانا کا وقت ہوتا اور آپ محل میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس نہ جاتے تو وہ بے تاب ہو جاتیں۔ کسی عزیز یا ماما سے کہتیں ذرا خواجہ میر کو تو باہر سے پکڑ لاؤ۔ آپ جب گھر میں آتے تو انہیں دیکھ کر دھاروں روتیں اور فرماتیں بھلا بیٹا تمہارے باپ نے تو دنیا کو خوب سابرت کر اور سب طرح کے عیش آرام اٹھا کر پکی عمر میں چھوڑا۔ تم ایسے کہاں کے وہ آگئے جو تیرہ برس کی عمر میں فقیر ہوئے جاتے ہو، اور تو اور کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں۔ فاقہ کرتے کرتے میرے لال کی رنگت زرد پڑی جاتی ہے۔ لو آؤ میرے سامنے بیٹھ کر کھانا کھالو۔ میں پنکھا جھلتی جاؤں گی۔ خواجہ میر درد صاحب ناچار کھانا کے لیے بیٹھ جاتے مگر آنکھوں سے زار و قطار آنسو ٹپکتے اور آخر کہہ دیتے بی اماں جان ماریئے یا چھوڑیئے میرے مونہہ میں تو بغیر اباجان نوالہ چلتا ہی نہیں۔ جس طور سے خواجہ میر درد صاحب کو خواجہ محمد ناصر سے دِلی محبت تھی اسی طرح خواجہ محمد ناصر صاحب کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور کلیجہ کی کور خواجہ میر درد صاحب بھی تھے۔ یہی سبب تھا کہ جس وقت حضرت امام حسن علیہ السلام نے خواجہ محمد ناصر صاحب سے فرمایا کہ اس ساعتِ سعید میں جس شخص کو تو مرید کرے گا اس کا اور تیرا نام تمام عمر آفتاب سے زیادہ روشن رہے گا اور تا قیامت اسے دنیا یاد کرے گی۔ خواجہ محمد ناصر صاحب کو خیال آیا کہ اس وقت میرا منجھلا یعنی میر درد میرے پاس ہوتا تو میں اسے بیعت کر کے یہ نعمتِ محمدیہ سینہ میں ڈال دیتا۔ مگر وہ تیرہ برس کی تو جان ہے اس وقت یہاں کہاں اپنی ماں کے پاس محل میں پڑا سوتا ہوگا۔ خیر مَیں محل میں جا کر اسے لاؤں اور مراد کو پہنچادوں۔ یہ سوچ کر آپ نے حجرہ کا دروازہ کھولا اور حجرہ کے دروازہ کے نیچے جو سیڑھی پر پاؤں رکھا تو یہ معلوم ہوا کوئی شخص پڑا سوتا ہے اور پاؤں اس

کے سر پر پڑا ہے مگر اندھیرا گھپ تھا اس لیے کچھ دکھائی نہ دیا۔ آپ نے فرمایا کون سوتا ہے۔

سونے والا۔ حضور میں ہوں خواجہ میر درد۔ یہ کہہ کر خواجہ میر درد تڑپ کر کھڑے ہوئے اور آداب بجالائے اور اپنے پیارے باپ کو زندہ دیکھ کر خوشی کے جوش میں رونے لگے۔

خواجہ محمد ناصر صاحب۔ جانِ من روتے کیوں ہو۔ خدا نے ہمیں ایک خاص عنایت سے عزت بخشی ہے۔ حجرہ میں آؤ۔ خواجہ میر درد صاحب اپنے والد ماجد کے ساتھ حجرہ میں تشریف لے گئے اور خواجہ محمد ناصر صاحب نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی روحانیت کے قدم رنجہ فرمانے اور دستِ فقر عطا کرنے کا سارا قصہ بیان کیا۔ مَیں نے اپنے بزرگوں کی زبانی اتنا ہی سنا تھا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی روحِ پاک تھوڑی دیر میں تعلیم فرما کر خواجہ محمد ناصر صاحب سے رخصت ہو گئے تھے۔ مگر خواجہ میر درد صاحب علم الکتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جدّنا امام حسن علیہ السلام کی روحِ مقدس سات دن تک میرے والد ماجد کے پاس حجرہ میں رہی اور سلوکِ محمدیہ خالصہ کا تکملہ کروا کر جنت الفردوس کو سدھاری۔ زہے نصیب ایسے مرشدِ کامل کے اور زہے قسمت خواجہ محمد ناصر صاحب جیسے مریدِ خاص کی جنہوں نے سات شبانہ روز اسرارِ معرفت سکھائے اور انہوں نے سیکھے۔ خواجہ محمد ناصر صاحب نے اُس وقت خواجہ میر درد کو اپنا مرید کیا اور محمدیت کے فیضان سے آپ کا سینہ عرشِ اعظم بنا دیا۔" (میخانۂ درد صفحہ 25 تا 29، مصنفہ خواجہ سیّد ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی)

اس بابرکت رؤیا کے ساتھ ہی "سلسلۂ محمدیہ" کے نام سے ایک روحانی سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے بیعت کرنے والے شخص کا نام ہمیشہ دنیا میں یاد رکھے جانے کی پیشگوئی بھی کی گئی تھی۔ جس کا آغاز اس طرح ہوا کہ خواجہ میر دردؒ اردو کے ایک بلند پایہ صوفی شاعر کے طور پر دنیا میں مشہور ہوئے۔ لیکن یہ شہرت دائمی اور حقیقی نہیں۔ حقیقی اور دائمی طور پر یہ پیشگوئی اُس **خاص نعمت** کے ذریعہ پوری ہو رہی ہے جو خانوادۂ نبوّت نے اس خاندان کے لیے مخصوص کر رکھی تھی۔

آپ یقیناً جان گئے ہوں گے کہ وہ خاص نعمت کون سی تھی۔ یہ نعمت نیکی اور تقویٰ میں اعلیٰ مقام رکھنے والی دورِ آخر کی "خدیجہ" حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ تھیں جن کی بابت خود خدا تعالیٰ نے امامِ آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ

اُشْکُرْ نِعْمَتِیْ رَئَیْتَ خَدِیْجَتِیْ

(براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ نمبر4۔روحانی خزائن جلد1 صفحہ666)

(میری نعمت پر شکر کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا)

حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے امامُ الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عقد میں آنے کے بعد ہی حقیقی اور دائمی طور پر اِس خاندان کا نام قیامت تک ہمیشہ یادرکھا جانے کی صورت پیدا ہوئی کیونکہ اِس خاندان کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب میں فرمادیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اِس خاندان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"پھر علو خاندان کی نسبت دوسرا الہام یہ ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الصِّھْرَ وَ النَّسَبَ۔ترجمہ اُس خدا کو تمام تعریفیں ہیں جس نے تیری دامادی کا رشتہ عالی نسب میں کیا اور خود تجھے عالی نسب اور شریف خاندان بنایا۔یہ تو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ جن سادات کے خاندان میں دہلی میں میری شادی ہوئی تھی وہ تمام دہلی کے سادات میں سے سندی سیّد ہونے میں اوّل درجہ پر ہیں۔اور علاوہ اپنی آبائی بزرگی کے وہ خواجہ میر درد کے نبیرہ ہیں اور اب تک دہلی میں خواجہ میر درد کے وارث متصور ہو کر خواجہ ممدوح کی گدی انہی کو ملی ہوئی ہے کیونکہ خواجہ موصوف کا کوئی لڑکا نہ تھا۔یہی وارث ہیں جو ان کی لڑکی کی اولاد ہیں اور ان کی سیادت ہندوستان میں ایک روشن ستارہ کی طرح چمکتی ہے بلکہ سوچنے سے معلوم ہو گا کہ ان کا خاندان خواجہ میر درد کے آبائی خاندان سے بڑھ کر ہے۔کیونکہ خواجہ میر درد نے ان کی عظمت کو قبول کر کے ان کے بزرگ کو لڑکی دی اور اس زمانہ میں یہ خیال اب سے بھی زیادہ تھا کہ لڑکی دینے کے وقت عالی خاندان کو ڈھونڈتے تھے۔اور خواجہ میر درد باخدا اور بزرگ ہونے کی وجہ سے سلطنتِ چغتائیہ سے ایک بڑی جاگیر پاتے تھے اور دُنیوی حیثیت کی رُو سے ایک نواب کا منصب رکھتے تھے۔اور پھر ان کی وفات کے بعد وہ جاگیر کے دیہات انہی میں تقسیم ہوئے۔اور اِس عظمتِ خاندانی کے علاوہ میرے الہامات میں جس قدر اِس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ یہ خالص سیّد اور بنی فاطمہ ہیں یہ ایک خاص فخر کا مقام ان لوگوں کے لیے ہے۔اور میں خیال نہیں کر سکتا کہ تمام پنجاب اور ہندوستان بلکہ تمام اسلامی دنیا میں کوئی اور خاندان سادات کا ایسا ہو کہ نہ صرف ان کی سیادت کو اسلامی سلطنت نے مان کر ان کی تعظیم کی ہو بلکہ خدا نے

اپنی خاص کلام اور گواہی سے اِس کی تصدیق کر دی ہو۔" (تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 285 تا 286)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عزت و احترام سے خواجہ میر دردؒ کا ذکر فرما کر ہمیشہ کے لیے اُن کے وجود کو یادگار بنا دیا ہے۔ یہ ذکر صرف اردو دان طبقے تک ہی محدود نہیں رہے گا کیونکہ جیسے جیسے اِن کتب کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں ہوتے جائیں گے اُن کو پڑھنے والے خواجہ میر دردؒ سے واقفیت حاصل کرتے جائیں گے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اور اس طرح خواجہ میر دردؒ اور خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ کے نام ہمیشہ زندہ رہیں گے جیسا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے رؤیا میں خبر دی تھی۔

اس کشف میں حضرت امام حسن علیہ السلام نے خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ کو اس نئے سلسلہ کا نام حَسنیہ رکھنے سے جن الفاظ میں منع فرمایا تھا اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے حقیقی اور سچے فرزندانِ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اپنے آقا کے ساتھ اس قدر شدید روحانی اِتّصال ہوتا ہے کہ دونوں میں فرق ہی نہیں کیا جاسکتا۔ بعینہٖ یہی مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ

وَمَنْ فَرَّقَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْمُصْطَفٰى فَمَا عَرَفَنِيْ وَمَا رَاٰى

(اور جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ میں تفریق کرتا ہے اُس نے مجھے نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے)

(خطبہ الہامیہ۔ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 259)

تقدیرِ الٰہی کے تحت "سلسلۂ محمدیہ" اپنے معراج کو اُس وقت پہنچا جب حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی لاڈلی بیٹی حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کا عقد امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوا۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی دی ہوئی یہ خبر بھی پوری ہوئی کہ اس سلسلہ کا انجام

مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

پر ہوگا۔ اب نیکی، تقویٰ اور روحانیت کی تمام راہیں صِرف مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی اور اطاعت سے وابستہ کر دی گئی ہیں۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

حضرت میر ناصر نواب صاحب اور حضرت سیّد بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہما

حضرت میر ناصر نواب صاحب اُسی حسینی سیّد خاندان سے ہیں جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکت الفاظ میں ہم پڑھ آئے ہیں۔

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ شریعتِ اسلامی اور اپنے اسلاف کی اعلیٰ روایات کے پابند تھے۔ آپ کی اہلیہ حضرت سیّد بیگم صاحبہؓ نہایت صابرہ و شاکرہ خاتون تھیں۔ یہ دونوں بزرگ اُس زمانے کے رسم و رواج کے برخلاف شریعت پر عامل اور ناجائز رسوم سے سخت بیزار تھے اور قال اللہ اور قال الرسول پر سختی سے عمل پیرا۔ آپ نہایت یک رنگ اور صاف گو تھے۔ آپ کے یہ اعمال اور خصائل اللہ تعالیٰ کے حضور ایسے مقبول ہوئے کہ آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے نسبتی والدین ہونے کے عظیم مقام پر فائز ہونے کے حق دار قرار پائے۔

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ اپنی اس خوش قسمتی پر ناز کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"میرے مولا نے جس قدر فضل مجھ پر کیے ہیں اس کا شکر میں ادا نہیں کر سکتا۔ اس میرے محسن نے مجھے انسان بنایا، مسلمان بنایا، اپنے پیارے ابراہیم و اسماعیل اور اپنی نیک اور صابرہ ہاجرہ کی نسل میں سے پیدا کیا، پھر اپنے بندے رسول مقبول محمد رسول اللہ علیہ وسلم و علی بن ابی طالب خدیجۃ الکبریٰ فاطمہ زہرا کی اولاد میں ہونے کی عزت بخشی۔ امام حسین امام زین العابدین امام باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم اجمعین کی نسل میں ہونے کا شرف بخشا، پھر خواجہ محمد ناصر و خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کی ذرّیّت میں پیدا کر کے دلّی کے معزز خاندان میں بنایا۔ بیوی معزز، شریف اور رحم دل عطا کی، بچے نہایت شریف اور اہلِ کمال اور مؤدب بخشے، بیٹی وہ عنایت فرمائی جو قیامت تک بہ سبب مسیح علیہ السلام کی بیوی ہونے کے معزز اور ممتاز رہے گی اور امّ المؤمنین ہو کر ایک عالی شان قوم کی ماں کہلائے گی۔ نواسے ایسے ایسے عطا فرمائے جو ہر ایک آیت اللہ اور نشانِ عظیم جن کا ثانی ملنا مشکل ہے۔ داماد ایسا دیا جس کا ثانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نہیں۔۔۔۔ مجھ پر میرا مسیح اس قدر مہربان تھا کہ میری اور اس کی چارپائی میں ایک دیوار فقط حائل ہوا کرتی تھی اور کبھی کبھی رات کو بھی کوئی خواب یا الہام ہوتا تو مجھے بھی سنا دیتے تھے پھر اس کے بعد اور کی نامہربانی کا شکوہ عبث

اور ہیچ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر کس قدر احسان ہیں میرے آبا بھی تمام دنیا سے زیادہ معزز اور ممتاز تھے اور میر ادامادو اولاد بھی اس زمانہ کے لوگوں سے کس قدر بلند مرتبہ ہیں۔" (حیاتِ ناصر صفحہ 15 تا 16، مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ)

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے بارہ میں ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"میر صاحب موصوف علاوہ رشتۂ روحانی کے رشتۂ جسمانی بھی اس عاجز سے رکھتے ہیں کہ اس عاجز کے خُسر ہیں۔ نہایت یک رنگ اور صاف باطن اور خدا تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہیں اور اللہ اور رسول کی اتباع کو سب چیز سے مقدّم سمجھتے ہیں اور کسی سچائی کے کھلنے سے پھر اس کو شجاعتِ قلبی کے ساتھ بلا توقف قبول کر لیتے ہیں۔ حُبّ للہ اور بُغض للہ کا مومنانہ شیوہ اُن پر غالب ہے۔ کسی کے راست باز ثابت ہونے سے وہ جان تک بھی فرق نہیں کر سکتے اور کسی کو ناراستی پر دیکھ کر اُس سے مداہنت کے طور پر کچھ تعلق رکھنا نہیں چاہتے۔ اوائل میں وہ اس عاجز کی نسبت نہایت نیک گمان تھے مگر درمیان میں ابتلا کے طور پر اُن کے حسنِ ظن میں فرق آگیا۔ چونکہ سعید تھے اس لیے عنایتِ الٰہی نے پھر دستگیری کی اور اپنے خیالات سے توبہ کر کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہوئے۔ اُن کا یک دفعہ نیک ظنّی کی طرف پلٹا کھانا اور جوش سے بھرے ہوئے اخلاص کے ساتھ حق کو قبول کر لینا غیبی جذبہ سے معلوم ہوتا ہے۔" (ازالۂ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 535 تا 536)

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ اپنی اہلیہ حضرت سیّد بیگم صاحبہؓ کا تعارف کراتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

"اس بابرکت بیوی نے جس سے میرا پالا پڑا مجھے بہت ہی آرام دیا اور نہایت وفاداری سے میرے ساتھ اوقات بسری کی اور ہمیشہ مجھے نیک صلاح دیتی رہی اور کبھی بے جا مجھ پر دباؤ نہیں ڈالا نہ مجھ کو میری طاقت سے بڑھ کر تکلیف دی۔ میرے بچوں کو بہت ہی شفقت اور جاں فشانی سے پالا نہ کبھی بچوں کو کوسا نہ مارا۔ اللہ تعالیٰ اسے دین و دنیا میں سرخرو رکھے اور بعد انتقال جنت الفردوس عنایت فرمائے۔ بہرحال عسر و یسر میں میرا ساتھ دیا۔" (حیاتِ ناصر صفحہ 5، مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ)

قادیان ہجرت کے بعد آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی دارالمسیح کے مشہور "گول کمرہ" میں رہائش پذیر ہوئے۔1913ء میں آپ میں محلّہ دارالعلوم میں واقع کوٹھی میں منتقل ہوگئے اور وفات تک وہیں رہے۔

قادیان آنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اکثر و بیشتر ذاتی اور بہت سے سلسلہ کے کاموں کی نگرانی حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے سپرد ہوئی۔ آپ خود تحریر کرتے ہیں کہ

"بندہ سرکاری نوکری سے فارغ ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں مشغول ہو گیا گویا کہ میں ان کا پرائیویٹ سیکرٹری تھا، خدمتگار تھا، انجینئر تھا، مالی تھا، زمین کا مختار تھا، معاملہ وصول کیا کرتا تھا۔" (حیاتِ ناصر صفحہ 12، مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ)

اس لحاظ سے اگر آپ کو "خادمِ مسیح موعود" کے لقب سے یاد کیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے نظامِ وصیت جاری ہونے پر 1906ء میں حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے اپنی وصیت تحریر کر کے براہِ راست حضورؑ کی خدمت میں پیش کی۔ اُس وقت آپ نے صوبہ بہار میں واقع اپنی جائیداد کی تقریباً ایک تہائی حصہ کی وصیت کی تھی۔ سرورِ کائناتؐ نے اِس سے زیادہ حصہ کی وصیت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اُس وقت آپ کی جائیداد کی اندازاً قیمت چار ہزار روپے تھی۔ اس لحاظ سے حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی وصیت مالی قربانی کی عظیم الشان مثال ہے۔ مروّجہ قواعد کے مطابق آپ نے اپنی اہلیہ حضرت سیّد بیگم صاحبہؓ کو بھی وصیت میں شامل کیا۔ آپ دونوں کا وصیت نمبر 68 تھا۔

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیّبہ میں بھی اور اس کے بعد بھی خدمتِ دین اور خدمتِ انسانیت کی توفیق ملتی رہی۔ غرباء پروری آپ کا خاص وصف تھا۔ قادیان کی ظاہری ترقی میں آپ کی بہت نمایاں خدمات ہیں۔ جن کی کسی قدر تفصیل "حیاتِ ناصر" مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ میں موجود ہے۔ اس کتاب میں آپ کے منظوم کلام کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔

ایک بڑی سعادت جو آپ کے حصہ میں آئی وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

مزارِ مبارک پر کتبے کی تحریر کی تیاری تھی جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی منظوری کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزارِ مبارک پر کندہ کی گئی۔1912ء میں حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ اپنے نواسے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے ساتھ حج پر تشریف لے گئے۔

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے 1924ء میں اور حضرت سیّد بیگم صاحبہؓ نے 1932ء میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں حضرت مسیح پاکؑ کے قدموں میں آسودۂ خاک ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے آپ کے روحانی درجات بلند فرماتا چلا جائے، آمین۔

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی اولاد

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ اور حضرت سیّد بیگم صاحبہؓ کو اللہ تعالیٰ نے اولادِ صالحہ سے نوازا۔سب سے پہلے حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی پیدائش 1865ء میں دلّی میں ہوئی۔اس کے بعد سات بچے چھوٹی عمروں میں وفات پا گئے۔ان سات بچوں کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک باکمال بیٹا عطا فرمایا جس کا نام محمد اسماعیل رکھا گیا۔اُن کی پیدائش کے بعد بھی پانچ بچے چھوٹی عمروں میں وفات پا گئے۔آخر کار ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام محمد اسحاق رکھا گیا۔

حضرت امّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کا وجود جس شان کا تھا اور جو روحانی مقام آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا اس کو مختصر الفاظ میں بیان کرنا صِرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے آپ کے لیے "**نعمتی**" اور "**خدیجتی**" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔الہامِ الٰہی کے یہ الفاظ خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ کے کشف میں استعمال کیے جانے والے الفاظ "ایک خاص نعمت" سے مطابقت رکھتے ہیں اور یہ الہامات بھی اُس کشف کی سچائی پر مہرِ تصدیق ثبت کر دیتے ہیں۔

1884ء میں اللہ تعالیٰ کی خاص تقدیر سے آپ کا نکاح حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوا۔اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ حضرت مسیح پاکؑ کو پاک ذرّیّت کا وعدہ دیا جو روز بروز نئی شان سے پورا ہوتا جاتا ہے۔**فالحمد للہ علیٰ ذالك**

حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کی سیرت و سوانح پر متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں جن

سے استفادہ کرنا ہر احمدی کے لیے واجب ہے۔ اس کتاب میں بھی آپ کا ذکر آتا رہے گا۔

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحب کے ذکر سے پہلے اُن کے برادرِ اصغر حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحب کا مختصر تعارف پیش ہے۔

حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ کی پیدائش 1890ء میں لدھیانہ میں ہوئی۔ آپ کی یہ بڑی خوش قسمتی تھی کہ آپ کا بچپن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظروں کے سامنے اور حضورؑ کی زیرِ تربیت گزرا۔ اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا کہ

"میر محمد اسحاق صاحب نے تو حضرت مسیح موعودؑ کے سایہ میں عمر بسر کی ہے اور ان کی حالت ایسی ہی تھی جیسی حضرت مسیح موعود کے باقی بچوں کی۔ وہ ہماری طرح ہی حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں رہے۔ باتیں سنتے رہے اور حالات کا مطالعہ کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذہن رسا بھی دیا ہے۔ سلسلہ کے کاموں کے متعلق ان میں غیرت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان کو توفیق دے گا کہ سلسلہ کے لیے مفید ہو سکیں۔" (خطباتِ محمود جلد 8 صفحہ 466)

آپ کی ایک اور خوش بختی یہ تھی کہ آپ حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے رضاعی بیٹے بھی تھے۔ اس لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے رضاعی والد بھی تھے۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کئی پیشگوئیوں کے مصداق تھے اور حضورؑ کو آپ کے بارہ میں متعدد الہامات بھی ہوئے تھے۔ جن میں سورہ یٰس کی آیت 59 یعنی سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (تذکرہ صفحہ 463) بھی شامل ہے۔ اس الہام کی برکت سے آپ کو ایک بیماری میں شفا ملی تھی۔

آپ کی شادی بھی حضرت مسیح موعودؑ کی ایک رؤیا کے نتیجہ میں ہی طے ہوئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 5 فروری 1906ء کو رؤیا میں دیکھا کہ "میاں محمد اسحٰق پسر حضرت میر ناصر نواب صاحب اور صالحہ بی بنت صاحبزادہ منظور محمد کے باہمی تعلق نکاح کی تیاری ہو رہی ہے۔" (تذکرہ صفحہ 507)

چنانچہ اُسی دن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے حضرت اقدسؑ کی موجودگی میں مسجد اقصیٰ میں حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ اور حضرت سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہؓ دُختر حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ

کے نکاح کا اعلان فرمایا۔

حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کی شاگردی کا شرف بھی حاصل رہا۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور میں سلسلہ احمدیہ کی مختلف حیثیتوں میں خدمت کی توفیق ملی۔

حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جیّد عالم باعمل تھے۔ آپ کو قرآنِ کریم کے لفظی ترجمہ کرنے کی توفیق بھی ملی اور یہ ترجمہ اب بھی جماعت میں بہت مقبول ہے۔ آپ باقاعدگی سے مسجد اقصیٰ قادیان میں درسِ حدیث دیا کرتے تھے۔ آپ کا اندازِ بیان ایسا تھا کہ حاضرین کو محسوس کرتے تھے کہ اُنہیں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مجلس کا نظارہ کرا دیا گیا ہے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر تقریباً بیس کتب تصنیف کیں۔

حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ انتہائی قابل منتظم تھے۔ آپ سالہا سال لنگر خانہ مسیح موعود کے نگران رہے اور آپ کی زندگی میں ضیافت کا محکمہ جماعت میں بہت مقبول تھا۔ غرباء اور یتامیٰ کی خبر گیری اور پرورش آپ کا خاص وصف تھا۔ ان کے علاوہ بھی متعدد انتظامی، تعلیمی اور علمی ذمہ داریاں آپ پر حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے سپرد کی جاتی رہیں جو آپ کماحقہٗ ادا کرتے رہے۔ آپ بہت صائب الرائے تھے اور مجالسِ شوریٰ میں ہمیشہ اپنی رائے کا اظہار کیا کرتے تھے۔ 1943ء سے اپنی وفات تک آپ نے مجلس انصار اللہ مرکزیہ میں بطور قائد مال بھی خدمات انجام دیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک مضمون میں بیان کیا ہے کہ حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ کو جماعت میں غیر معمولی مقام حاصل تھا اور انہیں غیر معمولی دینی و دنیوی خدمت کا موقع میسر آیا اور وہ احبابِ جماعت کی خوشیوں میں حصہ لیتے تھے اور اُن کے بوجھوں کو بٹاتے تھے۔ (مضامین بشیر جلد 2 صفحہ 386)

حضرت مصلح موعودؓ کے دَورِ خلافت میں شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری اور منشی فخر الدین صاحب ملتانی کے فتنہ کے خلاف آپ کی جدوجہد قابلِ تحسین ہے۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے مکرم محمد احمد جلیل صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

"حضرت میر محمد اسحاق رضی اللہ عنہ میرے استاد، جماعت کے ممتاز عالم اور خطیب اور اہلِ بیت کے رکن تھے۔ میرے دل میں گو ان کا بہت احترام تھا مگر عقیدت اور عظمت کے غیر معمولی جذبات نہیں تھے۔ جب شیخ عبد الرحمٰن مصری اور منشی فخر الدین ملتانی کا فتنہ اٹھا تو بعض لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت میر صاحبؓ کی ان دونوں کے ساتھ نشست و برخاست رہی ہے اس لیے ان کی گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل والی حالت ہوگی۔ مگر قادیان کے رہنے والے دوستوں کو یاد ہوگا کہ ان دنوں روزانہ احمدیہ چوک قادیان میں بورڈ پر اعلان لکھا نظر آتا کہ آج فلاں محلّہ کی مسجد میں حضرت میر صاحب تقریر فرمائیں گے۔ آج فلاں محلّہ میں۔ جس محلّہ میں بھی آپ کی تقریر ہوتی لوگ جوق در جوق اور کشاں کشاں پہنچتے۔ حضرت میر صاحب اسی طرح ہر شام کسی نہ کسی مسجد میں تقریر فرماتے اور روزانہ ہی ایک نیا اندازِ بیان اور نئے دلائل ہوتے۔ آپ کی ہر تقریر نہایت دلآویز ہوتی جو مصری پارٹی کی پیدا کردہ اوہام اور شکوک ھباءً منثورًا کر دیتی۔ آپ کی تقاریر سن کر میرا تاثر یہ تھا کہ حضرت میر صاحب کو تائید خلافت کی ایک دھن لگی ہوئی ہے اور آپ ہر وقت یہی سوچتے رہتے ہیں کہ اس فتنہ کا پورے طور پر کس طرح قلع قمع کیا جائے۔ اس سے میرا دل حضرت میر صاحب کے لیے غیر معمولی جذباتِ عقیدت، عظمت اور محبت سے بھر گیا۔ اور میں اس یقین سے معمور ہو گیا کہ اس معرکہ میں حضرت میر صاحب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے خالد بن ولیدؓ ہیں"

(سیرتِ داؤد صفحہ 168 تا 169 ایڈیشن 2015ء)

حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ نے لاہور کے ایک سفر میں اپنی وصیت تحریر کی تھی جسے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے آپ کی وفات کے بعد اپنے ایک نوٹ کے ساتھ شائع کیا۔ اپنی وصیت میں حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ

"الحمد للہ اس وقت میرے ہوش وحواس قائم ہیں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

مجھے دلی یقین کے ساتھ زبان سے اس امر کا اقرار ہے کہ اس وقت صرف مذہبِ اسلام موجبِ نجات ہے۔ میں چھ ارکان پر ایمان رکھتا ہوں۔ پانچ بنا اسلام کا قائل ہوں۔ نہ سنّی، نہ شیعہ یا خوارج میں سے نہیں غیر مقلّد ہوں۔ آئمہ اربعہ میں سے کسی کا مقلّد نہیں گو چاروں کا خاکِ پا

ہوں۔اوّل قرآن پھر تواتر پھر حدیث کو حجّت سمجھتا ہوں۔حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کے تمام دعاوی پر ایمان رکھتا ہوں۔مبائع ہوں غیر مبائع نہیں۔نورالدین کو ابو بکر کا اور موجودہ امام جماعت احمدی کو عمر کا مثیل سمجھتا ہوں۔مجھے یقین ہے کہ ہماری جماعت تبھی صحیح معنوں میں احمدی رہ سکتی ہے جبکہ وہ ایک واجب الاطاعت امام کے ہاتھ پر بیعت کرے۔خلیفۂ وقت کے ماتحت ایک انجمن ضرور انتظامی اور مالی معاملات کے لیے ہونی چاہیے۔قادیان کو خدا کے رسول کا پایۂ تخت اور احمدیت کا ادبی مرکز یقین کرتا ہوں۔بہشتی مقبرہ کو واقعہ میں بغیر کسی تاویل کے یقینی بہشتیوں کا مدفن سمجھتا ہوں۔مَیں موصی ہوں۔تمام حساب صاف ہے۔میرے پچھتّر روپے سپریٹنڈنٹ احمدیہ ہاسٹل کے پاس جمع ہیں۔اگر میں یہاں فوت ہو جاؤں میری نعش ضرور اس خاکی مقام پر پہنچادی جائے جسے بہشتی مقبرہ کہتے ہیں اور یہ میری واحد خواہش ہے۔اللہ تو میرا انجام بخیر فرما۔

سیّد محمد اسحٰق مسافر لاہور

نوٹ:اگر میں فوت ہو جاؤں تو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ اور حضرت امّ المؤمنین سلمہا اللہ کو میرا اسلام پہنچا دیں۔"(مضامینِ بشیر جلد2 صفحہ 268 تا269)

آپ کے بارہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ

"جماعت کے اکثر دوست ہمارے چھوٹے ماموں حضرت میر محمد اسحاق صاحب کو جانتے ہیں۔انہوں نے حضرت خلیفہ اوّل مولوی نورالدین صاحب اور بعض دوسرے احمدی علما سے علم حاصل کیا اور پھر اپنی فطری ذہانت اور مشق اور ذوق وشوق کے نتیجہ میں جماعت کے چوٹی کے علما میں داخل ہو گئے۔ان کا درسِ قرآنِ مجید اور درسِ حدیث سننے سے تعلق رکھتا تھا اور مناظرے کے فن میں تو انہیں ایسا یدِ طُولیٰ حاصل تھا کہ بڑے بڑے جبّہ پوش مولوی اور عیسائی پادری اور آریہ پنڈت ان کے سامنے بحث کے وقت طفلِ مکتب نظر آتے تھے۔"(مضامینِ بشیر جلد4 صفحہ 463)

آپ نے اپنی ساری زندگی اسلام احمدیت کی خدمت میں صَرف کی۔

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی آخری بیماری کے بارہ میں مضمون تحریر کیا تھا۔اس مضمون کا اختتام آپ نے اِن الفاظ سے کیا کہ

"مغرب کے وقت روحِ مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور وہ **آفتابِ علم و حکمت اور مجموعہٗ محاسنِ اخلاقِ نبویہؐ** ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ قادیان، امرتسر اور لاہور کے معالجوں نے اپنے سب آلاتِ حرب استعمال کر لیے اور بیماری کے خلاف اپنی فولادی سوئیوں، شیشہ کی نلکیوں اور ربڑ کی پچکاریوں کے ساتھ جنگ کرتے رہے مگر اجلِ مقدر نے سب پر فتح پائی اور اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ لَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسۡتَقۡدِمُوۡنَ(یونس:50) کہتے ہوئے اس مطمئنہ اور رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً(الفجر:29) نفس کو لے جا کر بارگاہِ الٰہی میں پیش کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ" (الفضل قادیان، جلد32، نمبر230، یکم اکتوبر1944ء صفحہ4)

آپ کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِيۡمٍ، ایک مختلف رنگ میں بھی ظاہر ہوا۔ اوپر ذکر ہوا ہے کہ اس الہام کی برکت سے آپ کو ایک بیماری سے شفا ملی تھی اور یہی الہام آپ کو ربِّ رحیم کی طرف سے ابدی سلامتی کا پیغام دینے کا ذریعہ بھی بنا۔

اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ بوقتِ نزاع حافظ محمد رمضان صاحب نے سورہ یٰس کی آیت سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِيۡمٍ (یٰس:59) پڑھی تو عین اُس وقت آپ کی وفات ہوئی۔

اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ہی الہام ایک وقت میں آپ کے لیے اِس دنیا میں ایک بیماری سے سلامتی کی خوش خبری لے کر آیا اور دوسرے وقت میں اُس دنیا کے لیے دائمی سلامتی کی خوش خبری کا ذریعہ بنا۔

آپ کی وفات کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کی اقتدا میں نمازِ مغرب و عشا ادا کی گئیں اور حضرت مصلح موعودؓ نے خطاب فرمایا۔ اس میں آپ نے فرمایا کہ

"میر محمد اسحاق صاحب خدماتِ سلسلہ کے لحاظ سے غیر معمولی وجود تھے۔ درحقیقت میرے بعد علمی لحاظ سے جماعت کا فکر اگر کسی کو تھا تو اُن کو تھا۔ رات دن قرآن و حدیث لوگوں کو پڑھانا اُن کا مشغلہ تھا۔ وہ زندگی کے آخری دور میں کئی بار موت کے منہ سے بچے۔ جلسہ سالانہ پر وہ ایسا اندھا دُھن کام کیا کرتے کہ کئی بار اُن پر نمونیہ کا حملہ ہوا۔ ایسے شخص کی وفات پر طبعاً لوگوں میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ اب ہم کیا کریں گے۔ لیکن اگر ہماری جماعت کا ہر شخص ویسا ہی بننے کی

کوشش کرتا تو آج یہ احساس نہ پیدا ہوتا۔ جب ہر شخص اپنی ذمہ داری کو سمجھتا ہو تو کسی کارکن کی وفات پر یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اب ہم کیا کریں گے بلکہ ہر شخص جانتا ہے کہ ہم سب یہی کر رہے ہیں۔ عزیز اور دوست کی جدائی کا غم تو ضرور ہوتا ہے مگر یہ احساس نہیں ہوتا کہ اب کام کون سنبھالے گا۔

موت کا رنج تو لازمی بات ہے۔ مگر یہ رنج مایوسی پیدا نہیں کرتا بلکہ ہر شخص ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے وقت پر چاروں کونوں کو سنبھال لیا تھا۔ احباب کی اس غلطی کی وجہ سے ہر ایک نے وقت پر اپنے آپ کو سلسلہ کا واحد نمائندہ تصور نہ کیا اور اس کے لیے کوشش نہ کی۔ آج میر صاحب کی وفات ایسا بڑا نقصان ہے کہ نظر آرہا ہے اس نقصان کو پورا کرنا آسان نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اس طرز کے آدمی تھے۔ ان کے بعد حافظ روشن علی صاحب مرحوم تھے۔ اور تیسرے اس رنگ میں میر صاحب رنگین تھے اور ان کی وفات کا بڑا صدمہ اس وجہ سے بھی ہے کہ ان جیسے اور لوگ جماعت میں موجود نہیں ہیں۔۔۔ اپنے نفسوں سے دنیا کی محبتوں کو سرد کر دو اور دین کی خدمت کے لیے آگے آؤ۔ اور ان لوگوں کے علوم کے وارث بنو جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صحبت پائی۔ تا تم اگلی نسلوں کو سنبھال سکو۔ تم لوگ تھوڑے تھے اور تمہارے لیے تھوڑے مدرس کافی تھے۔ مگر آئندہ آنے والی نسلوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی اور ان کے لیے زیادہ مدرس درکار ہیں۔ پس اپنے آپ کو دین کے لیے وقف کر دو۔" (الفضل قادیان، جلد 32، نمبر 76، یکم اپریل 1944ء صفحہ 1 تا 2)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اس پُر زور تحریک پر سب سے پہلے حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ کے چھوٹے بیٹے مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب نے اُسی وقت اپنے آپ خدمتِ دین کے لیے وقف کر دیا۔ یہ 17 مارچ 1944ء کا دن تھا اور آج تک وہ بفضلہٖ تعالیٰ خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالك

بعد میں مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کو حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی دامادی کا شرف بھی حاصل ہوا۔

حضرت میر صاحب کی نمازِ جنازہ حضرت مصلح موعودؓ نے پڑھائی اور آپ کی تدفین بہشتی

مقبرہ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں ہوئی۔ آپ کے مزار کے کتبہ کی تحریر حضرت مصلح موعودؓ نے خود رقم فرمائی، جو قیامت تک آپ کو عظیم الشان خراجِ تحسین پیش کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے روحانی مدارج کو بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین

حضرت سید میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے حضرت میر محمد اسحاق صاحب کو اپنا بازو اور وصی قرار دیا تھا۔(بخارِ دل صفحہ 228 ایڈیشن 1970ء)

حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ کا نکاح حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کی بیٹی سے ہوا تھا۔ حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ لدھیانہ کے مشہور صوفی بزرگ حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے چھوٹے بیٹے تھے۔ حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر کہا تھا کہ

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لیے

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ

"حضرت پیر منظور محمد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت کا بہت موقع ملا ہے۔ اور اسی شوق میں انہوں نے خوش نویسی سیکھی تاکہ حضور کی کتابوں کی کتابت حضور کے منشاء کے مطابق بہترین صورت میں ہو سکے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہت سی کتابوں کے ایڈیشن اوّل پیر صاحب مرحوم ہی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ اور ان کی کتابت کی خوبی اور دیدہ زیبی ظاہر و عیاں ہے۔ اس کے بعد جب پیر صاحب مرحوم جوڑوں کی درد کی وجہ سے معذور ہو گئے تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی منظوری سے حضور کے بچوں کو پڑھانا شروع کیا۔ چنانچہ ہم سب بہن بھائیوں کو پیر صاحب نے ہی قرآنِ کریم ناظرہ پڑھایا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مشہور نظم آمین میں پیر صاحب کے طریقۂ تعلیم کی بہت تعریف فرمائی ہے۔ اور ان کے لیے خاص دعا کی ہے۔" (مضامین بشیر جلد 2 صفحہ 881)

آپ قاعدہ یسّرنا القرآن کے موجد تھے اور اسی طریقۂ تعلیم کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تعریف فرمائی ہے۔

حضرت سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی بچپن سے ہی گہری دوستی اور باہمی محبت تھی۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ سے رشتہ کی وجہ سے آپ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی ممانی بھی بن گئی تھیں۔

حضرت سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہؓ لجنہ کی ابتدائی چودہ ممبرات میں شامل تھیں۔ آپ نے ساری عمر لجنہ اماء اللہ کی خدمت میں بسر کی۔ بوقتِ وفات آپ کے سپرد نائب صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی خدمت تھی۔ جلسہ سالانہ مستورات میں بھی مہمان نوازی کی خدمت آپ طبعی ذوق و شوق سے کیا کرتی تھیں۔ مکرمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"آپ کی سیرت میں چار باتیں خصوصاً نمایاں نظر آتی ہیں: 1) قرآنِ کریم سے محبت اور علم حاصل کرنے کا شوق 2) دینی خدمت کا جذبہ 3) خدمتِ خلق کا شوق اور 4) انتظامی قابلیت" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 353)

آپ حضرت اماں جانؓ سے بے حد محبت اور عقیدت کا تعلق رکھتی تھیں اور حضرت اماں جانؓ بھی آپ پر مہربان تھیں۔ آپ کو حضرت اماں جانؓ کی خدمت کا موقع بھی ملتا رہا اور آپ بھی ان خوش نصیبوں میں شامل تھیں جنہیں حضرت امّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کو آخری غسل دینے کی توفیق ملی۔ یہ ظاہری طور پر حضرت اماں جانؓ کی آخری خدمت تھی جو آپ نے انجام دی۔ حضرت سیّد محمد اسحاق صاحبؓ کی وفات اور ہجرت کی تکلیف آپ نے بڑے صبر سے کاٹی۔ آپ کی وفات 1953ء میں لاہور میں ہوئی۔ آپ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاری فرمودہ "نظامِ وصیت" میں شامل تھیں اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے روحانی درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ اور حضرت سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہؓ کو کثیر اولاد سے نوازا جن میں تین بیٹوں اور چار بیٹیوں نے لمبی عمریں پائیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں۔

1۔ مکرمہ نصیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ

2۔ مکرمہ سیّدہ سیّدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ملک عمر علی صاحب

3۔ مکرمہ سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم میجر (ریٹائرڈ) سیّد سعید احمد شاہ صاحب

4۔مکرم سیّد داؤد احمد صاحب۔(اہلیہ: صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ بنت حضرت مصلح موعودؓ)

5۔مکرم سیّد مسعود احمد صاحب۔(اہلیہ: مکرمہ امۃ الرؤف بیگم صاحبہ بنت حضرت مرزا منصور احمد صاحب)

6۔مکرم سیّد محمود احمد ناصر صاحب۔(اللہ ان کی صحت اور عمر میں برکت دے)(اہلیہ: صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ بنت حضرت مصلح موعودؓ)

7۔مکرمہ آنسہ شوکت صاحبہ (اللہ تعالیٰ ان کی صحت اور عمر میں برکت دے)(اہلیہ: مکرم قاضی شوکت محمود صاحب)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب کے بارہ میں فرمایا کہ

"واقفِ زندگی بھی تھے اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں پر پوری طرح حقیقی معنوں میں شکر گزار بھی تھے۔صرف یہ نہیں کہ قربانی دینے کا احساس ہو۔جو شخص حقیقی قربانی کرنے والا ہوتا ہے اس کو قربانی کا احساس نہیں ہوتا۔اس کو تو خدا تعالیٰ کے فضلوں کا احساس ہوتا ہے۔کسی کا اظہار کم ہوتا ہے کسی کا زیادہ ہوتا ہے۔اُس پوائنٹ (point) پر ہمیں یہ اظہار بہت زیادہ نظر آتا تھا۔بچپن کی یہ بہت ساری یادیں ہیں۔جن میں یہ یاد اس وقت بہت شدت سے ابھری اور میرے سامنے آئی اور وہ اُن کی سادہ زندگی، خوشحال زندگی اور وہ اپنے رب سے راضی زندگی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو سنا اور اپنے ساتھ اُن کے پیار کو دیکھ کر اُن کے تینوں بچوں کو وقف کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔تینوں کی طبیعت ایک دوسرے سے مختلف ہے جیسا کہ ہر انسان دوسرے انسان سے مختلف ہوتا ہے۔لیکن اس چیز میں جہاں تک میں نے غور کیا تینوں میں ایک ہی چیز پائی جاتی تھی یعنی جو کچھ خدا نے دیا، جتنا دے دیا اس پر انسان کو راضی رہنا نہیں بلکہ خوش رہنا چاہیے۔ان دو میں بڑا فرق ہے۔سید میر داؤد احمد صاحب اپنے رنگ کے تھے لیکن یہ چیز ان میں پائی جاتی تھی۔میر مسعود آج کل کافی عرصہ سے ڈنمارک میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔وہ اپنے رنگ کے ہیں لیکن یہ چیز ان میں بھی پائی جاتی ہے اور ان کے چھوٹے بھائی میر محمود احمد جن کے بچے کے نکاح کا میں ابھی اعلان کروں گا وہ اپنے رنگ میں واقف ہیں۔لیکن یہ چیز اُن میں کامن (common) ہیں۔ان کے باپ کا یہ ورثہ پوری نسل میں آگے چلا۔خدا تعالیٰ نے حضرت ماموں جانؓ کی اولاد پر بڑا فضل کیا۔

اس واسطے جماعت کے لیے جو یہ نمونہ بھی قائم ہوا۔ اور جماعت کے سامنے یہ ہر حالت میں ہنستے اور بشاش چہرے بھی آئے۔ جو ہر وقت خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنتے ہوئے اس کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے اپنی زندگی کے دن گزارنے والے ہیں۔ جماعت کے اوپر یہ فرض ہے کہ ان کی اگلی نسل کے لیے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحیح معنی میں آباؤاجداد کا وارث بنائے اور وقف کی روح ان میں پیدا کرے۔" (خطباتِ ناصر جلد 10 صفحہ 728 تا 729)

حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ کی ساری اولاد کو مختلف حیثیتوں میں خدمتِ دین اور خدمتِ انسانیت کی توفیق ملتی رہی ہے اور مل رہی ہے۔ بلکہ اگلی نسلوں میں بھی خدمتِ دین و خدمتِ انسانیت کا ذوق وشوق بفضلہٖ تعالیٰ قائم و دائم ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالك

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ

حضرت ڈاکٹر سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی پیدائش 18 جولائی 1881ء کو دلّی میں ہوئی۔ آپ کی عمر حضرت سیّدہ نصرت جہاں صاحبہؓ کی شادی کے وقت تقریباً دو یا اڑھائی سال کی تھی۔ اس لحاظ سے آپ کو بالکل بچپن سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قُرب اور حضورؑ کی شفقت حاصل ہوگئی تھی جس نے آپ کی شخصیت میں غیر معمولی نکھار پیدا کر دیا تھا۔ گو آپ کے والدین ہجرت کر کے قادیان منتقل ہو گئے تھے لیکن آپ تعلیم کی وجہ سے زیادہ عرصہ قادیان سے باہر ہی رہے۔ صرف رخصتوں کے ایام میں قادیان آتے اور حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابرکت اور پاکیزہ صحبت سے فیض یاب ہوتے۔ 1895ء کے رمضان المبارک میں آپ کو نمازِ تہجد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ادا کرنے کا موقع ملا۔ اس سعادت کے نتیجہ میں آپ نے جو روایات بیان کی ہیں اُن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نمازِ تہجد پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو اپنے تین صد تیرہ اصحاب کی فہرست میں شامل فرمایا۔ آپ کا نام "انجامِ آتھم" میں شامل فہرست میں سترویں نمبر پر اس طرح درج ہے:

"70۔ سیّد محمد اسمٰعیل دہلوی۔ طالب علم حال قادیان"

(انجامِ آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 326)

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام بھی ہوا۔ اس بارہ میں اخبار "بدر" نے 20جولائی 1905ء کو لکھا کہ

"4 اپریل 1905ء کو جب زلزلہ آیا تھا اس دن لاہور سے کئی دوستوں کے خط آئے۔۔۔ کہ ہم کو خداوند تعالیٰ نے اس آفت سے بچالیا مگر میر محمد اسمٰعیل صاحب کا ایک خط بھی نہ آیا۔۔۔ پھر دوسرے روز بھی خط نہ آیا۔۔۔ پھر تیسرے روز بھی کوئی خط نہ آیا۔ اور کسی دوست نے بھی نہ لکھا کہ میر محمد اسمٰعیل صاحب خیر و عافیت سے ہیں۔ تب اُن دونوں (یعنی حضرت امّ المؤمنین و والدہ صاحبہ حضرت امّ المؤمنین) کی حالت مارے غم کے قریب موت کے ہوگئی اور حضرت کو دعا کے واسطے کہا۔ حضرت نے ان کا سخت قلق اور رنج دیکھ کر بہت توجہ سے دعا کی تو جواب میں یہ الہام ہوا"

"اسسٹنٹ سرجن"

(تذکرہ صفحہ 449)

اس الہام کی برکت دیکھیں کہ آپ نے نہ صرف میڈیکل کی تعلیم میں اعلیٰ کامیابی حاصل کی بلکہ اس کے بعد ایک لمبا عرصہ بطور اسسٹنٹ سرجن ہندوستان کے مختلف شہروں میں سرکاری ملازمت کرتے رہے۔ اس طرح آپ کی زندگی کا اکثر حصہ بطور "اسسٹنٹ سرجن" خدمت میں صَرف ہوا۔

اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفا ہونے اور آپ کے کامیاب ڈاکٹر اور بالخصوص کامیاب سرجن ہونے کی طرف بالوضاحت اشارہ فرمادیا تھا۔ گو آپ تمام قسم کے آپریشن کرتے تھے لیکن بالخصوص آپ امراضِ چشم کے ماہر تھے۔ مجھے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے بتایا تھا کہ اس زمانہ میں سفید موتیے کے آپریشن صرف خاص موسم میں ہوا کرتے تھے۔ اور اُن دنوں آپ اس کثرت سے سفید موتیے کے مریضوں کے آپریشن کرتے تھے کے وارڈ بھر جاتے تھے اور ہسپتال کے برآمدوں (verandas) میں بھی مریضوں کے بستر لگانے پڑتے تھے۔

ریٹائرمنٹ کے وقت حضرت میر صاحبؓ "سوِل سرجن" کے عہدہ پر خدمت بجالا رہے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ کی ابتدائی مجلسِ معتمدین کا ممبر مقرر فرمایا تھا اس ذمہ داری کو آپ تادمِ واپسیں ادا کرتے رہے۔

آپ سے بہت سی روایات مروی ہیں جو سلسلہ کے لٹریچر میں گراں قدر حیثیت رکھتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلیۂ مبارک سے متعلق آپ کی روایات خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

آپ عشقِ الٰہی میں سرشار، صاحبِ کشف و الہام، متوکّل علَی اللہ اور صوفی منش انسان تھے۔ آپ کا خمیر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم میں گُندھا ہوا تھا۔ آپ کا علمِ کلام اور آپ کی عملی زندگی ان اوصاف کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ خدمتِ خلق اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی اُسی ذوق و شوق سے حصہ لیتے جیسے حقوق اللہ کی ادائیگی میں۔ ان کے علاوہ آپ حد درجہ مہمان نواز اور انفاق فی سبیل اللہ میں دِلی شوق سے حصہ لینے والے نہایت حساس طبیعت کے حامل انسان تھے۔ پیشہ کے لحاظ سے

آپ نے 1916ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائم فرمودہ "نظامِ وصیت" میں شمولیت اختیار کی۔ آپ کی وصیت پر حضرت امّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ نے اپنے دستخط بطور گواہ ثبت فرمائے جو آپ کے لیے ایک بڑا اعزاز ہے۔ آپ کا وصیت نمبر 1213 ہے۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر لبّیك کہتے ہوئے تین سال کے لیے وصیت کے حصہ ٔ آمد کی ادائیگی دسویں حصہ کے بجائے نویں حصہ کے مطابق کی۔ آپ نے اپنا حصہ ٔ جائیداد اپنی زندگی میں ہی ادا کر دیا تھا۔

آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کے مجموعہ ٔ کلام کا نام "بخارِ دل" ہے۔ جس کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں کہ

بخارِ دل رکھا ہے نام اس کا　　　کہ آتِش دانِ دل کا یہ دھواں ہے
کسی کے عشق نے جب پھونک ڈالا　　　تو نکلی منہ سے یہ آہ و فغاں ہے
لگاتی آگ ہے لوگوں کے دل میں　　　ہماری نظم بھی آتِش فشاں ہے
کہیں حکمت کے موتی ہیں بکھیرے　　　کہیں عشق و محبت کا بیاں ہے

آپ نے متعدد کتب لکھیں اور آپ کے تحریر کردہ مضامین کی فہرست بھی نہایت طویل ہے اور ان کا کچھ حصہ "مضامین میر محمد اسماعیلؓ" کے نام سے دو جلدوں میں شائع کیا جا چکا ہے۔

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فارسی منظوم کلام یعنی "درِّ ثمین فارسی" کا اردو میں ترجمہ کرنے کی سعادت ملی جو اب بھی جماعت میں مقبول و معروف ہے۔ اگر کہا جائے کہ یہ آپ کے علمی کاموں کا معراج ہے تو غلط نہ ہوگا۔

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ سے عشق تھا اور توحیدِ باری کی بڑی غیرت تھی۔ آپ مخفی سے مخفی شرک کی بُو بھی محسوس کر لیتے تھے اور اس کے خلاف سخت ردِ عمل ظاہر فرماتے۔ تعلق باللہ پر آپ کے مضامین اور منظوم کلام دونوں اس کے شاہد ہیں۔ آپ کی ایک نظم کے چند اشعار بطور نمونہ کے پیش ہیں۔

علاجِ دردِ دل تم ہو، ہمارے دلربا تم ہو
تمہارا مدّعا ہم ہیں، ہمارا مدّعا تم ہو
مری خوشبو۔ مرا نغمہ۔ مرے دل کی غذا تم ہو
میری لذّت، مری راحت، مری جنّت، شہا تم ہو
مرے دلبر، مرے دلدار، گنجِ بے بہا تم ہو
صنم تو سب ہی ناقص ہیں، فقط کامل خدا تم ہو
ہر اک ذرّے میں جلوہ دیکھ کر کہتی ہیں یہ آنکھیں
تم ہی تم ہو، تم ہی تم ہو، خدا جانے کہ کیا تم ہو
الٰہی بخش دو میری خطائیں، میری تقصیریں
کہ غفّارُ الذّنوب اور ماحیٔ جرم و خطا تم ہو

حضرت میر صاحبؓ کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جو دیوانہ وار عشق تھا وہ آپ کی شاعری میں چھلک کر ظاہر ہوا ہے۔ آپ کی لکھی ہوئی ایک نعت ایسی مقبولِ خاص و عام ہے کہ خاص تائیدِ الٰہی کے بغیر یہ ممکن نہیں۔ میری مراد آپ کی نعت علیك الصلوٰۃ علیك السلام سے ہے۔ اس نعت کا پہلا بند پیش ہے۔

بدرگاہِ ذی شانِ خیر الانام شفیع الوریٰ مرجعِ خاص و عام
بصد عجز و منّت بصد احترام یہ کرتا ہے عرض آپ کا اک غلام
کہ اے شاہِ کونین عالی مقام علیک الصلوٰۃ علیک السلام

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس نعت کے بارہ میں فرمایا کہ

"جب سے مَیں نے ہوش سنبھالی ہے کبھی ایسی نعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نعتوں کے بعد نہ سُنی نہ کبھی دیکھی۔ اور میرا خیال ہے کہ ہمیشہ کے لیے یہ نعت حضرت میر صاحبؓ کو ایک خراجِ تحسین پیش کرتی رہے گی۔" (بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی خواتین سے خطاب، 25 اگست 2001ء)

عجب تصرّفِ الٰہی ہے کہ یہ نعت نہ صرف اردو دان طبقے میں مقبول و معروف ہے بلکہ انڈونیشین اور افریقن احمدیوں نے بھی اس نعت کو اپنی خوبصورت آوازوں میں پڑھا ہے اور اُن کی ریکارڈنگ اِس وقت انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء**

حضرت میر صاحبؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق تھا اور حضورؑ بھی آپ پر بے حد مشفق و مہربان تھے۔ آپ کو ہمیشہ یہ خواہش رہتی کہ حضورؑ آپ سے راضی رہیں۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی شان میں متعدد نظمیں قلمبند کیں۔

حضورؑ کی شان میں آپ کی نظم کا ایک بند یہاں پیش ہے۔

مہبطِ وحیِ ذوالجلال ماحیٔ دجلِ پُرضلال قاتلِ خوکِ بدخصال، فاتحِ جنگ ابتہال
کسرِ صلیبِ بے مثال، غلبۂ دینِ لازوال خوب لٹائے گنج ومال، کردیا خلق کو نہال

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کی محبت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا تھا کہ

"ان کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی محبت بلکہ عشق خاص طور پر پایا جاتا ہے۔ اس محبت کی وجہ سے روحانیت کا ایک خاص رنگ ان میں پیدا ہو گیا ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ایسی ٹھوکر سے جو دوسروں کو لگ جاتی ہے یا لگ سکتی ہے خدا نے ان کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اِس تعلق کی وجہ سے جو برکات ان پر نازل ہوتی ہیں ان کے باعث جماعت کے لیے بھی بہت مفید ثابت ہوں گے۔" (خطباتِ محمود جلد 8 صفحہ 465)

حضرت مصلح موعودؓ نے اُن برکات کا ذکر کیا ہے جو حضرت میر صاحب پر نازل ہوتی تھیں۔اس سے لازماً یہ شوق پیدا ہوتا ہے کہ جانا جائے کہ حضرت میر صاحب کون تھے؟

آپ خود اپنا تعارف ان الفاظ میں کرواتے ہیں کہ

ہُوں اللہ کا بندہ		محمدؐ کی اُمّت
ہے احمد سے بیعت		خلیفہ سے طاعت
میرا نام پوچھو		تو مَیں احمدی ہوں

اب ہم حضرت میر صاحب سے ہی پوچھتے ہیں کہ وہ کیسے احمدی تھے؟

اس سوال کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ

"احمدی تو خدا کے فضل سے ہندوستان کے ہر گوشہ میں موجود ہیں، بلکہ غیر ممالک میں بھی۔ مگر **احمدؑ** کے دیکھنے والے اور نہ دیکھنے والے احمدیوں میں بھی ایک فرق ہے۔ **دیکھنے والوں کے دل میں ایک سرور اور لذّت اس کے دیدار کی اور صحبت کی اب تک باقی ہے۔** نہ دیکھنے والے بارہا تاسّف کرتے پائے گئے ہیں کہ ہائے ہم نے جلدی کیوں نہ کی اور کیوں نہ اس محبوب کا اصلی چہرہ اس کی زندگی میں دیکھ لیا۔ **تصویر اور اصل میں بہت فرق ہے اور وہ فرق بھی وہی جانتے ہیں جنہوں نے اصل کو دیکھا۔**" (حیاتِ طیّبہ مصنفہ مکرم شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگر مل صفحہ 365)۔ **اَللّٰھُمَّ صَلِّ علٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ**

ایک خطبۂ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بچوں کی تعلیم و تربیت کے حوالہ سے حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے مندرجہ بالا بند کو یاد کرنے اور اس میں بیان کردہ مضمون بچوں کو اچھی طرح ذہن نشین کروانے کی طرف توجہ دلائی تھی۔ (خطباتِ ناصر جلد 8 صفحہ 51 تا 52)

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی سیرت کا ایک نہایت حسین پہلو حضرت امّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ سے بے انتہا محبت اور عشق تھا۔ حضرت امّ المؤمنینؓ بھی آپ سے بہت محبت کرتی تھیں۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل دو واقعات سے ہوتا ہے۔

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ تحریر فرماتی ہیں کہ

"اہلیہ اکبر خان مرحوم نے سالہا سال حضرت مسیح موعود کا اور سب گھر کا کھانا پکایا اور بہت ہی محبت سے جان دے کر خدمت کی۔ ہنڈیا میں چمچ پھیرتی جاتیں اور بہت ہی دعائیں کیا کرتیں۔ ان کی سادہ دعا یہ ہوا کرتی تھی کہ یا اللہ ساری دنیا کے مزے میرے حضرت صاحب کے کھانے میں آجائیں۔ کبھی حضرت اماں جان ہنس کر فرماتیں کہ اصغری کی اماں کیا میرے بھائی (حضرت میر محمد اسماعیل) کے کھانے کا مزہ بھی؟ تو فوراً کہتیں (ماموں جان لاہور میں پڑھتے تھے) ہاں۔ اللہ میاں، میاں اسماعیل کے کھانے کا مزہ نہ آئے۔" (سیرت و سوانح حضرت اماں جانؓ صفحہ 195، مصنفہ مکرمہ نسیم سعید صاحبہ)

دوسرا واقعہ یہ کہ جب حضرت میر صاحب کے میڈیکل کالج میں داخلے کا موقع آیا تو حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے پاس تعلیمی اخراجات کے لیے پوری رقم نہ تھی۔ یہ علم ہونے پر حضرت اماں جانؓ نے آپ کو ایک خط تحریر کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ

"تم اپنی ڈاکٹری تعلیم کے لیے تردّد نہ کرو۔ ان شاء اللہ جو خرچ مزید درکار ہوگا وہ مَیں پورا کروں گی اور یہ مت خیال کرو کہ حضرت صاحب سے لے کر دوں گی بلکہ جو میرا ذاتی خرچ ہے اسی سے دیا کروں گی بلکہ ان شاء اللہ حضرت صاحب کو بھی اس کی اطلاع نہ ہوگی۔" (سیرت سیّدہ نصرت جہاں بیگمؓ (حصہ دوم) صفحہ 348، مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ)

حضرت میر صاحبؓ لکھتے ہیں کہ

"مسلسل اتنے سال اپنے پر تنگی گوارا فرما کر انہوں نے میرے پر اتنا بڑا احسان فرمایا۔ جس کے اظہار کا موقعہ اس سے بہتر اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ ان کی سیرت میں درج کر کے اُن کا ایتاء ذوی القربیٰ، اُن کی لمبی اور مسلسل قربانی اور مجھ پر ان کی خاص شفقت اور محبت کے اخلاق کو آئندہ نسلوں کے لیے بطور سبق کے پیش کروں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ احسان کہ **ان کے تعلق کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ایک ایسے عظیم الشان انسان سے ہمارا پیوند کرا دیا کہ اس کے شکر سے ہماری زبانیں بالکل قاصر ہیں۔**" (سیرت سیّدہ نصرت جہاں بیگمؓ (حصہ دوم) صفحہ 349 تا 350، مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ)

حضرت امّ المؤمنینؓ کے ساتھ اپنے تعلق کو آپ نے اس شعر میں بھی بیان کیا ہے۔

خنسا کا کچھ سُنا تھا، مگر وہ بھی دنگ ہو
نصرت جہاں کا دیکھے اگر خواہرانہ رنگ

اس شعر کی وضاحت کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ

"خَنْسَا حضرت عمرؓ کے زمانہ کی ایک عرب خاتون تھیں جنہوں نے اپنے بھائیوں کے پُر اثر مرثیے لکھ کر اُن کو عربی بولنے والی قوموں میں زندہ جاوید بنادیا ہے۔ لیکن امّ المؤمنین نصرت جہاں کا تعلق اُن کے بھائیوں کے نام کو آئندہ زمانہ میں عرب اور عجم میں تا قیامت زندہ رکھے گا۔ ان شاء اللہ" (بخارِ دل صفحہ 127 ایڈیشن 1970ء)

جب آپ نے میڈیکل کی تعلیم مکمل کرلی اور ملازمت شروع کی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے حضرت اماں جانؓ اور حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کو ایک ہفتہ کے لیے اپنے پاس لاہور لے گئے تھے۔ (تحریراتِ مبارکہ صفحہ 312)

حضرت اماں جانؓ کے بارہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کہتی ہیں کہ "ابا جان پر انہیں بہت ناز تھا۔" (دو بھائی صفحہ 46، مصنفہ مکرم غلام باری سیف صاحب)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے آپ کو ایسی محبت تھی جس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ حضورؑ کی ساری اولاد کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔

آپ خلافتِ احمدیہ پر کامل ایمان اور یقین رکھنے والے اور خلفاء احمدیہ کے کامل وفادار تھے۔ حضرت میر صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے عشق کا تعلق تھا۔ اور ہر دو خلفا بھی آپ پر بے حد مہربان تھے۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے علاج کی سعادت بھی ملی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے آپ کا عشق اپنے اندر کئی جہت لیے ہوئے تھا۔ ان میں خلیفۂ وقت کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ہونے اور مزید بر آں موعود بیٹے ہونے کے اضافی پہلو بھی شامل تھے۔

آپ کے مضامین اور اشعار میں جابجا حضرت مصلح موعودؓ کے فضائل کا بیان ہے اور وہ اپنی ذات میں ایک الگ مضمون کا متقاضی ہے۔

یہاں صرف ایک شعر پیش ہے۔

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا

محمود کا تو کافی ہے یہ معجزانہ رنگ

حضرت مصلح موعودؓ سے آپ کی دوستی اور بے تکلفی بھی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کی نیکی اور بزرگی کا ذکر متعدد مواقع پر فرمایا ہے۔ حضورؓ نے 1924ء کے سفر یورپ کے دوران آپ کو ناظرِ اعلیٰ مقرر فرمایا۔(خطباتِ محمود جلد 8 صفحہ 463)

آپ جماعت کی مجلسِ شوریٰ کے ممبر ہوا کرتے تھے۔ تاریخ احمدیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؓ آپ کو بہت سی انتظامی اور مشاورتی کمیٹیوں کا رکن بھی مقرر فرماتے تھے اور جلسہ خلافت جوبلی 1939ء کے پروگرام کی تشکیل و تعمیل کی سب کمیٹی کا صدر بھی حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کو مقرر فرمایا تھا(تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 577)۔ الغرض آپ کو مختلف حیثیتوں میں عمر بھر خدمتِ دین کی توفیق ملتی رہی۔

بحیثیت ڈاکٹر آپ نے خدمتِ خلق کی بہت توفیق پائی۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد کی طبّی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے آپ سب پیش پیش ہوتے تھے۔

آپ کی وفات 18 جولائی 1947ء کو قادیان میں ہوئی۔ اُس وقت حضرت مصلح موعودؓ بھی آپ کے پاس ہی موجود تھے۔ آپ کی نمازِ جنازہ حضرت مصلح موعودؓ نے پڑھائی اور آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں ہوئی۔ آپ کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ آپ کے مزار پر کتبہ کی تحریر حضرت مصلح موعودؓ نے خود رقم فرمائی تھی۔ حضورؓ نے تحریر فرمایا کہ

"میر محمد اسماعیل صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے پہلے پیدا ہوئے۔ حضرت امّ المؤمنین سے سولہ سال چھوٹے تھے اور حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے ساتویں بچے تھے۔ حضرت امّ المؤمنینؓ کی پیدائش کے بعد پانچ بچے تولّد ہوئے جو سب کے سب چھوٹی عمر میں ہی فوت ہوگئے۔ ان کی وفات کے بعد میر محمد اسماعیل صاحبؓ پیدا ہوئے اور زندہ رہے۔

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے جب پنشن لے کر قادیان میں رہائش اختیار کی تو بوجہ

اس کے کہ قادیان میں کوئی سکول نہیں تھا انہوں نے ان کو لاہور پڑھنے بھجوا دیا اور ساری تعلیم انہوں نے لاہور میں ہی حاصل کی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اُن سے بہت محبت تھی۔ اُن کے تمام کاموں میں آپؑ دلچسپی لیتے تھے۔ اسی طرح حضرت میر صاحب کو آپؑ کے ساتھ عاشقانہ تعلّق تھا۔ بھائیوں میں سے حضرت امّ المؤمنین کو میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ سے زیادہ محبت تھی۔ نہایت ذہین اور زکی تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جب خطبہ الہامیہ دیا تو حضور کے اس ارشاد کو سن کر کہ لوگ اسے یاد کریں، انہوں نے چند دنوں میں ہی سارا خطبہ یاد کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سنا دیا تھا۔ باوجود بہت کامیاب ڈاکٹر ہونے کے اور بہت بڑی کمائی کے قابل ہونے کے زیادہ تر پریکٹس سے بچتے تھے اور غرباء کی خدمت کی طرف اپنی توجہ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے ملازمت کے بعد کئی اچھے مواقع آپ نے کھوئے کیونکہ گو اُن میں آمدن زیادہ تھی اور رتبہ بڑا تھا مگر خدمتِ خلق کا موقعہ کم تھا۔ میری بیوی مریم صدّیقہ اُن کی سب بڑی بیٹی تھیں جو توامّ پیدا ہوئیں۔

پنشن کے بعد قادیان آ گئے لیکن بوجہ صحت کی خرابی کے کوئی باقاعدہ عہدہ سلسلہ کا نہیں لے سکے۔ بلکہ جب طبیعت اچھی ہوتی تھی الفضل میں مضامین لکھ دیا کرتے تھے۔ بہر حال، میر محمد اسماعیل صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ میں سے تھے اور آپؑ کے منظورِ نظر تھے۔ آپؑ کی وفات کے بعد تمام اِبتلاؤں میں سے محفوظ گزرتے ہوئے سلسلہ کی بہت خدمات بجالانے کا آپؓ کو موقعہ ملا۔ اللہ تعالیٰ اُن کے روحانی مدارج کو بلند فرمائے۔ آمین"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کے بارہ میں فرمایا کہ

"حضرت میر محمد اسماعیلؓ حضرت اماں جانؓ کے بھائی تھے۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ بہت قابل تھے۔ بہت گُنوں والے تھے۔ ان کی سیرت پر تو پوری کتاب شائع ہونی چاہیے۔ لطیفہ گو بھی تھے۔ شاعر بھی تھے۔ اور بہترین سرجن اور زبردست مربی اور قرآن کا گہرا علم رکھنے والے بہت قابل انسان تھے۔" (اردو کلاس حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مؤرخہ 31 جنوری 1999ء)

آپ کی کس خوبی کا ذکر کیا جائے اور کس کو چھوڑا جائے، یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ آپ کا ذکر اتنا دل کو لبھانے والا ہے کہ دل نہیں کرتا کہ اس کو چھوڑ کر کوئی اور بات کی جائے لیکن مجبوری ہے۔ آپ نے کیا درست کہا تھا کہ

آئے گی مِرے بعد تمہیں میری وفا یاد

مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ اہلیہ اوّل حضرت سید میر محمد اسماعیل صاحبؓ

حضرت میر صاحبؓ کے والدین اور حضرت اماں جانؓ کی خواہش تھی کہ اُن کی شادی مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ سے ہو، جو حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی بھانجی تھیں۔ مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ مکرم بشیر الدین احمد صاحب اور مکرمہ رفعت النساء بیگم صاحبہ کی دختر تھیں۔

اس خاندان کے احمدی نہ ہونے کی وجہ سے حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کو اس رشتہ کے قائم کرنے میں تردّد تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو خط تحریر فرمایا اور اس رشتہ کے قبول کرنے کی نصیحت فرمائی۔ آپ کو سمجھانے کی غرض سے حضرت امّ المؤمنینؓ نے بھی آپ کو خط لکھا جس میں فرمایا کہ

"تمہارا خط میں نے پڑھا۔ میرے نزدیک اس موقع کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے۔ تم ابھی بچہ ہو تمہیں معلوم نہیں کہ رشتہ ناتا کے وقت کیسی کیسی مشکلیں پیش آتی ہیں اور ایسا خاندان جو کسی طور سے کوئی عیب نہ رکھتا ہو کسطرح مشکل سے ملتا ہے۔ اور نئی جگہ میں کیسی کیسی خرابیاں نکل آیا کرتی ہیں۔ اب خدا نے بشیر الدین کو دوسری طرف سے روک کر تمہاری طرف توجہ دی ہے۔ یہ خدا کا کام ہے اسکا قدر کرنا چاہیے۔ اگر اس وقت انکار کرو گے تو یہ خدا کے کام میں بیقدری اور ناشکری ہے بلکہ ڈر ہے کہ اس ناشکری کی شامت سے مدت تک تمہیں کوئی دوسرا موقع پیش نہ آوے۔ اسلیے میں تمہیں صلاح دیتی ہوں کہ اپنے دل کو سمجھاؤ اور جو **حضرت صاحب نے لکھا ہے ضرور اس پر عمل کرو۔**

اللہ تعالیٰ قرآنِ شریف میں فرماتا ہے کہ بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ تم ان کو نفرت کی نگہ سے دیکھتے ہو اور وہ باتیں تمہارے لیے بہتر ہوتی ہیں۔ اسی غرض سے میں نے یہ خط لکھا ہے اور مجھے بہت خوشی ہوگی جب میں تمہارا خط پڑھوں گی کہ لو میں نے تمہاری بات مان لی اور اپنی ضد چھوڑ دی اور اِس کا جواب مجھے جلدی لکھو کہ سکندرہ جانے کے لیے ہم تیار بیٹھے ہیں و دعا۔"

(سیرت حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگمؓ (حصہ دوم) صفحہ 352، مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اماں جانؓ کے سمجھانے پر بقول حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ "آپ نے ہتھیار ڈال دیئے" اور شادی کے لیے رضامند ہوگئے۔ 1906ء

میں آپ کی شادی ہوئی۔ اخبار "بدر" نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت اماں جانؓ، حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ، حضرت سیّد بیگم صاحبہؓ، حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ، حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ اور سب احمدیوں کی خدمت میں مبارکباد پیش کی۔

(اخبار بدر، جلد 2 نمبر 30،26 جولائی 1906ء صفحہ 7)

مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ کی پیدائش 1887ء کی ہے۔ آپ چونکہ حضرت اماں جانؓ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، اس لیے حضرت اماں جانؓ اور مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ میں، باہم، بے حد دوستی اور محبت تھی۔ حضرت اماں جانؓ آپ کو بہت عزیز رکھتی تھیں اور کوشش کرتیں کہ تمام سفروں اور سیروں میں آپ کو اپنے ساتھ رکھیں۔ اس کے علاوہ بھی آپ کو دارالمسیح میں اپنے پاس بلا لیتیں اور اپنے پاس رکھتیں۔ آپ ایک نہایت زندہ دل خاتون تھیں اور آپ کی طبیعت بہت رونق لگانے والی تھی۔ آپ کھانے پینے کی شوقین اور دلّی کی ثقافت اور زبان سے خوب واقف تھیں۔ اردو زبان کے دُرست تلفظ کی ماہر سمجھی جاتی تھیں۔

چونکہ شادی کے وقت آپ نے بیعت نہیں کی تھی اس لیے لمبا عرصہ تک اس کی طرف توجہ نہ ہوسکی۔ گو یہ یقین ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام دعاوی پر ایمان رکھتی تھیں اور عملاً آپ نے اپنی زندگی ایک احمدی کے طور پر ہی گزاری۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ 1938ء میں جب حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ نے آپ کے سامنے بیعت فارم رکھا تو آپ نے بلا تأمل اس پر دستخط کر دیئے اور چند دنوں کے بعد ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاری فرمودہ "نظامِ وصیت" میں شامل ہو گئیں۔ بوقتِ وصیت آپ نے اپنی جائیداد کی تفصیل میں یہ بھی تحریر کیا کہ "میرے پاس نقد نو صد روپے جمع ہیں جو حج کے سفر کے لیے رکھے ہوئے ہیں"۔ یہ فقرہ آپ کی نہایت دیندار فطرت، اعلیٰ سوچ اور عبادات میں ترقی کرنے کی خواہش کی عکاسی کرتا ہے۔

تقدیرِ الٰہی سے مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ سے حضرت میر صاحبؓ کی کوئی اولاد نہ ہوئی لیکن آپ نے حضرت میر صاحبؓ کی دوسری زوجہ سے اولاد کو اپنی اولاد کی طرح پالا اور اُن سے بے حد محبت کیا کرتی تھیں۔ اور خود حضرت میر صاحبؓ کی دوسری زوجہ سے چھوٹی بہنوں والا سلوک کرتی تھیں۔

آپ کو حضرت اماں جانؓ کی خدمت کا موقع بھی ملتا رہا اور آپ بھی اُن خوش نصیبوں میں شامل تھیں جنہیں حضرت امّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کو آخری غسل دینے کی توفیق ملی۔ یہ ظاہری طور پر حضرت اماں جانؓ کی آخری خدمت تھی جو آپ نے انجام دی۔

آپ اپنی عمر کے آخری حصہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ساتھ رہتی تھیں۔ آپ کی وفات مارچ 1967ء میں ربوہ میں ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی اور بعد تدفین دعا بھی حضورؒ نے کروائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے روحانی درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کا عقدِ ثانی

چونکہ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی لمبے عرصہ تک کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اس لیے حضرت اماں جانؓ اور حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش پر حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے 1917ء میں حضرت مرزا محمد شفیع صاحبؓ اور حضرت خورشید بیگم صاحبہؓ کی دُختر مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ سے عقدِ ثانی کا فیصلہ کیا۔ مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ کے ذکر سے پہلے اُن کے والدین حضرت مرزا محمد شفیع صاحبؓ اور حضرت خورشید بیگم صاحبہؓ کا مختصر ذکر کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مرزا محمد شفیع صاحب اور حضرت خورشید بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہما

حضرت مرزا محمد شفیع صاحبؓ کی پیدائش اندازاً 1877ء کی ہے۔ آپ کا تعلق دلّی سے تھا۔ آپ کو بچپن سے ہی نماز اور تہجد کا شوق تھا۔ احمدیت سے آپ کا تعارف حکیم انوار حسین صاحب آف بلب گڑھ کے والد صاحب کے ذریعہ ہوا۔ اُن سے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چند کتب لے کر پڑھیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا دل کھول دیا اور آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت بذریعہ خط کی جس کا اعلان 10 جون 1901ء کے الحکم میں ہوا۔ شروع میں آپ نے اہلیہ کو بھی اپنی بیعت کے بارہ میں مطلع نہ کیا اور آہستہ آہستہ ان کو تبلیغ شروع کی۔ آپ کی اہلیہ نے بھی بہت جلد حضورؑ کی بیعت کرلی۔ 1903ء میں آپ مع اہلیہ پہلی مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لیے قادیان حاضر ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ

کی بڑی بیٹی مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ بھی تھیں۔اس کے بعد آپ اخلاص اور محبت میں ترقی کرتے گئے۔ آپ کئی مرتبہ قادیان حاضر ہوئے اور مسیح پاکؑ سے فیض پاتے رہے۔ بلکہ حضورؑ کے آخری سفر لاہور میں بھی لاہور چلے گئے تھے اور زیارت کے لیے حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ آپ کو قرآنِ کریم سے والہانہ عشق تھا۔ آپ نے حضورؑ کی کتب اور سلسلہ کے لٹریچر کا گہرا مطالعہ کیا ہوا تھا۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ،حضرت اماں جانؓ اور دیگر افرادِ خاندان حضرت اقدسؑ سے بے حد محبت تھی۔(الفضل قادیان جلد 33، نمبر 75، 29مارچ 1945ء صفحہ 4)

آپ کی سرکاری ملازمت محکمہ ڈاک میں تھی اور آپ کی خدمات کے عوض آپ کو 1911ء میں ملکِ معظم کی تاجپوشی کے موقع پر دربار میں سلور میڈل سے بھی نوازا گیا تھا۔1923ء میں آپ پنشن لے کر قادیان آگئے تھے۔ قادیان آکر آپ نے اپنے آپ کو سلسلہ کی خدمت کے لیے پیش کر دیا تھا۔ چنانچہ یکم جنوری 1924ء سے اپریل 1932ء تک آپ نے بحیثیت آڈیٹر کام کیا اور اس کے بعد وفات تک محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے عہدہ پر خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ آپ کا دفتر عین مسجد مبارک قادیان کے نیچے تھا۔

1938ء میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے "قواعد و ضوابط صدر انجمن احمدیہ قادیاں" شائع کیے گئے۔ان قواعد کو مرتب کرنے والوں میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ کے علاوہ حضرت مرزا محمد شفیع صاحبؓ بھی شامل تھے۔(تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 548)

حضرت مرزا محمد شفیع صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاری فرمودہ "نظامِ وصیت" میں شامل تھے۔1944ء میں آپ بیمار ہوگئے اور علاج کے لیے اکتوبر 1944ء میں دہلی گئے۔ دہلی جانے سے پہلے آپ نے آخری وصیت ان الفاظ میں تحریر کی کہ

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

چونکہ میں آپریشن کے لیے دہلی جارہا ہوں اور زندگی کا انحصار نہیں۔اس لیے یہ یادداشت تحریر کرتا ہوں۔ مَیں ایمان لاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم خاتم الانبیا ہیں۔ اور حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود مہدی مسعود نبی اللہ ہیں۔ اے اللہ میری وفات اُن کی غلامی میں ہو اور میں بہشتی مقبرہ میں دفن ہو جاؤں۔ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے۔"

دہلی میں آپ کا علاج ہوتا رہا۔ آپریشن بھی ہوا۔ ہسپتال میں داخل ہونے کے بعد آپ نے اپنے بیٹے مکرم مرزا منوّر احمد صاحب کو پندرہ بیس دفعہ تاکید کی کہ "دیکھو مرنا جینا ہر ایک کے ساتھ لگا ہے۔ اگر میں مر جاؤں تو مجھے ہرگز یہاں امانتاً دفن نہ کرنا بلکہ قادیان لے جانا۔ اور اگر خدانخواستہ لے جانے میں کوئی روک ہو یا باوجود کوشش کے کوئی انتظام نہ ہو سکے تو پھر حضرت صاحب سے پوچھ کر امانتاً دفن کرنا اور پھر لگے رہنا جب تک مجھے قادیان نہ پہنچا دینا۔"

آپ کی وفات 17 جنوری 1945ء کو دہلی میں ہوئی اور جنازہ قادیان لایا گیا۔ 19 جنوری 1945ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے ایک بڑے مجمع کے ساتھ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کے جنازہ کو کندھا دیا۔ آپ کی تدفین قطعۂ خاص بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی۔ (الفضل قادیان جلد 33، نمبر 76، 30 مارچ 1945ء صفحہ 4)

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ آپ کا بے حد احترام کرتے اور اُن کی خوبیوں کے قدر دان تھے۔ اُن کے بارہ میں حضرت میر صاحب نے کہا کہ

خُسر ہو کر کارکن تھے بن گئے

حضرت میر صاحب کے اس مصرع سے ان دونوں بزرگوں کے باہمی تعلقاتِ محبت و احترام واضح طور پر چھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے حضرت مرزا محمد شفیع صاحبؓ کے بارہ میں فرمایا کہ

"میرے بچپن سے پارٹیشن تک مجھے ان کا ہمیشہ دیکھنا یاد ہے۔ بہت ہی مستعد کارکن تھے اور ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی صلاحیتوں کا نمونہ دکھاتے ہوئے محاسبہ کا کام کیا۔" (شہدائے احمدیت آغاز تا عہدِ خلافتِ رابعہ صفحہ 66)

آپ کو یہ سعادت بھی ملتی رہی کہ حضرت اماں جانؓ کو جب کوئی زیور بنوانا ہوتا تو اس کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی جاتی۔ حضرت مرزا محمد شفیع صاحبؓ سے مروی چند روایات رجسٹر روایاتِ

صحابہ میں محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے آپ کے روحانی درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین

حضرت خورشید بیگم صاحبہ نہایت نیک، متقی اور صاحبِ کشف خاتون تھیں۔ ان کے عشقِ رسول ﷺ کا اندازہ ایک گھریلو واقعہ سے ہوتا ہے۔ آپ کی نواسی مکرمہ سیّدہ امۃ الرفیق صاحبہ نے اظہارِ محبت کے طور پر آپ کے پاؤں کو چُوما تو آپ نے فوراً اپنا پاؤں کھینچ لیا اور انہیں کہا کہ آلِ رسولؐ ہوتے ہوئے میرے پاؤں چومتی ہو۔

تقسیمِ ہند کے قبل و مابعد حضرت خورشید بیگم صاحبہؓ کو کئی تکلیف دہ صدمات سے گزرنا پڑا جو انہوں نے نہایت صبر سے برداشت کیے۔ حضرت خورشید بیگم صاحبہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ

"اس وقت غالباً ستر سال کی ہوں گی لیکن خدا کی کسی باریک در باریک حکمت کے ماتحت ان کی زندگی کے آخری ایام بہت تلخی میں گزرے ہیں۔ سب سے پہلے ان کا ایک نوجوان بیٹا محمد احمد جو تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں پڑھتا تھا مرضِ سل میں مبتلا ہو کر خدا کو پیارا ہوا۔ اس کے چند سال بعد ان کے خاوند بزرگوار مرزا محمد شفیع صاحب مرحوم۔۔۔ دلّی کے ہسپتال میں لمبی بیماری کاٹ کر فوت ہوئے۔۔۔ اس کے بعد ان کے داماد اور ہمارے ماموں حضرت میر محمد اسماعیل صاحب علیہ الرحمۃ کی وفات کا صدمہ پیش آیا جو جماعتی لحاظ سے بھی ایک بہت بھاری صدمہ تھا کیونکہ:

کم بزاید مادرے با ایں صفا درّ یتیم

(ایسا شفاف اور قیمتی موتی کوئی ماں بہت کم جنا کرتی ہے)

اس کے بعد فسادات کے نقصان کے علاوہ جو کم و بیش سب کے لیے برابر تھا، ان کے بڑے لڑکے مرزا احمد شفیع بی۔ اے مرحوم نے قادیان میں ہندو پولیس کے ہاتھوں جام شہادت پیا اور اب بالآخر امریکہ سے یہ تار آئی ہے کہ ان کا چھوٹا اور آخری لڑکا (یعنی مکرم مرزا منوّر احمد صاحب، مبلغ سلسلہ) بھی سفر آخرت پر روانہ ہو گیا ہے۔۔۔۔ یقیناً یہ بڑی تلخ قاشیں ہیں، جو اس بزرگ خاتون کو خدائی تقدیر کے ہاتھوں آخری عمر میں کھانی پڑیں لیکن اگر وہ خدا کی خاطر ہاں ان نعمتوں کے دینے والے کی خاطر صبر کریں اور خدا کی تقدیر پر راضی ہوں تو پھر ان شاءاللہ ان کا اجر بھی بہت بھاری ہو گا۔ **ہمارا خدا رحیم ہے بڑا رحیم ہے۔**" (مضامینِ بشیر جلد 2 صفحہ 356 تا 357)

مَیں نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور مکرم سیّد محمود احمد ناصر صاحب سے متعدد مرتبہ اس بات کا ذکر سنا ہوا ہے کہ جب مکرم مرزا منوّر احمد صاحب کی وفات کی اطلاع آئی تو حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت خورشید بیگم صاحبہؓ سے دریافت کروایا کہ اگر آپ کہیں تو ان کی نعش امریکہ سے پاکستان منگوالی جائے۔ لیکن تقسیمِ ہند کی وجہ سے جماعت کے مالی حالات اس خرچ کے متقاضی نہ تھے اس لیے حضرت خورشید بیگم صاحبہؓ نے حضورؓ سے عرض کیا کہ رہنے دیں۔ لہٰذا مکرم مرزا منوّر احمد صاحب کو امریکہ میں ہی سپردِ خاک کر دیا گیا۔

ضمناً عرض ہے کہ حضرت خورشید بیگم صاحبہؓ کو اس سانحہ کی اطلاع دینے کی ذمہ داری حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کو دی گئی تھی لیکن انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کرلی تھی کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بُری خبر پہنچانے سے منع فرمایا ہوا ہے۔ اس پر یہ ذمہ داری حضرت سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہؓ کے سپرد کی گئی۔ اُس وقت قیام رتن باغ لاہور میں ہی تھا۔ مکرم مرزا منوّر احمد صاحب کی وفات کے کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت خورشید بیگم صاحبہؓ کی بیٹی مکرمہ امۃ الرشید صاحبہ کی وفات بھی لاہور میں ہوگئی تھی۔ اس سانحہ کو بھی آپ نے بڑے صبر سے برداشت کیا۔

10 اپریل 1951ء کو ربوہ میں حضرت خورشید بیگم صاحبہؓ کی ربوہ میں وفات ہوئی۔ آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں آسودۂ خاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومہ کے روحانی درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

حضرت مرزا محمد شفیع صاحبؓ اور حضرت خورشید بیگم صاحبہؓ کی اولاد

اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا محمد شفیع صاحبؓ اور حضرت خورشید بیگم صاحبہؓ کو تین بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ ان کا مختصر تعارف ذیل میں پیش ہے۔

1۔ مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ زوجہ حضرت ڈاکٹر سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ۔ آپ کا تعارف آگے کروایا جا رہا ہے۔

2۔ مکرم مرزا محمد احمد صاحب۔ یہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں طالب علم تھے اور بوجہ ٹی بی

وفات پا گئے تھے۔

3۔ مکرم مرزا احمد شفیع صاحب۔ پیدائش کے وقت ان کا نام عنایت احمد رکھا گیا تھا لیکن مکرم محمد احمد صاحب کی وفات کے بعد اس کو بدل کر احمد شفیع رکھ دیا گیا تھا۔ اور اسی نام سے آپ معروف ہوئے۔ بی۔ اے کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں بطور استاد کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ آپ کی شادی مکرمہ امۃ الرحمٰن بیگم صاحبہ بنت مکرم خلیفہ علیم الدین صاحب سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ مکرم احمد شفیع صاحب کو تقسیمِ ہند کے تکلیف دہ ایّام میں ہندو پولیس نے 14 اکتوبر 1947ء کو قادیان میں شہید کر دیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کی شہادت کا تذکرہ 14 مئی 1999ء کو خطبۂ جمعہ میں فرمایا تھا اور اس طرح ان کا نام رہتی دنیا تک محفوظ فرما دیا۔ ان کی اہلیہ اور بچوں نے بڑے صبر سے یہ مشکل حالات کاٹے۔ مکرمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ کی وفات 1996ء میں ہوئی اور آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں آسودۂ خاک ہیں۔

4۔ مکرم مرزا منوّر احمد صاحب۔ ان کی پیدائش 1917ء میں ہوئی۔ یہ مبلغ سلسلہ تھے اور اگست 1946ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے انہیں قادیان سے امریکہ بھجوایا تھا۔ قادیان سے روانگی کے موقع پر مکرم مرزا منوّر احمد صاحب اور مکرم چوہدری محمد عبداللہ صاحب انجنئیر (جو فضلِ عمر ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی طرف سے اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ جارہے تھے) کی الوداعی پارٹی میں حضرت مصلح موعودؓ نے شرکت فرمائی تھی اور ایک بہت اعلیٰ نصیحت فرمائی تھی جو آج بھی ایک روشن مینار کے طور پر واقفین زندگی کے کام آسکتی ہے۔ حضورؓ نے فرمایا تھا کہ

"واقفین کو چاہیے کہ علم کے جس شعبے کی تحصیل کے لیے کوشش کریں۔ اس میں وہ سب دنیا کے عالموں سے سبقت لے جائیں اور وہ اس علم میں authority ہوں۔" (الفضل قادیان، جلد 35، نمبر 29، 151 جون 1946ء صفحہ 1)

امریکہ میں مکرم مرزا منوّر احمد صاحب نے بڑی محنت اور محبت سے اسلام احمدیت کی تبلیغ اور نو احمدیوں کی تربیت کا کام کیا۔ بظاہر آپ کی صحت اچھی تھی لیکن معدہ میں رسولی کی وجہ سے بیمار ہوئے اور امریکہ میں ہی 1948ء میں اکتیس سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوگئی۔ آپ کی شادی نہیں

ہوئی تھی۔ آپ امریکی ریاست پنسلوینیا (Pennsylvania) کے شہر پٹسبرگ (Pittsburgh) کے گرین وڈ قبرستان (Greenwood Cemetry) میں مدفون ہیں۔ چونکہ آپ موصی تھے اس لیے آپ کا یادگاری کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں نصب کیا گیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ مکرم مرزا منوّر احمد صاحب کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں کہ

"عزیزم مرزا منوّر احمد مرحوم کو میں بچپن سے جانتا تھا۔ اس لیے بھی کہ وہ ہمارے قریبی عزیزوں میں سے تھے یعنی ہماری ممانی صاحبہ کے بھائی اور ہماری ایک بھاوجہ صاحبہ کے ماموں تھے اور اس لیے بھی کہ مرحوم کا بچپن سے میرے ساتھ خاص تعلق تھا۔ پس میں یہ بات بغیر کسی قسم کے مبالغہ کے کہہ سکتا ہوں کہ مرحوم ایک بہت مخلص اور نیک اور ہونہار اور محبت کرنے والا اور جذبۂ خدمت و قربانی سے معمور نوجوان تھا۔ دن ہو یا رات دھوپ ہو یا بارش جب بھی انہیں کوئی ڈیوٹی سپرد کی جاتی تھی وہ کمال مستعدی اور اخلاص کے ساتھ اس ڈیوٹی کو سرانجام دینے کے لیے لبّیك لبّیك کہتے ہوئے آگے آجاتے تھے۔ اور پھر اپنے مفوّضہ کام کو اس درجہ توجہ اور سمجھ کے ساتھ سرانجام دیتے تھے کہ دل خوش ہو جاتا تھا۔ اور زبان سے بے اختیار دعا نکلتی تھی۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ اسی نیکی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی زندگی وقف کرنے اور پھر بلادِ امریکہ میں وطن سے بارہ ہزار میل دور جاکر فریضۂ تبلیغ بجالانے کی سعادت عطا کی۔ موت تو ہر انسان کے لیے مقدر ہے مگر مبارک ہے وہ نوجوان جسے یہ سعادت کی زندگی عطا ہوئی اور مبارک ہیں وہ والدین جنہیں خدا نے ایسا نیک اور خادمِ دین بچہ عطا کیا۔ عزیز مرحوم کے والد یعنی مرزا محمد شفیع صاحب مرحوم نے جب اپنی آخری بیماری دلّی کے ہسپتال میں جاکر کاٹی تو بیماری کے لمبا ہو جانے کے باوجود منوّر مرحوم نے ان کی خدمت میں دن رات ایک کر دیا۔ اور اپنے ضعیف العمر اور نیک باپ کی آخری دعائیں حاصل کیں۔ پھر جب مرحوم کی والدہ صاحبہ گزشتہ فسادات کے نتیجہ میں قادیان چھوڑنے پر مجبور ہوئیں اور منوّر مرحوم کو یہ بھی اطلاع پہنچی کہ والدہ کے باہر آجانے کے بعد ان کا بڑا بھائی قادیان میں شہید ہو گیا ہے تو منوّر نے ماں کی تکلیف کا خیال کر کے انہیں میرے واسطے سے تار کے ذریعہ امریکہ سے ایک رقم بھجوائی جو ایک دوست سے قرض لے کر بھجوائی گئی تھی۔ اور مرحوم نے مجھے لکھا کہ اب میری والدہ صاحبہ اکیلی ہیں اور سامان قادیان میں لٹ چکا ہے۔ اس لیے بھائی کی وفات کے بعد انہیں کئی قسم کی

ضرورتیں لاحق ہوں گی۔ پس آپ یہ رقم میری طرف سے انہیں پہنچادیں۔ مَیں جانتا ہوں کہ منوّر مرحوم کی مالی حالت ہرگز ایسی نہیں تھی کہ وہ اتنی رقم خود پیدا کرسکے یا قرض اٹھا کر اسے آسانی سے اتار سکے۔ مگر محض بوڑھی والدہ کی محبت میں اس نے یہ بوجھ اٹھایا اور پھر خدا نے اسے اس قرض کے اتارنے کی بھی توفیق دے دی۔۔۔ الغرض کیا بلحاظِ دین کے اور کیا بلحاظِ اخلاق کے اور کیا بلحاظ رشتہ داری کے حقوق کے اور کیا بلحاظِ دوست نوازی کے مرحوم ایک بہت ہی نیک اور قابلِ قدر نوجوان تھا۔ میری یہ دِلی دعا ہے کہ خدا اسے غریقِ رحمت کرے اور اسے جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور گو وہ غیر شادی شدہ تھا اور اس نے کوئی اولاد پیچھے نہیں چھوڑی مگر خدا اسے ایسے دوست اور ایسے عزیز عطا کرے جو اس کے لیے ہمیشہ دعا گو رہیں اور اس کی یاد کو زندہ رکھیں۔ آمین یا ارحم الراحمین"

(مضامین بشیر جلد 2 صفحہ 355 تا 356)

حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کی وفات کا ذکر اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 24 ستمبر 1948ء میں فرمایا اور بعدہٗ غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی۔ حضورؓ نے مکرم مرزا منوّر احمد صاحب کا ذکر خیر ان الفاظ میں فرمایا۔

"مرزا منوّر احمد صاحب جو امریکہ کے مبلغ تھے میری ایک بیوی امِّ متین کے ماموں، میر محمد اسماعیل صاحب مرحوم کے سالے اور نہایت مخلص نوجوان تھے۔ ان کے معدہ میں رسولی ہوئی اور وہ فوت ہوگئے۔ ویسے تو ہر ایک کو موت آتی ہے لیکن اس طرح کی موت گو ایک طرف قوم کے لیے فخر کا موجب ہوتی ہے لیکن دوسری طرف اس کا افسوس بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی کو پندرہ بیس سال میں تیار کیا جائے اور وہ جوانی کی حالت میں فوت ہو جائے۔ مرزا منوّر احمد صاحب کا کام نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا اور امریکہ کی جماعتوں میں انہی کی جماعت کو ان سے زیادہ محبت تھی۔ ابھی پچھلے دنوں امریکہ میں جماعتوں کی جو کانفرنس ہوئی ہے اس میں یہ تسلیم کیا گیا کہ وہ علاقہ جس میں مرزا منوّر احمد مبلغ تھے دوسرے علاقہ کی جماعتوں سے دینی کاموں میں بڑھ گیا ہے۔ پھر ان لوگوں نے اپنی محبت کا ثبوت بھی دیا۔ جب ڈاکٹروں نے جسم میں خون داخل کرنے کا فیصلہ کیا تو اُن کے علاقہ کے نومسلموں میں سے عورتوں اور مردوں کی ایک بڑی تعداد نے اپنا خون پیش کر دیا اور چونکہ ان کی ٹائپ کا خون نہیں ملتا تھا اس لیے جس نومسلم کو یہ معلوم ہو جاتا کہ میرا خون مرزا منوّر احمد کے خون کے مشابہ ہے

تو وہ بے انتہا خوش ہوتا اور فخر کرتا کہ میرا خون ان کے خون سے ملتا ہے۔جب مرحوم کے جسم میں خون کے داخل کرنے کی زیادہ ضرورت پیش آگئی اور ان کے خون کی ٹائپ کا اَور خون نہ ملا تو ڈاکٹروں نے کہا آپ لوگ اپنا خون دے دیں۔ہم اپنے پاس سے ان کے ٹائپ کا خون استعمال کرلیں گے اور آپ کا خون آئندہ کے لیے رکھ لیں گے۔اس پر ان سب نے اپنا خون پیش کر دیا۔یہ چیز اس بات کی علامت ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے امریکہ کی جماعت اخلاص میں ترقی کر رہی ہے اور یہ مرحوم کے نیک نمونہ کا ایک زبردست ثبوت ہے۔"(خطباتِ محمود جلد29 صفحہ 319)

راہِ مولا میں خدمت کے دوران وفات پانے والے مبلغین کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی خدمات کا تذکرہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 28 مئی 1999ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا۔

2012ء کے دورۂ امریکہ کے دوران حضرت خلیفۃ الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مکرم مرزا منوّر احمد صاحب کے مزار پر دعا کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

خلفاء سلسلہ نے اپنے پُر شفقت ذکر اور اپنی مقبول دعاؤں سے مکرم مرزا منوّر احمد صاحب شہید کا نام رہتی دنیا تک محفوظ فرما دیا ہے۔فالحمدللہ علیٰ ذالك

4۔ مکرمہ امۃ الرشید (رشیدہ بیگم) صاحبہ۔ان کی شادی مکرم مرزا عزیز احمد صاحب سے ہوئی تھی۔ان کے دونوں بیٹے بفضلہٖ تعالیٰ بقیدِ حیات ہیں۔مکرمہ امۃ الرشید صاحبہ کی وفات دوسرے بیٹے کی پیدائش کے کچھ عرصہ کے بعد ہی 1948ء میں ہوگئی تھی اور اُن کی تدفین لاہور میں کردی گئی تھی۔آپ چونکہ موصیہ تھیں اس لیے آپ کا یادگاری کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں نصب کیا گیا۔مکرم مرزا عزیز احمد صاحب بھی راہیٔ ملکِ عدم ہو چکے ہیں اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

5۔ مکرمہ امۃ المجید (مجیدہ بیگم) صاحبہ۔ان کی شادی مکرم اسماعیل بقاپوری صاحب سے ہوئی تھی۔ان کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور سب بفضلہٖ تعالیٰ بقیدِ حیات ہیں۔دونوں مکرمہ امۃ المجید صاحبہ اور مکرم اسماعیل بقاپوری صاحب لمبا عرصہ ہوا وفات پا چکے ہیں اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں آسودۂ خاک ہیں۔

مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ اہلیہ ثانی حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ

مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ کی پیدائش 1902ء کی ہے۔آپ پیدائشی احمدی تھیں۔آپ کی

حصہ میں ایک بہت منفرد سعادت آئی جو آپ کی خوش بختی کی پہلی علامت تھی۔اس واقعہ کی تفصیل حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے الفاظ میں پیش ہے۔ آپ اپنے ایک خط میں تحریر کرتی ہیں کہ

"مَیں نے اپنے نانا مرزا محمد شفیع صاحبؓ سے یہ واقعہ سنا ہوا ہے کہ جب وہ پہلی مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔تو میری والدہ غالباً ڈھائی یا تین سال کی تھیں اور حضورؑ نے اُن کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔" (مسل وصیت مکرمہ سیّدہ امۃ اللطیف صاحبہ)

مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ سے حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کا رشتہ بھی حضرت اماں جانؓ کی پسند سے ہوا تھا اور نکاح کا اعلان حضرت مصلح موعودؓ نے 8 اپریل 1917ء کو فرمایا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس خطبۂ نکاح میں فرمایا کہ

"تمام اصلاحیں احمدیہ جماعت کے ذمہ ہیں۔پس ضروری ہے کہ وہ **مَثْنٰی و ثُلٰثَ و رُبٰع** کے حکم کی تعمیل کرکے اپنے عملی نمونہ سے ان اعتراضات کو اُٹھائیں جو تعدّد ازواج پر ہیں۔" (ہفتہ وار فاروق، جلد 2 نمبر 18، 12 اپریل 1917ء)

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضورؓ کی ان نصائح پر بھرپور عمل کیا اور آپ کی دونوں ازواج نے بھی مکمل وفاداری سے آپ کا ساتھ دیا۔ **فالحمد للہ علیٰ ذالک**

شادی کے وقت مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی جبکہ حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ تیس سال سے زیادہ عمر کے تھے۔اس عمر کے تفاوت کے باوجود یہ شادی بہت کامیاب رہی۔

آپ نہایت بے تکلف اور سادہ طبیعت رکھنے والی خاتون تھیں۔ آپ نے اپنی زندگی کو اپنے بزرگ خاوند کے مزاج اور طبیعت کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ آپ نے اُن سے قربانی کے گُر سیکھے اور ساری عمر اُن پر عمل پیرا رہیں۔ حضرت میر صاحبؓ کی زندگی کا ایک بڑا مقصد خدمتِ انسانیت تھا اور مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ نے اس مقصد کے حصول میں آپ کا بھرپور ساتھ دیا۔ آپ نے حضرت میر صاحبؓ سے ڈاکٹری کا اتنا علم سیکھ لیا تھا جو آپ کو خدمتِ خلق کے کاموں میں مددگار ہوتا تھا۔ جب بھی کسی وجہ سے فوری طبّی امداد کی ضرورت ہوتی تو آپ فوراً اپنی خدمات پیش کر دیتیں۔ خاندان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ولادت کے مواقع پر آپ فوراً پہنچ کر ایک ماہرِ فن کی طرح زچگی کے تمام مراحل میں مدد دیتیں۔ اسی طرح فوری طبّی مدد مہیا کرنے میں بھی ماہر تھیں اور ہر وقت اس خدمت پر کمربستہ رہتی تھیں۔

مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ نے اپنی ساری زندگی قربانی کرتے ہوئے گزاری۔ حضرت میر صاحبؓ کی وفات اور تقسیمِ ہند کے بعد کا تلخ وقت آپ نے بہت ہی صبر سے کاٹا۔ حضرت میر صاحبؓ کی وفات کے بعد بچوں کو سنبھالنے اور گھر کا نظم و نسق چلانے کی کٹھن ذمہ داری آپ نے بخوبی ادا کی۔ ایسے وقت میں آپ نے حضرت میر صاحبؓ کی زوجۂ اوّل مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ کے احترام اور ان دلداری اور خدمت میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ یہ آپ کی عظمتِ کردار اور وسیع حوصلگی کا ثبوت ہے۔

آپ بے حد مہمان نواز تھیں اور آپ کے ہاتھ میں ذائقہ بھی بہت تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کو آپ کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا بہت پسند تھا اور ہجرت کے بعد حضورؓ کے اکثر سفروں میں آپ ہی راستہ کے لیے کھانا تیار کرتی تھیں۔ آپ کو حضرت اماں جانؓ کی خدمت کا موقع بھی ملتا رہا اور آپ بھی ان خوش نصیبوں میں شامل تھیں جنہیں حضرت امّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کو آخری غسل دینے کی توفیق ملی۔ یہ ظاہری طور پر حضرت اماں جانؓ کی آخری خدمت تھی جو آپ نے انجام دی۔

مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ 1921ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاری فرمودہ "نظامِ وصیت" میں شامل ہوئیں۔ آپ کی وصیت کی بنیاد حق مہر اور زیورات پر تھی۔ اور آپ کی قربانی کا عجیب رنگ تھا آپ نے اپنا تقریباً سارا زیور جماعتی ضرورتوں اور حضرت مصلح موعودؓ کی تحریکات پر چندہ میں جماعت کو پیش کر دیا تھا۔ آپ کی وفات ستمبر 1964ء میں لاہور میں ہوئی۔ آپ کی نمازِ جنازہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین بھی حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے ہی کروائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے روحانی درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثرت سے اولاد عطا فرمائی جن میں سے سات بیٹیوں اور تین بیٹوں نے لمبی عمریں پائیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں

1۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ

2۔ مکرمہ سیّدہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم پیر صلاح الدین صاحب

3۔ مکرمہ سیّدہ طیّبہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب

4۔ مکرم سیّد محمد احمد صاحب۔ (اہلیہ: صاحبزادی امۃ اللطیف صاحبہ بنت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

5۔ مکرمہ سیّدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ (اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور صحت میں برکت دے) اہلیہ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

6۔ مکرم سیّد سیّد احمد ناصر صاحب۔ (اہلیہ: مکرمہ ریحانہ باسمہ صاحبہ بنت حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ)

7۔ مکرمہ امۃ الہادی بیگم صاحبہ (اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور صحت میں برکت دے) اہلیہ مکرم پیر ضیاالدین صاحب

8۔ مکرمہ امۃ الرفیق بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم سیّد حضرت اللہ پاشا صاحب

9۔ مکرمہ امۃ السمیع بیگم صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب

10۔ مکرم سیّد امین احمد صاحب۔ (اہلیہ: مکرمہ راشدہ مبارکہ صاحبہ بنت مکرم نواب محمد احمد خان صاحب)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کی اولاد نے مختلف حیثیتوں میں جماعت کی خدمت میں اپنی زندگیاں صَرف کیں اور ان کی اولاد در اولاد بھی خدمتِ دین پر کمر بستہ ہے۔

یہاں مکرم سیّد محمد احمد صاحب اور مکرمہ سیّدہ امۃ القدوس صاحبہ کی تاریخی خدمات کا مختصر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

تقسیمِ ہند کے وقت حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کی ضرورت کے پیشِ نظر دو چھوٹے ہوائی جہاز خریدے تھے تا کہ پیغام رسانی میں کوئی دِقّت نہ ہو۔ حضورؓ کا یہ فیصلہ آپ کے سخت ذہین و فہیم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ ان میں سے ایک جہاز کے پائلٹ مکرم سیّد محمد احمد صاحب تھے اور اُس پر خطر زمانہ میں قادیان سے رابطہ نیز قیمتی اور تاریخی سامان کی لاہور منتقلی میں آپ کی خدمات جماعت کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔ آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تفصیل سے آپ کی اِس خدمت کا ذکر 21 جولائی 2017ء کو خطبۂ جمعہ میں فرمایا تھا۔

مکرمہ سیّدہ امۃ القدوس صاحبہ کی شادی صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ابن حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ ہوئی۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب حضرت مصلح موعودؓ اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے نمائندہ کے طور پر تقسیمِ ہند کے بعد قادیان میں رہے اور تادمِ آخر نہایت وفاداری کے ساتھ قادیان کی حفاظت اور ہندوستان کے جماعتوں کی خدمت میں مصروفِ عمل رہے، **فجزاہ اللہ احسن الجزاء**۔ مکرمہ سیّدہ امۃ القدوس صاحبہ نے اُن کا بھرپور ساتھ دیا اور ساری عمر بھارت کی احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت اور خدمت میں کمربستہ رہیں۔ آپ ایک لمبا عرصہ تک بھارت کی صدر لجنہ اماء اللہ کے طور پر خدمت بجالاتی رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اُن کی صحت اور عمر میں بہت برکت عطا فرمائے۔ آمین

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ اور مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ کی نسل میں ایک عظیم قربانی کا واقعہ 24 اگست 2021ء میں اُس وقت پیش آیا جب آپ کے پوتے مکرم سیّد ہاشم اکبر احمد صاحب ابن مکرم سیّد محمد احمد صاحب کے واقفِ زندگی بیٹے عزیزم سیّد طالع احمد شہید **غفر اللہ لہ** نے غانا میں میدانِ عمل میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی اور اپنے آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کے اِس مصرعہ کا مصداق ثابت کیا کہ

جان کی بازی لگادی قول پر ہارا نہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عزیزم سیّد طالع احمد شہید کو خطبۂ جمعہ فرمودہ 03 ستمبر 2021ء میں عظیم الشان خراجِ تحسین پیش فرمایا اور عزیزم کو ایک ہیرا قرار دیا۔ یقیناً عزیزم سیّد طالع احمد کی قربانی اپنے بزرگوں کی قربانیوں کی یاد کو تازہ کرنے والی اور پیچھے رہ

جانے والوں کے لیے ایک قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کی لطیف تشریح از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ابتدائی زمانہ کا الہام ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الصِّهْرَ وَ النَّسَبَ۔ یعنی شکر گزار ہو اپنے خدا کا جس نے سسرال اور باپ دادا دونوں کی طرف سے تیرا رشتہ اچھی نسل کے ساتھ جوڑا ہے۔۔۔

ہمارے نانا جان مرحوم حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ نے یہ غیر معمولی امتیاز بخشا کہ ان کی ایک لڑکی اور دو لڑکے (اور یہی ان کی کل اولاد تھی) آسمانِ ہدایت پر ستارہ بن کر چمکے اور جس میدان میں قدم رکھا اس میں کمال پیدا کیا۔ ہمارے بڑے ماموں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب مرحوم گو بظاہر دنیوی تعلیم کی طرف ڈالے گئے اور بالآخر نہایت قابل سوِل سرجن بن کر سروس سے ریٹائر ہوئے۔ مگر ان کا بھی اصل میدانِ عمل دین تھا۔ انہوں نے تصوّف میں بہت بڑا درجہ حاصل کیا اور اپنے پیچھے نظم و نثر کا ایک ایسا پُر معارف کلام چھوڑا، جو جماعت کی رگوں میں مدتوں تک زندگی کا تازہ اور گرم خون پیدا کرتا رہے گا۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے تصوّف کے مقابل پر ہمارے چھوٹے ماموں حضرت میر محمد اسحاق صاحب نے دین کا ظاہری علم حاصل کیا اور اس کو کمال تک پہنچادیا۔ حتیٰ کہ ان کے اس دینی کمال اور دینی خدمات کی وجہ سے ہمارے بڑے ماموں صاحب کے دل میں ان کی عزت تھی کہ جب حضرت میر محمد اسحاق صاحب نے اپنی مرض الموت میں ایک قے کی اور اس قے کے چھینٹے حضرت میر محمد اسماعیل کے کوٹ پر پڑے تو انہوں نے ان چھینٹوں کو دھونے سے انکار کر دیا اور اپنے اس کوٹ کو اپنے چھوٹے بھائی کے تبرک کے طور پر اپنے پاس محفوظ کر لیا۔" (مضامینِ بشیر جلد 4 صفحہ 257)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ مزید تحریر کرتے ہیں کہ

"مَیں اکثر اس بات کو سوچا کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو یہ الہام ہوا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الصِّھْرَ وَ النَّسَبَ تو اس میں صرف قومی شرف کی طرف تو اشارہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر ایک شخص عرفِ عام کے لحاظ سے بظاہر شریف سمجھے جانے والی قوم سے تعلق رکھتا ہے مگر اس کی اخلاقی اور دینی حالت اچھی نہیں تو اس کا قومی شرف ہر گز کوئی خوبی نہیں بلکہ ایک لعنت ہے۔ جو اسے خدا کے سامنے اور بھی زیادہ موردِ الزام بنادے گی۔ پس جب خدا کسی شخص کو صھر و نسب کی مبارکباد دیتا ہے تو اس سے یقیناً محض قومی شرف مراد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ اشارہ بھی ضرور مخفی ہوتا ہے کہ یہ خاندان نیکی اور دین داری کے مقام پر فائز ہو گا۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ ہمارے نانا جان مرحوم اور ان کے ہر دو فرزندان مرحوم اپنی ذاتی نیکی اور دین داری کے لحاظ سے بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ اور اب جبکہ وہ دنیوی زندگی کے دور کو پورا کر کے خدا کے حضور پہنچ چکے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ انہیں اور اُن کی اولاد کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کیونکہ ہمارے مقدس آقا کا فرمان ہے کہ مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ۔" (مضامین بشیر جلد 2 صفحہ 386 تا 387)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ اور مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ کی سب سے بڑی بیٹی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی خدماتِ دینیہ کا تو رنگ ہی اور تھا اور اس کتاب کا مقصد و مدّعا بھی اُن کی سیرت و سوانح پر روشنی ڈالنا ہے۔ اس لیے اب ان کا ذکر شروع کیا جارہا ہے، وباللّٰہ التوفیق

باب دوم (2)

آپ کی پیدائش، بچپن اور ابتدائی تعلیم

1918ء میں حضرت ڈاکٹر سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی تقرری بطور اسسٹنٹ سرجن سِوِل ہسپتال پانی پت میں تھی۔ پانی پت دلّی کے قریب ایک مشہور شہر ہے، بلکہ دلّی کا میدانِ جنگ ہے۔ پانی پت کے میدان میں جس کو فتح ہو جاتی تھی وہ دلّی کا حکمران تسلیم کیا جاتا تھا۔

1918ء کے ماہِ اکتوبر کی 7 تاریخ بروز سوموار (دو شنبہ) کو حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی اہلیہ ثانی مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ نے دو جڑواں بچیوں کو جنم دیا۔ آپ نے ایک بیٹی کا نام "مریم" اور دوسری کا "صدیقہ" رکھا۔ دونوں بچیاں ہی کمزور تھیں۔ لیکن مریم تو بہت ہی کمزور تھی۔ وزن بھی بہت کم تھا اور زندہ رہنے کی امید بھی کم ہی تھی۔ مزید بر آں، بچیوں کی پیدائش کے بعد مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ اتنا بیمار ہو گئیں کہ بچیوں کی روز مرہ دیکھ بھال کے قابل نہ رہیں۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ بچیوں میں سے ایک کو ان کی بڑی والدہ مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ اور دوسری کو بچیوں کی نانی حضرت خورشید بیگم صاحبہ کے سپرد کیا جائے۔ بچیوں کی نانی نے صدیقہ کی پرورش کا فیصلہ کیا اور اس بات کا اظہار کیا کہ مریم کی صحت تو بہت ہی خراب ہے اور اسے کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ مریم کو ان کی بڑی والدہ کے سپرد کر دیا گیا۔

اس کے بعد خدا کی تقدیر غالب آئی اور صدیقہ اڑھائی ماہ کی عمر میں فوت ہو گئی۔ حضرت میر صاحب کی یہ بیٹی پانی پت کے حضرت باوا قنبر علی کے قبرستان میں دفن ہوئی۔ (الفضل ربوہ، جلد 18/53، نمبر 273، 24 نومبر 1964ء صفحہ 3)

ان بچیوں کے والد نے صدیقہ کا نام بھی مریم کو ہی دے دیا۔ اب مریم کا پورا نام مریم صدیقہ ہو گیا۔

یہاں یہ نام بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ چونکہ حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ اعلیٰ

ذوق رکھنے والے علم دوست انسان تھے اس لیے انہوں نے بڑی محبت سے اپنے بچوں کے تاریخی نام بھی نکالے تھے۔ اسے حُسنِ اتفاق کہیے یا تقدیرِ الٰہی کہ مریم کا تاریخی نام "بحرِ فیض" نکالا تھا۔ ہاں اسی کمزور وناتواں جسم کی مالک مریم کا نام "بحرِ فیض" نکالا گیا اور پھر تاریخ نے اس بات کی گواہی دی کہ واقعی مریم ایک بحرِ فیض ہی تھی اور اس بحر سے لاتعداد دریا اور ندی نالے بہہ نکلے اور اب بھی مخلوقِ خدا کو کسی نہ کسی رنگ میں فیض پہنچا رہے ہیں۔

چونکہ آپ کی والدہ آپ کی پیدائش کے وقت بیمار ہوگئی تھیں اس لیے آپ کی نانی نے آپ کو اپنے بیٹے مکرم مرزا منوّر احمد صاحب کے ساتھ دودھ بھی پلایا تھا۔ اس طرح آپ اپنی نانی کی رضاعی بیٹی بھی بن گئی تھیں۔ آپ کو حضرت اماں جانؓ کی خادمۂ خاص مکرمہ اماں عائشہ صاحبہ نے بھی دودھ پلایا تھا۔ آپ کی بڑی والدہ نے جس جاں فشانی سے آپ کی دیکھ بھال کی ایسے بہت سی حقیقی مائیں بھی نہیں کرپاتیں۔

آپ کو جب پہلی مرتبہ قادیان لایا گیا اور دعا اور برکت کے لیے حضرت مصلح موعودؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو اُس موقع پر حضورؓ نے آپ کو "جائے نماز" تحفہ میں دی۔ اس تحفہ کا انتخاب بھی الٰہی تصرّف کے زیرِ اثر لگتا ہے۔ کیونکہ عموماً بچہ کی پیدائش پر نقد تحفہ دینے کی رِیت ہے یا عمر کے مطابق کپڑے یا کھلونے تحفہ میں دیئے جاتے ہیں، لیکن حضورؓ نے آپ کو "جائے نماز" تحفہ میں دی حالانکہ آپ پر بوجہ کم عمری کے نماز فرض ہی نہ تھی۔ **واللہ اعلم بالصّواب**

آپ کی زندگی پر سرسری سی نظر ڈالنے سے بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ اِس تحفہ کی برکت ساری عمر آپ کے ساتھ رہی۔ اللہ کرے یہ برکت آپ کی نسل میں بھی چلتی رہے۔ آمین

یہاں یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حضرت

مکرمہ سیّدہ طیّبہ صدیقہ صاحبہ اپنی بڑی بہن مریم کے بارہ میں تحریر کرتی ہیں کہ

"بچپن بہت کمزوری میں گزرا۔ پیدائش 'اٹھ ماہی' (یعنی آٹھ ماہ کے حمل کے بعد پیدائش ہوئی تھی) تھی اور جوڑا (یعنی توامؐ) تھیں۔ دوسری اچھی جسم کی۔ دوسری کا نام صدیقہ تھا جو ڈھائی ماہ کی ہوکر فوت ہوگئی۔ ایک ہمارے گھر میں ڈائری ہوتی تھی جس کا نام شروع میں ابا جان نے 'مریم نامہ' رکھا ہوا تھا۔ اُسمیں ان کی ڈھائی ماہ تک کی روزانہ کی کیفیت درج تھی۔ ہر روز کا ہی یہ لکھا ہوا تھا

کہ آج یہ تکلیف ہے، کمزوری بہت ہے، شاید ہی بچے۔ غرض ڈھائی ماہ تک کی روزانہ کی کیفیت اُسمیں درج تھی۔ مجھے یاد ہے ہم اُسے بہت ہی ذوق و شوق سے سب بہنیں پڑھا کرتی تھیں۔ اُسکے بعد بھی جب مجھے سمجھ آئی تو میں نے یہ گھر میں دیکھا تھا کہ کچھ مدّت کے بعد ذرا کوئی بات ہوتی تو اُن کا صدقہ دیا جاتا ہے۔ ایک بکرا تو ہر سالگرہ پر ہوتا تھا۔ پھر ایک دفعہ گرمیوں کے دن تھے صبح ہی سے گھر میں شور تھا کہ رات مریم کو خداتعالیٰ نے بچا لیا۔ اس وقت صدقہ دیا گیا۔ بات اس طرح تھی کہ ایک سانپ نے اُن کے پلنگ کے پائے سے لٹک کر اپنی کنچلی اُتاری تھی جو صبح پلنگ کے پائے سے لٹکی ہوئی ملی۔"

بچپن میں ایک مرتبہ قادیان کی ڈھاب میں آپ کے والد آپ کو کشتی کی سیر کروا رہے تھے۔ آپ اپنی خادمہ کی گود میں تھیں۔ اچانک کسی وجہ سے کشتی کو جھٹکا لگا اور آپ اور وہ خادمہ ڈھاب میں گر گئیں۔ حضرت میر صاحبؓ بہت مشّاق تیراک تھے۔ آپ نے فوراً ڈھاب میں چھلانگ لگائی اور دونوں کو پانی سے نکال لیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك

حضرت ڈاکٹر سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے گھر کا ماحول

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ بہت ہی منفرد طبیعت کے انسان تھے اور آپ اپنے اصولوں پر بڑی مستقل مزاجی سے قائم رہنے والے صوفی منش انسان تھے۔ آپ نے دو شادیاں کیں اور دونوں بیویوں کو اکٹھے ہی رکھا۔ سوائے اس عرصہ کے جب آپ کی بڑی اہلیہ بچوں کی تعلیم کے لیے قادیان میں آکر رہیں اور یہ عرصہ بھی زیادہ نہیں بنتا۔ آپ سرکاری ملازمت کی وجہ سے ہندوستان کے مختلف شہروں میں متعین رہے۔ اس ماحول میں دونوں ازواج میں باہمی احترام اور ہم آہنگی کا ہونا نہایت ضروری تھا اور یہی بات حضرت میر صاحب کے گھر میں نظر آتی ہے۔ گو دونوں ازواج کے مزاج اور طبیعتوں میں بہت فرق تھا۔ مکرمہ شوکت سلطان صاحبہ دل لگانے والی، مجلس کی شوقین، دلّی کی زبان اور ثقافت کی ماہر تھیں اور ان کا بچپن غیر ماحول میں گزرا تھا۔ آپ حضرت میر صاحب سے صرف تین سال چھوٹی تھیں۔ جبکہ مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ نہایت سادہ طبیعت اور

احمدی ماحول میں پرورش پانے والی تھیں اور حضرت میر صاحب سے عمر میں بیس سال چھوٹی تھیں۔ جب ان کی شادی ہوئی تو مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ نے مکرمہ شوکت سلطان صاحبہ کی خوشنودی کے لیے اور ان کے جذبات کے احساس کے پیشِ نظر اپنا لباس بالکل ہی سادہ کر لیا تھا اور بتایا جاتا ہے کہ آپ بالعموم صرف سفید یا ہلکے رنگ کا لباس پہنتی تھیں جبکہ مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ پہننے اوڑھنے کی خوب شوقین تھیں۔

اس مختصر سے تعارف سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت میر صاحبؓ کے گھر کا پہلا اصول ہی قربانی تھا۔

چونکہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو پرورش کے لیے مکرمہ شوکت سلطان صاحبہ کے حوالے کر دیا گیا تھا اس لیے آپ اور آپ کے چھوٹے بہن بھائی یہی سمجھتے تھے کہ مکرمہ شوکت سلطان صاحبہ ہی آپ کی حقیقی والدہ ہیں۔ کمال یہ ہے کہ آپ کی حقیقی والدہ مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ نے بھی آپ کے بچپن میں کبھی اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ وہ آپ کی حقیقی والدہ ہیں۔ آپ کو کافی بڑی عمر میں جا کر اس بات کا علم ہوا۔ حضرت میر صاحبؓ کے دیگر بچوں کی پرورش بھی مکرمہ شوکت سلطان صاحبہ نے کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس ماحول کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ

"حضرت مرزا محمد شفیع صاحب، حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے خسر تھے اور انہی کی بیٹی سے آگے حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی ساری نسل جاری ہوئی ہے۔ جو دوسری بیگم تھیں ان کو اچھی اماں کہا کرتے تھے ان سے کوئی اولاد نہ تھی لیکن وہ اُن کی اولاد سے بھی ماں کی طرح محبت کرتی تھیں بلکہ بعض ان کے بچے اُنہی کے پاس پلے۔" (شہدائے احمدیت آغاز تا خلافتِ رابعہ صفحہ 66)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اپنی بڑی والدہ کو "اماں" اور اپنی حقیقی والدہ کو "آپا" کہہ کر مخاطب کیا کرتی تھیں۔ جبکہ آپ کے بہن بھائی اپنی بڑی والدہ کو "اچھی اماں" اور اپنی حقیقی والدہ کو "اماں" کہہ کر مخاطب ہوتے تھے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت میر صاحبؓ کے بچوں کی دوستی اور رازداری کا تعلق اپنی بڑی والدہ سے بہت زیادہ تھا۔ مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ کو حضرت میر صاحبؓ کی اولاد سے بہت

محبت تھی اور وہ سب بھی آپ پر جان چھڑکتے تھے۔ لیکن کوئی بات آپ کے ذہن میں تھی جس کا خیال آنے پر آپ نے ایک مرتبہ کہا کہ "بچے تو ساری لطیف کے ہیں۔ میری وفات پر کون آئے گا؟"

خدا کی تقدیر دیکھئے کہ مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ کی وفات سے پہلے سوائے ایک بیٹے مکرم سیّد سیّد احمد ناصر صاحب کے تمام بچے ربوہ پہنچ چکے تھے۔ وہ نیروبی سے فوراً روانہ ہو گئے تھے لیکن جہاز لیٹ ہونے کی وجہ سے تدفین سے قبل نہیں پہنچ سکے تھے۔

مَیں نے مکرمہ سیّدہ امۃ القدوس صاحبہ سے پوچھا کہ آپ کے گھر کے ماحول میں کس کا کمال تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس میں ابا جان کا کمال تھا۔ اور ساتھ ہی کہا کہ اماں کے صبر اور قربانی کا اس میں بہت دخل تھا۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ ہم بہنیں تو اچھی اماں سے زیادہ بے تکلف تھیں اور ہر قسم کے دُکھ سکھ ان سے ہی کیا کرتے تھے۔ اماں سے ہماری بے تکلفی قادیان سے ہجرت کے بعد ہوئی تھی۔ یہی بات مجھے مکرمہ سیّدہ امۃ الرفیق صاحبہ نے بتائی۔

حضرت میر صاحبؓ اور آپ کی دونوں ازواج اپنی اگلی نسل سے بھی بہت لاڈ پیار کرتے تھے۔ آپ کی بڑی نواسی صاحبزادی مکرمہ امۃ المتین صاحبہ سے ایک الگ ہی تعلق تھا۔ ایک تو یہ کہ آپ کی رضاعی بیٹی تھیں کیونکہ انہیں مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ نے اپنا دودھ پلایا ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ وہ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی اکلوتی بیٹی تھیں اور تیسرے یہ کہ ان کا بچپن حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی تعلیم کی وجہ سے وہ حضرت میر صاحب کے گھر ہی میں پلی تھیں۔ اگلی نسل کے باقی سب بچے بھی ان کی محبت اور شفقت سے لطف اندوز ہوتے تھے۔

آپ کی نواسی مکرمہ امۃ المالک فرخ صاحبہ اپنی نانیوں کو اس طرح یاد کرتی ہیں کہ

"ان کا آپس کا سلوک ایسا تھا کہ جسے مثالی کہا جا سکتا ہے۔ اچھی اماں، اماں کا اس طرح خیال رکھتی تھیں جس طرح بڑی بہن چھوٹی بہن کا خیال رکھتی ہے۔ کبھی کبھار کراچی اپنی بہن سے ملنے جاتیں تو انہیں بہت فکر ہوتی کہ لطیف کا خیال کون رکھے گا۔ سب بیٹیوں کو تاکید کرتیں کہ لطیف کا خیال رکھنا۔

اچھی اماں کا ایک کمال یہ تھا وہ جب بھی ہمارے گھر گرمیوں کی چھٹیوں میں آتیں تو کراچی اپنی بہن یا بھانجیوں کو خط لکھواتیں اور ان کی dictation میں اتنا ربط ہوتا تھا کہ مجھے اپنی طرف سے

کسی لفظ یا حرف کا اضافہ نہ کرنا پڑتا۔

اچھی اماں ہمارے ساتھ کبھی کبھار 'پچیسی' بھی کھیلتی تھیں۔ یہ لڈو کی طرح ایک کھیل ہوتا ہے۔ جو انہوں نے خود کپڑا لے کر اس پر سیا تھا اور خانے بھی کڑھائی سے بنائے تھے۔ اس میں گوٹیاں لکڑی کی تھیں اور دانے کی جگہ کوڑیوں کا استعمال ہوتا تھا۔ کافی دلچسپ کھیل تھا۔

اماں یعنی امۃ اللطیف بیگم صاحبہ بہت سادہ طبیعت کی مالک تھیں۔ کپڑے بھی بہت سادہ اور ہلکے ہلکے رنگوں کے پہنتی تھیں لیکن بہت پر شفقت شخصیت کی مالک تھیں۔ اچھی اماں کے ساتھ ان کا تعلق ہمیشہ بہت با ادب رہتا تھا۔ کبھی میں نے تو کم از کم ان کو اچھی اماں کے ساتھ بے ادبی یا تلخ کلامی کرتے نہیں سنا۔

اماں نے نانا جان سے بہت سا ڈاکٹری کا علم سیکھا اور آپ ضرورت پڑنے پر فوری طبّی امداد مہیا کر دیتی تھیں اور بیماری کی نوعیت کے بارہ میں مریض کی بالکل صحیح رہنمائی کیا کرتی تھیں، بالخصوص جب کوئی خاتون امید سے ہوتیں۔ اس کام میں تو آپ ماہر تھیں۔

آپ کھانا بھی کمال کا پکایا کرتی تھیں۔ جلسہ سالانہ پر جب تک آپ کی صحت اجازت دیتی رہی، آپ مہمانوں کے لیے خود کھانا پکایا کرتی تھیں۔ اب بھی آپ کے پکے ہوئے کھانے کو یاد کرتی ہوں تو بہت مزہ آتا ہے۔

گرمیوں کی چھٹیوں میں اکثر اماں اور اچھی اماں ہمارے پاس آتیں۔ ہمیں ان کا بہت انتظار رہتا اور گویا ہماری چھٹیوں کی رونق دوبالا ہو جاتی۔

میں ایف۔اے کے آخری چھ ماہ میں اماں اور اچھی اماں کے پاس رہی اور دونوں کو میرا بہت خیال ہوتا تھا کہ امۃ اللہ نے اپنی بیٹی کو ہمارے پاس چھوڑا ہوا ہے اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور امتحان میں دعائیں بھی بہت کرتی تھیں۔ میں ایف۔اے کا امتحان دے رہی تھی اور ماموں امین بی ایس سی کا امتحان دے رہے تھے۔ اماں ہم دونوں کی آدھی رات کی بھوک مٹانے کے لیے بھی کھانا رکھا کرتی تھیں۔ آپ دونوں کی دعاؤں اور توجہ سے ہمارے نتیجے بھی الحمدللہ بہت اچھے آگئے۔

دونوں کہنے کو تو سوکن کے رشتے میں بندھی ہوئی تھیں لیکن ایک مثالی محبت اور بہناپے کا رشتہ تھا جو شاذ ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ نہ صرف محبت کا بلکہ احترام کا بھی رشتہ تھا۔

بچے اگرچہ سارے اماں کے بطن سے ہی پیدا ہوئے لیکن ان کی پرورش اور ان کو سنبھالنے کا کام اچھی اماں نے ہی کیا۔ ہم لوگ بھی اچھی اماں سے اس ناتے سے زیادہ قریب ہو گئے تھے۔ ہمیں اکثر باتوں میں نصیحت کرتی تھیں۔ خاص طور پر لڑکیوں کو اُٹھنے بیٹھنے اور مہمانوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا ہے۔ اس کو بہت طریقے سے سمجھاتی تھیں۔"

حضرت میر صاحبؓ کی سیرت کا اہم پہلو حضرت امّ المؤمنینؓ سے بے پناہ محبت اور احترام تھا۔ اور اسی عشق و محبت کی آپؓ اپنی ازواج اور اولاد سے بھی توقع رکھتے تھے۔ مکرمہ سیّدہ طیّبہ صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"ہمارے ابا جان قادیان سے باہر سروس میں رہا کرتے تھے کبھی کبھی قادیان آنا ہوتا تھا۔ **ہمیں یہ علم تھا کہ ابا جان کو اپنی بہن اور ان کی اولاد سے بہت محبت ہے اور یہ محبت ہمارے خون میں آئی ہوئی تھی، کوئی کوشش بھی کرتا تو یہ محبت کم نہ ہو سکتی تھی۔** ہماری دونوں ماؤں کو بھی حضرت اماں جان اور ان کی بیٹیوں سے ویسی ہی محبت تھی جیسی ہمارے ابا جان کو تھی۔" (سیرت و سوانح حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ طبع دوم صفحہ 271، مصنفہ مکرمہ نسیم سعید صاحبہ)

حضرت میر صاحبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی حضرت میر محمد اسحاقؓ سے بھی بہت محبت تھی۔ اور وہ اُن کے عالمِ دین اور خادمِ دین ہونے کی وجہ سے بھی بے حد احترام کرتے تھے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اپنے والد صاحب کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتی ہیں کہ

"حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ آپ سے چھوٹے تھے۔ ابا جان کو ان سے بہت پیار تھا۔ مَیں نے خود دیکھا چچا جان بیمار ہوتے تو ابا جان ان کے پاؤں سہلا رہے ہیں۔ آخری بیماری میں ابا جان میر صاحب کے کمرے میں جاتے اور سخت بے چین ہو کر باہر آتے، دعائیں کرتے اور فرماتے ڈاکٹر اب کیوں ٹیکے پر ٹیکہ لگا رہے ہیں۔ یہ ٹیکے میرے دل پر لگتے ہیں۔ بھائی کی وفات پر اشعار میں کہا میرا ایک بازو جاتا رہا۔" (دو بھائی صفحہ 47 تا 48، مصنفہ مکرم غلام باری سیف صاحب)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ نے مجھے بتایا کہ ہم تین بہنیں تھیں۔ ایک دن ابا جان بہت خوشی خوشی گھر میں داخل ہوئے اور کہا کہ تمہارا بھائی ہوا ہے اور پوچھنے پر بتایا کہ چچا جان کے گھر بیٹا ہوا ہے۔ اُس وقت مکرم سیّد داؤد احمد صاحب کی ولادت ہوئی تھی۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت

میر صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے پہلے بیٹے یعنی مکرم سیّد محمد احمد صاحب سے نوازا۔

حضرت میر صاحب کو اپنے بھائی کے بچوں سے بھی بہت محبت تھی۔ آپ ان کے لیے عجیب رنگ میں دعا بھی کیا کرتے تھے جیسا کہ ایک شعر میں خدا تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ

مریم۔ امولا۔ طیّبہ بشریٰ۔ نصیرہ۔ سیّدہ

اتنے نفر درکار ہیں

آپ فرماتے ہیں کہ

"یہ دعا میں نے 1924ء میں مانگی تھی۔ سو آج (1945ء میں) اپنی زندگی میں اسے پورا ہوتا دیکھتا ہوں۔ الحمدللہ۔ یہ دعا میری اور میر اسحاق صاحبؓ کی لڑکیوں کی شادی کے متعلق تھی، جو اُس وقت موجود تھیں۔ امۃ اللہ کو بچپن میں پیار سے امولا کہتے تھے۔" (بخارِ دل صفحہ 237 ایڈیشن 1970ء)۔ آپ نے اپنے اس شعر کو بھی "میرے اشعار میں دُعاہائے مستجاب" کے زیرِ عنوان بخار دل میں شامل فرمایا ہے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی ابتدائی تعلیم و تربیت گھر میں ہوئی۔ آپ اپنے والد کی اندازِ تربیت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتی ہیں کہ

"آپ بچوں کو نماز باجماعت کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ گھر میں نماز ادا فرماتے تو ہمیں ساتھ کھڑا کر لیتے۔ دعائیں یاد کراتے۔ بچوں سے پیار بھی تھا۔ لیکن کڑی نظر رکھتے تھے۔ مَیں نے پانچویں تک گھر میں پڑھا۔ آج تک آپ کے پڑھانے کا دلنشیں انداز یاد ہے۔ مجھے پڑھانے کے بعد فرماتے۔ اب اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو پڑھاؤ۔ بڑے بچے کی تربیت پر زور دو اس کا اثر چھوٹوں پر بھی پڑے گا۔" (دو بھائی صفحہ 46 تا 47، مصنفہ مکرم غلام باری سیف صاحب)

چونکہ حضرت میر صاحبؓ اور آپ کی بڑی اہلیہ دلّی سے تھیں اس لیے آپ نے اپنے بچوں کے اردو کے تلفظ پر بہت زور دیا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے مجھے یہ واقعہ متعدد مرتبہ سنایا ہے اور شائع شدہ بھی ہے۔ آپ بیان کرتی ہیں کہ

"ایک بار میں نے لفظ غَلَط کو غَلْط کہہ دیا۔ ابا جان ناشتہ فرما رہے تھے مجھے بلایا اپنے پاس کھڑا کر لیا اور فرمایا کہو غَلَط غَلَط اور اسی طرح کہتی رہو۔ جب ناشتہ فرما چکے تو مجھے رخصت دی۔" (دو بھائی صفحہ

47، مصنفہ مکرم غلام باری سیف صاحب)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنی زندگی بچپن سے اردو زبان کے ماحول میں گزاری اور اردو آپ کے اندر اچھی طرح رچ بس گئی تھی۔ باوجود اس کے کہ آپ 1932ء میں قادیان پڑھنے آگئی تھیں اور پھر ساری عمر آپ نے پنجاب میں ہی گزاری آپ پنجابی زبان کو اپنا نہ سکیں۔ جب بھی آپ کوشش کر کے پنجابی بولتیں تو وہ لطیفے کا رنگ اختیار کر لیتی جس سے آپ خود بھی محظوظ ہوتیں اور باقی گھر والے بھی۔

حضرت میر صاحبؓ کی طبیعت ایسی تھی کہ وہ بزرگوں کے احترام اور ان کے ادب کے بارہ میں بہت حساس واقع ہوئے تھے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی کوتاہی ہرگز برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے۔ اس میں والدین اور دیگر بزرگان کا احترام بھی شامل ہے۔ خاص طور پر بچوں کی ضد کو وہ بالکل برداشت نہیں کرتے تھے۔

ویسے تو تمام احمدی گھرانوں میں بچوں کی تعلیم و تربیت پر زور دیا جاتا ہی ہے لیکن حضرت میر صاحبؓ کا اپنا انداز بھی تھا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے متعدد بار یہ بات مجھے بتائی اور آپ کی بہنوں نے بھی کہ جب ہم لڑکپن کی عمر کو پہنچ جاتیں تو ابا جان بازار سے کپڑوں کا تھان لا دیتے اور فرماتے کہ ان سے اپنے کپڑے خود سی لو یا چپکا کر پہن لو۔ جو بھی کر لو اب تمہیں اپنے کپڑوں کی سلائی خود کرنا ہوگی۔ بظاہر یہ طریق عجیب سا لگتا ہے لیکن اس کا بہت ہی مثبت نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت میر صاحبؓ کی تمام بیٹیوں کی سلائی بہت اچھی ہوگئی اور اس ہُنر سے اُن سب کو خدمتِ خلق کا بھی بہت موقع ملا۔

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ غیر معمولی طور پر مہمان نواز تھے اور سرکاری ملازم ہونے کے باوجود آپ مریضوں اور ان کے لواحقین کا بہت خیال رکھتے اور ان کی مالی مدد بھی کرتے تھے اور اس میں احمدی غیر احمدی کا فرق نہیں ہوتا تھا۔ ہندوستان بھر سے احمدی اور خصوصیت سے قادیان کے احمدی آپ سے علاج کروانے جاتے تو اکثر آپ کے پاس ہی قیام کرتے۔ آپ نہ صرف ان کا علاج کرتے بلکہ مہمان نوازی کا حق بھی ادا کرتے۔ اس مہمان نوازی میں آپ کی دونوں ازواج اور اولاد آپ کے معاون و مددگار ہوتے تھے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور آپ کی بہنیں بتایا کرتی تھیں کہ ہمارے گھر میں ہر وقت دال چولہے پر چڑھی رہتی تھی۔ اس زمانہ میں فریج یا فریزر کی سہولت تو ہوتی نہ تھی اس لیے دال کو ہلکی آنچ پر چولہے پر پکتا رہنے دیا جاتا تھا تاکہ جیسے ہی کوئی مہمان آئے اسے کھانا پیش کیا جاسکے۔

حضرت ڈاکٹر سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کا یہ طریق بھی تھا کہ رمضان المبارک میں قادیان سے کسی نہ کسی عالم کو اپنے پاس بلوا لیتے تھے اور ان سے یہ درخواست کرتے کہ درس دیں۔ اس طرح قرآنِ کریم کے درس کے ساتھ مہمان نوازی کا موقع بھی مل جاتا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بتاتی تھیں کہ اُن کو حضرت مولانا محمد اسماعیل حلالپوری صاحب اور حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصری کا آنا تو اچھی طرح یاد ہے۔

پھر اس گھر میں ایک طریق یہ تھا کہ جب بھی بچے پیدا ہوتے تو ان کی دیکھ بھال کے لیے تین بڑی بہنوں یعنی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ، مکرمہ سیّدہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ اور مکرمہ سیّدہ طیّبہ صدیقہ صاحبہ کے سپرد مکرمہ امۃ الہادی صاحبہ، مکرمہ امۃ الرفیق صاحبہ اور مکرمہ امۃ السمیع صاحبہ کی دیکھ بھال کر دی گئی۔ اس طرح نہ صرف ماؤں کی مدد ہو جاتی تھی بلکہ بڑی بہنوں کی تربیت بھی ہوتی جاتی۔ ایک دوسرے سے محبت بڑھانے اور ایک دوسرے کے لیے ایثار پیدا کرنے کا اس سے بہتر طریق اور کیا ہو سکتا ہے؟

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے گھر کے اس نامکمل مگر دل لبھانے والے ذکر کے بعد اُن کے ایک عجیب روحانی تجربے کا ذکر کرتا ہوں جو آپ کے غیر معمولی تعلق باللہ پر شاہد ہے اور جس کے ساتھ للّٰہی قربانیوں کی ایک نئی داستان رقم ہوئی۔ آیئے پڑھتے ہیں۔

خمخانۂ عشق میں ایک رات

دسمبر 1920ء کی ایک یخ بستہ رات تھی۔ قادیان کی مسجد مبارک کا روحانی ماحول، عشا کی نماز کے بعد کا وقت اور ایک عاشق باللہ کا تڑپتا ہوا دل۔ ان سب نے مل کر جو روحانی کیفیت پیدا کی اس کا ذکر اسی شخص کے الفاظ میں مزہ دیتا ہے جس پر یہ کیفیت طاری ہوئی تھی۔

حضرت میر صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ

"جاڑے کے دن تھے اور وہ بھی دسمبر 20ء (یعنی 1920ء) کے۔ مگر جب دل کا آتش دان این۔ ڈبلیو۔ آر کے انجن کے بوائلر کی بھٹی کی طرح دہکتا ہو تو پھر موسم کو کون پوچھتا ہے۔ مَیں مسجد مبارک میں عشا کی نماز ختم کرکے بیٹھا تھا کہ باقی نمازی ایک ایک کرکے رخصت ہونے شروع ہوئے۔ آخر ہوتے ہوتے مسجد خالی ہوگئی۔ میں بھی نئے یعنی جنوبی زینہ سے اُترا۔ رات اندھیری چاروں طرف سناٹا، اوپر سے بادل۔ دل میں کیفیاتِ محبت کا ایک عجیب ہجوم۔ پیر ڈالتا کہیں تھا اور پڑتا کہیں تھا۔ سیڑھیوں سے اُترا تو یوں معلوم ہوا کہ شاید تین دن میں اوپر سے نیچے پہونچا ہوں۔ زمین پر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک ایسا ولولہ دل میں اُٹھا کہ اُس نے مجھے دیوانہ کر دیا۔ یوں معلوم ہوا کہ اوپر مسجد میں سے کسی کی آواز بُلانے کی آرہی ہے کہ:۔

میرا گھر چھوڑ کر اپنے گھر چلا ہے؟ اور پھر ایسے خلوت کے وقت میں جو آئندہ کبھی میسر نہیں آئے گا؟

میں اُلٹے پیروں واپس ہونے لگا تو کسی ملامت کرنے والے نے کہا کہ حریمِ قدس کا اصلی راستہ بھول گیا! یہ سیڑھیاں تو خمخانۂ عشق میں نہیں آتیں۔ نہ یہ عاشقوں کا راستہ ہے۔ آنا ہے تو پُرانی سیڑھیوں کی طرف سے آ۔ اور سر کے بل آ۔ اور گریبان چاک کرکے آ۔ میرے ساتھ ایسا معاملہ پہلے کبھی نہیں گزرا تھا۔ تیر کی طرح چکر کھا کر اُس زینہ کی طرف چلا۔ محاسب کے دفتر کے پاس پہونچا تھا کہ پیر لڑکھڑا گئے اور میں زمین پر گر پڑا۔ مجھے آج تک کچھ تفصیلی پتہ نہیں کہ پھر میں نے کیا کیا کِیا۔ صِرف اتنا یاد ہے کہ اس گلی میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ذبح شُدہ مرغ کی طرح لوٹتا پھرتا تھا۔ یا یوں کہو کہ ماہیٔ بے آب کی طرح کوئے جاناں میں پڑا تڑپتا تھا۔ میرے کپڑے ستیاناس ہوگئے اور میرے اپنے ہاتھ نے میرے گریبان کو تار تار کر دیا۔ اس وقت یہ ایک مضطربانہ اور بے اختیار حرکت تھی جو مجھ سے ظہور میں آئی اور قطعاً کسی تصنّع کو اس میں دخل نہ تھا۔ اور قریب تھا کہ اسی ہاتھ سے میں اپنا سینہ بھی چاک کرکے دل کو باہر نکال کر نذر بارگاہِ عالی کر دیتا کہ کسی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ اے "اشعث اغبر" لے اٹھ اور اوپر چل۔ زینہ کا دروازہ کھلا تھا اور میں نے اپنی جبینِ نیاز کو پہلی سیڑھی پر رکھ دیا۔ اب برسوں کے بعد حافظہ یاری نہیں دیتا کہ میں کیا کیا بڑیں مارتا

رہا۔ اور کن کن الفاظ سے اس ذات والا صفات کو مخاطب کرتا رہا۔ صرف اتنا یاد ہے کہ ایک ایک زینہ پر سجدہ کرتا۔ اپنی داڑھی سے اس مقدس راستہ پر جھاڑو دیتا اور اپنے آنکھوں کے پانی سے اس پاک زمین کو تر کرتا۔

اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ ۔ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ ۔ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ ۔ سَجَدَتْ لَكَ رُوْحِیْ وَ جَنَانِیْ

کہتا ہوا قریباً گھنٹہ بھر میں اوپر کے دروازہ تک پہونچا۔ اور اس کی چوکھٹ پر سر رکھ دیا۔ جس زمانہ کا یہ ذکر ہے مسجد مبارک اُن دنوں رات کے وقت اکثر خالی رہا کرتی تھی اُس دن بھی یہی حال تھا۔ اور اندر ایسا اندھیرا گھپ کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ میری یادداشت بہت کمزور ہو گئی ہے اس لیے تفصیل کے ساتھ وہ حالات پیش نہیں کر سکتا۔ مگر مجملاً ایک بیان یہاں لکھ دیتا ہوں۔

آدھی رات تو ہو ہی چکی تھی۔ میں چوکھٹ پر سر رکھے پڑا تھا اور اُٹھنے کا خواہش مند تھا کہ اُٹھنے کی اجازت ملی۔ وہیں دروازہ کے ساتھ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور اپنی زبان میں اظہارِ تعشق یا یوں کہو کہ مناجات شروع کی۔ ایسی مؤثر اور ایسی رقّت بھری کہ سنگدل سے سنگدل معشوق بھی اُس کو سُن کر آبدیدہ ہو جائے۔ آخر میرا جادو چل گیا۔ اور یُوں محسوس ہوا کہ کوئی پوچھتا ہے کہ کیا چاہتا ہے۔ میں نے عرض کیا

اے خداوند من گناھم بخش　　سوئے درگاہ خویش راھم بخش
در دو عالم مَرا عزیز توئی　　وانچہ می خواھم از تو نیز توئی

مُفت

میں نے کہا مَیں کیا پیش کر سکتا ہوں، جو کچھ ہے وہ آپ کا ہی دیا ہوا ہے۔

جان اور ایک چیز سب سے عزیز

میں اتنی جلدی اور ایسے مختصر الفاظ میں یہ مطالبہ سننے کے لیے تیار نہ تھا۔ ایک سیکنڈ کے لیے میں نے یہ محسوس کیا کہ میری ٹانگیں لرز گئیں۔ اتنے میں مَیں خود ہی یا کسی اشارہ پر اندر داخل ہوا اور یکدم وہ مکان لحظہ بھر کے لیے روشن ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ

خمخانۂ عشق

کے باہر کے حصہ میں ایک بڑا سیاہ بکرا ذبح کیا ہوا پڑا تھا اور اندر کے حصہ میں امام کے محراب کے پاس

ہی بائیں طرف سفید اور اس سے ذرا چھوٹا مینڈھا قربانی کیا ہوا رکھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ خود مجھ سے ان قربانیوں کا مطالبہ ہے، مینڈھے سے مراد میری اپنی جان تھی اور بکرے سے مراد میرا وہ نفس امارہ جو کبر، ریا، نفاق، عجب، نخوت، اور طرح طرح کے کبائر کا مجموعہ تھا۔ مَیں سجدے میں گر گیا اور عرض کیا کہ

حکم فرماؤ تو سر کاٹ کر رکھ دوں اپنا

میری جان، میرا مال، میری آبرو، اور میرے متعلقین سب ان قدموں پر نثار ہیں۔ اور اس عہد کی ظاہری نشانی میں صبح ہوتے ہی ایسی ہی دونوں قربانیاں حاضر کروں گا۔ اے میری جان! اے میرے جانِ جاناں!! اے میرے جانِ عالم!!! ایک نظر رحم کی۔ میں نے بہت کوشش کی کہ ربّ کا لفظ مونہہ سے نکلے مگر نہ نکلا بلکہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بیرونی طاقت زبردستی ان الفاظ کو میرے مونہہ سے نکلوا رہی ہے۔ جب دیر تک کچھ پتہ نہ چلا اور بالکل تھک گیا تو آخر میں نے خود ہی سر اُٹھایا۔ وہی خمخانۂ عشق، وہی مَیں، اور وہی شبِ دیجور۔

رات زیادہ گزر چکی تھی۔ میں نے تہجد کی نماز شروع کر دی اور قریباً صبح تک محراب کے پاس صفِ اوّل میں اپنے دل کی بھڑاس نکالتا رہا۔ اس کے بعد وہیں مراقبہ کے طور پر ذرا دائیں طرف بیٹھ کر فجر کی اذان کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں یکایک میں نے یہ محسوس کیا کہ کوئی چھپ کر دبے پاؤں میرے پیچھے پیچھے ایک طرف سے دوسری طرف گیا ہے۔ مَیں نے سر اٹھا کر دیکھا تو محراب والی ڈاٹ کے دائیں طرف اپنے مونہہ کے سامنے ایک بڑا سارا آئینہ لگا ہوا پایا۔ اور کوئی جو میرے پیچھے ہے اس آئینہ میں سے مجھے اپنا چہرہ منعکس کر کے دکھانا چاہتا ہے۔ مَیں اس چہرہ کا انتظار کرتا رہا اور دیکھتا رہا کہ اب وہ رخِ انور سامنے آتا ہوگا۔ کہ یکدم میری دائیں آنکھ پر آئینہ میں سے ایک سخت تیز روشنی کی شعاع پڑی۔ ایسی تیز کہ میری آنکھ بالکل خیرہ ہو گئی اور میرا چہرہ تمتما اُٹھا۔ مگر مَیں نے ہمت کر کے شیشہ کے اندر اس سورج کو نظر بھر کر اچھی طرح دیکھ ہی لیا، جو پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔

چند لمحوں کے بعد وہ شمس الضحٰی میرے سامنے سے پھر اُسی طرح الٹے پاؤں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ گیا جس طرح آہستہ آہستہ وہ سامنے آیا تھا۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس جانِ جاناں نے مجھے اپنا رخِ زیبا دکھانے کے لیے یہ شکل آفتاب نصف النہار کی اختیار کی ہے۔ اور میں نے اس تمام ناز

و انداز کے اندر ایک ارادہ ایک مذاق ایک شوخی ایک ترحم اور ایک محبت کی نظر کو بچشم خود ملاحظہ کیا۔ اور اس طرح وہ میرا محبوب وہ میرا مطلوب اور مقصود مجھے آئینہ میں اپنی ایک جھلک دکھا کر غائب ہو گیا۔ اتنے میں مؤذن کی اللہ اکبر کی صدا مینارہ پر سے آئی۔ اور لوگوں کے مسجد میں داخل ہونے سے مجھے معلوم ہوا کہ رات ختم ہو گئی ہے۔

مَیں نے ویسی فجر کی نماز ساری عمر نہ پڑھی تھی۔ اُف، وہ خوشی۔ وہ عجیب اور نئی قسم کی خوشی۔ وہ لازوال اور لا انتہا خوشی۔ میرا ہر ذرۂ تن قریب تھا کہ اس خوشی سے پھٹ جائے یا شادیٔ مرگ ہو جائے۔ طبیعت ہوا کے گھوڑوں پر سوار اور دماغ عرش بریں پر پہونچا ہوا۔ **زہے نصیب وُہ اور مجھے اپنا چہرہ دکھائیں۔ وُہ اور مجھ سے میری جان کا مطالبہ کریں۔ وُہ اور مجھ سے میری ایک عزیز چیز کی نذر طلب فرمائیں۔ یا اللہ! کیا کروں۔ کہاں جاؤں۔** میں سمجھتا ہوں کہ میں اگرچہ بظاہر نماز میں شامل تھا مگر میں نے نماز ذرا بھی نہیں پڑھی، ایک حرف بھی نہیں۔ صرف جماعت کے ساتھ حرکات کی اقتدا کرتا رہا۔ مجھ پر ایک مرفوع القلمی کی سی حالت طاری تھی۔ یا جوشِ دیوانگی۔ غرض کچھ کہہ نہیں سکتا۔

دن کے آٹھ نہیں بجے تھے کہ ایک سیاہ بکرا اور ایک سفید مینڈھا کوچہ بندی میں کٹے ہوئے پڑے تھے اور عالمِ روحانی میں ان کے ساتھ دو اور نفس بھی ذبح ہو چکے تھے۔ اور 12 نہیں بجے تھے کہ میری سب سے عزیز چیز یعنی مسجد مبارک کے سامنے والا مکان میرے قبضہ سے نکل کر صدر انجمن کی تحویل میں منتقل ہو چکا تھا۔ ان باتوں سے فارغ ہو کر گھر گیا تو ایک اور عزیز چیز نظر آئی۔ جس کا نام **مریم صدیقہ** تھا۔ مَیں نے اسے اٹھا کر عرض کیا کہ اس کا نام ہی شاہد ہے۔ میرا پہلے سے یہی ارادہ تھا اب اسے بھی قبول فرمایئے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

اس بات کو بارہ برس گزر گئے۔ مگر الفضل کا عملہ بھی ایک سراغ رسانی کی ایجنسی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس نے ایک نظم شائع کر کے میرا بھانڈا پھوڑ دیا۔ جس کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

کلیجہ ہے کہ آتش ہے، یہ آنکھیں ہیں کہ بادل ہے
نہ اِس پہلو مجھے کل ہے، نہ اُس پہلو مجھے کل ہے
گریباں چاک کر ڈالا، اسی جوشِ محبت میں

ہزاروں حرکتیں ایسی کہ گویا عقل مختل ہے
طوافِ قصرِ جاناں میں کبھی کٹتی تھی یہ راتیں
ہر اک زینہ پہ اک سجدہ کہ یہ دلبر کی ہیکل ہے
یہ جان و مال اور عزّت اُنہی قدموں میں جاڈالو
سوالِ وصلِ جاناں کا مرے پیارو یہی حل ہے
زبورِ عشق میں آیت عجب یہ اک نظر آئی
کہ شب بھر سو کے لافِ عشق جو مارے وہ پاگل ہے

(الفضل قادیان، جلد24، نمبر107، 3نومبر1936ء صفحہ 4تا5)

اک لمحہ ٹھہر کر اس روحانی تجربہ کا حظ اٹھایئے اور اس کی لذّت و سرور کو محسوس کیجئے۔

اس روحانی تجربہ سے للّٰہی قربانیوں کا نیا سلسلہ شروع ہوا جس میں حضرت میر صاحبؓ کے علاوہ ایک چیز سب سے عزیز یعنی مریم صدیقہ خدا کے حضور وقف کر دی گئی۔ لیکن قبل اس کے کہ مریم صدیقہ کے بچپن کے حالات بیان کیے جائیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے جاری فرمودہ تین تحریکات کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان تینوں تحریکات نے افرادِ جماعت احمدیہ پر نہ صِرف اُس وقت گہرا اثر چھوڑا تھا بلکہ اب تو یہ تحریکات پہلے سے بہت بڑھ کر تشنہ روحوں کو شربتِ وصل و بقا پلانے میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی معاون و مددگار ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی جاری فرمودہ تین اہم تحریکات

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے بچپن میں حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے جاری فرمودہ تین تحریکات کا مختصر تعارف پیش ہے جو آپ کی زندگی پر بہت اثر انداز ہوئیں۔

جماعت میں مجلسِ شوریٰ کا قیام

1922ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت میں مشورہ کے لیے باقاعدہ ایک منظّم ڈھانچے کے تحت "مجلسِ شوریٰ" کا قیام فرمایا۔ مجلسِ شوریٰ کا قیام قرآنِ کریم کے حکم اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (آلِ عمران:160) کی تعمیل میں ایک کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مجلسِ شوریٰ میں دیگر امور

کے علاوہ خواتین کے نمائندگی کے حقوق، اُن کی تعلیم و تربیت اور دیگر بہت سے مسائل پر غور و فکر اور مشورہ ہوتا رہا اور اب یہ نظام دنیا بھر میں جاری ہے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے عملی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد سے لے کر آخری عمر تک مجلسِ شوریٰ میں احمدی خواتین کی نمائندگی کی۔ حسنِ اتفاق ہے کہ اس کتاب کی تحریر کے وقت جماعت احمدیہ میں مجلسِ شوریٰ کو قائم ہوئے سو سال پورے ہو رہے ہیں۔

لجنہ اماء اللہ کا قیام

25 دسمبر 1922ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی حرم حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ بیگم صاحبہؓ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے مشورہ سے احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک تنظیم قائم فرمائی جس کا نام آپ نے لجنہ اماء اللہ رکھا۔ ابتداً احمدی خواتین کی اس تنظیم کو صرف محدود پیمانے پر جاری کیا گیا تھا اور اس میں شمولیت اختیاری تھی۔ ابتداً صرف چودہ ممبرات نے اس میں شمولیت اختیار کی تھی۔ ایک لمبے عرصہ تک ممبرات لجنہ کی تعداد بہت کم رہی۔ 1934ء میں حضورؓ کی طرف سے تحریک فرمائی گئی کہ تعداد بڑھائی جائے۔

حضورؓ کی اس تحریک کے بعد نئی ممبرات لجنہ اماء اللہ میں شامل ہوئیں اور 24 اگست 1934ء تک لجنہ اماء اللہ کی کل ممبرات کی تعداد 75 تھی۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 صفحہ 328)

1939ء میں ناصرات الاحمدیہ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا جو احمدی بچیوں کی تنظیم ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک شفیق باپ کی طرح لجنہ اماء اللہ کو پاؤں پاؤں چلنا سکھایا اور ہر قدم پر تربیت فرمائی اور اب یہ تنظیم خلافتِ احمدیہ کے زیرِ نگرانی دنیا بھر کے دو صد سے زائد ممالک میں مصروفِ عمل ہے اور تمام احمدی خواتین اور بچیوں کا لجنہ اماء اللہ یا ناصرات الاحمدیہ میں شامل ہونا لازمی ہے۔

اس تنظیم کے قیام کے وقت حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی عمر صِرف چار سال تھی۔ لیکن یہ وہ تنظیم ہے جس کی آبیاری میں آپ کی زندگی کا ایک بڑا حصہ صَرف ہوا۔ حسنِ اتفاق ہے کہ اس کتاب کے لکھے جانے کے وقت لجنہ اماء اللہ کو قائم ہوئے بھی سو سال پورے ہو رہے ہیں۔

تحریکِ جدید کا اجرا

جماعت احمدیہ کی تاریخ کا ایک نہایت اہم واقعہ 1934ء میں اُس وقت پیش آیا جب حضرت مصلح موعودؓ نے "تحریکِ جدید" کی بنیاد رکھی۔ تحریکِ جدید نے اُس وقت کے احمدیوں میں اسلام احمدیت کی خاطر قربانی کرنے کا ایک عجیب جوش و ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ بچے، بڑے، بوڑھے، مرد، خواتین سب نے اپنے اولوالعزم امامؓ کی آواز پر اس جوش سے لبّیك کہا کہ جس کی مثال مذہب کی تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔

حضورؓ نے تحریکِ جدید کے لیے مختلف وقتوں میں ستائیس مطالبات پیش فرمائے اور احمدی مردوں کے ساتھ ساتھ احمدی خواتین اور بچوں کو بھی بڑے پُرزور الفاظ میں اپنا تن من دھن اسلام احمدیت کی خاطر لٹانے کی تلقین فرمائی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے یکم اپریل 1938ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ

"مَیں نے تحریکِ جدید جاری کی۔ اس میں اگر غور کر کے دیکھا جائے تو کامیابی عورتوں اور بچوں کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اگر عورتیں اور بچے ہمارے ساتھ تعاون نہ کریں تو یقیناً جماعت کا ایک حصہ اس پر عمل کرنے سے رہ جائے گا۔ لیکن اگر عورتیں اور بچے اس میں شامل ہوں تو ہمارے کام میں بہت سہولت پیدا ہو سکتی ہے۔ مثلاً سادہ کپڑے ہیں یا زیورات کی کمی ہے یا ایک خاص عرصہ تک زیور نہ بنوانا ہے۔ اب جبکہ عورتیں اس میں شریک نہ ہوں ان باتوں پر کس طرح عمل ہو سکتا ہے یا ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ہے۔ اس میں اگر بچے اور نوجوان شریک نہ ہوں تو یہ سکیم کس طرح چل سکتی ہے۔" (خطباتِ محمود جلد 19 صفحہ 197 تا 198)

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے نہ صرف تحریکِ جدید کے مالی مطالبہ کو پورا کرنے کے لیے غیر معمولی قربانی کی بلکہ دیگر مطالبات پر بھی کماحقہٗ عمل کر کے اسے عملاً اپنے گھر میں جاری کر دیا۔

اوّل اپنے والد ماجد اور بعدہٗ حضرت مصلح موعودؓ کی تربیت کے نتیجہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے زندگی بھر تحریکِ جدید کے مقاصد اور مطالبات کو اپنے پیشِ نظر رکھا۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہؓ کے بچپن کے خاص واقعات

حضرت میر صاحبؓ کے گھر کے ماحول کے ذکر میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے بچپن کے حالات کا کچھ ذکر گزر چکا ہے۔ اب ان سے وابستہ کچھ خاص واقعات کا ذکر کرنا مقصود ہے۔

الٰہی مجھے سیدھا رستہ دکھادے

1924ء میں آپ کے والد نے آپ کی طرف سے ایک دعائیہ نظم لکھی جو آپ نے جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر پڑھی۔ آپ کی زندگی پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعائیہ نظم درگاہِ ایزدی میں مقبول ہوئی اور آپ نے اپنی زندگی عملی طور پر اسی دعا کے تحت گزاری۔ یہ نظم ذیل میں درج کی جارہی ہے۔

الٰہی مجھے سیدھا رستہ دکھادے　　مری زندگی پاک و طیب بنادے
مجھے دین و دنیا کی خوبی عطا کر　　ہر اک درد اور دُکھ سے مجھ کو شفادے
زباں پر مری جھوٹ آئے نہ ہرگز　　کچھ ایسا سبق راستی کا پڑھادے
گناہوں سے نفرت، بدی سے عداوت　　ہمیشہ رہیں دل میں اچھے ارادے
ہر اک کی کروں خدمت اور خیر خواہی　　جو دیکھے وہ خوش ہو کے مجھ کو دعا دے
بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت　　سراسر محبت کی پتلی بنادے
خوشی تیری ہو جائے مقصود میرا　　کچھ ایسی لگن دل میں اپنی لگادے
بنوں نیک اور دوسروں کو بناؤں　　مجھے دین کا علم اتنا سکھادے
جو بہنیں ہیں میری یا ہیں وہ سہیلی　　یہی رنگ نیکی کا سب پر چڑھادے
غِنا دے، سَخا دے، حیا دے، وفا دے　　ہُدیٰ دے، تُقیٰ دے، لِقا دے، رضا دے
مِرا نام ابا نے رکھا ہے مریم　　خدایا تو صدّیقہ مجھ کو بنادے

حضرت میر صاحب نے اِس آخری شعر کو بھی "میرے اشعار میں دُعاہائے مستجاب" کے عنوان کے تحت "بخارِ دل" میں شامل کیا ہے۔

مریم نے کیا ہے ختم قرآن

مئی 1925ء میں جبکہ آپ کی عمر ساڑھے چھ سال تھی آپ کے ختمِ قرآن کے موقع پر

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے مندرجہ ذیل دعائیہ نظم لکھی جو "کلامِ محمود" کا حصہ ہے۔

مریم نے کیا ہے ختمِ قرآں　　اللہ کا ہے یہ اس پہ احساں
الفاظ تو پڑھ لیے ہیں سارے　　اب باقی ہے مطلب اور عرفاں
اللہ سے یہ میری دعا ہے　　ان کو بھی کرے وہ اس پہ آساں۔ آمین
توفیق ملے اُسے عمل کی　　کامل ہو ہر اِک جہت سے ایماں۔ آمین
مولیٰ کی عنایت و کرم کا　　سایہ رہے اس کے سر پہ ہر آں۔ آمین
حلقہ میں ملائک کے کھیلے　　ہر دم رہے دُور اس سے شیطاں۔ آمین
ہو فضلِ خدا کی اس پہ بارش　　پھیلا رہے خُوب اس کا داماں۔ آمین
ہو مرہم زخم دل شکستہ　　ہو عادتِ مہر و لُطف و احساں۔ آمین
سر وقفِ خیالِ یارِ ازلی　　دل نورِ وفا سے مہر تاباں۔ آمین
ہو عرصہ فکر رشک گلشن　　میدان خیال صد گلستاں۔ آمین
آنکھوں میں حیا چمک رہی ہو　　مُنہ حکمت و علم سے دُرّ فشاں۔ آمین
فکروں سے خُدا اسے بچائے　　پیدا کرے خرّمی کے ساماں۔ آمین
ہو دونوں جہاں میں معزّز　　ہوں چھوٹے بڑے سبھی ثناخواں۔ آمین
مرضی ہو خدا کی اس کی مرضی　　مولیٰ کی رضا کی ہو یہ جویاں۔ آمین
سب عمر بسر ہو اتقا میں　　ہر لحظہ رہے یہ زیرِ فرماں۔ آمین
آمین۔ کہیں میری دُعا پر　　بیٹھے ہیں تمام لوگ جو یاں۔ آمین
مولیٰ سے دُعا ہے پیاری بہنو!　　تم کو بھی دکھائے وہ یہ خوشیاں۔ آمین

مندرجہ بالا دونوں دعائیہ نظموں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف یہ دعائیں بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئیں بلکہ ان دعائیہ اشعار میں الفاظ کے چناؤ سے محسوس ہوتا ہے کہ ان کا انتخاب بھی اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے تحت ہی تھا۔ **واللہ اعلم بالصّواب۔**

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشندہ خدائے بخشندہ

ابتدائی دنیوی تعلیم

گھر میں ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کو سکول میں داخل کروادیا گیا جو آپ کے والد سروس کی وجہ سے مختلف تبدیل ہوتا رہا۔ آپ نے کچھ عرصہ نصرت گرلز سکول قادیان میں بھی تعلیم حاصل کی۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"میرے ابا جان مرحوم حضرت میر محمد اسماعیل صاحب سال میں ایک دفعہ چھٹی لے کر قادیان کچھ عرصہ گزارہ کرتے تھے۔ میں غالباً تیسری جماعت میں پڑھتی تھی۔ حضرت ابا جان سب کو لے کر قادیان آئے اور مجھے سکول میں داخل کر دیا تا کہ پڑھائی کا حرج نہ ہو۔ قادیان کا سکول ان دنوں مدرسۃ البنات کہلاتا تھا۔ دو منزلہ عمارت تھی۔ استانی میمونہ صاحبہ پڑھایا کرتی تھیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی صاحبزادی امۃ الحمید بیگم صاحبہ بھی اسی کلاس میں تھیں۔ پہلے دن ہی استانی جی نے مجھے اپنے گھٹنہ پر بڑے پیار سے بٹھایا اور دوسرے گھٹنہ پر امۃ الحمید کو بٹھالیا اور کہا کہ دونوں دوستی کرلو اور مل کر پڑھا کرو۔ ایک ڈیڑھ ماہ ہم قادیان رہ کر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد مجھے استانی جی سے ملنا یاد نہیں۔ جلسہ سالانہ پر آتے بھی تو دور دور سے دیکھا ہوگا۔ 1932ء میں مَیں نے مڈل کا امتحان پاس کیا تو حضرت ابا جان نے مجھے رہتک سے قادیان بھجوادیا تا مَیں اپنے نانا ابا مرزا محمد شفیع صاحب مرحوم کے گھر رہ کر گرلز ہائی سکول میں داخل ہو کر تعلیم حاصل کروں اور سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کروں۔ قادیان کا سکول اس وقت ہائی ہو چکا تھا اور اس کی ہائی کلاسز چوہدری غلام حسین صاحب مرحوم کے مکان میں جو حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے مکان کے بالکل ساتھ ہے میں جاری کی گئی تھیں۔ میرے لیے میری سب ہم جماعتیں نئی تھیں۔ میری دوستی جاتے ہی حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی بیٹی امۃ الودود اور استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ کی بیٹی صادقہ سے ہوگئی اور جب تک تعلیم جاری رہی سکول میں تینوں اکٹھے پڑھتے تھے۔ صادقہ کی وجہ سے استانی جی کے گھر اکثر جاتی تھی اور وہ مجھ سے بیٹیوں کی طرح پیار کرتی تھیں۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، دسمبر 1980ء- جنوری 1981ء صفحہ 21)

نصرت گرلز سکول کا تعارف کرتے ہوئے آپ نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ

"نصرت گرلز سکول کی ابتدا تو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہو چکی تھی اور حضرت اماں جان نے نیچے اپنے دو دالان دیئے ہوئے تھے۔ اس میں پرائمری (چوتھی تک یا پانچویں تک) میں تیس بتیس سے زیادہ لڑکیاں نہیں تھیں۔ خلیفہ اوّل کے زمانہ میں کچھ ترقی کی، باقاعدہ جماعت بندی ہوئی۔ وہ وہاں سے وہ دو منزلہ مکان جو شاید اماں جان کا ہی تھا میں منتقل ہو گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے وہاں جانا۔ مَیں بھی کئی دن پڑھی ہوں اس میں۔ قادیان ابا جان آیا کرتے تھے تو بھیج دیا کرتے تھے۔ وہاں استانی میمونہ پڑھاتی تھیں۔ استانی سکینہ اس کی ہیڈ مسٹریس تھیں۔ حضرت خلیفہ ثانی کے زمانہ میں زیادہ ترقی ہوئی۔" (انٹرویو نمبر 1 لجنہ اماء اللہ پاکستان)

کچھ عرصہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اپنے نانی اماں اور نانا جان کے گھر میں رہ کر تعلیم حاصل کرتی رہیں۔ اس کے بعد آپ کی والدہ صاحبہ اور باقی بہن بھائی بھی قادیان پڑھنے کے لیے آ گئے۔ (دُختِ کرام صفحہ 220، مرتبہ مکرم سید سجاد احمد صاحب)

نصرت گرلز سکول قادیان میں جن دو بچیوں سے آپ کی گہری دوستی ہوئی تھی وہ اُن دونوں کی وفات تک جاری رہی۔ ان میں سے صاحبزادی امۃ الودود صاحبہ نے آپ کے ساتھ ایف۔ اے اور پھر بی۔ اے کیا اور 1940ء میں اُن کی وفات قادیان میں ہی ہو گئی۔ آپ کی دوسری گہری دوست مکرمہ صادقہ صاحبہ کی شادی مکرم کمانڈر آغا لطیف صاحب کے ساتھ ہوئی۔ وہ لمبا عرصہ لاہور میں مقیم رہیں اور آخر تک آپ کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رہے۔ ان کے بچوں سے بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے گہرے مراسم تھے۔

ان تینوں کی آپس میں اتنی گہری دوستی تھی کہ ان تینوں کو سکول میں "باپ، بیٹا اور روح القدس" کے nick name سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس nick name سے نہ صرف ان کی گہری دوستی کی طرف اشارہ ہوتا ہے بلکہ اس زمانہ کی احمدی بچیوں کے علومِ دینیہ سے واقف ہونے پر آگہی ملتی ہے۔

آپ بتاتی تھیں کہ ہم جو کچھ ریاضی کی کلاس میں پڑھتے تھے اُسے وقفہ (بریک) کے دوران دہرا لیتے تھے۔ اور اگر جیومیٹری کی کوئی drawing وغیرہ بنانا ہوتی تو گراؤنڈ میں پاؤں سے ہی بنا کر

ایک دوسرے کو سمجھا دیتے تھے۔ایک مرتبہ ایک بچی نے آپ سے کوئی سوال کیا لیکن آپ نے اُس کو کوئی جواب نہیں دیا۔اس پر اس بچی نے استاد کو شکایت لگادی۔وقفہ کے بعد اُن استاد نے آپ سے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات پڑھنے کے لیے کہا اور اِس بات کی طرف توجہ دلائی کہ جو نعمت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جائے اس میں دوسروں کو بھی حصہ دار بنانا چاہیے۔آپ نے مجھے بتایا کہ اس کے بعد آپ حتّی الوسع مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:4) کی تعلیم پر عمل پیرا رہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے استاد کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین

نصرت گرلز سکول قادیان سے آپ نے 1934ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔اُس سال سات طالبات نے نصرت گرلز ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔آپ اُن میں اوّل رہی تھیں۔ان کے علاوہ پانچ طالبات نے پرائیویٹ طور پر میٹرک کا امتحان پاس کیا۔میٹرک کے بعد سات طالبات نے ایف۔اے میں داخلہ لیا۔آپ کے ساتھ صاحبزادی امۃ الودود صاحبہ نے بھی ایف۔اے میں داخلہ لیا۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 صفحہ 326)

نومبر 1934ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب (سرمہ چشم آریہ، چشمۂ مسیحی اور برکات الدعاء) کا امتحان ہوا اور پہلی بار گرلز سکول کی طالبات اِس امتحان میں شامل ہوئیں۔سات لڑکیاں کامیاب ہوئیں جن میں سے چار نصرت گرلز سکول کے حصہ کالج کی طالبات تھیں۔ان میں آپ، صاحبزادی امۃ الودود صاحبہ اور آپ کی دوست مکرمہ صادقہ بیگم صاحبہ بھی شامل تھیں۔اس فہرست میں آپ کا نام "مریم بیگم" لکھا ہوا ہے۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 صفحہ 337، الفضل قادیان، جلد 102، نمبر 22، 24 فروری 1935ء صفحہ 8 تا 9)

اُس وقت ایف۔اے کا امتحان پنجاب یونیورسٹی لاہور کے تحت ہوتا تھا۔حسبِ قواعد طلبا و طالبات کو پنجاب یونیورسٹی کے ساتھ رجسٹریشن کروانی ہوتی تھی۔پنجاب یونیورسٹی کے ساتھ آپ کی رجسٹریشن 21 مارچ 1935ء کو کی گئی۔

1935ء میں جبکہ آپ کی تعلیم جاری تھی کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ آپ کا رشتہ تجویز ہوا اور 30 ستمبر کو آپ کی شادی ہوگئی۔بظاہر یہ بندھن بہت عجیب لگتا ہے۔حقیقت میں یہ بندھن بہت ہی بابرکت تھا۔ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

باب سوم(3)

حضرت مصلح موعودؓ سے آپ کی شادی

شادی کا پس منظر

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی غلامی میں دنیا کی اصلاح کے لیے بھیجا تھا اور اس کے لیے ضروری تھا کہ بنی نوع انسان کے دونوں حصوں یعنی مردوں اور عورتوں دونوں کی برابر اصلاح کی جائے اور ان کی دینی ترقی اور تعلیم وتربیت کے انتظام کیے جائیں۔ اسلام کے دورِ اولیٰ میں مسلمان خواتین نے غلبہ ٔاسلام کے لیے بڑی قربانیاں دی تھیں اور اس دورِ آخر میں بھی ضروری تھا کہ اُس سنّت کو دہرایا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں خواتین حضور کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور براہِ راست حضور سے تربیت پاتی رہیں۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دَورِ خلافت میں بھی خواتین کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ رہی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ خود خواتین میں درس دیتے تھے اور اسی طریق کو جاری رکھنے کی نصیحت آپ نے اپنے جانشین کو بھی فرمائی۔ چنانچہ آپ نے اپنی دختر حضرت سیّدہ امۃ الحئی بیگم صاحبہؓ کو ہدایت فرمائی تھی کہ میاں صاحب سے کہنا کہ عورتوں میں درس جاری رکھیں۔ اسی بنا پر اور ان مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی خلافت کے شروع سے ہی احمدی خواتین کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی اور اس کے لیے آپ نے چومکھی لڑائی لڑی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے قریب ترین رشتہ دار خواتین کے ذریعہ احمدی عورتوں کی تعلیم وتربیت کی کوشش فرمائی۔ ان میں آپ کی بزرگ والدہ، بہنیں، اور ازواج شامل ہیں۔ چنانچہ جب لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی گئی تو ابتدائی چودہ ممبرات میں حضرت اماں جانؓ، حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ، اور آپ کی تین ازواج یعنی حضرت سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ، حضرت سیّدہ امۃ الحئی بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیّدہ مریم بیگم صاحبہؓ شامل تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی یہ خواہش تھی کہ

آپ کی ازواج آپ سے تعلیم و تربیت پا کر آگے احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کریں اور احمدی خواتین کو بھی خلیفۂ وقت کے منشاء سے آگاہ کر سکیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ بیگم صاحبہؓ کے مشورہ سے عورتوں کی تربیت کے لیے لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی اور آپ اس تنظیم کی پہلی سیکرٹری مقرر ہوئیں۔ لیکن تقدیرِ الٰہی سے 1924ء میں حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ بیگم صاحبہؓ کی کم عمری میں ہی وفات ہو گئی۔ آپ کی وفات کے بعد حضورؓ نے بیان فرمایا کہ

"مرحومہ فوت ہو گئیں اور میرے دل کا ایک کونہ خالی ہو گیا۔ میری وہ سکیم جو مستورات کی تعلیم کے متعلق تھی، یوں معلوم ہوا کہ ہمیشہ کے لیے تہہ کر دی گئی۔ مگر نہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے کچھ اور سبق دینا چاہتا تھا۔" (میری سارہ۔ انوار العلوم جلد 13 صفحہ 180)

حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ بیگم صاحبہؓ کی وفات کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے 1925ء میں حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ سے نکاح کیا۔ خطبۂ نکاح میں حضورؓ نے فرمایا کہ

"کچھ دن ہوئے میں نے اسی مسجد میں ایک لیکچر دیتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ میں نہیں سمجھ سکتا میں کوئی اور شادی کرنے کے قابل ہوں۔ مجھ میں اب اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں ایک نوجوان لڑکی کو لوں اور اُسے تعلیم دے کر اس قابل بنا سکوں کہ سلسلہ کا کام اس طریق سے جو میرے مدِّ نظر ہے کر سکے لیکن بعد کے میرے غور اور بعض دوستوں نے جو مشورے دیئے اور بعض ایسے دوست جن سے میں نے مشورہ لیا، اُن سے استخارے کرائے اور خود بھی کیے۔ اس سے میری توجہ اس طرف مائل ہوئی کہ عورتوں میں اعلیٰ تعلیم کو رواج دینے اور ان میں سلسلہ کی روح پیدا کرنے کے لیے کسی ایسی لڑکی سے شادی کروں جو تعلیم یافتہ ہو اور جسے میں تربیت دے کر تعلیمی کام کرنے کے قابل بنا سکوں۔ اس فیصلہ کے بعد بعض کی تحریک پر مختلف جگہیں پیش ہوئیں جن میں سے کئی ایسی تھیں جن کی سفارش ان کی شکل و صورت کرتی تھی لیکن چونکہ یہ بات مجھے مدِّ نظر نہ تھی اس لیے میں نے انکار کر دیا۔ پھر بعض ایسی تھیں جو تعلیم دنیاوی زیادہ رکھتی تھیں اور یہی کشش تھی جو مجھے کھینچنے کا باعث ہو سکتی تھی۔ مگر ان جگہوں کے متعلق بھی میں نے انکار کر دیا کیونکہ میں نے سمجھا یہ تعلیم ایسی نہیں جس کے پیچھے مَیں پڑوں۔ آخر قطع نظر ان امور کے محض اس وجہ سے کہ اس جگہ دینی تعلیم کا

سوال تھا اور وہ بات جس کی سلسلہ کو ضرورت تھی وہ اس جگہ پوری ہوتی نظر آتی تھی۔ اس لیے میں نے اس جگہ کے متعلق اپنی رضامندی ظاہر کر دی جس جگہ اب نکاح کا فیصلہ کیا گیا ہے۔" (خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 202 تا 203)

اسی تسلسل میں حضورؓ نے فرمایا کہ

"اس نئے بوجھ کو جو مَیں اٹھانے لگا ہوں تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور مَیں سمجھتا ہوں دوسرے فریق کے لیے بھی یہ کوئی خوشی نہیں۔ ایک ایسا مرد جو صحت کے لحاظ سے کمزور ہو۔ جس کی مالی حالت کمزور ہو۔ جس کا دل دنیوی خوشی سے بے بہرہ ہو۔ جس کی پہلے سے دو بیویاں موجود ہوں اسے لڑکی دے کر کوئی بڑی امید نہیں کر سکتا۔ لڑکیاں خوشی چاہتی ہیں کہ خوش و خرم زندگی بسر کریں۔ ماں باپ چاہتے ہیں کہ ان کی لڑکیاں ایسے انسان کے پاس جائیں جو ہنس مکھ ہو۔ جس کے قویٰ مضبوط ہوں۔ جس کی مالی حالت اچھی ہو۔ جس کی پہلی شادی نہ ہو۔ لیکن ان میں سے کوئی بات بھی مجھ میں پائی نہیں جاتی۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ان کی بھی قربانی ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ انہیں اس کے نیک نتائج دے۔ اور اگر ان کی نیت اور اخلاص میں کسی قسم کی کمی ہو تو اس کے بد اثرات سے بچائے۔ اور جب یہ شادی محض جماعت کے بعض کاموں کو ترقی دینے کے لیے کی جارہی ہے تو خدا تعالیٰ سے بھی یہ دعا ہے کہ وہ اس شادی کو میرے لیے بھی مبارک کرے اور اس لڑکی کے خاندان کے لیے بھی۔ پھر وہ اس کمزور اور متروک صنف کے لیے بھی جو عورتوں کی صنف ہے مبارک کرے جس کے حقوق سینکڑوں سال سے تلف کیے جارہے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے رحم کے لیے ہاتھ اٹھا اٹھا کر پکار رہی ہے کہ اے خدا کیا تیرا رحم مردوں کے لیے مخصوص ہے یا عورتوں کے لیے بھی۔ خدا تعالیٰ ان پر اپنا فضل اور رحم نازل کرے اور مردوں پر بھی۔ دونوں کامل ہوں اور خدا تعالیٰ موت سے پہلے مجھے یہ بات دکھا دے کہ اسلام دنیا میں ہر طرف غالب ہو رہا ہے۔ سچے ایمان اور اخلاص سے جماعت بھری ہوئی ہے۔ عالم و جاہل، مرد و عورت سب خدا کے عشق کے نشہ میں چُور ہیں۔ خدا تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں۔ مَیں اگر اس مقصد اور مدّعا میں حصہ لیتے ہوئے دنیا سے گزر جاؤں تو میں سمجھوں گا میرے جیسا خوش قسمت انسان اور کوئی نہیں۔" (خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 208)

شادی کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری فرمایا۔لیکن تقدیرِ الٰہی سے 1933ء میں حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ کی وفات ہوگئی۔اُن کی وفات پر حضور نے ایک مضمون میں اُن کی خوبیوں کا ذکر فرمایااور فرمایا کہ

"آئندہ عورتوں کی تعلیم کے متعلق بھی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میری آئندہ سکیم کے متعلق سرِ دست صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ کچھ ارادوں اور کچھ توکّل کی ایک سکیم ہے۔ میں بعض امور کے متعلق جماعت کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں اور کچھ حصے کے متعلق خاموش رہنا چاہتا اور اپنے دماغ کو بھی ہر اک خیال سے آزاد رکھنا چاہتا ہوں تا خدا تعالیٰ کا الہام اِس پر نازل ہو اور اس طرف میری رہنمائی کرے جو اُس کے علم میں بہتر ہے اور جس کی نسبت اُس کی رضا کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے۔شاید کوئی بیوقوف کہے کہ ایک چیز کو کیوں خدا پر چھوڑتے ہو اور دوسری کو نہیں۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ مومن کا قدم اطاعت کا قدم ہوتا ہے۔جس امر میں خدا تعالیٰ اسے کہتا ہے کہ اے میرے بندے!اس کے متعلق غور کرکے ایک راہ اختیار کر اور پھر مجھ پر توکّل کر وہ اس کے متعلق غور کرتا اور پھر توکّل کرتا ہے اور جس کے متعلق وہ اپنے بندے کو یہ کہتا ہے کہ اے میرے بندے دل کو خالی کردے اور توکّل کر اور جب میری طرف سے اشارہ ہو تب حرکت کر،وہ اسی طرح کرتا ہے اور توکّل کو عمل سے بھی پہلے کر دیتا ہے۔غرض صحیح راستہ یہی ہے کہ کبھی توکّل عمل سے پہلے ہوتا ہے اور کبھی عمل توکّل سے پہلے۔مگر وہ جو محنت نہیں کرسکے ایک راہ کو اختیار کرلیتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

مَیں اس بات میں صرف اتنا چاہتا ہوں مَیں ایک سپاہی ہوں اور میرا یہ طریق نہیں کہ اگر ایک طرف سے دروازہ نہیں کھولا گیا تو خاموش ہو کر بیٹھ جاؤں۔مَیں سپاہی کی طرح میدانِ جنگ میں جان دینے کو اپنا کام سمجھتا ہوں۔میرا یہ کام ہے کہ اگر ایک دروازہ نہیں کُھلا تو دوسرا کھولوں اور وہ نہیں کُھلا تو تیسرا دروازہ کھولنے کی کوشش کروں۔"(میری سارہ۔انوارالعلوم جلد 13 صفحہ 203 تا 204)

اس تناظر میں حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے شادی کا فیصلہ فرمایا۔حضرت اماں جانؓ کی بھی بہت خواہش تھی کہ 'میاں محمود' کی شادی اپنے بھائی کی بیٹی سے کریں۔چنانچہ آپ حضرت مصلح موعودؓ کے رشتہ کا پیغام لے کر خود گوجرانوالہ تشریف لے گئیں اور

اپنے بھائی سے کہا کہ "میاں میں تمہاری بیٹی مانگنے کے لیے آئی ہوں"۔ جس پر انہوں نے جواب دیا کہ "مَیں آپ کی بات واپس نہیں کر سکتا۔ لے جائیں"۔ اس وقت حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نصرت گرلز سکول قادیان میں ایف۔ اے کی طالبہ علم تھیں اور ڈاکٹر بننے کی خواہش مند۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا۔

ایک مرتبہ میرے پوچھنے پر کہ جب آپ کے ابا جان نے آپ سے رشتہ کے بارہ میں پوچھا تھا تو آپ نے کیا جواب دیا تھا؟ آپ نے بتایا کہ مَیں خاموش رہی تھی۔

اس لحاظ سے 1935ء کا سال آپ کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل تھا۔

رشتہ کی منظوری کے بعد مروّجہ طریق پر آپ کی شادی کی تیاری کی گئی۔ حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے تیاری کی ذمہ داری حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے سپرد کی گئی۔ مجھے میری ممانی مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ بنت حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے بتایا کہ ایک دن ہم نے گھر میں کپڑے دیکھے جن پر .M.S کڑھا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں رواج تھا کہ شناخت کی غرض سے ناموں کے ابتدائی حروف کی کڑھائی کر دی جاتی تھی۔ آپ چونکہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی ہم عمر اور دوست تھیں، اس لیے آپ فوراً پہچان گئیں کہ یہ تو مریم صدیقہ کے کپڑے ہیں۔ آپ نے مجھے بتایا کہ کپڑے دیکھنے سے مجھے یہ تو پتا لگ گیا کہ مریم صدیقہ کا رشتہ کہیں طے ہو گیا ہے۔ لیکن یہ اندازہ نہیں لگا سکی کہ ان کا رشتہ حضرت بڑے ماموں جانؓ سے طے ہوا ہے۔

حضرت میر صاحبؓ کی ایک ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مع اہل وعیال شادی کی تقریب کے لیے 20 ستمبر 1935ء کو گوجرانوالہ سے قادیان تشریف لائے۔ آپ کا قیام مسجد مبارک کے سامنے والے مکان "کنج عافیت" میں تھا۔ یہ وہی مکان ہے جسے آپ نے خمخانۂ عشق میں ایک رات گزارنے کے بعد خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر چکے تھے۔ خدا کی عجیب تقدیر ظاہر ہو رہی تھی کہ جو مکان آپ خدا کے حضور میں وقف کر چکے تھے اسی مکان سے آپ کی "ایک چیز سب سے عزیز" حضرت میر صاحبؓ کے اپنے الفاظ میں "خدا کے ایجنٹ" کے ساتھ رخصت ہو رہی تھی اور حضرت میر صاحب سجدۂ شکر بجالا رہے تھے۔ قبولیت دکھانے کے خدا کے رنگ بھی

عجیب ہیں۔

شادی بیاہ کے موقع پر خوشی منانا اور مہمان نوازی کرنا سنّتِ نبویؐ بھی ہے اور فطری تقاضا بھی۔ اس لیے اس شادی کے موقع پر بھی یہی ہوا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اماں جانؓ اور حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے بڑے ذوق و شوق سے شادی کی تقریبات میں شمولیت فرمائی۔ فالحمد للہ علی ذالك

خطبۂ نکاح

آپ کے نکاح کا اعلان حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے 30 ستمبر 1935ء بروز دوشنبہ (سوموار) صبح سات بجے مسجد مبارک قادیان میں فرمایا۔ حُسنِ اتفاق ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے نکاح کا اعلان بھی بروز دوشنبہ (سوموار) ہی دلّی میں مولوی نذیر حسین صاحب نے کیا تھا۔ (سیرۃ المہدی روایت نمبر 69 جلد 1 صفحہ 51)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے خطبۂ نکاح میں آیاتِ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ

"اِن آیات میں جو مَیں نے پڑھی ہیں تقویٰ کے واسطے خاص احکام ہیں۔ تقویٰ وہ چیز ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر ہے

ہر نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

قرآنِ کریم میں جس قدر تاکید تقویٰ کے واسطے ہے شاید ہی کسی امر کے متعلق ہو۔ اس لیے نکاح سے پہلے بھی تقویٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں۔ جب انسان کے دل میں اتّقا ہو، نیت صاف ہو اور نیک ہو اور احکامِ الٰہی پر چلنے کی خواہش پائی جاتی ہو، تو یہی تقویٰ ہے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ مسجد مبارک میں رونق افروز تھے، میرے ہموطن یعنی بھیرہ کے رہنے والے ایک شخص نے جس کا نام 'اسلام' تھا اور جو ان پڑھ تھا رخصت ہونے کی اجازت طلب کی اور عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ آپ نے اُسے فرمایا تقویٰ اختیار کرو۔ وہ اگرچہ ان پڑھ تھا مگر ہوشیار تھا۔ کہنے لگا حضور تقویٰ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جس بات میں دسواں حصہ بھی شُبہ کا ہو کہ شاید ناجائز ہے اسے چھوڑ دو، یہ تقویٰ ہے۔ جس بات کے متعلق کچھ بھی شُبہ ہو کہ شاید یہ اچھی

نہ ہو خدا تعالیٰ کی ناراضی کا موجب ہو، احکامِ شریعت کے خلاف ہو، اسے چھوڑ دیا جائے۔ اور صرف ان باتوں کو اختیار کیا جائے جن کے متعلق کامل طور پر مطابق شریعت اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا موجب ہونے کا یقین ہو۔

خطبۂ نکاح میں تقویٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور مسائل و نصائح بیان کیے جاتے ہیں تاکہ فریقین نیکی و تقویٰ اختیار کریں۔ نکاح کی بنیاد تقویٰ اور پرہیز گاری پر ہے۔ پر مَیں وہ مسائل کس کے سامنے بیان کروں؟ جس کے سامنے میں خود انتہائی عقیدت اور نیاز مندی سے سر جھکاتا ہوں۔ مجھے یہ فخر عطا ہوا کہ میں اعلانِ نکاح کروں۔ ورنہ میں کوئی نصائح اور مسائل بیان کرنے کے قابل نہیں ہوں کیونکہ ایک طرف حضرت میر محمد اسماعیل صاحب ہیں جنہیں میں بچپن سے جانتا ہوں۔ ان کا میں صرف ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ وہ کس پایہ کے انسان ہیں۔ یہ واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق رکھتا ہے میرا کام ذکرِ حبیب ہے اسی میں میری زندگی ہے۔ میر صاحب کی پہلی شادی کے وقت کوئی بات تھی جو حضرت نانا جان مرحوم نے آپ سے کہی مگر وہ آپ کو پسند نہ تھی۔ نانا جان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور اسمٰعیل نہیں مانتا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا 'میں لکھتا ہوں، مان جائے گا'۔ اس وقت میر محمد اسماعیل صاحب قادیان میں نہ تھے غالباً لاہور میں تھے۔ چنانچہ حضور نے لکھا اور آپ مان گئے۔ یہ فقرہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مونہہ سے نکلا اُس اعتماد کا اظہار کرتا ہے جو حضور کو میر صاحب کی محبت اور اطاعت پر تھا۔ یہ ایک ایسا تمغہ ہے کہ گو حکومت نے آپ کو 'خانصاحب' کا خطاب دیا ہے لیکن اگر K.C.S.I کا خطاب بھی دے دیتی یا اس سے بھی بڑھ کر تو وہ بھی اس کے سامنے ہیچ تھا۔ پس ایک طرف آپ ہیں اور دوسری طرف خود حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہیں۔ حضور کو بھی مَیں بچپن سے جانتا ہوں۔ وہ بچپن بھی عجیب تھا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نمازوں میں آتے۔ اس زمانہ میں مَیں جوان تھا اور مجھے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہنے کا ویسا ہی شوق تھا جیسا کہ آج کل کے نوجوان حضرت امیر المؤمنین کے ساتھ رہنے کا شوق رکھتے ہیں۔ اس بچپن کے زمانہ میں مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو نمازوں میں روتے دیکھا۔ لوگوں نے حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی

خلافت پر اعتراض کیے یا بعض کے دلوں میں وساوس پیدا ہوئے۔ لیکن میری تو یہ حالت تھی کہ ہمارے دوست شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی گو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں، مگر ان کو یاد ہو گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد کوئی بات انہیں ناگوار گزری۔ وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آج زندہ ہوتے تو ایسا نہ ہوتا۔ میں نے کہا آپ صبر کریں جب صاحبزادہ صاحب خلیفہ ہوں گے تو پھر وہی رنگ پیدا ہو جائے گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت تھا۔ گویا اُس زمانہ میں ہمارے قلوب شہادت دے رہے تھے کہ آپ خلیفہ ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے ماتحت میں نے عبرانی زبان سیکھی تھی۔ اس کی مقدس کتابوں میں یہ لکھا ہوا میں نے پڑھا تھا کہ پہلے مسیح نے تو شادی نہ کی تھی مگر دوسرا مسیح شادی کرے گا۔ اس کے اولاد ہو گی اور اس کا بیٹا اس کا جانشین ہو گا۔ ہم تو اُس وقت سے ہی جانتے تھے کہ آپ ضرور خلیفہ ہوں گے۔ بد قسمت ہیں وہ جنہوں نے آپ کی خلافت کا انکار کیا۔ آج خلافت کی برکات سورج کی طرح ظاہر ہو رہے ہیں۔ دنیا کے تمام ممالک میں تبلیغ اسلام کے لیے آج مشنری پھیلے ہوئے ہیں اور اشاعتِ اسلام کا کام ایسے رنگ میں ہو رہا ہے کہ اس کی نظیر اسلام کی گزشتہ ایک ہزار سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ اور یہ سب اس پاک وجود کی برکت سے ہو رہا ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ اپنے پاس سے عطا کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کسی کے شاگرد نہ تھے۔ اسی طرح آپ بھی کسی کے شاگرد نہیں ہیں۔ بے شک آپ سکول میں پڑھتے رہے ہیں، مجھ سے بھی پڑھتے رہے ہیں۔ اس زمانہ میں مَیں ہیڈ ماسٹر تھا یا مولوی شیر علی صاحب تھے۔ آپ اس زمانہ میں سکول میں پڑھتے تھے مگر ہر جماعت میں فیل ہوتے تھے۔ لیکن ہم پھر بھی اگلی جماعت میں چڑھا دیتے تھے اس لیے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ہیں۔ آپ نے مڈل کا امتحان دیا اور مَیں ساتھ گیا اس میں بھی آپ فیل ہوئے۔ پھر انٹرنس کا دیا، اس میں بھی فیل ہوئے۔ مگر آج آپ کا جو علم ہے، جو عرفان ہے، جو قوت ہے، جو شجاعت ہے، جو تقویٰ ہے، جو طہارت ہے یہ سب خدا داد ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہی آپ کو خلافت عطا فرمائی اور اسی نے اسے چلانے کے لیے ہر قسم کی قوتیں اور طاقتیں عطا کیں اور خدا ہی آپ کے سب کام کر رہا ہے۔ ہر شعبہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے علوم عطا کیے ہیں کہ جو علومِ لدنی ہیں۔ چند روز ہوئے لاہور

سے ایک بیرسٹر صاحب یہاں آئے جو لیبر ممبر ہیں۔انہیں لیبر کے بارہ میں اپنی معلومات پر گھمنڈ تھا کیونکہ ساری عمر وہ اس موضوع پر کتب کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔وہ جب حضور سے مل کر آئے تو میں نے پوچھا بتائیے ملاقات ہو گئی۔اس پر وہ کہنے لگے کہ میں تو حیران ہو گیا ہوں۔حضرت صاحب نے اس موضوع پر ایسی ایسی کتب کا ذکر کیا ہے اور ایسے معلومات کا اظہار کیا ہے، جن کی مجھے خبر نہ تھی۔میں نے انہیں کہا ہر شعبہ میں حضور کی معلومات اسی طرح وسیع ہیں۔پس ایسے وجود کے سامنے میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔

ہاں ایک بات تعدّدِ ازواج کے متعلق کہہ دیتا ہوں۔اس بارہ میں بھی ہماری جماعت کے دوستوں کو حضور کی اقتدا کرنی اور حضور کے نمونہ پر چلنا چاہیے۔میں اپنی معلومات اور تجربہ کی بنا پر جانتا ہوں کہ احمدیوں کے لیے لڑکیوں کے رشتے تلاش کرنے میں بہت سی دِقّتیں ہیں۔اس کا علاج ایک یہ بھی ہے کہ تعدّدِ ازواج کو جاری کیا جائے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ بعض عورتیں اسے ناپسند کرتی ہیں اور اسی طرح بعض مرد بھی اس بات کو برا سمجھتے ہیں کہ کسی ایسی جگہ اپنی لڑکی کی شادی کریں۔لیکن یہ قرآنِ کریم، احادیثِ نبوی اور خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے خلاف ہے کہ ایسا خیال کیا جائے۔جس امر کو خدا نے جائز قرار دیا ہے اُسے ناجائز کہنا گناہ ہے۔جو عورتیں اسے ناپسند کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے حالات کو بہتر بنا سکتا ہے۔ولایت میں ایک نوجوان لیڈی میرے زیرِ تبلیغ تھی۔میں نے اسے نصیحت کی کہ شادی کرلو۔اس نے کہا کہ I don’t believe in marriage۔میں نے اسے کہا کہ اگر تمہاری والدہ بھی اسی عقیدہ کی ہوتیں تو تمہارا وجود کس طرح دنیا میں ہوتا۔اس پر وہ ہنس پڑی۔یہ فرائض ہیں جو خدا تعالیٰ نے مقرر کیے ہیں اور ان کا ادا کرنا ضروری ہے۔امریکہ میں مَیں نے ایک نوجوان عورت کو شادی کرنے کی نصیحت کی تو اس نے جواب دیا کہ تم مرد عورتوں کو بچے پیدا کرنے کی مشینیں سمجھتے ہو۔مَیں نے اسے جواب دیا کہ یہ صحیح نہیں۔مَیں عورت کو اس سے بہت بلند سمجھتا ہوں۔لیکن یہ عورتوں کا فرض ہے اگر وہ اسے ادا کرنا چھوڑ دیں تو کیا مرد ادا کریں گے۔پس اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کے لیے جو فرائض مقرر کیے ہیں اگر وُہ خدا کی رضا پر چلتے ہوئے انہیں ادا کرتے چلے جائیں تو سب کے لیے ثواب کا موجب ہو۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں مسائل کی طرف جانے کی مجھے ضرورت نہیں فریقین مجھ سے بہت بہتر جانتے ہیں۔ اس لیے اس مختصر سی تقریر میں خطبہ ختم کرتا ہوں اور اعلانِ نکاح کرتا ہوں۔" (الفضل قادیان، جلد 23، نمبر 79، 2 اکتوبر 1935ء صفحہ 1 تا 2)

حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے نکاح کے ساتھ حضرت مفتی صاحبؓ نے دو اور نکاحوں کا اعلان کیا۔

مکرم خلیفہ صلاح الدین صاحب کا نکاح مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ ہمشیرہ مکرم ڈاکٹر احسان علی صاحب کے ساتھ ہوا۔ مکرم خلیفہ صلاح الدین صاحب حضرت امّ ناصر صاحبہؓ کے بھائی تھے۔ اور مکرم چوہدری مظفر الدین صاحب کا نکاح مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ بنت مکرم سردار کرمداد صاحب کے ساتھ ہوا۔ مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کی نواسی تھیں اور اپنے نانا کے گھر میں ہی پلی بڑھی تھیں کیونکہ ان کی والدہ وفات پا چکی تھیں۔ مکرم چوہدری مظفر الدین صاحب اُس وقت حضورؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔

مکرم محمود احمد عرفانی صاحب ایڈیٹر الحکم نے اس موقع پر مبارکباد دیتے ہوئے لکھا کہ

"30 ستمبر کی صبح اہلِ قادیان و جمہور احمدیان کے لیے نہایت مسرت اور انبساط کے ساتھ طلوع ہوئی کیونکہ اس صبح کو اعلیٰ حضرت امیر المؤمنین کی تقریبِ نکاح حضرت خان صاحب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سِوِل سرجن کی دختر بلند اختر سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ساتھ ایک ہزار روپیہ مہر پر عمل میں آئی۔

یہ تقریب ہر لحاظ سے مبارک اور بابرکت تھی۔ کیونکہ یہ پہلی ایسی تقریب ہے جو خاندان کے بالکل اندر ہوئی ہے اور جو بالکل حضرت امّ المؤمنین متعنا اللہ بطول حیاتہا کے منشاء مبارک کے موافق ہوا۔ اور یہی نہیں جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت میر ناصر نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی کو چنا ویسے ہی حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کے لیے حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کی پوتی کو چن لیا۔ اور اس طرح وہ دعا جو حضور کے ان الفاظ میں کی گئی تھی

'وہ سب دے اُن کو جو مجھ کو دیا ہے'

لفظ بلفظ پوری ہوئی۔

احمدیانِ قادیان سے ہر چھوٹا بڑا یومِ مسرت کو منانے کے لیے کئی روز سے چشم براہ تھا۔ آخر خدا تعالیٰ اس مبارک تقریب کو لے آیا ہے۔ الحکم اس تقریب پر سب سے اوّل حضرت امّ المؤمنین متعنا اللہ بطول حیاتہا کی خدمت میں صدقِ دل سے مبارکباد عرض کرتا ہے اور پھر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت خان صاحب میر محمد اسمٰعیل صاحب اور تمام افراد خاندانِ نبوّت کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ جوڑا ہر طرح کی خیر و برکت کا باعث بنے اور سیّدہ مریم صدیقہ اپنے نام کی طرح سے مریم صدیقہ ہو اور ان کو وہ تمام برکتیں حاصل ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے لیے مقدر ہیں۔" (الحکم قادیان، جلد 38، نمبر 34، 30 ستمبر 1935ء صفحہ 3)

شادی کے وقت آپ کے والد کی نصائح

تمام ماں باپ اپنی سمجھ کے مطابق اپنی اولاد کو اس کی نئی زندگی کے بارہ میں کوئی نہ کوئی نصیحت کرتے ہیں۔ یہی ذمہ داری حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے ادا کی اور کیا خوب ادا کی۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے چند نصائح ایک ڈائری میں لکھ کر اپنی بیٹی مریم صدیقہ کو دیں۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ

"مریم صدیقہ!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اس کاپی میں چند نوٹ اور نصیحتیں ہیں جو میرے نزدیک تمہارے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ مفید ہوں گی۔ امید ہے کہ تم ان پر عمل کرو گی اور میرے لیے دعا کرو گی۔

(1)

مریم صدیقہ: خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنے فضل سے تم کو وہ خاوند دیا ہے کہ اس وقت روئے زمین پر بہترین شخص ہے اور جو دنیا میں اس کا خلیفہ ہے۔ دنیا اور دین دونوں کے علوم کے لحاظ سے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ خاندانی عزت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ اور جس کی بابت ان کی مشہور وحی یہ ہے فرزندِ دلبند گرامی ارجمند مظھر الحق والعلیٰ کأنّ اللہ نزل من السماء۔

وہ جلد جلد بڑھے گا۔ دل کا حلیم سخت ذکی اور فہیم ہو گا۔ اسیروں کی رستگاری کرے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ فضلِ عمر بشیر الدین محمود۔ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ (مفہوم)

پس تم اپنی خوش قسمتی پر جس قدر بھی ناز کرو وہ بجا ہے۔

(2)

مریم صدیقہ　　جب تم پیدا ہوئیں تو میں نے تمہارا نام مریم اس نیت سے رکھا تھا کہ تم کو خدا تعالیٰ اور اس کے سلسلہ کی خدمت کے لیے وقف کر دوں۔ اسی وجہ سے تمہارا دوسرا نام نذر الٰہی بھی تھا۔ اب اس نکاح سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرے بندہ نواز خدا نے میری درخواست اور نذر کو واقعی قبول کر لیا تھا اور تم کو ایسے خاوند کی زوجیت کا شرف بخشا جس کی زندگی اور اس کا ہر شعبہ اور ہر لحظہ خدا تعالیٰ کی خدمت اور عبادت کے لیے وقف ہے۔ پس اس بات پر بھی شکر کرو کہ تم کو خدا تعالیٰ نے قبول فرما لیا۔ اور میری نذر کو پورا کر دیا۔ فالحمد للہ۔

(3)

مریم صدیقہ:۔　　آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان مختصر الفاظ سے زیادہ مؤثر پیرایہ میں کوئی شخص شوہر کی فرمانبرداری کے متعلق تاکید کر سکتا ہے۔ پس میں ان الفاظ کو دہرا کر تمہارے ذہن نشین یہ کرانا چاہتا ہوں کہ اگر دنیا میں سچی خوشی اور خدا تعالیٰ کے حضور حقیقی عزت حاصل کرنا چاہتی ہو تو اس حکم کو ہمیشہ اپنے مدِّ نظر رکھنا۔

سمجھنے کے لیے بڑی موٹی بات یہ ہے کہ جس گھر میں خاوند بیوی کا مطیع ہو جائے یا بیوی خاوند کی مطیع ہو جائے وہی گھر بہشت بن جاتا ہے۔ اگر دونوں اپنے تئیں بادشاہ خیال کریں تو ایسا گھر جہنم سے بدتر ہو جاتا ہے۔ جب ایک سلطنت میں دو بادشاہ نہیں سما سکتے تو ایک گھر میں کس طرح سما سکتے ہیں۔ پس عورت کو خاوند کے گھر جانے سے پہلے ہی سوچ لینا چاہیے کہ میں نے کامل اطاعت سے اپنے گھر کو اور آخرت کو جنّت بنانا ہے۔

(4)

میری پیاری مریم صدیقہ

تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری 3 سوکنیں پہلے موجود ہیں۔ وہ تمہاری شادی سے پہلے بھی تمہاری بھابی جان تھیں اور تم ہم اور سب ان کی عزت اس لیے کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو حضرت خلیفۃ المسیح کی بیویاں بنایا تھا۔ اب تم بھی اسی جماعت میں داخل ہو گئی ہو۔ پس ہمیشہ ان کو اپنا بزرگ اور عزیز اور بہنوں کی طرح خیال کرو۔ بلکہ پہلے سے زیادہ ان کی عزت کرو۔ جس طرح چھوٹی بہن اپنی بڑی بہن کی عزت کرتی ہے اور ان کے بچوں کو ایسی نظر سے دیکھو جس طرح ایک بہن دوسری بہن کے بچوں کو دیکھتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل اور ذرّیّت ہیں۔ خدا تعالیٰ تم کو توفیق دے۔

(5)

مریم صدیقہ!۔　　تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح پر خدمتِ دین کا کتنا بوجھ ہے اور اس کے ساتھ کس قدر ذمہ داریاں اور تفکرات اور ہموم و غموم وابستہ ہیں۔ اور کس طرح وہ اکیلے تمام دنیا سے برسرِ پیکار ہیں۔ اور اسلام کی ترقی اور سلسلہ احمدیہ کی بہبودی کا خیال ان کی زندگی کا مرکزی نکتہ ہے۔ پس ایسے مبارک وجود کو اگر تم کچھ بھی خوشی دے سکو۔ اور کچھ بھی ان کی تکان اور تفکرات کو اپنی بات چیت اور خدمت گزاری اور اطاعت سے ہلکا کر سکو تو سمجھ لو کہ تمہاری شادی اور تمہاری زندگی بڑی کامیاب ہے اور تمہارے نامۂ اعمال میں وہ ثواب لکھا جائے گا جو بڑے بڑے مجاہدین کو ملتا ہے۔

(6)

بیوی کا پہلا فرض یہ ہے کہ جب وہ خاوند کے گھر جائے تو اس کی مرضی پہچاننے کی کوشش کرے۔ اور اس کی طبیعت اور مزاج کا علم حاصل کرے۔ پھر اگلا مرحلہ یعنی خاوند کو راضی رکھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ مگر بعض باتیں ایسی ہیں جو عموماً خاوند کی تکلیف کا باعث ہوتی ہیں۔ ان سے خاص کر احتراز چاہیے اور میں ان کا ذکر کر دیتا ہوں۔

(7)

انہی میں سے ایک بات یہ ہوتی ہے کہ بیوی اکثر اوقات خرچ کے لیے تقاضا کرتی ہے۔ خرچ حکمت سے لینا چاہیے نہ کہ تقاضا اور تنگ کرکے۔ اور جب خاوند کے پاس روپیہ موجود نہ ہو اس وقت مطالبہ اس کو بہت تکلیف دیتا ہے۔

(8)

ایک بات یہ ہے کہ بیوی اکثر اوقات بدمزاج یا خاموش رہے۔ اور جب خاوند گھر میں آئے تو اسے سچے دل سے خوش آمدید نہ کرے۔ یا اس کی بات کاٹے۔ یا ایسے الفاظ لوگوں کے سامنے کہے جس میں خاوند کی کسی قسم کی تحقیر ہو۔ یا بہت نخرے کرے اور ناز برداری کی خواہش رکھے۔

اس کی خیر خواہی کی بات کو نہ مانے مثلاً وہ کہے کہ میرے ساتھ کھانا کھاؤ تو جواب دے کہ مجھے بھوک نہیں۔ وہ کوئی دوا تجویز کرے تو کہے یہ مجھے مفید نہیں ہوگی میں اسے استعمال نہیں کروں گی۔ وہ کوئی کپڑا یا تحفہ لا کر دے تو اسے حقارت سے دیکھے۔

غرض ایسی چھوٹی چھوٹی بیسیوں باتیں ہیں جن میں بیبیاں فیل ہو جاتی ہیں اور اپنی زندگی کو تلخ کر لیتی ہیں۔

(9)

بحث کرنا اور مخالف جواب دینا یہ خاوند کے دل سے بیوی کی محبت کو اس طرح اڑا دیتا ہے جس طرح ربڑ پنسل کے لکھے کو۔ اور یہ عادت آج کل کی تعلیم یافتہ لڑکیوں میں بہت ہے۔

(10)

مریم صدیقہ!　یاد رکھو کہ تمہاری زندگی اب خلیفہ کی رضاجوئی اور خداتعالیٰ کی خدمت کے لیے ہے۔ اس لیے دنیا کی چیزوں اور زینتوں سے ابھی سے اپنے دل کو ہٹا لو۔ بجائے رنگین کپڑوں، عمدہ جوتیوں، نفیس زیورات کے قرآنِ مجید، نمازیں، روزے، نیک کام، عمدہ اخلاق، دینی کتابوں کا مطالعہ، پاک خواتینِ اسلام کے نقش قدم پر چلنا، سلسلہ کی خدمات میں حصہ لینا۔ یہ باتیں تمہارا مقصود ہو جائیں اور دنیا کی زیب وزینت اصل مقصد نہ رہے۔

(11)

مریم صدیقہ!۔ صبح کی نماز کے بعد قرآنِ مجید کی تلاوت اگر ہمیشہ کرتی رہو گی تو تمہارے دل میں ایک نور پیدا ہوگا۔

(12)

عورت کی جسمانی گندگی خاوند کے لیے بعض اوقات بڑی اذیت کا باعث ہوتی ہے۔اسی لیے شریعت نے صفائی کی بعض باتوں پر بڑا زور دیا ہے۔ناخن لمبے نہ ہوں تاکہ ان کے نیچے میل جمع نہ ہوسکے۔گردن ہاتھ پیر یعنی جو حصہ بدن کا کُھلا رہتا ہے اس کی صفائی دوسرے حصہ بدن سے زیادہ ضروری ہے۔جہاں جہاں شریعت نے بال دور کرنے کا حکم دیا ہے وہاں کے بال ہمیشہ توجہ چاہتے ہیں۔

آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اگر مجھے امت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنا فرض کر دیتا۔پس دانتوں کی صفائی اور منہ کو بدبو سے بچانا عورتوں کے لیے مردوں سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ صبح منجن،دوپہر کو دانتوں کی پھر صفائی پھر سوتے وقت صفائی کم سے کم حد ہے۔

(13)

خوشبو اور عطر کو شارع علیہ السلام نے بہت پسند کیا ہے۔

(14)

مصنوعی پوڈر لپ سٹک وغیرہ چیزیں جِلد کو آخر خراب کر دیتی ہیں اور بعض اِن میں سے زہریلی بھی ہوتی ہیں۔اور جو لوگ ایسی چیزوں کے بہت دلدادہ ہوتے ہیں وہ آخر ادنٰی خیالات میں ہی محصور ہو جاتے ہیں۔اور حسنِ اخلاق کی جگہ حُسنِ اعضا ہی ان کا منتہائے نظر ہو جاتا ہے۔پس سوائے گاہے بگاہے استعمال کے ان کی طرف زیادہ توجہ نہیں چاہیے۔

(15)

مریم صدیقہ۔ جس نیک بی بی کو گھر کی صفائی، پکانا اور سینا اور خانہ داری آتی ہے وہ خاوند کو زیادہ خوش کر سکتی ہے بہ نسبت اس کے جو نکمی ناولیں یا قصے ہی پڑھتی رہتی ہے یا اپنے بناؤ سنگھار میں مصروف رہتی ہے۔

(16)

مریم صدیقہ　　بعض عورتیں ذرا سی بیماری یا تھوڑے سے درد سے اس قدر گھبرا جاتی ہیں کہ ان کی چیخیں تیسرے گھر تک سنائی دیتی ہیں۔اور بے صبری کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ان کی تھوڑی سی تکلیف لوگوں کے لیے ایک بڑی مصیبت بن جاتی ہے۔یہ بات صبر اور برداشت کے بالکل برخلاف ہے۔اگر کوئی تکلیف یا درد ہے یا بیماری ہو تو حتّی الوسع اس پر صبر کرنا چاہیے اور بے حد بے قراری کا اظہار ایک معیوب بات ہے۔صبر ایک اعلیٰ خلق ہے خصوصاً عورتوں کے لیے۔اور بھوک، بیماری، درد، اور اذیّت پر صبر کرنا صدق اور تقویٰ اور ایمان کی علامت ہے۔

(17)

مریم صدیقہ!　　اگر ہر معاملہ میں اور ہر تکلیف اور مشکل اور آرام اور راحت میں خدا تعالیٰ سے دعا مانگنے کی عادت ڈالو گی تو اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی اپنے فضل سے نہایت کامیاب بنادے گا۔

میں بھی تمہارے لیے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں اور کرتا رہا ہوں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ ذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

(18)

مریم صدیقہ　　جب تم چھوٹی سی تھیں، دودھ پیتی تھیں اُس وقت پہلی دفعہ قادیان میں آئیں تو تمہیں حضرت خلیفۃ المسیح کے سامنے پیش کیا گیا۔اس وقت حضور نے تم کو تحفۃً ایک جائے نماز دی تھی۔وہ اب تک ہمارے ہاں موجود ہے اور تمہارے نام کی مناسبت سے وہ تم کو دی گئی تھی۔قرآنِ مجید میں آتا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کی معرفت یہ فرمایا تھا کہ

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ

پس تم بھی جو مریم نام رکھتی ہو نماز میں اپنی ہمعصروں سے ہمیشہ سبقت کروگی۔آمین

(19)

وہ عورت بھی خوش نصیب ہے جسے قادیان میں جو خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اپنی

زندگی بسر کرنے کا کا موقع ملے۔ پس اپنی اس خوش نصیبی پر بھی جس قدر ناز کرو اور خدا کا شکر ادا کرو اتنا ہی کم ہے۔ جو لڑکیاں قادیان میں پیدا ہوئیں اور یہاں جوان ہوئیں پھر بیاہ ہو کر باہر چلی گئیں ان کے دل سے پوچھنا چاہیے کہ ان پر کیا گزرتی ہے۔

(20)

مریم صدیقہ!　　ایمان اور رضائے الٰہی کے بعد اگر کوئی نعمت دنیا میں ہے تو وہ تندرستی ہے۔ پس ہمیشہ اپنی صحت کا خیال رکھو۔ کیونکہ صحت کے گرتے ہی انسان کے خیالات، اخلاق اور اس کے نیک اعمال سب میں ناگوار تغیر آجاتا ہے۔

أُوْصِيْكِ بِتَقْوَى اللهِ

وَالْمُوَاظَبَةُ عَلٰى ذِكْرِ اللهِ

والسلام　　　خدا حافظ

محمد اسماعیل"

شادی کی تقریب

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی ایک نوٹ بک سے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی شادی کا جوڑا حضرت امّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ نے 30 ستمبر 1935ء کو دن میں کسی وقت حضرت میر صاحبؓ کے گھر بھجوا دیا تھا۔

عصر کی نماز کے بعد بارات مسجد مبارک سے حضرت میر صاحب کے مکان "کنجِ عافیت" کی طرف روانہ ہوئی۔ حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے تقریباً پچاس افراد بارات میں شامل ہو کر حضرت میر صاحب کے گھر گئے۔ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اکتالیس صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے جن کا انتخاب حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے کیا تھا۔ حضرت میر صاحبؓ کی طرف سے شادی میں شمولیت کے لیے حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ کی طرف سے تقریباً دو اڑھائی صد افراد کو دعوت نامہ جاری کیا گیا تھا۔ حضرت میر صاحب کی طرف سے چائے، مٹھائی اور پھلوں سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔ جس کے بعد بہت لمبی دعا ہوئی اور رخصتی کی تقریب عمل میں

آئی۔(الحکم قادیان جلد نمبر 38 نمبر 34، 30 ستمبر 1935ء)

حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے 2 اکتوبر 1935ء کو مسجد اقصیٰ قادیان میں دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا گیا جس میں تقریباً ڈیڑھ ہزار اصحاب کو مدعو کیا گیا۔(الفضل قادیان، جلد 23، نمبر 4، 81 اکتوبر 1935ء صفحہ 2)

شادی کے موقع پر تحفے تحائف دینے کا رواج ہے۔اس شادی پر بھی تحفے دیئے گئے ہوں گے۔ لیکن ایک خاص تحفہ لوکل انجمن احمدیہ قادیان کے ممبران کی طرف سے دیا گیا۔ جس کی تفصیل الحکم قادیان میں کچھ اس طرح درج ہے۔

"ممبران لوکل انجمن احمدیہ قادیان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتابیں سرخ ریشم سے جلد کرواکر بمع ایک خوبصورت مجلّد قرآنِ شریف کے یکم اکتوبر کو صبح دس بجے قصرِ خلافت میں حاضر ہو کر حضرت امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کیں۔ تاکہ حضور اپنے دستِ مبارک سے لوکل کمیٹی کی طرف سے یہ تحفہ اپنی دلہن مریم صدیقہ صاحبہ کو عطا فرمائیں۔

حضور نے ممبران لوکل انجمن احمدیہ کو باریابی کا موقع دیتے ہوئے اس تحفہ کو نہایت مسرت سے قبول فرمایا۔ کتابوں کی تجلید اور تزئین وغیرہ کا سب کام مکرمی مہاشہ فضل حسین صاحب کے سپرد تھا، جنہوں نے اس کام کو نہایت خوبی سے سرانجام دیا۔ کتابوں کے اوپر جو رومال ڈالا گیا تھا وہ بھی سبز سرخ ریشم کا تھا، جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعر

اک سے ہزار ہوویں

چاروں کونوں پر اور وسط میں بیضوی شکل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام

'تیری خوش زندگی کا سامان ہو گیا'

سرخ ریشم سے محترمہ صالحہ بانو صاحبہ (جو مہاشہ صاحب کی نسبتی بہن ہیں) نے ایک رات میں نہایت محنت سے کاڑھا تھا اور اس کی آوٹ لائن کی عزت منشی حبیب احمد صاحب کاتب الحکم کو حاصل ہوئی۔"(الحکم قادیان، جلد 38 نمبر 34، 30 ستمبر 1935ء صفحہ 3)

حضرت مصلح موعودؓ سے شادی کے بعد آپ 'خواتینِ مبارکہ' کے اُس گروہ میں شامل ہو گئیں جس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بشارت

عطا کی تھی کہ

"تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور مَیں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا۔ اور خواتینِ مبارکہ سے جن میں سے تُو بعض کو اِس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور مَیں تیری ذرّیّت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔" (مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 96)

شادی کے بعد آپ دارالمسیح کے جس حصہ میں مکین ہوئیں وہ حضرت اماں جانؓ کے مکان سے بالکل ملحق تھا اور اب "مکان سیّدہ امّ متین" کے نام سے معروف ہے۔ یہ آپ کی خوش قسمتی تھی کہ آپ کے گھر کا انتظام حضرت اماں جانؓ کے ساتھ منسلک تھا۔ اس طرح آپ براہِ راست حضرت اماں جانؓ کی بابرکت صحبت سے مستفید ہوتی رہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم صدیقہ صاحبہ کے بطن سے ایک بیٹی صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ عطا کیں۔

آپ کی شادی پر حضرت میر صاحبؓ کی شکر گزاری

خمخانۂ عشق میں حضرت میر صاحبؓ کے لطیف روحانی تجربہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ جس کے نتیجہ میں آپ نے اپنی جان اور ایک عزیز جائیداد تو اُسی وقت خدا کے حضو پیش کر چکے تھے۔ اب اپنی آخری نذر یعنی اپنی پیاری بیٹی کو بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے نکاح میں دینے کے بعد آپ نے اپنے احساسات کو یوں بیان کیا کہ

"21ء پر 14 سال گزر چکے۔ مسلسل 14 سال بیم و رجا کے کہ آیا کچھ قبول بھی ہوتا ہے یا مونہہ پر واپس مار دیا جاتا ہے۔ لاپرواہ اور بے نیاز معشوقوں کا کیا پتہ۔ مرضی اور مَوج ہی تو ہے۔ جو چاہیں تو تنکے کو بھی پسند کر لیں۔ نہ چاہیں تو سب کچھ ٹھکرا دیں۔ بہر حال، 1935ء میں خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا کہ آخری نذر کو اُن کے ایجنٹ 30 ستمبر یوم دو شنبہ کو آکر میرے ہاں سے اٹھا کر لے گئے۔ مَیں نے سجدۂ شکر کیا۔

کلاہ گوشہ دہقاں بآفتاب رسید"

(الفضل قادیان، جلد 24، نمبر 107، 3 نومبر 1936ء صفحہ 5)

اپنی شادی پر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی شکر گزاری

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ شادی کے پس منظر اور

حضورؓ کی سیرت پر اپنے ایک مضمون میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔اس مضمون میں سے منتخب اقتباسات ذیل میں پیش کیے جارہے ہیں۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

چُن لیا تُو نے مجھے 'ابن مسیحا' کے لیے
سب سے پہلے یہ کرم ہے میرے جاناں تیرا

"ہزاروں درود اور سلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جن کے طفیل ہمیں اسلام جیسی نعمت حاصل ہوئی اور پھر ہزاروں سلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جو اسلام کو دوبارہ لائے اور ہم نے زندہ خدا کا وجود ان کے ذریعہ سے دیکھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ان کی وجہ سے ایمان لانا نصیب ہوا۔ اور میرے رب کا کتنا بھاری احسان مجھ ناچیز پر ہے کہ اس نے مصلح موعود کے زمانہ میں مجھے پیدا کیا۔ نہ صرف اُن کا زمانہ عطا فرمایا بلکہ اُس کی قدرت کے قربان جاؤں اُس نے مجھ ناچیز ہستی پر کتنا بھاری انعام اور احسان فرمایا کہ مجھے اُس پاک و نورانی وجود، اُس قدرت و رحمت اور قربت کے نشان اور مثیلِ مسیح کے لیے چُن لیا۔ آپ کی صحبت سے فیض حاصل کرنے، آپ کی تربیت میں زندگی گزارنے اور پھر اُس پاک وجود کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ خدا تعالیٰ کی کیا شان ہے۔ دینے پر آئے تو جھولیاں بھر بھر کر دیتا ہے۔ میں کیا اور میری ہستی کیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اتنا بڑا انعام ہے کہ اُس کے احسان اور انعام کا تصوّر کر کے بھی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ سر آستانۂ اُلوہیت پر جھک جاتا ہے اور منہ سے بے اختیار نکل جاتا ہے۔

مَیں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار"

(گلہائے محبت صفحہ 12)

آپ مزید تحریر کرتی ہیں کہ

"میری عمر شادی کے وقت سترہ سال تھی۔ اور یہ سترہ سالہ زمانہ جو میں نے میکے میں بسر کیا اُس کا ایک ایک دن شاہد ہے کہ میری تربیت کرتے ہوئے حضرت ابا جانؓ نے ہر وقت یہی کان میں ڈالا کہ ہر صورت میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے۔ مَیں جب چھوٹی تھی تو میرے لیے ابا جان

نے ایک دعائیہ نظم بھی کہی تھی جس کا آخری شعر یہ تھا۔

میرا نام ابّا نے رکھا ہے مریم
خدایا تُو صدّیقہ مجھ کو بنادے

اباجان کی یہ دُعا جو انہوں نے میرے لیے کی تھی ظاہری رنگ میں بھی اس طرح پوری ہوئی کہ جب میری شادی ہوئی تو حضرت امّ طاہرؓ زندہ تھیں۔ آپ کا نام بھی مریم تھا۔ اور چونکہ حضورؓ اُن کو مریم کے نام سے بلاتے تھے اور ایک ہی نام سے دونوں بیویوں کو بلانا مشکل تھا۔ آپ نے شروع شادی سے ہی میرے نام کے دوسرے حصہ سے مجھے بلایا اور ہمیشہ 'صدیقہ' کہہ کر ہی بلایا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے میرے اباجان کی قربانی کو قبول فرماتے ہوئے مجھے حضرت مصلح موعودؓ کی زوجیت کا فخر عطا فرمایا۔ آج کل جس عمر میں لڑکیوں کی شادیاں ہو رہی ہیں ان کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے میری شادی خاصی چھوٹی عمر میں ہوئی تھی۔ اس لیے بجا طور پر میں کہہ سکتی ہوں کہ مَیں نے جو کچھ سیکھا اور جو کچھ حاصل کیا اور جو کام بھی کیا وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تربیت، صحبت، فیض اور توجہ سے حاصل کیا۔" (گلہائے محبت صفحہ 15 تا 16)

باب چہارم (4)

حضرت مصلح موعودؓ سے تعلیم و تربیت

حضرت مصلح موعودؓ جس طرح اسلام احمدیت کی ترقی اور دنیا کی اصلاح کے لیے مصروفِ عمل تھے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ حضورؓ نے جب حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے شادی کی تو حضورؓ کی آپ سے کیا توقعات تھیں۔ وہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے اپنے الفاظ میں پیش ہیں۔ آپ تحریر کرتی ہیں کہ

"عموماً شادیاں ہوتی ہیں۔ دولہا دلہن ملتے ہیں تو سوائے عشق و محبت کی باتوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ مجھے یاد ہے کہ میری شادی کی پہلی رات بے شک عشق و محبت کی باتیں بھی ہوئیں، مگر زیادہ تر عشقِ الٰہی کی باتیں تھیں۔ آپ کی باتوں کا لُب لباب یہ تھا۔ اور مجھ سے ایک طرح عہد لیا جارہا تھا کہ مَیں ذکرِ الٰہی اور دعاؤں کی عادت ڈالوں۔ دین کی خدمت کروں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی عظیم ذمہ داریوں میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔ بار بار آپ نے اس کا اظہار فرمایا کہ مَیں نے تم سے شادی اسی غرض سے کی ہے اور مَیں خود بھی اپنے والدین کے گھر سے یہی جذبہ لے کر آئی تھی۔" (گلہائے محبت صفحہ 16 تا 17)

شادی کے وقت آپ کی عمر سترہ سال کی بھی پوری نہ ہوئی تھی۔ عمر کا زیادہ حصہ میں ہی صَرف ہوا تھا بلکہ شادی کے وقت بھی آپ ایف۔اے کی طالبہ تھیں۔ حضورؓ سے شادی کے بعد اچانک آپ پر بہت ذمہ داریاں پڑ گئیں۔

حضرت مصلح موعودؓ پر دنیا بھر کی تربیت اور اصلاح کی ذمہ داری تھی۔ اس کے ساتھ جماعت احمدیہ کے انتظامی ڈھانچہ کو تشکیل دینے کا نہایت اہم کام بھی ہر وقت حضور کے پیشِ نظر رہتا تھا۔ ایک طرف جماعت کی مخالفت زور پکڑتی جارہی تھی اور دوسری طرف اندرونی فتنے بھی سر اٹھا رہے تھے۔ تحریکِ جدید جاری ہوئے ابھی ایک سال کا عرصہ ہوا تھا اور مطالباتِ تحریکِ جدید پر

عملدرآمد نہایت زور و شور سے جاری تھا۔ حضورؓ کی طرف سے افرادِ جماعت کو سادگی اپناتے ہوئے مال، وقت اور جذبات کی قربانیاں کرنے کی طرف بلایا جارہا تھا۔ ایک نیا جذبہ اور جنون افرادِ جماعت میں پیدا کیا جارہا تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ کا مقابلہ اُس وقت تمام غیر احمدی و غیر مسلم مخالفین سے تھا جن میں خصوصیت کے ساتھ احرار نے مخالفت کی انتہا کر دی تھی اور وہ احمدیوں کی جان، مال اور آبرو کو ہر قسم کا نقصان پہنچانے پر تلے ہوئے تھے۔ احمدیوں کو مرحومین کو دفنانے میں بھی مشکلات تھیں۔ احرار کی مخالفانہ تحریک کے نتیجہ میں حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ پر قاتلانہ حملہ بھی کیا گیا بلکہ خود حضرت مصلح موعودؓ کی کار پر بھی پتھر پھینکا گیا۔ حکومتِ پنجاب بھی مخالفت میں پیش پیش تھی اور تاریخ اس بات پر گواہ ہے جماعت کی مخالفت میں احرار کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ غیر مبائعین کا بڑا حصہ بھی اس مخالفت میں برابر کا شریک تھا اور اُن کی مخالفت میں گھٹیا پن کا ایک عنصر بھی شامل تھا کیونکہ وہ حضرت اماں جانؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ذاتِ بابرکات کو بھی نشانہ بناتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی عبد الرحمان صاحب مصری اور فخر الدین صاحب ملتانی نے بعض دیگر لوگوں کو ساتھ ملا کر اندرونی فتنہ پیدا کرنا شروع کیا۔ اس فتنہ کا ہدف بھی ناجائز طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ذاتِ بابرکات تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نہایت اولوالعزمی سے ان سب مخالفتوں سے نبرد آزما تھے۔

جماعت مخالفانہ کارروائیوں علاوہ اسلام احمدیت کی تبلیغ اور افرادِ جماعت کی تربیت پر توجہ، دعائیں، علمی خدمات، تحریکِ جدید کے قیام کے لیے جدوجہد، جماعت کے انتظامی، تربیتی، مالی و اقتصادی حالت اور مشاورتی نظام کی مضبوطی کے لیے کوششیں، نیز برصغیر کی سیاسی و اقتصادی ترقی کے لیے حضرت مصلح موعودؓ جو مکھی لڑائی لڑ رہے تھے۔

اس دور میں حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے شادی کی۔ اب ضروری تھا کہ حضور اپنی حرم کی تربیت اس رنگ میں فرماتے تاکہ وہ آپ کی خواہش کے مطابق اپنی ذمہ داریاں ادا کر سکتیں۔ اور آپ کی یہ ذمہ داری تھی کہ حضور کے زیرِ تربیت رہ کر حضور کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرتیں اور حضورؓ کی طرف سے مفوّضہ فرائض کی ادائیگی میں کمربستہ ہو جاتیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان نعمت یعنی حضرت اماں جانؓ بھی اسی گھر میں موجود تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی تین ازواج بھی پہلے سے موجود تھیں اور حضور کے بچے بھی تھے جن میں سے بعض حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے عمر میں بڑے بھی تھے۔ اس کے علاوہ بھی ایک کثیر خاندان تھا۔ ان سب سے محبت اور احترام کا تعلق رکھنا تھا بلکہ ان کی خدمت کرنا تھی۔ اسی کی نصیحت آپ کے بزرگ والد نے شادی کے موقع پر بھی کی تھی۔

میرا خیال ہے کہ شاید جو سب سے پہلی adjustment آپ کو کرنا پڑی وہ کھانا کھانے سے متعلق تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ بہت آہستہ آہستہ اور آرام سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے جبکہ آپ جلدی کھانا کھانے کی عادی تھیں۔ خاص طور پر ناشتہ تو بہت جلدی کر لیا کرتی تھیں کیونکہ آپ کو سکول جانا ہوتا تھا۔ آپ بتاتی تھیں کہ شادی کے شروع شروع میں مَیں اپنی پرانی عادت کے مطابق جلد ناشتہ کر لیتی جبکہ حضور نے اس وقت تک صرف چند لقمے ہی کھائے ہوتے تھے۔ اس کے بعد میں انتظار کرتی رہتی اور حضور کے پاس بیٹھی رہتی۔

آپ یہ بھی بتایا کرتی تھیں کہ حضور بہت کم خوراک تھے لیکن کھانے کے ذائقہ اور کھانے کی پیشکش (presentation) کے بارہ میں بہت حساس تھے۔ آپ نے بتایا کہ حضورؓ کو کھانے میں کوئی خاص چیز پسند تھی جو حضرت امّ ناصر محمودہ بیگم صاحبہؓ بہت اچھا پکاتی تھیں۔ حضورؓ نے آپ کو ہدایت فرمائی کہ یہ کھانا حضرت امّ ناصرؓ سے سیکھ لو۔ اس بات سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے حضورؓ کی توقع تھی کہ حضورؓ کی رضامندی کے لیے آپؓ کی ازواج فطری طور پر نازک رشتے میں بندھے ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے تعاون کریں گی۔

حضورؓ اپنی ازواج کو اپنے ذاتی مشاغل میں بھی شامل رکھتے تھے۔ اور ان کو بھی ان مشاغل سے واقفیت کروادیتے تھے۔ ان میں عطر بنانا، ہومیو پیتھی علاج، بندوق چلانا اور گھوڑ سواری وغیرہ شامل تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ کو خدا نے ایک عظیم الشان روحانی مقام پر فائز فرمایا تھا اور آپ کی تربیت کا انداز بھی بہت ہی مخصوص تھا۔ آپ خاموش تربیت بھی فرماتے تھے، زبانی تربیت بھی فرماتے تھے اور عملی تربیت بھی فرماتے تھے۔ آپ پیار سے بھی سمجھاتے اور بوقتِ ضرورت سختی بھی

فرماتے تھے۔ گویا اصلاح کے وہ تمام ذرائع استعمال فرماتے تھے جو حسبِ موقع مفید ہوتے تھے۔

آپ کی تربیت کا آغاز حضورؓ کے عملی نمونہ سے ہوا۔ شادی کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کی ذاتی زندگی کے وہ پہلو آپ کے سامنے آئے جو انتہائی قریبی رشتہ داروں کے کسی اور کے سامنے نہیں آسکتے۔ حضورؓ کس شدّت سے عشقِ الٰہی میں سرشار تھے؟ قرآنِ کریم سے کیسا عشق کرتے تھے؟ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کو کس قدر محبت تھی؟ آپ کے دل میں حضرت اماں جانؓ کی کیا قدر و منزلت تھی؟ تبلیغِ اسلام کے لیے آپ کا دل کیسے تڑپتا تھا؟ امّتِ مسلمہ اور جماعتِ احمدیہ کی ترقی کے لیے آپ کیا سوچتے تھے؟ وغیرہ، وغیرہ۔

ان سب باتوں کا علم آپ کو شادی کے بعد ہی ہوا۔ حضورؓ کی سیرت کے ان پہلوؤں نے آپ کے قلب پر بہت گہرا اثر چھوڑا اور آپ نے انہیں اپنے مضامین میں بیان کیا ہے۔ اور خود آپ نے بھی حتّی الوسع اُن خصائل کو اپنانے کی بھرپور کوشش کی۔ حضورؓ کی سیرت اور عملی تربیت کے صرف پانچ پہلو آپ کے اپنے الفاظ میں پیش ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عشقِ الٰہی کا ذکر ان الفاظ میں کرتی ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے تا وہ اس کا سچا عبد بنے۔ لوگ عبادت کرتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں مگر ہر انسان کا نماز اور عبادت کا رنگ علیحدہ ہوتا ہے۔ نماز وہ نہیں کہ دوسروں کے سامنے تو لمبے سجدے کر لیے لیکن علیحدہ جلدی جلدی پڑھ لی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب نماز باجماعت پڑھاتے تھے تو عموماً جلدی ختم کروادیتے تھے کہ پیچھے نماز پڑھنے والوں میں بوڑھے اور کمزور بھی شامل ہوتے ہیں۔۔۔۔ لیکن علیحدگی میں جب آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے تو آپ کو عبادت الٰہی میں اتنا انہماک ہوتا تھا کہ پاس بیٹھنے والا محسوس کرتا تھا کہ یہ شخص اس دنیا میں نہیں ہے۔ مَیں نے آپ کو اس طرح روتے کہ پاس بیٹھنے والا آواز سنے بہت کم دیکھا ہے لیکن آنکھوں سے رواں آنسو ہمیشہ نماز پڑھتے میں دیکھے۔ **چہرہ کے جذبات سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گویا اپنی جان اور اپنا دل ہتھیلی پر رکھے اللہ تعالیٰ کی نذر کر رہے ہیں** اور اس وقت دنیا کا بڑے سے بڑا حادثہ اور بڑے سے بڑا واقعہ بھی آپ کی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف سے ہٹا نہیں سکے گا۔ تہجد کی نماز بعض دفعہ اتنی لمبی ہو جاتی کہ مجھے حیرت ہوتی تھی کہ اتنا لمبا وقت آپ کھڑے کس طرح رہتے

ہیں۔ مَیں نے سجدہ کی نسبت قیام میں آپ کو زیادہ دعائیں کرتے دیکھا ہے۔ بعض دفعہ ایک ایک رکعت میں ڈیڑھ دو گھنٹے کھڑے رہتے ہیں۔ تہجد میں آپ کا عموماً یہ طریق تھا کہ ایسے وقت میں تہجد پڑھتے کہ تہجد کی نماز ختم ہونے اور صبح کی نماز میں خاصا وقت ہوتا۔ تہجد پڑھ کر لیٹ جاتے اور تھوڑا سا سو بھی لیتے اور پھر اُٹھ کر صبح کی نماز پڑھتے۔" (گلہائے محبت صفحہ 51)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی قرآنِ کریم سے بے مثال محبت کو یوں بیان کرتی ہیں کہ

"قرآنِ مجید کی تلاوت کا کوئی وقت مقرر نہیں تھا جب بھی وقت ملا کرلی۔ یہ نہیں کہ دن میں صرف ایک بار یا دو بار۔ عموماً یہ ہوتا تھا کہ صبح اُٹھ کر ناشتہ سے فارغ ہو کر ملاقاتوں کی اطلاع ہوئی آپ انتظار میں ٹہل رہے ہیں قرآنِ مجید ہاتھ میں ہے لوگ ملنے آگئے، قرآنِ مجید رکھ دیا۔ لوگ مِل کر چلے گئے، پڑھنا شروع کر دیا۔ تین تین چار چار دن میں عموماً مَیں نے ختم کرتے دیکھا ہے۔ ہاں جب کام زیادہ ہوتا تو زیادہ دن میں بھی۔ لیکن ایسا بھی ہوتا تھا کہ صبح سے قرآنِ مجید ہاتھ میں ہے ٹہل رہے ہیں اور ایک ورق نہیں الٹا۔ دوسرے دن دیکھا تو پھر وہی صفحہ۔ مَیں نے کہا کہ آپ کے ہاتھ میں قرآنِ مجید ہے لیکن آپ پڑھ نہیں رہے؟ تو فرماتے 'ایک آیت پر اٹک گیا ہوں جب تک اس کے مطالب حل نہیں ہوتے آگے کس طرح چلوں'۔" (گلہائے محبت صفحہ 28 تا 29)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے غلامانہ محبت کے بارہ میں لکھتی ہیں کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی ذات سے بے انتہا عشق تھا۔ مجھے کبھی نہیں یاد کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کا نام لیا ہو اور آپ کی آواز میں لرزش اور آپ کی آنکھوں میں آنسو نہ آگئے ہوں۔" (گلہائے محبت صفحہ 26)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اماں جانؓ سے محبت اور احترام کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت امّ المؤمنینؓ سے بے حد محبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر پر بھی اکثر آنکھیں بھیگ جاتی تھیں۔" (گلہائے محبت صفحہ 31)

آپ مزید تحریر کرتی ہیں کہ

"حضرت امّ المؤمنینؓ کی عزت اور احترام کا مشاہدہ تو اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔ایک دفعہ ایک عورت نے آپ سے شکایت کی کہ میرا بیٹا میرا خیال نہیں رکھتا، آپ سمجھائیں۔ آپ بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کوئی بیٹا ماں سے برا سلوک کر ہی کیسے سکتا ہے۔ حضرت امّ المؤمنینؓ کا خود باوجود عدیم الفرصتی کے بہت خیال رکھتے تھے اور اپنی بیویوں سے بھی یہی امید رکھتے تھے کہ وہ حضرت اماں جانؓ کا خیال رکھیں۔ کبھی فراغت ہوئی تو حضرت اماں جانؓ کے پاس بیٹھ جاتے۔ آپ کو کوئی واقعہ یا کہانی سناتے۔ سفروں میں اکثر اپنے ساتھ رکھتے۔ جس موٹر میں خود بیٹھتے اُس میں حضرت اماں جانؓ کو اپنے ساتھ بٹھاتے۔ کہیں باہر سے آنا تو سب سے پہلے حضرت اماں جانؓ سے ملتے اور آپ کی خدمت میں تحفہ پیش کرتے۔ اپنے بہن بھائیوں سے بھی بہت پیار تھا۔" (گلہائے محبت صفحہ 32)

یہ قانونِ قدرت ہے کہ پاک صحبت کا اثر قریب رہنے والے انسانوں پر خود بخود چڑھتا جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (توبہ:130) کا حکم دیا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ ایک بلند روحانی اور اخلاقی درجہ پر فائز تھے اور چاہتے تھے کہ اُن کے پیارے بھی انہی رنگ میں رنگین ہو جائیں اور کی طرح اونچے درجہ کی روحانی اور اخلاقی صلاحیتیں اپنے اندر پیدا کریں۔ ایک نظم میں حضورؓ نے اپنی اس خواہش کا اظہار اس طرح فرمایا کہ

میں اپنے پیاروں کی نسبت ہر گز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پہ راضی ہوں اور اُن کی نگاہ رہے نیچی

حضرت مصلح موعودؓ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے جو خدمات لینا چاہتے تھے اس کے لیے ضروری تھا کہ آپ کو ایسی آگ سے گزارتے "جس میں سے گزرے بغیر بڑے کام کی صلاحیت پیدا نہیں ہو سکتی"۔ اس لیے شروع شادی سے ہی حضورؓ نے آپ کو مختلف امور میں تربیت دینے کا آغاز فرما دیا اور یہ سلسلہ حضورؓ کی وفات تک جاری رہا۔

حضورؓ کی کوششوں کا ایک اجمالی تعارف پیش ہے، وباللہ التوفیق

حضرت اماں جانؓ کی خدمت کرنے کی تاکید

حضرت اماں جانؓ کی ذاتِ بابرکات سے محبت کرنا اور اُن کی خدمت کرنا تو ایک نہایت اعلیٰ

درجہ کی سعادت مندی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت مصلح موعودؓ سے بڑھ کر حضرت اماں جانؓ کے مقام کو پہچاننے والا کوئی نہیں تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ سب لوگوں سے زیادہ حضرت اماں جانؓ کی دلداری اور خدمت کے لیے کمربستہ رہتے تھے اور اپنی ازواج اور اولاد سے بھی یہی توقع رکھتے تھے۔ اور اسی لیے حضورؓ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو حضرت اماں جانؓ کی خدمت کرنے کی نصیحت فرماتے رہتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو آپ سے توقع بھی ہوتی اور ہدایت بھی فرماتے کہ حضرت اماں جانؓ کی خیریت سے حضورؓ کو آگاہ کرتی رہیں۔ خطوط میں بھی حضرت اماں جانؓ کا حال احوال دریافت فرماتے، کبھی حضرت اماں جانؓ کی ناسازئ طبیعت پر فکر مندی کا اظہار ہوتا اور کبھی طبیعت بہتر ہونے پر شکر گزاری کا اظہار۔ نمونہ کے طور پر حضورؓ کے صرف دو خطوط میں سے متعلقہ اقتباس پیش ہیں۔

ایک خط میں حضورؓ نے آپ کو لکھا کہ

"امید ہے کہ اماں جان اچھی ہوں گی۔ اُن کا حال ہر خط میں ضرور لکھ دیا کرو۔ میری طرف سے السلام علیکم کہہ دینا اور طبیعت کا حال پوچھ کر لکھنا"۔

ایک اور خط میں حضورؓ نے آپ کو لکھا کہ

"اماں جان کی خبر اخبار میں پڑھ کر سخت فکر تھا۔ الحمد للہ کہ تمہارے آج کے خط سے فکر دور ہوا"۔

الغرض، حضرت مصلح موعودؓ نے ہمیشہ اپنی زندگی میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو یہ نصیحت فرمائی کہ پہلے حضرت اماں جانؓ کا خیال رکھنا ہے اور بعد میں حضورؓ کا بلکہ حضرت اماں جانؓ اور حضورؓ کے وصال کے بعد بھی ایک کشف میں آپ کو اِسی ترتیب سے خدمت بجالانے کی ہدایت فرمائی۔ اس کی تفصیل باب ششم میں بیان کی گئی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی ازواج سے حُسنِ سلوک کی تاکید

بعض رشتے فطرتاً ایسے نازک ہوتے ہیں کہ اُن میں اگر عزت اور احترام کا تعلق نہ ہو تو فساد

ہونا لازمی امر ہے۔ دنیا میں عام دستور کے برخلاف حضرت مصلح موعودؓ کی ازواج کے مابین عزت اور احترام کا رشتہ نظر آتا ہے اور اس کا credit بھی حضرت مصلح موعودؓ کو ہی جاتا ہے۔ ازواج کے درمیان انصاف کا جو عدیم المثال نمونہ حضورؓ نے پیش کیا ہے وہ بھی آپؓ نے اپنے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے ہی سیکھا تھا۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اپنی شادی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتی ہیں کہ

"یہ عمر ایسی نہیں تھی کہ مَیں اُن ذمہ داریوں کو اٹھا سکتی جو ایک امام جماعت کے ساتھ شادی ہونے سے مجھ پر عائد ہوئی تھیں اور ایک بڑے گھرانے میں جہاں پہلے تین بیویاں موجود تھیں، بچے بھی تھے، اپنے فرائض ادا کر سکتی۔ ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں حضرت فضل عمر پر جنہوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی اور میری ہمت کو پست نہ ہونے دیا۔ عام طور پر یہ نظارہ دنیا میں نظر آتا ہے کہ اگر دوسری شادی کی ہے تو پہلی بیوی بیچاری الگ تھلگ ہو جاتی ہے۔ میاں کی اس طرف توجہ ہی نہیں رہتی۔ آپ نے بڑی بیویوں کا ہمیشہ ادب کروایا۔" (گلہائے محبت صفحہ 67 تا 68)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی وفات کے بعد آپ کے نام حضرت مصلح موعودؓ کے خطوط پڑھنے کا موقع ملا جن سے حضورؓ کی عظیم الشان شخصیت پر روشنی پڑتی ہے۔ گو یہ خط میاں بیوی کی نجی زندگی کا حصہ ہیں لیکن ان میں حضورؓ کی پاکیزہ سیرت کے بہت سے پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ ان میں سے کچھ حصوں کو شائع کر دیا جائے۔

ایک مرتبہ حضور سفر پر تھے۔ حضورؓ نے اپنی ازواج کو خط لکھے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو یہ محسوس ہوا کہ دیگر ازواج کو حضورؓ نے زیادہ خط لکھے ہیں جبکہ انہیں صرف ایک خط لکھا ہے۔ آپ کے دل میں یہ احساس پیدا ہونا بالکل فطری تقاضوں کے عین مطابق تھا۔ آپ نے اس کا اظہار حضورؓ کے نام اپنے خط میں کر دیا۔ جس کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو تحریر فرمایا کہ

"It is not true that I have written more letters to others. It is true that I have written one more letter to Ummi Nasir but that was about Munawwar's marriage and then she is very ill and my

eldest wife, she lived with me in very poor circumstances very faithfully.”

(ترجمہ) یہ درست نہیں ہے کہ میں نے دوسروں (یعنی دوسری ازواج) کو زیادہ خط لکھے ہیں۔ یہ درست ہے کہ مَیں نے امّ ناصر کو ایک خط زیادہ لکھا ہے لیکن وہ منوّر کی شادی کے بارہ میں تھا اور اس لیے بھی کہ وہ بہت بیمار ہیں اور وہ میری سب سے پہلی بیوی ہیں۔ اور انہوں نے بہت مشکل حالات میں نہایت وفاداری سے میرے ساتھ گزارا کیا ہے۔

کیا اس خط کو پڑھ کر انسان کا ذہن بے ساختہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے اسوۂ مبارک کی طرف نہیں جاتا؟ جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے ہمیشہ حضرت خدیجہؓ کی خدمات اور قربانیوں کو یاد رکھا، اسی سنّت کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی نجی زندگی میں جاری کرکے دکھادیا۔ یہ خط اب پہلی مرتبہ منظرِ عام پر آرہا ہے اور حضرت مصلح موعودؓ پر ہونے والے تمام ظالمانہ الزامات کے قلع قمع کے لیے کافی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك

ایک مرتبہ حضورؓ نے آپ کو شملہ سے خط لکھا کہ حضرت امّ ناصر صاحبہ کو سانس کی تکلیف کے ساتھ ساتھ بلڈ پریشر کی تکلیف بھی ہے۔ آپ اور حضرت امّ ناصر صاحبہ اُس وقت قادیان میں تھے۔ حضورؓ نے آپ کو ہدایت فرمائی کہ "انہیں بیلاڈونا نمبر ۳ دے دو۔ دن میں تین دفعہ لیں اور Graphites کی گولیاں بنادو"۔ نیز اس خط میں حضورؓ یہ بھی لکھا کہ حضرت امّ طاہر صاحبہ کو پتّہ میں پتھری کی وجہ سے درد ہے۔

عام دنیادار خواتین کے لیے یہ بات نہایت تکلیف دہ ہو سکتی ہے کہ اس کو سوکنوں کی خدمت کے لیے نصیحت کی جارہی ہے۔ لیکن حضورؓ چاہتے تھے کہ حضورؓ کی ازواج کے درمیان بھی عزت واحترام، ہمدردی اور ایک دوسرے کے لیے قربانی کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

یہاں ایک دلچسپ واقعہ بھی بیان کرنا ضروری ہے جو مجھے ایک سے زیادہ مرتبہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ نے سنایا ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ "ایک دفعہ ابا جان نے مجھے بتایا کہ تمہارا نام صدیقہ نے رکھا تھا"۔

اس واقعہ کی تفصیل بھی حضورؓ نے صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ کو بتائی۔ جو میرے الفاظ میں

یہ کہ جب حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحب کے بیٹی ہوئی تو حضرت سیّدہ امِّ طاہر صاحبہ اُن کے پاس گئیں اور کہا کہ اس کا نام مَیں نے رکھنا ہے اور انہوں نے "امۃ المتین" نام رکھا۔ اس کے چھ ماہ کے بعد جب حضرت سیّدہ امِّ طاہر صاحبہ کے بیٹی ہوئی تو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اُن کے پاس گئیں اور کہا کہ اس کا نام مَیں رکھوں گی اور انہوں نے "امۃ الجمیل" نام رکھا۔

یہ سب حضرت مصلح موعودؓ کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا۔

حضورؓ کی اولاد کی تربیت کرنے کی تاکید

آپ سے شادی کے وقت حضرت مصلح موعودؓ کی کثیر اولاد موجود تھی جن میں بعض آپ سے عمر میں بڑے بھی تھے اور چند ہم عمر اور باقی آپ سے عمر میں کچھ ہی چھوٹے تھے۔ آپ سے شادی کے بعد حضور نے آپ کو یہ نصیحت فرمائی کہ حضورؓ کے تمام بچوں کو ایک ماں کی نظر سے دیکھنا ہے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"میری شادی 35ء میں ہوئی اُس وقت آپ کے اکثر بچے جوان تھے۔ صرف چند بچوں کا بچپن میری نظروں کے سامنے گزرا ہے۔ گو خود میری عمر شادی کے وقت چھوٹی تھی لیکن انہوں نے ہمیشہ ہی میری توجہ کو اس طرف مبذول کیا کہ تمہارا رشتہ اب ان سے بڑا ہے۔ تم نے اُنہیں اب میری نظر سے دیکھنا ہے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ مَیں جمعہ یا کسی جلسہ سے واپس آئی تھی کہ حضورؓ تشریف لے آئے۔ کہنے لگے تم گئیں تھیں لڑکیوں کو ساتھ کیوں نہیں لے کر گئیں؟ میں نے کہا کسی نے نہیں کہا کہ مَیں نے بھی جانا ہے۔ فرمایا یہ تو تمہارا کام تھا تم ان کو کہتیں کہ ان کو جانا چاہیے، وہ بچیاں ہیں۔

اُس زمانہ میں چونکہ خود اپنی عمر چھوٹی تھی کئی دفعہ غصہ آجاتا تھا کہ مَیں تو خود تربیت کی محتاج ہوں۔ اور یہ مجھ سے اُن کا خیال رکھنے کو کہہ رہے ہیں جن کی عمر مجھ سے کچھ ہی کم ہوگی۔ لیکن حقیقت میں میری بھی ساتھ ساتھ تربیت آپ کے ذریعہ سے ہو رہی تھی۔" (گلہائے محبت صفحہ 77)

اسی طرح آپ تحریر کرتی ہیں کہ

"مجھے بھی تاکید فرماتے رہتے کہ بچوں کو عربی پڑھایا کرو۔ سب سے پہلے قصیدہ یاد کرواؤ،

اُس وقت مجھے بھی یاد نہیں تھا۔ چنانچہ خود بھی ساتھ ساتھ یاد کیا اور امۃ الحکیم، امۃ الباسط اور امۃ النصیر کو یاد کروایا۔" (گلہائے محبت صفحہ 71)

صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ حضرت چھوٹی آپا نے انہیں بتایا کہ "تمہارے ابا جان کہتے ہیں کہ باچھی کو اکیلے نہ بیٹھنے دیا کرو، وہ ہنستی نہیں۔ کہنے لگیں مَیں نے کہا کہ ہمارے سامنے تو بڑا ہنستی ہے آپ کے سامنے نہیں ہنستی ہوگی۔ تو فرمانے لگے کہ نہیں ہنستی تو میرے سامنے بھی ہے، مگر تم لوگ میری نظر سے نہیں دیکھتے۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، نومبر - دسمبر 1965ء صفحہ 25)

یہ اس وقت کی بات ہے جب صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ کی والدہ حضرت سیّدہ مریم بیگم صاحبہؓ کی وفات کو کچھ عرصہ ہی ہوا تھا۔

جب حضورؓ سفر پر ہوتے تو آپ سے یہ توقع ہوتی کہ آپ بچوں کے حالات سے حضور کو باخبر رکھیں گی اور حضور کی غیر موجودگی میں ان کو حسبِ موقع نصائح بھی کرتی رہیں گی۔ ایک مرتبہ حضرت مصلح موعودؓ سندھ کے سفر پر تھے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضور کو خط لکھا۔ جس کے جواب میں حضورؓ نے آپ سے اس بات کا اظہار فرمایا کہ انہوں نے اپنے خط میں حضور کے بچوں کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ حضورؓ کے خط کا متعلقہ حصہ اور اس کا اردو ترجمہ پیش ہے۔ حضورؓ تحریر فرماتے ہیں کہ

“Well you have not mentioned my children as you never remembered them. How is Khalil? He always used to write to me but this time he has not written a line. Tell him to be steadfast in prayers & his study and not to run hither & thither aimlessly. How are Tahir &Hukmy& Basit; none of them have written to me. And Hafiz & Rafi & Anwar & Chiro & Hanif & Azhar & Wasim & Naim & Matin; blessings of all.”

(ترجمہ) تم نے مجھے اپنے خط میں میرے بچوں کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا گویا کہ تمہیں وہ یاد ہی

نہیں۔ خلیل کا کیا حال ہے؟ وہ ہمیشہ مجھے خط لکھتا تھا لیکن اس مرتبہ اس نے ایک سطر بھی نہیں لکھی۔ اسے کہو کہ نمازوں میں پابندی اختیار کرے اور پڑھائی میں بھی، اور بے مقصد اپنا وقت اِدھر اُدھر کے کاموں میں ضائع نہ کرے۔ طاہر، حکمی، اور باسط کا کیا حال ہے، انہوں نے بھی مجھے خط نہیں لکھا۔ اسی طرح حفیظ، رفیع، انور، چھیرو، حنیف، اظہر، وسیم، نعیم اور متین کا کیا حال ہے۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوں۔

اس خط پر تبصرہ کرنا اس کے مزے کو کرکرا کرنے کے مترادف ہے۔

قادیان میں آپ کا قیام حضرت اماں جانؓ اور حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ دارالمسیح قادیان میں تھا۔ کیا بابرکت اور پاکیزہ ماحول تھا اور کیا ہی پاک خیال لوگ تھے۔ ایک طرف حضورؓ اس بات کے خواہش مند تھے کہ حضورؓ کی اولاد کا بہت خیال رکھیں، ان کی تربیت کریں اور ان سے مادرانہ شفقت سے پیش آئیں لیکن دوسری طرف حضورؓ کو اس بات کا احساس تھا کہ قریبی رشتوں کو نبھانے میں بھی تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنا ضروری ہے۔

حضورؓ ایک سفر پر سندھ تشریف لے گئے ہوئے تھے اور آپ قادیان تھیں۔ حضورؓ نے آپ کو سندھ سے ایک لکھا جس میں تقویٰ کی ان باریک راہوں پر چلنے کی کن خوبصورت الفاظ میں نصیحت فرمائی۔ یہ خط بھی انگریزی میں ہے جس کا متعلقہ حصہ مع ترجمہ ہے۔ حضورؓ نے آپ کو لکھا کہ

"You have decided well to stay remain in your own house, but mother is not there & I am afraid that jealous tongues may not talk about you which may be undesirable. Take care that even our own boys do not come and visit alone with you for many people give wrong colours to innocent things & and whenever your fame is smeared once it can never be whitewashed."

(ترجمہ) تم نے اپنے ہی گھر میں رہنے کا درست فیصلہ کیا ہے۔ لیکن حضرت اماں جانؓ وہاں نہیں ہیں۔ اور مَیں نہیں چاہتا کہ کوئی حاسد تمہارے بارہ میں ایسی زبان استعمال کرے جو ناپسندیدہ ہو۔ لہٰذا احتیاط کرو کہ ہمارے اپنے بیٹوں میں سے بھی کوئی تم سے اکیلا ملنے نہ آئے۔ کیونکہ بعض لوگ معصوم

باتوں کو بھی برے رنگ میں پیش کرنے کے شوقین ہوتے ہیں۔اور ایک مرتبہ بھی تمہاری نیک نامی پر کوئی دھبہ لگ گیاتو اس دھبہ کو صاف کرنا ناممکن ہو جائے گا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی یہ کیا ہی زبردست نصیحت تھی۔اس نصیحت پر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے خوب عمل کیا اور ساتھ ساتھ اُن تمام فرائض کو بھی ادا کیا جو آپ پر بحیثیت ماں عائد تھے۔

ایف۔اے کی تکمیل

حضورؓ نے شادی کے بعد آپ کی نصرت گرلز سکول قادیان سے ایف۔اے کی تعلیم جاری رکھنے کا فیصلہ فرمایا۔1936ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایف۔اے کا امتحان پاس کیا۔

ایک مرتبہ آپ نے مجھے بتایا کہ شادی کے چند دن کے بعد ہی نصرت گرلز سکول جانا شروع کر دیا تھا۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ حضورؓ کی طرف سے ہدایت تھی میری پڑھائی میری ذمہ داریوں میں حائل نہ ہو اور یہ نہ ہو کہ حضورؓ جب گھر تشریف لائیں مَیں کتابیں کھول کر بیٹھ جاؤں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی بتایا کہ اگر مجھے اپنی پڑھائی کے سلسلہ میں کوئی مدد درکار ہوتی تو حضورؓ سے رہنمائی بھی لے لیا کرتی تھی۔

بی۔اے کی ڈگری

ایف۔اے کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے فیصلہ فرمایا کہ آپ کو بی۔اے کروایا جائے۔اُس وقت قادیان میں طالبات کے لیے یہ سہولت موجود نہ تھی۔لہذا، آپ اپنی بیٹی کو اپنے میکے میں چھوڑ کر بی۔اے کرنے کے لیے لاہور چلی گئیں۔ آپ کے ساتھ آپ کی دوست صاحبزادی امۃ الودود صاحبہ بنت حضرت مرزا شریف احمد صاحب بھی لاہور جاکر پڑھتی رہیں۔ آپ کی رہائش حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ اور ان کی اہلیہ مکرمہ سیّدہ نصیرہ بیگم صاحبہ کے پاس تھی۔مکرمہ سیّدہ نصیرہ بیگم صاحبہ آپ کی چچازاد بہن تھیں۔کچھ عرصہ آپ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے گھر بھی رہیں۔بی۔اے کا امتحان پاس کرنے کی پہلی دو کوششیں ناکام ہوئیں لیکن 1940ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔الفضل قادیان نے اس خبر کو ان الفاظ میں

شائع کیا۔

"یہ خبر نہایت خوشی اور مسرت سے سنی جائے گی کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے پنجاب یونیورسٹی سے بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔ نیز صاحبزادی امۃ الودود بیگم صاحبہ بنت حضرت مرزا شریف احمد صاحب بھی بی۔اے کے امتحان میں کامیاب ہوئیں۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین کی یہ علمی ترقی ان شاء اللہ جماعت کی مستورات کی تعلیم و تربیت کے لیے بہت مفید ثابت ہو گی۔"(الفضل قادیان، جلد28، نمبر 137، 18جون1940ء صفحہ2)

دنیا بھر میں لوگ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اس کے لیے بڑی بڑی قربانیاں بھی دیتے ہیں لیکن اس کے بدلہ میں وہ دنیاوی فوائد حاصل کرنے کی توقع بھی رکھتے ہیں۔ لیکن جس مقصد کے لیے آپ تعلیم حاصل کر رہی تھیں اُن کے بدلہ میں آپ کو کسی دنیاوی فائدہ کی توقع یا امید نہ تھی اور آپ کی تعلیم کا مقصد صرف اور صرف اسلام احمدیت اور بنی نوعِ انسان کی خدمت کرنا تھا۔

بی۔اے کی پڑھائی کے دوران بھی حضورؓ کے اور آپ کے درمیان خط و کتابت ہوتی تھی۔ علاوہ اور تربیتی امور کے ان خطوط میں حضورؓ آپ کو اپنی تعلیم پر خاص توجہ دینے کی تلقین بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک خط میں حضورؓ نے آپ کو لکھا کہ

"پڑھائی کی طرف خاص توجہ کرو خصوصاً عربی ترجمہ اور گرامر کی طرف۔ انگریزی کچھ مولوی شیر علی صاحب سے بھی پڑھ لیا کرو۔۔۔ مضمون لکھ کر درد صاحب کو دکھا لیا کرو۔"

آپ کے نام حضورؓ کے ایک خط کا متعلقہ حصہ مع ترجمہ پیش ہے۔ حضورؓ نے لکھا کہ

“I hope you are quite well. I am sorry I could not write to you earlier. I am so busy even today that I have a few minutes to write to you. I hope dear that you are giving your full attention to your studies and keeping in mind that you have to serve your God and work for the uplift of the community & keep yourself aloof from all matters giving the mischief makers any chances

to through mud. My mind is always with you and I am waiting for the day when you will return successful."

(ترجمہ) مَیں امید کرتا ہوں کہ تم بخیریت ہو گی۔ مجھے افسوس ہے کہ مَیں اِس سے قبل تمہیں خط نہیں لکھ سکا۔ مَیں آج بھی اِس قدر مصروف ہوں کہ تمہیں خط لکھنے کے لیے بڑی مشکل سے چند لمحے نکالے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم اپنی پوری توجہ پڑھائی پر صَرف کر رہی ہو گی اور یہ بات تمہارے ذہن نشین ہو گی کہ تم نے اپنے خدا کی خدمت کرنی ہے اور جماعت کی ترقی کے لیے کام کرنا ہے اور اُن تمام کاموں سے اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھو جس سے شرارت کرنے والوں کو اعتراض کا کوئی موقع ملے۔ میرا ذہن ہر وقت تمہاری طرف رہتا ہے اور مَیں اس دن کا انتظار کر رہا ہوں جب تم کامیاب ہو کر واپس لوٹو گی۔

اِن خطوط سے حضورؓ کی دلی توقعات پر روشنی پڑتی ہے جو حضورؓ نے آپ کی تعلیم سے وابستہ کی ہوئی تھیں کہ حضورؓ آپ کے ذریعہ احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت اور بہبودی کی سکیموں پر عملدرآمد کروا سکیں۔

قرآنِ کریم کی تعلیم

حضرت مصلح موعودؓ کے نزدیک احمدی خواتین کی اصل تعلیم تو قرآنِ کریم کی تعلیم ہی تھی اور اس کا اظہار آپ نے اپنے خطبات اور خطابات میں متعدد مرتبہ فرمایا ہے۔ حضورؓ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو خود قرآنِ کریم کی تعلیم دی۔ آپ تحریر فرماتی ہیں کہ

"شادی کے بعد آپ نے میری تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور خود اس میں رہنمائی فرماتے اور دلچسپی لیتے رہے۔ بی۔ اے پاس کرنے کے بعد آپ نے دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کروادیا۔ قرآنِ مجید خود پڑھانا شروع کیا لیکن سبقاً سارا نہیں پڑھا۔ سورہ مریم سے سورہ سبا تک حضور سے سبقاً قرآنِ مجید پڑھا اور چند ابتدائی پارے اور آخری دو پارے۔ شروع میں ہمیں گھر پر پڑھانا شروع کیا تھا۔ مجھے، عزیزہ امۃ القیوم سلمہا، عزیزم مبارک احمد اور عزیزم منوّر احمد کو پڑھاتے تھے۔ آہستہ آہستہ دوسرے لوگوں کی خواہش پر پھر وہ باقاعدہ درس کی صورت اختیار کر گیا اور تفسیرِ کبیر کی صورت میں

شائع بھی ہو چکا ہے۔ اتنا پڑھا کر پھر کبھی سبقاً نہیں پڑھایا۔ ہاں عورتوں میں بھی اور مردوں میں بھی جو درس ہوتا تھا وہ سنتی تھی اور با قاعدہ نوٹ لیتی تھی۔ جو بعد میں حضورؓ ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔ نوٹ لینے کی عادت بھی آپ نے ہی ڈالی۔ جب درس ہوتا تو آپ فرماتے ایک ایک لفظ لکھنا ہے بعد میں مَیں دیکھوں گا۔۔۔ قرآنِ مجید پڑھاتے ہوئے بھی اس بات پر زور دیتے تھے کہ خود غور کرنے کی عادت ڈالو۔ اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تب پوچھو۔" (گلہائے محبت صفحہ 18 تا 19)

حضرت مصلح موعودؓ کے اندازِ تعلیم قرآن کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"اکثر ایسا ہوتا کہ قرآنِ مجید پڑھتے پڑھتے کہنا اچھا بتاؤ اِس آیت کا کیا مطلب ہے! مَیں نے جو سمجھ آتی کہہ دینا یا کہہ دینا پتہ نہیں آپ بتائیں تو پھر کہنا کہ یہ نیا نکتہ سُوجھا ہے اور اِس آیت کے یہ نئے مطالب ذہن میں آئے ہیں۔ جب حضور نے تفسیرِ کبیر کی سورۃ یونس سے سورۃ کہف تک والی تفسیر لکھی اور وہ پہلی جلد شائع ہوئی تو فرمانے لگے کہ اسے پڑھو مَیں تمہارا امتحان لوں گا۔ مَیں نے کہا اچھا لیکن یہ اتنی موٹی کتاب ہے اگلے سال امتحان لے لیں اتنا وقت تو یاد کرنے کے لیے چاہیے۔ کہنے لگے نہیں صرف ایک ماہ۔ اگر زیادہ مہلت دی تو تم کبھی بھی نہیں پڑھو گی یہ خیال ہو گا کہ چلو بڑا وقت پڑا ہے پڑھ لوں گی۔ پڑھنے کا یہ مطلب نہیں کہ زبانی یاد کرو بلکہ شروع سے آخر تک بس پڑھ جاؤ۔ خود ہی ذہن نشین ہو جائے گا۔ جب مَیں نے بہت اصرار کیا تو کہنے لگے کہ اچھا ڈھائی (اڑھائی) مہینے۔ خیر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا ڈھائی (اڑھائی) ماہ میں مَیں نے اسے ختم کر لیا اور آپ نے زبانی دو تین سوال پوچھ کر میرا امتحان لیا اور اللہ تعالیٰ نے عزت بھی رکھ لی کہ جواب آ گئے۔" (گلہائے محبت صفحہ 29)

حدیث کی تعلیم

قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ صحیح بخاری کا درس دیتے تھے جو حضرت امِّ طاہر صاحبہ کے گھر میں ہوا کرتا تھا۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں بھی جب حضورؓ پہاڑوں کی سیر پر جاتے تو حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ ان دروس میں شامل ہوتیں۔ تجرید بخاری تو آپ کے ایم۔اے کے کورس میں بھی شامل تھی۔

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب اِس زمانہ کے لیے قرآنِ کریم کی مستند ترین تفسیر کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کا مطالعہ ہر احمدی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنی کتب پڑھنے کی طرف بہت توجہ دلائی ہے اور بعض کتب کا حضورؑ نے خود امتحان بھی لیا ہے۔ خلفاء سلسلہ بھی ہمیشہ سے کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطالعہ کی تلقین فرماتے آئے ہیں۔ کیونکہ

"زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ پر بہت زور دیا ہے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضور کے زیرِ تربیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ شروع کیا اور اس وقت مختلف جماعتی فورمز کے تحت ہونے والے امتحانات برائے مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آپ شریک ہوتی رہیں۔

جب آپ کی شادی ہوئی تو اُس وقت نظارت تعلیم وتربیت اور مجلس خدام الاحمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ کا جائزہ لینے کی غرض سے امتحانات لیا کرتے تھے

6 جولائی 1941ء کو مجلس خدام الاحمدیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب "توضیح المرام" کا امتحان لیا، جس میں 87 خواتین نے شرکت کی۔ اس امتحان میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے 50/45 نمبر حاصل کیے اور آپ خواتین میں اوّل اور تمام شرکا امتحان میں دوم رہیں۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اوّل صفحہ 486)

اسی طرح 30 نومبر 1941ء کو نظارت تعلیم وتربیت نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا امتحان لیا۔ اس امتحان میں 18 خواتین شامل ہوئیں۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے 100/82 نمبر حاصل کیے اور آپ نے تمام مرد وخواتین میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔

26 اپریل 1942ء کو مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی کتب "برکات الدعاء" اور "تجلیاتِ الٰہیہ" کا امتحان لیا گیا جس میں اکتیس (31) خواتین کامیاب ہوئیں۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے 50/49 نمبر حاصل کیے اور آپ امتحان میں اوّل رہیں۔

کچھ عرصہ کے بعد احمدی خواتین اور بچیوں کے لیے لجنہ اماء اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے امتحانات لینے شروع کر دیئے تھے۔

الغرض حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زیرِ تربیت آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ کا ایسا شوق پیدا ہو گیا کہ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ آپ کی زندگی کا حصہ رہا۔

دیگر دینی علوم کی تعلیم

قرآنِ کریم، حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ کے علاوہ دیگر علوم کا شوق بھی حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے دل میں پیدا فرمایا۔

اس بارہ میں حضورؓ کا ذکر کرتے ہوئے آپ تحریر کرتی ہیں کہ

"عربی صرف و نحو بھی ساتھ ساتھ پڑھاتے تھے۔ پہاڑ پر جب گرمیوں میں جاتے بچوں کو گرمیوں کی تعطیل ہوتی تھیں ہر سال ہی کچھ نہ کچھ پڑھایا کرتے۔ ڈلہوزی میں کئی دفعہ عربی صَرف و نحو، حدیث اور قرآنِ مجید مجھے پڑھانا یاد ہے۔ کبھی خود نہ پڑھا سکتا تو مجھے کہنا لڑکیوں کو پڑھایا کرو۔ ایک دفعہ مجھے کہا کہ بچیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قصیدہ یاد کرواؤ۔ پڑھانے کا طریق بڑا ہی عجیب تھا۔ نہایت آسان طریق پر کہ پڑھنے والا سمجھتا اس سے زیادہ آسان کوئی سبق ہی نہیں۔ آج تک وہ پڑھا یاد ہے۔ خصوصاً عربی صرف و نحو کا پڑھانا تو آپ پر ختم تھا۔ مَیں نے آج تک اس طریق سے کسی کو پڑھاتے نہیں دیکھا۔" (گلہائے محبت صفحہ 81)

مجلسِ تعلیم کے امتحان میں کامیابی

حضرت مصلح موعودؓ نے 1931ء میں ایک کمیشن نصرت گرلز سکول کی اصلاح کے ذرائع پر غور کرنے کے لیے مقرر فرمایا تھا جس کی رپورٹ مجلسِ شوریٰ 1931ء میں بھی پیش ہوئی اور حضور

نے اس مجلسِ شوریٰ میں اس اہم مسئلہ پر مشاورت فرمائی۔ اس مشاورت کے نتیجہ میں ایک اور کمیشن بھی قائم فرمایا اور اس مسئلہ پر مزید غور و فکر فرمایا۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"حضرت امیر المؤمنین نے بہت سا وقت دے کر اور ممبران سے تبادلۂ خیال کر کے فیصلہ جات فرمائے۔ ان کے نتیجہ میں مندرجہ ذیل اصلاحات کی گئیں:

1۔ دینیات کی تعلیم کا وقت بڑھا کر ایک دینیات کی مخصوص استانی کا عملہ میں اضافہ کیا گیا۔

2۔ سکول کا نصاب بجائے دس سال کے گیارہ سال کر دیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی توجہ سے نصرت گرلز سکول میں میٹرک کے ساتھ ساتھ اپریل 1936ء میں دینیات کلاسز بھی کھول دی گئیں، جن میں مڈل یا میٹرک پاس طالبات داخل ہوتی تھیں۔

شروع میں چار سال کا نصاب تھا۔ اس نصاب میں قرآنِ مجید با تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخِ اسلام، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام، عربی، انگریزی، سلائی، خانہ داری اور ابتدائی طبّی امداد کی تعلیم دی جاتی تھی۔ لیکن بعد میں یہ نصاب چھ سال کا کر دیا گیا۔ ہر دو سال بعد امتحان ہوتا تھا۔ پہلے دو سال کے بعد ممہدہ، پھر چار سال کے بعد عالمہ اور چھ سال بعد علیمہ کی سند ملتی تھی۔ یہ دینیات کا کالج ہجرت تک جاری رہا اور ایک معقول تعداد لڑکیوں کی اس میں علیمہ پاس کر کے فارغ ہوئی۔" (تاریخِ لجنہ اماء اللہ جلد اوّل۔ صفحہ 323)

حضرت مصلح موعودؓ کی منظوری سے 1943ء میں دینیات کلاسز کے آخری امتحان لینے کے لیے "مجلسِ تعلیم" کی تشکیل کی گئی جو "احمدیہ یونیورسٹی" کی جانب پہلا قدم تھا۔ اس مجلس کے پہلے صدر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تھے۔ (الفضل قادیان، جلد 31، نمبر 43، 19 فروری 1943ء صفحہ 3)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"ہر دو سال کے بعد مجلسِ تعلیم امتحان لے کر سند دیتی تھی۔ چنانچہ اس سال (یعنی 1943ء) کا آخری امتحان درجۂ رابعہ کا عاجزہ مریم صدیقہ، عابدہ خاتون بنت چوہدری ابو الہاشم صاحب اور حمیدہ بیگم صاحبہ نے پاس کیا اور درجۂ ثانیہ کا امتحان امۃ الہادی صاحبہ، امۃ العزیز صاحبہ

اور امۃ الرشید صاحبہ نے پاس کیا۔ درجۂ ثانیہ میں اوّل امۃ الرشید بیگم صاحبہ اور درجۂ رابعہ میں عاجزہ (مریم صدیقہ)" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اوّل صفحہ 534)

جرمن زبان سیکھنے کی تاکید

بی۔اے کی پڑھائی کے دوران حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو جرمن زبان سیکھنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔ جرمن ماہرینِ السنہ نے عربی لٹریچر پر بہت تحقیق کی ہوئی تھی جو جرمن زبان میں تھی اور شاید اسی خیال کے تحت حضورؓ نے آپ کو جرمن زبان سیکھنے کی تاکید فرمائی تھی۔

مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب نے مجھے بتایا کہ خود حضرت مصلح موعودؓ نے بھی کسی حد تک جرمن زبان سیکھی ہوئی تھی۔ اِس بات کی تصدیق حضورؓ کے بعض خطوط سے بھی ہوتی ہے جن میں حضورؓ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو جرمن زبان میں مخاطب فرمایا تھا۔

تقریر کرنا سکھانا اور مضمون نگاری کی تاکید

آپ کی شادی کے بعد جلسہ سالانہ قادیان کا انعقاد حسبِ معمول دسمبر 1935ء میں ہونا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ سے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ آپ اِس جلسہ پر مستورات کے جلسہ میں تقریر کریں۔ آپ کی عمر سترہ سال سے کچھ ہی اوپر تھی اور اِس سے قبل آپ نے کبھی تقریر نہ کی تھی۔ یہ صورتحال آپ کے لیے چیلنج بن گئی اور آپ نے حضورؓ سے عرض کیا کہ حضورؓ تقریر لکھ دیں تو آپ پڑھ دیں گی۔ حضورؓ ایسی بات کہاں ماننے والے تھے۔ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ آپ تقریر لکھنا اور کرنا سیکھیں۔

اس بارہ میں آپ تحریر کرتی ہیں کہ

"تقریر کرنا آپ نے خود سکھایا۔ میری شادی کے بعد جو پہلا جلسہ سالانہ یا غالباً دوسرا تھا آپؓ نے مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مَیں بھی جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریر کروں۔ مَیں نے اِس سے قبل کبھی تقریر کیا مضمون بھی لکھ کر نہیں پڑھا تھا۔ مَیں نے عرض کی کہ آپ لکھ دیں میں پڑھ دوں گی۔ فرمایا یہ غلط ہے اِس طرح کبھی تمہیں تقریر کرنی نہیں آئے گی۔ اس موضوع پر میں تمہارے سامنے تقریر کرتا ہوں تم غور سے سنو ضروری حوالہ جات وغیرہ نوٹ کرو اور پھر انہی نوٹوں

کی مدد سے تم تقریر کرو میں سنوں گا۔ غرض آپؓ نے اس موضوع پر جو اَب مجھے یاد نہیں رہا تقریر فرمائی۔ اور پھر جو میں نے آپ کی تقریر کے نوٹ لیے تھے وہ دیکھے۔ اُن میں اصلاح فرمائی اور اُن پر از سَر نَو مضمون تیار کر کے تقریر کرنے کے لیے کہا۔ چنانچہ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ اِس طرح آہستہ آہستہ مشق ہوتی گئی۔ "(گلہائے محبت صفحہ 19)

اس کے علاوہ حضرت مصلح موعودؓ نے مضمون لکھنے کی طرف بھی آپ کی توجہ مبذول فرمائی۔ آپ نے مجھے کئی بار یہ بتایا کہ حضورؓ فرمایا کرتے تھے کہ مضمون لکھنے چاہییں کیونکہ تقاریر تو ہوا میں اُڑ جاتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اس نصیحت پر بھی آپ نے عمر بھر عمل کیا۔ آپ کا پہلا مضمون 1939ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خلافت جوبلی کے موقع پر "الحکم قادیان" میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کا عنوان "حضرت امیر المؤمنین کے احسانات طبقۂ نسواں پر" تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر تربیت

حضرت مصلح موعودؓ نے شادی کے فوراً بعد سے ہی آپ سے اپنے قلمی کاموں میں مدد لینا شروع کر دی تھی۔ اور ان کاموں کو حضورؓ کی مرضی کے مطابق کرنے کے لیے حضورؓ باقاعدہ رہنمائی فرماتے تھے۔ حضورؓ کی خواہش کے مطابق مضامین، دروس، تقاریر اور تفسیر کی املا کرنا اور خطوط لکھنا اور ان کی نقول تیار کرنا و دیگر امور شامل تھے۔ حضورؓ آپ سے اپنے کشف و رؤیا بھی لکھواتے تھے۔

لجنہ اماء اللہ کے کاموں کی تربیت

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ نے بی۔اے تک تعلیم مکمل کی اور آپ واپس قادیان آ گئیں تو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ کو خدمتِ دین کی تربیت بھی دینا شروع کی۔ 1940ء میں بی۔اے مکمل ہونے پر آپ نے لجنہ اماء اللہ میں خدمت کا آغاز کیا۔ 1942ء میں حضرت سیّدہ امّ طاہرؓ صاحبہ کے صدر لجنہ منتخب ہونے پر آپ کو لجنہ اماء اللہ کا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ اُس وقت سے لے کر آخر تک آپ کو لجنہ اماء اللہ کے کاموں میں حضرت مصلح موعودؓ کی براہِ راست رہنمائی حاصل رہی۔

گو حضورؓ نے خود آپ کو بی۔اے کرنے کے لیے لاہور بھجوایا تھا لیکن اس دوران بھی حضورؓ کی آپ سے یہی توقع تھی کہ آپ اپنا وقت حصولِ تعلیم کے ساتھ ساتھ خدمتِ دین میں صرف کریں

گی۔اس بات کا اظہار حضورؓ نے آپ کے نام خط میں ان الفاظ میں فرمایا کہ

"Only thing which weighs upon my mind is that you do not give sufficient attention to community's affairs."

(ترجمہ) یعنی صرف ایک چیز میرے ذہن میں خلش پیدا کرتی ہے کہ تم جماعتی کاموں پر پوری توجہ نہیں دیتی۔

حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ اپنی تعلیم و تربیت کے بارہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ خود تحریر کرتی ہیں کہ

"شروع شروع میں غلطیاں بھی ہوئیں، کوتاہیاں بھی ہوئیں لیکن **آپؓ کی تربیت اور سکھانے کا بھی عجیب رنگ تھا۔ آہستہ آہستہ اپنی مرضی کے مطابق ڈھالتے چلے گئے۔**" (گلہائے محبت صفحہ 18)

انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب

اللہ تعالیٰ کے حضور قربانیوں میں مالی قربانی کی ایک خاص اہمیت ہے اور قرآنِ کریم میں اس کا متعدد بار ذکر آتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے قیام سے ہی افرادِ جماعت کو انفاق فی سبیل اللہ کی نصیحت کی جاتی رہی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام اور آپ کے خلفاء حسبِ موقع اس کی تلقین فرماتے رہے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے دَورِ خلافت میں جماعت احمدیہ کے مالی نظام کو منظّم اور مستحکم بنیادوں پر استوار فرمادیا تھا۔ انفاق فی سبیل اللہ میں حضورؓ کا اپنا عملی نمونہ بے مثال تھا اور اپنی ازواج اور اولاد سے بھی حضورؓ کی یہی توقع تھی۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"چندہ کی تحریک کرنی تو اس بات کا خیال رکھنا کہ سب بچے وغیرہ کتنا کتنا چندہ لکھواتے ہیں۔ اگر کسی نے کم لکھوانا تو اس کو متوجہ کرنا کہ تم اس سے زیادہ قربانی کر سکتے ہو یا کسی نے چندہ لکھوا کر ادائیگی میں دیر کرنی تو ماؤں سے کہنا کہ تم بچوں کو توجہ دلاؤ۔

جب حضورؓ نے تحریکِ جدید شروع کی تو شروع میں تحریکِ جدید کا اعلان صرف تین سال

کے لیے فرمایا تھا۔ لوگوں نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر قربانی دی تھی۔ تین سال کے بعد آپ نے اسے دس سال کے لیے بڑھا دیا اور فرمایا کہ اگر کوئی چاہے تو تیسرے سال کے وعدہ سے چوتھے سال کا وعدہ کم کر سکتا ہے۔ لیکن آئندہ ہر سال اس وعدہ میں اضافہ کرتا جائے۔ میں نے کچھ حالات کی تنگی کے باعث اس سال کا وعدہ کم کر دیا۔ آپ نے مجھے لکھا کہ بے شک اجازت میں نے دی تھی لیکن تم سے میں یہ امید نہیں رکھتا تھا کہ کم کر دو گی۔ جتنا میں تمہیں جیب خرچ دیتا ہوں اتنے میں بعض لوگ اپنے بیوی بچوں کا خرچ چلاتے ہیں (اس زمانہ میں حضورؓ ہمیں پندرہ روپے ماہوار بطور جیب خرچ دیتے تھے) اس واقعہ کے بیان کرنے سے میری یہ غرض ہے کہ کس طرح آپ کو خیال تھا کہ جس طرح آپ اسلام کی خاطر تن من دھن قربان کر رہے ہیں آپ کی بیویاں اور بچے بھی اِسی طرح اسلام کی خاطر ہر ممکن قربانی کریں۔" (گلہائے محبت۔ صفحہ 55 تا 56)

احمدی طالبات کو پڑھانے کی ترغیب

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ نے تحریر کیا کہ آپ کو نصرت گرلز سکول قادیان میں بچیوں کو پڑھانا چاہیے۔ آپ نے حضورؓ سے رہنمائی طلب کی۔ حضورؓ کا جواب مع اردو ترجمہ پیش ہے

"You have written about the letter of M. G. Farid. Yes it will be good if you teach in school. You have derived benefit from the school & you should do your best to repay the debt & you will be able to look after your little girls in addition."

(ترجمہ) تم نے ملک غلام فرید صاحب کے خط کے بارہ میں لکھا ہے۔ ضرور، یہ تو بہت اچھا ہو گا کہ تم سکول میں پڑھاؤ۔ تم نے سکول سے استفادہ کیا ہے اور چاہیے کہ اس کا بدلہ اتارنے کے لیے تم اپنی بہترین کوشش کرو۔ مزید یہ کہ اس طرح تم اپنی چھوٹی بچیوں کی نگرانی بھی کر سکو گی۔

ہومیو پیتھی کی تعلیم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سنت مبارکہ تھی کہ آپ قادیان کے غرباء کے علاج کے

لیے مختلف قسم کی ادویات منگوا کر رکھا کرتے تھے تا کہ ضرورتمند انسانیت کی خدمت کی جاسکے۔ اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی مختلف طریق ہائے علاج کو زیرِ استعمال لاتے تھے۔ جن میں ہومیو پیتھی اور دیسی طریقِ علاج بھی شامل ہیں۔ حضورؓ نے آپ کو بھی ہومیو پیتھی پڑھائی تھی تا کہ آپ مستورات کا علاج کر سکیں۔

چنانچہ آپ تحریر کرتی ہیں کہ

"مجھے بھی کچھ عرصہ آپ نے ہومیو پیتھک پڑھائی تھی۔ اکثر مستورات دوائی لینے آتی رہتیں ان کی علامات توجہ سے سنتی دوائی بتاتی۔ بعض دفعہ مصروف ہوتے تو مجھے ارشاد ہوتا کہ سب علامات نوٹ کرو پھر کتاب میں سے دوائی دیکھ کر مجھ سے مشورہ کر لو۔" (گلہائے محبت صفحہ 83)

قدیمی احمدیوں کے احترام کی تلقین

حضرت مصلح موعودؓ کو خاص طور پر صحابہؓ اور پرانے خدمت گزاروں کی عزت اور احترام اور دلداری کا بہت خیال رہتا تھا اور یہی آپؓ کی اپنے قریبیوں سے توقع تھی اور یہی تربیت حضورؓ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو دی۔

آپ تحریر کرتی ہیں کہ

"قادیان کا ذکر ہے میری شادی کے شائد ایک سال بعد کا، حضور نماز پڑھ کر مسجد سے آرہے تھے حضرت اماں جان کے صحن میں کسی گاؤں کی ایک بوڑھی عورت آپ کے انتظار میں کھڑی تھی آپ آئے تو اس نے بات شروع کر دی جیسا کہ گاؤں کی عورتوں کا قاعدہ ہے کہ لمبی بات کرتی ہیں۔ اس نے خاصی لمبی داستان سنانی شروع کر دی حضور کھڑے ہوئے توجہ سے سنتے رہے میری طبیعت خراب تھی میں کھڑی نہ رہ سکی پاس تخت پر بیٹھ گئی جب وہ عورت بات ختم کر کے چلی گئی تو آپ نے فرمایا کہ تم کیوں بیٹھ گئی تھیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی ماننے والوں اور قربانی کرنے والوں میں سے ہیں۔ مَیں تو اُس کے احترام کے طور پر کھڑا ہو گیا اور تم بیٹھ گئی۔ مَیں نے بتایا کہ میری طبیعت بہت خراب تھی آپ نے فرمایا طبیعت خراب تھی تو تم چلی جاتیں۔" (گلہائے محبت صفحہ 37)

اکرامِ ضیف کی تلقین

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ ہمیشہ یہ بتایا کرتی تھیں کہ حضورؓ مہمان نوازی کے بارہ میں بہت حساس تھے اور مہمانوں کی دلداری اور ان کے آرام کا خیال رکھنے کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ آپ کی ازواج اور اولاد بھی حضورؓ کے طریق پر ہی اکرامِ ضیف کی طرف توجہ کریں اور خود تکلیف اٹھا کر مہمانوں کو آرام پہنچائیں۔

خطوط میں باقاعدگی اختیار کرنے کی تاکید

یہ عنوان شاید عجیب اور بے جا معلوم ہو کیونکہ میاں بیوی ایک دوسرے کو خط لکھا ہی کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود حضرت مصلح موعودؓ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو حضورؓ کو اسفار میں باقاعدگی سے خطوط لکھنے اور سارے ماحول سے باخبر رکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ حضورؓ کے اکثر خطوط میں شروع میں چند فقرات اسی تاکید میں لکھے ہوتے تھے۔ حضورؓ کی اس تربیت کے نتیجہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے خود خطوط لکھنے یا خطوط کے جواب دینے میں ایسی غیر معمولی صلاحیت پیدا کر لی تھی کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اور اس ذریعہ سے اپنے عزیزوں کے علاوہ احمدی خواتین و حضرات سے مسلسل رابطہ میں رہتی تھیں اور اپنے خطوط کے ذریعہ احمدیوں کے دکھ سکھ میں شریک ہوتی تھیں۔

آپ خود بھی جب مجھے خط لکھتیں تو خط کے شروع میں خط نہ لکھنے کے بارہ میں اسی طرح استفسار کرتیں جیسا کہ حضورؓ آپ سے فرمایا کرتے تھے۔ اس کی مثالیں آپ کے خطوط کے نمونہ میں ملیں گی جو اس کتاب کے دوسرے حصہ میں شامل کیے گئے ہیں۔

ایم۔اے عربی

ہجرت کے بعد ابھی جماعت احمدیہ کا نیا مرکز قائم نہیں ہوا تھا اور لاہور میں ہی قیام تھا۔ ان مشکل حالات کے باوجود حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو ایم-اے عربی کرنے کا موقع مل گیا۔

آپ تحریر کرتی ہیں کہ

"خود مَیں نے بھی ایم۔اے عربی ہجرت کے بعد کیا تھا، صرف سات ماہ کی پڑھائی کے بعد

امتحان دیا۔اس امتحان دینے کا حوصلہ بھی آپ نے مجھ میں پیدا کیا۔1940ء میں مَیں نے بی۔اے کیا تھا پڑھائی چھوڑ کر دوبارہ شروع کرنی بہت مشکل ہوتی ہے۔1947ء میں لاہور کے قیام میں لجنہ کے کسی کام کے سلسلہ میں بعض بچیاں ملیں جو ایم۔اے عربی فائنل کی تھیں۔ان کی کتب دیکھیں تو مجھے بہت آسان لگیں۔مَیں نے حضرت فضلِ عمر سے ذکر کیا تو آپ فرمانے لگے پھر یہاں لاہور رہتے ہوئے تم بھی امتحان دے دو۔کتب ملتی نہیں تھیں یونیورسٹی لائبریری سے قاضی محمد اسلم صاحب مرحوم کے ذریعہ سے لے کر ان کی نقلیں کروا کے دیں اور جہاں سے کوئی بات سمجھ نہ آتی آپ خود سمجھا دیتے۔"(گلہائے محبت صفحہ 74)

لاہور کے قیام کے دوران آپ کو بعض مضامین پڑھانے کے لیے بعض اساتذہ آتے تھے اور روزانہ تقریباً چار گھنٹے اس کام میں صَرف ہوتے تھے۔مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب جو آپ کے چچازاد بھائی ہیں نے مجھ سے بیان کیا کہ اُن اساتذہ میں ایک غیر احمدی استاد بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو پڑھانے آیا کرتے تھے اور جب تک وہ پڑھاتے رہتے مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب بھی وہیں بیٹھتے تھے۔

1948ء میں حضرت مصلح موعودؓ کوئٹہ دورہ پر تشریف لے گئے۔آپ بھی ساتھ تھیں لیکن آپ کو ایم۔اے کا امتحان دینے کے لیے لاہور واپس آنا پڑا۔حضورؓ اُس وقت کوئٹہ میں ہی تھے۔کوئٹہ سے حضورؓ نے آپ کو خط تحریر فرمایا جس میں آپ کے امتحانات کے بارہ میں فکرمندی کا اظہار فرمایا اور لکھا کہ

"تمہارے دونوں خط اور تار مل گئے ہیں۔افسوس کہ تم نے پرچہ کے بعد تار نہ دی کہ پرچہ کیسا ہوا۔کیا پرچہ تھا؟ محنت سے کام کرو۔اب کہیں محنت ضائع نہ ہو۔فسٹ آؤ۔میں دعا کر رہا ہوں۔
میجر شوکت محمود احمد کو کل ظالموں نے احمدیت کی وجہ سے شہید کر دیا اخبار الفضل میں پڑھ لیا ہو گا۔چونکہ تمہارا امتحان یکم کو ختم ہونا ہے اس لیے اب ہم ستمبر کے شروع میں آجائینگے۔کوئٹہ پھر دیکھ لینا۔۔۔ متین اچھی ہے۔"

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے ایم۔اے عربی کا امتحان اکتوبر 1948ء میں 313 نمبر حاصل کر کے سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔(الفضل لاہور، جلد2، نمبر236، 19اکتوبر1948ء صفحہ 4)

اسلام احمدیت کے لیے سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار کرنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد اسلام کے احیاءِ نو کا کام کیا ہے جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کے خلفاء کے ذریعہ انجام پذیر ہے۔ اس کام کو انجام دینے کے لیے ذاتی قربانی کی ضرورت ہے اور اس کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضورؑ کے خلفاء کی تحریرات میں بارہا ملتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ سے شادی ہی اس غرض سے کی تھی کہ آپ دین کی خدمت کو اپنا نصب العین بنائیں گی۔

حضرت مصلح موعودؓ اپنے قریبیوں سے یہی توقع رکھتے تھے اور اسی کی تعلیم دیتے تھے کہ وہ اپنے نفس کی قربانی کریں اور اپنی جان، مال اور عزت غرض سب کچھ دین کی خاطر قربان کرنے کے لیے تیار رہیں۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"حضرت اباجانؓ کی وقتِ رخصت نصیحت اور شادی کے معاً بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آرزو دونوں نے مل کر سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور زندگی کا نصب العین صرف اسلام کی خدمت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت اور اطاعت بن کر رہ گیا۔" (گلہائے محبت صفحہ 18)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی زندگی اس بات کا عملی ثبوت ہے۔

آپ کی تعلیم کے بارہ میں مکرم میاں محمد ابراہیم جمونی صاحب کا ایک نوٹ

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ایم۔اے عربی مکمل کرنے پر آپ کے استاد مکرم و محترم ماسٹر میاں محمد ابراہیم جمونی صاحب نے ایک مختصر مگر جامع نوٹ الفضل لاہور میں بعنوان

"حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سَلَّمَهَا رَبُّهَا کی ایم۔اے میں کامیابی پر"

تحریر کیا۔ اس نوٹ میں مکرم ماسٹر میاں محمد ابراہیم جمونی صاحب نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی دینی و دنیاوی تعلیم و تربیت کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ آپ تحریر کرتے ہیں کہ

"احبابِ کرام حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سَلَّمَهَا رَبُّهَا حرمِ ثالث حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایم۔اے میں سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہونے

کی خوشکن خبر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ مسلمانوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ مستورات بہت ہی کم ہیں۔ اور عربی میں ایم۔اے پاس کرنے والی عورتیں تو شاذ کا حکم رکھتی ہیں۔ عربی امّ الالسنہ ہے۔ قرآنِ کریم عربی زبان میں نازل ہوا۔ احکامِ شریعت، علمِ حدیث اور دیگر علومِ دینیہ تمام عربی لباس میں ملبوس ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں میں عربی پڑھنے اور پڑھانے کو جذبہ بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ حضرت مریم صدیقہ سَلَّمَهَا رَبُّهَا نے ایف۔اے کے امتحان تک اپنے لائق اور علم دوست باپ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ (ریٹائرڈ سول سرجن) کی تربیت میں تعلیم حاصل کی۔ اور حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے عقدِ نکاح ہو جانے پر براہِ راست حضرت امام ایدہ اللہ کی نگرانی میں اپنی دینی و دنیاوی تعلیم کی تکمیل کی۔ بی۔اے پاس کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء کرام اور سلسلہ کے دیگر بزرگوں کی تصانیف پر عبور حاصل کیا۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے متعلق متعدد امتحانات پاس کیے اور بعض میں نمایاں طور پر کامیابی حاصل کی۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ یا حضور کی نگرانی میں قرآنِ کریم اور احادیث کا مفصل مطالعہ کیا۔ اور حضور اور کے مقرر کردہ اساتذہ سے استفادہ کر کے دینی علوم میں دسترس حاصل کی۔ ان علمی مشاغل کے علاوہ جماعتی امور مثلاً لجنہ اماء اللہ میں قابل قدر کام کیا اور بحیثیت جنرل سیکرٹری عورتوں کے اس واحد قومی ادارہ کو منظّم، مضبوط اور مفید بنایا۔ اس کے علاوہ (میرے ذاتی علم کے مطابق) متعدد امور کی سرانجام دہی میں جن کی طبعاً ایک تعلیم یافتہ اور معتمد علاوہ رفیقۂ حیات سے ایک مصروفِ کار، ذمہ وار، فرض شناس، قابلِ رشک و فخر خاوند کو امید ہو سکتی ہے۔ حضور کے فرائض کی ادائیگی میں ذمہ دارانہ طور پر حضور کا ہاتھ بٹایا۔ اس قدر مصروفیت کے باوجود گنتی کے مہینوں میں ایم۔اے کا کورس پورا کر کے کامیابی حاصل کر لینا یقیناً آپ کی خداداد ذہانت اور فرض شناسی پر دالّ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کامیابی کو آپ کے لیے، حضرت امیر المؤمنین اور آپ کے خاندان کے لیے بلکہ تمام جماعت کے لیے جن کی بہبودی اور بہتری حضور اور حضور کے اہلِ بیت کے ہر وقت مدِّ نظر ہے جن کا ہر بظاہر ذاتی اور انفرادی فعل بھی دراصل جماعتی اور ملّی حیثیت رکھتا ہے مبارک کرے۔ اور حضور کو آپ کی ذات سے جو توقعات ہیں خدا تعالیٰ ان کو پورا کرنے کا سامان پیدا کرے۔ آمین

آپ کی ایم۔اے میں جو کسی مضمون کا اعلیٰ ترین امتحان ہے کامیابی سے اسلامی شعار پر ایک اعتراض بھی دور ہوتا ہے اور وہ یہ کہ عام طور پر نام نہاد آزادی کے دلدادہ یہ کہا کرتے ہیں کہ عورتیں پردہ کرتے ہوئے علم حاصل نہیں کر سکتیں اور اس طرح ایک بہت بڑی نعمت سے محروم رہتی ہیں۔ایسے آزاد خیال طبقہ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت ممدوحہ نے ایم۔اے تک کی ڈگری اساتذہ سے باپردہ رہتے ہوئے حاصل کی ہے۔اور اپنی کامیابی سے ثابت کر دیا ہے کہ پس پردہ بیٹھ کر اساتذہ سے پڑھنا اعلیٰ تعلیم کے راستہ میں ہرگز حائل نہیں ہوتا۔کاش کے ہماری مسلمان بہنیں جو پردہ کو خواہ مخواہ مطعون کرتی رہتی ہیں اس نیک مثال سے ہی سبق سیکھیں۔

سیّدہ امِّ متین سَلَّمَهَا رَبُّهَا کے ساتھ دو اور احمدی بہنیں بھی ایم۔اے میں کامیاب ہوئی ہیں۔اُن کی کامیابی بھی نہ صرف اُن کی ذات کے لیے بلکہ جماعتی طور پر بھی ہمارا وقار بڑھانے کا موجب ہوئی ہے۔ہماری جماعت کی تعداد کے پیشِ نظر تین معزز مستورات کا ایم۔اے پاس کر لینا یقیناً قابلِ ستائش ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب کی کامیابی کو خیر و برکت کا موجب بنائے۔آمین۔" (الفضل لاہور، جلد2، نمبر246، 30اکتوبر1948ء صفحہ6)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے عربی میں ایم۔اے کی ڈگری حاصل کرنے کے نتیجہ میں آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی احمدی خواتین کی بہبودی کی سکیم کی تکمیل میں بہت مدد ملی۔فالحمد للہ علیٰ ذالك

باب پنجم(5)

حضرت اماں جانؓ سے فیض یابی اور خدمت

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی شادی ایک نہایت مقدس خاندان میں ہوئی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس خاندان کی سب سے معزز اور مقدس ہستی حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ تھیں۔ آپ کے روحانی مقام کے پیشِ نظر افرادِ جماعت احمدیہ آپ کو حضرت اماں جانؓ کے نام سے ہی یاد کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصال کے بعد آپ دارالمسیح قادیان میں ہی رہائش پذیر تھیں اور آپ کی ذات اس بابرکت گھر میں مرکزی حیثیت رکھتی تھی۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ جب شادی کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کے گھر آئیں تو آپ کا حضرت اماں جانؓ کے ساتھ پھوپھی بھتیجی کے علاوہ ساس بہو کا رشتہ بھی قائم ہو گیا۔ آپ کے خون میں حضرت اماں جانؓ کی جو محبت رچی بسی تھی وہ دوچند ہو گئی۔ مزید برآں حضرت مصلح موعودؓ کے عملی نمونہ اور نصائح نے اُس محبت کو مزید پروان چڑھایا۔ حضورؓ کو آپ سے حضرت اماں جانؓ کی خدمت کرنے کی جو توقعات تھیں ان کا ذکر تو بطور نمونہ پچھلے باب میں کر دیا ہے۔ جن کی روشنی میں آپ کی زندگی کا ایک اہم مقصد حضرت امّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کی خدمت اور دلداری بھی تھا اور آپ شروع سے ہی حضرت اماں جانؓ کی خدمت اور دلداری میں مصروف ہو گئیں۔

شادی کے بعد حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے حصہ میں جو مکان آیا وہ حضرت اماں جانؓ کے مکان سے بالکل ملحق تھا۔ یہ آپ کی خوش قسمتی تھی کہ آپ کے گھر کا انتظام حضرت اماں جانؓ کے ساتھ منسلک تھا۔ حضرت اماں جانؓ کی خدمت اور دلداری تو عین سعادت تھی ہی حضرت اماں جانؓ کا قرب اور مصاحبت، اُن کی مہربانیوں اور دعاؤں کا حق دار ہونا بھی بہت بڑی سعادت مندی ہے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور آپ کی بیٹی صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ اس لحاظ

سے بہت خوش قسمت تھیں کہ دارالمسیح میں آپ دونوں کو حضرت اماں جانؓ کی قربت اور مصاحبت نصیب ہوئی۔

حضرت اماں جانؓ آپ کو 'دلہن' کہہ کر مخاطب کیا کرتی تھیں اور کبھی کبھی 'لڑکی' بھی کہا کرتی تھیں۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے جلسہ سالانہ 1981ء میں حضرت اماں جانؓ کی سیرت پر تقریر کی۔ اس میں آپ نے بیان کیا کہ

"میری جب شادی ہوئی تو میری عمر سترہ سال کی تھی۔ کچھ بھی آتا جاتا نہ تھا مگر حضرت اماں جانؓ نے مجھے اس طرح سکھایا کہ معلوم بھی نہ ہوا۔ کبھی یہ نہیں پوچھا کہ تمہیں یہ چیز پکانی آتی ہے یا نہیں۔ بلکہ ہمیشہ یہ کہا آؤ یہ کام کریں، یہ کھانا تیار کریں۔ خود پکانے لگنا، مَیں نے پاس بیٹھی دیکھتے رہنا، خود بخود آگیا۔ دوبارہ کہا جیسا اُس دن تم نے پکایا پھر پکاؤ، حالانکہ پہلی دفعہ خود انہوں نے پکایا تھا میں نے نہیں۔ نصیحت کرنے کا انداز بڑا دلنشیں تھا۔ میری شادی کے وقت عمر کم تھی۔ بہت سی باتوں کی سمجھ ہی نہیں تھی۔ بڑے پیار سے کہا کرتی تھیں دیکھو اس طرح رہا کرو، یوں کپڑے پہنا کرو، میاں کو فلاں فلاں بات پسند ہے فلاں نہیں۔ مجھے ماں سے بڑھ کر محبت دی۔ پیار میں اکثر کہا کرتی تھیں ماں بیٹی دو ذات پھوپھی بھتیجی ایک ذات۔" (خطاباتِ مریم جلد2 صفحہ 287 تا 288)

حضرت اماں جانؓ آپ کو دارالمسیح کے اہم حصوں اور ان کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں اہمیت سے بھی آگاہ فرمایا کرتی تھیں۔ جیسا کہ 'بیت الفکر' کے بارہ میں فرماتیں کہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت وقت گزارا ہے اور بہت دعائیں کی ہیں، اس لیے تم بھی یہاں دعائیں کیا کرو۔ آپ یہ باتیں دوسروں کو بھی بتایا کرتی تھیں۔ جب 1992ء میں آپ قادیان گئیں تو خاص طور پر آپ نے مجھ سے اس بات کا ذکر کیا اور 'بیت الفکر' میں دعا میں مصروف رہیں۔

حضرت اماں جانؓ کا تربیت کا بہت ہی مخصوص انداز تھا جس کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت اماں جانؓ خاموش تربیت فرمایا کرتی تھیں یعنی اپنے عمل سے تربیت فرمایا کرتی تھیں۔ اور آپ کے قریبی اُسی رنگ میں رنگین ہوتے جاتے تھے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سناتی تھیں کہ مَیں نے حضرت اماں جانؓ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تبرّک مانگا تو حضرت اماں جانؓ نے فرمایا کہ "لڑکی حضورؑ کا سب سے بڑا تبرک تو تمہیں دیدیا ہے۔"

اس سے حضرت اماں جانؓ کی مراد حُسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نظیر حضرت مصلح موعودؓ تھے۔ جن سے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی شادی ہو چکی تھی۔ غرض اس چھوٹے سے فقرے میں حضرت اماں جانؓ نے آپ کو ظاہری اور روحانی تبرک میں فرق سمجھا دیا گو بعد میں آپ کی خواہش ظاہری طور پر بھی پوری فرما دی تھی۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"میری پیدائش سے پہلے اماں جان نے حضرت اقدسؑ جو کپڑا (ململ کا) داڑھی رنگتے ہوئے باندھتے تھے امی کو دیا کہ بچے کے لیے اس کے کپڑے بنالو پیدائش پر پہنانے ہیں۔ اس کپڑے سے میرے لیے ایک کرتہ اور سر پر باندھنے والا ٹکڑا بنا۔ وہ کرتہ بیگم میر محمد اسحاق صاحب نے اپنے ہاتھ سے سیا۔ وہی مجھے پیدائش پر پہنایا گیا۔" (پیاری اماں جانؓ کی کچھ یادیں صفحہ 9، غیر مطبوعہ، مصنفہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ)

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ روایت کرتی ہیں کہ

"امی نے بتایا کہ میری (یعنی صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ) پیدائش بہت سخت تھی۔۔۔۔ زخم خراب ہو گیا، پس پڑ گئی بہت علاج ہوا مگر تکلیف بڑھتی گئی۔ امی کو بہت تکلیف تھی۔ تقریباً 20، 25 دن کے بعد اماں جان نے ابا جان کو کہا کہ اب میں خود علاج کروں گی۔۔۔۔ جس سے امی کو آرام آ گیا۔" (پیاری اماں جانؓ کی کچھ یادیں صفحہ 14، غیر مطبوعہ، مصنفہ صاحبزدی امۃ المتین صاحبہ)

حضرت اماں جانؓ کے ساتھ دارالمسیح میں گزارے ہوئے دن یاد کرتے ہوئے صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"گرمیوں میں جس دن امی کی طرف ابا جان کی باری ہوتی تھی کبھی ابا جان رات کا کھانا امی کے صحن میں کھاتے تھے کبھی اماں جان کے صحن میں۔ باورچی خانہ کے سامنے کا صحن باقی صحن سے اونچا ہے۔ جو راستہ سب گھروں کو جاتا ہے اس کے ساتھ تخت بچھے ہوتے تھے۔ اس پر دری اور فرش

بچھا ہوتا تھا۔ درمیان میں چھوٹا سا دستر خوان ہوتا تھا۔ دستر خوان کے سامنے امی جان (حضرت امِّ ناصر صاحبہؓ) کے گھر کی طرف پیٹھ کر کے ابا جان بیٹھتے تھے۔ ان کی دائیں طرف اماں جان بیٹھتی تھیں۔ بائیں طرف امی اور سامنے مَیں۔ کھانا کھاتے جاتے تھے اور باتیں کرتے جاتے تھے۔ مجھے یاد ہے اُس رات جاپانی پھل ضرور ہوتا تھا، جو آج کل کے پھل سے بہت بڑا اور پہاڑی مرچ کی شکل کا ہوتا تھا۔ کھانے کے بعد ابا جان وہیں بیٹھ کر ڈاک دیکھتے تھے۔ میں پہلے یہ بتانا شاید بھول گئی ہوں کہ امی کا کمرہ اور صحن اماں جان کے گھر سے جڑا ہوا تھا اور ہمارا کھانا وغیرہ اکٹھا تھا۔ میں سارا دن اماں جان کے پاس ہی رہتی تھی۔ اماں جان امی کو 'دلہن' کہتی تھیں۔ کھانا پکانے والی جب اماں جان سے آکر پوچھتی تھی کیا پکانا ہے تو کہتی تھیں 'دلہن' سے پوچھو۔ کبھی خود بھی کوئی چیز بتا دیتی تھیں۔" (پیاری اماں جانؓ۔ سیرت وسوانح حضرت اماں جانؓ صفحہ 73، مصنفہ مکرمہ نسیم سعید صاحبہ)

آپ مزید لکھتی ہیں کہ

"امی نے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے اماں جان کو کہا میری بڑی خواہش ہوتی ہے کہ کاش میرا کوئی بڑا بھائی ہوتا۔ اس پر حضرت اماں جان نے چھوٹے پھوپھا جان (حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب) کی طرف اشارہ کر کے کہا آج سے یہ تمہارے بڑے بھائی ہیں۔ امی نے بتایا کہ اس بات کو پھوپھا جان نے نبھایا بھی۔" (پیاری اماں جانؓ کی کچھ یادیں صفحہ 17، غیر مطبوعہ، مصنفہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ)

آپ کی نند حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے بھی آپ کو حضرت اماں جانؓ کی خدمت میں مصروف رہنے کی نصیحت کی۔ شملہ سے 4 اگست 1944ء کو حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے آپ کو خط میں لکھا کہ

"**پیاری صدیقہ! عید کی طرح خوشی ہوئی کہ اماں جان آج کل تم پر خوش اور مہربان ہیں۔** یہ ایک نعمت اور خدا کی رحمت ہے کہ تم اماں جان کی دعائیں لے لو۔ پس کوشاں رہو دل وجان سے کہ تم سے خوش رہیں اور تمہارے لیے دعاؤں کا خزانہ جمع کریں۔ جو وقت بھی ضروری کاموں سے بچے حضرت اماں جانؓ کی خدمت میں صَرف کیا کرو اور محبت اور خدمت سے بے حد جگہ انکے دل میں پیدا کر لو۔ فارغ وقتوں میں اوروں سے بھی کھیل کے لیے ساری عمر بہت وقت ملے گا۔ مگر خدا ان کی عمر میں برکت دے۔ بظاہر اماں جان کا تو اب ہی وقت ہے کہ ایک ایک دم ان کا غنیمت ہے۔ سو تم بہت

ہی ان کا خیال رکھا کرو اور ان کا پیار اور دعائیں زیادہ سے زیادہ لینے کی کوشش میں رہو۔"

یہ کیا ہی پیارا خط ہے۔

حضرت اماں جانؓ ہجرت کے بعد قادیان کے لیے بہت اداس رہتی تھیں اور ربوہ آنے کے چند سالوں بعد ہی آپ کی وفات ہو گئی تھی۔ حضرت اماں جانؓ کی وفات تک حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو حضرت امّ المؤمنینؓ کی خدمت کا موقع ملا۔ باوجود اس کے کہ اس عرصہ میں آپ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت اور لجنہ اماء اللہ کے کاموں میں بھی بہت مصروف تھیں۔

آپ نے جس طرح اپنے آپ کو حضرت اماں جانؓ کی خدمت میں مصروف کر لیا تھا اس کا اندازہ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کے ایک مضمون سے ہوتا ہے۔ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"حضرت اماں جان چند دن بیمار رہیں اگرچہ طبیعت کمزور ضرور تھی لیکن یہ شبہ نہ تھا کہ آپ کی یہ علالت آپ کی ہمیشہ کی جدائی کا بہانہ بن جائے گی۔ آپ کی بیماری کے دوران سب گھر والوں کی، آپ کی خدمت میں ڈیوٹیاں لگیں۔ اس ڈیوٹی کی خدمت کے لیے جب میرے پاس عزیزم میر داؤد احمد مجھ سے پوچھنے آئے میں سیّدنا حضرت مصلح موعود کے کام میں مصروف آپ کے پاس تھی۔ جب آپ کو اس بات کو پتہ چلا کہ عزیزم میر داؤد احمد مجھ سے اماں جان کی خدمت کے لیے ڈیوٹی کا پوچھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا امّ ناصر بیمار اور کمزور ہیں۔ عزیزہ بیگم بیمار، **صدیقہ بیگم اماں جان کے پاس ہیں**، میرا کون خیال رکھے گا۔" (سیرت و سوانح حضرت اماں جانؓ صفحہ 554، مصنفہ مکرمہ نسیم سعید صاحبہ)

حضرت مصلح موعودؓ کے ان الفاظ سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ آخر وقت تک حضرت امّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کی خدمت میں مصروف رہیں۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ حضرت اماں جانؓ کی آخری بیماری کا ذکر کرتی ہیں کہ

"مَیں نویں میں تھی یا اس کا امتحان دیا ہوا تھا۔ ابا جان سندھ جا رہے تھے۔ امی نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو کچھ دن کے لیے آپ کے پیچھے میں اماں کے پاس رہنے چلی جاؤں (نوٹ از مرتب: حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی ازواج اور غیر شادی شدہ بچے ربوہ ہی میں ایک

دوسرے مکان میں رہائش پذیر تھے)، بہت عرصہ سے نہیں گئی۔ ابا جان نے اجازت دے دی۔ اُن کے جانے کے بعد میں اور امی اپنے ننھیال میں رہنے کے لیے آ گئے ربوہ ہی میں۔ غالباً تین دن کے بعد پیغام ملا کہ اماں جان کو بخار ہو گیا ہے۔ امی اُسی وقت واپس چلی گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اچھی اماں (مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ) بھی چلی گئیں۔ دو دن کے بعد امی نے مجھے پیغام بھیجا کہ واپس آجاؤ اس طرح مَیں بھی واپس چلی گئی۔ امی، اچھی اماں اور اماں (مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ)، اماں جان کے کمرہ سے باہر نہیں نکلتی تھیں۔ ہر وقت اندر ہی رہتی تھیں کیونکہ اماں جان کی طبیعت بہت خراب تھی۔ مَیں بھی اکثر اماں جان کے گھر ہی رہتی تھی۔ بجلی نہیں تھی چھت پر لکڑی اور کپڑے کا پنکھا لگا ہوا تھا جسے رسی سے کھینچ کر چلایا جاتا تھا باری باری۔ ڈیوٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ پنکھا کھینچنے کی سعادت مجھے بھی ملتی رہی۔ اماں جان کا پلنگ کونے سے اٹھا کر درمیان میں پنکھے کے نیچے کر دیا گیا تھا۔ ابا جان، اماں جان کی بیماری کا سنتے ہی واپس آ گئے۔ ہر قسم کے صدقے دیئے گئے، قربانی دی گئی۔ ابا جان نے اونٹ کی قربانی بھی کی، جس کو چچا جان (حضرت مرزا شریف احمد صاحب) نے نیزہ مارا تھا۔ ابا جان کے آنے کے چند دن کے بعد اماں جان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مَیں اس وقت باہر برآمدہ میں تھی۔ ابا جان وغیرہ سب کمرہ میں ہی تھے، امی بھی اندر ہی تھیں۔" (پیاری اماں جانؓ کی کچھ یادیں صفحہ 28 تا 29، غیر مطبوعہ، مصنفہ مکرمہ امۃ المتین صاحبہ صفحہ 28 تا 29)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہؒ بھی اُن خوش نصیبوں میں شامل تھیں جنہیں حضرت امّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کو آخری غسل دینے کی توفیق ملی۔ یہ ظاہری طور پر حضرت اماں جانؓ کی آخری خدمت تھی جو آپ نے انجام دی۔ (سیرت و سوانح حضرت اماں جانؓ صفحہ 647، مصنفہ مکرم نسیم سعید صاحبہ)

لیکن حضرت اماں جانؓ کی روحانی خدمت کا سفر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے عمر بھر جاری رکھا۔ اس میں حضرت اماں جانؓ کے لیے دعائیں، آپ کی طرف سے چندہ تحریکِ جدید کی ادائیگی اور حضرت اماں جانؓ کا ذکرِ خیر کرتے رہنا شامل ہیں۔

اب اس باب کو ایک بہت ہی عجیب اور دلوں کو گرما دینے والے واقعہ کے ذکر پر ختم کرتا ہوں جو نہ صرف حضرت اماں جانؓ کی وفات کے بعد بلکہ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد پیش

آیا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی وفات ایک بہت ہی دردناک واقعہ تھا بالخصوص حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے لیے تو یہ صدمہ بہت گہرا اور تکلیف دہ تھا۔ حضورؓ کی تدفین کے بعد جب حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ پہلی مرتبہ حضورؓ کے مزار مبارک پر دعا کے لیے گئیں تو اُس وقت آپ کے جذبات اور احساسات کا اندازہ لگانا کوئی زیادہ مشکل نہیں۔ آپ کے ساتھ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ، مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب اور مکرم سیّد میر داؤد احمد صاحب بھی تھے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضورؓ کی مزارِ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے پھر اچانک آپ نے دعا کے لیے اٹھائے ہوئے ہاتھ گرا دیئے۔ اس کے بعد آپ نے اپنی جگہ تبدیل کی اور حضرت امّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے مزارِ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کی۔

حضرت اماں جانؓ کے مزار پر دعا کرنے کے بعد آپ دوبارہ حضرت مصلح موعودؓ کے مزارِ مبارک پر آئیں اور لمبی دعا کی۔

بعد میں آپ نے بتایا کہ جب مَیں نے حضور کے مزار پر دعا شروع کی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ حضرت مصلح موعودؓ میرے سامنے آکر کھڑے ہو گئے ہیں اور گھور کر مجھے دیکھا اور فرمایا کہ **ساری عمر تو مَیں تمہیں یہ سبق دیتا رہا ہوں کہ پہلے اماں جان کا خیال رکھنا ہے اور پھر اس کے بعد میرا۔ مگر تم ان کے مزار پر دعا سے پہلے میرے مزار پر دعا کر رہی ہو۔**

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ

باب ششم(6)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی شادی کے موقع پر آپ کے والدِ بزرگوار نے جو نصائح فرمائی تھیں ان میں خاص طور پر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت کرنے کی نصیحت شامل تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے شادی کے فوراً بعد ہی آپ سے اپنے ذاتی اور جماعتی کاموں میں خدمت لینا شروع فرمادی تھی۔ اس باب میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی ان خدمات کا کچھ تذکرہ کیا جارہا ہے جو خاص حضورؓ کی ذات یا حضورؓ کے کاموں سے مخصوص تھیں۔

بطور پرائیویٹ سیکرٹری خدمات

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ

"ہماری دوسری بھاوج سیّدہ اُمِّ متین صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں قابلِ رشک انہماک رکھتی ہیں۔ اور ایک طرح سے خط و کتابت کے کام میں حضرت صاحب کی گویا پرائیویٹ سیکرٹری بھی ہیں۔ مگر طبعاً انہیں مستورات سے ملاقات کرنے کے لیے بہت کم وقت ملتا ہے۔" (مضامینِ بشیر جلد 3 صفحہ 537)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے یہ چند جملے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی حضورؓ کے بطور پرائیویٹ سیکرٹری خدمات پر بہترین خراجِ تحسین ہے۔ آپ یہ خدمت اپنے دوسرے سارے فرائض کے ساتھ ساتھ ادا کر رہی تھیں جو بحیثیت بیوی، بہو اور ماں کے آپ پر واجب الادا تھے۔ یقیناً یہ خدمات بجالانے کے لیے آپ دل و جاں سے ہر وقت مستعد تھیں اور لازماً آپ کے ساتھ تائیدِ الٰہی تھی ورنہ ممکن نہیں کہ آپ اِن سب کاموں کو کماحقہٗ ادا کرنے کی توفیق پا سکتیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

حضورؓ کی جانب سے خطوط لکھنا

آپ حضورؓ کو ڈاک سنایا بھی کرتی تھیں اور حضورؓ کی ہدایت کے تحت ان کے جواب بھی تحریر کرتی تھیں۔ حضورؓ اپنے خطوط کی املا بھی آپ سے ہی کرواتے تھے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"آہستہ آہستہ اتنا تیز لکھنے کی عادت پڑ گئی کہ حضورؓ کی جلسہ سالانہ کی تقریر بھی نوٹ کر لیتی تھی۔ اور حضورؓ بھی وقتاً فوقتاً کوئی مضمون لکھوانا ہوتا تو عموماً مجھ سے ہی املا کرواتے۔ 1947ء کے بعد سے تو قریباً ہر خط ہر مضمون ہر تقریر کے نوٹ مجھ سے ہی املا کروائے۔ الا ماشاء اللہ۔" (گلہائے محبت صفحہ 19)

حضرت مصلح موعودؓ آپ سے جو خطوط لکھواتے ان کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1۔ خط حضورؓ خود تحریر فرماتے اور ان کی نقول آپ تیار کرتیں اور حضورؓ ان پر دستخط فرماتے اور نقل اپنے پاس رکھتے۔ حضرت مصلح موعودؓ کا یہ طریق تھا کہ حضورؓ اپنے اہم خطوط اور نصائح کی نقول اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ اور آپ سے شادی کے بعد حضورؓ اپنے ذاتی اور بہت سے جماعتی خطوط کی نقول بھی آپ ہی سے تیار کرواتے۔ جیسا کہ حضورؓ نے اپنے ایک مضمون "امۃ الودود میری بچی" میں ذکر فرمایا ہے۔ (امۃ الودود میری بچی۔ انوار العلوم جلد 15 صفحہ 628)

2۔ دوسرا طریق یہ تھا کہ حضورؓ آپ کو ہی اصل خط یا تحریر لکھواتے اور اس پر دستخط فرما دیتے اور نقل بھی آپ ہی تیار کرتیں۔ جیسا کہ خود حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنے ایک مضمون میں ذکر کیا ہے۔ (گلہائے محبت صفحہ 19)

3۔ حضورؓ کی بیماری میں مختلف دفاتر کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں رپورٹیں پیش ہوتیں تو ان پر آپ حضورؓ کی ہدایات لکھ دیتیں۔ ابھی کچھ ہی عرصہ ہوا اپنی پہلی اشاعت میں "الحکم انگریزی یوکے" نے حضرت مصلح موعودؓ کے نام ایک خط شائع کیا ہے جس پر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضورؓ کی طرف سے جواب تحریر کیا ہے۔ چونکہ یہ تاریخی خط ہے اور عالمی طور پر شائع کیا گیا ہے اس لیے اختصار سے اس کا تعارف پیش ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب انچارج خلافت

لائبریری ربوہ کو تحریر فرمایا کہ ان کے پاس جماعت احمدیہ کا ابتدائی رجسٹر بیعت اور حضورؓ کے باغ کا رہن نامہ بحق حضرت اماں جانؓ موجود ہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب کو ہدایت کی کہ اِن کو حضرت مصلح موعودؓ کی اجازت سے خلافت لائبریری میں محفوظ کرلیا جائے۔ مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ سے رہنمائی کی درخواست کی۔ حضورؓ کی اجازت مندرجہ ذیل الفاظ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب کے خط پر ہی درج کر دی:

"اچھی بات ہے تاریخ سلسلہ میں آجائے گا۔ محفوظ کرلیں"

یہ خط مندرجہ ذیل لنک کے ذریعہ "الحکم انگریزی یوکے" کی ویب سائٹ سے پڑھا جاسکتا ہے:

https://www.alhakam.org/the-baiat-register/

4۔ بہت سے افرادِ جماعت اور عزیزان بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو خط لکھ کسی معاملہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے رہنمائی حاصل کرنے کی درخواست کرتے، بچوں کے نام رکھنے کی درخواست کرتے یا صرف دعا کے لیے عرض کرتے۔ ایسے کئی خط آپ کے ذاتی کاغذات میں محفوظ ہیں۔ ان کے جواب میں آپ اپنے خط میں ہی انہیں حضورؓ کی ہدایت سے آگاہ کر دیتی تھیں۔

حضورؓ کی تقاریر کے نوٹس لکھنا اور تفسیرِ صغیر کی املا

حضرت مصلح موعودؓ اپنی تقاریر کے نوٹس بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے لکھواتے تھے۔ اس بارہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"حضورؓ کی تقریروں کے نوٹ لے لے کر خدا تعالیٰ کے فضل سے تیز لکھنے کی عادت پڑی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ کتنا ہی تیزی سے مضمون لکھواتے تھے لکھ لیتی تھی۔ سب سے پہلی دفعہ آپؓ نے اپنی جس تقریر کے نوٹ مجھے املا کروائے تھے وہ 'نظامِ نو' والی تقریر تھی۔ آپ لکھواتے گئے مَیں لکھتی گئی۔ جب نوٹ مکمل ہو گئے تو فرمانے لگے کچھ سمجھ آیا؟ مَیں نے جو کچھ آپ نے لکھوایا تھا وہ بتانا شروع کیا۔ کہنے لگے نہیں یہ تو تمہیدیں ہیں۔ یہ قرآنِ مجید احادیث کے حوالہ جات ہیں۔ ان سے مَیں کس مضمون کی طرف آنا چاہتا ہوں؟ مَیں نے کہا یہ تو سمجھ نہیں آئی۔ کہنے لگے یہی تو کمال

ہے کہ سارا مضمون اشاروں میں لکھوایا گیا مگر تم بتا نہ سکیں کہ کیا موضوع میری تقریر کا ہو گا۔ مَیں نے کہا پھر بتائیں۔ کہنے لگے نہیں اب جلسہ پر ہی سننا۔" (گلہائے محبت صفحہ 20)

تفسیرِ صغیر کے نوٹ لکھنے کی سعادت بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ حصہ میں آئی۔ آپ تحریر کرتی ہیں کہ

"تفسیرِ صغیر کے مسودہ کا اکثر حصہ حضورؓ نے مجھ سے ہی املا کروایا، ٹہلتے جاتے تھے قرآنِ مجید ہاتھ میں ہوتا تھا اور لکھواتے جاتے تھے۔ جب خاصا مواد لکھا جا چکا ہوتا تو پھر محکمہ زودنویسی کو صاف کرنے کے لیے دے دیتے۔" (گلہائے محبت صفحہ 19)

حضورؓ سے ملاقاتیں کروانا

بہت سی احمدی خواتین حضور سے ملنے گھر بھی آجاتی تھیں اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اُن خواتین کی ملاقاتیں حضورؓ سے کروایا کرتی تھیں۔ حضورؓ کی بیماری میں تو یہ بہت کثرت سے ہوتا کیونکہ عمومی طور پر ملاقاتیں بند تھیں۔ حضورؓ سے ملاقاتیں کروانے کی ذمہ داری بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے بخوبی ادا کی۔ ملاقات کرنے والوں میں عزیز و اقارب بھی ہوتے تھے۔ کتاب کے حصۂ دوم میں شامل انفرادی مضامین میں ایسے بہت سے واقعات کا ذکر ہے۔ یہاں صرف دو واقعات بیان کرنے کافی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی ایک ملاقات کا ذکر اپنے ایک انٹرویو بر موقع خلافت جوبلی میں فرمایا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے درمیان ہونے والی اس ملاقات کا انتظام حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے کیا تھا اور اس ملاقات میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی موجود تھے۔ اُس وقت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اطفال کی عمر میں ہی تھے۔ (خدیجہ شمارہ 1۔ لجنہ اماء اللہ جرمنی صفحہ 140)

ایک اور واقعہ حضورؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری مکرم عبدالرحمٰن انور صاحب نے الفضل میں شائع کروایا تھا۔ مکرم عبدالرحمٰن انور صاحب لکھتے ہیں کہ

"30 دسمبر 1963ء کو بعد نمازِ ظہر مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس کو حسبِ ارشاد

حضرت سیّدہ امِّ متین صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ سے ملاقات کے لیے بلایا گیا۔ جب وہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آئے تو سیّدہ محترمہ نے فرمایا کہ آپ کو بلانے کا باعث یہ ہے کہ حضرت صاحب سوئے ہوئے تھے اور ہم لوگ دوسرے کمرے میں بیٹھے تھے کہ حضور نے زور سے آواز دی 'شمس صاحب شمس صاحب'۔ ہم نے حضور کی یہ آواز دوسرے کمرے میں سُنی جہاں ہم بیٹھے تھے۔ اس پر حضور کے کمرے میں جاکر دریافت کیا کہ حضور نے شمس صاحب کو کس لیے پکارا ہے۔ اس پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ جمعہ کا دن ہے اور شمس صاحب خطبہ دے رہے ہیں اور پھر انہوں نے جمعہ کی نماز پڑھائی ہے۔ اس پر سیّدہ امِّ متین صاحبہ نے فرمایا کہ اگر حضور پسند فرمائیں تو شمس صاحب کو بلوالیا جائے۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ ہاں بلوالیا جائے۔ چنانچہ اس لیے آپ کو بلایا گیا ہے۔" (الفضل ربوہ، جلد 18/53، نمبر 14، 16 جنوری 1964ء صفحہ 1 و 8)۔ اس کے بعد کے مکرم عبدالرحمٰن صاحب انور نے حضورؓ کے ساتھ مکرم مولوی جلال الدین شمس صاحب کی ملاقات کی تفصیل بیان کی ہے۔

تقسیمِ ہند کے موقع پر قادیان میں خدمت

تقسیمِ ہند کے تکلیف دہ زمانہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان سے حضرت اماں جانؓ اور دیگر خواتینِ خاندان کو لاہور بھجوا دیا لیکن حضورؓ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو اپنے پاس ہی قادیان میں روک لیا تھا۔ اس لحاظ سے تاریخی خدمت کا موقع آپ کو ملا۔ آپ کے علاوہ حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ بھی قادیان میں رہیں جن کے سپرد کھانے کا انتظام کیا گیا۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اس وقت جو خدمت کی اس کی تفصیل کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے کیونکہ اس کا بہت کم ذکر تاریخ میں محفوظ ہے۔ اس بارہ میں آپ خود تحریر کرتی ہیں کہ

"قادیان سے ہجرت کے آخری ایام میں جب خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب خواتین لاہور تشریف لے جاچکی تھیں اور صرف مَیں اور عزیزہ منصورہ بیگم سلمہا قادیان تھیں۔ خاندان کے سب افراد کے کھانے ناشتہ وغیرہ کا انتظام عزیزہ منصورہ بیگم سلمہا کے ذمہ

تھا۔ اور میرا سارا وقت حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں گزرتا تھا۔ کھانا، ناشتہ وقت پر عزیزہ منصورہ بیگم یہیں قصرِ خلافت میں ہی بھجوادیتی تھیں۔ صبح سے شام تک حضور کا ایک ایک لمحہ بے حد مصروفیتوں کا حامل تھا۔ ایک ایک منٹ پر فون آتے تھے۔ رپورٹیں آتی تھیں، ہدایات جاری فرماتے تھے، کھانا پڑا پڑا ٹھنڈا ہوجاتا تھا لیکن جب تک ایک کام کو ختم نہ فرمالیتے کھانا نہ کھاتے۔ فکر اور پریشانی سے بھوک بھی آپ کی اس قدر کم رہ گئی تھی کہ اُن دنوں ایک دو نوالوں سے زائد نہ کھاسکتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ حضورؓ نے ایک دن کہا مجھ سے بالکل کھانا نہیں کھایا جاتا تم مجھے دو تین چمچے شہد ڈال کر شربت بنا کر دے دیا کرو ایک دو گھنٹہ کے بعد تا جسم میں طاقت قائم رہے۔ رات آتی تب بھی قادیان کے گردونواح کے متعلق اطلاعات کے فون آتے رہتے۔ آدھی رات حضورؓ اور آدھی رات مَیں باری باری سوتے تھے۔ جب حضور سونے لگتے تو مجھے جگادیتے کہ اب تم جاگو اگر کوئی اہم اطلاع آئے تو مجھے جگادینا۔

حضرت امّ المؤمنینؓ کے پاکستان جانے کے اغلباً چھ روز بعد ہم لوگ بھی لاہور آگئے تھے۔ جس دن حضور نے فیصلہ کیا کہ لاہور جانا ہے۔ شام کو فیصلہ ہوا بے حد مختصر سا سامان ایک بستر دو تین جوڑے حضور کے، دو اپنے رکھ کر سامان تیار کرلیا۔ اٹیچی کیس میں اہم اور ضروری کاغذات رکھ لیے۔ اگلے دن صبح حضور دفتر سے اور حضرت اماں جانؓ کے گھر سے مَیں اور منصورہ بیگم دارالسلام پہنچے اور وہاں سے میاں منصور احمد کی کار میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ آگے آکر اُس کار میں جو کیپٹن عطاءاللہ لے کر گئے تھے۔ جب قادیان سے روانہ ہوئے تھے تو خیال بھی نہ تھا کہ پھر جانا نہ ہوگا۔ لاہور آتے ہی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ چند روز شیخ بشیر احمد صاحب کے ہاں مہمان رہ کر رتن باغ آگئے۔" (گلہائے محبت صفحہ 61 تا 62)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اس سفر کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتی ہیں کہ

"اس تاریخی سفر میں ایک طرف مَیں تھی اور ایک طرف منصورہ بیگم۔ درمیان میں حضرت مصلح موعودؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ منصورہ بیگم نے سامنے ایک ٹوکری میں کھانے کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں جو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد نکال کر اپنے ماموں جان (یعنی حضرت مصلح موعودؓ) کو پیش کردیتی تھیں۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، فروری 1982ء صفحہ 28)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضورؓ کی ہجرت کے واقعہ کو مختصراً یوں بیان فرمایا کہ

"جیسا کہ میں قادیان کی ڈائری میں شائع کر چکا ہوں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ 31 اگست 1947ء کو قادیان سے لاہور تشریف لائے تھے۔ آپ کیپٹن ملک عطا اللہ صاحب آف دوالمیال کی اسکورٹ میں قریباً ایک بجے احمدیہ چوک قادیان میں موٹر میں سوار ہوئے اور پھر سوا ایک بجے کوٹھی دارالسلام قادیان سے بذریعہ موٹر لاہور کی طرف روانہ ہو کر 4:30 بجے کے قریب شیخ بشیر احمد صاحب امیر مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے مکان پر بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ کوٹھی دارالسلام میں حضور کو الوداع کہنے کے لیے خاکسار مرزا بشیر احمد اور عزیزان مرزا مبارک احمد اور مرزا منوّر احمد اور میاں عباس احمد خان جو حضور کے ساتھ ہی شہر سے کوٹھی دارالسلام میں آئے تھے اور ان کے علاوہ عزیز مرزا ناصر احمد اور شاید ایک دو اور عزیز جو کوٹھی میں شامل ہوئے تھے، موجود تھے اور ہمارے خاندان کی خواتین میں سے اس وقت حضرت سیّدہ امّ متین صاحبہ حرم ثالث اور عزیزہ منصورہ بیگم سلمہا حضور کے ہمراہ تھیں۔ باقی خواتین 25 اگست والے کانوائے میں پہلے ہی لاہور پہنچ چکی تھیں۔ قادیان سے روانہ ہونے سے قبل بلکہ 30 اگست کی رات کو ہی حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جماعت قادیان و جماعت ضلع گورداسپور کے نام پیغام لکھ کر دیا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ حضور کے روانہ ہونے کے بعد میں اسے جماعت تک پہنچا دوں۔ چنانچہ میں نے یہ پیغام نقل کروا کے مغرب اور عشا کی نمازوں میں تمام احمدی مساجد میں پہنچا دیا۔" (مضامینِ بشیر جلد 2 صفحہ 236)

حضور کی بیماری اور سفر یورپ کے دوران خدمت

1954ء میں حضرت فضلِ عمرؓ پر ایک ظالم دشمن نے چاقو سے حملہ کیا جو بہت سخت اور کاری تھا۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے آپ کو عمر عطا کی گئی لیکن اس حملہ کے منفی اثرات آپ کی صحت پر ظاہر ہونا شروع ہوئے۔

1955ء میں حضرت مصلح موعودؓ علاج کی غرض سے یورپ تشریف لے گئے۔ راستہ میں چند دن مشرقِ وسطیٰ میں بھی قیام رہا۔ علاج کی غرض سے سوئٹزرلینڈ کے شہر زیورک میں لمبا عرصہ

قیام کیا۔ وہاں کے ماہر ڈاکٹر پروفیسر روسو (Prof. Russio) کے زیرِ علاج رہے۔ اس کے بعد یورپ کے بعض ممالک اور انگلستان بھی تشریف لے گئے۔ واپسی پر بھی چند دنوں کے لیے دوبارہ زیورک تشریف لائے تھے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سارے سفر میں حضورؓ کے ساتھ رہیں اور مسلسل حضور کی خدمت کرتی رہی تھیں۔ اُس زمانہ میں نہ تو جماعت اتنی established تھی اور نہ ہی ہر جگہ مساجد اور مشن ہاؤسز قائم تھے۔ حضورؓ نے زیورک میں قیام کے لیے ایک فلیٹ واقع 2 Begoniun Strasse کرایہ پر لیا تھا۔ چونکہ قیام کافی لمبا تھا اس لیے سفر کے لیے دو کاریں خریدی تھیں اور ان کے لیے ڈرائیور بھی رکھے گئے تھے۔ سفر کے اختتام پر کاریں فروخت کر دی گئی تھیں۔

حضورؓ کی طبیعت بہت خراب تھی اور یورپ کا سفر علاج کی غرض سے ہی اختیار کیا گیا تھا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی اس سفر کی ڈائری سے پتہ چلتا کہ آپ کو اس سفر میں حضورؓ کی خدمت کی بہت توفیق ملی۔ اس عرصہ میں حضورؓ کو ڈاک سنانا اور حضورؓ کی طرف سے جوابات تحریر کرنے کی ساری ذمہ داری آپ نے ادا کی۔ حضورؓ کے ذاتی کام اس کے علاوہ تھے۔

آپ نے ایک دن اپنی ڈائری میں لکھا کہ

"رات دیر سے سوئے۔ نیند بھی اچھی طرح نہیں آئی۔ بار بار آنکھ کھلتی تھی۔ آخر میڈینال دی تو صبح کے وقت تھوڑا سا سوئے۔ پونے آٹھ اٹھے۔ ناشتہ کیا، دس بجے دانتوں کے ڈاکٹر کے پاس دانت بھروانے جانا تھا۔ بشریٰ بھی دانت گھسوانے ساتھ گئیں وہاں تقریباً دو گھنٹے لگ گئے۔ میں نے پیچھے کپڑوں کو استری کی، اِن کی قمیض دھوئی۔ متین نے کمرہ صاف کیا۔ واپس آئے تو ڈاک آگئی۔ وہ سنائی"۔

اسی سفر میں حضورؓ نے عید زیورک میں ہی منائی تھی۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنی ڈائری میں لکھا کہ

"آج عید تھی، مگر ہماری عید بھی عجیب گزری۔ صبح نماز کے وقت ہی ان کی طبیعت بڑی سخت خراب ہو گئی۔ شدید گھبراہٹ تھی اور اس دورہ کی وجہ ایک خواب تھی جو نمازِ فجر سے پہلے انہوں نے دیکھی۔ 'خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا مجمع مختلف لوگوں کا جمع ہے اور نہایت گریہ و زاری سے خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے دعا مانگ رہا ہے کہ اے ہمارے خدا اس شخص کا وجود ہمارے

لیے بہت بابرکت تھا اور اس کے ذریعہ ہمیں تیرا قرب نصیب ہوا۔ یہ اگر قرآن سے فال بھی لیتا تھا تو تیرے منشاء کو دیکھ لیتا تھا۔ تو اس ہستی کو ہم سے نہ چھین اور اس عذاب اور آزمائش سے ہمیں بچالے۔' مفہوم یہی تھا الفاظ میں کچھ ردّوبدل ہوگئی ہو شاید۔ اب اس خواب کا اثر ایسا ہوا کہ دل کا دورہ ہوگیا۔ نو بجے تک منوّر اور ڈاکٹر پاس ہی رہے"۔

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو تعلیم کے دوران جرمن زبان سیکھنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ تعلیم کے دوران جرمن زبان سیکھنے کا ایک فائدہ ایسے رنگ میں ہوا جس کا اُس وقت خیال بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چونکہ سوئٹزرلینڈ میں جرمن زبان بولی جاتی ہے۔ اس لیے آپ کی جرمن زبان سے واقفیت کی وجہ سے مقامی افراد سے بات چیت کرنے اور خریداری کرنے میں مدد ملتی رہی۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے کاغذات میں اب بھی ایک جرمن انگلش ڈکشنری موجود ہے۔

زیورک سے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنے چچازاد بھائی مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کو لندن خط لکھا کہ

"تمہارا خط ملا تھا، شکریہ۔ افسوس ہے کہ جلدی جواب نہیں دے سکی۔ امید ہے کہ تم بالکل خیریت سے ہوگے۔ آج اِس وقت اِن کی طبیعت کچھ خراب ہوگئی ہے۔ ابھی ابھی ٹھیک تھے، بس بیٹھے بیٹھے خراب ہوجاتی ہے۔'یہ' کہتے ہیں کہ میرا ارادہ ہے کہ تمہیں اٹلی میں لگاؤں۔ اس لیے Italian زبان بھی سیکھنی شروع کرو۔

ہم دس کو یہاں سے روانہ ہورہے ہیں۔ اٹلی، آسٹریا، جرمنی، ہالینڈ اور فرانس ہوکر ان شاء اللہ جولائی کے شروع میں لندن پہنچیں گے۔ باقی باتیں ملاقات پر۔"

حضورؓ کی اس ہدایت کی برکت دیکھیں کہ مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کو اطالوی زبان سیکھنے کا جنون کی حد تک شوق ہے اور اس کے نتیجہ میں اُن کو یہ سعادت بھی ملی کہ اطالوی زبان میں قرآنِ کریم کے ترجمہ کی نظر ثانی میں بھی آپ نے حصہ لیا۔

مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کو حضرت مصلح موعودؓ نے اعلیٰ تعلیم کے حصول اور لندن مشن میں خدمت کے لیے پاکستان سے بھیجا تھا۔ اس دوران میں حضورؓ کے لندن کے دورے کا

پروگرام بن گیا تو آپ مشن کے کاموں میں مصروف رہے۔ حضورؓ نے لندن پہنچ کر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب اور مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کو School of Oriental and African Studies London میں تعلیم حاصل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اس بات کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اسی سفر میں ہی حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنی بیٹی صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کا رشتہ مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب سے طے کیا تھا۔

زیورک میں علاج کے نتیجہ میں حضرت مصلح موعودؓ کی صحت پر اچھا اثر پڑا۔ لیکن ساری عمر کام کی زیادتی اور قاتلانہ حملہ نے حضورؓ کی صحت کو بہت کمزور کر دیا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری تقریباً دس سال کے لمبے عرصہ پر محیط رہی۔ اس دوران حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے نہایت تن دہی سے حضور کی خدمت کی اور اس خدمت کو باقی ساری خدمات پر ترجیح دی۔ یہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا فرض بھی تھا اور سعادت بھی تھی۔ میاں بیوی دکھ سکھ میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا ہی کرتے ہیں لیکن بہت کم افراد کی وہ حیثیت ہوتی ہے جو حضرت مصلح موعودؓ کی تھی۔ حضرت فضل عمرؓ کا وجود ایک موعود وجود تھا۔ آپ کی روح میں وہ خواص رکھے گئے تھے جو اسلام احمدیت کی ترقی، آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی سنّتِ مبارکہ کو زندہ کرنے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو جاری رکھنے کے لیے ضروری تھے۔ بچپن سے ہی حضورؓ کی صحت خراب ہی رہتی تھی اور اس کے باوجود حضورؓ نے جو کام کیے وہ آپ کے اولوالعزم ہونے پر مہرِ تصدیق ثبت کرتے ہیں۔ ان کاموں کو کرنے کے لیے حضورؓ نے جوانی سے اپنی صحت کی پرواہ کیے بغیر اپنا تن، من، دھن سب کچھ اسلام احمدیت کی خدمت میں لگا دیا تھا۔ اس سخت محنت کا فطری نتیجہ حضورؓ کی صحت پر منفی صورت میں ظاہر ہوا اور اس پر مستزاد یہ کہ حضورؓ پر قاتلانہ حملہ بھی ہو گیا۔ جس نے حضورؓ کی صحت پر مزید منفی اثرات مترتب کیے۔

جذباتی لحاظ سے قادیان سے ہجرت اور حضرت اماں جانؓ کے وصال کا اثر ہونا بھی فطری بات ہے۔

بیماری کے زیرِ اثر حضور کی طبیعت اچانک خراب ہو جاتی یا گھبراہٹ کا دورہ ہو جاتا تھا۔ حضورؓ کے مختلف قسم کے علاج ہو رہے تھے یعنی ایلوپیتھک، ہومیوپیتھک اور دیسی طریق علاج بھی۔ ان

سب نسخہ جات کی پابندی کروانا۔ حضور کی صحت پر نظر رکھنا۔ ٹمپریچر چیک کرنا۔ خوراک کا خیال رکھنا۔ غرض چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کا خیال رکھنا۔

مجھے حضورؓ کے علاج سے متعلق نوٹ بک دیکھنے کا موقع ملا ہے جن میں روزانہ کی بنیاد پر معالجین کی ہدایات اور ان پر عملدرآمد کی تفصیل درج ہوتی تھی اور حضورؓ کی صحت کی کیفیت ریکارڈ کی جاتی تھی تا کہ معالجین درست فیصلہ کر سکیں۔

حضورؓ کی اسی بیماری کے دوران ہی حضور کے دو چھوٹے بھائیوں حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی 1961ء میں اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی 1963ء میں وفات ہوئی۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کو ان دونوں اندوہناک واقعات کی اطلاع بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے ہی دی۔ یہ کام بھی کس قدر مشکل اور تکلیف دہ ہو گا۔

1961ء میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو حضور کی بیماری کے دوران ہی uterus کا کینسر ہو گیا اور اس کا علاج آپریشن کی صورت میں تجویز کیا گیا۔ یہ آپریشن لاہور میں ہوا تھا۔ آپ نے مجھے بتایا کہ مَیں نے صرف آپریشن کروانے کا فیصلہ ایک رات دعا کر کے کیا تھا۔ اور یہ دعا خاص طور پر کی تھی کہ یا اللہ مجھے معذوری نہ دے کہ مَیں حضور کے اوپر بوجھ بن جاؤں۔ حضور بیماری کی وجہ سے لاہور بھی نہیں جاسکتے تھے چنانچہ آپ کی والدہ مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ، آپ کی بیٹی اور داماد بھی ساتھ گئے تھے۔ آپریشن کے بعد جب ربوہ واپس آئیں تو بجائے نچلی منزل میں رہنے کے آپ سیڑھیاں چڑھ کر پہلے ہی دن اوپر کی منزل میں چلی گئیں کیونکہ حضرت مصلح موعودؓ کی رہائش اوپر والی منزل میں تھی اور آپ چاہتی تھیں کہ جس قدر ممکن ہو بیماری میں بھی حضورؓ کی خدمت کر سکیں۔ آپ کی ڈائریوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تکلیف دہ آپریشن کے باوجود آپ نے ایک ماہ سے کم عرصہ میں ہی اپنی ذمہ داریاں پہلے کی طرح سنبھال لی تھیں۔

مکرمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ تاریخ لجنہ جلد دوم میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی ان خدمات کا اجمالی ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ

"اس بیماری (یعنی حضورؓ کی بیماری) کی وجہ سے لجنہ مرکزیہ کی جنرل سیکرٹری حضرت سیّدہ مریم صدیقہ مدّ ظلّہا العالی بھی حضور کی خدمت اور تیمارداری میں مصروف ہو گئیں۔ اور یہ شب و روز

خدمت اور مصروفیت حضور کے وصال تک یعنی دس سال تک جاری رہی۔ حق یہ کہ آپ نے حضورِ اقدس کی خدمت اور تیارداری کا پورا حق ادا کیا۔ علالت کے دوران حضور جو پیغامات یا مضامین اور اعلانات اور خطوط کے جواب وغیرہ دیتے انہیں عموماً حضرت سیّدہ محترمہ سے ہی لکھواتے۔ گویا ایک گونا پرائیویٹ سیکرٹری کے فرائض بھی آپ ہی ادا کرتی تھیں اور پھر ساتھ ہی لجنہ اماء اللہ کی جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے بھی اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریق سے ادا کرتی رہیں۔ **فجزاھا اللہ احسن الجزاء**"(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 386)

حضورؓ کی طرف سے مہمان نوازی

حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری کے دوران حضور کی طرف سے عیدین کے مواقع پر تمام خاندان کی دعوت کا انتظام بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے سپرد تھا۔ اور روز مرہ مہمان نوازی اس کے علاوہ تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ کی ذاتی اکاؤنٹنٹ

حضرت مصلح موعودؓ کا یہ طریق تھا کہ حضورؓ اخراجات کی تفصیل بڑے اہتمام سے لکھا کرتے تھے۔ اور حضورؓ کا یہ طریق بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اختیار کیا اور حضورؓ کے بعض بچوں نے بھی یہ عادت اپنائی۔

حضورؓ کی بیماری کے دوران آپ حضورؓ کے ذاتی اکاؤنٹنٹ کے طور پر بھی خدمت بجالاتی رہیں۔ حضورؓ کا طریق تھا کہ اپنی ازواج کو گھر کا خرچ اور جیب خرچ دیا کرتے تھے۔ اور شادی شدہ بچوں کو بھی معین رقم گزارہ کے لیے دیا کرتے تھے۔ غیر شادی شدہ بچوں کا جیب خرچ مقرر تھا۔ بعض مرتبہ حضورؓ کی ازواج اور بچے حضورؓ سے قرض بھی لے لیا کرتے جو واپس کرنا ہوتا تھا اور عموماً اقساط میں واپسی ہوتی تھی۔ لین دین اور قرض کے بارہ میں اسلامی تعلیم کے عین مطابق عمل کیا جاتا تھا۔

ان تمام حسابات کا ریکارڈ رکھنا حضورؓ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے سپرد فرمایا ہوا تھا۔ ان کے علاوہ ماہانہ اخراجات کا حساب رکھنا، چندہ جات کی ادائیگی کرنا، خدام کو الاؤنسز دینا،، روزانہ

کا خریداری کا حساب رکھنا، بلوں کی ادائیگی کرنا، وغیرہ سب آپ کی ذمہ داری تھی۔ یہ سارے اندراجات "حساب کی کاپی" میں کیے جاتے تھے۔

پڑھنے والوں کی دلچسپی کے لیے "حساب کی کاپی" میں سے ایک اندراج یہاں پیش کرنے سے پڑھنے والے لطف اٹھاسکتے۔ چنانچہ ایک دن کے حساب میں لکھا ہے کہ "منی آرڈر گم ہو گیا تھا اور اس کی ادائیگی تحریکِ جدید نے کی تھی، وہ رقم (یعنی 26 روپے آٹھ آنے) واپس کی"۔

جو لوگ معاملات میں اس قسم کی احتیاط سے کام لیتے ہوں اُن پر جب خیانت کے الزام لگائے جاتے ہیں تو انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ اور معترضین پر حد درجہ افسوس بھی ہوتا اور ہنسی بھی آتی ہے۔ خیر ایسے الزام آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی لگ چکے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی سیرت کا بیان

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ آپ نے حضورؓ کے وصال کے بعد حضورؓ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اپنے مضامین، تقاریر اور ارشادات میں بیان کیا۔ ان مضامین میں آپ نے حضورؓ کی ذاتی زندگی پر روشنی ڈالی اور جماعت کو اپنے محبوب آقا کی زندگی کے اُن پہلوؤں سے روشناس کروایا جو اکثریت سے اوجھل تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی سیرت پر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے تحریر فرمودہ مضامین کو ایک کتاب بعنوان "گلہائے محبت - حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی حسین یادیں" میں یکجا کر کے شائع کر دیا گیا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے منظوم کلام کی حفاظت

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ حضرت مصلح موعودؓ کے پاکیزہ منظوم کلام کو آپ نے محفوظ رکھا اور غیر مطبوعہ کلام کو جماعت کے حوالہ کیا۔ چنانچہ آپ کی طرف سے مرسلہ ایک نظم مصباح نومبر - دسمبر 1965ء کے شمارہ میں بھی شامل کی گئی۔ حضورؓ کے وصال کے بعد آپ نے حضورؓ کی متعدد نظمیں اشاعت کے لیے مکرم روشن دین صاحب تنویر، ایڈیٹر الفضل ربوہ، کو بغرضِ اشاعت بھجوائیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کے تبرّکات کی تقسیم

بہت سے مرد وخواتین حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے حضرت مصلح موعودؓ کے تبرّک کی خواہش کیا کرتے تھے۔ آپ ایسی درخواستوں اور خواہشات کو پورا کرتیں اور خود اپنے حصہ میں سے حضرت مصلح موعودؓ کا تبرّک کپڑا دے دیا کرتی تھیں۔

آپ کے کاغذات میں ایک ایسا خط بھی ملا ہے جو ایک بزرگ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں لکھا تھا اور حضورؒ سے حضرت مصلح موعودؓ کا کوئی تبرّک طلب کیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے وہ خط حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو بھجوا دیا تھا۔

غرض آپ حضورؓ کی وفات کے بعد بھی حضورؓ کے خدّام کی دلداری میں مصروف رہتیں اور دراصل یہ بھی آقا ہی کی خدمت ہوتی ہے کیونکہ اسی آقا کی محبت میں گرفتار ہو کر ہی اس کے خدام اس کا تبرک ڈھونڈتے ہیں۔ فجزاھا اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

انگوٹھی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کی حفاظت

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی بیماری کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگوٹھی جس پر اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کندہ تھا اور جو حضرت مصلح موعودؓ کے حصہ میں آئی تھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے پاس بطور امانت محفوظ رکھوائی ہوئی تھی۔ حضورؓ نے اس انگوٹھی کے بارہ میں آپ کو ایک وصیت بھی فرمائی تھی جس کا ذکر اگلے حصہ میں کیا جارہا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی ایک بابرکت اور تاریخی وصیت پر عملدرآمد

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی زندگی میں متعدد مواقع پر اپنی اولاد اور جماعت کو وصیت کی ہے۔ ان وصیتوں میں آپ نے نیکی اور تقویٰ کی تلقین فرمائی ہے۔ ان میں سے بعض وصیتوں کی نقول حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے تیار کیں۔

یہاں حضورؓ کی ایک نہایت بابرکت اور تاریخی وصیت کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے 30 اگست 1947ء کو ایک وصیت بعنوان

"جماعتِ احمدیہ واولاد کے نام"

تحریر فرمائی۔اس وصیت کا نکتہ نمبر 6 تھا کہ

"6۔مکرر۔اگر انگوٹھی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ محفوظ رہے تو وہ سلسلہ کو میری طرف سے دی جائے کہ سلسلہ خود اسے محفوظ رکھے۔ایسی امانت کسی ایک شخص کے پاس نہیں رہنی چاہیے"۔

اس وصیت کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگوٹھی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کے بارہ میں معین وصیت حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو فرمائی تھی۔

حضورؓ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو یہ وصیت فرمائی کہ یہ انگوٹھی حضورؓ کی وراثت میں تقسیم نہیں ہوگی بلکہ حضورؓ کی وفات کے بعد یہ انگوٹھی خلیفۃ المسیح الثالث کو اس ہدایت کے ساتھ دی جائے کہ آئندہ بھی یہ انگوٹھی وراثت میں تقسیم نہیں ہوگی بلکہ ہمیشہ ایک خلیفہ کے بعد دوسرے خلیفہ کو ملے گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو منصبِ خلافت پر فائز فرمایا۔بیعت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ قصرِ خلافت میں تشریف لائے۔

اس موقع پر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ انگوٹھی حضرت مصلح موعودؓ کی اس وصیت کے ساتھ پیش کی۔

تاریخِ احمدیت میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا حضورؓ کی اس بابرکت اور تاریخی وصیت پر عملدرآمد حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ذریعہ ہوا۔یہ ایک ایسی خدمت ہے جو روزِ ابد تک آپ کو امتیاز عطا کرتی رہے گی۔ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

یہ تاریخی واقعہ خود حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بھی بیان فرمایا۔حضورؒ نے فرمایا کہ

"آپؑ کی تین انگوٹھیاں تھیں جو بعد میں تین بیٹوں کو ورثے میں ملیں۔ان میں سے ایک

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

والی انگوٹھی ہے۔جو تین دفعہ قرعہ اندازی کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کو جو حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے سب بڑے صاحبزادے تھے وراثت میں ملی تھی۔ لیکن جب ان کو اللہ تعالیٰ نے خلعتِ خلافت عطا کیا تو آپ نے سمجھا کہ یہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والی انگوٹھی (جو اس وقت مَیں نے پہن رکھی ہے) خاندانی ورثے میں نہیں جانی چاہیے بلکہ خلافت میں چلنی چاہیے۔ چنانچہ یہ انگوٹھی خلافتِ ثالثہ کے قیام پر مجھے دی گئی۔

اب ضمناً یہ بات آگئی ہے تو میں سب کو سنا دیتا ہوں تا کہ اس کے بارہ میں اگلی نسلوں کے لیے آپ سب کی گواہی رہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے یہی انگوٹھی جو اِس وقت میری انگلی میں ہے اور جس پر مَیں نے کپڑا چڑھایا ہوا ہے ہماری محترمہ آپا صدیقہ صاحبہ کو دی اور یہ کہا کہ میری وفات کے بعد جو بھی خلیفہ منتخب ہو یہ اُس کی ہو گی اور اُس کے بعد جو خلیفہ ہو اُس کی ہو گی۔ جب تک یہ سلسلۂ خلافت جماعت مؤمنین میں قائم رہے یہ انگوٹھی ایک خلافت سے دوسری خلافت کی طرف منتقل ہو گی۔ ایک بڑے بیٹے سے دوسرے بیٹے کی طرف منتقل نہیں ہو گی۔ چنانچہ انتخابِ خلافت کے بعد اس وصیت کے ساتھ ہماری محترمہ آپا صدیقہ صاحبہ نے یہ انگوٹھی مجھے دی۔" (الفضل ربوہ، جلد 66/31، نمبر 168، 27 جولائی 1977ء صفحہ 4)

اس واقعہ کو یاد کرتے ہوئے مکرم مرزا فرید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ

"رات کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بیعت وغیرہ سے فارغ ہو کر رہائشی حصہ میں آئے تو دادی خالہ (حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ) نے کہا کہ 'آپ تشریف رکھیں میں آتی ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی انگوٹھی پہنانی ہے۔' خیر آپ وہ انگوٹھی لے آئیں اور حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد کے ساتھ پہنائی تو یک دم حضورؒ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے اور اپنا سر دادی خالہ کی گود میں رکھ دیا اور روتے رہے اور آپ نے فرمایا کہ 'میں تو بہت کمزور انسان ہوں۔ یہ اللہ نے کیا بوجھ ڈال دیا' (صحیح الفاظ تو یاد نہیں لیکن مفہوم یہی تھا۔) اور دادی خالہ مادرانہ شفقت کے ساتھ حضورؒ کے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھیں اور کچھ اس طرح کہہ رہی تھیں کہ 'جس اللہ نے یہ ذمہ داری دی ہے وہی آپ کو طاقت دے گا'۔ یہ نظارہ میرے ذہن میں نقش ہے کیونکہ حضورؒ بہت برداشت والے تھے۔ اس طرح رونا بہت عجیب لگا تھا۔

بعد ازاں ایک بار کسی ضمن میں مجھ سے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اللہ نے بہت حوصلہ

اور برداشت دی ہے۔ میں پبلک میں صرف دو بار رویا ہوں۔ ایک حضرت اماں جانؓ کی وفات پر اور دوسرے خلافت کے بعد خاص طور پر جب آپا صدیقہ نے انگوٹھی پہنائی تھی تو مجھ سے جذبات پر قابو پانا مشکل ہو گیا تھا"۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے لیے یہ کیسی سعادت مند اور مبارک خدمت تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ بابرکت اور تاریخی انگوٹھی ایک خلافت سے دوسری خلافت کی طرف منتقل کی گئی تھی۔ اب یہ انگوٹھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دستِ مبارک میں رونق افروز رہنے کے بعد اب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ و نصرہ اللہ تعالیٰ نصراً عزیزاً کے دستِ مبارک میں رونق افروز ہے اور ہماری روز و شب یہی دعا ہے کہ

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَبَارِكْ لَنَا فِیْ عُمْرِہٖ وَاَمْرِہٖ وَطَوِّلْ حَیَاتَہٗ وَتَقَبَّلْ دُعَائَہٗ

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنی ساری عمر حتّی المقدور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں گزاری۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے بڑی بھاری امید ہے کہ وہ آپ کے والدِ بزرگوار کی اس خواہش کو بھی پورا فرمائے جس کا اظہار انہوں نے خدا تعالیٰ پر مان رکھتے ہوئے ان الفاظ میں کیا تھا کہ "تمہارے نامۂ اعمال میں وہ ثواب لکھا جائے گا جو بڑے بڑے مجاہدین کو ملتا ہے" بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اپنا لطف و کرم آپ کی روح پر نازل فرماتا چلا جائے۔ آپ کو اپنے محبوب آقا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین

باب ہفتم (7)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے محبت اور خدمت

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کے لیے بے حد محبت اور احترام تھا۔ آپ کو یہ وصف اپنے بزرگ والد سے ورثہ میں ملا تھا۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے ساتھ شادی کے بعد آپ حضورؓ کے بہن بھائیوں کی بھابی بھی بن گئی تھیں اور اس طرح آپس میں ایک اور رشتہ قائم ہو گیا تھا۔ اس باب میں اس رشتہ کے حوالہ سے ذکر کیا جا رہا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اپنے گھر میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کا بہت ہی احترام اور محبت سے ذکر کیا کرتی تھیں اور ان بزرگوں کی پاک فطرت اور ان کی نیکیوں کا ذکر کیا کرتی تھیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دستِ راست تھے اور حضورؓ نے اپنے بہت سے ذاتی اور جماعتی کام حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے سپرد فرمائے ہوئے تھے۔ اس حوالہ سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی خدمات کا ذکر بھی آپ کیا کرتی تھیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضرت مصلح موعودؓ کے بچوں سے بھی بہت بے تکلف تھے اور اُن سے پیار کا اظہار فرمایا کرتے تھے اور ان کو نصائح بھی فرماتے تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی دونوں ماؤں کا بھی بے حد احترام کرتے تھے اور ہجرت کے بعد تو ان کا بہت ہی خیال رکھتے رہے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی صاحبزادی امۃ الودود صاحبہ بنت حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ سے بہت دوستی تھی۔ اس وجہ سے حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ سے اپنی شادی سے قبل

ہی دوست کے والد ہونے کی وجہ سے کسی قدر بے تکلفی تھی۔

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت محبت فرماتے تھے۔ آپ حضورؑ کی لختِ جگر تھیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی لاڈلی بہن تھیں۔ اس وجہ سے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے ساتھ بہت ہی گہرا محبت اور احترام کا تعلق تھا۔ آپ کو حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی خدمت کا بہت موقع ملا۔ آپ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو "آپا صاحب" کہا کرتی تھیں اور وہ آپ کو "مریم" کہتیں۔

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ ایک بلند روحانی مقام پر فائز تھیں اور آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کی باتیں یاد تھیں اور ذکرِ حبیبؑ آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی یہ خواہش رہتی تھی کہ وہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے بابرکت وجود سے فیض پائیں۔ اور اسی جذبہ کے تحت آپ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کو لجنہ اماء اللہ کے پروگراموں میں مدعو کرتیں تاکہ زیادہ سے زیادہ احمدی خواتین بھی اُن کی پاک صحبت سے مستفیض ہوں۔

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے لجنہ اماء اللہ کے لیے "ذکرِ حبیب" کے موضوع پر جو خطابات فرمائے ان میں سے اکثر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہؒ کی درخواست پر ہی کیے تھے۔ بلکہ ایک دو مواقع پر حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی ہدایت پر آپ نے ہی حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا لکھا ہوا خطاب پڑھ کر سنایا تھا۔ تاریخِ لجنہ اماء اللہ کی جلد اوّل اور جلد سوم کا تعارف حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے تحریر فرمایا۔

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ساتھ بے تکلف خط و کتابت بھی تھی۔ ان خطوط میں دلچسپ باتیں ہوتیں۔ نمونہ کے طور پر چند خط یہاں پیش کر رہا ہوں۔

27 فروری 1962ء کو حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے آپ کو خط میں لکھا کہ

"آخری عشرہ ہے، یہ خط صرف اپنا نہ سمجھو حضرت بھائی صاحب کو السلام علیکم کے بعد سنادو کہ میرے لیے خاص دعا فرمائیں اور میری سب اولاد کے لیے محمد احمد۔ مسعود احمد کے مقدمہ کے لیے بھی دعا کریں۔

اور تم دعا کرتی رہنا۔ میں تو برابر دعا کرتی ہوں تمہارے لیے۔

4 کو میرے لیے کار پہنچ جائے، مبشر بھی میرے ساتھ ہوں گے اور ان کا سامان بھی۔ اس لیے اشتراک نہ ہو! ابھی یادداشت دفتر میں لکھوا دو اور ناصر احمد (حضرت مرزا ناصر احمد صاحب) وغیرہ جس کو کہنا ہے کہہ دو۔ 4 مارچ یاد رہے!

تم سب کو پیار۔"

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ایک مرتبہ لاہور میں اپنی بیٹی مکرمہ آصفہ مسعود صاحبہ بیگم مکرم بریگیڈیئر ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب کے گھر میں قیام پذیر تھیں، جو شاید ملک سے باہر تھے۔ وہاں سے آپ نے خط لکھا کہ

"السلام علیکم۔ خط اور کارڈ مل رہے ہیں۔ دردِ دل سے، پیار سے تمہارے لیے اور تمہاری سب اولاد کے لیے برابر دعا التزام سے کر رہی ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے لیے دعاؤں کے سلسلہ سے الگ۔

مصروفیت بہت ہے۔ بوجھ کام کا بہت ہے۔۔۔۔ چُور ہوں معلوم ہوتا ہے گھر آکر کچھ نہ کر سکوں گی۔ شاید اس عید پر مَیں تو تمہاری مہمان ہی بن جاؤں، بچے آئے تو وہ بھی۔"

اسی خط میں حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے آپ کو ہدایت دی کہ دفتر خزانہ سے اُن کے بھجوائے ہوئے چیک کے مطابق چندہ جات کی رسید حاصل کر لیں۔

ایک خط میں حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ آپ کو لکھتی ہیں کہ

"تمہارا آنا خواب معلوم ہو رہا ہے۔ تمہارے جانے کے بعد سخت ضعف کا دورہ ہوا۔ بقول شاعر

یہ کیا کیا کہ جدا ہو گئے گلے مل کے
ابھی تو زخم بھی بھرنے نہ پائے تھے دل کے

اِن خطوط سے اُس محبت اور پیار کی ایک جھلک نظر آتی ہے جو حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے درمیان تھی۔ یہ کیسے خوش قسمت لوگ تھے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نہ صرف خود حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا خیال رکھتی تھیں بلکہ اپنے قریبیوں سے بھی اُن کا خیال رکھنے کی نصیحت کرتیں۔ایک مرتبہ آپ حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ "جابہ" میں تھیں اور حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اُن دنوں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے گھر ربوہ میں ٹھہری ہوئی تھیں۔"جابہ" سے اپنی بیٹی صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو خط میں لکھا کہ

"بڑی پھوپھی جان کا خیال رکھنا۔پہلے ہی ان کو کافی تکلیفیں پہنچ چکی ہیں۔۔۔۔پھوپھی جان کے جانے کے بعد میرا پروں والا تکیہ مجھے بھجوا دینا۔"

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے مکرمہ فرحت افزا صاحبہ بتایا کہ

"مریم صدیقہ سے تو ہمارا دوہرا رشتہ ہے۔بہن بھی ہیں اور بھاوج بھی۔حضرت سیّدنا بڑے بھائی صاحبؓ حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد اور شادی کرنا چاہتے تھے۔حضرت اماں جانؓ کی بہت خواہش تھی کہ ایک رشتہ آپ کے بھائی کے ہاں ہو۔آپ نے فرمایا اب تو مریم بھی جوان ہو رہی ہے۔اس رشتہ کی تحریک حضرت اماں جانؓ کی طرف سے ہوئی تھی۔مریم کی بڑی والدہ جن کو سب اچھی اماں کہتے تھے۔جو حضرت اماں جانؓ کی بھاوج ہونے کے علاوہ رشتہ دار بھی تھیں۔اُن جیسی سوتیلی بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔انہوں نے کہا عمر کا بہت فرق ہے۔مریم بہت دعاؤں کے بعد پیدا ہوئی تھی۔حضرت بڑے ماموں جانؓ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا میں حضرت آپا صاحبہؓ کو کیسے جواب دے سکتا ہوں۔میں تو شروع سے ہی مریم کو دین کے لیے وقف کر چکا ہوں۔میں یہ قربانی دے دوں گا۔۔۔۔

مَیں نے مریم کی شادی سے پہلے خواب دیکھا کہ مریم حضرت بھابی جانؓ (حضرت امّ ناصرؓ) کی سیڑھیوں پر چڑھ رہی ہیں۔لباس اور سنگھار سے دلہن معلوم ہوتی ہیں۔آنکھوں میں آنسو اُسی طرح ہیں جیسے دلہنوں کے ہوتے ہیں۔میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے

'اے مراد جب تو آتی ہے تو روتی ہے اور لوگ خوش ہوتے ہیں'

چنانچہ دیکھ لو 'مراد' آگئی۔ جب متین پیدا ہوئی تو اُسے اپنی اماں کے سپرد کرکے مریم پڑھائی میں مصروف ہو گئیں۔ پہلے مریم حضرت اماں جانؓ کے ساتھ رہتی رہیں۔ انہیں سب دلہن صاحبہ کہتے تھے۔ دوہرے رشتے کی وجہ سے بہت محبت حضرت اماں جانؓ سے تھی۔ حضرت سیّدنا بڑے بھائی صاحبؓ کی بیماری کے ابتدائی دنوں میں تو چاروں بیویاں تیمارداری کرتی تھیں۔ آپ خود بھی چل پھر لیتے تھے۔ آخری دنوں میں تو سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ نے تیمارداری کے فرائض سرانجام دیئے۔ بہت محنت اور تندہی سے آخری تیمارداری میں لگی رہیں۔ مَیں تو دونوں کے لیے ہی دعائیں کرتی ہوں"۔

آپ تقریباً روزانہ عصر کی نماز کے بعد حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے ملنے کے لیے اُن کی رہائش گاہ "بیت الظفر" پر جاتیں اور کچھ وقت وہاں گزارتیں اور خوشگوار مجلس لگتی۔ مجھے بھی آپ ساتھ لے کر جاتیں اور حضرت بڑی پھوپھی جان سے ملواتیں اور اس طرح ان کی دعائیں اور پیار ملتا۔ کبھی کبھار حضرت بڑی پھوپھی جان کھانے کے لیے کوئی چیز بھی عطا کرتیں۔ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے گھر ملنے آتیں اور کئی مرتبہ دعوت میں آنا مجھے یاد ہے۔

مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے بطور بھاوج بھی بہت پیار تھا اور بطور بہن بھی۔ (ماہنامہ مصباح ربوہ، دسمبر 1977ء- جنوری 1978ء صفحہ 38)

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی آخری بیماری میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو ان کی خدمت کی توفیق ملی۔ مجھے یاد ہے کہ آپ رات کو حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے گھر چلی جاتیں اور خدمت کرتیں۔ کبھی آپ رات کو بھی ان کے پاس رہتیں اور صبح جب میں سکول جارہا ہوتا تو راستہ میں آپ سے ملاقات ہوتی۔

صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی آخری بیماری کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتی ہیں کہ

"ہماری بھاوج طیّبہ بیگم اور چھوٹی آپا (خدا انہیں لمبی کارآمد زندگی دے) نے جان توڑ کر

خدمت کی اور حقِ خدمت ادا کیا۔۔۔سب عزیزوں کو چاہتیں کہ میرے سامنے رہیں۔ خصوصاً چھوٹی آپا سیّدہ امِّ متین کو نظر سے اوجھل نہ ہونے دیتیں۔اسی طرح طیّبہ بیگم میری بھاوج کو۔۔۔حضرت چھوٹی آپا نے تو گویا اپنے آپ کو ان کے لیے وقف کر دیا تھا۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، دسمبر1977ء-جنوری1978ء صفحہ42تا43)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو یہ سعادت بھی ملی کہ آپ نے حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کو آخری غسل دیا۔

آپ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی ایک اور خدمت کرنا چاہتی تھیں لیکن وہ خدمت اپنی مصروفیت کی وجہ سے نہ کر سکیں۔آپ کا ارادہ تھا کہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی سیرت و سوانح پر کتاب لکھیں اور اس پر کام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی زندگی میں ہی اور اُن کے تعاون سے شروع ہو چکا تھا۔آپ نے بہت سا کام کر بھی لیا تھا۔آپ کے تیار کردہ نوٹس مجھے دیکھنے کا موقع ملا ہے اور اُن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے آپ کو اپنے دستِ مبارک سے بہت سی روایات لکھ کر دی تھیں۔یہ روایات مختلف وقتوں میں بیان ہو چکی ہیں۔آپ کے تیار کردہ مواد سے مکرمہ نسیم سعید صاحبہ مرحومہ نے استفادہ بھی کیا تھا جن کو حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی سیرت و سوانح پر کتاب مرتب کرنے کی توفیق ملی تھی۔

آخر پر صرف یہ کہتا ہوں کہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور آپ کے درمیان جو محبت تھی اور جس طرح آپ اُن کی خدمت پر کمربستہ رہتی تھیں وہ باوجود کوشش کے الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا۔

حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چھوٹی بیٹی حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے ساتھ بھی آپ کا غیر معمولی محبت اور احترام کا تعلق تھا۔آپ ان کو "باجی جان" کہا کرتی تھیں اور حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ آپ کو "مریم" کہہ کر مخاطب ہوا کرتی تھیں۔حضرت اماں جانؓ نے حضرت نواب عبد اللہ خان صاحبؓ کو آپ کا بڑا بھائی بنایا ہوا تھا۔حضرت مصلح موعودؓ کا تعلق

حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ سے بیٹیوں والا تھا کیونکہ عمر میں کافی فرق تھا۔

تاریخِ لجنہ اماء اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کو لجنہ اماء اللہ کے پروگراموں میں خاص طور مدعو کرتیں اور اس طرح احمدی خواتین کو "دُختِ کرام" سے برکت اور فیض حاصل کرنے کا موقع عطا کرتیں۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"حضرت امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ میری پھوپھی زاد بہن تھیں۔ ہم دونوں میں عمر کا بہت فرق تھا۔ 1932ء میں حضرت والد صاحب ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب مرحوم نے جو ان دنوں رُہتک میں سوِل سرجن لگے ہوئے تھے مجھے تعلیم کے لیے قادیان بھجوا دیا۔ کچھ عرصہ تو مَیں اپنی نانی اماں کے گھر رہی پھر باقی بہن بھائی بھی پڑھنے کے لیے قادیان آگئے اور والدہ صاحبہ بھی قادیان آگئیں۔ ان دنوں حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ حضرت اماں جان کے پاس مقیم تھیں اور ایف۔اے انگریزی کے امتحان کی پرائیویٹ طور پر تیاری کر رہی تھیں۔ میری اچھی جان پہچان ان سے اس عرصہ میں ہوئی۔ مَیں اکثر حضرت اماں جان سے ملنے جایا کرتی تھی۔ آپ کی صحبت میں گزارے ہوئے وہ دن اب بھی بڑی شدّت سے یاد آتے ہیں عمر میں فرق کے باوجود ہم دونوں بہت بے تکلف تھیں۔ میری سلائی اچھی تھی آپ نے اپنی چھوٹی بچیوں کے کئی فراک مجھ سے سِلوائے۔

پھر میری شادی ہوئی تو آپ سے نند کا رشتہ بھی ہو گیا۔ عمر کے ساتھ ساتھ میرے دل میں آپ کی عزت اور احترام بڑھتا ہی چلا گیا۔۔۔ حقیقت ہے کہ میری تو تربیت ہی میرے سسرال میں ہوئی اور حضرت اماں جان کی ذاتی توجہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ صاحبہ سے بھی بہت کچھ سیکھا۔ آپ بہت وسیع القلب، بہت خوش اخلاق اور بہت وسیع النظر تھیں۔ ایک دفعہ بعض غلط فہمیوں کی بنا پر میرے اور میرے ایک عزیز کے درمیان کچھ کشیدگی ہو گئی۔ آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اپنی خداداد فراست سے کام لیتے ہوئے وہ کشیدگی فوراً دور کروا دی۔ آپ میں برداشت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔۔۔

خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بنیاد جن ستونوں پر رکھی گئی آپ کا وجود ان میں سے آخری ستون تھا۔ گلشنِ احمد کے یہ پھول اپنی اپنی مہک دکھلا کر رخصت ہو گئے۔ اب ہم سب نے

اس مہک کو سدا قائم رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح پر اپنے بے شمار فضل نازل کرے اور ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔" (دُختِ کرام صفحہ 220 تا 221، مرتبہ مکرم سید سجاد احمد صاحب)

حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے ساتھ بھی آپ کی خط و کتابت تھی اور وہ اپنے کئی ذاتی کام آپ کو تفویض کر دیا کرتی تھیں۔ حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ 1962ء میں یورپ کے سفر پر تشریف لے گئیں اور وہاں سے آپ کے نام ایک خط میں لکھا کہ

"السلام علیکم۔ تمہارے دونوں خط ملے۔ ایک پہلے، ایک رات سکاٹ لینڈ سے واپسی پر۔ اس وقت محض سیّدنا بھائی صاحب کی محبت میں خط لکھ رہی ہوں۔ یہ دراصل اُن کے اور تمہارے دونوں کے نام ہے۔۔۔ آج جتنے بھی خط ملے ہیں سب میں سیّدنا بھائی صاحب کا لکھا ہے کہ مجھے بہت یاد کرتے ہیں اور ککو کو برا بھلا کہتے ہیں کہ مجھے لے گئی۔۔ مجھے اتنا ان پر پیار آیا۔۔۔ یہ اُن کی محبت ہی ہے نا۔۔۔ سیّدنا بھائی صاحب سے کہنا میں ان کے لیے بے حد دعا کر رہی ہوں"

1977ء میں مکرم سیّد محمود احمد ناصر صاحب بہت بیمار ہو گئے تھے اور بیماری نے تشویشناک صورتحال اختیار کر لی تھی۔ اس عرصہ میں حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو متعدد خطوط لکھے جن میں آپ کا حوصلہ بڑھایا اور اپنی دِلی دعاؤں سے نوازا۔

حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ نے 29 جولائی 1977ء کو ایک خط میں لکھا کہ

"محمود کا جتنا فکر ہے، اللہ ہی جانتا ہے۔ تمہارا تو خبر نہیں کیا حال ہو گا۔ اللہ محمود کو صحت والی زندگی، لمبی عمر عطا کرے۔ تمہیں اس کا دُکھ نہ دکھائے۔ اپنی پڑی تو میں نے ہنستے روتے سہہ لی مگر بیٹی پر پڑی میرا حوصلہ توڑ گئی۔ میں ظاہراً سب کچھ کرتی ہوں مگر میرا حال اللہ ہی جانتا ہے۔ اللہ تمہیں ایسے صدمے سے محفوظ رکھے۔ اللہ دشمن کو بھی اس غم سے بچائے، **تم تو اتنی خدمت گزار ہو جماعت کی خاندان کی**۔ ان شاء اللہ محمود ٹھیک ہو جائے گا۔ اچھا خدا حافظ۔"

حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ نے مکرمہ فرحت افزا صاحبہ کو بتایا کہ

"سیّدہ مریم صدیقہ تو ہماری بہن بھی ہیں اور بھاوج بھی۔ انہوں نے حضرت اماں جانؓ کی بے حد خدمت کی جب تک ساتھ رہیں۔ اور جب کھانا الگ ہوا تو پھر بھی نہایت جاں فِشانی سے خدمت میں لگی رہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے مضبوط قویٰ عطا کیے ہیں اور انہوں نے نہایت محنت، تندہی

اور خلوص سے حضرت بڑے بھائی صاحبؓ کی خدمت ایک لمبا عرصہ تک کی ہے اور کمال یہ کہ اس مصروفیت کے ساتھ ساتھ خدمتِ دین اور سلسلہ کا کام بھی چلاتی رہیں۔ ہمارے ساتھ ہمیشہ بہنوں جیسا سلوک رکھا اور ہمیں تو آج تک اُن کا نیک سلوک ہی یاد ہے۔ سلسلہ کے کام کے متعلق میں تمہیں کیا بتاؤں۔ وہ تو تمہیں بھی اور مجھے بھی نظر آرہا ہے"۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ، حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے گھر شام کو ملنے جاتیں اور دعا کے لیے عرض کرتیں اور خوشگوار مجلس لگتی تھی۔ آپ مجھے بھی ساتھ لے کر جاتیں اور حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ سے پیار اور دعائیں ملتیں۔ جب تک حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ صاحبِ فراش نہیں ہوئیں آپ انہیں اپنے گھر پر دعوت پر بلاتیں اور ایتاء ذی القربیٰ کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے محبت اور ان کا احترام کرنا حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو اپنے والد بزرگوار سے ورثہ میں ملا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے فیض سے اس میں مزید اضافہ ہوا۔ آپ ہمیشہ اپنی گھریلو مجالس میں ان بزرگان کی نیکی، علم و فضل اور پاک عادات کا ذکر کیا کرتی تھیں۔

باب ہشتم(8)

جماعتی و قومی خدمات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت دنیا بھر میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً خواتین کی تعلیمی اور اخلاقی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ اس حالت کا نقشہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ

"ہندوستان میں مستورات کی پستی ایک مسلّمہ چیز ہے۔ بڑے بڑے اچھے اور بااخلاق لوگ بھی مستورات کے حقوق کو پامال کرتے ہوئے یہ خیال کرتے تھے کہ وہ کوئی بڑی نیکی کا کام کر رہے ہیں۔ اُن کی دینی یا دنیاوی بہبود کی طرف توجہ کرنے کا کیا ذکر حالانکہ محض بچوں کی تربیت کا ہی سارا بار نہیں بلکہ قوموں کی تربیت میں بھی عورت کا ہاتھ ایک بڑا نمایاں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ بایں ہمہ عورتوں کا وجود مردوں کی طرف سے ناقابلِ التفات رہا۔" (الحکم، جلد 42، جوبلی نمبر، 28دسمبر 1939ء صفحہ 57)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احمدی خواتین کو مختلف مواقع پر تلقین فرماتے ہوئے اُن کو دینی علوم سیکھنے کی طرف توجہ فرمائی اور ان کے تمام حقوق اُن کو عطا فرمائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے عورتوں کے لیے علیحدہ درس القرآن کا اہتمام فرمایا۔ لیکن خواتین کی دینی و دنیوی تعلیم و تربیت و ترقی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دل میں ایک خاص درد پیدا فرمایا تھا۔

جیسا کہ حضورؓ خود فرماتے ہیں کہ

"عورتوں کی تعلیم سے مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاص دلچسپی ہے۔ مَیں نے اس کی وجہ سے لوگوں سے اعتراضات بھی سُنے ہیں اور اختلافی آرا بھی سُنی ہیں لیکن پھر بھی پورے یقین کے ساتھ اس رائے پر قائم ہوں کہ عورتوں کی تعلیم کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ جب جماعت

احمدیہ کا انتظام میرے پاس آیا اُس وقت قادیان میں عورتوں کا صرف پرائمری سکول تھا۔ لیکن مَیں نے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو قرآنِ کریم اور عربی کی تعلیم دی اور انہیں تحریک کی کہ مقامی عورتوں کو قرآنِ کریم کا ترجمہ اور حدیث وغیرہ پڑھائیں۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 291)

ایک اور موقع پر حضورؓ نے تحریر فرمایا کہ

"مَیں جانتا ہوں کہ میرے ارادے زمانہ کی ہوا کے خلاف ہیں اور خود ہماری جماعت کے لوگوں میں سے ایک طبقہ یقیناً اس کی مخالفت کرے گا۔ گو وہ خاموش مخالفت ہو گی نہ کہ نمایاں اور لفظی۔ لیکن مَیں ان باتوں سے نہیں ڈرتا۔ مَیں جانتا ہوں کہ اِس وقت اسلام کے لیے سب سے زیادہ زبردست قلعہ عورتوں کے دماغوں میں بنایا جاسکتا ہے اور اس قلعہ کی تعمیر اُسی صورت میں ممکن ہے کہ عورتوں کی تعلیم کی سکیم پورے طور پر اپنی دینی ضرورتوں کو مدِ نظر رکھ کر بنائی جائے۔ اور انہیں اس قابل کر دیا جائے کہ وہ اپنے بچوں اور بھائیوں کو اس مقام پر کھڑا رکھیں جس پر سے ہٹانے کے لیے حوادثِ زمانہ کی آندھیاں اپنا پورا زور لگا رہی ہیں۔ یہ کام بہت بڑا ہے اور مَیں ایک کمزور انسان ہوں۔ لیکن میرا رب جس پر میرا بھروسہ ہے میری مدد کرے گا اور اندرونی اور بیرونی مخالفتوں کو زائل کر کے مجھے یقیناً کامیاب کرے گا۔ کیونکہ اسلام اس کا دین ہے اور احمدیت اس کا اپنے ہاتھوں کا لگایا ہوا پودا ہے۔" (میری سارہ۔ انوار العلوم جلد 13 صفحہ 201)

1939ء میں جماعت احمدیہ کے قیام کو پچاس سال پورے ہوئے اور ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خلافت پر پچیس سال بھی۔ اس وقت تک احمدی خواتین نے اپنی دینی و دنیاوی ترقی کے ابتدائی قدم اٹھا لیے تھے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اُس وقت تک کے حالات کو ان الفاظ میں بیان کیا کہ

"خوش قسمتی سے طبقہ ٔنسواں کے لیے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا وجودِ باجود ایک ابرِ رحمت ثابت ہوا۔ حضور نے عورتوں کے حصہ کی تمام شقوں کو کامل طور پر قائم فرمایا۔ مثلاً شریعت کے قیام کے لیے مردوں کے ساتھ عورتوں کو برابر کا حصہ دار قرار دیا ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں بھی ایک زمانہ تک مستورات کی طرف پوری توجہ نہیں ہوئی۔ اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے طرزِ عمل سے اپنے گھر میں وہ تمام حقوق دے رکھے تھے جو شریعت حقہ

کی رو سے مستورات کو مل سکتے تھے۔ مگر عام لوگوں کی توجہ اس طرف نہ تھی۔ لیکن حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مستوراتِ سلسلہ کو اس قدر بلند کیا کہ وہ ہمیشہ کے لیے آپ کی ذات کے طفیل سر بلند ہو گئیں۔ چنانچہ سب سے پہلا احسان لجنہ اماء اللہ کا قیام ہے۔1922ء میں آپ نے لجنہ اماء اللہ یعنی احمدی مستورات کی ایک انجمن قائم کی۔ اس انجمن کے ذریعہ آپ نے مستورات کی تربیت فرما کر ان میں احساس پیدا کیا کہ وہ بھی بنی نوع انسان کا ایک جزو لاینفک ہیں اور قوموں کی ترقی و تنزل میں ان کا بھی ہاتھ ہے۔ ان میں آپ نے علمی مذاق پیدا کیا۔ اُن کو اجتماع کی برکات بتلائیں۔ ان میں اپنی قوتوں سے کام لینے کے ڈھنگ سکھلائے اور ان کو لجنہ کے ذریعہ فنِ تقریر سے آگاہ کیا۔" (الحکم، جلد42، جوبلی نمبر، 28دسمبر 1939ء صفحہ 57)

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی ازواج سے احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کا کام لیا۔ اس باب میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی جماعتی و قومی خدمات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

قادیان میں لجنہ اماء اللہ کے لیے خدمات

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی ازواج کی تعلیم و تربیت اس نیّت سے فرمائی تھی کہ وہ اپنا وقت اور صلاحیتیں دین کے کاموں میں صَرف کریں گی۔ اسی جذبہ کے تحت حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے بھی لجنہ اماء اللہ قادیان میں کام شروع کیا۔

پیغام پہنچانے کے لیے تقاریر اور مضمون نگاری دونوں ہی بہت اہم ذرائع ہیں۔ تقریر کرنا آپ کو حضرت مصلح موعودؓ نے خود سکھایا اور پہلی مرتبہ جلسہ سالانہ قادیان میں آپ نے 1935ء میں تقریر کی۔ یہ تقریر اس لحاظ سے خاص اہمیت کی حامل ہے کہ اس کی تیاری خود حضورؓ نے کروائی تھی۔ اس کی تفصیل کتاب میں پہلے گزر چکی ہے۔ اس کے بعد تقریباً ہر دوسرے سال آپ جلسہ سالانہ مستورات پر تقریر کرتی رہیں۔ 1944ء کے بعد سے لے کر آخر تک آپ ہر جلسہ سالانہ، اجتماعات لجنہ اماء اللہ اور اجلاسات پر باقاعدگی سے تقاریر کرتی رہیں۔ یہ سب تقاریر اس پہلی تقریر کا فیض تھیں جو آپ کو خود حضرت مصلح موعودؓ نے کرنا سکھائی تھی۔

بی۔اے کرنے کے بعد 1940ء میں آپ نے لجنہ اماء اللہ کا باقاعدہ کام شروع کیا۔ اُس وقت حضرت امّ ناصر سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ لجنہ اماء اللہ کی صدر اور حضرت سیّدہ امّ طاہر صاحبہؓ جنرل

سیکرٹری تھیں۔ یہ دور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے لیے لجنہ کے کاموں کے سیکھنے اور سمجھنے کا دور تھا۔

1942ء میں حضرت سیّدہ امّ طاہر صاحبہؓ صدر لجنہ اماء اللہ منتخب ہوئیں اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ حضرت سیّدہ امّ طاہر صاحبہؓ کے دو سالہ دورِ صدارت میں لجنہ اماء اللہ کے کاموں میں بہت تیزی آئی۔ ہندوستان اور بیرونِ ہند لجنات کا قیام عمل میں آیا۔ حضرت سیّدہ امّ طاہر صاحبہؓ لجنہ اماء اللہ کی روح رواں تھیں۔ آپؓ غیر معمولی جذبہ سے لجنہ اماء اللہ کے کام کیا کرتی تھیں جس کا اظہار حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کئی مواقع پر فرمایا۔

1944ء میں حضرت سیّدہ امّ طاہر صاحبہؓ کا وصال ہوا اور حضرت سیّدہ امّ ناصر احمد صاحبہؓ کو صدر لجنہ اماء اللہ منتخب کیا گیا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر خدمت کرتی رہیں۔ اس دور میں آپ کو لجنہ اماء اللہ کی خدمت کا بہت موقع ملا۔

1944ء کا سال جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بہت اہم ہے۔ اس سال کے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کو یہ خبر دی کہ آپ ہی پسرِ موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ حضورؓ نے "مصلح موعود" ہونے کا اعلان قادیان میں فرمایا اور اس کے بعد اتمامِ حجت کے لیے ہوشیار پور، لدھیانہ، لاہور اور دہلی میں جلسے کروا کر اس دعویٰ کو دہرایا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی افرادِ جماعت احمدیہ کے دل خوشی اور تشکّر سے بھر گئے۔

1944ء میں ہی حضورؓ کو عورتوں کی اصلاح کے بارہ میں ایک ہوا۔ جو حضورؓ نے 26 اپریل 1944ء کو ایک مجلسِ عرفان میں بیان فرمایا۔ حضورؓ نے فرمایا کہ

"ایک الہام ہے جو اپنے اندر بڑی بشارت رکھتا ہے۔ گو اس میں فکر کا پہلو بھی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ ایک ذمہ داری عائد کی گئی ہے اور ذمہ داری بہت کم لوگ ادا کیا کرتے ہیں۔ بہر حال آج رات مجھے یوں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے:

'اگر تم پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی'

گویا اسلامی فتوحات جو آئندہ ہونے والی ہیں ان میں عورتوں کی اصلاح کا بہت دخل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر اس کے فضل و کرم سے جماعت کی پچاس فیصدی

عورتوں کی اصلاح ہو جائے یا شاید قادیان کی عورتیں مراد ہوں تو ترقیٔ اسلام کے سامان مہیا ہو جائیں گے۔" (الازھار لذوات الخمار جلد 1 صفحہ 381)

اسی سال حضرت مصلح موعودؓ نے لجنہ اماء اللہ کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دینے کی ہدایت ان الفاظ میں فرمائی کہ

"ہر محلّہ کی لجنہ اپنے آپ کو منظّم کرے اور ایک ہفتہ کے اندر اندر سب جوان، بوڑھی، عورتوں کو جمع کر کے ان کی تعداد معلوم کرے اور جبراً ان کو لجنہ میں داخل کرے اور جو داخل نہ ہو اُس کے متعلق سمجھ لو کہ وہ احمدی نہیں ہے۔" (لجنہ اماء اللہ سنجیدگی سے عورتوں کی اصلاح کرے۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 310 تا 311)

حضورؓ کی ان ہدایات کا فوری اثر ہوا اور لجنہ اماء اللہ کے کاموں میں یکدم اضافہ ہوا۔ جن کا صرف خلاصۃً ذکر کیا جا رہا ہے۔

اوّل:۔ قادیان کی تمام احمدی عورتیں لجنہ اماء اللہ کی ممبر بن گئیں اور باقاعدہ اجلاسات ہونے شروع ہو گئے۔ اور احمدی خواتین کو سادہ اور باترجمہ قرآنِ کریم پڑھانے اور دوسری تعلیم دینے کے لیے انتظامات کیے گئے۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 صفحہ 541)

دوم:۔ لجنہ اماء اللہ نے اپنے سالانہ امتحانات لینے شروع کیے۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 صفحہ 542)

سوم:۔ جرمن زبان میں قرآنِ مجید کے ترجمہ کے اخراجات لجنہ اماء اللہ کے سپرد ہوئے۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 صفحہ 542 تا 543)

چہارم:۔ حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک وقفِ جائیداد میں لجنہ اماء اللہ کی ممبرات نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 صفحہ 545 تا 554)

پنجم:۔ تعلیم الاسلام کالج کی تحریک میں بھی لجنہ اماء اللہ کی ممبرات نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 صفحہ 554 تا 555)

جلسہ سالانہ مستورات کے موقع پر 27 دسمبر 1944ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے لجنہ کو اپنے خطاب میں مفصل لائحۂ عمل عطا فرمایا۔ حضورؓ نے ہندوستان کے ساتھ ساتھ بیرونِ ملک میں بھی لجنہ اماء اللہ کی شاخیں کھولنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ

"میں نے عورتوں کی اصلاح کے لیے لجنہ اماء اللہ قائم کی ہوئی ہے۔ لجنہ کو چاہیے کہ وہ اپنی تنظیم کو مکمل کرے اور عورتوں کی اصلاح اور ان کی تربیت اور ان کے اخلاق کی درستی کی کوشش کرے اور عورتوں کی اصلاح اور تربیت کے لیے جن سامانوں کی ضرورت ہے وہ سامان مہیا کرے۔ قادیان میں تو لجنہ اماء اللہ دیر سے قائم ہے باقی سارے ہندوستان میں چالیس پچاس لجنائیں ہیں حالانکہ اس کے مقابل مردوں کی آٹھ سو سے اوپر انجمنیں ہیں۔ جہاں مردوں کی آٹھ سو سے اُوپر انجمنیں ہیں وہاں عورتوں کی چالیس پچاس لجناؤں کے معنی یہ ہیں کہ ابھی تک عورتوں کا بیسواں حصہ بھی منظّم نہیں ہوا۔ کام کا سوال تو دوسری چیز ہے پہلا کام تو یہی ہوتا ہے کہ تنظیم مکمل کی جائے۔"

(لجنہ اماء اللہ کی تنظیم سے متعلق ہدایات۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 448 تا 449)

حضور نے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کو مندرجہ ذیل ہدایات دیں کہ

1۔ ملک بھر میں جس جماعت میں لجنہ قائم نہیں ہے وہاں لجنہ قائم کی جائے۔ مرکزی لجنہ اس سلسلہ میں رہنمائی مہیا کرے۔

2۔ وہ اپنے دفتر کو مضبوط کرے اور اپنے کام کی اہمیت کو سمجھے۔ حضورؓ نے لجنہ قادیان کو لجنہ مرکزیہ سے الگ کرنے کا ارشاد فرمایا تا کہ قادیان کی لجنہ بھی دوسرے شہروں کی لجنات سے الگ ہو اور لجنہ مرکزیہ الگ۔

3۔ لجنہ مرکزیہ چھ سات مختلف کاموں کے لیے مختلف سیکرٹری مقرر کرے تا کہ وہ جماعتوں کے ساتھ خط و کتابت کریں اور اس کے لیے آپ نے صرف ایک ماہ کی مہلت عطا فرمائی۔

4۔ لجنہ مرکزیہ اپنے دفتر کو منظّم کرے اور ایسی مستقل عورتیں کارکن رکھیں جو پورا وقت دفتر میں کام کریں اور یہ کام جنوری 1945ء تک مکمل کیا جائے۔

5۔ لجنہ اماء اللہ اپنے دفتر کی تعمیر کے لیے چندہ جمع کرے۔ حضورؓ نے فرمایا دفتر کے لیے زمین خریدی جا چکی ہے جو حضرت امّ طاہر احمد صاحبہؓ کی یادگار ہے۔ اس کی قیمت قرض لے کر ادا کر دی گئی تھی۔ لجنہ اماء اللہ اس کی قیمت ادا کرے جو چار ہزار روپے تھی اور عمارت کے لیے چندہ جمع کرے۔ حضورؓ کو امید تھی کی چالیس ہزار روپے میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا دفتر بن جائے گا۔

6۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ جلسہ سالانہ کے علاوہ لجنہ ایک اجتماع دورانِ سال میں کیا کرے اور

ہندوستان کی تمام لجنات کی طرف سے نمائندہ عورتیں اس اجتماع میں شامل ہو کر اپنے کاموں پر غور کریں اور ایسے قواعد مرتب کریں جن سے وہ مزید ترقی کر سکیں۔

7۔ حضورؓ نے گولڈ کوسٹ غانا میں زنانہ سکول کے قیام کا ذکر فرمایا اور ہندوستان کی احمدی خواتین کو چار ہزار روپے جمع کرنے کی ہدایت فرمائی۔

(لجنہ اماء اللہ کی تنظیم سے متعلق ہدایات۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 449 تا 459)

تنظیم سازی کے مرحلہ سے گزرنے کے بعد حضورؓ نے احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کے مراحل کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ

"لجنہ اماء اللہ کا

پہلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ جب اُن کی تنظیم ہو جائے تو جماعت کی عورتوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھا دے پھر

دوسرا قدم یہ ہونا چاہیے کہ نماز روزہ اور شریعت کے دوسرے موٹے موٹے احکام کے متعلق آسان اردو زبان میں مسائل لکھ کر تمام عورتوں کو سکھا دیئے جائیں اور پھر

تیسرا قدم یہ ہونا چاہیے کہ ہر عورت کو نماز کا ترجمہ یاد ہو جائے تا کہ ان کی نماز طوطے کی طرح نہ ہو کہ وہ نماز پڑھ رہی ہوں مگر ان کو یہ علم ہی نہ ہو کہ وہ نماز میں کیا کہہ رہی ہیں

اور

آخری اور اصل قدم یہ ہونا چاہیے کہ تمام عورتوں کو باترجمہ قرآنِ مجید آجائے اور چند سالوں کے بعد ہماری جماعت میں سے کوئی عورت ایسی نہ نکلے جو قرآنِ مجید کا ترجمہ نہ جانتی ہو۔" (لجنہ اماء اللہ کی تنظیم سے متعلق ہدایات۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 455 تا 456)

حضرت مصلح موعودؓ کی تفصیلی ہدایات پر عملدرآمد کرنے کے لیے 19 جنوری 1945ء کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ حضرت امّ ناصر سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ کے زیرِ صدارت اجلاس میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی مجلس عاملہ کی منظوری دی گئی اور ان کے اختیارات اور فرائض کا اعلان کیا گیا۔ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی پہلی مجلسِ عاملہ مندرجہ ذیل ممبرات پر مشتمل تھی:

ا۔ صدر حضرت سیّدہ امِّ ناصر احمد صاحبہؓ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ
۲۔ نائب صدر حضرت سیّدہ ام داؤد احمد صاحبہؓ اہلیہ حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ
۳۔ جنرل سیکرٹری حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ
۴۔ سیکرٹری تعلیم مکرمہ عزیزہ رضیہ صاحبہ اہلیہ مکرم مرزا گل محمد صاحب
۵۔ سیکرٹری تربیت واصلاح مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب
۶۔ سیکرٹری مال مکرمہ استانی میمونہ صاحبہ
۷۔ سیکرٹری خدمتِ خلق حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
۸۔ منتظمہ امۃ الحیّٔ لائبریری حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ
۹۔ منتظمہ انعقاد جلسہ سالانہ حضرت سیّدہ امِّ وسیم احمد صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 صفحہ 564)

حضورؓ کی ہدایت کے پیشِ نظر ملک بھر میں لجنات کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس سلسلہ میں دیگر کوششوں کے علاوہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے بطور جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ، تمام ممبران مجلسِ شوریٰ 1946ء کو ایک تحریری درخواست بعنوان

"احمدی بہنوں کی احمدی بھائیوں سے ایک گزارش"

دی۔ اس میں آپ تحریر کرتی ہیں کہ

"جس طرح ایک گاڑی اس وقت تک ٹھیک نہیں چل سکتی۔ جب تک اس کے دونوں پہیے بالکل درست نہ ہوں۔ اسی طرح کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی جب تک مرد وعورت دونوں دنیائے عمل میں قدم بقدم اور پہلو بہ پہلو نہ چلیں۔ اگر عورت ترقی کے میدان میں چلنے کے قابل نہ ہو تو مرد کے ترقی کرنے میں بھی روک ثابت ہوگی۔ یہ ازلی قانون قوموں اور ملکوں اور خاندانوں پر یکساں طور پر چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت کی تعلیم وتربیت پر خاص زور دیا ہے۔ اسی مقصد کے لیے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ اماء اللہ کا قیام فرمایا تا احمدی مستورات لجنہ اماء اللہ میں شامل ہوکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قائم فرمودہ نظام سے وابستہ ہوں۔ لیکن افسوس ہے کہ بار بار تحریک کے بھی ابھی تک پوری کامیابی نہیں ہوئی اور ابھی کثرت سے ایسی جگہیں

باقی ہیں جہاں لجنہ اماء اللہ قائم نہیں ہوئی۔

اکثر جگہ مستورات یہ سمجھتی ہیں کہ اگر ہم نے لجنہ اماء اللہ قائم کی تو ہمیں کام بھی کرنا پڑے گا۔اور ہمارے کام کرنے کو مرد شاید برا سمجھیں۔اور ہمیں اس قسم کے کام کرنے کی اجازت نہ دیں۔لیکن اگر خود مرد عورتوں میں تحریک کریں اور جہاں جہاں لجنہ اماء اللہ ابھی تک قائم نہیں ہوئی، قائم کروائیں اور قومی روح اور خدمتِ دین کا شوق ان میں پیدا کریں تو امید ہے کہ جلد ہی تمام ہندوستان میں لجنہ اماء اللہ قائم ہو جائیں۔

پس لجنہ اماء اللہ مرکزیہ آپ سے درخواست کرتی ہے کہ آپ مجلسِ شوریٰ سے واپس جاکر جہاں جہاں ابھی تک لجنہ قائم نہیں ہوئی قائم کریں۔ تاکہ وہ ایک نظام کے نیچے آکر بہتر سے بہتر رنگ میں تربیت حاصل کر سکیں۔امید ہے کہ آپ اس کام میں ہمارا ضرور ہاتھ بٹائیں گے جس میں خود آپ ہی کی ترقی کا راز مضمر ہے۔**جزاکم اللہ احسن الجزاء**" (الفضل قادیان، جلد 34، نمبر 96، 25 اپریل 1946ء صفحہ 5)

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی پہلی کارکن مکرمہ سراج بی بی صاحبہ کو تعینات کیا گیا۔اس کے علاوہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے احمدی خواتین کو لجنہ اماء اللہ کے کاموں کے لیے وقف کرنے کی تحریک کی۔ آپ نے اعلان کروایا کہ

"حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر عورتوں میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

'جس طرح انسان کا ہاتھ ہی ہوتا ہے جو سارے کام کرتا ہے۔ لیکن بندھا ہوا یا زخمی ہاتھ کیا کام کر سکتا ہے۔اسی طرح عورتیں بے شک قیمتی اور مفید وجود ہیں جو بہت کام کر سکتی ہیں۔ لیکن پہلے ان کو مفید اور کام دینے کے قابل بنانا پڑے گا۔اور جس طرح پہلے ہیرے کو تراشا جاتا ہے اور پھر وہ مفید اور زینت کا موجب ہوتا ہے اسی طرح عورتوں کی بھی اصلاح کرنے پڑے گی۔ پھر وہ دین کے لیے مفید ہو سکیں گی۔ پس لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے ابھی بہت لمبی منزل طے کرنی ہے اور بہت بڑا کام اس کے سامنے ہے۔ جس کے لیے رات اور دن قربانی کی ضرورت ہے اور ایسی عورتوں کی ضرورت ہے جو اپنے آپ کو دین کے لیے وقف کریں۔ جس طرح مردوں نے اپنے آپ کو وقف کیا ہے۔' (لجنہ

اماء اللہ کی تنظیم سے متعلق ہدایات۔انوار العلوم جلد 17 صفحہ 452 تا 453)

اس وقت لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کو ایسی عورتوں کی ضرورت ہے جو لجنہ اماء اللہ کے دفتر میں کام کرنے کے لیے ایک ایک ماہ کے لیے اپنے آپ کو وقف کریں۔ پس عورتوں کو چاہیے کہ اپنے آقا کے حکم پر لبّیک کہتے ہوئے ایک ماہ کے لیے اپنے اوقات وقف کریں۔" (الفضل قادیان، جلد 33، نمبر 102،01 مئی 1945ء صفحہ 5)

حضورؓ کی تحریک پر دفتر لجنہ اماء اللہ کے لیے چندہ کی وصولی شروع کی گئی۔

جرمن زبان کے ترجمۃ القرآن کے چندہ کی طرف لجنہ اماء اللہ کو توجہ دلاتے ہوئے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے احمدی بہنوں کو ان الفاظ میں تحریک کی۔

"حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے جہاں احمدی خواتین پر بے انتہا احسانات ہیں، وہاں یہ بھی ایک عظیم احسان ہے کہ حضور نے اس مبارک تحریک میں جو ترجمۃ القرآن کی ہے مستورات کو بھی یہ سعادت بخشی کہ وہ ایک قرآن کے ترجمہ اور اس کی طباعت کا خرچ اور اسی طرح ایک کتاب کے ترجمہ اور طباعت کا خرچ اپنے ذمہ لیں۔ اور اس سے بھی بڑھ کر احسان یہ فرمایا کہ کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہٗ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص جگہ کی عورتوں کے لیے اس نعمت کو مخصوص نہیں فرمایا بلکہ اس کو تمام ہندوستان کی عورتوں پر پھیلا کر اپنے احسان کے فیض کو وسیع کر دیا تاکہ دور دراز کی بہنیں بھی اس نیکی سے محروم نہ رہ جائیں۔

اس مبارک تحریک پر احمدی مستورات نے اپنی قدیم روایات کو قائم رکھتے ہوئے لبّیک کہا اور نہایت شاندار نمونہ دکھایا۔ لیکن ابھی کثرت سے ایسی لجنات باقی ہیں جن کی طرف سے اس چندہ میں کوئی وعدہ موصول نہیں ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں 'تم میں سے کوئی عورت بھی اس ثواب سے محروم نہ رہے اور تم میں سے کوئی عورت بھی ایسی نہ رہے جو ان رحمتوں سے حصہ لینے والی نہ ہو۔ اگر وہ ایک کوڑی دینے کی حیثیت رکھتی ہے تو ایک کوڑی دے کر ہی اس میں شامل ہو جائے۔'

پس جن مستورات نے ابھی تک اس چندہ میں حصہ نہیں لیا ان کو چاہیے کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق جلد از جلد اپنے وعدے بھجوا دیں۔ ایسے مواقع روز

روز میسر نہیں آیا کرتے۔"(الفضل قادیان، جلد 33، نمبر 22، 25 جنوری 1945ء صفحہ 3)

سالٹ پانڈ (غانا) میں زنانہ سکول کی غرض سے حضرت مصلح موعودؓ نے لجنہ اماء اللہ سے چار ہزار روپے چندہ کا مطالبہ فرمایا تھا۔ اس بارہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے احمدی بہنوں کو ان الفاظ میں توجہ دلائی کہ

"زنانہ سکول سالٹ پانڈ افریقہ کے چندہ کے لیے سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ جلسہ سالانہ پر ارشاد فرما چکے ہیں۔ اور حضورِ اقدس کی طرف سے تمام لجنات کے لیے ایک خاص رقم مقرر کر کے ان کو اطلاع دی جاچکی ہے۔ تمام لجنات کی سیکرٹریوں کو چاہیے کہ جلد از جلد وعدے اور رقم ارسال فرمائیں۔ لجنہ اماء اللہ سکندر آباد کے ذمہ یک صد روپے کی رقم ڈالی گئی تھی۔ ان کی طرف سے دو سو اکیس روپیہ حضور کی خدمت میں پیش ہو چکا ہے۔ دوسری لجنات کی خدمت میں بھی التماس ہے کہ وہ بھی اپنی قدیم روایات کو قائم رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اور جلد سے جلد چندہ ارسال فرمائیں۔ حضور فرماتے ہیں

'گولڈ کوسٹ مغربی افریقہ کے اس علاقہ میں ہے جہاں ایسے لوگ بھی رہتے ہیں جو ننگے پھرتے ہیں اور کچی چیزیں کھاتے ہیں اور درختوں کے نیچے رہتے ہیں۔ وہاں ہمارے مبلغ خدا تعالیٰ کے فضل سے عظیم الشان کام کر رہے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کے سکول اور بورڈنگ جاری ہیں جس میں وہ لوگ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ننگے پھرنے والے کپڑے پہن رہے ہیں، درختوں کے نیچے رہنے والے مکان بنا رہے ہیں اور حبشی قرآنِ مجید اور نمازیں پڑھتے ہیں اور اس طرح وہاں اسلام ترقی کر رہا ہے۔ اور رسول کریم ﷺ کا جھنڈا وہاں گاڑا جا رہا ہے۔ اور ہمارے مبلغوں کے سامنے عیسائی مبلغ بھاگ رہے ہیں۔ پس اِس چندہ میں جس سے اس ملک میں زنانہ سکول جاری کیا جائے گا ہر ایک عورت ضرور حصہ لے اور یہ سمجھ کر حصہ لے کہ اس چندہ سے جو سکول بنے گا اُس کے ذریعہ سے ایسی جاہل عورتیں دین کی تعلیم حاصل کریں گی جو رسول کریم ﷺ کے نام سے واقف بھی نہیں تھیں۔'(لجنہ اماء اللہ کی تنظیم سے متعلق ہدایات۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 429)

پس تمام لجنات کو چاہیے کہ وہ جلد از جلد جتنی رقم ان کے ذمہ لگائی گئی ہے وہ پوری کر کے ارسال کریں۔ اگر کوئی ایسی جگہ ہے جہاں لجنہ قائم ہے اور ان کو اس چندہ کی تحریک نہیں بھیجی وہ بھی

جس قدر چندہ دے سکیں دے کر ثواب میں شامل ہوں۔ اور اس بات کا خیال رکھیں کہ کوئی عورت چندہ دینے سے رہ نہ جائے خواہ وہ ایک پیسہ دے کر اس چندہ میں شامل ہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ رقم کو نہیں دیکھتا اخلاص اور محبت کو دیکھتا ہے جس سے وہ رقم دی جاتی ہے۔" (الفضل قادیان، جلد 33، نمبر 24، 27 جنوری 1945ء صفحہ 2)

دفتر لجنہ اماء اللہ کے لیے چندہ اکٹھا کیا گیا لیکن دفتر کی تعمیر قادیان سے ہجرت کے بعد ہوئی۔

جرمن زبان میں قرآنِ کریم کے ترجمہ اور سالٹ پانڈ (غانا) میں زنانہ سکول کے لیے چندہ اکٹھا کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اسی سال لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے قواعد و ضوابط تحریری طور پر شائع کر کے لجنات کو بھجوائے گئے اور لجنہ اماء اللہ کی پہلی مجلسِ شوریٰ کا انعقاد دسمبر میں جلسہ سالانہ کے ایام میں ہوا۔ اسی سال یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ "مصباح" کو لجنہ اماء اللہ کا آرگن بنایا جائے گو عملی طور پر "مصباح" کا مکمل انتظام لجنہ اماء اللہ کے پاس 1947ء میں آیا۔ ناصرات الاحمدیہ کے لیے معین نصاب جاری کیا گیا۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 صفحہ 561 تا 581)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کو فعال کرنے کی کوششوں نے فوراً اپنا اثر دکھانا شروع کیا اور اس تنظیم سازی کا ایک بڑا اور فوری فائدہ یہ ہوا کہ تقسیمِ ہند کے تکلیف دہ حالات میں لجنہ اماء اللہ کو خدمت کا موقع مل گیا۔

اُس وقت ہندوستان میں سیاسی تحریکات زوروں پر تھیں اور انگریز حکومت سے آزادی کی تحریک نے ملک گیر اہمیت حاصل کر لی تھی۔ حکومتِ ہند نے فیصلہ کیا کہ 1946ء میں ملک بھر میں انتخابات ہوں گے۔ رائج الوقت قانون کے تحت خواتین ووٹرز کے لیے تعلیم یافتہ ہونا ضروری تھا جس کے لیے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے غیر معمولی کوشش کی۔ انتخابات میں احمدی خواتین ووٹرز کی تنظیم سازی اور رابطہ کے لیے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے حضرت ام داؤد سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہؓ کی سرکردگی میں کمیٹی قائم کی جس نے یہ کٹھن کام سرانجام دیا۔ اس کمیٹی میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بھی شامل تھیں۔ اور جب انتخابات کا مرحلہ آیا تو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی کوششوں سے احمدی خواتین ووٹرز نے غیر معمولی جوش و جذبہ سے اُن میں حصہ لیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خوشنودی کا موجب بنیں۔

1946ء میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو توفیق ملی کہ پہلی مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے احمدی خواتین سے خطابات کو کتابی شکل میں شائع کیا۔ حضورؓ نے اس مجموعۂ خطابات کو اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخِمَارِ کا نام عطا فرمایا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اس مجموعۂ تقاریر کا تعارف ان الفاظ میں کروایا کہ

"یہ تقریریں گویا پھول کی پتیوں کی طرح منتشر تھیں جنہیں ایک پھول کی صورت میں جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ تقریریں گویا بکھرے ہوئے موتی تھے جنہیں چن چن کر ایک سلک میں پرو دیا گیا ہے۔ یہ تقریریں مختلف قسم کی خوشبوئیں تھیں جنہیں ملا کر ایک شیشی میں بند کر دیا ہے تا ہم زیادہ سے زیادہ فائدہ تھوڑے سے وقت میں اٹھا سکیں۔ یہ کتاب دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے پہلی پیشکش ہے۔" (الفضل قادیان، جلد34، نمبر87، 12 اپریل1946ء صفحہ2)

حضرت مصلح موعودؓ نے 21 فروری 1947ء کے خطبۂ جمعہ میں قرآنِ کریم کے انگریزی ترجمہ کی اشاعت کی خوش خبری دی اور اس میں اعلان فرمایا کہ حضورؓ اپنی طرف سے ایک سو جلدوں کی قیمت ادا فرمائیں گے اور ساتھ یہ اعلان بھی فرمایا کہ لجنہ اماء اللہ قادیان دو صد جلدوں کی قیمت ادا کرے گی۔ (الفضل قادیان، جلد35، نمبر48، 26فروری1947ء صفحہ3)

بیرونِ قادیان کی لجنات کو تحریک کرتے ہوئے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اعلان کروایا کہ

"حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبۂ جمعہ کے موقعہ پر جماعت کو تحریک فرمائی ہے کہ عنقریب قرآنِ مجید انگریزی میں شائع ہو جائے گا۔ جس میں سے ایک ہزار جلد بیرونی ممالک میں تبلیغ کے لیے وقف کی جائیں گی۔ فی جلد قیمت قریباً پچیس روپے ہو گی۔ تمام لجنات بیرون کی عہدہ دار اپنی اپنی لجنہ اماء اللہ میں اس تحریک کی اہمیت واضح کر کے مستورات سے قرآنِ مجید انگریزی کی جلدیں وقف کرنے کے لیے چندہ وصول کریں اور وعدے لکھوا کر مرکز میں بھجوائیں۔" (الفضل قادیان، جلد35، نمبر50، 28فروری1947ء صفحہ5)

1947ء میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے ماہنامہ "مصباح" کو مکمل طور پر اپنے انتظام میں لے لیا اور لجنہ کے اخراجات سے اس کو جاری کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس بارہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ

صاحبہ، جنرل سیکریٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے ایک اعلان بعنوان

"احمدی بہنوں کے لیے ایک خوش خبری اور ان کی خدمت میں گزارش"

شائع ہوا۔ اس میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"احمدی بہنوں کا صرف ایک ہی رسالہ ہے جس کا نام 'مصباح' ہے۔ اِس وقت تک چونکہ احمدی مستورات نے اتنی ترقی نہ کی تھی کہ وہ مصباح کو خود نکالیں اور اس کا سارا بوجھ اپنے کندھوں پر لے سکیں، اس لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کا انتظام مردوں کے سپرد کیا ہوا تھا۔ چونکہ رسالہ عورتوں کا تھا اس لیے یہ ناممکن تھا کہ مرد اس میں پورے طور پر دلچسپی لے سکتے۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسالہ دن بدن تنزل کی طرف جاتا رہا۔ اور جب رسالہ کا معیار اعلیٰ نہ رہا تو مستورات نے اس کی خریداری کی طرف توجہ بھی چھوڑ دی۔ یہ ایک نہایت ہی افسوسناک امر تھا۔

لیکن اب میں آپ کو یہ خوش خبری دیتی ہوں کہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے 'مصباح' اپنے انتظام میں لے لیا ہے اور ان شاء اللہ اگلا پرچہ لجنہ اماء اللہ کے زیرِ انتظام شائع ہوگا۔ لیکن لجنہ اماء اللہ مرکزیہ اس وقت تک رسالہ کا معیار بلند نہیں کر سکتی جب تک آپ اپنے فرائض کو سمجھتے ہوئے رسالہ میں انتہائی دلچسپی نہ لیں گی۔ جب تک آپ میں سے ہر ایک یہ نہ سمجھے کہ یہ میرا ہی کام ہے اور میں نے ہی اس رسالہ کو ترقی دینی ہے، اُس وقت تک رسالہ حقیقی طور پر ترقی نہیں کر سکتا۔

سب سے پہلا امر جس کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراتی ہوں وہ یہ ہے کہ مصباح کے خریدار زیادہ سے زیادہ تعداد میں بنائے جائیں۔ چندہ بالکل معمولی ہے۔ ہر احمدی گھرانہ میں یہ رسالہ جانا چاہیے۔ جو بہنیں خریدار بنائیں گی ان کے نام شکریہ کے ساتھ رسالہ میں شائع کیے جائیں گے اور سال بھر میں جو بہن سب سے زیادہ خریدار مہیا کرے گی، لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے اس کو انعام دیا جائے گا۔

دوسرا امر یہ ہے کہ مالی امداد کے علاوہ اہلِ قلم بہنیں اس رسالہ کی قلمی امداد کریں۔ علمی، ادبی، اخلاقی، تمدنی، معاشرتی ہر قسم کے مضامین بھجوائیں۔ شاعر بہنیں اپنا کلام بھجوائیں۔

لجنہ اماء اللہ کی ماہانہ رپورٹ اور لجنہ اماء اللہ کے تمام اعلانات بھی 'مصباح' کے ذریعہ ہی آپ

تک پہنچائے جائیں گے۔

پرچہ عنقریب ہی پندرہ روزہ کر دیا جائے گا اور حجم بھی بڑھادیا جائے گا۔اس لیے پرچے کی قیمت تین روپے سالانہ رکھی گئی ہے۔میں امید کرتی ہوں کہ بہنوں کی خدمت میں میری یہ اپیل صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی بلکہ آپ کی مدد سے مصباح کا ہر قدم اپنے نئے دور میں ترقی کی طرف ہوگا،ان شاءاللہ۔"(الفضل قادیان، جلد35، نمبر125، 27مئی1947ء صفحہ6)

مصباح کے اس نئے دور کے پہلے رسالہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے بھی ایک نوٹ بعنوان

"مصباح کا نیادور اور احمدی جماعت کا فرض"

تحریر فرمایا۔اس شمارے کا دوسرا نوٹ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے بعنوان

"شذرات"

تحریر کیا۔اس میں آپ نے تحریر کیا کہ

"اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور اسی کے حضور دعاؤں اور التجاؤں کا سہارا لیتے ہوئے آج ہم اپنے اس بوجھ کو خود اپنے کندھوں پر اٹھا رہی ہیں۔جو آج تک اپنی کمزوری کی وجہ سے مردوں کے کندھوں پر ڈال رکھا تھا۔مصباح کے دورِ جدید کا یہ پہلا نمبر عورتوں کی ہی ادارت اور انہی کے زیرِ انتظام شائع ہو رہا ہے۔اور اس طرح ہم اپنے کام کی ایک نئی منزل میں داخل ہو رہی ہیں۔اے خدا!تُو ہماری کمزوریوں کو دور فرما۔اور ہمیں توفیق عطا کر کہ ہمیشہ تیری رضا کی راہوں پر چلیں۔ہمارے قلموں سے کوئی بات ایسی نہ نکلے جو تیرے منشاء کے خلاف ہو۔اور ہماری طاقتیں تیرے نام کو بلند کرنے اور تیرے دین کی اشاعت میں صَرف ہوں۔ساری توفیقیں تجھ سے حاصل ہوتی ہیں۔تو ہی ہمارا مولا۔تو ہی ہمارا مددگار ہے۔وَ اَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد1 صفحہ624)

1947ء میں ہندوستان کے بدلتے ہوئے سیاسی حالات کے پیشِ نظر حضرت مصلح موعودؓ کی سرپرستی میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے روایتی کاموں سے ہٹ کر کام کیے۔اس بارہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"ان دنوں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے زیرِ انتظام کثرت سے عورتوں کو فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی گئی۔ہر محلّہ میں فرسٹ ایڈ کے سنٹر کھولے گئے۔غلیل چلانا، تیر کمان چلانا اور بندوق چلانے کی حتّٰی

الوسع ٹریننگ دی گئی۔

گو ان واقعات کا ذکر اخباروں میں نہیں آیا لیکن وہ زمانہ عمل کا تھا۔ ہر وقت یہ کوشش تھی کہ قربانی کا کوئی ادنیٰ موقع بھی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 صفحہ 625)

تقسیمِ ہند کے بعد لاہور میں مہاجرات کی خدمت

تقسیم ہند کا واقعہ تاریخ کے لحاظ سے ایک نہایت دردناک اور تکلیف دہ واقعہ ہے۔ لاکھوں افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے، لاکھوں افراد بے گھر ہوئے، لوگوں کی املاک و جائیداد کو بے انتہا نقصان پہنچا۔ اور اس میں تمام قومیتوں کے لوگ شامل تھے۔ ہندوستان سے پاکستان ہجرت کرنے والے احمدیوں کے لیے یہ واقعہ اس لحاظ سے بھی بہت تکلیف دہ تھا کہ انہیں اپنے دائمی مرکز کو چھوڑنا پڑا۔ اپنے محبوب آقاؑ کی بستی، اس کے الدّار اور سب سے بڑھ کر اس کے مزارِ مبارک کو چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی۔

عجیب تصرف الٰہی تھا کہ یہ واقعہ اس وقت رونما ہوا جب اُسی محبوب آقا کا اولوالعزم فرزند جماعت کی کمان کر رہا تھا۔ ذاتی طور پر حضرت مصلح موعودؓ کے لیے یہ موقع سب سے زیادہ تکلیف دہ تھا لیکن حضورؓ اپنی تکلیف کو بُھلا کر افرادِ جماعت اور امتِ مسلمہ کی بہبود میں مصروف ہو گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی خداداد فراست سے تقسیم ہند کے نتیجہ میں ہونے والے حالات کا اندازہ لگا لیا تھا اور ان سے نبٹنے کے لیے حتّی المقدور تیاری بھی کر لی تھی۔ قادیان کو احمدیوں اور غیر احمدیوں کے لیے ایک پناہ گاہ بنا دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی حضورؓ نے حفاظتِ مرکز کے لیے درویشان کا نظام قائم فرما کر وہاں شعائر اللہ کی حفاظت کے لیے ایک ایسا انتظام قائم فرما دیا تھا کہ اس واقعہ پر ستر سال گزرنے کے بعد بھی عش عش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ مشرقی پنجاب اور بالخصوص قادیان سے احمدیوں کی باحفاظت پاکستان ہجرت اور پاکستان میں ان کی آبادکاری بھی حضورؓ کے عظیم الشان کارناموں میں سے ہیں۔

ان تکلیف دہ حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اولوالعزم قیادت نے ایک مرتبہ پھر دنیا پر روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ آپؓ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے

کامل مصداق تھے۔ جس اولوالعزمی سے حضورؓ نے اُن حالات کا مقابلہ فرمایا ہے وہ ایک مستقل کتاب کا حق دار ہے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو بھی حضورؓ کی رہنمائی میں اس خدمت میں حصہ لینے کا موقع ملا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ہجرت کے فوراً بعد حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے سپرد مختلف کام فرمائے۔ ان میں مہاجرات کی خدمت اور لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی از سرِ نو تنظیم کا کام بھی شامل تھا۔ مکرمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں حضرت مصلح موعودؓ کی روح پر جنہوں نے ان نازک ایام میں نہ صرف اپنے خاندان کے سب افراد کی رہائش اور خورد و نوش کا انتظام فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے تنگی اور بے سر و سامانی کی حالت کے باوجود آنے والی مہاجر عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کی رہائش اور قیام و طعام کے انتظام میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ مدّ ظلّہا نے اِس کام میں دن رات حضورؓ کا ہاتھ بٹایا اور اس طرح ہمارے لیے ایک قابل تقلید نمونہ قائم کیا۔۔۔۔

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت تھی کہ مرد حتّی الامکان قادیان میں ٹھہر کر مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کا فریضہ سر انجام دیں البتہ عورتوں اور بچوں کو جلد سے جلد قادیان سے نکالنے کی کوشش کی جائے۔ اسی ہدایت کے نتیجہ میں قادیان سے یکے بعد دیگرے جو بھی کنوائے (convoy) آتے تھے ان میں آنے والے زیادہ تر بچے اور عورتیں ہی ہوتی تھیں۔ کثرت سے ایسے خاندان ہوتے تھے کہ جن کے مرد قادیان میں ہی ہوتے تھے اور عورتیں اور بچے لاہور آجاتے تھے۔ نتیجہ اس کا یہ تھا کہ ان عورتوں اور بچوں کو ٹھہرانے اور ان کے قیام و طعام کا تمام انتظام سلسلہ کے سپرد تھا۔ سلسلہ کی طرف سے اِس بہت بڑے کام کو بخیر و خوبی سر انجام دینے کا سہرا حضرت سیّدہ امِّ متین مریم صدیقہ صاحبہ مدّ ظلّہا العالی کے سَر رہا جو اِس کٹھن کام کو دیگر کارکنات کی مدد سے حضرت مصلح موعودؓ کی زیرِ ہدایت دن رات سر انجام دیتی تھیں۔ اور حضورؓ اور آپ کا مشفقانہ سلوک ہر آنے والی کے لیے ایسا ہوتا تھا کہ وہ شدید صدمہ اور ہر طرح کی تنگی کے باوجود حضور کے زیرِ سایہ آکر آرام اور تسکین محسوس کرتی تھی۔ حضرت سیّدہ ممدوحہ بذاتِ خود ہر ایک کے لیے مہمان خانہ سے کھانا منگوا کر تقسیم

فرماتیں۔ ان کے لیے کپڑے اور بستر فراہم کرتیں۔ ان کی رہائش کے لیے جگہ کا انتظام کرواتیں اور بیماری کے علاج کا انتظام فرماتیں۔ اس بارہ میں مَیں اپنا ذاتی مشاہدہ پیش کرتی ہوں۔

عاجزہ 29 ستمبر کو قادیان سے اپنی والدہ اور چھوٹے بہن بھائیوں کے ہمراہ لاہور پہنچی۔ اس حالت میں کہ اچانک قادیان کے چھوڑنے کا سخت غم تھا۔ کبھی گھر سے اِس طرح نکلنے اور اتنے ظلم و ستم کا خیال تک نہ آیا تھا۔ جب رتن باغ لاہور کی ڈیوڑھی میں پہنچی تو اندھیرے میں ایک سایہ بڑھتا ہوا نظر آیا۔ اُس نے بیڑی کی روشنی میں مجھے دیکھا اور مجھے گلے لگالیا اور خیریت دریافت کی۔ وہ کس کا سایہ تھا۔ حضرت آپا جان مریم صدیقہ صاحبہ تھیں جو اس وقت ہر آنے والی عورت کا استقبال کر رہی تھیں۔ انہیں دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی ساری پریشانی دُور ہو گئی اور بے اختیار زبان سے الحمدللہ نکلا۔ آپ نے ایک برآمدہ میں ٹھہرانے کے انتظام کے بعد فرمایا کہ کمرہ سے بہتر برآمدہ ہے کیونکہ ہوا کثیف اور ہیضہ وغیرہ پھیلا ہوا ہے۔

(29 ستمبر) رات گیارہ بجے عاجزہ کو حضرت آپا جان کا ایک رُقعہ ملا جو حُسنِ اتفاق سے میرے پاس اب تک محفوظ ہے۔ یہ رقعہ درج ذیل کیا جاتا ہے:-

'جس عمارت میں عورتیں ٹھہری ہیں اب تک مجھے ہر کام خود آکر کروانا پڑتا تھا۔ اب میں تمہیں اس کی منتظم مقرر کرتی ہوں۔ تم خود کام کا ایک پروگرام اور نقشہ بنالو۔ کھانا سارا ایک جگہ تقسیم ہوتا ہے اور بڑی گڑبڑ رہتی ہے۔ اگر ہر کمرہ کی الگ الگ منتظم بنادو تو اپنے اپنے کمرے کی ذمہ دار ہوں گی۔ اور اپنے اپنے کمرے کی عورتوں کو گن کر کھانا لے لیا کریں گی اسی طرح عورتوں کو ہر وقت صفائی کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے اس کے لیے میری تجویز یہ ہے کہ عورتوں میں پھر کر اعلان کر دیا جائے کہ مغرب عشا کی نماز باجماعت ہوا کرے گی۔

عصر اور ظہر کی بھی اور اگر ہو سکے تو صبح کی بھی۔ اور نمازوں کے بعد چند منٹ عورتوں کو دعاؤں کی تحریک، صفائی وغیرہ پر اور اس قسم کی عام نصائح ہوا کریں۔ اور ان تمام باتوں پر غور کر کے جتنی کام کرنے والیوں کی ضرورت ہو مجھ سے لے لو اور تفصیلی بات بھی زبانی کر لو۔'

میں نے حضرت آپا جان کا خط پڑھ کر دل میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کی توقع کے مطابق یہ حقیر خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

صبح اٹھ کر تفصیلی ہدایات لینے کی غرض سے حضرت آپا جان کی خدمت میں حاضر ہوگئی آپ نے حضرت اقدسؓ، حضرت اماں جانؓ اور حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدّ ظلّہا العالی سے ملاقات کروائی اور یہ بھی بتایا کہ مَیں کام لطیف کے سپرد کررہی ہوں۔

کھانے کے متعلق ہدایات دیں۔ ایک ایک روٹی صبح شام لنگر خانے سے دی جانے لگی۔ صفائی کا بہت خیال رکھا جاتا کیونکہ وبائی بیماریاں زور پکڑ رہی تھیں۔ نماز باجماعت اور دعاؤں پر زور دیا جانے لگا۔

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی زیرِ نگرانی قادیان سے آئی ہوئی بہت سی خواتین اور بچیوں اور ان کے ساتھ لجنہ اماء اللہ لاہور کی خواتین نے بھی مہاجر خواتین اور بچوں کی خدمات سرانجام دیں۔

قادیان میں بڑا حملہ ہونے پر ہزاروں کی تعداد میں عورتیں لاہور پہنچنے لگیں۔ رتن باغ میں کیمپ لگائے گئے، نیز جودھامل بلڈنگ، جسونت بلڈنگ اور سیمنٹ بلڈنگ میں بھی مہاجر خواتین کے ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا۔ لٹے ہوئے قافلے نہایت کسمپرسی اور پریشانی کی حالت میں پہنچتے۔ ان کی یہ حالت ناقابلِ بیان تھی۔ اکثر کے پاس جوتے، کپڑے، برتن اور برقعے تک نہ ہوتے تھے۔ ان سب کو کیمپوں میں ٹھہرایا گیا۔ کھانا بہت سی کارکنات اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مستورات کھلاتی تھیں اور رات بسر کرنے کے لیے صفوں کا انتظام کیا جاتا تھا۔ بیماروں کو دوائیں دی جاتیں۔ سینکڑوں رشتہ دار اپنے رشتہ داروں کا پتہ کرنے، ان کو لینے اور ملنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ان کو تلاش کرکے ملانے اور کئی ایک کے جانے کے لیے کرایہ کا انتظام کیا جاتا۔ بہت سے لوگ چلے گئے اور ایک کثیر تعداد بیمار اور بوڑھی عورتوں کی نامساعد حالات کی وجہ سے یہیں رہ گئی۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی سرکردگی میں شب و روز انتہائی مصروفیت میں گزرتے۔ بوڑھی عورتوں کو سنبھالنے کے علاوہ ایک بڑے کمرے کو زچہ خانہ بنانا پڑا۔ محترمہ امۃ الحمید صاحبہ مفتی لیڈی ڈاکٹر طبّی فرائض سرانجام دیتیں۔ ایک ایک دن میں کئی کئی بچے پیدا ہوتے، ان کو سنبھالنا، پرہیزی دینا، اکثر موقعوں پر دوائیں وغیرہ حضور اقدسؓ سے لانی پڑتیں۔ بچوں کے لیے کپڑوں وغیرہ کا انتظام کرنا پڑتا۔

ضروریات کی چیزیں، برتن، کپڑے، جوتے، برقعے، بستر تقسیم کیے گئے۔ لجنات نے کثیر

تعداد میں چیزیں اکٹھی کر کے دیں۔ دو ہزار کے قریب لحاف، کمبل، کھیس وغیرہ تقسیم کیے گئے"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 30 تا 35)

تقسیم ہند اور قادیان سے ہجرت کے حالات پر مبنی 'تاریخ احمدیت جلد نمبر گیارہ' شائع کی گئی تو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے مؤرخِ احمدیت مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب کو ایک خط تحریر کیا جو انہوں نے الفضل میں شائع بھی کروا دیا تھا۔ اس خط میں آپ ہجرت کے بعد کے ایام کو یاد کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ

"آتے ہی مہاجرین کی آمد، رات دن کام، ہر قسم کی ذمہ داری، حضور کو تسلی نہ ہوتی تھی۔ موٹریں، بس، ٹرک آتے۔ جب تک ہر ایک کا ٹھکانہ نہ بن جاتا، سامان اسے نہ پہنچ جاتا آپ کو نہ کھانا کھانے کی ہوش ہوتی تھی نہ آرام کی۔ رتن باغ کے پچھلے حصے میں سائبان اور قناتیں لگا کر عورتوں کو ٹھہرایا گیا تھا۔ بعض تو ایک ایک دو دو دن میں اپنے مستقل ٹھکانہ پر چلی جاتی تھیں اور بعض کا وہاں لمبا قیام رہا۔ اُن کے کھانے، کپڑے، بستروں کا انتظام کرنا، انہیں دنوں آدھی رات کو ایک رات مَیں اور حضرت سیّدہ ام داؤد عورتوں میں کمبل تقسیم کرتے رہے۔ کمبل پرانے تھے۔ ان میں مٹی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں شدید بیمار ہوگئی، گلے میں درد اور گلے سے خون الٹی کے رنگ میں آنے لگ گیا۔ کئی دن شدید بیمار پڑی رہی۔ ان دنوں مہاجر عورتوں کا سارا انتظام حضور کی رہنمائی میں مَیں نے سیّدہ اُمِ داؤد اور ان کی صاحبزادی سیّدہ بشریٰ بیگم نے ہی زیادہ کیا۔ ہمارے ساتھ بہت سی معاون خواتین اور بچیاں بھی تھیں۔ عورتوں کے ساتھ ایک مسئلہ یہ بھی اُٹھا کہ اِدھر ٹرکوں سے اتار کر کیمپ میں لے جاتے اور کسی عورت کو ولادت بچہ کے آثار شروع ہو جاتے تو نہ ڈاکٹر ملتا تھا نہ دوائی۔ ڈاکٹر کو ڈھونڈنا، ضروری لوازمات مہیا کرنے سب کچھ ہی ہمارے سپرد تھا۔ اور ہر چھوٹے سے چھوٹے کام کے سلسلہ میں حضورؓ کے پاس جاتی اور آپ ہی رہنمائی فرماتے۔

لکھنا کیا شروع کیا تھا اور پہنچ کہاں گئی؟ بہر حال 'تاریخ' کی اِس جلد سے سب گزرے ہوئے واقعات فلم کی طرح سامنے آئے اور دل سے آہیں نکل نکل کر لبوں تک آ گئیں۔ دل میں ایک درد اُٹھا اور ساتھ جانے کیا کیا یاد آ گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ گزرا ہوا وہ زمانہ اور آپ کی ہدایات اور رہنمائی سے کی ہوئی خدمات میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے

تاریخِ احمدیت لکھ کر ایک شاندار کارنامہ سرانجام دیا۔ خدا کرے کہ بقیہ جلدیں بھی جلد مکمل کر سکیں۔ اس زمانہ کے حالات جو اپنی نظروں کے سامنے گزرے ہیں پڑھتے پڑھتے بسا اوقات یہ احساس ہوتا ہے کہ تشنہ رہ گئے ابھی یہاں اور لکھا جانا تھا۔ لیکن مؤرخ تو آخر وہی کچھ لکھ سکتا ہے جو واقعات اخباروں میں ریکارڈ ہوگئے۔ لیکن جس کے سامنے کوئی واقعہ گزرا ہو اور یاد باقی ہو (اس کے) احساسات اور ہی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی بے حد رحمتیں فرمائے اس مردِ مجاہد کی روح پر جس کے آہنی عزم کو زمانہ کے مصائب اور شدائد شکست نہ دے سکے اور دے بھی کیسے سکتے تھے۔ اُس کی تو پیدائش سے بھی قبل اُس کی اولوالعزمی کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی جاچکی تھی۔ تاریخِ احمدیت جلد نمبر 11 اُس کی اولوالعزمی کی ایک خوبصورت تصویر ہے۔ جزاکم اللہ۔" (الفضل ربوہ، جلد 25/60، نمبر 50، 2 مارچ 1971ء صفحہ 3)

ہجرت کے بعد لاہور میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا قیام

قادیان سے ہجرت کے آپ نے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کو پاکستان میں از سرِ نو منظّم کیا۔ مکرمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

"حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ (جنرل سیکرٹری لجنہ مرکزیہ) نے لاہور پہنچ کر اِس بات کی ضرورت محسوس کی کہ اب لاہور رہ کر موجودہ نازک اور مشکل دَور میں لجنہ کا کام شروع کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے درخواست کی کہ محترمہ سراج بی (سراج بی بی) صاحبہ کلرک دفتر لجنہ کو قادیان سے بھجوادیا جائے۔ چنانچہ سراج بی صاحبہ اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ 11 ستمبر 1947ء کو لاہور آگئیں۔ وہ اپنے ہمراہ صرف دو تین رجسٹر ہی لاسکیں۔ آتے ہی پرچی خوراک اور تقسیمِ لحاف وبرتن وغیرہ کا کام شروع کردیا۔ اس کام کا بوجھ ہلکا ہونے پر لجنہ کے چندہ اور رپورٹوں کا کام شروع کر دیا گیا۔ الفضل کے ذریعہ بھی لاہور میں لجنہ کے مرکزی دفتر کے قیام کا اعلان کیا گیا اور اِس طرح لاہور میں لجنہ مرکزیہ کے کام کا آغاز ہوا۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 38)

اس کے بعد ملک بھر میں لجنہ اماء اللہ کے نئے عہدیداران کی تقرری کے ساتھ مشرقی اور

مغربی پاکستان میں از سرِ نو تنظیم کا کام کیا گیا۔ ان میں پاکستان کے چھوٹے بڑے تمام شہر اور گاؤں شامل تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایات کے پیشِ نظر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے بالخصوص مہاجرات کے لیے تعلیمی پروگرام کا انعقاد فرمایا اور لاہور کی احمدی خواتین کے لیے پندرہ روز کے بعد جلسوں کے انعقاد کا انتظام کیا گیا جن میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور دیگر احمدی خواتین نے تربیتی تقاریر کیں۔

لاہور سے ہی لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا کام شروع ہو گیا تھا۔ 1949ء میں حضرت مصلح موعودؓ مستقل رہائش کے لیے ربوہ تشریف لائے تو یہاں از سرِ نو مرکزی کام کو منظّم کیا جانا پڑا۔ مکرمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ لکھتی ہیں کہ

"حضرت مصلح موعودؓ کے زیرِ سایہ کم و بیش دو صد مستورات اور بچے رتن باغ لاہور کی مختلف عمارتوں میں اکتوبر 1947ء سے اپریل 1949ء تک مقیم رہے۔ ان میں سے زیادہ تر درویشانِ قادیان اور مبلغین کے اہل و عیال تھے اور کچھ بے سہارا اور معذور مستورات تھیں۔

حضورؓ نے اپریل 1949ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر ان سب کو ربوہ منتقل کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ مدّ ظلّہا نے مندرجہ ذیل خط عاجزہ کو ارسال فرمایا۔

'حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا ہے کہ جلسہ کے بعد لنگر "ربوہ" میں منتقل کر دیا جائے گا اور لاہور میں لنگر خانہ بالکل بند کر دیا جائے گا۔ اس لیے تمام ایسی مستورات جو لنگر سے کھانا لیتی ہیں ان کو کہیں کہ حضور نے فرمایا ہے کہ ربوہ جا کر مستقل رہائش اختیار کریں اگر کوئی عورت نہ گئی تو اسے کھانا نہیں مل سکے گا کیونکہ لنگر خانہ یہاں لاہور میں بند کر دیا جائے گا۔ وضاحت سے ایک ایک عورت کو بتا دیا جائے۔ اگر کوئی عورت کرایہ کا اعتراض کرے تو ہم اس کو کرایہ دے دیں گے۔'

اپریل 1949ء کے جلسہ سالانہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر دارالخواتین قائم کیا گیا جو کچے 24 کمروں اور وسیع صحن پر مشتمل تھا اِس میں درویشانِ قادیان کے اہل و عیال کو منتقل کر دیا گیا۔ یہ انتظام 1954ء تک قائم رہا جب تک کہ پختہ مکان تعمیر ہو کر ان کو ان میں منتقل نہ کر دیا گیا۔ اور کچھ نے اپنے مکان بنوا لیے اور وہ ان میں چلی گئیں۔ اس میں رہنے والی خواتین کے لیے

کام بھی مہیا کیا گیا تھا تاوہ بیکار نہ رہیں۔ چنانچہ چرخے اور روئی منگوا کر دی گئی۔ اور اس کا منافع شعبۂ حفاظت مرکز میں دیا جاتا تھا۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 105 تا 108)

ربوہ میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی تنظیمِ نو اور مختصر تاریخ

حضرت مصلح موعودؓ 1949ء میں ربوہ منتقل ہوئے۔ قادیان کے مقابلہ میں یہ جگہ ویران سرائے تھی۔ نہ میٹھا پانی، نہ مناسب رہائش، نہ سبزہ، نہ کاروبار کا مناسب انتظام۔ اگر تھا تو ایک اولوالعزم کا جذبہ تھا اور اس کی ہمت تھی اور اس سے محبت کرنے والے ساتھی تھے، جنہوں نے ہر قسم کی قربانیاں کرکے اس جگہ کو آباد کیا۔ آج جب ہم چشمِ تصور میں ان دنوں کے بارہ میں سوچتے ہیں تو جسم پر ایک جھرجھری سی طاری ہو جاتی ہے کہ کس طرح حضرت محمود اور ان کے ساتھیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی قربانیوں کو اس دور میں دہرایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجرِ عظیم عطا کرے کہ وہ ایک ایسا نمونہ قائم کر گئے ہیں جو رہتی دنیا تک ان کو ایک امتیاز بخش گیا ہے۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء**

ربوہ منتقل ہونے کے بعد لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا دفتر حضرت مصلح موعودؓ کے کچے مکانات کے ساتھ ہی دو کچے کمروں، ایک چھوٹے برآمدہ اور صحن میں قائم کیا گیا۔ اور کام کا آغاز کر دیا گیا۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 138)

حضورؓ کی دیرینہ خواہش تھی کہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا اپنا باقاعدہ دفتر ہو اور اس کے لیے قادیان میں زمین بھی خرید لی گئی تھی لیکن تعمیر کا کام نہیں ہو سکا تھا۔ ربوہ منتقل ہونے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مرکزی انجمنوں کے ساتھ ساتھ ذیلی تنظیموں کے دفاتر کی تعمیر کی طرف توجہ دلائی۔ 31 مئی 1950ء کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے دفتر کی بنیاد حضورؓ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھی۔ حضورؓ نے تین اینٹیں نصب فرمائیں۔ اس کے بعد حضورؓ کی ہدایت کے ماتحت بعض دیگر بزرگانِ سلسلہ نے بنیادی اینٹیں رکھیں۔

یکم جون 1950ء خواتین نے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے دفتر کی بنیاد رکھی۔ سب سے پہلی اینٹ حضرت اماں جانؓ نے نصب فرمائی۔ اس کے بعد حضرت سیّدہ امِّ ناصر صاحبہؓ (صدر لجنہ اماء اللہ

مرکزیہ)، حضرت سیّدہ امِ داؤد صاحبہؓ (نائب صدر) اور صحابیات و دیگر بزرگ خواتین اور لجنہ اماء اللہ کی عہدہ داران نے بنیادی اینٹیں رکھیں۔ اینٹیں چونکہ کم تھیں اس لیے دو خواتین نے مل کر ایک اینٹ رکھی۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل بزرگ خواتین کا تذکرہ قابلِ ذکر ہے۔

سولھویں اینٹ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ اور مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب نے رکھی۔ اس کے بعد اگلی اینٹ حضرت سیّدہ امِّ وسیم صاحبہؓ اور مکرمہ امۃ الرشید شوکت صاحبہ نے رکھی۔ حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ صاحبہؓ، حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ اور حضرت سیّدہ امِّ طاہر صاحبہؓ کی طرف سے حضرت سیّدہ امِّ ناصر صاحبہؓ (حرمِ اوّل اور صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ) نے اینٹ رکھی اور اس دن کی آخری اینٹ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ، حضرت سیّدہ ناصرہ بیگم صاحبہ اور مکرمہ سراج بی بی صاحبہ (لجنہ اماء اللہ کی پہلی کارکنہ) نے رکھی۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 183 تا 195)

دفتر کے لیے کچھ رقم قادیان میں ہی جمع ہو گئی تھی۔ باقی رقم کے لیے لجنات کو تحریک کی گئی۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی طرف سے چندہ کی ادائیگی کے بارہ میں کے تلقین کی جاتی رہی۔ آپ نے مصباح میں ایک اعلان ان الفاظ میں شائع کروایا کہ

"لجنہ اماء اللہ کے دفتر کے لیے جو نہایت شاندار پیمانہ پر ربوہ میں تعمیر ہو رہا ہے مزید تیس ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ اس رقم کے جمع کرنے کی اجازت نظارت بیت المال سے لے لی گئی ہے۔ اگر رقم فوراً اکٹھی نہ کی گئی تو عمارت کو نقصان پہنچنے کا ڈر ہے۔ تمام لجنات اماء اللہ کے لیے رقم مقرر کر دی گئی ہے۔ تمام لجنات اماء اللہ کو چاہیے کہ جلد از جلد جو رقم اُن کے ذمہ ڈالی گئی ہے اُسے پُورا کریں۔ بلکہ اس سے زیادہ ادا کرنے کی کوشش کریں۔ وہ بہنیں جو ایسی جگہوں پر ہیں جہاں لجنہ اماء اللہ قائم نہیں وہ براہِ راست اپنا وعدہ اور چندہ سیکرٹری مال لجنہ اماء اللہ کے نام بھجوائیں۔ یا اگر دفتر محاسب میں بھجوائیں تو ساتھ نوٹ کر دیں کہ یہ دفتر لجنہ اماء اللہ کی رقم ہے۔

امید ہے کہ بہنیں جلد از جلد اس رقم کو جمع کرنے کی کوشش کریں گی تاکہ عمارت کے کام میں حرج واقع نہ ہو۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، اگست 1951ء صفحہ 15)

لجنہ اماء اللہ کے دفتر کی تکمیل پر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضرت خلیفۃ المسیح

الثانیؓ سے خواہش کی کہ خواتین کو اس چندہ کے بارہ میں تحریک فرمادیں۔1951ء کے جلسہ پر حفاظت کے نکتہ نگاہ سے حضورؓ نے مستورات سے براہِ راست خطاب نہیں فرمایا تھا۔اس لیے 27 دسمبر 1951ء کو حضورؓ نے ان الفاظ میں دفتر لجنہ اماء اللہ کے لیے چندہ کی تحریک کی۔

"انہوں نے مجھ سے یہ خواہش کی ہے وہ یہ ہے کہ مَیں عورتوں میں تحریک کروں کہ لجنہ اماء اللہ کا دفتر بن گیا ہے وہ اس کے چندہ کی طرف زیادہ توجہ کریں۔اِس میں تو مَیں سمجھتا ہوں کہ عورتوں نے پھر ہم پر بازی لے لی ہے۔مردوں کے دفتر ابھی بنیادوں سے ہی نیچے پڑے ہوئے ہیں اور سال سال، دو دو سال سے رقمیں بھی منظور ہو چکی ہیں، سامان بھی آچکے ہیں اور افسر بھی مقرر ہو چکے ہیں اور انجینئر بھی ہیں۔لیکن وہ ابھی تک ابتدائی مراحل سے بھی نہیں گزر سکے۔مگر عورتوں کا دفتر خدا تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہو چکا ہے۔صرف پردہ بنانے میں افسر نے کسی قدر سستی کی ہے۔اگر وہ پردہ بنا ہوا ہوتا تو ان کا سارا کام اِس جگہ پر بڑی اچھی طرح چل سکتا تھا۔

پھر یہ بھی ہے کہ عورت اپنی نظر سے بہت فائدہ اٹھاتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر کچھ ایسی صفت رکھی ہے کہ جو چیز دکھاوے والی ہو اُس پر وہ فریفتہ ہوتی ہے۔سونا ہے، زیور ہے۔اس زیور کے اوپر وہ جان دیتی ہے۔اُسے آپ نظر نہیں آرہا ہوتا کہ میرے گلے میں ہار کیسا پڑا ہوا ہے۔اس کا سارا لطف تو یہ ہوتا ہے کہ لوگ دیکھ رہے ہیں میرے گلے کا ہار۔تو مَیں نے لجنہ سے کہا تھا کہ میری کسی تحریک کی ضرورت ہی نہیں۔جس وقت مستورات اپنا دفتر بنا ہوا دیکھیں گی بس کہیں گی سبحان اللہ فوراً چندہ لو اور اس کو مکمل کرو۔"(چشمۂ ہدایت۔انوار العلوم جلد22 صفحہ 429)

حضورؓ نے مزید فرمایا کہ

"مَیں عورتوں سے کہتا ہوں تمہاری قربانی مردوں سے بڑھی ہوئی ہے۔اپنی اس شان کو قائم رکھتے ہوئے اپنے دفتر کے قرضہ کو بھی ادا کرو اور اس کے ساتھ مسجد ہالینڈ کو بھی نہ بھولنا۔"
(چشمۂ ہدایت۔انوار العلوم جلد22 صفحہ 431)

مکرمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ "'انہوں' سے مراد حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ہیں"(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد2 صفحہ 195 حاشیہ نمبر1)

دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی تعمیر دیگر مرکزی دفاتر کی تعمیر سے قبل مکمل ہوئی جس پر حضورؓ

نے بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے اپنے نئے دفتر میں کام کا آغاز جولائی 1952ء میں کیا اور پرانا کچا دفتر فضلِ عمر ہسپتال کو زنانہ وارڈ کے طور پر عطیہ کر دیا۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 195)

اس طرح لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے دنیا بھر کی احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کا کام از سرِ نو منظّم طریق پر شروع کر دیا۔

اپریل 1950ء میں لجنہ اماء اللہ کا مرکزی رسالہ مصباح پاکستان سے جاری کیا گیا۔

یکم نومبر 1950ء کو "امۃ الحیٔ لائبریری" کا دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ میں احیا کیا گیا۔ افتتاحی تقریر میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے بیان کیا کہ

"یہ لائبریری جس کا آج احیا کیا جارہا ہے حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ صاحبہؓ کی یادگار کے طور پر قائم کی گئی تھی اور اس کا نام امۃ الحیٔ لائبریری رکھا گیا۔ قادیان میں میری انتہائی خواہش تھی کہ مَیں اس لائبریری کو ترقی دوں لیکن لائبریری کے لیے علیحدہ فنڈ نہ ہونے کی وجہ سے میری یہ خواہش عملی جامہ نہ پہن سکی۔ لائبریری بہت چھوٹے پیمانہ پر تھی۔ اس کو ترقی دینے کی سکیمیں بنائی جارہی تھیں کہ وہ سیلابِ عظیم آیا کہ جس نے ہمیں اپنے مرکز سے اتنی دُور لا پھینکا۔ خدا تعالیٰ کی مشیت یہی تھی۔ جماعت منتشر ہوئی لیکن اولوالعزم محمودؓ کے ذریعہ بکھری ہوئی جماعت کے دانے پھر ایک لڑی میں پرو دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مرکز ثانی ہمیں عطا فرمایا اور توفیق دی کہ ہم اپنے تمام کام اسی طرح کر سکیں جس طرح قادیان میں کیا کرتے تھے۔ قادیان میں تو شاید ہی کوئی گھر ہو گا جس میں حضرت مسیح موعودؑ، بزرگان سلسلہ اور دیگر مذہبی اور علمی کتب کا ذخیرہ موجود نہ ہو۔

لیکن اس قیامتِ صغریٰ کی بدولت جو 1947ء میں آئی لوگوں نے جہاں اپنا سب کچھ اپنے گھروں میں چھوڑا وہاں وہ اپنی کتب بھی وہیں چھوڑ آئے۔ اس لیے بہت ہی ضروری تھا کہ ربوہ میں ایک زنانہ لائبریری قائم کی جائے جس سے عورتوں میں علمی ذوق پیدا ہو اور وہ کتب کو پڑھ کر اپنے علم کو بڑھائیں۔

پس اس غرض کے لیے لجنہ اماء اللہ کی شوریٰ جو جلسہ سالانہ 1949ء میں منعقد ہوئی، مَیں نے یہ تجویز پیش کی کہ امۃ الحیٔ لائبریری کو دوبارہ قائم کیا جائے اور اس کے لیے تین ہزار روپیہ کی

تحریک کی۔ شوریٰ کے موقع پر 58 بیرونی لجنات کی نمائندہ موجود تھیں جنہوں نے نہایت گرم جوشی سے اس تحریک پر لبّیك کہا۔

جو چندہ اِس وقت تک وصول ہو چکا ہے اس سے لائبریری قائم کر دی گئی ہے اور اس وقت لائبریری میں 402 کتب موجود ہیں اور مزید منگوائی جارہی ہیں۔ امید ہے کہ بہنیں اس لائبریری سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گی تا یہ ننھا سا پودا جلد از جلد پروان چڑھ کر ایک تناور درخت بنے جس کے سایہ سے آنے والی قومیں فائدہ اٹھائیں۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 199 تا 200)

1954ء میں حضرت مصلح موعودؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور حضورؓ کی خدمت گزاری میں بے حد مصروف رہنے کے باوجود حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے کام تندہی سے انجام دیتی رہیں۔ 1955ء میں حضورؓ علاج کے لیے یورپ بھی تشریف لے گئے اور علاج کی وجہ سے صحت میں کچھ بہتری بھی ہوئی تھی لیکن صحت مکمل طور پر بحال نہ ہو سکی تھی۔ اس دوران حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی توجہ حضورؓ کی خدمت پر مرکوز تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنی جماعتی خدمات سے غافل نہ تھیں۔

1958ء میں حضرت سیّدہ امّ ناصر محمودہ بیگم صاحبہؓ کی وفات کے بعد آپ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ منتخب ہوئیں۔ اس موقع پر آپ نے سورۂ بقرہ کی آخری آیت کی تلاوت کی۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ: 287)

اس کے بعد آپ نے کہا کہ

"آپ بہنوں نے مجھ پر بہت بھاری ذمہ داری ڈال دی ہے۔ مَیں آپ کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتی ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے اس گراں بوجھ کو اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے بہنوں، لجنہ اماء اللہ، سلسلۂ احمدیہ اور اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مَیں یہ بھی درخواست کرتی ہوں بہنیں میرے ساتھ لجنہ اماء اللہ کے کاموں اور تنظیم میں کامل تعاون فرمائیں تاکہ ہم سب مل کر اپنے نصب العین کو حاصل کر سکیں۔ اور متحد ہو کر وہ قربانیاں

پیش کر سکیں جو غلبۂ اسلام کے لیے ضروری ہیں۔ قرآنِ کریم نے کامل اور بہترین نظام کے لیے اطاعت اور فرماں برداری کی رُوح کو ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:177) یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آپ کے خلفاء اور جو بھی اُن کے مقرر کردہ تم پر افسر یا عہدیدار ہوں اُن کی پُوری پُوری اطاعت کا نمونہ دکھاؤ تبھی دنیا میں ایک کامل اور حقیقی نظام قائم ہو سکتا ہے۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 522 تا 523)

تاریخ لجنہ اماء اللہ کے سرسری مطالعہ سے بھی یہ بات سامنے آتی ہے کہ شروع میں کئی سال تو اس تنظیم کو حضرت مصلح موعودؓ نے انگلی پکڑ کر چلایا۔ شروع میں شمولیت بھی لازمی نہیں تھی۔ پھر آہستہ آہستہ ممبرات میں اضافہ ہوتا گیا لیکن لجنہ کی ترقی بہت محدود پیمانہ پر ہو سکی۔ 1944ء کے آخر اور 1945ء کے شروع سے حضورؓ کی تحریک پر لجنہ اماء اللہ کے کاموں میں ترقی آنی شروع ہوئی اور تنظیم سازی پر زور دیا جانے لگا۔

اسی تربیت کی بنا پر پاکستان میں بہت جلد لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی تنظیم نو ہو گئی۔ اور آہستہ آہستہ نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونِ پاکستان بھی لجنہ اماء اللہ کی شاخیں قائم ہونا شروع ہو گئیں۔ لجنہ اماء اللہ کے پنجاہ سالہ جشنِ تشکّر کے بعد بیرونِ پاکستان لجنہ اماء اللہ کے کاموں میں بہت ترقی ہونی شروع ہوئی اور 1984ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی لندن ہجرت کے ساتھ ہی بیرونِ پاکستان لجنات اماء اللہ کی ذمہ داریوں میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ 1984ء سے 1989ء تک یہ نظام اسی طرح چلتا رہا کہ بیرونِ پاکستان کی لجنات بھی لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے تحت خدمات بجالاتی رہیں۔

1989ء میں جماعت اور ذیلی تنظیموں کے بڑھتے ہوئے کاموں اور تمام دنیا میں خلیفۂ وقت کی براہِ راست رہنمائی کی ضرورت کے تحت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے تمام دنیا کی ذیلی تنظیموں کے انتظام میں ایک بڑی بنیادی اور دُوررس تبدیلی فرمائی۔ جس کے تحت تمام ملکی سطح کی ذیلی تنظیمیں براہِ راست خلیفۃ المسیح کی زیرِ نگرانی خدمتِ دین سرانجام دینے لگیں۔ یہ تبدیلی بالخصوص لجنہ اماء اللہ کی ترقی میں تیر بہدف ثابت ہوئی کیونکہ دنیا بھر میں لجنات اماء اللہ نے غیر معمولی ترقی کی۔

خاکسار کے نزدیک اس بات کا اشارہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو ایک رؤیا میں بھی کر دیا گیا جو حضورؒ نے اپنے دورِ خلافت میں ہونے والے پہلے اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ سے خطاب کے دوران

بیان فرمائی تھی۔ اپنی رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا تھا کہ

"اللہ تعالیٰ کا منشاء لجنہ کے الفاظ کے استعمال سے یہ تھا کہ لجنہ کو بھی مجاہدین کی صفِ اوّل میں شامل کیا جائے اور جب تک عورتوں سے بھی اُن کی حیثیت کے مطابق میدانِ جہاد میں کام نہ لیا جائے گا، بات نہیں بنے گی۔" (الفضل ربوہ، جلد36/71، نمبر237، 23اکتوبر1982ء صفحہ4)

اس نئے ملک وار انتظام کے تحت حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی تقرری بطور صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان ہوئی اور یہ خدمت آپ 1997ء تک بجالاتی رہیں۔ اس عرصہ میں بھی آپ مکمل محنت اور دیانتداری کے ساتھ لجنہ اماء اللہ کے مقاصد کی تکمیل کے لیے ہر لحہ کوشاں رہیں۔ اُس عرصہ میں ملک میں جماعت مخالف کارروائیاں زوروں پہ تھیں اور بوجہ عمر آپ کی صحت بھی خراب رہنے لگی تھی لیکن آپ نے اپنے مفوضہ فرائض کی ادائیگی میں آپ نے کبھی کوئی کوتاہی نہیں ہونے دی۔

لجنہ اماء اللہ کی صدارت بہت سی ذمہ داریاں رکھتی ہے۔ تقریباً جماعت کے نصف حصہ سے رابطہ ہوتا ہے اور ان کی تعلیم وتربیت بالخصوص آئندہ نسلوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری کی ادائیگی بہت مشکل کام ہے۔ خواتین کو دینی تعلیم کے علاوہ بنیادی دنیوی تعلیم کی طرف متوجہ کرنا بھی ضروری تھا جن میں شہری علاقوں کے علاوہ دیہات کی خواتین کی تعلیم و تربیت بھی شامل ہے۔ ان سب کاموں کے لیے ملک بھر کے دورہ جات کرنے از بس ضروری ہوتے تھے۔ اُس وقت سہولتیں بھی پورے طور پر مہیا نہ تھیں اور سفر بھی آسان نہ تھے۔

لجنہ اماء اللہ کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ آپ نے اپنے دورِ صدارت کے دوران پاکستان بھر میں لجنہ اماء اللہ کے تعلیمی اور تربیتی دورے کیے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی میں بھی لجنہ اماء اللہ کے دورے کیا کرتی تھیں اور حضورؓ کے ساتھ سفروں میں بھی آپ لجنہ کے تعلیمی، تربیتی وانتظامی پروگراموں میں شریک ہوتی تھیں اور مقامی لجنات کی کارکردگی کا جائزہ لیتیں اور نصائح کرتیں۔

حضورؓ کے وصال کے بعد کے پہلے سال کا بڑا حصہ تو ملک بھر کے دوروں میں صَرف ہوا۔ آپ اپنے ساتھ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کو بھی لے کر جاتی تھیں۔ پاکستان کے طول و عرض کے دورے آپ کے سارے دورِ صدارت میں جاری رہے۔ اِن دوروں میں آپ کے ساتھ لجنہ اماء

اللہ کی دیگر عہدیدار بھی ساتھ ہوتی تھیں۔ دُور دُور کے علاقوں یعنی کراچی، کوئٹہ، راولپنڈی، پشاور وغیرہ کے اسفار ٹرین پر کیے گئے۔ جب لجنہ اماء اللہ نے اپنی گاڑی خرید لی تو آپ کے لیے آسانی ہو گئی تھی۔ آپ کی ڈائریوں میں بہت سے دورہ جات کی تفاصیل موجود ہیں۔ اس کے علاوہ آپ اپنے اکثر ذاتی سفروں میں بھی کسی نہ کسی لجنہ کے پروگرام میں شامل ہوتی تھیں۔ آپ ربوہ کے محلّہ جات کے دورہ بھی کیا کرتی تھیں۔

جب آپ دوروں پر ہوتیں تو کئی مرتبہ غیر احمدی خواتین کے ساتھ تبلیغی نشستوں میں شامل ہوتیں اور اُن کے سوالات کے تسلی بخش جواب دیتیں۔ ایک ایسی مجلس مکرمہ سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ نے لاہور میں اپنے گھر میں منعقد کی اور اس میں صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ بھی شامل تھیں۔ اس نشست کے بعد صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ نے مجھے بتایا کہ "مَیں تو چھوٹی آپا کو مان گئی ہوں کہ علم ہونا الگ بات ہوتی ہے لیکن سوالات کا حاضر دماغی سے اور حوالوں کے ساتھ جواب دینا الگ بات۔ آپ ہر سوال کا جواب حوالوں سے دیتی گئیں"۔

روزانہ کے دفتری امور نبٹانا۔ دفتری ڈاک دیکھنا اور ان کے جواب دینا روزانہ کا معمول تھا۔ آپ صبح کے وقت لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے دفتر چلی جاتیں اور وہیں کام کرتیں اور ظہر کی نماز سے قبل واپس آتیں۔ اگر آپ کسی وجہ سے دفتر نہ جاسکتیں تو صبح کے وقت لجنہ اماء اللہ کی کارکنات ڈاک لے کر گھر آجاتیں اور دوپہر تک حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا گھر دفتر بنا رہتا۔

لجنہ اماء اللہ کے دیگر پروگراموں کے علاوہ لجنہ کی کھیلوں میں باقاعدہ شامل ہوتیں اور اس موقع پر بھی احمدی بچیوں سے ملنے اور ان کی تربیت کے کاموں میں شریک رہتیں۔

لجنہ اماء اللہ کے سالانہ اجتماعات کے دوران تو آپ تین دن کے لیے دفتر میں ہی منتقل ہو جاتی تھیں اور وہیں دن رات قیام رہتا۔

آپ کے دورِ صدارت میں 1976ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تحریک پر جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی رہائش کے لیے لجنہ بیرکس (barracks) کی تعمیر ہوئی۔ سالہا سال تک ان لجنہ بیرکس میں احمدی خواتین کے لیے جلسہ سالانہ اور لجنہ کے دیگر پروگراموں کے موقع پر رہائش کا انتظام کیا جاتا رہا۔ لجنہ اماء اللہ پاکستان نے ان بیرکس کو منہدم کر کے جدید سہولیات سے آراستہ چھ

منزلہ عمارت تعمیر کی ہے جسے "سرائے مسرور" کے نام دیا گیا ہے۔

الغرض حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی لجنہ اماء اللہ کے لیے خدمات کا دائرہ بہت ہی وسیع ہے اور امر واقعہ یہ ہے کہ اس کا احاطہ کرنا بہت ہی مشکل ہے۔**فجزاھا اللہ احسن الجزاء**

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی منتخب خدمات کا ذکر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے عورتوں میں درس القرآن کی درخواست

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مستورات میں درس القرآن دیا کرتے تھے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے درخواست کی ہے حضورؒ بھی مستورات میں درس القرآن دیں جو حضورؒ نے از راہِ شفقت منظور فرمالی۔اس سلسلہ کا پہلا درس القرآن 30 اپریل 1966ء بروز ہفتہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ارشاد فرمایا اور وقفہ وقفہ سے یہ درس جاری رہے۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 423)

پہلا درس حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے مکان پر منعقد ہوا تھا اور اس درس میں حضورؒ نے سورۃ الفاتحہ کی تلاوت فرمائی اور اس کی تفسیر بیان فرمائی۔ حضورؒ نے سب سے پہلے **وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ** (نحل:99) کے قرآنی حکم کے تحت تلاوتِ قرآنِ کریم سے قبل اعوذ پڑھنے کی حکمت بیان فرمائی۔

لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ سے خطابات

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو تقریر کرنا خود حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو سکھایا اور مضمون لکھنے کی طرف توجہ بھی حضورؓ نے ہی دلائی۔ حضورؓ کی دعائیں بھی آپ کے ساتھ تھیں اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بھی۔ خلفاء کرام کی تربیت اور دعاؤں سے احمدی خواتین اور بچیوں کی تربیت کے لیے آپ نے تقاریر، پیغامات، مضامین اور نصائح کا ایک پُر اثر علمی خزانہ چھوڑا ہے۔

آپ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ خلافتِ ثانیہ، خلافتِ ثالثہ اور خلافتِ رابعہ میں مرکزی جلسہ ہائے سالانہ مستورات میں قادیان، ربوہ اور لندن میں خطابات کا موقع ملا۔

آپ کو اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک دوروں کے دوران بھی احمدی خواتین سے خطاب کرنے کا موقع بھی ملا۔ آپ اردو کے علاوہ انگریزی میں بھی خطاب کرتی رہی ہیں۔

آپ کے مضامین، خطابات، پیغامات اور نصائح کا کچھ حصہ "خطاباتِ مریم" کی صورت میں دو جلدوں میں شائع کیا جا چکا ہے۔ احمدی خواتین، بچیوں اور مردوں کو حتّی الوسع اِن سے استفادہ کرنا چاہیے۔ ان خطابات اور مضامین میں حضرت مصلح موعودؓ کی یہ دعا بھی اپنا اثر دکھاتے ہوئے نظر آئے گی کہ

آنکھوں میں حیا چمک رہی ہو
مُنہ حکمت و علم سے دُرّ فشاں۔ آمین

آپ کے لبوں بلکہ دل سے نکلنے والی علم و حکمت سے پُر نصائح میں سے منتخب نصائح پیش ہیں۔

عبادات اور ذکرِ الٰہی کی تلقین

جماعت احمدیہ میں خدمت پر مامور تمام مرد و خواتین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں شامل افراد کو عبادات اور ذکر الٰہی کرنے کی تلقین کرتے رہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ فرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء نے پورا فرمایا ہے۔ انہی کی نیابت میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ احمدی خواتین کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتی رہی ہیں۔ آپ کے خطابات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ عبادات اور ذکر الٰہی کی عادت ڈالنے کے بارہ میں مسلسل نصیحت کرتی رہیں۔

تعلیم القرآن کی تلقین

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے نزدیک لجنہ کا سب سے اہم کام تعلیم القرآن تھا اور آپ بار بار اس کی نصیحت کیا کرتی تھیں۔ 1969ء کے اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے موقع پر آپ نے فرمایا کہ

"**لجنہ کا سب سے اہم کام تعلیم القرآن ہے**۔ سالِ رواں میں تمام لجنات نے ہی اس سلسلہ میں خاصی جدّوجہد کی ہے لیکن ابھی منزل بہت دُور ہے۔ جب تک ہماری سو فیصد بچیاں اور خواتین

قرآنِ کریم کا ترجمہ نہیں پڑھ لیتیں ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ آئندہ اچھے نتائج دکھانے کے لیے ہم نے اپنی توجہ چھوٹی بچیوں اور لجنہ کی ان ممبرات کی طرف کرنی ہے جو پندرہ سے چالیس سال تک کی ہیں۔اِس لیے میری تجویز ہے کہ ہر لجنہ اپنی ممبرات کا جائزہ لے کر پندرہ سے پچیس سال تک کی فہرستیں تیار کریں جو ترجمہ نہیں جانتیں۔اور پھر پچیس سے چالیس سال تک کی۔سب سے زیادہ محنت پہلے گروپ یعنی پندرہ سے پچیس سال تک کی بچیوں پر کی جائے تاکہ اگلے پانچ سال میں کوئی ایسی لڑکی جو آج پندرہ سے پچیس سال کی ہے اور پانچ سال بعد بیس سال سے تیس سال کی ہو گی ایسی نہ رہ جائے جو قرآنِ کریم کا ترجمہ ختم نہ کر چکی ہو یا کافی حد تک پڑھ نہ چکی ہو۔اگر اس طریقِ کار کو اپنا کر لجنات کام کریں گی تو مجھے یقین ہے لجنہ آج سے پانچ سال بعد نہایت خوش کُن نتائج حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر سکتی ہے۔

اِس عظیم الشان مقصد کو پورا کرنے کے لیے بڑی محنت اور قربانی کی ضرورت ہے۔ایسی بہنیں جو قرآنِ مجید کا ترجمہ جانتی ہیں آگے آئیں اور اپنے آپ کو اِس خدمت کے لیے وقف کریں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابتداء ہی سے جماعت کو اِس طرف توجہ دلائی ہے کہ اِسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔وہ کیا ہے؟ ہمارا اس راہ میں مرنا، یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے۔اس موت کو اپنے پر وارد کرنے کے لیے ہمیں وقت کی قربانی بھی دینی ہوگی، جذبات کو بھی قربان کرنا پڑے گا، رسم و رواج کو بھی ترک کرنا ہو گا، اولاد کی قربانی دے کر اسے سلسلہ کے لیے وقف کرنا ہو گا، مالی قربانیاں بھی دینی ہوں گی، اور ان سب مادی اشیا سے مُنہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی خاطر اُن رسم و رواج اور دستوروں کو اپنانا ہو گا جو قرآنِ کریم نے بتائے ہوئے ہیں۔اور اُن باتوں پر چلنا ہو گا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے سمجھائی ہیں۔اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔آمین اللّٰھم آمین۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 588 تا 589)

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ 1971ء کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ

"دراصل تو ہمارا ہر کام ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔سب سے اہم کام، سب سے بڑا کام، سب سے بڑی ذمہ داری ہماری قرآنِ مجید سیکھنا ہے اور صرف طوطے کی طرح پڑھ لینا نہیں۔جب مَیں قرآنِ مجید سیکھنا کہتی ہوں تو اس سے مراد یہی ہے کہ قرآنِ مجید سیکھنا اور اس پر عمل کرنا۔اگر یہ کام

ہماری جماعت کی خواتین سر انجام دے دیں، ہماری ہر خاتون اور ہر بچی کو قرآن آتا ہو، اس پر عمل کرے، اس کے اخلاق، اس کے لباس، اس کی چال ڈھال، اس کی گفتار، اس کے کردار، اس کا دشمنوں کے ساتھ سلوک، اس کا دوستوں سے سلوک، اس کے مجلسوں کے انداز۔ ہر چیز سے یہ ظاہر ہو رہا ہو کہ یہ معاشرہ قرآنی معاشرہ ہے۔ یہ وہ چودہ سو سال قبل کا معاشرہ ہے جس کے واقعات بیان کیے جاتے تھے اور آج وہ معاشرہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے اور آپ کے خلفاء کے ذریعہ قائم ہو چکا ہے۔" (خطاباتِ مریم جلد 1 صفحہ 610)

ایک پیغام میں آپ نے لجنہ اماء اللہ کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے تحریر کیا کہ

"آپ اپنی لجنہ میں جائزہ لیں کہ کوئی عورت یا لڑکی ایسی تو نہیں جس نے ناظرہ قرآنِ مجید نہ پڑھا ہوا ہو۔ جائزہ لینے کے بعد جو بچّی یا عورت ایسی نکلے جس نے ابھی تک ناظرہ قرآنِ مجید نہ پڑھا ہوا ہو اس کو قرآنِ مجید پڑھانے کا انتظام کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ ایک سال میں تمام مستورات اور بچّیاں ناظرہ قرآنِ مجید پڑھ لیں۔ اسی طرح جو عورتیں ناظرہ پڑھی ہوئی ہیں ان کو ترجمہ پڑھایا جائے۔ جب تک ہمیں معلوم نہیں کہ قرآن کی آیات کا مطلب کیا ہے ہم اس کے مطابق عمل نہیں کر سکتے۔

پس میری عزیز بہنو! آپ کا جہاد یہی ہے کہ آپ میں سے جو قرآنِ مجید ناظرہ اور با ترجمہ پڑھی ہوئی ہیں وہ اپنے علم کو استعمال کریں اور دوسروں کو اس علم سے فائدہ پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ بھی قرآنِ مجید میں فرماتا ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:4)۔ حقیقی متقی وہی کہلانے کا مستحق ہے کہ جو صلاحیتیں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا فرمائی ہیں ان سے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچائے۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 391 تا 392)

1973ء کے اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے موقع پر آپ نے لجنات کو توجہ دلائی کہ

"پس قرآن پڑھیے، پڑھایئے اور قرآن کی تعلیم کی اتنی اشاعت کریں کہ ایک ایک بچی اور ایک ایک عورت قرآن کے مضامین اچھی طرح جانتی ہو اور مرنا پسند کرے لیکن قرآنی احکام کی نافرمانی برداشت نہ کر سکتی ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر عورت لجنہ کی ممبر بنے، اپنے اجلاسوں اپنی کلاسوں میں جائے جمعوں کے خطبات سنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی

کتب پڑھے۔اس کے بغیر عمل بھی ہونا ناممکن ہے۔کوئی وبا پھیلتی ہے آپ کتنی جلدی اپنے بچوں اور اپنے آپ کو ٹیکہ لگواتی ہیں لیکن روحانی وبا سے محفوظ رکھنے کا جو ٹیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کو دیا ہے وہ آپ نہیں لگواتیں۔میرا تائثر ہے کہ باوجود تعلیم عام ہونے کے بعض بہنوں اور بچیوں کا دینی مطالعہ بہت کم ہے۔بعض گاؤں کی عورتوں کا مَیں نے مشاہدہ کیا ہے کہ اُردو نہیں آتی لیکن عام واقفیت بہت ہے۔اس کے برعکس شہر والی بچیوں کا دینی علم کم ہے۔اس لیے میں لجنات کو کتب کی خرید کی طرف توجہ دلاتی رہتی ہوں۔علاوہ جماعت کے لٹریچر کے لجنہ اماء اللہ کا لٹریچر ضرور خریدیں۔پڑھیں،پڑھائیں،غیر از جماعت بہنوں کو دیں۔"(خطاباتِ مریم جلد2 صفحہ107)

1970ء میں لجنہ اماء اللہ حلقہ جامعہ نصرت ربوہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ

"جس طرح لجنہ اماء اللہ کسی مستحق کو کپڑے بنا کر دینا اپنا فرض سمجھتی ہے،کسی کی نقدی سے مدد کرتی ہے۔اسی طرح میں لجنہ جامعہ نصرت کی عہدیداران کو اس امر کی طرف توجہ دلاتی ہوں کہ وہ کالج کی تمام طالبات کا جائزہ لیں کہ آیا ہر بچی کے پاس تفسیرِ صغیر ہے یا نہیں اور جو طالبات باوجود شوق رکھنے کے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتیں۔لجنہ جامعہ نصرت اپنے فنڈ سے خرید کر دے۔اگر وہ نصف قیمت ادا کر سکیں تو بھی ان کو ضرور مہیا کر کے دیں۔۔۔مَیں خود وعدہ کرتی ہوں کہ مَیں ذاتی طور پر بھی مستحق طالبات کو تفسیرِ صغیر مہیا کر کے دوں گی۔یہ امر اس لیے بھی ضروری ہے تا کوئی طالبہ صرف اس لیے تفسیرِ قرآن کے علم سے محروم نہ رہ جائے کہ اس کے پاس تفسیر نہ تھی۔"

(خطاباتِ مریم جلد1 صفحہ774 تا775)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جماعت کو نصیحت فرمائی کہ قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھانے کے لیے کلاسوں کا اہتمام کیا جائے اور اس بارہ میں مختلف ہدایات بھی دیں۔حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے خود اپنی عمر کا بڑا حصہ قرآنِ کریم کی تعلیم میں بسر کیا تھا لیکن خلیفۂ وقت کی تحریک پر حضورؒ سے ہی رہنمائی کی درخواست کی تا کہ حضورؒ کے منشاء کے مطابق تعلیم القرآن کی خدمت سرانجام دی جاسکے۔اس پر 22 جنوری 1993ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کو تحریر فرمایا کہ

"آپ کا خط ملا جس میں آپ نے قرآنِ مجید باترجمہ سکھانے کے سلسلہ میں استفسار فرمایا ہے کہ کس حد تک گرامر پڑھا جائے۔مَیں نے الگ گرامر پڑھانے کے لیے تو نہیں کہا تھا۔بلکہ مقصد یہ

ہے کہ ترجمہ پڑھاتے وقت بیچ میں تھوڑا تھوڑا گرامر کا سبق دینا چاہیے تاکہ جہاں مشکل مقامات آتے ہیں آہستہ آہستہ ان کو سمجھنے کی اہلیت پیدا ہو۔ مَیں نے یہاں جو کلاس شروع کی تھی اُس کی ویڈیو کیسٹس وہاں بھجوائی تھیں۔ انہیں دیکھ لیں۔ اُن سے رہنمائی مل جائے گی۔ رفتہ رفتہ بغیر بوجھ ڈالے قرآنِ مجید کے معانی کو سمجھنے کی اہلیت کو بڑھانا مقصود ہے۔ مَیں دیگر کئی مصروفیات کی وجہ سے اس کلاس کو باقاعدہ جاری نہیں رکھ سکا۔ لیکن ان کیسٹس سے رہنمائی مل جائے گی"۔

صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ لمبا عرصہ تک آپ کے محلّہ کی صدر لجنہ کے طور پر فرائض انجام دیتی رہی ہیں۔ آپ بیان کرتی ہیں کہ

"رمضان المبارک کے ایام میں جب مساجد میں لاؤڈ سپیکر پر پابندی لگ گئی تو درسِ قرآن کا سلسلہ ممکن نہ رہا اس کمی کو دور کرنے کے لیے میں نے محلّہ کی طرف سے آپ کی خدمت میں درسِ قرآن کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں ضرور درس دوں گی لیکن نظامِ جماعت کی اجازت سے، چنانچہ بعد ازاں بہت تیاری کر کے عمدہ درس دیا کرتیں"۔ یہ 1984ء کی بات ہے اور یہ سلسلہ تقریباً آٹھ نو برس تک جاری رہا۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے رمضان المبارک میں ایم۔ ٹی۔ اے پر درس القرآن کا سلسلہ شروع فرما دیا تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت کا بیان

احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کی غرض سے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اپنی تقاریر، مضامین اور پیغامات میں آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی سنّتِ مبارکہ پر عمل کرنے کی تلقین کیا کرتیں۔ سیرت النبیؐ کے مختلف پہلوؤں کو آپ نے اپنی تقاریر یا مضامین میں نہایت دلکش انداز میں بیان کیا ہے گویا آپ کی کوشش ہوتی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے احسانات کا تذکرہ ہوتا رہے اور حضورؐ کی محبت دل میں بیٹھ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی سیرت بیان کرنے کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر آپ نے متعدد خطابات کیے اور ہر ایک میں اچھوتے انداز میں حضورؐ کی سیرت بیان کی ہے۔

آپ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:22) اور اِنَّ صَلٰوتِيْ

وَنُسُكِي (الانعام:163) سے استنباط کرتے ہوئے لجنات کو نصیحت کرتی ہیں کہ

"دونوں آیات پر یکجا طور پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کا مقصد مقامِ محمدیت کی پیروی کرنا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کامل اطاعت اور کامل اتباع کے ساتھ اور آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اسی طرح اس آیت میں بھی اشارہ ہے کہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:32) کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور پیار کسی انسان کو اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت میں ایسا سرشار نہ ہو جائے کہ ہر قول اور فعل میں آپ کا کامل فرمانبردار ہو۔ اور یہ دولت اُس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کی زندگی میں یہ حالت پیدا نہ ہو جائے کہ وہ اپنی تمام خواہشوں اور جذبات پر اپنے ہاتھ سے ایک موت وارد کرے اور اس کے دائرہ عمل کا مرکز محض اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ جب انسان اس عظیم الشان قربانی کے لیے تیار ہو جاتا ہے تب اس میں اسلام کی حقیقی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسی کیفیت کو قرآنِ مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبان مبارک سے اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (الانعام:164) کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔۔۔۔

اب میں اس آیت کی تشریح کسی قدر تفصیل سے کروں گی تاکہ آپ کو بتاؤں کہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ساری زندگی کس طرح صرف اور صرف رب العالمین کی خاطر گزری۔

خدا تعالیٰ کا یہ ایک نہایت عظیم الشان نشان اور اسلام کی صداقت کا ثبوت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زندگی کے حالات اتنے محفوظ ہیں۔ اس لیے جس خلوص سے انسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات سے محبت کر سکتا ہے اور کسی ذات سے نہیں کر سکتا۔ آپ کی زندگی ایک کھلی کتاب ہے جس کو پڑھنے کے بعد آپ کی سیرۃ طیّبہ کا ایک ایک پہلو روزِ روشن کی طرح ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور روح خدا تعالیٰ کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے کے لیے آستانہ الٰہی پر جھک جاتی ہے۔ اور منہ سے بے اختیار نکل جاتا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔" (خطاباتِ مریم جلد 1 صفحہ 232 تا 234)

آپ احمدی خواتین کو نصیحت کرتی ہیں کہ

"ہمیں چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سیرت کا بار بار مطالعہ کریں۔ اور اپنی زندگیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اسوہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے منہ سے کہلوایا تھا کہ قُلْ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام:163)

ہماری زندگیوں کا مقصد بھی یہی ہو۔ اپنی اولادوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سیرت سے اچھی طرح واقف کرانا ہمارا اوّلین فرض ہے تا ان کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات سے بے انتہا عشق اور محبت پیدا ہو اور اس محبت کے نتیجہ میں وہ اپنی زندگیاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اسوہ کے مطابق ڈھالیں کیونکہ اسلام کی ترقی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اسوہ حسنہ پر چلنے سے وابستہ ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

'خوب یاد رکھو کہ اسلام ہمیشہ اپنی پاک تعلیم اور ہدایت اور اس کے ثمرات، انوار وبرکات اور معجزات سے پھیلا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے عظیم الشان نشانات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اخلاق کی پاک تاثیرات نے اسے پھیلایا ہے اور وہ نشانات اور تاثیرات ختم نہیں ہو گئیں بلکہ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں تازہ بتازہ موجود رہتی ہیں اور یہی وجہ ہے جو مَیں کہتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم زندہ نبی ہیں اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تعلیمات اور ہدایات ہمیشہ اپنے ثمرات دیتی رہتی ہیں اور آئندہ جب اسلام ترقی کرے گا تو اس کی یہی راہ ہو گی نہ کوئی اور۔' (الحکم 17 اکتوبر 1906ء)" (خطاباتِ مریم جلد 1 صفحہ 55)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا بیان

آپ حضورؑ کی تعلیمات پر خود بھی عمل پیرا تھیں اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ آپ حضورؑ کی کتب کا مطالعہ کرتیں اور حضورؑ کے علم کلام کے ذریعہ ہی تعلیمی وتربیتی نصائح کیا کرتیں۔ آپ کی شاید ہی کوئی تقریر یا تحریر ایسی ہو جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں نصائح نہ کی گئی ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا خلاصہ آپ نے ان الفاظ میں بیان کیا کہ

"آپؑ کی سیرت کے چار پہلو بہت ہی نمایاں اور درخشاں ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس پر توکّل

2۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے انتہائی عشق

3۔ اسلام کے غلبہ کی شدید تڑپ اور اس کے لیے دعا و جد وجہد

4۔ بنی نوع انسان کی اصلاح کی تڑپ اور اس کے لیے خود آپ کا نمونہ"

(خطاباتِ مریم جلد2 صفحہ334)

مطالعہ کُتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تلقین

مطالعہ کُتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو ایک خاص شغف تھا اور آپ چاہتی تھیں کہ احمدی خواتین کو بھی حضورؑ کی کتب سے جوڑ دیں۔ جلسہ سالانہ کے ایک خطاب میں آپ نے مطالعہ کُتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا کثرت سے مطالعہ کریں تاکہ آپ کو علم ہو سکے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ کیا تھا؟ آپ کی تعلیم کیا تھی؟ آپ کے اخلاق کیا تھے؟ اور اسی قسم کا رنگ اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ آپ آنے والی نسلوں کی صحیح معلّم بن سکیں۔" (خطاباتِ مریم جلد1 صفحہ212)

صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

"حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے لندن تشریف لے جانے کے بعد جب کہ میں صدر محلّہ تھی۔ میں نے آپ سے درخواست کی کہ نئی نسل میں مطالعہ کُتب حضرت مسیح موعودؑ کا رحجان کم ہے اس لیے جلسہ سالانہ کے تین دن آپ کتب حضرت مسیح موعودؑ کا درس دیا کریں۔ چنانچہ آپ ان ایام میں درس دیا کرتیں اور تین دن نفلی روزہ بھی رکھتیں اور حضور کے لیے جو صدقات دیئے جاتے ان میں بھی آپ شمولیت فرماتیں"۔

ایک مرتبہ آپ کے محلّہ کی ایک ممبر مجلسِ عاملہ لجنہ (جو آپ کی عزیزہ بھی تھیں) نے آپ سے کہا کہ ہم آپ سے وقفِ عارضی کروانا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک کتاب کا درس دیں۔ آپ نے کہا کہ ضرور اور ساتھ یہ بھی کہا مَیں تو مستقل

وقف ہوں۔ اور آپ نے درس کے لیے رات کو نو بجے کا وقت مقرر کیا اور اس کتاب کا درس مکمل کیا۔

خلافتِ احمدیہ سے وابستگی کی تلقین اور مساعی

لجنہ اماء اللہ کے قیام کے وقت حضرت مصلح موعودؓ نے جو ہدایات دی تھیں ان میں سے ساتویں ہدایت یہ تھی کہ

"اِس امر کی ضرورت ہے کہ جماعت میں وحدت کی رُوح کو قائم رکھنے کے لیے جو بھی خلیفۂ وقت ہو اس کی تیار کردہ سکیم کے مطابق اور اِس کی ترقی کو مدِّ نظر رکھ کر تمام کارروائیاں کی ہوں۔"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد4 صفحہ 130)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا یہ طریق تھا کہ خلیفۂ وقت کی طرف سے جاری فرمائی جانے والی تمام تحریکات پر نہ صرف آپ خود لبّیك کہتیں بلکہ ممبرات لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کو بھی خلیفۂ وقت کی تحریک پر لبّیك کہنے کی نصیحت کرتی تھیں۔ اس بارہ میں آپ اپنے خطابات، پیغامات اور مضامین کے علاوہ اخبارات ورسائل میں اعلانات بھی شائع کرواتیں۔

بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ اطاعتِ خلافت کے بارہ میں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جب سورۂ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات حفظ کرنے کی تحریک فرمائی تو آپ نے صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے یہ آیات حفظ کرنے والی لجنہ ممبرات کو سندات جاری کیں۔ حضورؒ کی تحریک پر لبّیك کہتے ہوئے آپ نے خود بھی سورۂ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات حفظ کیں۔ بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ آپ نے اپنے نام بھی یہ سند جاری کی جو اب تک محفوظ ہے۔

اسی طرح خلیفۂ وقت کی طرف سے تعلیم القرآن، دعاؤں، عبادات و ذکرِ الٰہی، اعمالِ صالحہ بجالانے، وقفِ عارضی اور انفاق فی سبیل اللہ کی کوئی بھی تحریک ہوتی تو آپ سب سے پہلے اس میں شامل ہوتیں اور ساتھ ہی لجنہ ممبرات اور ناصرات کو اس میں شمولیت کی نصیحت کرتیں۔

خلافتِ احمدیہ سے وابستگی اور وفاداری کے لیے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ ہر وقت کوشاں رہتیں۔ آپ کی تحریرات، خطابات، پیغامات، اور ذاتی گفتگو اس بات کی شاہد ہے۔

جلسہ سالانہ مستورات 1962ء سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے احمدی خواتین کو کہا کہ

"نظام سے وابستگی رکھو۔ **خلافت سے وابستگی رکھو اور اپنی اولادوں کے دلوں میں خلافت سے محبت اور عقیدت پیدا کرو**۔ یہ بہت بڑا انعام ہے جو اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو عطا فرمایا ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ یہ انعام جیسا کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مشروط انعام ہے۔ جب تک کوئی قوم اپنے تئیں خلافت کے انعام کا حق دار رکھتی ہے وہ انعام اس میں قائم رہتا ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم جہاں اپنے آپ کو اس انعام کے مستحق اور لائق ثابت کر کے دکھائیں وہاں اپنے خلیفہ کے لیے بے انتہا دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خلیفہ کو صحت والی زندگی عطا فرما! تا اس کی قیادت میں اسلام کا غلبہ ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام پیشگوئیاں اپنی پوری شان اور شوکت کے ساتھ پوری ہوں۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور رضا ہم کو حاصل ہو۔" (خطاباتِ مریم جلد 1 صفحہ 254 تا 255)

جلسہ سالانہ مستورات 1967ء سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ

"میری بہنو! اس زمانہ میں اللہ نے اسلام کی ترقی کو خلافتِ احمدیہ سے وابستہ کیا ہے۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ جلد از جلد جماعت ترقی کرے، اسلام پھیلے تو اپنے گھروں اور اپنی اولادوں کو ایمان کے لحاظ سے ایسا مضبوط بناؤ کہ شیطان کسی طرف سے حملہ نہ کر سکے۔ حضرت آدم کے وقت سے شیطان خدا تعالیٰ کا دشمن رہا ہے اس کا سر کچلنے کے لیے ہی آدم ثانی یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ نے بھیجا ہے اور یہی کام آپ کی جماعت کے ہر فرد کا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہر ارشاد اور تحریک پر لبّیك کہنا آپ کا فرض ہے۔" (خطاباتِ مریم جلد 1 صفحہ 493)

1972ء میں منافقین کی طرف سے ریشہ دوانیوں کا آغاز ہوا اور احمدی خواتین کے نام بھی گمنام خط موصول ہوئے جن میں حضرت خلیفۃ المسیح پر بھی بیہودہ اعتراضات کیے گئے تھے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے ایک غیر معمولی اجلاس میں تمام ممبرات مجلسِ عاملہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی۔ اس میں حضورؒ سے عرض کی گئی کہ

"سیّدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہ

آج مؤرخہ 14 مارچ 1972ء بوقت پونے بارہ بجے دوپہر مجلس عاملہ لجنہ مرکزیہ کا ہنگامی اجلاس منافقین کی ان ریشہ دوانیوں کی جو وہ آج کل کر رہے ہیں پُر زور مذّمت کرتا ہے۔ اور ان کے افعال سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔ نیز حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں وفاداری اور خلوص کے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ ہم پورے یقین کے ساتھ اس عقیدہ پر قائم ہیں کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اس میں کسی انسانی ہاتھ کا دخل نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد قدرتِ ثانیہ کے ظہور کے لیے اللہ تعالیٰ کی نظر انتخاب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ پر پڑی۔ حضرت خلیفہ ٔ اوّلؓ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ الٰہی منشاء کے مطابق خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی خلیفہ بنایا۔ نہ پہلے دو خلفاء کا منافقین کی ریشہ دوانیاں کچھ بگاڑ سکیں اور نہ اب وہ کچھ کر سکیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے فضل کا سایہ خلیفہ کے سر پر ہوتا ہے۔ لیکن ان بیہودہ اعتراضات اور جماعت میں انتشار پھیلانے کی کوشش کے لیے سرگرمیوں سے ہمارے دلوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیش دامنِ خلافت سے وابستہ رکھے اور اُس آگ سے دور رکھے جو الٰہی سلسلوں کے خلاف ہمیشہ ہی منافقین بھڑکاتے رہے ہیں۔ آمین اللھم آمین۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 733 تا 734)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد کے تحت آپ کی طرف سے لجنات کو یہ ہدایت کی گئی کہ حضرت مصلح موعودؓ کا رسالہ "خلافتِ حقہ اسلامیہ" کا مطالعہ کریں اور کوئی لجنہ ممبر ایسی نہ رہے جس نے یہ رسالہ پڑھ نہ لیا ہو یا کسی دوسرے سے سن نہ لیا ہو۔ (الفضل ربوہ، جلد 36/71، نمبر 204، 12 ستمبر 1982ء صفحہ 4)

سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ 1983ء سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ

"میری بہنو اسلام کی تعلیم کا محور اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور پھر خلیفہ ٔ وقت کی اطاعت۔ غیر مشروط اطاعت۔ یہود اور منافقین والی نہیں

جن کے متعلق قرآنِ مجید میں آتا ہے جو کہتے تھے کہ تمہارے مطلب کا حکم دیا جائے تو مان لیا کرو ورنہ نہیں۔

اگر ایک عورت بھی ایسی نکلتی ہے جس کے کانوں تک خلیفۂ وقت کی آواز پہنچتی ہے اور وہ اس پر عمل نہیں کرتی تو حقیقت میں وہ احمدی جماعت میں نہیں۔ کیونکہ بیعت کرتے وقت آپ عہد کرتی ہیں کہ جو آپ نیک کام بتائیں گے ہم اس پر عمل کریں گے۔ ہمارا شعار ہمارا نعرہ تو صرف اور صرف سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا (البقرہ:286) ہونا چاہیے۔" (خطاباتِ مریم جلد 2 صفحہ 406)

آپ یہ نصیحت بھی کیا کرتی تھیں کہ خلفاء احمدیت کے خطابات اور کتب کا مطالعہ کریں تا کہ براہِ راست خلفاء احمدیت کے الفاظ میں ہی اُن کی نصائح پڑھ سکیں۔

احمدی خواتین کو صحبتِ صالحین اختیار کرنے کی تلقین

صحبتِ صالحین تربیت کے بہترین ذرائع میں سے ہے۔ قرآنِ کریم نے اس کی خاص تاکید فرمائی ہے۔ آپ خود اس حکم پر کماحقہٗ عمل کرتی تھیں اور آپ کی خواہش ہوتی تھی کہ احمدی خواتین بھی اس حکم پر عمل کریں اور اپنے اوپر بھی نیکی کا وہی رنگ چڑھائیں جیسا کہ صحابیات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اوپر چڑھایا تھا۔

آپ نے جلسہ سالانہ مستورات 1958ء سے خطاب کرتے ہوئے بیان کیا کہ

"ہم سب جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں دیکھا اس بات کی سخت تڑپ اپنے اندر رکھتی ہیں کہ کاش ہم اس زمانہ میں ہوتیں اور اس مقدس ہستی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر برکت حاصل کرتیں۔

آپ میں سے بہت سی ایسی ہوں گی جنہوں نے حضرت امّ المؤمنینؓ کو نہیں دیکھا اور ہر ایک آپ میں سے یقیناً یہ خواہش اپنے اندر رکھتی ہے کہ کاش ہم وہ زمانہ پالیتیں۔ لیکن اب بھی آپ کے لیے اس سعادت کو حاصل کرنے اور اپنی روحانیت کو بڑھانے کا موقع ہے۔ صحابیات بہت تھوڑی تعداد میں رہ گئی ہیں ان سے استفادہ کرلیں اور ان کو اجلاسوں میں بلائیں اور ذکرِ حبیب کے عنوان پر چشم دید واقعات سنیں کیونکہ روحانیت پیدا کرنے اور دلوں کا غبار اور زنگ دور کرنے کے لیے صحبت صالحین ضروری چیز ہے۔ پس ان کو اپنی مجالس میں بلائیں۔ اپنے ہر اجلاس میں یا ہر مہینے میں ان کی

تقریر رکھیں اور ان کے چشم دید واقعات قلم بند کرلیں اور ان کو یاد رکھنے کی کوشش کریں۔ اگر اس وقت آپ نے سستی کی اور اس سنہری موقعہ سے فائدہ نہ اٹھایا تو آنے والی نسلیں آپ سے مطالبہ کریں گی کہ آپ نے نیک اور بزرگ لوگوں سے ہمارے لیے کیا حاصل کیا۔ تو یہ طریق اختیار کرنے سے نہ صرف آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات کا علم ہو گا بلکہ آپ اپنی اولادوں کے سامنے شرمندہ ہونے سے بھی بچ جائیں گی۔" (خطاباتِ مریم جلد 1 صفحہ 202 تا 203)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی کوشش رہتی تھی کہ ممبراتِ لجنہ اماء اللہ خواتینِ مبارکہ، صحابیات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی کارکنات سے فیض حاصل کرتی رہیں۔ اس سلسلہ میں آپ بالخصوص حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کو لجنہ اماء اللہ کے پروگراموں میں شمولیت کے لیے دعوت دیتیں تاکہ اِن بزرگ ہستیوں سے احمدی خواتین ملاقات کرسکیں اور احمدی خواتین ان کی نصائح سے فیض یاب ہو سکیں۔

احمدی خواتین کو بدرسوم سے اجتناب کی تلقین

بہت سی وجوہات کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ خواتین بدرسوم اور بعض بدعات میں جلد ملوث ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے احمدی خواتین ان سے محفوظ ہیں۔ لیکن خلفاء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بارہ میں جماعت کو اور بالخصوص احمدی خواتین کو بہت احتیاط کرنے کے بارہ میں ارشادات فرمائے ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت آپ بھی اپنی کوشش کرتی رہی ہیں۔ 1966ء کے جلسہ سالانہ کے خطاب میں آپ نے فرمایا کہ

"چند سال سے مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ جماعت احمدیہ کے ایک طبقہ میں جن میں عورتیں زیادہ ہیں پھر سے رسومات کی ابتدا ہو گئی ہے اور جن ظلمتوں سے نکالنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو بھیجا تھا ان ظلمتوں کے خفیف سائے ان پر پھر پڑنے لگے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔" (خطاباتِ مریم جلد 1 صفحہ 405)

آپ کے اس خطاب کو سب سے پہلے لجنہ اماء اللہ پشاور کی طرف سے 1967ء میں شائع کیا گیا اور اس کے بعد لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے اسے شائع کیا۔۔ بعدہٗ آپ نے اس خطاب میں درستیوں اور اضافہ جات کے ساتھ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے تحت ایک رسالہ بعنوان "رسومات کے متعلّق اسلامی

تعلیم "کی صورت میں شائع کروادیا۔اس رسالہ کی تیاری کا کام خلافتِ ثالثہ کے آخری ایام میں ہوا تھا لیکن اس کی اشاعت خلافتِ رابعہ میں ہوئی تھی۔

احمدی خواتین کو معاشرتی برائیوں سے پرہیز کی تلقین

معاشرتی برائیوں کے خاتمہ کے لیے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے عمر بھر کوشش کی اور آپ احمدی خواتین کو ان برائیوں سے پرہیز کی تلقین کرتی رہیں۔صدر لجنہ اماء اللہ منتخب ہونے کے بعد جلسہ سالانہ مستورات کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ

"عورتوں میں غیبت کا مرض اس شدّت سے پیدا ہو گیا ہے کہ اگر وہ اس کی برائی جانتیں تو وہ کبھی اس بری عادت کو اختیار نہ کرتیں۔قرآنِ کریم نے غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ۔جس طرح تمہیں اس سے کراہت آتی ہے۔اسی طرح غیبت کرنے سے تمہارے دل میں نفرت پیدا ہونی چاہیے۔مرد اس بدعادت سے بڑی حد تک بچے رہتے ہیں خواہ وجہ کچھ بھی ہو۔لیکن عورتیں اکثر جہاں بھی جمع ہوں اس لعنت کو اپنے اوپر وارد کر لیتی ہیں۔حالانکہ فارغ اوقات میں اور اپنی مجلسوں میں بیٹھ کر یہ سوچیں کہ وہ کون سے ذرائع ہیں جن سے اسلام کی اشاعت کو زیادہ سے زیادہ ترقی دی جاسکتی ہے۔(خطاباتِ مریم جلد 1 صفحہ 203)

اسی طرح آپ دیگر معاشرتی برائیوں غیبت، جھوٹ اور عیب جوئی وغیرہ کو دور کرنے کے نصائح اور سعی کرتی رہیں۔

احمدی خواتین کو پردہ کی تلقین

احمدیت نے اسلامی پردہ کے نفاذ کا از سرِ نو احیا کیا۔اس سلسلہ میں خلفاء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلسل کوشش فرمائی اور اُن کی رہنمائی میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے احمدی خواتین کو لجنہ اماء اللہ کے ذریعہ مسلسل نصائح فرمائیں۔لجنہ اماء اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ

"فی زمانہ بے پردگی کی جو رَو چلی ہے اس کا سدِّباب بھی بہت ضروری ہے۔پردہ قرآنِ کریم کا ایک حکم ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو قرآنِ مجید کے سات سو حکموں میں

سے ایک بھی حکم توڑتا ہے اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔پس لجنہ اماء اللہ کے کاموں میں سے ایک ضروری کام یہ بھی ہے کہ موجوہ نسل کی خواتین جو بے راہ روی اور بے پردگی کر رہی ہیں اس کا سدِّباب کریں"(خطاباتِ مریم جلد1 صفحہ 666)

25 دسمبر 1972ء کو آپ نے احمدی خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے نصیحت کی کہ

"دوسرا ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اپنے معاشرہ کو حسین اور حسین تر بنانے کے متعلق پردہ کا ہے۔پردہ کرنا بھی احکامِ الٰہی میں سے ایک حکم ہے۔خدا تعالیٰ کے کسی بھی حکم کو دانستہ توڑنے والی بہن اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں کر سکتی، اُس کے فضلوں کو جذب نہیں کر سکتی۔"(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد4 صفحہ 69)

بے پردگی اور دیگر رسوم جیسے اہم مسائل کا تعلق صرف خواتین سے نہیں ہے بلکہ پورے معاشرے سے ان کا تعلق ہے اور پورے احمدی معاشرے کی شمولیت کے بغیر بے پردگی کے مسئلہ کا حل ممکن نہیں۔1965ء کی مجلسِ شوریٰ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی طرف سے مندرجہ ذیل رائے بذریعہ مرد نمائندہ پیش ہوئی کہ

"یہ افسوسناک حقیقت ہے کہ بہت سی طالبات جب یونیورسٹی میں داخلہ لیتی ہیں تو یا تو برقعہ بالکل ہی اتار دیتی ہیں یا گھر سے تو برقعہ پہن کر جاتی ہیں لیکن یونیورسٹی میں پہنچ کر برقعہ اتار دیتی ہیں۔مَیں نے جہاں تک ایسی طالبات کا علم ہونے پر انہیں سمجھانے کی کوشش کی تو یہی معلوم ہوا کہ یہ حرکت انہوں نے اپنے والدین کی رضامندی اور اجازت سے کی ہے۔یہاں شوریٰ کے نمائندے جمع ہیں جو ساری جماعت کے نمائندے ہیں۔ان کا کام ہے کہ وہ اپنی جماعتوں میں تلقین کرتے رہیں کہ ایسا کرنے سے باز رہیں۔یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک بچی اپنے ماں باپ کو ناراض کرتے ہوئے بے پردگی کی مرتکب ہو۔اِس کے محرّک یا ان کے باپ ہیں یا خاوند۔اور بے پردگی کا جذبہ بڑھتا ہے، خود نمائی سے جب یہ جذبہ پیدا ہو گا تو ہمارا معاشرہ صحت مند نہیں رہے گا۔"(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 350 تا 351)

بے پردگی کے مسئلہ کے حل کے لیے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ انفرادی طور پر بھی احمدی خواتین اور بچیوں کو توجہ دلاتی رہتی تھیں اور بے پردگی کے بڑھتے ہوئے رجحان سے آپ بہت

فکر مند رہتی تھیں۔

احمدی خواتین کو باہمی محبت اور احترام کا تعلق رکھنے کی تلقین

احمدیت کے کارناموں میں سے ایک یہ ہے کہ دنیا کے ایک کونے میں رہنے والے احمدی دوسرے کونے میں رہنے والے احمدیوں سے محبت اور پیار کا تعلق رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی بعض احمدی بھی اپنی غلطی کی وجہ سے ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور ایسا نمونہ دکھاتے ہیں جو احمدیت کی تعلیم کے خلاف ہوتا ہے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے ساری عمر اس قسم کے رویّوں کے خلاف آواز بلند کی اور احمدی خواتین کو سمجھایا کہ ایک دوسرے کا احترام کرنا ایمان کا حصہ ہے۔ ایک موقع پر آپ نے کہا کہ

"مجھے ایک نمائندہ آج ہی ملی ہیں انہوں نے بتایا ہے کہ ہمارے شہر میں ابھی تک تنظیم نہیں ہو سکی کیونکہ وہاں ممبرات میں قومیّت پر جھگڑے ہوتے ہیں۔ **نہایت افسوس کی بات ہے کہ احمدیت نے بھی اِس زنگ کو دور نہ کیا اور ابھی تک ذاتوں اور قومیّت کو احمدیت پر ترجیح دی جاتی ہے۔** ہماری محبت اور عداوت محض خدا کے لیے ہونی چاہیے جیسے **اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَ الْبُغْضُ لِلّٰہِ** سے واضح ہے۔ دنیا آج اس بات کی معترف ہے کہ اگر کوئی جماعت فعّال ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔ اگر کوئی جماعت صحیح رنگ میں اسلام کی خدمت کر رہی ہے تو وہ یہی جماعت ہے۔ پس اگر جماعت کے جھگڑے دینی ترقی میں رکاوٹ ڈالیں تو بڑے افسوس کا مقام ہے۔ عورت کا اثر بہت ہوتا ہے، وہ مرد پر بھی اور بچوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر اب وہ رنجشیں دُور نہ کریں گی تو یہ رنجشیں نسلوں میں جائیں گی۔ رپورٹوں میں لکھا ہوتا ہے کہ ہم نے فلاں کو نصیحت کی، فلاں کو ہدایات دیں۔ نصیحت کرنا اچھی بات ہے مگر دیکھنا اس بات کو ہے کہ اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ اگر آپ کے سمجھانے سے وہ باتیں دُور ہو گئیں تو آپ مبارکباد کی مستحق ہیں۔ اور اگر وہ باتیں جن کے دُور کرنے کے لیے آپ نے نصیحت کی دُور نہیں ہوئیں تو یہ بے نتیجہ کام ہو گا۔ آئندہ ان امور اور ان معیاروں کو مدِّ نظر رکھیں اور رپورٹ لکھا کریں۔۔۔ اسلام میں کوئی چھوٹا اور بڑا نہیں۔ اسلام نے قوموں اور ذاتوں کے فرق کو مٹا دیا ہے۔ حقیقت میں وہ بڑا ہے جو علم، تقویٰ اور عمل میں بڑا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اسلامی اخوّت کا جذبہ پیدا کریں۔ متّحد ہو کر احمدیت کی ترقی کے لیے کام کریں۔ اگر آپ نیک نمونہ پیش کریں گی تو سب

آپ کی پیروی کریں گی اور اگر آپ کا نمونہ اچھا نہیں تو آپ کی کوئی بھی پیروی نہیں کرے گا۔ یہ ایک ایسی چیز جس کی طرف پوری توجہ دینی چاہیے۔ مُنہ سے خواہ کچھ کہو۔ دھواں دھار تقاریر کرو اگر عمل اور نمونہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 59 تا 60)

آپ کی اپنی ذاتی زندگی اس نصیحت کا عملی نمونہ تھی۔ اسلامی اخوّت کے قیام کی خاطر آپ اپنے جائز حقوق بھی چھوڑنے کو تیار رہتی تھیں۔ **فجزاھا اللہ احسن الجزاء**

احمدی خواتین کو تربیتِ اولاد اور وقفِ اولاد کی تلقین

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ وقفِ زندگی کی اہمیت سے خوب اچھی طرح واقف تھیں اور ان کی شدید خواہش تھی کہ احمدی مائیں اپنے بچوں کو اسلام احمدیت کی خاطر وقف کریں کیونکہ آپ جانتی تھیں کہ اس کے بغیر اسلام احمدیت کی ترقی ممکن نہیں۔1960ء کے جلسہ سالانہ مستورات کے موقع پر آپ نے احمدی خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"وقفِ زندگی کا تعلق مردوں سے تو ہے ہی، عورتوں پر بھی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ تعلیم جو ایک مسلمان کو صحیح معنوں میں مسلمان بناتی ہے ماں کی گود سے شروع ہوتی ہے۔ ماں کی گود وہ پہلی درسگاہ ہے جہاں سے بچہ راہِ عمل شروع کرتا ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ احمدی بچے وہ درسِ حیات لے کر پروان چڑھیں جو ایک سچے مسلمان کا طرۂ امتیاز ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ان ہی میں سے کوئی محمد بن قاسم، خالد بن ولید اور طارق بن زیاد پیدا ہو جو اسلام کی شان کو چار چاند لگادیں۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا پیغام ساری دنیا میں پہنچانے والے ہوں، جو خدا تعالیٰ کا نام دنیا کے کونے کونے میں بلند کردیں اور اسلام کا پرچم اس شان سے لہرائیں کہ تمام دنیا حلقہ بگوشِ اسلام ہو۔ لیکن یہ سب کچھ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے نہیں ہوسکتا۔ اِس کے لیے ضرورت ہے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سی بے مثال قربانی کی۔ اس کے لیے ضرورت ہے ہاجرہ کے سے صبر واستقلال کی۔ اور اس کے لیے ضرورت ہے اسمٰعیل علیہ السلام کی سی عدیم المثال اطاعت و فرمانبرداری کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم الشان قربانی کو خدا تعالیٰ نے اتنا نوازا کہ آپ کی ذرّیّت میں سے وہ نبی پیدا ہوا جو شہِ لولاک ہے۔ پس ان تین بزرگ ہستیوں کی قربانی ہر ماں سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ ان کی طرح اپنی زندگی وقف کرے۔ اور اس کی وقفِ زندگی کی اِس زمانہ کے

لحاظ سے بہترین صورت یہ ہے کہ اپنے بچوں کی نیک تربیت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دے۔ ہر ماں اپنے جگر گوشہ کو خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے، اسلام کی بقا کے لیے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان کو دوبالا کرنے کے لیے اچھی تربیت دے اور پھر اسے وقف کر دے۔ ان کو بچپن سے ہی ایسی تعلیم دے جس سے ان کے دلوں میں اسلام کی محبت اور خدا تعالیٰ کی عظمت قائم ہو۔ وہ دین کو دنیا پر مقدّم کرنے والے ہوں۔ وہ میدان عمل میں کوئی پناہ گاہ تلاش کرنے کے بجائے صفِ اوّل میں سرگرمِ عمل نظر آئیں۔ ربوہ میں جامعہ احمدیہ کی درسگاہ اور مختلف تنظیموں کا قیام محض اور محض اسی غرض کے لیے ہے کہ ہماری جماعت کے بچے اس میں تعلیم حاصل کر کے اسلام کے جانباز سپاہی بنیں۔

پس مَیں احمدی بہنوں سے امید رکھتی ہوں کہ وہ اپنی اولاد کو اِس رنگ میں تربیت دیں گی جس سے وہ اسلام کے رنگ میں رنگین ہوں۔ میرے دِل میں اس بات کی شدید تڑپ ہے کہ ہمارے بچے اسلامی تہذیب، اسلامی تعلیم اور شعار کا ایسا نمونہ ہوں کہ دوسرے دیکھنے والے ان کو دیکھ کر رشک کریں۔ اس کے لیے ضرورت ہے ایسی باعمل ماؤں کی جو اپنے بچوں کی نگرانی کرتی رہیں کہ آیا انہوں نے نماز پڑھی؟ قرآنِ کریم کی تلاوت کی۔ سلسلہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اچھے کاموں کی رغبت اور برے کاموں سے اجتناب کا جذبہ اُن میں پیدا ہوا؟ اگر احمدی مائیں ان چند امور کو ذہن نشین کر لیں تو وہ دن دُور نہیں کہ اسلام کا جھنڈا دُنیا کے کونے کونے میں لہرائے گا اور کسی جگہ بھی شیطان کی حکومت باقی نہ رہے گی۔ کیونکہ ہمارے پاس وہ نسخہ کیمیا ہے جس میں ہدایت اور رہنمائی کی ہر چیز موجود ہے۔ وہ نسخہ قرآنِ کریم ہے۔ اس شمع کو ہاتھ میں لے کر اُٹھئے تاریکی خود بخود دُور ہو جائیگی۔ اور روشنی کی فتح آپ کے قدم چومے گی۔" (خطاباتِ مریم جلد 1 صفحہ 223 تا 224)

احمدی خواتین کو انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین

انفاق فی سبیل اللہ اسلام کی تعلیم کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس زمانہ میں احمدیت نے ہی اس تعلیم پر حقیقی معنوں میں عمل کرنے کا طریق بھی سکھایا اور موقع بھی فراہم کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں دیگر تحریکات کے علاوہ "نظامِ وصیت" کا اجرا فرما کر انفاق فی سبیل اللہ کے لیے مستقل رہنمائی فرما دی تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے دَورِ خلافت کے شروع سے ہی احمدی خواتین کو انفاق فی سبیل اللہ کی عادت اور اسلام احمدیت کے لیے قربانی کی تعلیم دی۔ اور اُس وقت سے ہمیشہ کے لیے احمدی خواتین نے اس شعبہ میں بھی احمدی مردوں کے شانہ بشانہ قربانی کے نئے معیار قائم کیے۔ بلکہ بعض تحریکات میں مردوں پر سبقت حاصل کی۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو انفاق فی سبیل اللہ کے میدان میں احمدی خواتین کی تربیت کرنے کا بہت موقع ملا۔ جس کا کچھ تذکرہ مسجد مبارک ہالینڈ، مسجد نصرت جہاں ڈنمارک، دفاتر لجنہ اماء اللہ و دیگر تحریکات کے سلسلہ میں گزر چکا ہے۔ ان تحریکات کے علاوہ، لجنہ اماء اللہ کی تاریخ اور خطاباتِ مریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ہر خطاب میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ احمدی خواتین اور بچیوں کو مختلف جماعتی اور تنظیمی چندوں کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتی تھیں اور جماعتی اخبارات و رسائل میں اس بارہ میں اعلانات بھی شائع کرواتی تھیں۔ یہاں صرف فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے چندہ کی تحریک کا اعلان درج کیا جارہا ہے۔ آپ نے لجنہ ممبرات کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر کیا کہ

"حضرت مصلح موعود فضلِ عمر خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا وجود احمدی مستورات کے لیے سراپا رحمت تھا۔ سراپا شفقت تھا۔ آپ نے جو احسانات عورتوں پر کیے وہ قیامت تک نہیں بھلائے جاسکتے۔ احمدی خواتین کی موجودہ ترقی کا سہرہ صرف آپ کے سر پر ہی ہے۔ آپ نے عورتوں کو منظّم کیا۔ ان میں کام کرنے کا جذبہ پیدا کرنے اور قومی ذمہ داریوں کا احساس دلانے کے لیے لجنہ اماء اللہ قائم کی جس کی ابتدا چودہ ممبرات سے ہوئی۔ اور آج خدا تعالیٰ کے فضل سے سب دنیا میں پھیل چکی ہے۔ آپ نے عورتوں کی تعلیم کی طرف توجہ فرمائی۔ اُن کے لیے سکول اور کالج جاری فرمائے۔ عورتوں کی تربیت کی نگرانی بذاتِ خود فرمائی۔ جہاں کمزوری دیکھی دور کرنے کی کوشش فرمائی۔ جہاں خوبی نظر آئی عورتوں کی دلداری کی خاطر اُن کو ابھارنے کی خاطر اُن کی تعریفیں کیں۔ عورتوں کے حقوق دلوائے۔ ساری جماعت سے جلسہ سالانہ پر عہد لیا کہ عورتوں کو ورثہ ضرور دینا ہے۔ غرضیکہ آپ نے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے، اُن کی تعلیم کے لیے، اُن کی تربیت کے لیے، اُن کی عزت قائم کرنے کے لیے، اُن میں احساسِ ذمہ داری پیدا کرنے کے لیے ایک

چو مکھی لڑائی لڑی ہے۔

آج وہ محسنِ جماعت، محسنِ نسواں، محسنِ انسانیت ہم میں موجود نہیں۔ اشاعتِ اسلام کی جو تدابیر آپ نے اختیار کی تھیں جو سکیمیں آپ نے بنائی تھیں اُن کو فروغ دینے کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 'فضلِ عمر فاؤنڈیشن' کا قیام فرمایا۔ جس کا ابتدائی سرمایہ پچیس لاکھ روپے ہو گا۔ تا آپ کے جاری کردہ کاموں کو پہلے سے بھی زیادہ بہتر صورت میں جاری رکھا جائے۔ اور ان کو ترقی دی جائے۔

اس چندہ کے جمع کرنے کی ذمہ داری صرف مردوں پر عاید نہیں ہوتی بلکہ عورتوں پر مردوں سے بھی زیادہ ذمہ داری عاید ہوتی ہے جس کی بہبودی اور ترقی کے لیے آپ نے اپنی تمام قوتیں اور صلاحیتیں خرچ کر دیں۔

پس میری بہنو! اٹھو اپنے اخراجات میں کمی کرو۔ سادگی اختیار کرو۔ غیر ضروری اخراجات سے مجتنب رہتے ہوئے 'فضلِ عمر فاؤنڈیشن' کی تحریک میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر اپنے محبوب محسن سے محبت کا ثبوت دو۔ وہ محبوب آقا جس نے آپ کی خاطر اپنی جان گھلا دی اور جس نے آپ کی تعلیم، تربیت اور ترقی کے لیے اپنی صحت کی پرواہ نہیں کی۔ آپ اس زندہ قوم کی خواتین ہیں جنہوں نے اپنے چندوں سے یورپ میں دو مسجدیں تعمیر کرائی ہیں اور تیسری تعمیر ہو رہی ہے۔ آپ نے ہمیشہ ہی خلیفۂ وقت کی آواز پر لبّیك کہا اور اسلام کی ترقی کے لیے جو کچھ آپ سے مانگا گیا پیش کر دیا۔ اب بھی خلیفۂ وقت کی آواز پر لبّیك کہیں۔ حضرت فضلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کا ثبوت دیں اور فضلِ عمر فاؤنڈیشن میں دل کھول کر حصہ لیں۔

لجناتِ اماء اللہ کی عہدیداران کا فرض ہے کہ وہ اس تحریک کو تمام احمدی مستورات تک پہنچائیں اور اُن سے وعدہ جات حاصل کرکے اور رقوم وصول کرکے مرکز میں بھجوائیں۔ ان رقوم کی پہلی قسط 30 جون سے قبل مرکز میں آجانی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اشاعتِ اسلام کے لیے اپنی جان، مال، عزت، اولاد سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ "

(الفضل ربوہ، جلد 20/55، نمبر 131، 08 جون 1966ء صفحہ 5)

ناصرات الاحمدیہ کو نصائح

لجنہ اماء اللہ کے قیام کے کچھ عرصہ کے بعد احمدی بچیوں کی تنظیم بھی قائم ہوئی۔ ابتداً بعض جگہوں پر اس کا نام خادمات الاحمدیہ بھی تھا۔ 1944ء میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی تنظیم سازی کے بعد ناصرات الاحمدیہ کی بھی باقاعدہ تنظیم سازی ہوئی۔ احمدی بچیوں کے لیے تعلیمی اور تربیتی پروگرام بنائے جانے لگے اور لجنہ اماء اللہ کی مجلسِ عاملہ میں ایک علیحدہ سیکرٹری کے تحت ناصرات الاحمدیہ کے کاموں کو منظّم کیا جانے لگا۔ ناصرات کا الگ سے اجتماع بھی شروع ہوا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ ناصرات الاحمدیہ کے اجتماعات اور پروگراموں میں باقاعدگی سے شامل ہوتیں اور حسبِ موقع ان کو نصائح کرتیں۔

ناصرات الاحمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے، اُن کے ایک اجتماع پر آپ نے فرمایا کہ

"قوم وہی زندہ رہتی ہے جس کی قربانیاں مسلسل ہوں۔ جس کی اگلی نسل پچھلی نسل کی جگہ لینے کے لیے تیار رہے۔ اسی غرض سے حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر ناصرات الاحمدیہ کا قیام کیا گیا تا احمدی بچیوں کی ان کے بچپن سے ہی دینی ماحول میں تربیت ہو۔ ان کے دلوں میں مذہب سے محبت ہو۔ اپنی زندگی کے حقیقی مقصد کا شعور پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے محبت ہو۔ احکامِ قرآنی پر عمل کرنے کا شوق ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی مقدس ذات سے محبت ہو۔ آپ کے لیے غیرت کا جذبہ ہو۔ آپ کے ارشادات پر عمل کرنے کا شوق ہو۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کو سمجھنے والی ہوں۔ آپ کی اور آپ کے خلفاء کی کامل فرمانبردار ہوں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جذبہ بچپن سے پیدا ہو۔ دنیاوی نمود اور ظاہری چمک کے پیچھے بھاگنے والی نہ ہو۔ بلکہ سادگی اختیار کر کے اپنے جیب خرچ میں سے پیسہ پیسہ جمع کر کے اشاعتِ اسلام کی خاطر دینے والی ہوں۔ یہ مقصد ہے ناصرات الاحمدیہ کے قیام کا اور یہی اُمید رکھتے ہیں ہم اپنی ہر احمدی بچی اور ہر ناصرات الاحمدیہ سے۔" (خطاباتِ مریم جلد 1 صفحہ 617)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تحریک کے تحت آپ نے ناصرات الاحمدیہ میں تحریکِ وقفِ جدید میں شمولیت اور اس چندہ کی ادائیگی پر خاص زور دیا۔

احمدی خواتین کی قربانی سے تعمیر ہونے والی مساجد کے لیے کوشش

مسجد مبارک ہیگ

حضرت مصلح موعودؓ نے ہیگ ہالینڈ میں مسجد کی تعمیر کی ذمہ داری بھی احمدی خواتین کے سپرد فرمائی تھی۔ حضورؓ نے اپنے خطابات میں اس مسجد کی اہمیت کے بارہ میں احمدی خواتین کو اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے نصائح فرمائیں۔ اور تاریخ لجنہ اماء اللہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ نے اس مسجد کی تعمیر کے لیے ممبرات کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی نصیحت کی تاکہ بروقت چندہ کی رقم حضورؓ کی خدمت میں پیش کی جاسکے۔ لجنات کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے اعلان کروایا کہ

"مسجد ہالینڈ کے لیے احمدی مستورات سے چندہ کی تحریک کیے ہوئے دس ماہ گزر چکے ہیں۔ اس جماعت کی عورتوں سے جنہوں نے تین چار ماہ کے اندر مسجد لندن کے لیے ستر ہزار (70,000/-) روپیہ جمع کر دیا تھا۔ ایک بار پھر خدا تعالیٰ کا گھر بنانے کی اپیل کی گئی۔ گو جماعت اس وقت سے بہت زیادہ ترقی کر چکی ہے لیکن چندہ کی طرف عورتوں نے بہت ہی بے توجہی برتی ہے۔ ساٹھ ہزار کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ جس میں سے ابھی صرف تیس ہزار روپیہ جمع ہوا ہے۔ بات یہ ہے کہ عورتوں نے اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھا۔ ورنہ وہ اپنی ہر ضرورت کو پس پشت ڈال کر اللہ تعالیٰ کے نام کی اشاعت کے لیے روپیہ ضرور دیتیں۔ یہ قربانی کے موقع بار بار نہیں میسر نہیں آتے۔ بہنوں کو چاہیے کہ مسجد ہالینڈ کے چندہ کے لیے جو انہوں نے وعدہ کیا تھا اسے جلد از جلد پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اور جن بہنوں نے ابھی تک اس چندہ میں کوئی حصہ نہیں لیا، اُن کو اس چندہ میں شامل کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ کوئی بہن اپنی لاعلمی کی وجہ سے ثواب سے محروم نہ رہ جائے۔ ہماری پوری کوشش ہونی چاہیے کہ کوئی احمدی بہن ایسی نہ رہے جس نے اس چندہ میں حصہ نہ لیا ہو۔

پس اس اعلان کے ذریعہ میں تمام لجنات اماء اللہ کی عُہدہ داروں کو توجہ دلاتی ہوں کہ وہ اپنی اپنی لجنہ کی مستورات میں اچھی طرح اس بات کی تحقیق کریں کہ کوئی عورت اس تحریک سے لاعلم تو نہیں رہ گئی۔ ہر عورت کے کانوں میں چندہ مسجد ہالینڈ کی تحریک پہنچادی گئی ہے۔ اور جنہوں نے چندہ

کے وعدے لکھوائے ہوئے ہیں لیکن ابھی تک چندہ نہ دیا۔ اور نہ چندہ کا وعدہ لکھوایا۔ ان سے چندہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

ہر لجنہ کی عہدہ داروں کا فرض ہو گا کہ اس اعلان کو پڑھ کر اطلاع دیں کہ انہوں نے مسجد ہالینڈ کے چندہ کی وصولی کے لیے کیا کوشش کی۔ اور ان کی کوشش کس حد تک کامیاب ہوئی۔"(ماہنامہ مصباح ربوہ، دسمبر 1950ء صفحہ 41 تا 42)

1955ء میں سفر یورپ کے دوران حضرت مصلح موعودؓ مسجد مبارک ہیگ دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ حضورؓ نے مسجد کا معائنہ فرمایا اور ہال میں کھڑے ہو کر دعا کی۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 173)

29 جون 1955ء کو جماعت ہالینڈ کے استقبالیہ میں خطاب کرتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا کہ "یہ مسجد پاکستان کی احمدی مستورات کے چندہ سے بنائی گئی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہالینڈ میں اللہ تعالیٰ نے متعدد خواتین کو بھی قبولِ اسلام کی توفیق عطا فرمائی ہے اور وہ سب بہت مخلص ہیں۔"(الفضل، جلد 9/44، نمبر 164، 10 جولائی 1955ء صفحہ 1)

مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن

اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو 1914ء میں بڑے نامساعد حالات میں مسند خلافت پر متمکن فرمایا تھا اور شدید خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا تھا۔ حضورؓ نے مسلسل جدوجہد اور دعاؤں کے ذریعہ جماعت کی ترقی کے لیے کوششیں کیں۔ حضورؓ نے بڑے بڑے طوفانوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور احمدیت کی کشتی کو ایک ماہر ناخدا کی طرح ہر منجھدار سے نکالتے ہوئے ترقی کے لمبے سفر پر ڈال دیا۔ 1964ء میں حضورؓ کی خلافت کو پچاس سال پورے ہوئے اور اُن پچاس سالوں کا ایک ایک لمحہ اس بات کا گواہ تھا کہ حضورؓ نے اپنی جان، مال اور عزت سب کو اسلام احمدیت کی خاطر قربان کر دیا۔ حضورؓ کی پچاس سالہ خلافت پر اس سے بہتر شکر گزاری کیا ہو سکتی تھی کہ احمدی خواتین کی طرف سے عیسائیت کے گڑھ میں خانۂ خدا بنایا جائے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو یہ خیال کیسے آیا؟ اس بارہ میں آپ تحریر کرتی ہیں کہ "جلسہ سالانہ 1964ء قریب آ رہا تھا۔ عاجزہ اپنی تقریر کے لیے نوٹ لکھ رہی تھی کہ اچانک

بجلی کی طرح خیال دل میں آیا کہ کیوں نہ اس خوشی میں لجنہ اماء اللہ ایک مسجد بنوائے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں عرض کیا اور حضورؓ نے عاجزہ کی درخواست منظور فرمالی۔ 27 دسمبر 1964ء یعنی جلسہ سالانہ کے دوسرے دن عاجزہ نے اپنی بہنوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی اور بہنوں نے جن مخلصانہ جذبات کے ساتھ اِس تجویز پر لبّیک کہا اس کی جھلک جس نے بھی دیکھی وہ تازندگی اس کو بھول نہیں سکتا۔ مسجد بنانے کے لیے ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن کی (صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر کے مشورہ سے) تجویز ہوئی اور بہنوں کے سامنے دو لاکھ روپے جمع کرنے کی تحریک کی۔ اسی وقت اسی اجلاس میں ایک لاکھ روپے کے وعدے اور آٹھ ہزار نقد کی وصولی ہو گئی۔ خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حضرت امّ المؤمنین نوّر اللہ مرقدھا، حضرت سیّدہ امّ ناصرؓ، حضرت سیّدہ امۃ الحیؓ، حضرت سیّدہ امّ طاہرؓ، حضرت سیّدہ سارہ بیگم اور حضرت سیّدہ امّ وسیم کی طرف سے تین تین سو روپے ادا فرمائے۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 428)

آپ مزید تحریر کرتی ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ (ابراہیم:8) یعنی جتنا بھی تم میرا شکر کرو گے مَیں اَور بھی زیادہ انعامات کی بارشیں تم پر برساؤں گا۔ تو پھر کیوں نہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات کی وارث بنیں اور کیوں نہ ہم بھی اِس پُر مسرت موقع پر اپنے آسمانی آقا کے حضور شکر و امتنان کے جذبات کا اظہار کریں تا وہ ہم پر اپنی بے پایاں رحمتوں کا نزول جاری رکھے۔ لیکن ہم اس خوشی کا اظہار کسی ظاہری جشن کے ذریعہ نہیں کریں گے۔ بلکہ ایسے رنگ میں کریں گے جس سے دینِ اسلام کی ترقی ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا بول بالا ہو اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی کامل رضا حاصل ہو جائے۔ اِس کے لیے میری تجویز یہ ہے کہ یورپ کے کسی ایک ملک میں شکریہ کے طور پر ایک مسجد تعمیر کروائی جائے تاکہ اس سے دِن میں پانچ بار اللہ اکبر کی صدا گونج کر حق کے متلاشیوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو اور تثلیث کی آغوش میں پلے ہوئے زنگ آلود اذہان گلزارِ احمد کی خوشبوؤں سے معطّر ہو جائیں اور وہ ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر دِن میں کئی بار درود بھیجنے والے بنیں۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 429)

نومبر 1965ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا وصال ہو گیا اس لیے آپ جلسہ سالانہ

1965ء میں شرکت نہ کر سکیں۔ لیکن آپ کی ریکارڈ کردہ تقریر جلسہ سالانہ مستورات میں سنائی گئی۔اس تقریر میں آپ احمدی مستوارت سے یوں مخاطب ہوئیں

"گزشتہ سال 1964ء کے جلسہ سالانہ پر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا فرمائی کہ میں احمدی مستورات کے سامنے یہ تجویز رکھوں کہ وہ مصلح موعودؓ کے پچاس سالہ کامیاب دَورِ خلافت کے پورا ہونے پر ایک حقیر نذرانہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کریں۔یہ تحریک بھی میں سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے دل میں ڈالی گئی تھی کیونکہ بغیر کسی ارادہ کے یک لخت یہ خیال میرے دل و دماغ پر چھا گیا۔اور میں نے مستورات کے سامنے یہ تجویز رکھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار احسان ہے کہ اس نے شرف قبولیت بھی عطا فرمایا۔مجھ ناچیز ہستی کی طرف سے پیش کردہ تحریک بارگاہِ ایزدی میں منظور ہوئی۔عورتوں کے دل اس کی طرف کھنچے چلے گئے۔گزشتہ جلسہ سالانہ کے موقع پر جس طرح عورتوں نے اپنے زیور اور رقوم مسجد کے لیے نچھاور کیں اور قربانی کو دیکھ کر بے اختیار سر آستانۂ الوہیت پر جھک جاتا ہے اور دل بے اختیار آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر درود بھیجنے لگتا ہے جن کے طفیل اتنی قربانیاں دینے والی مستورات اس زمانہ میں بھی موجود ہیں جو قرونِ اولیٰ کی مستورات کی نظیر پیش کرتی ہیں۔جن کی قربانیوں کو دیکھتے ہوئے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے زمانہ کی جھلک اپنی چشمِ بینا سے دیکھ سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ قربانیوں کا جذبہ آپ کے اندر پیدا کرے اور آپ کا نصب العین صرف اور صرف اسلام کی ترقی ہو۔۔۔۔یہ مسجد تو آپ اپنے محبوب خلیفہ مصلح موعود فضلِ عمر کی یادگار میں قائم کر رہی ہیں اور یہ مسجد صرف اور صرف عورتوں کے چندوں سے بنے گی۔میری بہنو! اگر آپ کے دلوں میں اب بھی اس مقدس و محبوب وجود سے جو آج ہماری ظاہری نظروں سے بے شک پوشیدہ ہو چکا ہے محبت ہے۔اگر آج بھی آپ ان کی جاری کردہ تحریکات میں حصہ لینا باعث فخر سمجھتی ہیں تو اٹھیں اور پہلے سے بڑھ کر قربانیاں پیش کریں اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں کو ترک کر دیں۔اسلام کا جھنڈا دنیا میں گاڑنے کے لیے اپنی ہر عزیز چیز کو قربان کر دیں۔" (خطاباتِ مریم جلد1 صفحہ 320 تا 321)

مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن کا سنگِ بنیاد صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیلِ اعلیٰ و وکیل التبشیر تحریکِ جدید نے 6 مئی 1966ء کو رکھا۔اس موقع پر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان

صاحبؓ بھی موجود تھے۔ مسجد نصرت جہاں کے افتتاح کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ خود تشریف لے گئے جس کا اعلان حضورؒ نے 23 جون 1967ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا۔ دورہ پر تشریف لے جانے سے قبل 4 جولائی 1967ء کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے ہال میں حضورؒ نے ربوہ کی احمدی خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"آپ جانتی ہیں کہ پرسوں جمعرات کی صبح مَیں ان شاء اللہ یورپ کے سفر پر روانہ ہو رہا ہوں اس سفر کا اصل مقصد یہ ہے کہ کوپن ہیگن (ڈنمارک) میں جو مسجد ہماری بہنوں نے ان اندھیروں میں روشنی کرنے کے لیے تعمیر کی ہے اس کا افتتاح کروں۔۔۔۔ مسجد سے یہ آواز بلند کی جاتی ہے کہ اس زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ایک رب ہے جس کی صفات کے جلوے انسان کی ربوبیت کرتے ہیں۔ آپ نے بڑی قربانی دے کر خدا تعالیٰ کے اس گھر کو تعمیر کروایا ہے آپ کا حق ہے کہ مَیں یہ دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر دے۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 453)

مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بہت پر سوز دعاؤں کے ساتھ 21 جولائی 1967ء کو فرمایا۔ حضورؒ نے مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن ڈنمارک کے افتتاح کے بعد حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو ایک برقی تار (telegram) بھجوائی جس میں حضورؒ نے فرمایا کہ

"الحمد للہ مسجد نصرت جہاں کا افتتاح آج سوا بجے بعد دوپہر عمل میں آیا۔ اِس مسجد کی تعمیر یورپ میں بالعموم اور ڈنمارک میں بالخصوص اسلام کی ترقی اور غلبہ کے حق میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ میری طرف سے اور سکینڈے نیویا کے احمدیوں کی طرف سے لجنہ اماء اللہ کو مبارک باد پہنچادیں۔ مسجد کی عمارت خوبصورت اور دیدہ زیب ہے۔ افتتاح کی تقریب مَیں یورپ کے مبلغینِ اسلام، احمدی احباب، غیر ملکی سفرا، ڈنمارک کی سربرآوردہ شخصیتوں اور شہریوں نے شرکت کی۔ بعد ازاں پریس کانفرنس میں عالمی اخبارات کے نمائندے بہت کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ ریڈیو اور ٹیلیویژن نے انٹرویو ریکارڈ کیے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اِس مسجد کی تعمیر کو ہر لحاظ سے بابرکت کرے۔ اسے مثمر ثمراتِ حسنہ بنائے اور ہماری حقیر کوششوں کو اپنے فضل سے قبول فرمائے" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 456 تا 457)

اس تار کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو مسجد کے افتتاح کے بعد دو خط بھی تحریر فرمائے۔22 جولائی 1967ء کو کوپن ہیگن سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے تحریر فرمایا کہ

"اللہ کی رحمت کا سایہ ہمیشہ آپ پر رہے۔دو خط ملے۔16 اور 18 کے چلے ہوئے۔جزاك اللہ احسن الجزاء۔ بعض منذر خوابیں ڈاک میں یہاں بھی آرہی ہیں۔اللہ تعالیٰ جماعت کو اور اپنے اس خادم کو اپنی امان میں رکھے۔سب کی خدمت میں سلام۔اور دعا کی درخواست ہے۔

کل بعد نمازِ جمعہ مسجد کا افتتاح مختصر تقریب اور دعاؤں کے ساتھ ہوا۔افتتاح بہت کامیاب تھا خدا تعالیٰ کے فضل سے۔نمازی تو صِرف تین صد سے اوپر تھے مگر زائرین سے سارا احاطہ بھرا ہوا تھا۔سینکڑوں کھڑے نظر آرہے تھے۔بعض ملکوں کے سفیر، شہر کی چوٹی کی شخصیتیں اور عوام۔میرا خیال ہے کہ سینکڑوں نے چائے میں بھی شمولیت اختیار کی۔کھانے میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر برکت ڈالی کہ پھر بھی کچھ بچ ہی گیا۔صِرف ایک شخص تھا جس نے کچھ نہیں کھایا، خاکسار۔کیونکہ پریس انٹرویو میں پوری توجہ سے نمائندگان سے مخاطب تھا۔یہ پہلی جگہ ہے جہاں اخباروں نے اسلام کے اور ہمارے خلاف بھی لکھا ہے یعنی خدا کی زمین میں کھاد بھی پڑ گئی ہے۔آسمانی پانی سے بھی حصہ ملا ہے۔امید ہے اور دعا ہے کہ فصل اچھی ہوگی،الحمد للہ۔ریڈیو، ٹیلیوژن نے افتتاح کی خبریں نشر کی ہیں اور بہت سے اخباروں نے بڑی بڑی تصاویر کے ساتھ نوٹ دیئے ہیں، حق میں بھی اور خلاف بھی۔زائرین کل سے آتے چلے جارہے ہیں اور آتے رہیں گے امید ہے۔اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے،وله الحمد

بے حد دعائیں کرتی رہیں اور کرواتی رہیں۔یہ خط میر داؤد احمد صاحب، میاں منصور وغیرھم کو بھی پڑھادیں۔کل لمبی تار دی تھی امید ہے کہ مل گئی ہوگی۔

زیورک صبح تین بجے کے قریب زبان پر مندرجہ ذیل الفاظ جاری ہوئے

مُبَارِكٌ وَمُبَارَكٌ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُبَارَكٌ يُجْعَلُ فِيْهِ

آپ کی دعاؤں کا طالب۔یہاں سب خیریت ہے۔سب کی طرف سے سلام"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 24 جولائی 1967ء کو اپنے دوسرے خط میں تحریر فرمایا کہ

"آپ کا تار ملا۔جزا کم اللہ احسن الجزاء۔امید ہے آپ کو تار مل گیا ہو گا۔اللہ تعالیٰ یہ خوشی آپ کو خصوصاً اور تمام لجنہ ممبر خواتین کو عموماً مبارک کرے۔اللہ تعالیٰ اس قربانی کو قبول فرمائے۔اور اپنے خاص فضل سے اس مسجد کو اس علاقے میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا مرکز بنائے۔آمین"

مسجد کے افتتاح کے بعد ربوہ تشریف لانے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 10 ستمبر 1967ء احمدی خواتین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"نصرت جہاں مسجد کے افتتاح کے ساتھ کہ جس کے لیے میں کوپن ہیگن گیا تھا۔یہ مقصد بھی میرے پیشِ نظر تھا کہ جس غرض کے لیے مساجد تعمیر کی جاتی ہیں اس غرض سے بھی ان ممالک کے بسنے والوں کو روشناس کرایا جائے۔

یہ مسجد بہت سے پہلوؤں سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔زمانہ کے لحاظ سے اس کو دو خلافتوں نے گھیرا ہوا ہے۔دعاؤں کے لحاظ سے ابتدا میں جب اس کی بنیاد رکھی گئی یعنی جب اس کے لیے چندہ جمع ہونا شروع ہوا اس نے ہمارے محبوب امام حضرت مصلح موعودؓ کی دعائیں لی تھیں اور جب یہ مکمل ہوئی یا جب یہ تکمیل کے دور میں سے گزر رہی تھی اس وقت خلافتِ ثالثہ کی دعائیں اس کے ساتھ تھیں۔پھر جس رنگ میں اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کو قبولیت عطا کی ہے اس کی مثال بھی دنیا میں بہت کم ملتی ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے رب نے آسمان کے فرشتوں سے کہا زمین پر اترو اور اس مسجد کی مقبولیت دلوں میں بٹھاؤ"(المصابیح صفحہ 69 تا70)

حضورؒ نے مزید فرمایا کہ

"مَیں پورے وثوق اور یقین کے ساتھ یہ فقرہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اِس پیشکش کو قبول فرمالیا ہے اِس لیے مَیں سلسلہ کا امام ہونے کی حیثیت میں آج آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔اِس دعا کے ساتھ کہ جس نے اپنے فضل سے آپ کو ان قربانیوں کی آج سے پہلے توفیق عطا کی ہے وہ آئندہ بھی آپ کو اپنی راہ میں ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے کی توفیق عطا کرتا چلا جائے تا قیامت کے دن جب خدا کے پیارے بندے خدا کے حضور جمع ہوں تو آپ بھی اُن صحابیات میں شامل ہوں جنہوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی قوّتِ قدسیہ کے نتیجہ میں دنیا میں بے شمار قربانیاں اور

فدائیت اور ایثار کے نمونے پیش کیے۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 471)

خلافتِ خامسہ کے بابرکت دور میں مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن کے دفاتر اور رہائشی عمارت میں توسیع ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مسجد کی تعمیر اور اس کے ذریعہ اسلام احمدیت کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے کی برکتوں میں سے اعلیٰ درجہ کی برکتیں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو ہر دم پہنچتی رہیں اور سب سے بڑھ کر مساجد بنوانے والوں کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی سب بشارتیں آپ کے حق میں پوری ہوں۔ آمین اللھم آمین۔

حضرت مصلح موعودؓ کے لجنہ اماء اللہ سے خطابات کو مرتب کرنا

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو حضرت مصلح موعودؓ کے لجنہ اماء اللہ سے بعض خطابات کو ضبطِ تحریر میں لاکر مرتب کرنے کی توفیق بھی ملی۔ اُس زمانہ میں نہ توریکارڈنگ کی سہولت تھی اور نہ ہی خواتین زود نویسی میں ماہر تھیں۔ ان خطابات کا مکمل ریکارڈ تو میسر نہیں ہو سکا لیکن نمونہ کے طور حضرت مصلح موعودؓ کے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے ایک ایسے خطاب کا ذکر کر دینا کافی ہے جو حضورؓ نے 20 مئی 1944ء کو لجنہ اماء اللہ سے فرمایا اور جو الفضل قادیان میں 24 مئی 1944ء کو شائع ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا یہ خطاب "لجنہ اماء اللہ سنجیدگی سے عورتوں کی اصلاح کرے" کے عنوان سے شائع شدہ ہے۔ (انوارالعلوم جلد 17 صفحہ 309 تا 313)

خلفاء احمدیت کے خواتین سے خطابات کی اشاعت

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے خواتین سے خطابات کو شائع کروایا۔ سب سے پہلے آپ نے 1946ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے احمدی خواتین سے خطابات کو کتابی شکل میں **الازھار لذوات الخمار** کے نام سے شائع کیا تھا۔ آپ کو اس کا دوسرا ایڈیشن حضرت مصلح موعودؓ کی وصال کے بعد شائع کرنے کی توفیق ملی۔

الازھار لذوات الخمار کے دوسرے ایڈیشن کے پیش لفظ میں آپ تحریر کرتی ہیں کہ
"حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے دَورِ خلافت میں مستورات کی تربیت کی خاطر ان کے مختلف

جلسوں میں تقاریر فرمائیں جو علم کے خزائن اپنے اندر رکھتی ہیں۔ جن میں کہیں آپ نے ان کو روحانی علوم سے روشناس کروایا ہے، کہیں تربیت پر زور دیا ہے، کہیں قومی ذمہ داریوں کی طرف ان کو توجہ دلائی ہے، کہیں اولاد کی تربیت کے گُر بتائے ہیں، کہیں ان کی صلاحیتوں کو ابھارا ہے۔ غرض یہ تقاریر عورتوں کے لیے ہمیشہ ایک مشعل راہ کا کام دیں گی۔ ان تقاریر کا ایک مجموعہ حضرت مصلح موعودؓ کی ایک خواہش کو پورا کرتے ہوئے 1946ء میں مَیں نے مرتب کرکے شائع کیا تھا۔ آپ نے ایک تقریر میں فرمایا تھا:

'اس کے لیے تربیت کی ضرورت ہے لیکچروں سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے ضرورت ہے کہ قوم کے لیے دستور العمل بنایا جائے، ایک کتاب تیار کی جائے جس میں لکھا جائے کہ عورتوں کو بچوں کی تربیت اس طرح کرنی چاہیے تاکہ عورتیں اسے پڑھ کر اس پر عمل کریں ورنہ یہ کوئی نہیں کر سکتا کہ الفضل اور ریویو کے فائل اپنے پاس رکھ چھوڑے، ان مقامات پر نشانات لگے ہوں جہاں تربیت وغیرہ کے متعلق مضامین درج ہوں ان کو پڑھ پڑھ کر عمل کرے، لیکن اگر ایسی باتیں ایک جگہ جمع ہوں اور ایسی کتاب عورتوں کے کورس میں شامل ہو یا وہ اپنے طور پر پڑھ کر اس پر عمل کریں تو بہت مفید ہو سکتا ہے۔' (نوٹ از مرتب یکم دسمبر 1928ء کو حضورؓ نے یہ خطاب لجنہ اماء اللہ سے فرمایا تھا اور **الازھار لذوات الخمار** صفحہ 211 تا 214 میں شائع شدہ ہے)

گزشتہ ایڈیشن صرف 1944ء تک کی تقاریر پر مشتمل تھا۔ اَب جبکہ وہ پاک وجود جو اسیروں کی رستگاری کا موجب بنا ہم میں موجود نہیں ضروری تھا کہ آپ کی تمام تقاریر کا مجموعہ پھر شائع کیا جائے تا مستورات آپ کی نصائح پر عمل کریں اور لجنات اپنے پروگرام بناتے ہوئے ان سے استفادہ کریں۔۔۔ بہنوں کو چاہیے اس کتاب کو خریدیں، پڑھیں، حضرت مصلح موعودؓ کی نصائح پر عمل کریں اور اُس محسنِ نسواں کے لیے ہمیشہ دُعا کرتی رہیں جس کے شب و روز اُن کی بہبودی اور ترقی کی راہیں تلاش کرنے میں گزرے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔" (پیش لفظ الازھار لذوات الخمار)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے احمدی خواتین سے خطابات کو بھی آپ نے خلافتِ ثالثہ میں متعدد مرتبہ شائع کروایا۔ اس کا نام **المصابیح** (یعنی چراغ) رکھا گیا۔

المصابیح کے پیش لفظ میں آپ تحریر کرتی ہیں کہ

"خلافت ایک عظیم الشّان نعمت ہے جو جماعت احمدیہ کو قرآنی وعدوں کے مطابق عطا کی گئی ہے اس کی قدر کرنا ہر احمدی پر فرض ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات پر چلنا ہر احمدی مرد، عورت اور بچہ کے لیے ضروری ہے۔ لجنہ کے سالانہ اجتماعات اور جلسہ سالانہ کے موقعوں پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مستورات سے جو پُر معارف خطابات فرمائے ہیں ان کا ایک ایک لفظ اِس قابل ہے کہ عورتیں ان کو پڑھیں تا ان کے اور ان کے بچوں کے دِلوں میں ذہن نشین ہوں اور پھر وہ عمل کریں۔ بہت سی عورتیں جلسوں میں مجبوری سے شامل بھی نہیں ہو سکتیں اِس لیے ضروری تھا کہ ان سب تقریروں کا مجموعہ شائع ہو، تا بہنیں ان سنہری ارشادات کو پڑھ سکیں اور ان کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو ڈھال سکیں۔۔۔۔

اگلی صدی خدائی وعدوں اور بشارات کے مطابق غلبہ اسلام کی صدی ہے۔ اس صدی کے استقبال کے لیے ہمارا فرض ہے کہ خود احکامِ دین سے واقف ہوں، اس پر عمل کرنے والیاں ہوں اور اپنے بچوں کو دین کی پابند بنائیں۔ یہ کتاب اِس سلسلہ میں آپ کی رہنمائی کرے گی کہ کس طرح آپ اپنی اصلاح کریں اور کس طرح اپنی اولاد کی تربیت کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت اسلام میں بسر ہو۔ آمین اللّٰھم آمین۔" (پیش لفظ المصابیح)

آپ کی کوششوں کے نتیجہ میں لجنہ اماء اللہ نے مجلس انصار اللہ اور مجلس خدام الاحمدیہ سے پہلے خلفاء سلسلہ کے ارشادات شائع کرنے کی توفیق پائی۔ **فالحمد للہ علیٰ ذالک**

جلسہ سالانہ مستورات میں خدمات

جماعت احمدیہ میں جلسہ سالانہ کا نظام خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے للّٰہی تصرف سے 1891ء میں جاری فرمایا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ کے نظام کو بہت منظّم فرمایا۔ خواتین کا علیحدہ جلسہ شروع فرمایا اور خواتین میں بھی اُسی نظام کے تحت جلسہ سالانہ کا آغاز فرمایا۔ اس سے نہ صرف احمدی خواتین کو تقاریر کرنے کا موقع ملا بلکہ بے انتہا انتظامی قابلیتیں بھی پیدا ہو گئیں۔

جلسہ سالانہ کا انتظام دو بڑے حصوں میں منقسم ہے:

انتظام جلسہ سالانہ۔ اس کے تحت مہمانوں کی رہائش، ضیافت و دیگر

انتظام جلسہ گاہ۔ اس کے تحت جلسہ گاہ کا انتظام، شرکا کو بٹھانے، سٹیج اور کرسیوں کے ٹکٹوں کے اجرا، جلسہ گاہ کی حفاظت و دیگر

ایک مرتبہ میرے پوچھنے پر کہ آپ کے سپرد جلسہ سالانہ کے انتظامات تھے یا جلسہ گاہ کے؟ آپ نے بتایا کہ حضورؓ نے دونوں حصوں میں ڈیوٹیاں لگوائی تھیں تاکہ کام سیکھ سکوں۔

بطور صدر لجنہ اماء اللہ جلسہ سالانہ مستورات کے انتظامات کے دونوں حصوں کی ذمہ داری آپ پر تھی۔ جلسہ سالانہ مستورات کی ڈیوٹیوں کا آغاز بالعموم 24 دسمبر کی صبح ہوا کرتا تھا اور آپ بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ اور "منتظمہ اعلیٰ جلسہ سالانہ و جلسہ گاہ مستورات ربوہ" ان ڈیوٹیوں کا آغاز کیا کرتی تھیں اور یہ ڈیوٹیاں عام طور پر 31 دسمبر تک پورے زور و شور سے جاری رہتی تھیں۔

جلسہ سالانہ مستورات کے انعقاد کے لیے کئی ماہ قبل سے ہی تیاری شروع ہو جاتی تھی اور اس کے لیے آپ افسر جلسہ سالانہ ربوہ اور افسر جلسہ گاہ ربوہ سے مسلسل رابطہ میں رہتیں اور حسبِ ضرورت مختلف اوقات میں میٹنگز کی جاتی تھیں اور موقع بھی دیکھا جاتا تھا۔ 1935ء سے لے آخر تک سالہا سال جلسہ سالانہ اور مہمانانِ جلسہ سالانہ کی خدمت کا آپ کو موقع ملا۔

جلسہ سالانہ کے سلسلہ میں بعض اوقات حضرت خلیفۃ المسیح آپ سے براہِ راست بھی رپورٹ طلب فرماتے تھے اور روزانہ کی رپورٹ بذریعہ افسر جلسہ سالانہ اور افسر جلسہ گاہ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش ہوتی تھی۔

سٹیج پر بیٹھنے کے لیے ایسی مخلص احمدی خواتین کا انتخاب ضروری ہوتا ہے جو اپنی دینداری اور دینی خدمات کے لحاظ قابلِ نمونہ ہوں۔ مزید بر آں حفاظتی نکتۂ نگاہ سے بھی سٹیج کی خاص اہمیت ہوتی ہے کیونکہ سٹیج سے ہی خلیفۂ وقت نے خطاب فرمانا ہوتا ہے۔ اور دیگر احمدی خواتین نے بھی اسی سٹیج سے حاضراتِ جلسہ سے خطاب کرنا ہوتا تھا۔ اس لیے جلسہ گاہ مستورات کے سٹیج پر بیٹھنے والی مہمان خواتین کے ٹکٹ آپ خود اپنے دستخطوں سے جاری کیا کرتی تھیں۔

شاملینِ جلسہ کے لیے ہدایات

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ احمدی خواتین کو جلسہ سالانہ میں شمولیت کے آداب سے بھی آگاہ کیا کرتی تھیں۔ آپ کی نصائح کے اہم نکات میں مندرجہ ذیل نکات شامل ہوتے تھے:

۱۔ عورتوں کو اعلیٰ نمونہ پیش کرنا چاہیے۔ اسلامی پردہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔

۲۔ بے وجہ بازار نہ جائیں اور اگر جانا پڑے تو گھر کے کسی مرد کے ساتھ جائیں۔

۳۔ اپنے بچوں کی نگہداشت خود کریں اور ان کی نگرانی کریں۔

۴۔ موسم کے لحاظ سے کپڑے اور بستر ساتھ لے کر آئیں۔

۵۔ جلسہ سالانہ کے ایام میں اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ دورانِ جلسہ خاموشی سے تقاریر سنیں، سمجھیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ دعاؤں پر زور دیں۔ رات کو تہجد ضرور پڑھیں۔ اسلام احمدیت کے غلبہ کے لیے دعائیں کریں۔

۶۔ ربوہ میں کی رہنے والی خواتین صحیح طور پر مہمان نوازی کریں۔

۷۔ بلا وجہ سٹیج کے ٹکٹ کا مطالبہ نہ کریں۔ سٹیج کے ٹکٹ معین معیار پر پورا اترنے کی بنیاد پر دیے جاتے ہیں۔ آپ تحریر کرتی ہیں کہ "بے شک ان تین دنوں میں زمین پر بیٹھنے کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے لیکن جن انوار و برکات کے نزول کا مشاہدہ آپ ان مبارک ایام میں کرنا چاہتی ہیں وہ بغیر تکلیف اٹھائے اور قربانی دیئے نہیں کر سکتیں۔" (الفضل ربوہ، جلد 21/56، نمبر 277، 8 دسمبر 1967ء صفحہ 4)

جلسہ سالانہ کے سو سال مکمل ہونے پر آپ کا پیغام

1991ء میں جلسہ سالانہ کو قائم ہوئے سو سال ہوئے۔ اور جلسہ سالانہ قادیان 1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی شمولیت نے اسے ایک تاریخی امتیاز عطا کر دیا۔

لجنہ اماء اللہ کراچی نے جلسہ سالانہ کے سو سال مکمل ہونے پر "المحراب" کا ایک خصوصی نمبر شائع کیا۔ اس مجلّہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے ایک پیغام بعنوان

"جلسہ سالانہ کی برکتیں"

بھجوایا تھا۔ اس پیغام میں آپ نے تحریر کیا کہ

"حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جماعت احمدیہ کے افراد کی تربیت کے لیے جو ذرائع اختیار کیے ان میں سے ایک اور میرے نزدیک سب سے بڑا اور اہم ذریعہ جلسہ سالانہ کا انعقاد ہے جس کے قیام پر اس سال سو سال پورے ہو رہے ہیں۔

اس ذریعہ سے لوگ ہر سال جلسہ پر آتے تھے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے آپ کے قریب ہوتے تھے اور کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (توبہ:130) پر عمل کرتے ہوئے اپنا ایمان تازہ کرتے تھے روحانی فیض حاصل ہوتا تھا۔ آپ کی نصائح پر عمل کر کے جب قادیان سے واپس جاتے تو ایک نئے انسان بن چکے ہوتے تھے جن کے دلوں سے برائیاں دور ہو کر نئے ایمان کے جذبے ان میں داخل ہو چکے ہوتے تھے تو سب سے پہلی غرض جو اپنے اندر بہت سی برکتیں رکھتی تھی اپنے امام سے ملاقات اور ان سے فیض حاصل کرنا ہوتا تھا۔ دوسری بہت اہم برکت ان جلسوں کی یہ تھی کہ مختلف جگہوں سے آنے والے احمدی ایک دوسرے سے ملیں ان کے حالات کا ان کو علم ہو آپس میں اخوّت اور محبّت کا جذبہ پیدا ہو۔ چنانچہ آج سو سال گزرنے پر ایک بہت ہی پیارا نظارہ نظر آتا ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر دنیا کے کونے کونے سے احمدی آتے ہیں۔ ہر ملک کے رسم و رواج جدا ہوتے ہیں غذائیں مختلف، رہنے کے طریق الگ الگ۔ مگر احمدیت کے ذریعہ سے وہ ایک ہی لڑی کے موتی بن چکے ہیں اور ایک احمدی خواہ ہندوستان کا رہنے والا ہو یا امریکہ کا روس کا ہو یا چین کا پاکستان کا ہو یا یورپ کا افریقہ کا ہو یا بنگلہ دیش کا سب کے دلوں میں ایک ہی دل دھڑکتا ہے۔ آپس میں سگے بھائیوں سے بھی زیادہ محبّت ہوتی ہے۔ جب سال کے بعد بچھڑے ہوئے ملتے ہیں تو ایک پُر لطف نظارہ ہوتا ہے اور دُنیا چشمِ حیرت سے دیکھتی ہے کتنا پیار ہے ان لوگوں میں، کوئی کسی جگہ کا رہنے والا کوئی کسی جگہ کا مگر اپنے سگے بھائیوں سے بھی زیادہ پیار اور شفقت سے ملتے ہیں غرض اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات:11) کا نظارہ حقیقت میں جلسہ سالانہ کے موقع پر ہی نظر آتا ہے۔

تیسرا بڑا فائدہ جلسہ سالانہ پر دینی علم بڑھانا اور اپنی معلومات وسیع کرنا ہے وہ جلسہ کے موقع پر امام جماعت احمدیہ کی تقاریر سنتے ہیں اور دوسرے علماء کی بھی ٹھوس تقاریر اور ہر سال اپنے علم اور معرفت میں اضافہ کرتے ہیں اس سے بہت بڑھ کر ان کا علم بڑھتا ہے جتنی کتب پڑھنے سے بڑھے۔

چوتھی غرض یہ کہ جلسہ سالانہ کا سفر محض للہ سفر ہوتا ہے جس میں کوئی دنیاوی غرض شامل نہیں ہوتی۔اس لیے جو بھی یہ سفر اختیار کرتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر فضل نازل ہوتا ہے۔

پانچویں برکت یہ کہ جُوں جُوں جماعت کی تعداد میں اضافہ ہوا ہر سال زائرین جلسہ کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔اتنے آدمیوں کے ٹھہرانے کا انتظام اور ان کی ضروریات پوری کرنا۔جلسہ گاہ میں خاموشی کے ساتھ بٹھانے کا انتظام کرنے کے لیے بہت سے معاون کام کرتے ہیں مردوں میں بھی اور عورتوں میں بھی اور اس طرح ان کی تنظیمی قابلیت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے وہ بغیر کسی غرض کے خدمت کرتے ہیں جو ہمارا بہت بڑا فرض ہے۔

اسی طرح اور بھی بہت سی برکتیں ہیں اور روحانی فیوض ہیں جو جلسہ سالانہ میں خدا تعالیٰ کی خاطر شامل ہونے والے حاصل کرتے ہیں۔وہ جلسہ جو صرف ستّر آدمیوں کے ساتھ شروع کیا گیا تھا آج دنیا کے ہر ملک میں بڑے اہتمام اور بڑی شان سے منعقد ہو رہا ہے اور ان جلسوں سے فائدہ اٹھانا ہمارا فرض ہے جس ملک میں بھی جلسہ سالانہ ہوگا وہ اسی جلسہ کا ظل ہوگا جو بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے منعقد کیا تھا اور جس کی کامیابی کے لیے آپ نے بہت دعائیں کی تھیں اور شدید خواہش کا اظہار فرمایا کہ سب پاک ہو جائیں۔فرمایا تھا کہ

'اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زُہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیز گاری اور نرم دِلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔'(شہادت القرآن۔روحانی خزائن جلد6 صفحہ 394)

خدا کرے حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش پوری ہو اور احمدیہ جماعت کا ہر فرد آپ کی ان خواہشات کو پورا کرنے والا ہو اور یہ جلسہ سالانہ جہاں بھی منعقد ہو دنیا میں ایک روحانی انقلاب لانے کا باعث بنے۔اے خدا تُو ایسا ہی کر۔اور اگر کسی ملک میں جلسہ منعقد کرنے میں روکیں ہوں تب بھی

ان دنوں میں خصوصاً جو جلسہ سالانہ کے ایام کہلاتے ہیں خصوصی دعائیں کرنی چاہییں اور باقی دنوں میں عموماً کہ اے اللہ ہم سب ان جلسوں کی بنیادی غرض کو پورا کرنے والے ہوں تو ہم سے راضی ہو جا ہمارے دلوں میں صرف تیری رضا حاصل کرنے کی خواہش ہو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے ہوں۔ بنی نوع انسان کی خدمت کرنے والے ہوں۔ آمین۔" ("المحراب" مجلّہ لجنہ اماء اللہ کراچی بر موقع سواں جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ عالمگیر 1891ء تا 1991ء صفحہ 8)

مجالسِ شوریٰ میں خواتین کی نمائندگی

حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت میں مشاورت کے نظام کے قیام کے کچھ عرصہ بعد ہی یہ معاملہ جماعت کے سامنے رکھا تھا کہ احمدی خواتین کو مشاورت میں کیسے شامل کیا جائے۔ اس پر مجلسِ شوریٰ میں بڑی لمبی بحثیں ہوتی رہیں اور حضورؓ نے فیصلہ فرمایا کہ لجنات اپنی آرا حضورؓ کی خدمت میں براہِ راست پیش کر دیا کریں۔ تمام رجسٹرڈ لجنات کو دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے مجلسِ شوریٰ کے ایجنڈا میں شامل تجاویز بھجوا دی جاتی تھیں اور لجنات اپنی رائے براہِ راست حضورؓ کی خدمت میں پیش کر دیتی تھیں اور فیصلہ کے وقت حضورؓ ان پر بھی غور فرمالیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضورؓ نے احمدی خواتین کے نمائندہ کے طور پر ایک مرد کو مجلسِ شوریٰ کا ممبر نامزد فرمانے کا فیصلہ فرمایا جنہیں لجنہ اماء اللہ کی طرف سے رائے پہنچا دی جاتی تھی اور وہ مجلسِ شوریٰ میں پڑھ کر سنا دیتے تھے۔ یہ طریق بہت لمبے عرصہ تک جاری رہا۔ یہ طریق 1982ء تک جاری رہا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1983ء میں اس کو تبدیل فرما کر لجنہ اماء اللہ کو براہِ راست مجلسِ شوریٰ میں نمائندگی عطا فرمائی۔ حضورؒ نے فرمایا کہ

"اس تجویز پر رائے لینے سے پہلے میں جماعت کے علم میں ایک بات لانی چاہتا ہوں کہ امسال لجنہ اماء اللہ کی نمائندگی کا طریق کار تبدیل کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے یہ ہوتا تھا کہ مجلس لجنہ اماء اللہ کا ایک نمائندہ مردوں میں سے ان کی آواز یہاں تک پہنچاتا تھا اور یہ نمائندہ رابطہ رکھنے کے لیے اگرچہ دشواری محسوس کرتا تھا مگر وہاں سے چِٹس آجاتی تھیں اور وہ چٹیں لے کر جو کچھ بھی سمجھ سکتا تھا ان سے وہ اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی کوشش کرتا تھا۔۔۔

چنانچہ وہ پہلی تاریخی عورت جس نے اس مجلس شوریٰ (مجلسِ شوریٰ 1929ء) میں حصہ لیا وہ استانی میمونہ تھیں جو لجنہ اماء اللہ کی بڑی ہی سرگرم کارکن تھیں اور ہمارے ایک واقفِ زندگی وکیل ملک غلام احمد صاحب عطا کی والدہ تھیں۔ انہوں نے ایک دو منٹ میں اپنے خیال کا اظہار فرمایا۔

پس ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ پہلی مجلسِ مشاورت ہوگی جس میں عورت نے براہِ راست خطاب کیا ہو بلکہ تیسری مجلسِ مشاورت ہوگی۔ پہلی وہ تھی۔ دوسری وہ مجلسِ شوریٰ جو بیرونی دنیا کے نمائندگان پر مشتمل تھی جو کہ اسی جلسہ سالانہ پر منعقد ہوئی تھی۔ اس میں امریکہ اور افریقہ کی بعض نمائندہ خواتین نے براہِ راست اپنا مافی الضمیر کو پیش کیا تھا اور یہ یعنی موجودہ شوریٰ تاریخِ احمدیت میں تیسری شوریٰ ہے اور آئندہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ اسی طریق کو جاری رکھا جائے گا۔۔۔ خلیفۂ وقت حسبِ حالات جتنی مستورات کو جس شکل میں بلانا چاہے وہ بلاتا رہے گا اور اس کے لیے کسی قاعدہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اس وضاحت کے بعد اب مَیں مکرم مرزا عبدالحق صاحب سے کہوں گا کہ وہ حسبِ سابق کارروائی جاری رکھیں اور مستورات سے کہوں گا کہ یہ مسئلہ (رشتہ ناطہ) بہت اہم اور نازک ہے اس لیے انہیں خصوصیت کے ساتھ اپنی رائے ضرور پیش کرنی چاہیے۔" (کارروائی مجلسِ شوریٰ 1983ء صفحہ 48 تا 56)

حضورؒ کے ارشاد پر مکرم مرزا عبدالحق صاحب نے ممبرانِ شوریٰ کو رائے پیش کرنے کی غرض سے نام لکھوانے کی ہدایت دی۔ ابھی مرد ممبرانِ شوریٰ اپنے نام لکھوا رہے تھے تو خواتین نمائندگان کی طرف سے آواز بلند ہوئی۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے عرض کی کہ "حضور کی خدمت میں درخواست ہے کہ خاکسار صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ بھی اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہتی ہے۔" (کارروائی مجلسِ شوریٰ 1983ء صفحہ 56)

اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا کہ

"ٹھیک ہے۔ اَور بھی اگر کوئی بولنا چاہیں تو بے شک نام لکھوا دیں۔ اگر ضرورت پیش نہ آئی تو بعد میں بے شک نام واپس لے لیں۔" (کارروائی مجلسِ شوریٰ 1983ء صفحہ 56)

اس پر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے عرض کی کہ
"میرے علاوہ بیگم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ بھی اپنی رائے پیش کرنا چاہتی ہیں۔"
(کارروائی مجلس شوریٰ 1983ء صفحہ 56)
حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا کہ
"آپا طاہرہ صدیقہ بیگم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اور یہ نمائندہ لجنہ ربوہ کے طور پر ہیں۔ گویا ایک لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی نمائندہ ہوں گی اور دوسری لجنہ اماء اللہ ربوہ کی نمائندگی میں بولیں گی۔" (کارروائی مجلس شوریٰ 1983ء صفحہ 56)

مجلسِ شوریٰ میں آپ کی پہلا براہِ راست مشورہ

یہ ایک تاریخی موقعہ تھا کہ پہلی دفعہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ جماعت احمدیہ کی مجلسِ شوریٰ میں براہِ راست اپنی رائے کا اظہار کر رہی تھیں۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا کہ
"سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سب سے پہلے تو میں تمام احمدی خواتین کی طرف سے حضور کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ حضور نے لجنہ سے مشورہ طلب کر کے ہماری عزت افزائی فرمائی ہے۔
زیرِ غور تجویز جو رشتہ ناطہ کی ہے لجنہ اس تجویز سے متفق ہے کہ اس کی کارکردگی کو بہتر اور فعال بنانے کے لیے ہر چھوٹی اور بڑی جماعت میں سیکرٹری رشتہ ناطہ کا تقرر عمل میں لایا جائے اور اس کے علاوہ لجنہ اماء اللہ میں بھی ایک سیکرٹری رشتہ ناطہ (اگر حضور منظور فرمائیں) ہونی چاہیے۔ ایک سمجھدار متقی، دیندار خاتون جو ان مسائل کو حل کرنے میں جماعت کے سیکرٹری رشتہ ناطہ کا ہاتھ بٹائے۔
ہماری رائے میں مرکزی دفتر میں انسپکٹران کی منظوری ضرور دی جائے لیکن یہ نہایت اہم مسئلہ ہے صرف تین انسپکٹروں سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ اگر اس مسئلہ پر غور کیا جائے تو شعبہ رشتہ ناطہ میں صرف (Lists) لسٹیں فراہم کرنے کا سوال ہی نہیں بلکہ اگر رشتوں کے معاملہ میں

دِقّتوں پر غور کیا جائے تو سب سے بڑی دِقّت جو اس وقت پیش آرہی ہے وہ یہ ہے کہ شادی میں نیکی اور تقویٰ کو مدِّ نظر نہیں رکھا جاتا۔ شادیوں میں مطالبات اتنے زیادہ ہونے لگ گئے ہیں جو ناقابلِ فہم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو قوّام بنایا ہے۔ عورتوں، لڑکوں اور لڑکیوں کی تربیت کرنا ان کا فرض ہے۔ جب عورتوں سے یہ کہا جائے کہ تم پردہ کرو تو وہ کہتی ہیں کہ ہمارے مرد پردہ اترواتے ہیں اور جب مردوں سے یہ کہا جائے کہ گھروں میں شادی کے مواقع پر رسومات نہ ہونے دو تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں لگتا یہ تو عورتیں کرتی ہیں۔ گویا دونوں طرف سے متضاد جواب ملتا ہے۔ شادی میں اگر نیکی اور تقویٰ مدِّ نظر رکھا جائے اور شادی بیاہ کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو احکامات ہیں کہ نیک لڑکی تلاش کی جائے جو وَلُوْدًا اور وَدُوْداً ہو تو بہت سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

پس میری تو سب سے بڑی گزارش یہی ہے کہ تمام گھروں سے فضول رسم و رواج اور مطالبات کہ کیا دیا جائے گا اور کیا نہیں دیا جائے گا ان چیزوں کو ختم کیا جائے اور نیکی اور تقویٰ کو مدِّ نظر رکھا جائے تو اس سے بہت سارے مسئلے حل ہو سکتے ہیں۔ تین انسپکٹر ان سارے پاکستان میں کام نہیں کر سکتے۔ وہ تو ایک سال میں ساری جماعتوں کا ایک دورہ بھی نہیں کر سکیں گے۔ کئی واقعات ایسے بھی سامنے آئے ہیں کہ سیکرٹری رشتہ ناطہ نے بعض گھروں میں رشتہ بتایا جو کہ نہ تو کفو کا تھا اور نہ ہی ان کے حالات کے مطابق۔ اگر ماں باپ نے مجبوری سے وہ رشتہ نہیں کیا تو سیکرٹریان نے آئندہ رشتہ بتانے سے انکار کر دیا۔ پس رشتہ بھی کفو کے مطابق بتانا چاہیے کیونکہ کفو کا حکم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے۔

علاوہ ازیں لسٹیں جو تیار کی جائیں وہ پورے طور پر مکمل اور up to date ہوں۔ تاکہ ان سے پوری پوری مدد لی جاسکتی ہو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک لڑکی کا نام لکھوایا جائے اور اگلے مہینہ میں اس کی شادی ہو جائے۔ ایسے واقعات بھی سامنے آئے ہیں کہ جب رشتہ ناطہ سے لسٹیں لی گئیں تو انہوں نے بعض ایسی لڑکیوں کے نام بتا دیئے یا ایسے لڑکوں کے نام بتا دیئے جن کی شادیاں کئی سال پہلے ہو چکی تھیں۔" (کارروائی مجلسِ شوریٰ 1983ء صفحہ 79 تا 81)

1983ء سے 1997ء تک حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بطور صدر لجنہ اماء اللہ مجلسِ شوریٰ کی ممبر رہیں۔ یہ نہایت اہم ذمہ داری تھی۔ ربوہ میں منعقد ہونے والی مجالسِ شوریٰ کے علاوہ آپ کو جلسہ سالانہ یوکے کے ساتھ منعقد ہونے والی عالمی مجالسِ شوریٰ میں شمولیت کا موقع بھی ملتا رہا۔

آپ کی ڈائریاں دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ایجنڈا میں شامل تجاویز پر غور وفکر کرتیں اور اُن کے بارہ میں اپنی رائے تحریر کر لیا کرتی تھیں تا کہ جب آپ کی باری آئے تو وقت ضائع کیے بغیر آپ اپنا مشورہ پیش کر سکیں۔ آپ کی رائے بہت متوازن اور حقیقت پر مبنی ہوتی تھی۔ 1983ء اور 1984ء میں نظامِ وصیت کے انتظامی پہلوؤں کو بہتر بنانے اور قواعد کی تنفیذ سے متعلق تجاویز مجالسِ شوریٰ کے ایجنڈا میں شامل تھیں۔ اُن مجالسِ شوریٰ کی کارروائی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے جو مشورے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں پیش کیے ان کے پس منظر میں یہ سوچ تھی کہ کسی طرح زیادہ سے زیادہ احمدی خواتین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاری فرمودہ نظامِ وصیت میں شامل ہوں تا کہ وہ بھی اس بابرکت نظام سے وابستہ روحانی برکات حاصل کر کے دنیا اور آخرت میں اجر پائیں۔

تاریخِ لجنہ اماء اللہ کی تدوین وتحریر

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ آپ نے لجنہ اماء اللہ کی تاریخ لکھی۔ اس لحاظ سے آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ پہلی احمدی خاتون تاریخ دان ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ تاریخ کی اہمیت کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ

"تاریخ کیا ہے؟ تاریخ تمہیں بتاتی ہے کہ تمہارا باپ کون تھا، تمہارا دادا کون تھا، تمہاری ماں کون تھی، تمہاری نانی کون تھی۔ تاریخ تمہیں بتاتی ہے کہ تمہارے آباؤ اجداد کیا تھے اور اب تم کیا ہو۔۔۔۔ تاریخ سے بھاگنے والا بزدل ہوتا ہے جس میں یہ جرأت نہیں ہوتی کہ وہ حقائق کے آئینہ میں اپنے باپ دادا کی شکل کے سامنے اپنی شکل رکھ سکے۔ بہادر اور ہمت والا انسان خود جاتا ہے اور اس آئینہ کو اُٹھاتا ہے وہ اس آئینہ میں اپنی شکل کو دیکھ کر اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں میرے آباؤ اجداد اگر چٹان تھے تو مَیں بھی چٹان بن کر رہوں گا وہ اگر طوفان تھے تو مَیں ان سے

بھی اونچا طوفان بنوں گا۔وہ اگر سمندر کی لہروں کی طرح اُٹھتے تھے تو مَیں ان سے بھی اونچا اٹھوں گا"

(اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلو۔انوار العلوم جلد22 صفحہ 330 تا332)

1962ء میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے ارادہ کیا کہ لجنہ اماء اللہ کی تاریخ محفوظ کی جائے۔اس کے لیے آپ نے ابتدائی کام یعنی سلسلہ کے اخبارات ورسائل کا مطالعہ بھی شروع کیا اور احمدی خواتین کو بھی تحریک کی کہ وہ بھی انہیں تاریخی واقعات سے مطلع کریں۔چنانچہ اس سلسلہ میں پہلا اعلان حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی طرف سے ان الفاظ میں شائع ہوا۔

"میرا ارادہ عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ لجنہ اماء اللہ کی تاریخ مرتب کرنے کا ہے۔اس کا ابتدائی کام میں نے شروع کر دیا ہے۔لجنہ اماء اللہ کے زیر انتظام جن بہنوں نے سلسلہ کی خدمات کی ہوں وہ یا اُن کی اولادیں اُن کی خدمات سے تفصیل سے اگر مجھے مطلع کریں تو مشکور ہوں گی۔اسی طرح بیرونی لجنات کی عہدیداران اپنی اپنی لجنہ کے حالات سے مطلع کریں۔مثلاً کب وہاں کی لجنہ قائم ہوئی۔کون کون عہدیدار رہیں اور کس کس عہدے پر، خاص خاص خدمات اُس لجنہ کی وغیرہ وغیرہ۔لیکن جس قدر جلد ہو سکے حالات سے مطلع کریں۔"(الفضل ربوہ، جلد16/51، نمبر39، 15فروری 1962صفحہ6)

اس کے بعد کچھ ہی عرصہ بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیماری نے شدّت اختیار کر لی اور آپ یہ کام جاری نہ رکھ سکیں۔لیکن 1968ء میں دوبارہ آپ کی توجہ اِس طرف ہوئی اور آپ نے تاریخِ لجنہ اماء اللہ کو مرتب کرنے کے کٹھن کام کو دوبارہ شروع کیا۔

تاریخِ لجنہ کی تدوین کے بارہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"1962ء میں عاجزہ کے دل میں بڑی شدّت سے یہ خیال پیدا ہوا کہ لجنہ اماء اللہ کی تاریخ مرتب کرنی چاہیے۔جوں جوں وقت گزرتا جائے گا یہ کام مشکل ہو جائے گا۔لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی کارکنات جنہوں نے تنظیم لجنہ اماء اللہ کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے سلسلہ میں عظیم خدمات سر انجام دیں ان میں سے اکثر اِس دنیا میں موجود نہیں۔اس غرض سے میں نے الفضل، الحکم، مصباح وغیرہ کا مطالعہ شروع کیا اور ضروری حوالہ جات کے نوٹ لینے شروع کر دیئے۔کام جاری تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری زور پکڑ گئی اور اپنی پوری توجہ حضورؓ کی تیمارداری کی طرف منعطف کرنی

پڑی۔ تاریخ لکھنے کا کام وقت بھی چاہتا تھا اور توجہ بھی اور دونوں باتیں حضورؓ کی بیماری کی وجہ سے میرے اختیار میں نہ تھیں۔ کام التوا میں پڑتا رہا۔ وقت گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ حادثہ ہوا جس نے دل، دماغ، روح سب کو منجمد کر دیا۔ جب آہستہ آہستہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت عود کی تو پھر توجہ اس طرف پھری کہ یہ کام ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ بہت دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل اور رحم کی طالب ہو کر اس کام کی اس سال کے شروع میں ابتدا کی۔ کئی بچیوں نے سارا سارا دن میرے پاس بیٹھ کر اخباروں کے حوالے نکالے اور اقتباسات نقل کیے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آئندہ بھی سلسلہ کی خاطر قربانیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔۔۔۔

مجھے نہ لکھنے کا تجربہ ہے نہ تاریخ کی تالیف کا۔ اس کے لکھنے میں صرف ایک جذبہ کارفرما تھا کہ ہماری ابتدائی کارکنات لجنہ اماء اللہ اور احمدیت کے لیے قربانی دینے والی بہنوں کے کارنامے محفوظ ہو جائیں اور نئی نسل کی بچیوں کو اپنی ماؤں، دادیوں، نانیوں کی قربانی کا علم ہو۔ اس نسل کے دل میں اپنے سے پہلی خواتین کے لیے جذباتِ قدر پیدا ہوں، ان کے لیے دعا کی تحریک پیدا ہو اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی بھی۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔۔۔۔

آپ سب سے اس دعا کی درخواست بھی کرتی ہوں کہ تاریخِ لجنہ اماء اللہ مکمل کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ کی جناب سے حاصل ہو اور اس کتاب کا لکھا جانا عورتوں کے لیے برکت اور فائدہ کا موجب ہو۔ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ "(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 عرض حال)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ مزید تحریر کرتی ہیں کہ

"تاریخِ لجنہ اماء اللہ کی تدوین اس تحریک کی پانچ شقوں میں سے ایک تھی جو عاجزہ نے 1968ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر بہنوں کے سامنے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے پیش کی تھیں کہ 1972ء تک جبکہ ان شاء اللہ العزیز لجنہ اماء اللہ کے قیام پر پچاس سال پورے ہو جائیں گے اس تقریب کو خالص دینی اور علمی رنگ میں منایا جائے اور لجنہ اماء اللہ کی پچاس سالہ تاریخ کا علمی تحفہ ممبرات لجنہ اماء اللہ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 عرض حال)

تاریخ لجنہ جلد اوّل 1970ء میں شائع ہوئی اور یہ جلد 1922ء سے 1947ء تک کی تاریخ پر

مشتمل ہے۔ اس کے "تعارف" میں حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے لجنہ اماء اللہ کے پچاس سالہ سفر کا ایک بہت پیارا تعارف تحریر فرمایا۔ آپؓ نے تحریر کیا کہ

"1922ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے احمدی خواتین کی بہبودی کے لیے مجلس لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کی خواہش تھی کہ خواتینِ احمدیہ علم و عمل میں ترقی کا رجحان پیدا ہو۔ اور وہ اپنے کو بیکار وجود نہ سمجھیں۔ جماعت کے ہر کام میں حصہ لینے کے قابل بنیں۔ آپ نے تقریری مقابلوں کی تحریک بھی کی اور تعلیم کا بھی انتظام کیا۔ گھر میں ہی سکول تھا جس میں عربی، قرآنِ شریف، حدیث وغیرہ پڑھایا جاتا تھا۔ یہ سکول بہت کامیاب رہا۔ اس کے علاوہ یہ بھی مدّعا تھا کہ آپس میں تعلقات بڑھیں۔ ہر ایک دوسرے کے لیے نیک نمونہ بننے کی کوشش کرے اور اپنی ہمسایہ ہم محلّہ بیویوں کی کمزوریوں کی دور کرنے کی کوشش کرے۔ غرض کسی رنگ میں کوئی احمدی خاتون خود کو عضو معطل نہ سمجھے۔ خدمات دین کے لیے کمربستہ رہے۔

عزیزہ امۃ الحیٔ مرحومہ نے جو سیکرٹری تھیں دلی جوش سے اس کام میں حصہ لیا مگر ان کی زندگی نے وفا نہ کی۔ 24ء میں ان کی وفات کے بعد سیّدہ امّ طاہر مرحومہ سیکرٹری کے فرائض ادا کرتی رہیں۔

حضرت امّ المؤمنینؓ اور حضرت امّ ناصرؓ بھی صدر رہیں۔ پہلے بہت کم عورتیں آیا کرتی تھیں مگر رفتہ رفتہ مجلس میں اجتماع زیادہ ہونے لگا۔ مَیں تو زیادہ تر باہر ہی رہی متواتر کئی سال۔ مگر تھوڑا سا کام کرنے کی توفیق برائے نام ملی تھی۔ پھر عزیزہ سیّدہ مریم صدیقہ نے کام سنبھالا اور حتّی الامکان محنت اور کوشش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ خدا تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت دے اور مزید خدماتِ دین کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے محبوب خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا لگایا ہوا یہ پودا مبارک پھلوں پھولوں سے لدا رہے۔ سب احمدی بہنوں کو نیکیوں اور خلوص دل سے خدماتِ دین میں آگے ہی آگے بڑھنے کی توفیق بخشے۔ کمزوریاں ہم سب کی دور ہوں۔ نصائح جو ان کو کی جاتی ہیں ان پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ اور ہر مقام کی ممبرات لجنہ کو نفاق و شقاق اور پارٹی بندی کی کمزوری سے بھی بچائے اور جہاں یہ جراثیم ہوں اُن کو دور فرمائے۔ آمین" (تعارف تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1)

تاریخِ لجنہ اماء اللہ جلد اوّل کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 27 دسمبر

1970ء کے خطاب جلسہ سالانہ ربوہ میں فرمایا کہ

"ایک اور بڑی مفید کتاب دوران سال لکھی گئی ہے۔ ہماری والدہ جن کو میں آپا صدیقہ کہا کرتا ہوں انہوں نے لجنہ اماء اللہ کی تاریخ لکھی ہے، یہ بھی بڑی مفید ہے۔ ایک تو شروع سے ہی جو احمدی بہنیں اخلاص اور جانثاری کے ساتھ لجنہ اماء اللہ کا کام کرتی رہی ہیں جو انہوں نے کام کیا ہے اُن کا ذکر آ گیا اور ان کے نام تاریخ میں محفوظ کر لیے گئے۔ قیامت تک اللہ تعالیٰ ان کے اوپر فضل کرے گا احمدی جہاں بھی اور جب بھی پیدا ہوں گے ان پر درود بھیجتے رہیں گے اور ان کے لیے دعائیں کرتے رہیں گے۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 عرضِ حال)

تاریخ لجنہ جلد دوم مکرمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ، سیکرٹری اشاعت، نے آپ کے زیرِ نگرانی تحریر کی۔ یہ 1971ء میں شائع کی گئی اور 1947ء سے لے کر 1958ء کا احاطہ کرتی ہے۔

تاریخِ لجنہ جلد سوم 1972ء میں شائع کی گئی اور یہ بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے تحریر کی۔ اس جلد میں 1958ء تا 1972ء کی تاریخ محفوظ کی گئی ہے۔ جلد سوم کا "پیش لفظ" حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے تحریر فرمایا۔

تاریخِ لجنہ اماء اللہ کی جلد چہارم 1972ء تا 1977ء کے عرصہ پر محیط ہے اور یہ جلد بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے تحریر کی۔

جب یہ کام ہو رہا تھا تو آپ کے ساتھ کام کرنے والی لجنہ ممبرات دن کا ایک بڑا حصہ آپ کے گھر میں ہی گزارتیں اور سارا دن کام ہوتا رہتا۔

یہاں یہ ذکر کرنا مفید ہے کہ تاریخ لکھنا اپنی ذات میں ایک کل وقتی (full time) کام ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ اپنی روز مرہ کی مصروفیات اور لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی صدارت کے ساتھ ساتھ آپ نے یہ کام مکمل کیا۔ یہ ایک غیر معمولی بات ہے۔ فالحمد للہ علی ذالك

آپ نے اپنے تاریخِ لجنہ اماء اللہ کے چار جلدوں پر مشتمل سیٹ میں متعدد جگہ پر نوٹ لکھے ہوئے ہیں، غلطیوں کی نشاندہی کی ہوئی ہے اور اضافہ جات بھی کیے ہوئے ہیں۔ یہ محنت آپ نے اس لیے کی تھی تاکہ آئندہ شائع ہونے والے ایڈیشن میں درستی کی جاسکے۔

آپ کی زیرِ نگرانی تاریخ لجنہ اماء اللہ کی پانچویں جلد 1985ء میں شائع ہوئی اور یہ 1978ء تا جون 1982ء کے عرصہ پر محیط ہے۔ مکرمہ امۃ الحلیم زاہدہ صاحبہ نے جلد پنجم تحریر کی۔

ابتدائی احمدی خواتین کی قربانیوں کو محفوظ کرنے کا کام آپ کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے بدلہ میں عظیم الشان اجر عطا فرمائے۔ آمین

لجنہ اماء اللہ کا پنجاہ سالہ جشنِ تشکّر

1972ء میں لجنہ اماء اللہ تو قائم ہوئے پچاس برس ہونے والے تھے۔ خلفاء سلسلہ کی زیرِ سرپرستی پچاس سال کے عرصہ میں جو ترقی احمدی خواتین نے کی ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اس لحاظ سے پچاس سالہ تقریبات منعقد کرنا ایک غیر معمولی شکر گزاری کا موقع تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پنجاہ سالہ جشنِ تشکّر کی منظوری عطا فرمائی اور احمدی خواتین کے سامنے اس کی تحریک کو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے جلسہ سالانہ مستورات کے دوسرے دن 27 دسمبر 1968ء کو سامنے ان الفاظ میں پیش کیا کہ

"آج میں ایک خاص سکیم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے پیش کرتے ہوئے رب کریم و قدیر سے یہ امید رکھتی ہوں کہ یہ تحریک لجنہ کی مضبوطی کا باعث ہوگی نیز وہ محض اپنے فضل سے آپ کے دلوں کو اس تحریک کی کامیابی کی طرف مائل کرے گا۔

حضرت مصلح موعودؓ جن کو اللہ تعالیٰ نے اسیروں کی رستگاری کا موجب بنایا تھا۔ حضور عورتوں کی مشکلات سے رہائی کا باعث بھی بنے کیونکہ آج سے پچاس سال قبل طبقۂ نسواں سے زیادہ مظلوم و اسیر کوئی نہ تھا۔ حضور نے تعلیم القرآن کو عام کر کے عورتوں کے فرائض و حقوق کی پاسداری کی۔ حضرت مصلح موعودؓ کا سب سے بڑا احسان 25 دسمبر 1922ء کو لجنہ اماء اللہ کا قیام ہے۔ وہ مختصر سی انجمن جو چودہ ممبرات سے شروع ہوئی آج دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئی ہے۔ اور بین الاقوامی حیثیت حاصل کر کے عالمگیر شہرت کی حامل ہو چکی ہے۔ لجنہ کے قیام کا مقصد یہ بھی تھا کہ احمدی مستورات کو اسلام کی خاطر قربانیاں پیش کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ خدا کی راہ میں مسلسل قربانیاں پیش کی جائیں زبانی ایمان کا دعویٰ کافی نہیں۔ آج جماعت احمدیہ کی

خواتین کو عمل سے ثابت کرنا ہو گا کہ خلیفہ ٔوقت کی اطاعت اور نظامِ جماعت کی پیروی ہی ان کا حقیقی ایمان ہے۔ جب خلیفہ ٔوقت کی طرف سے یا اس کی اجازت سے کوئی سکیم پیش کی جائے تو شرح صدر سے اس میں قربانی پیش کر دینا ہی حقیقی ایمان ہے۔ مبارک ہیں وہ جو خلیفہ ٔوقت کی آواز پر اپنا تن من دھن، جان، مال اور عزت کو ہر وقت قربان کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ قرآنِ پاک نے انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے۔۔۔۔

آج قربانیاں کرنے والے اور بعد میں قربانیاں کرنے والے جب کہ تمام دنیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جھنڈے تلے جمع ہوجائے گی، ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔ آنے والی نسلیں 'سابقون' پر رشک کریں گی۔ اور ان پر سلام و درود بھیجیں گی۔ میری بہنو! خلافت کا دامن تھامے رہو تو اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات اور احسانات کی بارش تم پر ہوتی رہے گی۔

غیر ممالک میں آج لجنہ اماء اللہ میں ایسی خواتین شامل ہوچکی ہیں، جن کے دلوں میں ایمان کی شمع فروزاں ہوچکی ہے جو ان کو ہر وقت قربانیوں کے لیے آمادہ اور بے قرار رکھتی ہے اور انہوں نے ہر اس تحریک میں حصہ لیا ہے، جس میں حصہ لینے کی سعادت پاکستانی احمدی بہنوں کو عطا ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انعام خلافت کو ایمان بالخلافت اور اس کے مطابق اعمال صالحہ بجالانے سے مشروط فرمایا ہے۔ لہٰذا آج آپ کا فرض ہے کہ نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ اپنی اولاد کو بھی ہر وقت ہر قربانی کے لیے تیار کریں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے مسجد لندن اور مسجد برلن کی تحریک کی تو مستورات نے عظیم مالی قربانی کا مظاہرہ کیا۔ تحریکِ جدید میں بھی خواتین نے بڑی فراخ دِلی اور بشاشت سے حصہ لیا۔ 1944ء میں حضور نے جرمن زبان میں قرآنِ پاک کے ترجمہ کے لیے 28,000 (اٹھائیس ہزار) روپے کی تحریک کی تو جماعت احمدیہ کی خواتین نے پینتیس ہزار روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کرکے اعلیٰ قربانی کا ثبوت دیا۔

لجنہ اماء اللہ کے ہال کی تعمیر پر حضرت مصلح موعودؓ نے اظہارِ خوشنودی فرمایا۔ پھر 1964ء میں اللہ تعالیٰ سے توفیق پاکر اور حضرت مصلح موعود کی اجازت سے مَیں نے مسجد نصرت جہاں کی

تحریک کی تو جماعت کی خواتین نے جس قربانی اور خلوص کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ احمدیت میں ہمیشہ درخشاں رہے گی۔

لجنہ اماء اللہ کے قیام پر آج چھیالیس سال گزر چکے ہیں۔1972ء کے اجتماع پر اس انجمن کو قائم ہوئے ان شاء اللہ پورے پچاس برس ہو جائیں گے۔لہٰذا میری تمنا اور خواہش ہے کہ 1972ء کا لجنہ کا اجتماع خاص شان اور وقار کا حامل ہو اور اگر ہماری بہنیں پسند کریں تو یہ تقریب جلسہ سالانہ پر بھی ملتوی کی جاسکتی ہے۔مَیں اس تقریب کے پیشِ نظر 5لاکھ روپیہ کی تحریک پیش کرتی ہوں اور یہ اعلان کرتی ہوں کہ یہ رقم چار سال کے اندر جمع کی جائے۔

اس سکیم کی اوّلین شق یہ ہوگی کہ ایک لاکھ روپیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اس غرض سے پیش کیا جائے گا کہ آپ کسی ایک غیر زبان میں قرآنِ کریم کا ترجمہ کروادیں۔یہ ایک لاکھ روپیہ 1969ء کے جلسہ سالانہ تک جمع ہو جانا چاہیے۔

دوسری اہم چیز دفتر اور لجنہ ہال کی تعمیر و توسیع ہے کیونکہ مرکز کی مضبوطی کے لیے یہ ایک ناگزیر امر ہے۔

تیسری چیز جو اس سکیم میں شامل ہوئی وہ لجنہ اماء اللہ کی پچاس سالہ تاریخ کا لکھنا ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ کوشش کی جائے گی کہ وہ لکھ کر 1972ء تک مکمل شائع ہو جائے۔اس چندہ کا نام چندہ تحریکِ خاص لجنہ اماء اللہ ہوگا۔اس سکیم کی تفصیلات کا بعد میں مکمل جائزہ لیا جائے گا۔

مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے طفیل اس تحریک کو مقبولیت حاصل ہوگی۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آخری سانس تک قربانیوں کی توفیق دیتا چلا جائے اور ہماری اولادوں کو ہم سے بھی زیادہ قربانیاں دینے کی سعادت عطا فرمائے۔آمین۔

میں اپنی طرف سے ایک ہزار کا اور ان معزز خواتین کی طرف سے جنہوں نے ابتداً صدر یا سیکرٹری کے طور پر لجنہ کے فرائض باحسن ادا کیے سو سو روپے کا وعدہ کرتی ہوں۔(اس سلسلہ میں آپ نے حضرت امّ المؤمنینؓ، حضرت سیّدہ امّ ناصر صاحبہؓ، حضرت سیّدہ امّ طاہر صاحبہؓ، حضرت سیّدہ امۃ الحئی صاحبہؓ اور حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ کے نام لیے۔)" (الفضل ربوہ، جلد 23/58، نمبر 7، 8 جنوری 1969ء صفحہ 5۔الفضل ربوہ، جلد 23/58، نمبر 8، 9 جنوری 1969ء صفحہ 5)

اس اعلان کے بعد حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے نہ صرف خود اس تحریک میں چندہ دیا بلکہ ممبرات لجنہ اماء اللہ کو بھی اس میں شمولیت کی بہت باقاعدگی سے تحریک کی۔1969ء سے آپ نے ماہنامہ مصباح میں تحریکِ خاص میں شامل ہونے والی ممبراتِ لجنہ کے نام شائع کرنے شروع کیے تاکہ دوسروں کو تحریک ہو اور شامل ہونے والوں کی حوصلہ افزائی ہو۔

اس سکیم کے علاوہ پنجاہ سالہ تقریبات کو منانے کے لیے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی مجلسِ عاملہ اور ملک بھر سے لجنات کی نمائندگان نے 31مارچ1972ء کو ایک خصوصی اجلاس میں مندرجہ ذیل فیصلے بھی کیے۔

ا۔ جشنِ تشکّر پنجاہ سالہ کے موقع پر ایک بیج جاری کیا جائے جس پر "جشنِ پنجاہ سالہ لجنہ اماء اللہ 1351ھ/1972ء" کے الفاظ کندہ ہوں گے۔

۲۔ انگریزی مجلّہ شائع کیا جائے گا۔

۳۔ اردو مجلّہ شائع کیا جائے گا۔

۴۔ جشنِ تشکّر کی تقریب سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ 1972ء کے موقع پر منائی جائے۔ اس میں تقاریر اور مقابلہ جات کے لیے تمام عناوین ایسے تجویز کیے جائیں جس سے لجنہ اماء اللہ کی پچاس سالہ تاریخ پر ایک نظر ڈالی جاسکے اور ابتدائی کارکنات کا تذکرہ کیا جائے۔

۵۔ اس موقع پر مشاعرہ کا انعقاد کیا جائے جس میں صرف ایسی نظمیں لی جائیں گی جن میں جماعتِ احمدیہ، لجنہ اماء اللہ تاریخ، خلفاء سلسلہ کے کارنامے اور ممبرات لجنہ اماء اللہ قربانیوں کا تذکرہ ہوگا۔

۶۔ کم ازکم دس سال تک لجنہ اماء اللہ کی خدمات کرنے والی احمدی مستورات کو سنداتِ خوشنودی دی جائیں اور اُن پر اُن کا عرصہ ٔخدمت بھی درج ہو۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 710 تا 711)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی رہنمائی اور دعاؤں کے ساتھ 1972ء میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے "پنجاہ سالہ جشنِ تشکّر" منایا۔ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع 1972ء کے دوسرے دن یعنی 18 نومبر 1972ء کو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں مندرجہ ذیل سپاسنامہ پیش کیا۔ آپ نے عرض کیا کہ

"اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور فضل کے بے شمار جلوے خلافتِ احمدیہ کی برکات کے نتیجہ میں احمدیہ جماعت کے مردوں اور خواتین نے مشاہدہ کیے ہیں۔ آج کا اجتماع بھی انہی رحمتوں کی ایک کڑی ہے۔ حضور ایدکم اللہ تعالیٰ نے اپنی گوناں گوں مصروفیتوں کے باوجود ہمارے اجتماع میں تشریف لانا اور خطاب کرنا منظور فرمایا ہے۔

آج ہمارے دل خوشی اور مسرت کے جذبات سے پُر ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ کی قائم کردہ وہ چھوٹی سی تنظیم جس کی ابتدا صرف چودہ ممبرات سے ہوئی تھی آج ایک بین الاقوامی انجمن کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ ابتدا سے ہی اس یقین پر قائم تھے کہ قوم کی ترقی کے لیے عورتوں کا دین دار اور تربیت یافتہ ہونا بہت ضروری ہے۔ جس کا اظہار حضورؓ نے اپنی کئی تقاریر اور خطبات میں فرمایا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے عورتوں کی تربیت کی انتہائی اہمیت محسوس فرماتے ہوئے 1922ء میں لجنہ اماء اللہ تنظیم قائم فرمائی اور ابتدا سے تا وصال اس تنظیم کو حضرت مصلح موعودؓ کی رہنمائی حاصل رہی۔

اس موقع پر ہم ان عظیم خواتین کو گو وہ آج ہم میں موجود نہیں خراجِ تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتیں جنہوں نے لجنہ اماء اللہ کے ابتدائی زمانہ میں اپنی جان، مال، وقت اور جذبات کی قربانیاں دے کر اس تنظیم کو پروان چڑھایا اور اپنے اسوہ سے دوسروں کو قربانیوں کی تحریک کی۔ ان میں سرِ فہرست نام حضرت امّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگمؓ کا ہے۔ پھر حضرت سیّدہ امّ ناصرؓ، حضرت سیّدہ امۃ الحئیؓ، حضرت سیّدہ سارہ بیگمؓ، حضرت سیّدہ امّ طاہرؓ، حضرت سیّدہ اُم داؤدؓ اور کئی اور خواتین نے عورتوں کو منظّم کرنے، مالی جہاد پر آمادہ کرنے، دینی تعلیم حاصل کرنے، قرآنِ مجید کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے اور قومی کاموں کے لیے اپنے اوقات خرچ کرنے کے لیے جو سعی فرمائی لجنہ اماء اللہ کی ممبرات اُسے کبھی فراموش نہیں کر سکتیں۔

جماعتِ احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام انعامِ خلافت ہے جس کی برکتوں سے لجنہ اماء اللہ نے وافر حصہ پایا۔ آج جماعتِ احمدیہ میں جو اتحاد اور تعاون نظر آتا ہے اور جس کی جھلک بھی کسی اور تنظیم میں نظر نہیں آتی یہ سب خلافت کی ہی برکت ہے۔ جس کی وجہ سے سب احمدی ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں اور سب کا مقصد ایک ہی ہے کہ اپنی تمام قوتوں کو صَرف کر کے اللہ تعالیٰ پر

توکّل کرتے ہوئے اُس کے فضل کے طالب ہو کر غلبۂ اسلام کی شاہراہ پر آگے ہی آگے بڑھتے جائیں۔

گزشتہ پچاس سال میں ممبرات لجنہ اماء اللہ ہر قربانی خواہ وہ جان کی تھی یا مال کی۔ وقت کی تھی یا اولاد کی۔ سب کا مقصد اور مدّعا ایک ہی تھا کہ ساری دنیا اپنے نجات دہندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائے اور ساری دنیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم:8) لجناتِ اماء اللہ پاکستان و بیرون کی طرف سے عاجزہ حضور ایدکم اللہ کی خدمت میں ایک لاکھ روپے کا چیک پیش کرتی ہے اور چار ہزار پاؤنڈ لجنہ اماء اللہ لندن کی طرف سے جو وہ انگلستان میں ادا کریں گی۔ تین ہزار جمع کر چکی ہیں اور ایک ہزار بہت جلد ادا کر دیں گی۔ حضور سے درخواست ہے کہ حضور قبول فرمائیں اور اس رقم کو اشاعت قرآنِ مجید یا کسی اور مد میں جہاں حضور کے نزدیک صَرف کرنا زیادہ ثواب کا موجب ہو خرچ کرنے کا فیصلہ فرمائیں۔ نیز دعا بھی فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آئندہ حضور ایدکم اللہ کی قیادت میں پہلے سے بڑھ کر قربانیاں دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارا رب ہم سے راضی ہو اور ہماری اگلی نسل ہم سے بھی بہتر ہو۔ آمین اللھم آمین۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 771 تا 773)

اس سپاسنامہ کے بعد لجنہ اجتماع میں شامل ساڑھے چھ ہزار احمدی خواتین اور بچیوں کے سامنے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے ایک لاکھ روپے کا چیک اور لجنہ اماء اللہ یوکے کی طرف سے چار ہزار پاؤنڈ کا وعدہ پیش کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس کو قبول فرمایا اور ایک تاریخی خطاب فرمایا۔ حضورؒ نے لجنہ اماء اللہ کو اگلے پچاس سال کے لیے لائحہ عمل دیتے ہوئے فرمایا کہ

"پس اس موقع پر احمدی مستورات کی پہلی دعا یہی ہے کہ اے ہمارے رب تو نے ہمیں پچاس سال تک مسلسل یہ توفیق عطا فرمائی کہ ہم تیری راہ میں قربانیاں دیتی چلی جائیں۔ اب ہم پر یہ فضل فرما کہ ہماری یہ قربانیاں تیرے حضور قبول ہو جائیں اور ہماری کوششیں ثمر آور ہو جائیں۔

پھر ہماری دعا کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اے ہمارے رب ہم نے تیرے ہی فضل اور تیری ہی

توفیق سے گزشتہ پچاس سال تک تیرے حضور حقیر قربانیاں پیش کرنے کی توفیق پائی۔ اب تو ایسے سامان پیدا کر کہ لجنہ اماء اللہ اگلے پچاس سال بھی اپنی اجتماعی زندگی میں تیرے حضور زیادہ سے زیادہ قربانیاں پیش کرتی چلی جائے تاکہ جب صد سالہ جشن منایا جائے تو اس وقت کی لجنات یا لجنہ کی ممبرات کو یہ نظر آئے کہ پہلے پچاس سالہ جشن کے بعد بھی کوئی وقفہ پیدا نہیں ہوا بلکہ ایک تسلسل جاری رہا۔ یہ تسلسل ہی ہے جو ہر آن انسانی کوشش میں وسعت اور بڑھوتی پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہو تو اس کی رحمتوں کو زیادہ جذب کرتا ہے" (بصیرت افروز خطاب صفحہ 6 تا 7)

اجتماعی دعا کے بعد حضورؒ نے فرمایا کہ

"خدا کرے ماضی کی طرح آپ کی آج کی متضرّعانہ اور عاجزانہ دعائیں آپ کے حال کو بھی اس کی برکات سے معمور کردیں اور آپ کے مُستقبل کے لیے بھی برکات کا سامان پَیدا کررہی ہوں۔" (بصیرت افروز خطاب صفحہ 25)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فیصلہ فرمایا کہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے پیش کی جانے والا ایک لاکھ روپے کا عطیہ "جدید پریس ربوہ" کی تعمیر میں صَرف کیا جائے گا (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 4 صفحہ 115)۔ اس بارہ میں مکرم مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب سیکرٹری نصرت پرنٹرز اینڈ پبلشرز لمیٹڈ ربوہ کی طرف سے مندرجہ ذیل اعلان کروایا گیا کہ

"محترمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے لجنہ اماء اللہ کی ممبرات کی طرف سے ایک لاکھ روپے کا گراں قدر عطیہ اشاعتِ قرآنِ مجید کے لیے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہ رقم جدید پریس کی تعمیر میں لگانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ اس پریس میں قیامت تک ان شاء اللہ قرآنِ مجید چھپتا رہے گا اور لجنہ اماء اللہ کی ممبرات کو ثواب ملتا رہے گا۔ احبابِ جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اِس قربانی کو قبول فرمائے۔ آمین۔" (الفضل ربوہ، جلد 27/62، نمبر 21، 88 اپریل 1973ء صفحہ 1)

پنجاہ سالہ جشنِ تشکّر کے موقع پر کی جانے والی دوسری مالی تحریک کا تعلق لجنہ اماء اللہ کے نئے دفتر اور ہال کی تعمیر سے تھا۔ اس کا ذکر ایک علیحدہ عنوان کے تحت کیا جارہا ہے۔

تاریخ لجنہ اماءاللہ کی تدوین واشاعت کا علیحدہ عنوان کے تحت ذکر کیا جاچکا ہے۔

ان کے علاوہ لجنہ اماءاللہ نے اِس تاریخی اجتماع کے موقع پر

ا۔ دس ہزار کی تعداد میں بیج تیار کر کے ممبرات میں تقسیم کیے۔

۲۔ انگریزی زبان میں مجلّہ مکرمہ شمیم شریف صاحبہ کی ادارت میں جلسہ سالانہ 1972ء کے موقع پر شائع کیا گیا۔ اس مجلّہ کا نام Lajna Speaks رکھا گیا۔ اس مجلّہ کا مقصد پاکستان کے انگریزی دان طبقہ اور بیرونِ پاکستان احمدی خواتین کو لجنہ اماءاللہ کے کاموں سے متعارف کروانا تھا۔ اس مجلّہ میں بزرگانِ سلسلہ کے علاوہ بیگم رعنا لیاقت علی خان صاحبہ کا خصوصی پیغام بھی شامل کیا گیا تھا۔ بیگم رعنا لیاقت علی خان صاحب پاکستان کے پہلے وزیر اعظم کی اہلیہ اور All Pakistan Women's Association (APWA) کی بانی صدر تھیں۔ وہ ایک تعلیم یافتہ خاتون تھیں اور انہوں نے نہ صرف تحریکِ آزادیٔ پاکستان میں سرگرم حصہ لیا بلکہ قیامِ پاکستان کے بعد بھی متعدد اعلیٰ سطحی عہدوں پر فائز رہی تھیں۔ انہوں نے ملکی ترقی اور پاکستانی خواتین بہبودی کے لیے قابلِ قدر خدمات سرانجام دی تھیں۔

۳۔ اردو زبان میں ایک مجلّہ مکرمہ نسیم سعید صاحبہ کی ادارت میں لجنہ اماءاللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر شائع کیا گیا۔ اس مجلّہ میں اختصار سے لجنہ کی تاریخ کے اہم واقعات کا ذکر اور بیرون از پاکستان لجنات کی رپورٹس اور تصاویر کو بھی شامل کیا گیا۔ اس مجلّہ کا سب سے اہم حصہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا پیغام تھا، جو حضورؒ کے ارشاد کے مطابق حضورؒ کے خطاب فرمودہ 27 دسمبر 1969ء بر موقع جلسہ سالانہ مستورات کے ایک حصہ پر مشتمل تھا۔ (تاریخ لجنہ اماءاللہ جلد 3 صفحہ 712 تا 713)

۴۔ لجنہ اماءاللہ مرکزیہ کا اجتماع 17، 18 اور 19 نومبر 1972ء کو منعقد ہوا۔ اس اجتماع کا نقطۂ عروج حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا خطاب تھا (جس کا کچھ حصہ اوپر درج کیا گیا ہے)۔ اس خطاب کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے بڑے اہتمام سے "بصیرت افروز خطاب" کے نام سے الگ سے شائع کروایا تھا۔ حضورؒ کے خطاب کے علاوہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا خطاب بعنوان "ذکرِ حبیب" تھا جو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے پڑھ کر سنایا تھا، کیونکہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی ناسازیٔ طبع کی وجہ سے شامل نہ ہو سکی تھیں۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ، حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نے بھی لجنہ اماء اللہ کے اس تاریخی اجتماع سے خطاب

کیے۔بیرونِ پاکستان سے بھی لجنہ ممبرات کی نمائندگان اس تاریخی اجتماع میں شامل ہوئیں۔
۵۔خصوصی مشاعرہ کا اہتمام 18 نومبر 1972ء کو کیا گیا۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 756)
۶۔حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے 17 نومبر 1972ء کو سالانہ اجتماع کے افتتاحی اجلاس کے بعد لجنہ اماء اللہ میں دس سال خدمت کرنے والی خواتین کو سنداتِ خوشنودی عطا کیں(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 753 تا 759)۔سنداتِ خوشنودی کی کل تعداد 762 تھی جن میں سے 223 سنداتِ خوشنودی بیرونِ پاکستان کی ممبراتِ لجنہ کی تھیں۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 760)
۷۔اس تاریخی اجتماع کے موقع پر دفتر لجنہ اماء اللہ کو برقی قمقموں کی مدد سے بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔لجنہ ہال،جامعہ نصرت اور نصرت گرلز سکول میں قیام گاہوں کا انتظام کیا گیا تھا۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 753)
۸۔بیرونِ پاکستان کی نمائندہ خواتین کے لیے استقبالیہ کا اہتمام 16 نومبر 1972ء کیا گیا(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 753)۔نیز ان میں سے بعض نمائندگان کے اعزاز میں لجنہ اماء اللہ لاہور نے بھی ایک تقریب کا انتظام کیا۔اس تقریب میں بڑی تعداد میں معزز غیر احمدی خواتین بھی شامل ہوئیں۔محترمہ سلمیٰ تصّدق حسین صاحبہ بھی اس تقریب میں شامل ہوئیں۔حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ان سے ذاتی مراسم تھے۔حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ نے اس تقریب میں شامل ہو کر اس کو برکت بخشی۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 4 صفحہ 42)
۹۔اس اجتماع کے موقع پر نصرت انڈسٹریل سکول کی طرف ایک نمائش کا انتظام بھی کیا گیا۔اس میں تمام اشیا اسی سکول طالبات نے تیار کی تھیں۔اس نمائش کا افتتاح حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے کیا۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 760)
۱۰۔لجنہ کے ساتھ ساتھ ناصرات الاحمدیہ کا اجتماع بھی منعقد کیا گیا۔حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے ناصرات سے بھی خطاب کیا۔
۱۱۔حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے باقاعدگی سے چھ سال تعلیم القرآن کلاس میں شامل ہونے والی ممبرات میں سندات تقسیم کیں۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 756)
۱۲۔حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنے خطاب میں اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ احمدی

خواتین جلسہ سالانہ 1972ء کے موقع پر لجنہ اماء اللہ کا بیج لگا کر آئیں۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 779)

۱۳۔لجنہ اماء اللہ کے پنجاہ سالہ جشنِ تشکّر کا ذکر قومی اخبارات "نوائے وقت لاہور"، "روزنامہ امروز لاہور" اور "روزنامہ مغربی پاکستان" نے اپنے شمارہ جات میں کیا۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 760)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنے افتتاحی خطاب میں کہا کہ

"آئندہ لجنہ اماء اللہ کی ترقی کی بنیاد موجودہ ناصرات کی تربیت پر منحصر ہے۔اگر آپ ان کی تربیت کی طرف پوری توجہ دیں گی۔اُن کو مذہب کے احکام پر چلنے والی، اللہ تعالیٰ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ مجید سے محبت رکھنے والی، قوم کا درد دلوں میں رکھنے والی، بے لوث خدمت کرنے والی، کسی کو دکھ نہ دینے والی اور اسلام کے لیے ہر قربانی ہنستے مسکراتے دینے والی بنائیں گی تو یقیناً لجنہ اماء اللہ کی تاریخ کے آئندہ باب سنہرے الفاظ میں لکھے جائیں گے۔لجنہ اماء اللہ اور قوم کی آئندہ تاریخ کو سنوارنا یا بگاڑنا آپ کے ہاتھوں میں ہے۔خدا کرے ہماری نئی نسل کے اندر وہ جذبۂ شوق اور قربانی پیدا ہو جائے کہ اگلے پچاس سال کی تاریخ لکھنے والا آپ کی قربانیوں کا تذکرہ کیے بغیر تاریخ مرتب نہ کر سکے۔ان شاء اللہ العزیز۔"(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 754 تا 755)

اردو مجلّہ جشنِ تشکّر پنجاہ سالہ کے لیے آپ کا پیغام

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنے پیغام میں کہا کہ

"قوم وہی زندہ رہتی ہے جس کی اگلی نسل پچھلی نسل کی جگہ لینے کے لیے طیار (تیار) رہے۔موجودہ زمانہ کی آزادی اور بے راہ روی کا صحیح توڑ صرف اور صرف عورتوں کے ذریعہ ہو سکتا ہے اگر وہ اپنے بچوں کی خالص دینی ماحول میں تربیت کریں، قرآنی احکام سے ان کو روشناس کروائیں۔اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کا جذبہ اور قرآنِ مجید کے احکام پر چلنے کا جذبہ اس شدّت کے ساتھ ان کے دلوں میں پیدا کریں کہ بڑے سے بڑا شیطانی حملہ ان کے دلوں کے گرد کھنچی ہوئی حصار کو نہ توڑ سکے۔

یہی اس زمانہ میں آپ کا سب سے بڑا کام ہے اور یہی آپ کا سب سے بڑا فرض، اللہ تعالےٰ کے فرمان کے مطابق کہ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (تحریم:7)۔ہر احمدی خاتون اور ہر ممبر لجنہ کا فرض اپنی اولادوں کو دنیا پرستی کی آگ سے محفوظ رکھتے ہوئے سچا مسلمان بنانا ہے۔

میری بہنو! آپ کے لیے بہت بڑا لمحہ فکریہ ہے آپ نے غور و فکر اور تدبّر سے ان مسائل کو حل کرنا اور اپنی آئندہ نسل کو اپنے سے بہتر مخلص اور قرآن کی علمبر دار بنانا ہے۔ جن کے علم اور عمل سے نور کی شعاعیں دنیا میں پھیلیں اور یہ سب کچھ آپ کے اپنے عملی نمونہ کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ خود قرآن سیکھیں، اس پر عمل کریں، دوسروں کو پڑھائیں اپنے عمل سے دنیا پر ثابت کریں کہ دنیا میں زندہ کتاب صِرف قرآنِ مجید ہے اور زندہ مذہب صرف اسلام ہے۔" (مجلّہ پنجاہ سالہ صفحہ 10)

انگریزی مجلّہ جشنِ تشکّر پنجاہ سالہ کے لیے آپ کا پیغام

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنے پیغام میں کہا کہ

"By the grace of God, fifty years will be completed on 25th of December 1972 since the LajnaImaillah came into being. Half a century is not a little slice in the life of a nation. Eighty years ago, a voice rose from Qadian and since then its echo has been heard from the four corners of the universe. Not only the community has taken rapid strides on the path of progress, winning admiration from friends and foe but LajnaImaillah, the Ahmadiyya Women's Organization has also devoted all its energies in the service of Islam.

The Ahmadiyya women of Pakistan, as well as those of USA, England, Europe, East and West Africa, Mauritius and Fiji Islands have played an important role in making immense sacrifices. May Allah accept our sacrifices and may our present and future generations hold high the banner of Islam. Amen.

The happy movements of today are harbingers of new responsibilities. In the present era, when all powers of the world are united in their opposition to Islam, it is the duty of every Ahmadi woman no matter in

which part of the world she resides, to keep alive the crusade of Islam by her sacrifices, her prayers and by bringing up her children according to Islamic rites. Rejuvation of Islam demands the following sacrifices from us:

1. Sacrifice of our ambitions and emotions,
2. Sacrifice of our wealth,
3. Sacrifice of our time,
4. Sacrifice of our children.

To come out successful from these trials and tribulations, you must beseech from God's help continuously. This alone is the means of attaining nearness to God and presenting before the world the proof, that Allah listens to our prayers and grants them.

We believe in a living God. Our religion is a living religion and the Holy Prophet Muhammad (peace and blessings of God be upon him) – a living prophet." (Lajna Speaks page 18)

آپ کے پیغام کا اردو ترجمہ پیش ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے 25 دسمبر 1972ء کو لجنہ اماء اللہ کے قیام پر پچاس سال پورے ہو جائیں گے۔ قوموں کی زندگی میں پچاس سال کچھ کم عرصہ نہیں ہوتا۔ اَسّی سال پہلے قادیان سے ایک چھوٹی سے آواز بلند ہوئی اور اس وقت سے دنیا کے چاروں کونوں میں اس آواز کو (بڑی توجہ سے) سنا گیا۔ نہ صرف جماعت نے ہر جگہ ترقی کی بلکہ (اس کی) خواتین کی تنظیم لجنہ اماء اللہ نے بھی اپنی تمام طاقتیں اسلام کی خدمت میں صَرف کر دیں۔

نہ صرف پاکستان کی احمدی خواتین نے بلکہ امریکہ، انگلستان، یورپ، مشرقی و مغربی افریقہ، ماریشس اور جزائر فجی میں رہنے والی احمدی خواتین نے غیر معمولی قربانیوں پیش کیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری قربانیوں کو قبول فرمائے اور نہ صرف ہماری موجود نسل کو بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی اسلام کا جھنڈا

سر بلند رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آج کے خوشی کے لمحات مستقبل کی نئی ذمہ داریوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ آج جبکہ دنیا کی تمام طاقتیں اسلام کی مخالفت میں متحد ہیں، دنیا کے ہر خطہ میں رہنے والی ہر احمدی عورت کا فرض ہے کہ اسلامی جہاد کو اپنی قربانیوں، اپنی دعاؤں اور اپنے بچوں کی صحیح اسلامی طریق پر تربیت کرتے ہوئے جاری رکھے۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے مندرجہ ذیل قربانیاں مانگتا ہے:

۱۔ اپنے جذبات اور خواہشات کی قربانی

۲۔ اپنے مال کی قربانی

۳۔ اپنے وقت کی قربانی

۴۔ اپنی اولاد کی قربانی

ابتلاؤں اور امتحانوں میں کامیاب ہونے کے لیے آپ کو ہمیشہ اپنے خدا سے مدد مانگنی چاہیے۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے جو آپ کو خدا کا قرب عطا کرے گا اور آپ دنیا کو دکھا سکیں گی کہ ہمارا خدا ہماری دعاؤں کو سنتا اور انہیں قبول کرتا ہے۔

ہم ایک زندہ خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ ہمارا مذہب زندہ مذہب ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم زندہ نبی ہیں۔

لجنہ اماء اللہ کے دفتر اور ہال کی تعمیرِ نو

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لجنہ اماء اللہ کا نیا دفتر اور ہال بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے دورِ صدارت میں ہی تعمیر ہوا۔ ان عمارات کی از سرِ نو تعمیر بھی لجنہ اماء اللہ کے پنجاہ سالہ جشنِ تشکّر کا حصہ تھی۔ نئے دفتر کی سنگِ بنیاد 3 مئی 1985ء کو رکھا گیا اور جلد ہی اس کی تکمیل ہو گئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خطبۂ جمعہ فرمودہ 16 جنوری 1987ء میں ان عمارات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"لجنہ اماء اللہ کی صدر محترمہ کی طرف سے بار بار مجھے اس بارے میں یاددہانی ہو رہی ہے۔ صدر لجنہ اماء اللہ نے کچھ سال پہلے لجنہ کے دفاتر کی تعمیرِ نو کی اجازت لی تھی۔ پرانی عمارت اتنی

بوسیدہ ہوچکی تھی کہ وہ جگہ جگہ سے، بعض دفعہ چھت سے بھی اینٹیں ٹوٹ کے گرتی تھیں۔۔۔۔بالآخر انجینئرز نے مشورہ دیا کہ یہ عمارت اتنی بوسیدہ ہو چکی ہے کہ اب ہرگز لائق نہیں کہ اسے مزید آگے چلایا جائے۔

چنانچہ دو حصوں میں ان کی عمارت کی تعمیرِ نو کا پروگرام بنا، ایک دفتر اور ایک ہال۔دفتر تو اللہ کے فضل سے مکمل ہو گیا ہے۔"(خطباتِ طاہر جلد6، صفحہ 41)

اسی خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دنیا بھر میں بسنے والے احمدی مرد وخواتین اور مرکزی انجمنوں اور ذیلی تنظیموں کو لجنہ اماء اللہ کے دفاتر اور ہال کی تعمیرِ نو کے لیے چندہ کی تحریک فرمائی۔حضورؒ نے فرمایا کہ

"دس لاکھ مَیں نے ان کو قرض دلوایا تھا، چار لاکھ اپنی روز مرہ کی بچت میں سے پورا کر چکی ہے، واپس دے چکی ہے۔چھ لاکھ کا یہ قرض لجنہ پر ہے۔اس کے علاوہ ہال کے لیے ان کو بیس لاکھ چاہیے۔اگر یہ بیس لاکھ قرض ان کو دیا جائے تو چھبیس لاکھ کی رقم ہے جو انہوں نے دو سال میں واپس کرنی ہے کیونکہ اگرچہ اُن کی طرف سے تو یہی مطالبہ ہے کہ ہمیں صد سالہ جوبلی سے پانچ سال کا قرض دے دیا جائے۔صد سالہ جوبلی تو آنے میں اب دو سال رہ گئے ہیں۔۔۔۔اس لیے میں نے سوچا ہے کہ دو سال کے لیے ان کو قرض دیا جائے اور ان کی طرف سے عالمی لجنات کو تحریک کی جائے کہ حسبِ توفیق جتنا بھی وہ بوجھ اٹھا سکتی ہیں وہ اس چندے میں حصہ لیں۔۔۔

مَیں چاہتا ہوں کہ مرد بھی ان کے ہال میں چندے دے کر اس نیکی میں، اس قربانی میں شامل ہوں۔۔۔۔

اس موقع پر انجمنیں بھی کچھ نہ کچھ حصہ لیں اور ذیلی تنظیمیں بھی کچھ نہ کچھ حصہ لیں۔"

(خطباتِ طاہر جلد6، صفحہ 41تا43)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی اس عالمی تحریک کے بعد مرکزی انجمنوں اور ذیلی تنظیموں نے اس تحریک میں عطیات دیئے۔خود حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے دس ہزار روپے پیش کیے۔(ماہنامہ مصباح ربوہ، فروری 1987ء صفحہ 4)

حضورؒ کی تحریک پر لبّیك کہنے کے لیے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے ان الفاظ میں

احمدی خواتین سے تحریک کی کہ

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے لجنہ اماء اللہ کا دفتر گرا کر دوبارہ تعمیر کیا جا چکا ہے اور عنقریب ہال کی تعمیر شروع ہونے والی ہے جس کے لئے 26 لاکھ روپے کی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 16 جنوری کو تحریک فرمائی ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ جس نیک ظن کا اظہار آپ کے متعلق حضور نے فرمایا ہے اُسے آپ پورا کریں گی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر قربانی پیش کریں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ دو سال کے عرصہ میں یہ چندہ آپ جمع کر سکیں۔ آپ کی کوشش ہونی چاہئے کہ ہر احمدی بہن تک اس تحریک کو پہنچائیں تا کوئی احمدی بہن اس نیک تحریک میں شامل ہونے سے رہ نہ جائے۔"

(ماہنامہ مصباح ربوہ، فروری 1987ء صفحہ 13)

نئے لجنہ ہال کی بنیاد 20 فروری 1988ء کو رکھی گئی اور تکمیل 1992ء میں ہوئی۔

جماعت احمدیہ کے قیام پر صد سالہ جوبلی جشنِ تشکّر

1973ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت کے سامنے صد سالہ جشنِ تشکّر کا عظیم روحانی منصوبہ پیش فرمایا۔ جس کے تحت 1989ء میں جماعت احمدیہ کے قیام پر سو سال پورے ہونے کے موقع پر خدا تعالیٰ کی حمد کے ترانے گانے کی طرف توجہ دلائی گئی اور آئندہ کے لیے خدمت اسلام اور خدمتِ انسانیت کے نئے عزم پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہونے کے لیے پروگرام بنائے گئے۔ تقدیرِ الٰہی سے حضورؒ کا وصال 1982ء میں ہو گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی قیادت میں جماعت احمدیہ عالمگیر نے اپنے قیام پر ایک سو سال پورے ہونے پر جشنِ تشکّر منایا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اس موقع پر دنیا بھر میں پھیلی ہوئی لجنات کو مبارک باد کا پیغام بھجوایا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک الفاظ میں احمدی خواتین کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ (خطاباتِ مریم جلد 2 صفحہ 798 تا 801)

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کو صد سالہ جشنِ تشکّر کے موقع پر بھی مجلّہ شائع کرنے کی توفیق ملی۔

مجلّہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ صد سالہ جشنِ تشکّر کے لیے آپ کا پیغام

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنے پیغام میں کہا کہ

"اس موقع پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے یہ مبارک دن دکھایا۔ پھر حضرت امام جماعتِ احمدیہ مرزا طاہر احمد صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ ان کی سیادت میں جماعت احمدیہ اپنی پہلی صدی ختم کرکے دوسری صدی میں داخل ہوئی ہے۔ پھر ساری جماعت کے مردوں اور عورتوں کو مبارکباد پیش کرتی ہوں اور ان سب کو خراجِ تحسین پیش کرتی ہوں جنہوں نے احمدیت کی خاطر جانیں قربان کیں۔ عزتوں کی پرواہ نہ کی۔ مال پیش کیا اور اولاد پیش کی اور اس گروہ میں شامل ہوگئے جن کے متعلق ارشاد ہے:۔

ان مومنوں سے کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جنہوں نے اس وعدہ کو جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا سچا کر دیا۔ پس بعض تو ایسے ہیں جنہوں نے اپنی نیت کو پورا کر دیا۔ اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہے ہیں اور اپنے ارادہ میں کوئی تزلزل انہوں نے نہیں آنے دیا" (احزاب:24)

کس کس کا نام لیا جائے۔ اس رسالہ کا حجم بھی اس طویل فہرست کا متحمل نہیں ہو سکتا جنہوں نے ہر قدم پر خدا تعالیٰ کے مامور کی آواز پر لبّیك کہا اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا۔

آج سے سو سال پہلے کا تصوّر کیجیے۔ قادیان کی چھوٹی سی پس ماندہ بستی جہاں نہ ریل تھی نہ ڈاکخانہ نہ تارگھر نہ فون نہ تعلیم کا کوئی انتظام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مبعوث فرمایا۔ آپ اکیلے تھے۔ کوئی ساتھ دینے والا نہ تھا۔ اپنے خاندان کے لوگ بھی آپ کی دنیا سے بیزاری اور دین سے رغبت دیکھ کر آپ سے چڑتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ دنیا میں کیا کرے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ بڑے پیار اور محبت سے آپ کو بتا رہا تھا کہ

'وہ تجھے بہت برکت دے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔'

(نوٹ از مرتب: الہام کے اصل الفاظ ہیں: 'مَیں تجھے بہت برکت دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد22 صفحہ100)')

آج ہمارے دل خوش ہیں کہ پہلی صدی کے ختم ہونے سے قبل ایک نہیں بلکہ کئی بادشاہوں نے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے کپڑوں سے برکت حاصل کی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا

اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَكَ

(مَیں اس کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کا ارادہ کرے گا)

(نزول المسیح۔روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 567)

یہ ایک نہایت پر شوکت وحی اور پیشگوئی ہے۔جس کا ظہور مختلف پیرایوں میں ہوتا رہا ہے۔اور جس کسی نے اس سلسلہ کو ذلیل کرنے کی کوشش کی وہ خود ذلیل اور ناکام ہوا۔

احمدیت کی تاریخ کے سو(100) سال کا ہر دن اس پر گواہی دے رہا ہے کہ پیشگوئی بار بار پوری ہوگی اور ہر بار پوری شان سے پوری ہوگی۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی تھی کہ

'تیری مدد وہ لوگ کریں جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے۔خدا کی باتوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔'(تذکرہ صفحہ 39)

آپ اکیلے تھے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا گیا۔نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ دنیا کے ہر ملک میں۔آج روئے زمین کے 122 ملکوں میں جماعتیں قائم ہوچکی ہیں۔جن کا ہر فرد حضرت امام جماعت احمدیہ کی آواز پر لبّیک کہہ رہا ہے۔

میری عزیز بہنو!اس موقع پر ہم پر عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر تم میرا شکر کروگے تو تمہیں اور دوں گا۔ہر لمحہ اس کی خاطر زندگیاں گزارنی چاہئیں۔نیک نیّتوں کے ساتھ۔صاف اور پاک زندگیاں جس کے ہر لمحہ میں اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے بندوں سے محبت کا اظہار ہو۔ہم اپنا وقت ضائع نہ کریں۔خود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اسوہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالیں اور اپنے بچوں کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ وہ بڑے ہوکر اپنی ذمہ داریوں کو اٹھانے کے قابل ہوجائیں۔اگلی نسل کی تربیت آپ کرنا آپ کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔اس سے غافل نہ ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔"(مجلّہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ صد سالہ جشن تشکّر صفحہ 14 تا16)

مجلّہ لجنہ اماء اللہ کراچی صد سالہ جشنِ تشکّر کے لیے آپ کا پیغام

مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کی درخواست پر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے لجنہ اماء اللہ کراچی کے مجلّہ "المحراب" صد سالہ جشنِ تشکّر نمبر کے لیے مندرجہ ذیل پیغام بھیجا تھا:

"لجنہ اماء اللہ کراچی صد سالہ جشنِ تشکّر کے موقع پر ایک مجلّہ شائع کر رہی ہے جس کا نام 'المحراب' رکھا گیا ہے۔ عربی میں محراب گھر کے بہترین حصے کو کہتے ہیں۔'محراب' کے نام سے مجلّہ شائع کرنے کا مطلب ہے کہ آپ بہترین دور میں داخل ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور فضل ہے کہ اس نے ہمیں یہ مبارک دن دکھایا کہ جماعت پہلی صدی ختم کر کے دوسری صدی جو ان شاء اللہ غلبہ کی صدی ہو گی میں داخل ہو چکی ہے۔

سلام ان عظیم ہستیوں پر جنہوں نے پہلی صدی میں مہدی کو پہچان لینے کی وجہ سے ہر قسم کی سختی سہی۔ دکھ اور آزار اٹھائے۔ انواع و اقسام کے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ آزمائشیں آئیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کے وفادار بندے ثابت ہوئے اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں صادق اور راست باز ٹھہرے۔ آنے والی نسلیں ان پر رشک کریں گی۔

اب آپ دوسری صدی میں داخل ہو چکی ہیں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے خدا تعالیٰ سے بشارت پا کر جماعت کو بشارت دی تھی۔

"سچائی کی فتح ہو گی اور اسلام کے لیے پھر اُس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ چڑھے گا۔ جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جاں فشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اُس کے ظہور کے لیے نہ کھو دیں اور اعزازِ اسلام کے لیے ساری ذلّتیں قبول نہ کر لیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی۔ مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے۔" (فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 10 تا 11)

پس میری بہنو! نئی صدی ہمارے لیے بھاری ذمہ داریاں لا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے کہ انسان کو چاہیے دیکھتا رہے کہ اس نے کل کے لیے کیا تیاری کی ہے۔ پس ہمیں جائزہ لینا چاہیے کہ کیا ہم نے اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو یہ ذمہ داریاں اٹھانے کے لیے تیار کیا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو آپ کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ وہی قوم زندہ رہتی ہے جس کی اگلی نسل پہلی نسل کے کام کے تسلسل کو جاری رکھ سکے۔ پس ہمارے قدم رُکیں نہیں چلتے جائیں بڑھتے جائیں اور اپنے ساتھ اگلی نسل کو بھی

لے کر چلیں۔ اُن کے دلوں میں دین کے لیے غیرت، اللہ تعالیٰ سے پیار اور آنحضرت ﷺ سے عشق پیدا کریں۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا جذبہ پیدا کریں۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کریں کہ اس نے یہ مبارک دن دکھائے۔ خوشی ہم پر نیند طاری نہ کر دے بلکہ زیادہ چست کر دے۔ یہاں تک کہ محنت اور جاں فِشانی سے ہمارے جگر خون ہو جائیں۔ دعائیں کریں کثرت سے کہ قربانیوں کی توفیق بھی اس کے فضل کے بغیر نہیں ملتی۔ دعائیں کریں کہ خزاں کا دور بہار سے بدل جائے اور نسیم عنایاتِ یار سے پھر چلنے لگ جائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔" ("المحراب" مجلّہ لجنہ اماء اللہ کراچی بر موقع صد سالہ احمدیہ جشنِ تشکّر صفحہ 22)

لجنہ اماء اللہ کے لیے نئی کارکنات کی تیاری

عزیز تھے ہمیں نو واردانِ کوچۂ عشق

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے بڑی تعداد میں احمدی خواتین کو لجنہ اماء اللہ کے کاموں کے لیے اس رنگ میں تربیت دی کہ وہ خود اپنے اپنے حلقہ میں لجنہ اماء اللہ کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے قابل ہو گئیں۔ بہت سی احمدی خواتین نے آپ کی سیرت پر مضامین تحریر کیے ہیں اور اس بات کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے کہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے زیرِ تربیت رہنے کے بعد ان کو دنیا کے مختلف ممالک کی لجنات میں خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك

آپ کے ساتھ مکرمہ امۃ الرؤف روفی صاحبہ بنت مکرم محمد اسحاق ارشد صاحب (احمدیہ ماڈرن سٹور ربوہ) نے تاریخ لجنہ اماء اللہ کے سلسلہ میں بطور معاون خدمت کی توفیق پائی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اُنہیں ایک مرتبہ کہا کہ "امی سے کہنا کہ تمہاری کافی ساری بیٹیاں ہیں۔ ان میں سے آدھی مجھے خدمتِ دین کے لیے دے دو"۔ مکرمہ امۃ الرؤف روفی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ہم آٹھ بہنوں میں سے چار کو لمبا عرصہ لجنہ اماء اللہ کی خدمت کی توفیق ملی۔

فضلِ عمر درس القرآن کلاس میں طالبات سے ذاتی تعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد کے تحت گرمیوں کی رخصتوں میں فضلِ عمر درس القرآن کلاس کا اہتمام ہوتا تھا۔ اس میں ملک بھر سے احمدی خواتین بڑی تعداد میں شامل ہوا کرتی

تھیں اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ ان کی دیکھ بھال اور مہمان نوازی میں مصروف رہتیں اور ان کو حسبِ موقع نصائح بھی کرتیں اور اس طرح ان خواتین اور بچیوں سے ذاتی تعلق قائم کرتی تھیں۔

معتکفات کے لیے انتظامات

مسجد مبارک میں اعتکاف بیٹھنے والی خواتین کا انتظام بھی نہایت ذوق و شوق سے کیا کرتی تھیں۔ رمضان میں آپ نمازِ فجر اور درسِ حدیث میں شامل ہونے کے لیے جاتیں۔ ظہر کے بعد درسِ قرآن میں شامل ہوتیں اور معتکفات کی ضروریات پر بھی نظر رکھتیں اور رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی برکتیں حاصل کرنے کے بارہ میں نصائح کرتیں۔

مقامی سطح پر منعقد ہونے والے لجنہ کے اجلاسات میں شرکت

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ ربوہ کے محلّہ جات کے اجلاسات میں بھی شامل ہوتیں اور خطابات فرماتیں۔

ان میں بالخصوص جلسہ یوم مصلح موعود شامل ہیں۔ لجنہ اماء اللہ ربوہ کے تحت جلسہ مصلح موعودؓ منعقد کیا جاتا تھا جس کی صدارت عموماً آپ کرتیں اور پیشگوئی مصلح موعود کے حوالہ سے خطاب کرتیں۔ آپ ربوہ کے مختلف محلّہ جات میں "تقاریب آمین" میں بھی شامل ہوتیں اور محلّہ جات کی سطح پر بھی لجنہ کے جلسوں میں شامل ہو کر نصائح کرتیں۔ اسی طرح اپنے محلّہ کے پروگراموں میں شرکت کیا کرتیں۔

صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

"محلّے کی طرف سے جو بھی پروگرام ہوتا ضرور شرکت کرتیں۔ فرمایا کرتیں کہ محلّے کا کوئی بھی فنکشن ہو تو مجھے ضرور شامل کریں۔ چنانچہ جب کبھی کُلُوْا جَمِیْعًا کا انتظام ہوتا تو خود شامل ہوتیں۔ اپنی طرف سے کھانا بھجتیں اور سب کے ساتھ مل کر تناول فرماتیں۔"

ایم۔ ٹی۔ اے کے لیے ریکارڈنگز

تاریخ کے وہ حصے جو صرف زبانی بیان کیے جاتے ہیں اور ان کا ذکر کسی اخبار یا رسالہ میں

نہیں ہوا ہوتا ان کو آپ نے ایم۔ٹی۔اے کی چند ریکارڈنگز کے ذریعہ بیان کیا۔جب ایم۔ٹی۔اے شروع کیا گیا تھا اُس وقت آپ کی صحت گرنا شروع ہو چکی تھی اس لیے آپ باقاعدگی سے یہ خدمت سرانجام نہ دے سکی تھیں۔آپ صرف حضرت اماں جانؓ اور لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی تاریخ کے حوالہ سے اور چند تربیتی پروگرام ہی ریکارڈ کرو اسکیں۔

ایم۔ٹی۔اے کے اجرا سے قبل آپ نے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے شعبہ سمعی و بصری کے تحت قرآنِ کریم کے ترجمہ کی آڈیو ریکارڈنگ بھی شروع کروائی تھی جس کے انیس پارے مکمل کیے جا سکے تھے۔

احمدی خواتین سے ملاقاتیں

خاکسار کے نزدیک دعا کے بعد جو سب سے بڑی خدمت حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے احمدی خواتین کی کی ہے وہ ان سے ملاقاتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔یہ ایک نہایت اہم اور مشکل کام ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ

لَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ

(خلق اللہ سے منہ مت پھیر اور ان کی ملاقات سے مت تھک)

(سراج منیر۔روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 73)

حضورؑ اس الہام کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

"ہر ایک طرف سے اور ہر ایک راہ سے تیرے پاس مہمان آئیں گے اور اس قدر کثرت سے آئیں گے کہ قریب ہے کہ تُو اُن سے تھک جاوے یا بد خُلقی کرے۔اس لیے پہلے سے بتا دیا کہ نہ تُو اُن سے تھکے اور نہ بد خُلقی کرے"(ملفوظات جلد 5 صفحہ 128)

حضرت مصلح موعودؓ نے شروع سے ہی آپ کی تربیت ایسے رنگ میں فرمائی کہ لوگوں کو ملنے سے گھبرانا نہیں۔ہر قسم کے لوگ ملنے آئیں گے۔امیر بھی ہوں گے اور غریب بھی۔تعلیم یافتہ بھی ہوں گے اور غیر تعلیم یافتہ بھی۔شہری بھی ہوں گے اور دیہاتی بھی۔

یہ ایک مشکل کام اس لیے بھی ہے کہ دن بھر کے انتظامی اور تربیتی کاموں سے فارغ ہو کر

انسان اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے کچھ وقت نکالتا ہے اور اُن اوقات میں بھی بعض لوگ ملاقات کے لیے آتے ہیں۔ خوشگوار ملاقات کے لیے ضروری ہے کہ انسان کا اپنے دل اور جذبات پر مکمل کنٹرول ہو اور کسی طرح بھی آنے والے کی دل شکنی نہ ہو۔ ہر انسان اپنے اپنے مسائل سے دوچار ہوتا ہے اور ان مسائل کو آنے والے مہمان پر ظاہر نہ ہونے دینا اور ملاقاتی کے مسائل اور معاملات پر اپنی توجہ قائم رکھنا اولوالعزم لوگوں کا ہی کام ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی بزرگ ہستی کو بھی حکم دیا جو اوپر درج کیا گیا ہے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی زندگی کا ایک بڑا حصہ احمدی خواتین سے میل ملاقات میں صَرف ہوا۔ اس کا صحیح اندازہ تو ساتھ رہنے والے ہی کر سکتے ہیں۔ عموماً آپ کا طریق تھا کہ صبح سے لے کر ظہر سے قبل تک ملاقاتیں کیا کرتی تھیں لیکن اگر خواتین ربوہ سے باہر سے آئی ہوتیں تو ان سے شام کو بھی مل لیتی تھیں۔ گویا ملنے والوں کا ایک سلسلہ تھا جو صبح سے شروع ہو کر شام تک جاری رہتا اور آپ مسلسل ہمت و استقلال کا پیکر بنی سب مہمانوں سے ملتی رہتیں۔ آپ سے ملاقات کے لیے غیر احمدی خواتین بھی آتی تھیں۔

بیرونِ پاکستان احمدی خواتین سے تعلقاتِ محبت

جیسے جیسے احمدیت کا پیغام دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلتا گیا ویسے ویسے ان ممالک میں بھی لجنہ اماء اللہ قائم ہوتی گئیں جو اپنے انتظام کے لحاظ سے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے ماتحت تھیں۔

1973ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بیرون پاکستان احمدیوں کو ارشاد فرمایا کہ وہ بھی مرکزی جلسہ سالانہ ربوہ میں شامل ہوں۔ اُس سال صرف چند خواتین ہی جلسہ سالانہ میں شامل ہو سکیں۔ لیکن جلسہ سالانہ 1974ء سے باقاعدہ وفود کی صورت میں احمدی خواتین بیرون پاکستان سے آنے لگیں اور ان کی مہمان نوازی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے سپرد ہوتی تھی۔ آپ ان سے بے حد شفقت اور محبت کا سلوک کرتیں اور آپ کی کوشش ہوتی کہ ہر ایک کے ساتھ آپ کا ذاتی تعلق قائم ہو جائے۔

ان مہمان خواتین کے قیام کے دوران حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اُن کو لجنہ اماء اللہ

کے تنظیمی کاموں، تربیتی مسائل اور علومِ دینیہ کے علاوہ ان کے ذاتی مسائل پر بھی رہنمائی کرتیں۔ ان کے ساتھ چائے اور طعام میں شریک ہونے کے علاوہ اپنے گھر میں بھی ان کی مہمان نوازی کرتیں۔ غرض تالیفِ قلب کی جو بھی صورت ہو سکتی آپ اُس پر عمل کرتیں۔

جلسہ سالانہ مستورات 1974ء میں شامل ہونے والی ایک امریکی احمدی خاتون مکرمہ ناصرہ رضا کینوشا صاحبہ نے اپنے تاثرات یوں بیان کیے کہ

"مردوں کو علیحدہ جگہ لے جایا گیا اور عورتوں کو الگ گھر میں ٹھہرایا گیا۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ ہماری ملاقات کے لیے سب سے پہلے آئیں۔ جب مَیں ان کی مہربان، شفیق اور پُرسکون آنکھوں میں دیکھتی تو ایک ناقابلِ بیان احساس پیدا ہوتا۔ اُن کی پُر شفقت نظروں نے ہمارے چہروں پر خوشی کی مسکراہٹ بکھیر دی۔ ان کے گلے ملے تو پھر دُور ہونے کو دل نہ چاہتا تھا۔ پہلی ہی دفعہ مل کر ہم ان کے گرویدہ ہو گئے۔ یوں لگتا تھا کہ ان کی شخصیت نے ماحول کو ایک خاص رونق اور حُسن بخش دیا ہے۔ الحمد للہ۔ ایک نظر ان کو دیکھنے پر میرا دل یہ کہہ اٹھا مَیں بھی ان جیسا بننا پسند کروں گی۔"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 4 صفحہ 278)

مجھے جلسہ سالانہ کی "نظامت ریزرو 2" میں بھی خدمت کا موقع ملا ہے۔ اس نظامت کے سپرد غیر ملکی مہمانوں کی خدمت اور مہمان نوازی تھی۔ مختلف جلسوں میں مختلف گیسٹ ہاؤسز میں غیر ملکی مہمان خواتین کی رہائش کا انتظام ہوتا تھا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ان غیر ملکی مہمانوں کے محبانہ تعلقات مجھے نہ صرف اپنے گھر میں نظر آتے تھے بلکہ جلسہ کی ڈیوٹی کے دوران بھی میں یہی مشاہدہ کرتا تھا اور یہ سلوک تمام غیر ملکی مہمان خواتین کے ساتھ تھا۔ متعدد غیر ملکی احمدی خواتین کے ساتھ آپ کی خط و کتابت تھی۔ ان میں سے بعض آپ کو اپنے بچوں کی تصاویر بھی بھجوایا کرتی تھیں، جو آپ کے کاغذات میں محفوظ رہتی تھیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ حتّی الوسع تحائف کا تبادلہ بھی ہوتا تھا۔

یہاں مَیں امریکہ کی ایک مخلص احمدی خاتون مکرمہ سلمٰی غنی صاحبہ کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں۔ انہی جلسوں میں آپ کے اُن کے ساتھ تعلقات قائم ہوئے تھے اور وہ تعلقات بڑھتے بڑھتے باہمی محبت میں تبدیل ہو گئے۔ مکرمہ سلمٰی غنی صاحبہ لجنہ اماء اللہ امریکہ کی صدر بھی رہی ہیں۔

اسی طرح انڈونیشیا کی مشہور خادمِ سلسلہ "پونتو فیملی" کی خواتین کے ساتھ بھی باہم محبت کا تعلق تھا۔ مکرم یحییٰ پونتو صاحب کی اہلیہ اور دختران، بالخصوص مکرمہ خدیجہ پونتو صاحبہ، سے غیر معمولی محبانہ تعلقات تھے۔ مکرمہ خدیجہ پونتو صاحبہ اب بھی آپ کو یاد کرتی ہیں۔

ان دو خواتین کا ذکر صرف غیر معمولی ہونے کی وجہ سے نمونہ کے طور پر کیے ہیں۔

آخر پر مکرم الحاج مظفر احمد ظفر صاحب کے تاثرات لکھتا ہوں۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ

"ہماری خواتین بھی (جو ہمارے وفد میں شامل تھیں) عظیم ہستیوں کی ملاقات سے محروم نہیں رہیں۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے ہماری لجنہ کی ان ممبرات پر جنہیں گزشتہ دو جلسوں میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا اپنے اوصافِ حمیدہ کا دائمی اثر چھوڑا ہے۔ آپ کے اور حضرت بیگم صاحبہ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کے ساتھ ملاقاتوں اور روابط کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ امریکہ میں احمدی خواتین اب باقاعدہ پردہ کرتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ امریکہ میں ہماری بہنیں روز مرّہ کی زندگی میں ربوہ کی خواتین کے اوصافِ حمیدہ کو اپنانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہیں۔" (الفضل ربوہ، جلد 30/65، نمبر 62، 17 مارچ 1976ء صفحہ 2و5)

مکرم الحاج مظفر احمد ظفر صاحب اس وقت جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے امریکی وفد کے امیر تھے۔ امریکہ میں آپ کو لمبا عرصہ مختلف حیثیتوں میں خدمتِ دین کی توفیق ملی۔ بوقتِ وفات آپ جماعت احمدیہ امریکہ کے نائب امیر تھے۔

بیرونِ پاکستان کے دورہ جات

یورپ اور شمالی امریکہ کا نجی دورہ اور لجنہ کے پروگرام (1983ء)

حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد آپ پہلی مرتبہ 1983ء میں یوکے، یورپ، امریکہ اور کینیڈا کے سفر پر گئیں۔ گو یہ آپ کا نجی دورہ تھا لیکن اس سفر کا بڑا حصہ لجنہ اماء اللہ کے پروگراموں اور احمدی خواتین سے ملاقاتوں میں صَرف ہوا۔ اُس وقت لجنہ اماء اللہ لندن کے بارہ حلقے تھے اور آپ نے تمام حلقوں کا دورہ کیا اور اس کے علاوہ لندن سے باہر کئی شہروں میں لجنہ اماء اللہ کے پروگراموں میں شرکت کی۔ نیز لجنہ اماء اللہ یوکے کے اجتماع میں بھی شرکت کی۔

یورپ کے سفر میں سپین، جرمنی، ہالینڈ، بیلجئیم اور سوئٹزر لینڈ میں آپ احمدی خواتین سے ملتی رہیں اور لجنہ اماء اللہ کے پروگراموں میں شامل ہوئیں۔ اسی سفر کے دوران سپین میں لجنہ اماء اللہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔

امریکہ میں 1983ء میں مکرم ڈاکٹر مظفر احمد صاحب کو ڈیٹرائٹ (Detroit) میں شہید کر دیا گیا تھا اور جماعت امریکہ کا جلسہ سالانہ بھی ڈیٹرائٹ میں ہی منعقد کیا جانا تھا۔ اُن حالات میں آپ اُس جلسہ سالانہ میں شامل ہوئیں اور جلسہ سالانہ امریکہ میں آپ نے انگریزی میں خطاب کیا۔ 16 اگست کو مڈویسٹ کی لجنہ کے استقبالیہ میں شامل ہوئیں۔ 3 ستمبر کو لجنہ امریکہ اور لجنہ واشنگٹن کی طرف استقبالیہ میں شامل ہوئیں اور انگریزی میں خطاب کیا۔ اگلے دن لجنہ اماء اللہ امریکہ کی ملکی سطح کی عہدیداران سے ملاقات کی۔ 7 ستمبر کو فلاڈیلفیا میں میٹنگ میں شامل ہوئیں اور 9 ستمبر کو نیو جرسی میں میٹنگ میں شامل ہوئیں۔ 11 ستمبر کو آپ نے پاکستانی نژاد احمدی خواتین سے اردو زبان میں پردہ سے متعلق خطاب کیا۔ 13 ستمبر کو پٹسبرگ میں لجنہ سے انگریزی میں خطاب کیا اور 19 ستمبر کو آپ نے نیویارک میں لجنہ سے خطاب کیا۔

آپ چند دنوں کے لیے کینیڈا بھی گئیں۔ اور وہاں بھی لجنہ اماء اللہ ٹورانٹو اور لجنہ اماء اللہ مانٹریال سے بالترتیب 27 اور 28 جولائی 1983ء کو خطاب کیا۔

انڈونیشیا اور سنگاپور کا دورہ (1986ء)

بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ آپ نے 1986ء میں انڈونیشیا اور سنگاپور کا تربیتی دورہ کیا۔ آپ 12 جولائی 1986ء کو جکارتہ (انڈونیشیا) پہنچیں اور اُسی دن سے لجنہ اماء اللہ کے پروگرام شروع ہوئے جو 26 جولائی تک جاری رہے۔ ان پروگراموں میں مجلسِ عاملہ کے ساتھ میٹنگز، جلسوں سے خطاب، مجالس سوال و جواب اور احمدی خواتین سے ملاقاتیں شامل تھیں۔ کثیر تعداد میں احمدی خواتین دِلی ذوق و شوق سے آپ کے ساتھ مختلف پروگراموں میں شامل ہوئیں۔

انڈونیشیا میں آپ نے کئی شہروں کے دورے کیے۔ قریب کے شہروں سے بھی احمدی خواتین ان مجالس میں شامل ہوتی رہیں۔ جاوا (Java) کے علاوہ انڈونیشیا کے سب سے بڑے جزیرہ سُماٹرا (Sumatra) میں قائم لجنات کا دورہ بھی کیا۔ ہر شہر، قصبہ اور گاؤں کے احمدی احباب و

خواتین نے اپنی روایتی محبت سے آپ کا استقبال کیا۔

آپ نے ٹاسک ملایا میں کنڈر گارٹن سکول کا دورہ بھی کیا جو لجنہ اماء اللہ چلا رہی ہے۔ آپ بچوں سے ملیں اور ان کے ساتھ تصاویر کھنچوائیں۔

27 جولائی 1986ء کو انڈونیشیا سے سنگاپور پہنچیں اور اسی شام سے سنگاپور میں لجنہ اماء اللہ کے پروگرام شروع ہوئے۔ سنگاپور میں بھی لجنہ اماء اللہ کے تربیتی پروگراموں میں شمولیت کے علاوہ آپ نے کثیر تعداد میں انفرادی ملاقاتیں کیں۔ یکم اگست 1986ء کو آپ واپس کراچی پہنچ گئیں۔ اس طرح یہ تاریخی دورہ مکمل ہوا۔ سرزمین انڈونیشیا اور سنگاپور پر حضرت مسیح موعودؑ کے کسی بھی خلیفہ کی حرم کا یہ پہلا دورہ تھا اور کسی بھی صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا بیرونِ ملک یہ پہلا دورہ تھا۔

آپ 2 اگست 1986ء کو کراچی میں لجنہ اماء اللہ کے جلسہ میں شامل ہوئیں اور اگلے دن ربوہ واپس روانہ ہوئیں۔

یورپ اور مغربی افریقہ کا دورہ (1987ء)

1987ء میں آپ نے یوکے، جرمنی، ڈنمارک، نائیجیریا، بینن اور غانا کا دورہ کیا۔ آپ کا یہ دورہ بہت بھرپور اور لمبا تھا۔

آپ 9 جولائی 1987ء کو لندن پہنچیں۔ آپ کی لجنہ کے ساتھ پروگراموں کا آغاز 12 جولائی کو مجلس عاملہ یوکے کی میٹنگ سے ہوا۔ اس کے بعد آپ ڈنمارک اور جرمنی کے دورہ پر تشریف لے گئیں۔ مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن دیکھنے کا موقع آپ کو پہلی دفعہ ملا۔ اس مسجد کی تعمیر میں آپ کی کوششوں کا ذکر اسی باب میں کیا گیا ہے۔ ڈنمارک کی لجنہ کے ساتھ پروگراموں کے علاوہ سویڈن کی لجنہ ممبرات کے ساتھ بھی آپ نے کوپن ہیگن میں ہی میٹنگ کی۔ 18 جولائی سے 28 جولائی تک آپ نے جرمنی کا دورہ کیا۔ اس دورہ میں آپ جرمنی کے متعدد شہروں میں لجنات اور ناصرات سے ملیں۔ ان اجلاسات میں قریب کی لجنات بھی شامل ہوتی رہیں۔ 21 جولائی کو میونخ میں ایک اخباری رپورٹر نے آپ سے ملاقات بھی کی اور آپ کے دورہ کی خبر بھی شائع کی۔ برلن کے دورہ کا حال آپ نے اپنی ڈائری میں یوں لکھا کہ

"رات 9 بجے برلن پہنچے۔ سیدھے وہیں گئے جہاں اجلاس تھا۔ جاتے ہی اجلاس ہوا۔ چھوٹی

جماعت ہے کوئی 25-30 کے قریب عورتیں ہوں گی۔ دور جگہ ہونے کی وجہ سے بہت اپنے کو علیحدہ محسوس کرتی ہیں۔ آنے جانے کی بھی دِقّت ہے۔ اکثر تو مل کر بہت روئیں۔ صدر (یعنی صدر لجنہ اماء اللہ جرمنی) کو تاکید کی کہ سال میں ایک دورہ ضرور ادھر کا کیا جائے"۔

جرمنی میں ہی آپ کو مکرمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب، صدر لجنہ اماء اللہ یوکے، نے فون پر اطلاع دی کہ حضورؒ نے آپ کو جلسہ سالانہ یوکے مستورات سے خطاب کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

جلسہ سالانہ یوکے سے قبل انٹرنیشنل تبلیغی کانفرنس میں شامل ہوئیں اور اس کے بعد جلسہ سالانہ یوکے میں جو 31 جولائی 1987ء تا 2 اگست 1987ء تک منعقد ہوا۔ 2 اگست 1987ء کو آپ نے جلسہ سالانہ مستورات میں خطاب بھی کیا۔ 3 اور 4 اگست 1987ء کو آپ نے عالمی مجلسِ شوریٰ میں شمولیت اختیار کی۔

13 اگست 1987ء کو آپ افریقہ کے دورہ پر روانہ ہوئیں۔ سب سے پہلے نائیجیریا کے شہر لیگوس کا دورہ تھا۔ لیگوس میں بھی اخبار Daily Telegraph کی دو نمائندگان نے آپ کا انٹرویو کیا۔ اسی طرح Guardian اخبار نے بھی آپ کا انٹرویو شائع کیا۔ نائیجیریا میں بھی آپ کئی شہروں میں گئیں اور لجنات اور ناصرات سے ملیں۔ نائیجیریا سے ہی آپ ایک دن کے بینن کے دورہ پر گئیں اور وہاں لجنہ اماء اللہ کے جلسہ سے خطاب کیا اور احمدی خواتین سے ملاقات کی۔

25 اگست 1987ء کو اپنی ڈائری میں لکھا کہ

"صبح 9 بجے Ijebo Ode روانہ ہوئے۔ یہاں جماعت کے دو ہسپتال اور مسجد ہے جو ایک احمدی عورت نے بنی بنائی دی تھی۔ یہ وہی مسجد ہے جس کی تصویر لجنہ کے مجلّہ (Lajna Speaks) پر چھپنے پر غیر احمدیوں نے شور مچایا تھا کہ نعوذ باللہ احمد رسول اللہ لکھا ہے۔ حالانکہ یہ ان کی تحریر ہی اس طرح ہے محمد رسول اللہ لکھا۔ مشن ہاؤس جس گھر میں ہے وہ اسی عورت نے دیا تھا"۔

نائیجیریا سے آپ غانا کے دورہ پر تشریف لے گئیں اور کئی شہروں اور قصبات کے دورے کیے۔ غانا میں کئی اخباروں اور ریڈیوز نے آپ کے انٹرویو لیے اور ان کو نشر بھی کیا۔ نائیجیریا اور غانا میں آپ نے مساجد اور مشن ہاؤسز کے علاوہ جماعت کے زیرِ انتظام سکول، ہسپتال، احمدیہ قبرستان اور

مشنری کالج کا بھی دورہ کیا اور دعائیں کیں۔8 ستمبر 1987ء کو آپ واپس لندن تشریف لے گئیں۔افریقہ کے سفر کے دوران آپ روازنہ بڑی تعداد میں احمدی خواتین سے ملتی تھیں نیز کئی جگہوں پر آپ پیراماؤنٹ چیفس کی بیویوں سے بھی ملیں۔

غانا کی احمدی خواتین کے بارہ میں آپ نے 31 اگست 1987ء کی ڈائری میں لکھا ہے کہ

"اس قدر نعرے لگانے کی عادت ہے عورتوں کو مردوں کی طرح۔اپنی زبان میں گیت بنائے ہوئے ہیں کہ مہدی آگیا اسے مان لو وغیرہ۔غانا میں احمدیت کا اثر دوسروں پر نائیجیریا سے بہت زیادہ ہے۔نائیجیریا میں خاصی مخالفت ہے۔یہاں تو پولیس کا آدمی بھی کار پر احمدیہ دیکھے تو سلام کرتا ہے۔کار پر لاؤڈ سپیکر لگایا ہوا تھا۔اس پر کبھی قرآنِ مجید پڑھا جاتا کبھی نعرے، سارے اعلان کرتے تھے۔عبدالوہاب بن آدم صاحب کے تعلقات بھی بہت ہیں۔جہاں اترتے عورتیں دھڑلے سے کہتیں ہم احمدی ہیں۔یہ ہماری انٹرنیشنل پریذیڈنٹ ہیں۔کل ان شاء اللہ سالٹ پاؤنڈ جانا ہے"۔

یکم ستمبر 1987ء کو آپ نے اپنی ڈائری میں لکھا کہ

"رات Swedro میں رہے۔رات کو بہت سی عورتیں ملنے آگئیں اور کھلا صحن تھا وہیں ملتی رہیں۔صبح اٹھ کر سالٹ پاؤنڈ کی طرف روانہ ہوئے۔یہ وہ جگہ ہے جہاں 1921ء میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیّر آئے تھے۔بہت عرصہ تک غانا کا مرکز یہی رہا۔1978ء تک جماعت کا مرکز یہی رہا۔اس کے بعد اکرا(Accra) منتقل ہوا۔اب بھی جلسہ سالانہ سالٹ پاؤنڈ میں ہی سمندر کے کنارے ناریل کے درختوں کے جھنڈوں میں ہوتا ہے۔سالٹ پاؤنڈ جاتے ہوئے پہلے کیپ کوسٹ گئے۔بہت خوبصورت علاقہ ہے، سمندر کے ساتھ ساتھ۔کیپ کوسٹ یونیورسٹی دیکھی۔Elmina کے مقام کے پاس سے گزرے۔یہاں انگریز قیدی رکھا کرتے تھے۔سمندر کے کنارے خوبصورت huts بنی ہوئی ہیں۔سڑک بھی بہت اچھی ہے۔واپس آکر مشن پاؤس گئے۔وہاں سے اتر کر مسجد میں آئے۔وہاں reception ہوا۔پھر مشنری کالج دیکھا۔یہاں سے اب تک 85 مبلغ طیار ہوچکے ہیں۔گھانا کے علاوہ نائیجریا، سیرالیون، آئیوری کوسٹ اور کئی اور ممالک کے لڑکے یہاں پڑھتے رہے ہیں۔اس وقت وہاں 16 یا 17 لڑکے تھے۔۔۔۔وہیں سے آگے Essarkyir جسے اسارچر پڑھتے ہیں گئے۔وہاں پہنچ کر پہلے کچھ آگے Ekrawfo جگہ ہے جہاں جماعت کا قبرستان ہے اور جماعت

کے کئی مخلصین عہدہ دار و دفن ہیں۔ ان کی قبر پر دعا کی۔ یہاں قبریں ہماری طرح نہیں بناتے۔ اوپر سے فلیٹ ہوتی ہیں۔ چاروں طرف ایک فٹ اونچی دیوار بنا کر کتبہ لگا دیتے ہیں۔ دعا کرکے اسار چر آئے۔ یہاں Ahmadiyya Secondary Commercial School۔ اسی جگہ مسرور پرنسپل تھا۔ بہت اچھا رکھا ہوا ہے"۔

لندن واپس آنے کے بعد آپ نے لندن سمیت کئی شہروں کے دورے کیے اور لجنہ کے پروگراموں میں شامل ہوئیں۔

25 ستمبر 1987ء کو آپ واپس ربوہ پہنچیں۔

اِس دورہ سے قبل آپ کو شدید الرجی ہوگئی تھی جس کی وجہ سے سفر سے قبل آپ تکلیف محسوس کرتی رہیں۔ دورانِ سفر یوکے اور غانا میں بھی آپ کو الرجی ہوگئی تھی۔

یورپ اور شمالی امریکہ کا دورہ (1989ء)

1989ء میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے بطور نمائندہ جلسہ سالانہ یوکے میں شرکت کی۔ لیکن اس سے قبل آپ امریکہ اور کینیڈا تشریف لے گئیں۔ امریکہ کے سالانہ جلسہ منعقدہ جون 1989ء میں شرکت کی۔ اس جلسہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ اس جلسہ کے بارہ میں آپ نے 24 جون 1989ء کو اپنی ڈائری میں لکھا کہ

"صبح نو بجے پروگرام شروع ہونا تھا۔ پونے آٹھ چلے گئے۔ عورتوں میں حضور کی تقریر تھی۔ اس سے پہلے ناصرات کے انعامات تقسیم کیے گئے۔ لجنہ کو آچھی (حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ) نے انعام دیئے۔ پھر تقریر ہوئی۔ اس کے بعد پانچ بیعتیں ہوئیں۔ جلسہ کے بعد نمائش دیکھنے چلے گئے۔ نمائش کے بعد کیفی ٹیریا (cafeteria) میں کھانا کھایا۔ سب وہاں سے اپارٹمنٹ میں گئے۔ دوسرے اجلاس میں مظفر احمد کی تقریر تھی۔ قاضی مسعود کی تقریر تھی اور صالح محمد الٰہ دین کی شیخ صاحب کی بجائے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ رات کو حضرت صاحب کو کھانے پر بلایا ہوا تھا۔۔۔ عورتوں کا اجلاس ساڑھے سات بجے شروع ہوا۔ میری اور طاہرہ کی تقریر"۔

جلسہ کے بعد آپ نے امریکہ کے کئی شہروں کا دورہ کیا۔ 30 جون 1989ء کی ڈائری میں آپ نے لکھا کہ

"جمعہ پڑھ کر فلاڈلفیا کے لیے روانہ ہوئے۔دو ڈھائی گھنٹے میں سیدھے مشن ہاؤس پہنچے۔وہاں سے سیدھے مسجد گئے جو ساتھ ہی تھی۔جلسہ ہوا۔سوال جواب ہوتے رہے۔اس کے بعد کھانا مشن ہاؤس میں ہوا۔مشنری کوئی نہیں رہتا۔سسٹرز ہی اسے کھولتی صاف کرتی ہیں"۔

امریکہ کے اس دورہ میں آپ ایک شہر سے دوسرے شہر کا دورہ کرتی رہیں۔ایسٹ کوسٹ کے علاوہ شکاگو کے علاقہ میں بھی گئیں اور کینیڈا کا بھی مختصر دورہ کیا۔

یو کے واپس آنے کے بعد آپ جرمنی، سویڈن اور ہالینڈ کے دورہ پر تشریف لے گئیں۔ان ممالک میں لجنہ اماء اللہ کے مختلف پروگراموں میں شامل ہوتی رہیں۔ناروے سے لجنہ ممبرات سویڈن آ گئی تھیں اور وہیں ان سے میٹنگ ہوئی۔سویڈن میں پریس رپورٹر نے انٹرویو لیا جو 4 اگست 1989ء کو شائع ہوا۔

یو کے واپس آنے کے بعد عالمی تبلیغی کانفرنس، تاریخی جلسہ سالانہ یو کے، عالمی مجلسِ شوریٰ اور مختلف شہروں میں لجنہ اور ناصرات کے پروگراموں میں شامل ہوئیں۔احمدی خواتین سے ملاقاتیں کرنے کا موقع ملا۔آپ 6 ستمبر 1989ء کو لندن سے واپس روانہ ہوئیں۔

ان دورہ جات کے بارہ میں دلچسپ بات یہ ہے کہ آتے جاتے لجنہ اماء اللہ کراچی کی طرف سے بھی کوئی نہ کوئی پروگرام رکھا ہوتا تھا جن میں آپ شامل ہوتیں۔

ان بیرونِ پاکستان سفروں میں آپ کو سیر بھی کروائی گئی اور بہت سے احمدی گھرانوں نے آپ کی مہمان نوازی کی توفیق پائی۔**فجزاھم اللہ احسن الجزاء**

تقسیمِ ہند کے بعد لجنہ اماء اللہ بھارت کی رہنمائی

تقسیمِ ہند کے دردناک واقعہ کے بعد بھارت کی لجنات انتظامی لحاظ سے بکھر گئی تھیں۔اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی شادی مکرمہ امۃ القدوس صاحبہ بنت حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ سے ہوئی اور وہ 1953ء میں ربوہ سے قادیان منتقل ہو گئیں۔آپ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی بہن تھیں۔آپ لمبا عرصہ لجنہ اماء اللہ بھارت کی صدر کے طور پر خدمات بجالاتی رہیں۔آپ آج کل بیمار ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ان کی صحت یابی اور درازیٔ عمر کے

لیے دعا کرتے رہیں۔ باوجود ناسازیٔ طبع کے مکرمہ امۃ القدوس صاحبہ نے بھارت میں لجنہ اماء اللہ کی تنظیمِ نو کے سلسلہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی کاوشوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا کہ

"جب میں شادی کے بعد قادیان گئی تو اس وقت وہاں کی صدر لجنہ اماء اللہ مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم بشیر احمد صاحب تھیں۔ انہوں نے مجھے جنرل سیکرٹری کے طور پر کام سپرد کیا۔ پھر چند ہی ماہ کے بعد باجی جان کا خط ملا کہ حضورؓ نے تمہیں سارے انڈیا کی صدر مقرر فرمایا ہے۔ کام شروع کر دو۔

پارٹیشن کے بعد تمام جماعتیں بکھر گئی تھیں۔ پتہ نہیں چلتا تھا کون ہجرت کر گیا اور کون ابھی انڈیا میں ہے۔ باجی جان نے مجھے کہا کہ خط لکھو اور پتہ کرو۔ ہر امیر جماعت کی معرفت خط لکھا مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ باجی جان سے رہنمائی لی۔ آپ نے فرمایا ہر دفعہ اپنا ایڈریس ساتھ لکھو۔ پھر بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ پھر آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا اب جو خط لکھو اس میں اپنا عہدہ کہ تمہیں مرکز کی طرف سے صدر مقرر کیا گیا ہے لکھو۔ اپنا مکمل ایڈریس وسیم (صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب) کے حوالہ سے لکھو۔ پھر امیر جماعت کے نام خط لکھو کہ بتائیں کہ کون کون سے فیمیلیز ان کی جماعت میں ہیں کیونکہ خواتین کی تجنید بنانی ہے اور لجنہ اماء اللہ کی تنظیمِ نو کرنی ہے۔ اس پر آہستہ آہستہ جواب آنے شروع ہوئے۔ اس طرح لجنہ اماء اللہ کی تنظیمِ نو ہوئی۔

پھر جب 'یہ' (صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب) دوروں پر جانے لگے تو میں ساتھ جاتی اور جہاں جہاں لجنہ اماء اللہ قائم کرنے والی ہوتی وہاں لجنہ قائم کرتی گئی۔

ہر معاملہ میں باجی جان سے رہنمائی لیتی۔ جہاں تک آپ خود گائیڈ کر سکتی تھیں وہ کرتیں اور جہاں کوئی ابہام ہوتا تو حضرت مصلح موعودؓ سے رہنمائی حاصل کر کے مجھے بتاتیں۔

میں ہر کام میں اتنا زیادہ آپ سے پوچھتی تھی اور آپ ہمیشہ رہنمائی کرتیں۔ ایک مرتبہ جب میں ربوہ آئی ہوئی تھی اور میں نے کوئی سوال کیا تو آپ نے فرمایا 'قدوس کبھی اپنی عقل بھی استعمال کر لیا کرو'"۔

لجنہ اماء اللہ بھارت انتظامی لحاظ سے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی نگرانی میں نہیں تھی۔ لیکن اُن کے حضرت مصلح موعودؓ سے تربیت یافتہ ہونے اور اُن کے تجربہ کی وجہ سے مکرمہ امۃ

القدوس صاحبہ نے اپنے عرصہ صدارت میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے لجنہ اماء اللہ بھارت کو مختلف مواقع پر پیغامات بھجوانے کی درخواست کی۔ یہ پیغامات "بدر قادیان" میں شائع بھی کروائے گئے اور لجنات اور ناصرات کے پروگراموں میں سنائے بھی گئے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی وفات کے بعد مکرمہ امۃ القدوس صاحبہ نے یہ پیغامات ایک مختصر کتاب بنام "زرّیں نصائح" 2002ء میں شائع کروادیئے تھے۔ آپ اس رسالہ کے پیش لفظ میں تحریر کرتی ہیں کہ

"حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ (حضرت چھوٹی آپا) جو پہلے صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ اور 1989ء کے بعد صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان رہیں 3 نومبر 1999ء کو آپ کی وفات کی خبر نے جماعتِ احمدیہ کے مرد و خواتین کے دلوں کو غمگین کر دیا۔ خاکسار جب 1953ء میں قادیان آئی اور بھارت میں نئے سرے سے لجنات کا قیام شروع ہوا تو قدم قدم پر آپ نے میری رہنمائی فرمائی۔

آپ کی وفات کے بعد میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ آپ نے پاکستان میں رہتے ہوئے اُس وقت جبکہ قادیان میں تھوڑی سے ممبرات تھیں اور صرف ناصرات کا اجتماع ہوتا تھا پھر لجنہ قادیان کا اجتماع ہونا شروع ہوا اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے مرکزی اجتماعات شروع ہوئے تو اس موقع پر خاکسار اور مجلسِ عاملہ کی خواہش پر ہر سال اپنے ہاتھ سے زرّیں نصائح کے پیغامات تحریر کر کے بھجوائے۔ ان پیغامات کو جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کرادوں۔ کیونکہ ان پیغامات میں خواتین اور بچیوں کے لیے اتنی محبت بھری زرّیں نصائح ہیں کہ اگر ان کو بار بار پڑھ کر ان پر عمل کیا جائے اور صدرات اپنے اجلاسوں میں باقاعدہ سنائیں۔ لجنہ اور ناصرات کی ممبرات اس کا مطالعہ کریں تو نئی نسل کی بچیوں کو علم ہو کہ ہمارے بزرگوں کے دلوں میں حضرت مصلح موعودؓ کی قائم کردہ تنظیم لجنہ اور ناصرات کو ترقی دینے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت پیدا کرنے اور خلیفۂ وقت کے احکامات پر عمل کرانے کا کتنا جذبہ تھا۔ چنانچہ اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے خاکسار نے عزیزہ بشریٰ طیّبہ صاحبہ، صدر لجنہ اماء اللہ بھارت، کے سپرد یہ کام کیا کہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے پیغامات کی فائل لے کے ان کو اخبار 'بدر' اور سالانہ رپورٹ کاپی کے ساتھ چیک کر کے نقل کروائیں۔ چنانچہ انہوں نے خاکسار کے ساتھ تعاون کر کے یہ سارا کام کیا۔ اور اب یہ پیغامات کتابی

صورت میں شائع کرنے کی سعادت پا رہی ہوں۔۔۔۔

پارٹیشن کے بعد ابتدا میں چونکہ قادیان میں لجنہ اور ناصرات کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ ممبرات لجنہ بہت کم پڑھی لکھی تھیں۔ اس لیے پہلے ناصرات کا اجتماع 1966ء میں شروع کیا گیا۔ اور پہلا پیغام آپ کا ہماری درخواست پر 1966ء میں ہمیں ملا۔ اس کے بعد ناصرات کے اجتماعات میں مندرجہ ذیل سالوں میں آپ کے پیغامات ملے۔

1966ء، 1967ء، 1969ء، 1970ء، 1973ء، 1976ء، 1978ء، 1979ء، 1980ء، 1982ء، 1983ء، 1984ء، 1985ء، 1986ء، 1987ء، 1988ء۔

جب لجنہ کے سالانہ اجتماع 1979ء میں شروع ہوئے تو لجنہ اور ناصرات کا اجتماع اکٹھا ہوتا تھا۔ لیکن آپ محبت سے لجنہ کے نام الگ اور ناصرات کے نام الگ پیغام بھجواتیں۔۔۔۔

لجنہ اماء اللہ قادیان بھارت کے لیے سب سے پہلے جلسہ سالانہ مستورات کے پروگرام کے لیے جو ایک دن ہوتا تھا 1967ء میں پیغام منگوایا گیا۔ اس کے بعد 19 دسمبر 1972ء کو پچاس سالہ تقریبِ جشنِ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ قادیان کے موقعہ پر اور پھر صوبائی کانفرنس لجنہ اماء اللہ شاہجہان پور کے موقعہ پر 1968ء میں آپ کا پیغام ملا۔ لجنہ اماء اللہ قادیان اور پھر مرکزی اجتماعات کے لیے 1979ء، 1980ء، 1982ء، 1983ء، 1984ء، 1985ء، 1986ء، 1987ء، 1989ء، 1990ء، 1991ء، 1992ء تک آپ کی طرف سے ممبرات لجنہ کے نام زرّیں نصائح سے بھرپور پیغامات موصول ہوئے۔ جن کو اُسی وقت شائع کروا کر ہر لجنہ کو مرکز کی طرف سے بھجوایا جاتا رہا۔

مَیں بھارت کی تمام لجنات اور ناصرات سے درخواست کروں گی کہ وہ بار بار ان پیغامات کو پڑھیں اور اپنی زندگی اور اپنے بچوں کی زندگی ان زرّیں نصائح پر عمل کر کے اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے۔ آمین۔ نیز حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ (چھوٹی آپا صاحبہ) کے درجات کی بلندی کے لیے دعائیں کریں جنہوں نے خلفاء کی نصائح پر عمل کروا کر آج لجنہ اماء اللہ کو اس مقام پر پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے قرب میں اور اعلیٰ عِلِّیِّیْن میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔" (پیش لفظ زرّیں نصائح شائع کردہ لجنہ اماء اللہ بھارت، قادیان)

لجنہ اماء اللہ کے تحت خدمتِ خلق

جس کسی نے بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو قریب سے دیکھا ہے وہ یقین سے کہہ سکتا ہے کہ آپ کی زندگی کا خلاصہ "خدمت-خدمت-خدمت" ہے۔ جس رنگ میں بھی آپ انسانیت کی خدمت کر سکتی تھی آپ وہ کرتی تھیں۔ یہ تو آپ کی ذاتی سیرت کا حصہ ہے۔ آپ کی اس سیرت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ لجنہ اماء اللہ کے تحت بھی آپ کی خدمتِ خلق کے کام غیر معمولی اور نمایاں ہوتے، چنانچہ تاریخ لجنہ اماء اللہ کے مطالعہ سے یہی بات سامنے آتی ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ سالہا سال تک سیکرٹری خدمتِ خلق کا شعبہ بھی صدارت کے ساتھ ساتھ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے پاس ہی رہا۔

بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ پہلے جلسہ سالانہ مستورات کے موقع پر آپ نے احمدی خواتین کو خدمتِ خلق کے بارہ میں ان الفاظ میں تلقین کی کہ

"خدمتِ خلق ہر انسان پر واجب ہے۔ اس لیے کوئی شرط نہیں کہ آپ سے کہا جائے کہ خدمتِ خلق کرو تو آپ کریں اور اگر نہ کہا جائے تو نہ کریں۔ خدمتِ خلق کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے توفیق خود بخود انسان کو مل جاتی ہے۔ راستہ سے کانٹا اٹھا دینے کو بھی اسلام خدمتِ خلق قرار دیتا ہے۔ لیکن سب سے جامع تعلیم جو خدمتِ خلق کی اسلام نے دی ہے وہ یہ ہے کہ سچا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھوں اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ پس کوشش کرنی چاہیے کہ آپ کے ہاتھوں اور زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔" (خطاباتِ مریم جلد 1 صفحہ 203)

خدمتِ خلق کے دائرہ کو وسیع رکھنے کے بارہ میں آپ ان الفاظ میں نصیحت کرتی ہیں کہ

"شعبہ خدمتِ خلق کے سلسلہ میں آپ کو یہ کہنا چاہتی ہوں کہ چونکہ اکثریت اس جلسہ میں باہر کی عورتوں کی ہے اس لیے نہ صرف آپ اپنے رشتہ داروں اور احمدی بہنوں کی خدمت کریں بلکہ ہر مذہب سے تعلق رکھنے والی مخلوق کی خدمت کو اپنا فرض سمجھیں۔ آپ خدمت کے وقت مسلمانوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور یہودیوں میں کوئی فرق نہ رکھیں۔ بلکہ اسلام کے حکم سب بنی نوع انسان کی خدمت کرنا آپ کے لیے ضروری ہے۔" (خطاباتِ مریم جلد 1 صفحہ 204)

لجنہ اماء اللہ کے تحت عمومی خدمتِ خلق کے کاموں میں مستحق مستورات اور بچیوں کی مدد شامل ہوتی ہے۔ ان میں وظائف، کپڑوں، بستروں، قرض اور دیگر معمول کی خدمات شامل ہیں۔ ان کے لیے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی طرف سے صاحبِ حیثیت احمدی بہنوں سے مدد کی اپیل کی جاتی تھی اور خدمتِ خلق کے کاموں کو بصد شوق بجالایا جاتا تھا۔

یہاں صرف لجنہ اماء اللہ کے ان خدمتِ خلق کے کاموں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو غیر معمولی نوعیت کے حامل ہیں۔

ربوہ کی غریب خواتین کی سہولت کی خاطر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے "نصرت سٹور" کے نام سے 1956ء میں ایک سٹور بھی کھولا۔ یہ سٹور "لجنہ سٹور" کے نام سے بھی مشہور رہا ہے۔ اس کے ذریعہ خواتین بازار میں خریداری کرنے کے بجائے پر سکون ماحول میں خریداری کر سکتی تھیں۔ اس سٹور میں احمدی خواتین نے بھی سرمایہ کاری کی تھی اور انہیں معقول منافع بھی ملتا تھا۔ بوجوہ 1972ء میں یہ سٹور بند کرنا پڑا۔ (ماہنامہ مصباح ربوہ، دسمبر 1980ء صفحہ 27)

1951ء میں مکرم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب نے ممبرات لجنہ اماء اللہ کو ابتدائی طبّی امداد کی تعلیم دی اور کورس ختم ہونے پر ان کا امتحان لیا۔ اس امتحان میں اوّل حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ آئیں۔ اس کے بعد لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے دو کلاسز کا انتظام کیا جن میں سے ایک حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے پڑھائی اور اس طرح ممبرات لجنہ اماء اللہ کی ایک بڑی تعداد کو طبّی امداد سے واقفیت پیدا ہو گئی۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 300 تا 301)

1965ء کی جنگ کے دوران بے گھر ہونے والے پناہ گزینوں کے لیے عطیات اور پارچات کی فراہمی کی گئی۔ 132 پناہ گزینوں کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے ہال میں ٹھہرایا گیا اور ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھا گیا۔ نیز صدرِ مملکت کے دفاعی فنڈ میں دس ہزار روپے پیش کیے اور سپاہیوں کی ضروریات کے لیے مختلف اشیا بطور عطیہ پیش کیں۔ یہ سامان نہ صرف سپاہیوں کے کام آیا بلکہ پناہ گزینوں کے کام بھی آیا۔

اس کے علاوہ جو بعض غیر معمولی خدمت کی گئی ان کا خلاصۃً ذکر کیا جارہا ہے۔

- لجنہ کی طرف سے قرآن کریم بطور تحفہ بھجوائے گئے تا کہ سپاہی اور پناہ گزین قرآن کریم کی

برکات حاصل کرسکیں۔

- لجنہ اماء اللہ کراچی نے سولہ تولہ سونا اور پندرہ ہزار روپے صدارتی دفاعی فنڈ میں پیش کیا۔
- علاوہ اور چیزوں کے لجنہ اماء اللہ لاہور نے پانچ مرلہ زمین بھی صدارتی دفاعی فنڈ میں پیش کی۔
- لجنہ اماء اللہ لائلپور نے اڑھائی ہزار روپے اور ساڑھے چار تولہ سونا صدارتی دفاعی فنڈ میں پیش کیا اور دیگر اشیاان کے علاوہ تھیں۔
- لجنہ اماء اللہ راولپنڈی کی طرف سے علاوہ دیگر سامان کے سپاہیوں کے لیے تین ہزار سگریٹ بھجوائے۔ بظاہر اس بات کا تذکرہ عجیب معلوم ہوتا ہے اور تمباکو نوشی صحت کے لیے خطرناک بھی ہے لیکن جنگی حالات میں یہ عطیہ سپاہیوں کی ضرورت کے عین مطابق تھا۔ اس لحاظ سے یہ عطیہ بہت ہی قابلِ قدر تھا۔ روزانہ زخمی سپاہیوں کے لیے پھل بھجوایا جاتا تھا۔
- اسی طرح ملک بھر کی چھوٹی بڑی لجنات نے خدمتِ خلق کے بھرپور جذبہ سے قربانی کی۔
- متعدد احمدی خواتین نے ان غیر معمولی حالات میں ہر وقت بغرضِ خدمت حاضر رہنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 323 تا 327)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے خود ابتدائی طبّی امداد کی تعلیم دی۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے آپ تحریر کرتی ہیں کہ

"عاجزہ نے خود مراکز میں جاکر نگرانی کی اور ممبرات کو پٹیاں باندھنے کے مختلف طریقے اور ہوائی حملہ سے بچاؤ کی تدابیر ذہن نشین کروائیں۔ ہر حلقہ میں روزانہ نوافل ادا کیے جاتے رہے۔"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 324)

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے 1965ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری بہت شدت اختیار کر چکی تھی اور آپ ہمہ وقت حضورؓ کی تیمارداری میں مصروف تھیں لیکن اس کے باوجود آپ نے قومی خدمت کے لیے وقت نکالا۔ موقع اور محل کے تناظر میں یہ ایک غیر معمولی خدمت ہے۔

ملک کی خدمت کرنا ہر احمدی مسلمان (مرد ہو یا عورت) کے ایمان کا جزو ہے اور مندرجہ بالا خدمات کا تذکرہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ احمدی خواتین نے لجنہ اماء اللہ کے انتظام کے تحت ملک کی ایسی بے لوث خدمت کی ہے جس کی مثال خواتین کی کسی اور تنظیم کی طرف سے پیش نہیں کی جاسکتی۔ فالحمد للہ علی ذالک

جلسہ سالانہ 1967ء منعقدہ جنوری 1968ء میں نانبائیوں کی ہڑتال کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے سب مہمانوں اور میزبانوں کو 11 جنوری 1968ء کی صبح کو صرف ایک روٹی کھانے کی ہدایت فرمائی۔ جس پر سب لوگوں نے کامل اطاعت کا نمونہ پیش کیا۔ گو جلسہ سالانہ کے انتظام نے متبادل انتظام کرلیا تھا اور اس جلسہ میں دوبارہ کوئی دِقّت نہ ہوئی۔ لیکن آئندہ کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے 26 جنوری 1968ء کے خطبہ جمعہ میں حضورؒ نے ایک سکیم کا اجرا فرمایا۔ حضورؒ نے ہدایت فرمائی کہ اگلے جلسہ کے موقع پر ربوہ کی احمدی خواتین اپنے گھروں میں روٹی پکا کر جلسہ کے انتظام کے حوالہ کریں اور بیرونِ ربوہ سے آنے والی رضاکار احمدی خواتین لوہوں (بڑے سائز کے چولہوں) اور چھوٹے تنوروں پر روٹی پکانے کی مہارت حاصل کرکے آئیں تاکہ جلسہ سالانہ کے موقع پر وہ لوہوں پر روٹی پکا سکیں۔ حضورؒ نے جلسہ سالانہ کے انتظام کو ہدایت فرمائی تھی احمدی خواتین کے لیے علیحدہ انتظام کے تحت ایک معین تعداد میں لوہے اور چھوٹے تنور نصب کیے جائیں تاکہ وہاں احمدی خواتین روٹیاں پکانے کی خدمت سرانجام دیں سکیں۔ اس سکیم کے دیگر پہلو بھی تھے جن کا تعلق جلسہ سالانہ کے انتظام سے تھا۔ (خطباتِ ناصر جلد 2 صفحہ 19 تا 27)

مکرم سیّد میر داؤد احمد صاحب، افسر جلسہ سالانہ ربوہ، نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ساتھ مل کر حضورؒ کی جاری فرمودہ سکیم پر عملدرآمد کی جزئیات طے کیں۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے بار بار اعلانات کرواکر احمدی خواتین کو اس سکیم میں شامل ہونے کی تحریک کی۔ تمام ملک سے رضاکار احمدی خواتین سال بھر تیاری کرتی رہیں کہ خلیفۂ وقت کی اس سکیم پر عمل کرسکیں۔ چنانچہ جلسہ سالانہ 1968ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی جاری فرمودہ سکیم پر کماحقہٗ عمل ہوا۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"ایثار پیشہ احمدی خواتین کے اس عظیم الشان کارنامہ پر جو انہوں نے ایامِ جلسہ میں پچھتّر ہزار(75,000) سے زائد روٹیاں پکا کر سر انجام دیا سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ نے ازراہِ شفقت خاص خوشنودی کا اظہار فرمایا۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 568)

الفضل ربوہ کی رپورٹ کے مطابق پینتیس ہزار (-/35,000) روٹیاں ربوہ کی احمدی خواتین نے اور چالیس ہزار پانچ صد (-/40,500) روٹیاں بیرونِ ربوہ سے آنے والی احمدی خواتین نے پکا کر جلسہ سالانہ کے انتظام کو پیش کیں (الفضل ربوہ، جلد 23/55، نمبر 5، 5 جنوری 1969ء صفحہ 8)۔ یہ غیر معمولی بات ہے۔

احمدی خواتین کی خلیفۂ وقت کی سکیم پر عملدر آمد کی تفصیل تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد سوم کے صفحہ 565 تا 569 میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اختصار سے تحریر کی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے اختتامی خطاب سے قبل ان الفاظ میں احمدی خواتین کی اس خدمت پر اظہارِ خوشنودی فرمایا۔

"مَیں سمجھتا ہوں کہ مَیں سب بھائیوں کی طرف سے ان سب بہنوں کا شکریہ ادا کروں جنہوں نے اپنا عہد پورا کر دکھایا۔ آج صبح پانچ بجے کے قریب منتظمین نے محسوس کیا کہ کہیں روٹی کی تعداد میں کمی واقع نہ ہو جائے۔ انہوں نے محترمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ کو اطلاع دی کہ وہ لوہوں پر اور چھوٹی تندوریوں پر بہنوں سے رضاکارانہ طور پر روٹیاں پکوا کر بھجوائیں۔ چنانچہ نصف گھنٹہ کے اندر اندر مستعد اور فدائی بہنیں ضرورت سے زیادہ تعداد میں لنگر خانہ میں پہنچ گئیں اور روٹیاں پکانی شروع کر دیں۔ وہ روٹیاں پکاتی رہیں حتّٰی کہ تھوڑے سے وقت میں انہوں نے ساڑھے نو ہزار روٹیاں پکا کر مہیا کر دیں (وہ بعد میں بھی پکاتی رہیں۔) چنانچہ اِس صبح انہوں نے گیارہ ہزار روٹیاں پکائیں۔ یہ سب بہنیں شکریہ کی مستحق ہیں۔ مَیں اپنی طرف سے اور ساری جماعت کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اور ہمیں بھی توفیق عطا فرماتا چلا جائے کہ ہم ہنگامی ضروریات اور مستقل ضروریات فراہم کرنے کے لیے ہمیشہ ہی دلی بشاشت کے ساتھ قربانیاں پیش کرتے رہیں۔" (الفضل ربوہ، جلد 23/55، نمبر 5، 5 جنوری 1969ء صفحہ 8)

1971ء میں جنگ کی وجہ سے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی تحریک پر ملک بھر کی ممبرات نے

خدمتِ خلق کے مختلف کاموں میں حصہ لیا حالات کے پیشِ نظر خواتین کو طبّی امداد کی تربیت دینے کے لیے ربوہ میں جامعہ نصرت میں دو کلاسیں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے پڑھائیں اور ان کے باقاعدہ امتحان ہوئے۔اس کے علاوہ ربوہ کے محلّہ دارالصدر غربی کے حلقہ میں بھی آپ نے خواتین اور بچیوں کو طبّی امداد کے اصول پڑھائے۔

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے دس ہزار روپے اور تحائف بھجوائے گئے۔لجنہ اماء اللہ ربوہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد کے تحت روئی کی صدریاں تیار کرواکر بھجوائیں، پانچ ہزار چار صد ترپن روپے دفاعی فنڈ میں عطیہ دیا، زیور، سامان اور 263 بکس تحائف کے بھجوائے۔

لجنہ اماء اللہ کراچی کی طرف سے پانچ ہزار پانچ صد پینسٹھ (5,565/-) روپے کا چیک مینیجر سٹیٹ بینک آپ پاکستان کو پیش کیا گیا۔لجنہ کراچی کی خدمات کے سلسلہ میں وزارتِ دفاع اور محترمہ رعنا لیاقت علی خان کی طرف سے شکریہ کے خط موصول ہوئے۔اسی طرح ملک بھر کی چھوٹی بڑی لجنات نے حسبِ توفیق دفاعی فنڈ میں عطیہ دیا اور دیگر سامان بھی پیش کیا۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 682تا685)

جلسہ سالانہ مستورات 1972ء سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے نصیحت کی کہ

"ہر احمدی خاتون کو بغیر لحاظ مذہب و ملّت ہر انسان کی ہر رنگ کی خدمت کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیے اور یہ دائرۂ خدمت ہر روز پہلے سے وسیع ہو۔خدمت سے مراد صرف مالی خدمت نہیں۔جہاں پیسے سے خدمت کرسکتی ہوں وہاں پیسے سے کریں، جہاں اپنے ہاتھ سے کرسکتی ہوں وہاں اپنے ہاتھ سے کریں۔ناخواندہ کو اردو لکھنا پڑھنا سکھا کر، قرآنِ مجید پڑھا کر، نماز سکھا کر، نماز کا ترجمہ سکھا کر، ان کی غلط فہمیاں دور کر کے، جہالت کے اندھیروں سے نکال کر، رسُومات کے پھندوں سے رہا کر کے آپ انسانیت کی بہت بڑی خدمت کرسکتی ہیں۔آپ کے ارد گرد رہنے والیوں کو یہ یقینِ کامل ہونا چاہیے کہ ہر قدم پر لجنہ اماء اللہ کی ممبرات اُن کی رہنمائی کر کے ان کی صحیح خدمت کرسکتی ہیں۔" (تاریخِ لجنہ اماء اللہ جلد 4 صفحہ 70 تا 71)

1973ء میں پاکستان میں بڑے وسیع پیمانے پر سیلاب آیا۔جان و مال کا بہت نقصان ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس مشکل وقت میں جماعت کو خدمتِ خلق کرنے کی ہدایت ان

الفاظ میں فرمائی کہ

"تمام جماعتِ احمدیہ کے افراد خواہ مرد ہوں یا عورتیں، جوان ہوں یا بوڑھے یا بچّے۔ تمام کے تمام کام کریں۔ خدمت کریں۔ اپنی جانوں کی بھی پرواہ نہ کریں۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 4 صفحہ 142)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے اس ارشاد کی تعمیل میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی نگرانی میں پاکستان بھر کی لجنات نے بڑھ چڑھ کر خدمتِ خلق کے کاموں میں حصہ لیا۔ پاکستان کی احمدی خواتین اور لجنہ اماء اللہ کی یہ قربانیاں ہمیشہ یاد رکھے جانے کے قابل ہیں۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"1973ء میں پاکستان میں ایک خوفناک سیلاب آیا جس سے پاکستان کی معیشت کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ ہر جگہ جہاں لجنات قائم ہیں اور اس مقام کے ارد گرد سیلاب کی تباہ کاریاں پھیلیں لجنات نے اجناس، کپڑوں، بستروں اور مختلف اشیا سے سیلاب زدگان کی مدد کی اور اپنے بھائیوں کے دوش بدوش کام کیا۔ سیلاب کے دنوں میں ربوہ کے گرد و نواح کے گاؤں سے لوگ ربوہ میں اور ربوہ کے قریب پناہ لیے ہوئے تھے۔ ان سب کے کھانے کا انتظام جماعتِ احمدیہ کی طرف سے کیا گیا تھا۔ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے دارالضیافت کے علاوہ روٹیاں پکانے کا انتظام جلسہ سالانہ کی سوئی گیس کی مشینوں اور ہوٹلوں کے تنوروں پر کیا گیا تھا۔ تین وقت ایسے آئے جن میں امکان تھا کہ روٹی بروقت تیار نہ ہو سکے گی۔ چنانچہ لجنہ اماء اللہ ربوہ نے اس مشکل کام کا حل یوں کیا کہ آٹا گھروں میں تقسیم کروا دیا اور احمدی بہنوں نے جذبۂ ایثار سے کام لیتے ہوئے اپنے بچوں کو کھانا بعد میں دیا اور مصیبت زدہ لوگوں کے لیے روٹیاں پہلے پکا کر دیں۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 4 صفحہ 138)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے مصیبت کی اس گھڑی میں ملک بھر کی لجنات کی خدمتِ خلق کی کسی قدر تفصیل تاریخ لجنہ جلد چہارم کے صفحہ 138 تا 144 میں تحریر کی ہے۔

1974ء کا سال جماعت احمدیہ کے لیے ایک تکلیف دہ سال ہے۔ اس سال جماعت کے خلاف منظّم سازش کے تحت پاکستان بھر میں تحریک چلائی گئی۔ بہت سے احمدیوں کو شہید کر دیا گیا، بہت سے احمدیوں کی جائیدادوں اور املاک کو نقصان پہنچایا گیا اور بہت سے احمدیوں کو اپنے گھروں اور علاقوں کو چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی۔ اس موقع پر لجنہ اماء اللہ ربوہ نے بالخصوص مہاجر احمدی خواتین کی

خدمت کا کوئی موقع نہ چھوڑا۔ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے ملک بھر سے امدادی سامان اکٹھا کیا اور ضرورت مند بہنوں اور بچیوں میں تقسیم کیا۔ اس موقع پر مہاجر احمدی خواتین اور بچیوں کے لیے تربیتی کلاسز کا بھی انتظام کیا تاکہ وہ اس عرصہ میں بھی دینی علوم کی تحصیل سے غافل نہ رہیں۔

1978ء سے حضرت سیّدہ نصرت جہاں صاحبہؓ اور حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے نام پر تعلیمی وظائف بھی لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے جاری ہیں۔

آپ کے دورِ صدارت میں لجنہ اماء اللہ نے پاکستان کے ایک دور افتادہ اور پس ماندہ علاقہ نگر پارکر میں ایک ہسپتال تعمیر کروایا تاکہ اُس علاقہ میں رہنے والے شہریوں کو سستی اور بروقت طبّی امداد مل سکے۔ یہ ہسپتال جماعت احمدیہ کے صد سالہ جشنِ تشکّر 1989ء کے عملی اظہار کے طور پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کا نام "طاہر ہسپتال نگر پارکر" ہے اور یہ ہسپتال وقفِ جدید انجمن احمدیہ کے زیرِ انتظام خدمتِ انسانیت کی توفیق پا رہا ہے۔

احمدی خواتین اور بچیوں کی دنیوی تعلیم کے لیے خدمات

جامعہ نصرت ربوہ

حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش تھی احمدی خواتین دینی اور دنیاوی تعلیم حاصل کریں۔ چنانچہ 27 دسمبر 1950ء کو جلسہ سالانہ مستورات سے خطاب میں حضورؓ نے فرمایا کہ

"پس میں لجنہ اماء اللہ کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ ایک کورس جاری کریں جس میں وہ تمام مسائل آجائیں جو بِالعموم ہمیں پیش آتے ہیں اور پھر جیسے خدام کا پندرہ روزہ تربیتی کورس ہوتا ہے اسی طرح عورتوں میں تحریک کی جائے کہ مختلف مقامات سے اِس غرض کے لیے احمدی عورتیں آئیں اور دینی مسائل سیکھیں۔ یہاں آنے پر ان کو مختلف مسائل کے متعلق نوٹ لکھوائے جائیں۔ سوال و جواب کے ذریعہ ان کی معلومات کو بڑھایا جائے اور ان کے سامنے ایسی تقریریں کی جائیں جو ان کی عملی استعداد میں اضافہ کرنے والی ہوں۔ ہمیں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہم عورتوں کی تعلیم کو اور زیادہ وسیع کریں۔ اور ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو اور بھی اعلیٰ درجے کی تعلیم دلائیں اِس لیے مَیں نے فیصلہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اس سال یعنی 1951ء میں یہاں زنانہ

کالج قائم کر دیا جائے۔ جگہ ہم نے تجویز کر دی ہے۔ میری بیوی امِّ متین مریم صدیقہ جو ایم۔ اے ہیں وہ اس کی نگران ہو سکتی ہیں۔" (جلسہ سالانہ مستورات سے خطاب 1950ء۔ انوار العلوم جلد 22 صفحہ 140)

حضرت مصلح موعودؓ نے جب ربوہ میں بچیوں کی تعلیم کے لیے جامعہ نصرت جاری فرمایا تو آپ کو اس کا ڈائریکٹریس (Directoress) مقرر فرمایا اور جب تک مکرمہ فرخندہ شاہ صاحبہ ایم۔ اے مکمل کر کے واپس ربوہ نہیں آگئیں، آپ جامعہ نصرت کی پرنسپل کے طور پر بھی کام کرتی رہیں۔

جامعہ نصرت کے اجرا کے سلسلہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی طرف سے مندرجہ ذیل اعلان کیا گیا۔

"بہت دیر سے احبابِ جماعت کی طرف سے یہ خواہش کی جا رہی تھی کہ مرکز میں احمدی بچیوں کے لیے ایک کالج کھولا جائے۔ تا کہ احمدی لڑکیاں موجودہ زہریلی فضا سے الگ رہ کر اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں۔ سو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فیصلہ کیا ہے کہ اس سال یعنی مئی 1951ء میں لڑکیوں کا کالج کھول دیا جائے۔ جس میں فی الحال دینیات، انگریزی، عربی، تاریخ، اقتصادیات اور اردو کے مضامین پڑھائے جائیں گے۔ جو دوست اپنی لڑکیوں کو میٹرک یا ایف۔ اے کے بعد ربوہ اعلیٰ تعلیم کے لیے بھجوانا چاہیں وہ ابھی سے اطلاع دیں تا کہ اندازہ کیا جا سکے کہ کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے کتنی طالبات آئیں گی۔ فیس ایف۔ اے کی آٹھ روپے اور بی۔ اے کی دس روپے ماہوار ہو گی۔ کالج کے ساتھ ہوسٹل کا انتظام بھی ہو گا۔

فی الحال اس بارے میں جملہ خط و کتابت خاکسارہ کے ساتھ کی جائے۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، دسمبر 1950ء صفحہ 42)

ان انتظامی کاموں کے علاوہ آپ عربی بھی پڑھاتی رہیں۔ آپ نے عربی پڑھانے کا کام 1955ء تک جاری رکھا۔ اُس کے بعد حضورؓ کی بیماری نے شدّت اختیار کر لی تھی لیکن آپ جامعہ نصرت کی ڈائریکٹریس کے طور پر خدمت بجالاتی رہیں اور ادارہ کی عمومی نگرانی آپ کے پاس رہی۔

ایک مرتبہ مجھے مکرمہ فرخندہ شاہ صاحبہ نے بتایا کہ ہم سے کالج کا ٹائم ٹیبل نہیں بن رہا تھا۔ یہ کام خاصا ٹیکنیکل ہوتا ہے کیونکہ اس میں طلبا اور اساتذہ کے علاوہ کمروں وغیرہ کا بھی جائزہ لینا

پڑتا ہے۔ محترمہ فرخندہ شاہ صاحبہ نے بتایا کہ ہم تھک ہار کے چھوٹی آپا کے پاس گئے اور انہوں نے سارے کوائف لے کر ایک ہی کوشش (attempt) میں ٹائم ٹیبل بنا دیا۔

اسی طرح حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے مجھے بتایا کہ ہمیں جامعہ نصرت کے بجٹ کے سلسلہ میں مشکل رہتی تھی تو مَیں حضرت مصلح موعودؓ سے براہِ راست رہنمائی لے لیتی تھی۔ حضورؓ آپ کو بتاتے کہ کس طرح جامعہ نصرت کی مالی ضرورت کو نظارت تعلیم کے سامنے پیش کرنا چاہیے تاکہ ادارہ کی ضرورت کے لیے رقم مل سکے۔ جامعہ نصرت ربوہ کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی عرق ریز محنت شامل ہے۔ افسوس کہ یہ ادارہ حکومتی تحویل میں جانے کی وجہ سے اپنا معیار برقرار نہیں رکھ سکا۔

ربوہ کے بارہ میں مکرم محمد داؤد طاہر صاحب کی کتاب "شہر خوباں" میں ربوہ کے تعلیمی اداروں کا تفصیلی تعارف پیش کیا گیا۔ اس کتاب میں جامعہ نصرت کی ابتدائی طالبات کے تأثرات محفوظ کیے گئے ہیں۔ اس میں چند اقتباسات پیش ہیں۔

مکرمہ منظور النساء صاحبہ جامعہ نصرت کی ابتدائی طالبات میں سے تھیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ "میں بی۔اے کے بعد ہسٹری میں ایم۔اے کرنا چاہتی تھی مگر چھوٹی آپا کو معلوم ہوا تو کہنے لگیں: منظور! تم عربی میں ایم۔اے کرو۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اپنی طالبات ہمارے کالج میں پڑھائیں۔ جہاں تک ہسٹری کا تعلق ہے تو حضرت حشمت اللہ صاحب کی بیٹی نعیمہ اس مضمون میں ایم۔اے کر رہی ہے وہ یہاں آجائے گی۔ تم عربی میں ایم۔اے کرو۔۔۔۔گھر گئی تو ابا جان نے فرمایا: بیٹی! تم یہ بات دل سے نکال دو کہ میں تمہیں ربوہ سے باہر کسی جگہ لیکچرر کے طور پر ملازمت کرنے دوں گا۔ اگر پڑھانا چاہتی ہو تو یہیں جامعہ نصرت میں پڑھانا ہوگا۔ دوسرے خلیفۂ وقت کی بیگم اور تمہارے کالج کی ڈائریکٹریس کا حکم ہے کہ تم نے عربی میں ایم۔اے کرنا ہے لہذا تم عربی میں ہی ایم۔اے کرو گی۔۔۔۔میرا ایم۔اے کا آخری پرچہ گیارہ جون 1957ء کو ہوا اور میں اسی شام ربوہ پہنچ گئی۔ چھوٹی آپا اور مسز شاہ کو معلوم ہوا کہ منظور واپس آگئی ہے تو انہوں نے اگلے ہی دن سے کلاسز لینے کو کہا۔ چنانچہ میں نے 12 جون 1957ء کو کالج میں پڑھانا شروع کر دیا۔۔۔۔جب نتیجہ نکلا تو میں یونیورسٹی کی جملہ طالبات میں فرسٹ رہی تھی۔ میں نے بی۔اے کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا تھا

چنانچہ نہ شاباش ملی نہ واہ واہ ہوئی۔ ایم۔اے کے امتحان میں اس نمایاں کامیابی پر میں خود بھی بہت حیران تھی۔ دل نے کہا کہ چھوٹی آپا کا کہا ماننے اور ابا جان کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔"(شہر خوباں صفحہ 103)

مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ نے اردو میں ایم۔اے کیا تو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے انہیں خط لکھا کہ جیسے ہی چھٹیاں ختم ہوں، جامعہ نصرت کو بحیثیت لیکچرر جوائن کرلیں۔(شہر خوباں صفحہ 124)

مکرمہ مبارکہ انجم سلہری صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ "جب میں نے پنجاب یونیورسٹی میں ایم۔اے کے لیے داخلہ لیا تو انہوں (یعنی ان کے والد صاحب) نے کہا ٹھیک ہے۔ تمہارے شوق کے پیشِ نظر ایم۔اے کرنے کی تمہیں اجازت دیتا ہوں مگر ملازمت مجھے پسند نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ ہے ملازمت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ المعروف چھوٹی آپا کو امتحان میں کامیابی کی دعا کے لیے خط لکھا کرتی تھی۔ ایم۔اے کا نتیجہ نکلا تو میری دوست اور ہم جماعت امتہ الباری، امۃ الرشید اور طاہرہ جو ربوہ میں رہتی تھیں اُن کی زبانی میری کامیابی کا علم حضرت چھوٹی آپا کو ہوا۔۔۔ نتیجہ نکلے ابھی چند روز ہی گزرے ہوں گے کہ مجھے حضرت چھوٹی آپا کا خط ملا جس میں لکھا تھا جامعہ نصرت برائے خواتین ربوہ میں انہیں لیکچرار کی ضرورت ہے۔ مجھے بلایا تھا۔ میں نے وہ خط ابا جان کو دکھایا۔ خط پر ایک نظر ڈالی ایک لمحہ توقف کیے بغیر فرمایا ہاں ٹھیک ہے تم ربوہ جاؤ۔ خلیفۂ وقت کی بیگم صاحبہ نے بلوایا ہے میں انکار کیسے کر سکتا ہوں۔"(یادوں کے دیپ صفحہ 129 تا 130)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی جامعہ نصرت ربوہ کی بہتری کے لیے کوششیں حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش کی تکمیل کے لیے تھیں۔ جیسا کہ حضورؓ نے فرمایا تھا کہ

"ہماری تجویز یہ ہے کہ اِس وقت جو دینیات کی کلاس ہے اسے ختم کر دیا جائے۔ مدرسہ میں جتنی عربی اور قرآنِ کریم اور دینیات کی تعلیم ہے اُسی پر اکتفا کیا جائے اور اس کے بعد کالج میں ان کی تعلیم پر زیادہ زور دیا جائے تاکہ ہماری جماعت میں زیادہ سے زیادہ عورتیں بی۔اے اور ایم۔اے ہوں۔ تاکہ انہی میں سے وہ ہوں جو دینی خدمات کے لیے وقف ہوں، انہی میں سے وہ ہوں جو ڈاکٹری وغیرہ کا پیشہ اختیار کرنے والی ہوں اور انہی میں سے وہ ہوں جو اپنے گھر بار کا کام کریں اور اپنے

خاندان اور علاقہ کی تعلیم کا انتظام کریں۔" (جلسہ سالانہ مستورات سے خطاب 1950ء۔انوار العلوم جلد 22 صفحہ 140 تا 141)

سائنس بلاک جامعہ نصرت ربوہ

جامعہ نصرت ربوہ میں سائنس بلاک کا اضافہ خلافتِ ثالثہ میں ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مجلسِ شوریٰ کا فیصلہ منظور فرماتے ہوئے فیصلہ فرمایا تھا کہ پچھتّر ہزار روپے (یعنی کل اخراجات کا نصف حصہ) لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ادا کرے گی۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اس بارہ میں آپ نے احمدی خواتین کو سائنس بلاک کی تعمیر میں حصہ ڈالنے کی تحریک کی۔

چندہ کی وصولی میں سست روی کو محسوس کرتے ہوئے آپ نے ان الفاظ میں تحریک کی کہ

"حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت اور منظوری سے مَیں نے بہنوں کے سامنے چندہ کی تحریک کی تھی۔ مجھے امید تھی کہ یہ رقم بہت جلد بہنوں کی محنت اور کوشش سے جمع ہو جائے گی۔ رقم بہت زیادہ نہ تھی۔ صرف صاحبِ استطاعت خواتین ہی چاہتیں تو اس رقم کو پورا کر دیتیں۔۔۔۔

مَیں پھر بہنوں کی خدمت میں درخواست کرتی ہوں کہ اپنی قوم کی بچیوں کی آئندہ علمی ترقی کے پیشِ نظر سائنس بلاک جامعہ نصرت کے لیے چندہ بھجوائیں۔ احمدی خواتین کی دیرینہ قربانیوں کی روایات کو دیکھتے ہوئے پچھتّر ہزار کی رقم ایک سال میں جمع کر دینا کوئی مشکل بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سلسلہ کی ترقی کی خاطر زیادہ سے زیادہ خدمات بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔

جامعہ نصرت کی فارغ التحصیل طالبات اس چندہ کے لیے خاص کوشش کریں۔" (الفضل ربوہ، جلد 21/56، نمبر 287، 20 دسمبر 1967ء صفحہ 8)

سائنس بلاک کا سنگِ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 8 مارچ 1970ء کو اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔ اس کی تعمیر میں دو سال کا عرصہ لگا۔ دورانِ تعمیر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کام کی رفتار پر نظر رکھتی رہیں اور کبھی کام کسی وجہ سے سست روی کا شکار ہو جاتا تو آپ کو فکر ہوتی۔ ایسے ہی کسی موقع پر آپ نے 17 جولائی 1970ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں تحریر کیا کہ

"سائنس بلاک کا کام دوبارہ شروع تو ہو گیا ہے لیکن رفتار بہت سست ہے۔ ابھی تک لنٹل

نہیں پڑے۔ حضور کی طرف سے تاکید ہوتی رہے تو جلدی کام ہو جائے گا۔"

آپ کے خط پر ہی حضورؒ نے تحریر فرمایا کہ

"تاکید کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گی۔"

سائنس بلاک کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے دستِ مبارک سے 27 مارچ 1972ء کو فرمایا۔ اس موقع پر حضورؒ نے خطاب فرمایا اور دعا کروائی۔

سائنس بلاک کی تعمیر اور جامعہ نصرت ربوہ میں سائنس کلاسز کا آغاز بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی ایک ممتاز خدمت ہے۔

جامعہ نصرت ربوہ کا احمدی خواتین کی تعلیم میں نمایاں کردار

بحیثیت ادارہ جامعہ نصرت ربوہ کا احمدی خواتین کی تعلیم میں بہت ہی نمایاں کردار رہا ہے۔ اس ادارہ کا اثر (impact) بہت ہی غیر معمولی تھا اور یہ ادارہ حضرت مصلح موعودؓ کی فراست اور حضورؓ کی رہنمائی میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی محنت کا مرہونِ منت ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جامعہ نصرت کا ذکر 1955ء کے سفر میں ہالینڈ میں ایک خطبۂ جمعہ میں ان الفاظ میں فرمایا کہ

"اس وقت تم دنیا کے سب سے بڑے ملک امریکہ میں بھی یہ نہیں پاؤ گے کہ وہاں غرباء کو مفت تعلیم دی جاتی ہو جیسا کہ ہمارے ہاں دی جاتی ہے۔ ابھی مجھے ربوہ سے اطلاع ملی ہے کہ امسال یونیورسٹی کے امتحانات کے نتائج صرف بائیس فیصدی نکلے لیکن ہمارے ربوہ کی لڑکیوں کے کالج (جامعہ نصرت) کا نتیجہ تریسٹھ فیصدی رہا اور ان پاس ہونے والی طالبات میں سے اکثر وہ ہیں جن کی فیس ہر ماہ میں خود ادا کرتا تھا وہ کالج کی فیس مہیا نہیں کر سکتی تھیں۔ لیکن ہم نے ان کے اخراجات کو برداشت کیا اور اس طرح عورتوں کی تعلیم کو ترقی دی۔ اس سے پہلے قادیان ایک وقت میں عورتوں کی تعلیم کا ایک بڑا مرکز تھا۔ وہاں پر کل تعلیم کا تناسب باسٹھ فیصدی تھا۔ لڑکوں کی تعلیم کا تناسب نوّے فیصدی تھا اور عورتوں کی تعلیم کا تناسب سَو فیصدی تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی قوم پردہ میں ترقی نہیں کر سکتی لیکن ہماری طرف دیکھو کہ ہماری بچیوں کو جو عورتیں پڑھاتی ہیں وہ بھی پردہ کی پابند ہیں۔ خود میری اپنی بیوی کالج کی پرنسپل ہے۔ وہ عربی میں ایم۔اے ہے اور وہ اِس کام کا کچھ معاوضہ

نہیں لیتی لیکن وہ خود بھی پردہ کرتی ہیں اور لڑکیاں بھی پردہ میں رہتی ہیں۔ اگر ضرورت کے موقع پر کالج میں بعض مرد تعلیم کے لیے لگائے جاتے ہیں تو وہ بھی پردہ کے پیچھے بیٹھ کر پڑھاتے ہیں اور لڑکیاں بھی پردہ میں ہوتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یونیورسٹی کے بائیس فیصدی نتائج کے مقابل میں ان کا نتیجہ تریسٹھ فیصدی ہے۔ حقیقت یہ کہ جب کبھی عورتیں پختہ ارادہ اور عزم کرلیں گی تو وہ علم حاصل کرلیں گی۔ اور دنیا کو دکھادیں گی کہ پردہ میں رہ کر بھی ہر چیز حاصل ہوسکتی ہے۔ بعض بڑے بڑے کالج ہیں جن کی گورنمنٹ مدد کرتی ہے اور جن میں امریکہ اور لندن وغیرہ سے آئے ہوئے پروفیسر پڑھاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اُن کا نتیجہ صرف بائیس فیصدی ہے لیکن ہماری عورتوں کے نتائج تریسٹھ فیصدی ہیں۔ اور یہ چیز صرف عزم اور عملی عروج کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔" (خطباتِ محمود جلد 36 صفحہ 97)

جامعہ نصرت کے قیام سے لے کر 1972ء میں اس کے قومیائے جانے تک حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے جس جاں فشانی سے اس ادارے کی آبیاری کی ہے وہ عدیم المثال ہے۔ دنیا میں بہت سے لوگ ادارے قائم کرتے ہیں اور ان کی کامیابی کے لیے محنت بھی کرتے ہیں لیکن عموماً کوئی نہ کوئی دنیاوی فائدہ ان کے پیشِ نظر ہوتا ہے۔ آپ نے جو خدمات اس ادارہ کے لیے سرانجام دیں وہ اپنی گھریلو ذمہ داریوں کے علاوہ لجنہ اماء اللہ کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ سرانجام دیں۔ ایک خاتون ہونے کی وجہ سے آپ پر اضافی ذمہ داریاں اور مشکلات بھی تھیں۔ لیکن آپ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ نہ صرف آپ نے اس ادارہ میں تدریس کی بلکہ اس کی انتظامی کاموں اور ترقی میں بہت خدمت کی توفیق پائی اور اس کے بدلہ میں کوئی دنیاوی معاوضہ نہ آپ نے وصول کیا اور نہ اس کی خواہش کی۔

تدریس سے وابستہ افراد یہ جانتے ہیں کہ ان کی محنت کا پھل جب لائق اور تابعدار شاگردوں کی صورت میں نکلتا ہے تو کیسے اُن کے دل بلّیوں اچھلتے ہیں۔ یہی حال آپ کا تھا۔ جب یہ ادارہ قائم ہوا تھا آپ واحد خاتون تھیں جن کے پاس ایم۔اے کی ڈگری تھی اور باقی تمام مرد اساتذہ تھے۔

تاریخِ لجنہ اماء اللہ جلد دوم میں مکرمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"کالج کے سٹاف میں جہاں پہلے سال حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ مدّ ظلّہا العالی واحد خاتون تھیں وہاں آج خدا تعالیٰ کے فضل سے کالج کا سٹاف 32 سند یافتہ خواتین پر مشتمل ہے۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 276)

فضلِ عمر جونیئر ماڈل سکول ربوہ

9 دسمبر 1957ء میں آپ نے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے زیرِ انتظام فضلِ عمر جونیئر ماڈل سکول جاری کیا۔ آپ نے اپنا مکان اس سکول کے لیے پیش کیا جس میں یہ سکول سالہاسال تک کام کرتا رہا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی خواہش تھی کہ اس سکول کی اپنی عمارت ہو۔ 1959ء میں اس مقصد کے لیے مبلغ چار ہزار تین صد اکہتر (-/4,371) روپے میں سات کنال زمین خریدی گئی۔

1960ء تک یہ سکول پرائمری رہا۔ جماعت پنجم تک بچے اور بچیاں اکٹھے پڑھتے تھے۔ 1961ء میں پہلی مرتبہ ششم جماعت کھولی گئی اور اس میں صرف لڑکیوں کے لیے تعلیم کا انتظام تھا۔ آہستہ آہستہ یہ سکول ہائی سکول بن گیا اور 1972ء میں پہلی مرتبہ اس سکول کی بچیوں نے میٹرک کا امتحان دیا۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 468 تا 469)

عمارت کی تعمیر کے لیے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی طرف سے چندہ کی تحریک کی جاتی رہی۔ ایک ایسے ہی اعلان میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے ان الفاظ میں تحریک کی کہ

"احباب کو معلوم ہے کہ ربوہ میں چار سال سے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کت زیرِ انتظام 'فضلِ عمر جونئیر ماڈل سکول' جاری ہے۔ جو اس وقت تک کرایہ کی عمارت میں کھلا ہوا ہے۔ یہ سکول خدا تعالیٰ کے فضل سے روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ ضروری ہے کہ اس کی عمارت فوراً تعمیر کی جائے۔ عمارت کے لیے زمین خریدی جاچکی ہے۔ لیکن ابھی تک ہم اتنا چندہ جمع نہیں کر سکے کہ عمارت کا کام شروع کر سکیں۔ بجٹ کا جائزہ لینے پر معلوم ہوا کہ گزشتہ تین ماہ میں صرف گیارہ سو روپے اس مد میں چندہ آیا ہے۔ جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ تمام لجنات کو چاہیے کہ وہ سرگرمی سے کام کریں اور جلد از جلد جونئیر ماڈل سکول کی عمارت کے لیے چندہ جمع کریں۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی مستورات میں قربانی کا مادہ موجود ہے۔ ہماری جماعت کی

مستورات اس سے قبل لندن اور ہیگ میں اپنے چندہ سے مساجد تعمیر کر چکی ہیں۔اپنے چندہ سے قرآنِ مجید کا جرمن ترجمہ شائع کرواچکی ہیں۔اسی طرح اپنا دفتر بھی تعمیر کر چکی ہیں۔کوئی وجہ نہیں کہ اب جبکہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت زیادہ ترقی کر چکی ہے ایک سکول کی عمارت تعمیر نہ کر سکیں۔

اس سکول میں جماعت پنجم تک لڑکے بھی پڑھتے ہیں۔اس لیے مَیں احبابِ جماعت سے بھی درخواست کرتی ہوں کہ وہ اس چندہ میں حصہ لیں۔ڈیڑھ صد رقم دینے والے بھائی یا بہن کا نام عمارت پر کندہ کروایا جائے گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔"(الفضل ربوہ، جلد 16/51، نمبر 29، 3 فروری 1962ء صفحہ 6)

بوجوہ اس سکول کی عمارت مکمل نہ ہو سکی۔بعدہٗ حکومت نے اس سکول کو نیشنلائز کر لیا۔

1967ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے پہلے دورۂ انگلستان کے بعد اس سکول کو دورہ فرمایا۔حُسنِ اتفاق سے حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس سکول کے طالبعلم رہے ہیں۔

لجنہ اماء اللہ کے زیرِ انتظام دیگر تعلیمی ادارے

فضلِ عمر جونئیر ماڈل سکول ربوہ کے علاوہ لجنہ اماء اللہ کے تحت متعدد اور سکول بھی جاری کیے گئے جن میں نصرت گرلز ہائی سکول لاہور، مریم مڈل گرلز سکول گھٹیالیاں، ہلاپور پرائمری سکول اور مریم سکول چک منگلہ شامل ہیں۔

نصرت گرلز ہائی سکول لاہور 1965ء میں لجنہ اماء اللہ لاہور نے دارالذکر کی بالائی منزل میں کھولا تھا۔حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے مئی 1966ء میں اس سکول کا دورہ کیا۔اس موقع پر آپ نے بچیوں اور معلّمات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"میرے بچو! تم نے صرف دنیاوی تعلیم حاصل نہیں کرنی۔تم نے آسمان پر احمدیت کا درخشندہ ستارہ بن کر چمکنا ہے۔اس لیے ابھی سے جس طرح تمہاری معلّمات تمہاری تربیت کرنے کی کوشش کریں ان کی اطاعت کرو اور جو سکھائیں، سیکھو۔

معلّمات کو بہت عظیم الشان ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ آپ کے سپرد کر کے ان بچوں کے ماں باپ بے فکر ہیں کہ اب آپ انہیں سنبھالیں گے۔ اس لیے آپ کے پاس سب سے آسان اور مجرّب نسخہ یہی ہے کہ اپنا نمونہ ایسا دکھائیں جو عین شریعتِ اسلامی کے مطابق ہو۔ جو ہماری روایات کے مطابق ہو۔ جو ہماری مشرقی اقدار کے مطابق ہو جو قرآنِ مجید اور حدیث کی تعلیم کے مطابق ہو۔ پھر آپ دیکھیں گی کہ یہ ننھی منھی کلیاں کیسے لہلہاتے ہوئے پھول بنیں گے جس کی خوشبو سے ساری دنیا معطّر ہو جائے گی۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 381)

نصرت گرلز ہائی سکول لاہور کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ستمبر 1966ء میں اس سکول میں تشریف لے گئے اور معائنہ فرمایا۔

نصرت جہاں میڈل کا اجرا

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے 1969ء میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے احمدی طالبات کی حوصلہ افزائی کے لیے "نصرت جہاں طلائی میڈل" کا آغاز کیا۔ یہ میڈل ان بچیوں کے لیا تھا جو نظارت تعلیم کی طرف سے لیے جانے والے امتحان میں اوّل پوزیشن حاصل کرتی تھیں۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 257)

احمدیہ گرلز انٹر کالجئیٹ ایسوسی ایشن کو نصائح

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے احمدیہ گرلز انٹر کالجئیٹ ایسوسی ایشن کی ممبرات سے بھی ملاقاتیں کیں اور ان سے خطاب فرمایا۔ ان خطابات میں آپ نے اُن کو بحیثیت ایک تعلیم یافتہ احمدی خاتون کے ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے ایک خطاب میں فرمایا کہ

"آپ مختلف درسگاہوں میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ ہماری جماعت کی کتنی مخالفت ہوتی ہے اور احمدیت کے متعلق کتنی غلط فہمیاں لوگوں کے دلوں میں پائی جاتی ہیں۔ غلط باتیں ہماری طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ پس آپ کا فرض ہے کہ آپ کے ساتھ آپ کی درسگاہوں میں جو دوسری طالبات پڑھ رہی ہیں ان سے تبادلہ خیالات کریں انکے دلوں میں احمدیت کے متعلق جو غلط خیالات ماں باپ کی طرف سے یا ملنے جُلنے والیوں یا ان کے مولویوں کی طرف سے بٹھا دیئے گئے ہیں ان کو دُور کرنے کی کوشش کریں۔ احمدیت کے صحیح عقائد پیش کر کے ان پر واضح کریں کہ

احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ صحیح اسلام کا ہی دوسرا نام ہے۔"(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 377 تا 378)

نصرت انڈسٹریل سکول

1936ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے لجنہ اماء اللہ کو دستکاری کی طرف توجہ دلائی تھی اور اس کام کے لیے حضورؓ نے اپنی طرف سے پانچ صد روپے کا عطیہ بھی لجنہ اماء اللہ کو عطا فرمایا تھا۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 صفحہ 360)

قیامِ پاکستان کے بعد مئی 1956ء میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے تحت ربوہ میں نصرت انڈسٹریل سکول کا قیام عمل میں آیا اور سب سے پہلے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے 26 جون 1956ء کو اس سکول کا معائنہ کیا اور رہنمائی فرمائی۔ اس کے بعد آپ کی زیرِ نگرانی یہ سکول ترقی کی منزلیں طے کرتا چلا گیا۔ اس سکول میں طالبات کو کام سکھانے کے علاوہ آرڈر پر کام بھی لیا جاتا ہے۔

جنوری 1972ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے لجنہ اماء اللہ ربوہ کے سپرد پاکستانی فوجیوں کے لیے روئی کی صدریاں بنانے کا کام فرمایا۔ محلّہ جات کے علاوہ نصرت انڈسٹریل سکول، جامعہ نصرت کی اساتذہ اور طالبات اور نصرت گرلز سکول و فضلِ عمر جونیئر ماڈل سکول کی اساتذہ نے بھی صدریوں کی تیاری میں حصہ لیا۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 707)

معزز غیر احمدی خواتین سے ملاقاتیں اور تعلقات

1952ء میں امریکہ کے سابق صدر جناب فرینکلن روزویلیٹ (Franklin Roosevelt) کی اہلیہ محترمہ ایلانور روزویلٹ (Eleanor Roosevelt) پاکستان تشریف لائی تھیں۔ چنانچہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی سرکردگی میں 25 فروری 1952ء کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا ایک وفد ان سے لاہور جاکر ملا اور ان کو جماعت احمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کا تعارف کروایا۔ نیز انہیں انگریزی زبان میں ترجمہ قرآنِ مجید کی ایک جلد تحفہ میں پیش کی۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 339)

9 مارچ 1952ء کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا ایک وفد حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی سرکردگی میں مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح صاحبہ سے فیصل آباد جاکر ملا اور انہیں بھی انگریزی زبان

میں قرآنِ مجید کی ایک جلد پیش کی۔ ان کو ربوہ آنے کی دعوت بھی دی۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 339
)

25 ستمبر 1991ء کو لجنہ اماء اللہ لاہور نے چند معزز غیر احمدی خواتین کو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے ملاقات کے لیے کڑک ہاؤس میں دعوت دی گئی۔ ان مہمان خواتین میں خاص طور پر قابلِ ذکر محترمہ ایلس فیض (Alys Faiz) اور ان کی بہن محترمہ بلقیس تاثیر ہیں۔ یہ برطانوی نژاد تھیں اور جوانی میں ہی انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ دونوں بہنیں تعلیم یافتہ تھیں۔ ان کی شادی بھی دو ایسے ترقی پسند شعراء سے ہوئی جنہوں نے تعلیمی اور سماجی خدمات میں شہرت حاصل کی۔ میری مراد جناب فیض احمد فیض اور جناب محمد دین تاثیر سے ہے۔ پنجاب کے سابق گورنر جناب سلمان تاثیر محترمہ بلقیس تاثیر اور جناب محمد دین تاثیر کے بیٹے تھے۔(الفضل ربوہ، جلد 66-101، نمبر 269، 26 نومبر 2016ء صفحہ 5)

تقسیمِ ہند کے بعد مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والی خواتین آبادکاری کے کاموں میں مصروف تھیں۔ ان کی طرف سے لجنہ اماء اللہ سے رابطہ کیا گیا اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے مشہور سماجی خواتین سے تعلقات آغاز ہوا۔ بیگم سلمیٰ تصدق حسین، بیگم شاہنواز و دیگر خواتین شامل تھیں۔(گلہائے محبت صفحہ 70)

اس کے علاوہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن (اپوا/APWA) کی ممبر بھی تھیں اور اس کے اجلاسات میں شامل ہوتی تھیں اور اس میں شامل دیگر مشہور غیر احمدی خواتین سے رابطے اور تعلقات تھے۔

اپوا کے تحت ایک مشاعرہ کا انتظام بھی کیا گیا جس میں پڑھنے کے لیے حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کی طرف سے ایک غزل بھی لکھ کر دی تھی۔ یہ پوری غزل اس کتاب کے باب نہم میں شامل کر لی گئی ہے۔(گلہائے محبت صفحہ 70)

1970ء کے قومی وصوبائی انتخابات میں خدمت

7 دسمبر 1970ء کو قومی اسمبلی اور 17 دسمبر 1970ء کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات

ہوئے۔ ووٹ دینے کے لیے احمدی خواتین کی فہرستیں تیار کرنے اور صحیح طور پر انتظام کے ساتھ ووٹ ڈلوانے کا کام لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے سپرد کیا گیا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اس سلسلہ میں متعدد ٹیمیں بنائیں جنہوں نے ووٹر لسٹوں کی نقول تیار کیں، احمدی خواتین سے رابطہ کر کے ان کو اُن کے ووٹ کے حلقہ کی اطلاع دی اور ووٹ ڈالنے کا صحیح طریق سکھایا۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 682)

لجنہ اماء اللہ کے عہد سے وفاداری

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنے شوہرِ نامدار حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تربیت کے نتیجہ میں اسلام احمدیت کی خدمت میں اپنی زندگی گزار دی۔ جہاں تک انسانی علم کا تعلق ہے آپ نے لجنہ اماء اللہ کے عہد کی پوری وفاداری سے پاسداری کی، **فالحمد للہ علیٰ ذالک**۔ لجنہ اماء اللہ کے عہد کے الفاظ ہیں

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لیے ہر دم تیار رہوں گی۔ نیز سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی۔

لجنہ اماء اللہ کے قیام پر سو سال اور آپ کا ذکرِ خیر

اس کتاب کی تحریر کے وقت لجنہ اماء اللہ کو قائم ہوئے سو سال ہو رہے ہیں تو خلافتِ احمدیہ کے زیرِ تربیت احمدی خواتین کی مسلسل قربانیوں اور خدمات کے نتیجہ میں لجنہ اماء اللہ دنیا بھر میں مستحکم ہو چکی ہے۔ اور خلیفۂ وقت کی بابرکت قیادت و سیادت میں نئے نئے ذرائع سے اسلام احمدیت کا پیغام تمام دنیا میں پھیلانے میں مصروفِ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ان سو سالوں میں سے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی زندگی کے ستاون سال لجنہ اماء اللہ کی خدمت میں بسر ہوئے۔

آپ نے 1940ء سے لجنہ میں خدمت کا آغاز کیا۔ 1942ء میں سیکرٹری جنرل منتخب ہوئیں اور 1958ء کے آخر میں صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ منتخب ہوئیں۔ آپ اس خدمت پر 1989ء تک

مامور رہیں۔1989ء سے لے کر 1997ء تک آپ بطور صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان خدمت بجالاتی رہیں۔ آپ نے اپنے اخلاقِ حسنہ اور سرگرمیٔ عمل سے اس تنظیم کی آبیاری کی اور اس کو ایک مثمر اور تنومند شجر بنانے کے لیے اپنے تن، من اور دھن کی قربانی پیش کر دی۔ آپ کی زندگی قرآنِ مجید کی اس آیت لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا (الدھر:10) کا عملی نمونہ تھی۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالك۔

لجنہ اماء اللہ کے اس صد سالہ جشنِ تشکّر پر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی شدّت سے یاد آنا ایک فطری بات ہے۔ اور اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ آپ کی نیک خواہشات، پاکیزہ جذبات اور جاودانی خدمات کا کچھ تذکرہ محفوظ ہو جائے گا اور آپ کے محبّین کے دلوں میں آپ کی یاد تازہ ہو جائے گی۔ دل خوش بھی ہوں گے اور غمگین بھی۔ اس صدی کے سنگم پر کیسا حسین امتزاج ہے خوشی اور غم کا۔

ایک لمحہ ٹھہر کر سو سال قبل کے حالات کو کچھ جائزہ لیں تو یکایک یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ سو سال قبل دنیا بھر میں بالعموم اور ہندوستان میں بالخصوص خواتین کی علمی حالت کس قدر خراب تھی۔ اُس زمانہ میں طبقۂ نسواں کی روح حضرت مصلح موعودؓ سے بزبانِ حال یوں مخاطب تھی کہ

ساغرِ بادۂ عرفان پلا دے ساقی
میری سوئی ہوئی تقدیر جگا دے ساقی
تجھ کو مولا نے کیا عطرِ رضا سے ممسوح
یہ مہک گلشنِ عالم میں بسا دے ساقی
مجھ سے غم دیدہ پہ ہو جائے وہ چشمِ الطاف
جگمگا اٹھیں مرے سارے ارادے ساقی

پھر ان سو سالوں کا جائزہ لیں تو بشدّت یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے طبقۂ نسواں پر کس قدر احسان فرمائے۔ اُن کی دینی و دنیوی تعلیم و تربیت کے لیے سکیمیں جاری فرمائیں، انہیں قومی خدمت کے قابل بنایا اور ان سے قومی خدمات لیں اور اپنی ازواج اور اولاد کو ان کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ ان سو(100) سالوں میں سے پچھتّر(75) سال لگاتار صدر لجنہ اماء

اللہ کی خدمت حضورؓ کی کسی نہ کسی حرم کے سپرد رہی۔1922ء میں حضرت امِّ ناصر صاحبہؓ نے یہ خدمت سنبھالی اور 1997ء تک یہ دور جاری رہا۔1997ء میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے لیے بوجہ خرابیٔ صحت اس خدمت کو کماحقہٗ مزید ادا کرنا ممکن نہ رہا۔ یہ بہت لمبا عرصہ بنتا ہے۔ آج بھی دنیا کی اوسط عمر پچھتّر سال سے کم ہے۔

یہ تو صرف لجنہ اماء اللہ کی صدارت کا ذکر ہوا ہے۔نائب صدر، جنرل سیکرٹری اور دیگر عہدوں پر بھی حضورؓ کی ازواج کو لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔

اس کتاب کی توسط سے جہاں ہم حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو یاد کر رہے ہیں وہاں حضورؓ کی دیگر ازواج کی خدمات کو یاد کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ بلکہ سب سے بڑھ کر ان ازواج کو اس خدمت پر مامور کرنے والا بابرکت وجود سب سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ اُس کے احسانات کو یاد کیا جائے۔

تجھ کو اس لطف کی اللہ جزا دے ساقی

شکر گزار دلوں میں یہ احساس پیدا ہونا چاہیے کہ وہ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (رحمٰن:61) پر نظر رکھتے ہوئے اپنے ان محسنوں کی بلندیٔ درجات کے لیے دعائیں کرتے رہیں اور ان کی نیک نصائح پر عمل کریں تا کہ اُن کی دعاؤں کے حق دار بن سکیں۔ آمین یارب العالمین۔

باب نہم (9)

خلفاءِ احمدیت کی آپ پر خاص شفقتیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے تفضّلِ خاص سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ خلافت جیسی نعمتِ عظمٰی کو چودہ سو سال کے بعد دوبارہ جاری فرمایا ہے اور ہم پر فرض ہے کہ اس نعمت کی قدر کریں اور اس کی سب سے بڑی قدر یہی ہے کہ خلیفہ وقت کی اطاعت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلافتِ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے طریق پر قرآن و سنّت کی تعلیمات کا نفاذ کرتی رہی ہے اور آئندہ بھی کرتی رہے گی۔ 1908ء سے لے کر اب تک علمی اور عملی طور پر افرادِ جماعت احمدیہ پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید خلافتِ احمدیہ کے ساتھ ہے اور ہماری روحانی، دینی و دنیاوی بقا اسی میں ہے کہ ہم خلافتِ احمدیہ سے وابستہ رہیں۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے والد خلافتِ احمدیہ کے ایک سچے عاشق تھے اور یہی عشق آپ نے اپنی اولاد میں پیدا کیا اور شادی کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے اس پہلو سے بھی آپ کی نہایت اعلیٰ رنگ میں تربیت فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے دَورِ خلافت میں خلافتِ حقّہ کی اہمیت اور برکات پر مسلسل روشنی ڈالی ہے اور استحکامِ خلافت کے لیے جو جدوجہد کی ہے وہ بے مثال ہے۔ خلافت کی اہمیت اور برکات سے متعلق صرف دو اقتباسات پیش ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

"خلافت کا مسئلہ میرے نزدیک اسلام کے اہم ترین مسائل میں سے ہے بلکہ مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر کلمہ شریفہ کی تفسیر کی جائے تو اس تفسیر میں اس مسئلہ کا مقام سب سے بلند درجہ پر ہو گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کلمہ طیّبہ اسلام کی اساس ہے مگر یہ کلمہ اپنے اندر جو تفصیلات رکھتا ہے

اور جن امور کی طرف یہ اشارہ کرتا ہے اُن میں سے سب سے بڑا امر مسئلہ خلافت ہی ہے۔" (خلافتِ راشدہ۔ انوار العلوم جلد 15 صفحہ 444)

حضرت مصلح موعودؓ مزید فرماتے ہیں کہ

"میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوّت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے۔ تم خلافتِ حقّہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دنیا کو متمتّع کرو تا خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تم کو اِس دنیا میں بھی اونچا کرے اور اُس جہان میں بھی اونچا کرے۔ تا مرگ اپنے وعدوں کو پورا کرتے رہو اور میری اولاد اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کو بھی ان کے خاندان کے عہد یاد دلاتے رہو۔" (حضرت مصلح موعود کی ایک وصیت۔ انوار العلوم جلد 26 صفحہ 602)

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے دَورِ خلافت میں مسلسل اس بات کی اہمیت کو اجاگر فرمایا کہ تمام کامیابیاں خلافت سے وابستگی میں ہیں اور حضورؓ کی تربیت کے نتیجہ میں حضورؓ کے قریبیوں کو یہ احساس سب سے زیادہ تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ کے کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"میری نظر میں آپ کا سب سے عظیم الشان کارنامہ استحکامِ خلافت ہے۔ جماعت کے ہر فرد مرد عورت اور بچہ کے دل میں یہ ایمان پیدا کر دیا کہ اسلام کی ترقی صرف وحدتِ قومی کے ساتھ وابستہ ہے اور وحدتِ قومی کی جان نظامِ خلافت ہے۔ خلافت پر پختہ ایمان، ہر قیمت پر اس انعامِ الٰہی کو قوم میں قائم رکھنا، خلافت کی کامل فرمانبرداری، اس کی عظمت کے مطابق قربانیاں دینا ہر احمدی میں یہ روح اور جذبہ پیدا کرنے کا سہرا آپ ہی کے سر رہا۔" (گلہائے محبت صفحہ 58 تا 59)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنی زندگی خلافتِ احمدیہ کی اطاعت میں گزاری۔ آپ پر خلفاء احمدیت نے غیر معمولی شفقتیں فرمائیں۔ ان میں سے چند کا ذکر پیش ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شفقتیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ آپ کا تعلق مرید کے علاوہ ایک اطاعت گزار بیوی کا بھی

تھا۔ اس وجہ سے آپ پر حضورؓ کی شفقتیں بھی دوہری تھیں۔ آپ کی ساری زندگی حضورؓ کی شفقتوں اور عنایتوں کے زیرِ سایہ گزری۔ یہاں صرف ان واقعات کا ذکر کرنا مقصود ہے جو غیر معمولی رنگ رکھتے ہیں۔

آپ پر اعتراضات کا حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے دفاع

الٰہی جماعتوں کو ہمیشہ سے بعض ایسے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اپنوں کی طرف سے ہی کیے جاتے ہیں۔ بعض اوقات یہ اعتراضات کمیٔ علم و تقویٰ کی بنا پر کیے جاتے ہیں اور بعض اوقات ان میں فتنہ اور نفاق کا عنصر شامل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر دو قسم کے معترضین میں شامل ہونے سے بچائے رکھے۔ آمین۔ احمدیت کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آتا رہا ہے۔ ہجرت کے بعد ایک خاتون نے کچھ اعتراضات حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو لکھ کر بھجوائے۔ اس بارہ میں حضورؓ نے فرمایا کہ

"اس خاتون نے جو اعتراضات لکھے ہیں وہ یہ ہیں کہ 'خاندان کی عورتیں سادہ زندگی بسر نہیں کرتیں۔ خود کام نہیں کرتیں۔ بلکہ گھروں میں انہوں نے نوکر رکھے ہوئے ہیں۔ گوٹہ کناری سے دوسروں کو منع کیا جاتا ہے مگر خود گوٹہ کناری استعمال کی جاتی ہے، سواری استعمال کرتی ہیں، لجنہ کی کلرک ہیں وہ خود کام نہیں کرتیں۔" (خطباتِ محمود جلد 29 صفحہ 153)

حضورؓ نے اپنے خطبۂ جمعہ فرمودہ 14 مئی 1948ء میں ان تمام اعتراضات کو بڑے مدلّل انداز میں ردّ فرمایا۔ حضورؓ نے کھانے اور لباس میں سادگی کے حوالہ سے اپنے گھروں کی مثال دی اور بتایا کہ حضورؓ کے گھروں میں صرف ایک کھانا پکتا ہے اور لباس بھی سادہ ہی ہوتا ہے۔ حضورؓ نے فرمایا کہ سادگی ایک نسبتی چیز ہے۔ حضورؓ کی ازواج نے مہاجرات کی جو خدمت کی اس کا بھی ذکر حضورؓ نے اجمالی تذکرہ فرمایا۔ نیز یہ بھی بتایا کہ ان سخت مخدوش حالات میں بھی حضورؓ کے ساتھ ساتھ حضورؓ کی ازواج بھی مالی قربانی میں السابقون کے مقام پر فائز ہیں۔ حضورؓ نے بتایا کہ قربانی بھی نسبتی چیز ہے۔ حضورؓ نے یہ بھی بتایا کہ ان مخدوش حالات کے باوجود حضورؓ کا چندہ آمد پر 80 فیصی ہوتا تھا۔

حضورؓ نے فرمایا کہ

"جب سے جنگ شروع ہوئی ہے مَیں اپنی بیویوں کو تیس روپے ماہوار دیا کرتا ہوں۔ میری

بڑی بیوی جب سے لاہور آئی ہیں وہ ساری کی ساری رقم انجمن میں بھیج دیتی ہیں اور ان کے پاس صرف صفر رہ جاتا ہے۔ اب وہ خاتون خود ہی سوچیں کہ صفر میں کتنی عیاشی کی جاسکتی ہے۔ میری باقی بیویوں کے اخراجات کا بھی آسانی کے ساتھ پتہ لگ سکتا ہے۔ وصیت سب نے کی ہوئی ہے، تحریکِ جدید کے دفتر سے پوچھ لیں کہ وہ تحریک میں کتنا چندہ دیتی ہیں۔ پھر لجنہ اماءاللہ کا چندہ بھی دیتی ہیں۔ یہ چندہ کم از کم پندرہ روپے ماہوار جاپڑتا ہے اور زیادہ سے زیادہ پندرہ روپے ان کے پاس باقی رہ جاتے ہیں۔ اگر یہ سارے کے سارے کپڑوں پر ہی لگا دیئے جائیں تو سال میں وہ صرف چھ سات جوڑے لٹھے اور ململ کے بنا سکتی ہیں۔ اب وہ خاتون خود ہی سوچیں کہ وہ کون سے عیاشی ہے جو اس رقم میں ہوسکتی ہے۔ یہ تو میں نے عقلی دلیل دی ہے باقی ان کے لباس مجھے نظر آتے ہیں۔ یہ تو نہیں کہ وہ دروازے بند کر لیتی ہیں اور صرف لجنہ کے ممبروں کو کہتی ہیں کہ آؤ اور ہمارے لباس دیکھ لو۔ سب سے زیادہ میری ہی نظر اُن کے لباس پر پڑتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پچھلے سات آٹھ ماہ میں اُن میں سے ہر ایک کے لباس اتنے بوسیدہ ہو چکے ہیں کہ اُن کے پاس کوئی جوڑا بھی ایسا نہیں جو کئی جگہ سے سلا ہوا نہ ہو۔" (خطباتِ محمود جلد 29 صفحہ 154)

حضورؓ مزید فرماتے ہیں کہ

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے گھر میں گوٹہ کناری بھی استعمال کرنے والے ہیں مگر ایک بھی نہیں جس نے ان دنوں گوٹہ کناری خریدا ہو۔ پھر بات کیا ہے؟ بات وہی سلیقہ اور ہنر والی آجاتی ہے۔ ہماری والدہ ہندوستانی ہیں اور اس وجہ سے ہمارے ہاں دلّی کا رواج ہے اور دلّی کی عورتیں گوٹہ کناری کو ایسا سنوار کر رکھنا جانتی ہیں کہ ہماری والدہ کو ان کی دادی کے لباس جہیز میں ملے تھے اور وہ ہم کو دکھایا کرتی تھیں بلکہ دلّی والے تو سو سو سال تک بھی گوٹہ لے جاتے ہیں۔ پس یہ تو ٹھیک ہے کہ ان میں سے بعض گوٹہ کناری استعمال کرتی ہیں مگر یہ گوٹہ وہی ہے جو ان کی شادیوں پر خریدا گیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے نہیں لیا یا تحریکِ جدید کے بعد نہیں لیا۔" (خطباتِ محمود جلد 29 صفحہ 157)

ان اعتراضات کا ایک حصہ براہِ راست لجنہ اماءاللہ کے کاموں اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے متعلق تھا۔ اُن کا جواب دیتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا کہ

"یہ جو کہا گیا ہے کہ لجنہ کی کلرک کیوں ہے اِس کے متعلق یاد رہے کہ لجنہ کی ایک کلرک

نہیں بلکہ دو کلرک ہیں۔اس طرح میں اعتراض کرنے والی کے اعتراض کو اور بھی پکا کر دیتا ہوں۔ لیکن مجھے دو پر بھی اعتراض ہے۔ مَیں قریباً سال بھر سے اپنی بیوی سے جھگڑا کر رہا ہوں کہ دو کلرک کافی نہیں ایک تنخواہ دار سیکرٹری کا بھی اضافہ کیا جائے۔ مگر اس خاتون کا اعتراض ہے کہ ایک کلرک بھی کیوں ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہندوستان اور امریکہ میں چار سو لجنات پائی جاتی ہیں۔ ان سب کا کام ایک کلرک کیسے کر سکتی ہے۔ ان خاتون نے تو دفتر میں کبھی کام نہیں کیا۔ اُس کے خاوند نے کیا ہو گا وہ اپنے خاوند سے پوچھے کہ چار سو ڈپٹی کمشنروں سے خط و کتابت کرنے کے لیے کتنے عملہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں پنجاب میں سولہ ڈپٹی کمشنر ہیں۔ ان سولہ ڈپٹی کمشنروں کی نگرانی کے لیے کمشنروں کے دفاتر میں کتنا عملہ رکھا ہوا ہے۔ پھر چار سو لجنات کے لیے کوئی ایک کلرک کس طرح کافی ہو سکتی ہے۔ پھر اُس خاتون نے تو غالباً تعلیم نہیں پائی اس لیے شاید وہ اِس کی اہمیت نہ سمجھ سکیں لیکن اِس بارہ میں وہ اپنے خاوند سے ہی دریافت کر لیں۔ میری بیوی ایم۔اے کا امتحان دے رہی ہے اور دو سال کی پڑھائی آٹھ مہینہ میں کر رہی ہے۔ اس خاتون نے خود تو کوئی امتحان نہیں دیا ہو گا۔ اس کے خاوند اور بھائیوں نے تو ایم۔اے کی تیاری کی ہو گی۔ وہ ان سے ہی پوچھ سکتی ہیں کہ اس پر کتنا وقت صَرف ہوتا ہے۔ چار گھنٹے ان کو صرف پروفیسر پڑھاتے ہیں اور پڑھائی کو یاد کرنے کے لیے بھی وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ کچھ مَیں بھی ان سے دفتر کا کام لیتا ہوں۔ اِس لیے ان پر اعتراض نہیں ہو سکتا کہ وہ کام نہیں کرتیں۔" (خطباتِ محمود جلد 29 صفحہ 162)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے یہ الفاظ رہتی دنیا تک حضورؓ کی خدمات کے ساتھ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ذکر کو بھی زندہ رکھیں گے۔

سیر روحانی کی اشاعت اور مریم صدیقہ فنڈ کا قیام

حضرت مصلح موعودؓ نے 1938ء میں ہندوستان کے مختلف شہروں کا دورہ فرمایا وہاں کے تاریخی مقامات کی سیر کی۔ اس کے علاوہ حضورؓ نے دہلی، آگرہ اور بمبئی وغیرہ کے تاریخی مقامات کی سیر کے ساتھ آثارِ قدیمہ کے بعض مقامات بھی دیکھے جن میں نمایاں طور پر جامع مسجد دہلی، قطب صاحب کی لاٹ، دیوانِ عام، جنتر منتر، مقبرے، حوضِ خاص، تاج محل آگرہ، متعدد قلعے اور دیوانِ خاص وغیرہ شامل تھے۔ ان مقامات کی سیر کرتے ہوئے اور بالخصوص تغلق آباد کے قلعہ کو دیکھ کر

آپ پر عجیب روحانی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم الشان علوم کا انکشاف کیا گیا اور حضورؓ بے اختیار پکار اٹھے کہ "مَیں نے پالیا۔ مَیں نے پالیا"۔

حضورؓ فرماتے ہیں کہ

"سو آج مَیں آپ لوگوں کو بتاتا ہوں کہ مَیں نے وہاں کیا پایا اور وہ کیا تھا جسے میری اندرونی آنکھ نے دیکھا۔

مَیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ مَیں نے اُس وقت وہاں دیکھا وہ وہی تھا جو مَیں آج بیان کروں گا۔ اُس وقت میری آنکھ کے سامنے سے جو نظارے گزرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو راز مجھ پر کھولا گیا گو وہ تفصیل کے لحاظ سے بہت بڑی چیز ہے اور کئی گھنٹوں میں بھی بیان نہیں ہو سکتی مگر چونکہ فکر میں انسان جلدی سفر طے کر لیتا ہے اس لیے اُس وقت تو اِس پر چند منٹ شاید دس یا پندرہ ہی خرچ ہوئے تھے۔ پس جو انکشاف اُس وقت ہوا وہ بطور بیج کے تھا اور جو کچھ مَیں بیان کروں گا وہ اپنے الفاظ میں اُس کی ترجمانی ہو گی اور اُس کی شاخیں اور اُس کے پتے اور اُس کے پھل بھی اپنی اپنی جگہ پر پیش کیے جائیں گے۔" (سیر روحانی 1۔ انوار العلوم جلد 15 صفحہ 6 تا 7)

حضورؓ نے ان علوم کو انتہائی روح پرور اور معرکتہ الآرا خطابات میں بیان فرمایا جن کی تعداد بارہ (12) ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس علمی خزانہ کو بالترتیب 28 دسمبر 1938ء، 26 دسمبر 1940ء، 28 دسمبر 1941ء، 18 مارچ 1948ء، 28 دسمبر 1950ء، 28 دسمبر 1951ء، 28 دسمبر 1953ء، 28 دسمبر 1954ء، 28 دسمبر 1955ء، 28 دسمبر 1956ء، 28 دسمبر 1957ء اور 28 دسمبر 1958ء کو بر موقع جلسہ ہائے سالانہ تقسیم فرمایا۔

سیر روحانی کی جلد دوم کی اشاعت کے موقع پر حضورؓ نے دیباچہ میں تحریر فرمایا کہ

"سیر روحانی جو میرے کچھ لیکچروں کا مجموعہ ہے جس کی غرض و غایت کتاب میں مذکور ہے۔۔۔ ایسے مضامین پر مشتمل ہیں جو قرآنِ کریم کی خوبیوں کا شاندار نقشہ کھینچتے ہیں اور اسلام سے محبت رکھنے والے ہر شخص کو ان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔۔۔

مَیں اس کتاب کو مریم صدیقہ کے نام معنون کرتا ہوں کیونکہ انہی کو حیدر آباد دکھانے کے لیے یہ سفر اختیار کیا گیا تھا جس میں یہ مضمون خدا تعالیٰ کے فضل سے کھلا ہے۔ گو اس سفر میں

میری ہمشیرہ عزیزہ مبارکہ بیگم بھی ساتھ تھیں اور میری لڑکی عزیزہ امۃ القیوم بیگم بھی ساتھ تھی مگر اصل میں یہ سفر مریم صدیقہ کو ہی حیدر آباد دکھانے کے لیے اختیار کیا گیا تھا جہاں ان کے بہت سے رشتہ دار ہیں۔ چونکہ **میں چاہتا ہوں کہ اس کتاب کا ثواب ہمیشہ ان کو پہنچتا رہے زندگی میں بھی اور زندگی کے بعد بھی** اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ مرنے والے تک صدقہ اور دعا ہی پہنچتے ہیں اس لیے اس کتاب کا سارا خرچ میں مریم صدیقہ کی طرف سے دوں گا تا کہ جو لوگ اس کتاب کو پڑھ کر فائدہ اٹھائیں وہ ان کے لیے دعا کریں اور جتنی جلدیں مفت شائع کی جائیں ان کے صدقہ کا ثواب ان کو تا ابد پہنچے۔

پس میں شرکتِ اسلامیہ کو ہدایت کرتا ہوں کہ چونکہ اس کی طباعت کا سب خرچ میں مریم صدیقہ کی طرف سے دوں گا، تمام کتب میں سے دو سو (200) کتابیں غریب مستحقین کو 1/8 قیمت پر دیں اور ایسے لوگوں کو دی جائیں جو اس دیباچہ کے پڑھنے اور پڑھوانے کا اور دعا کا وعدہ کریں اور پانچ سو کتاب نصف قیمت پر مستحقین کو تقسیم کریں اور باقی کتابوں کی جو قیمت آئے اور جو سب کتابوں کا نفع آئے اس کا نام **مریم صدیقہ فنڈ** رکھ کر ہمیشہ ہمیش کے لیے اسلامی لٹریچر شائع کرتے جائیں اور اس صدقہ جاریہ کو عملاً جاری رکھا جائے۔" (دیباچہ سیر روحانی جلد 2)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ پر یہ ایسی شفقت اور احسان ہے جو ہمیشہ ہمیش کے لیے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے روحانی درجات بلند کرنے کا موجب رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین کے بارہ میں وصیت

بہشتی مقبرہ قادیان کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت عظیم الشان بشارتیں دی گئی تھیں۔ قادیان سے ہجرت کے بعد بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین کے لیے بہت سی قانونی مشکلات تھیں اور حضرت مصلح موعودؓ کو اس بارہ میں فکر تھی۔ چنانچہ 17 مئی 1957ء کو حضورؓ نے ایک "وصیت جماعت اور اولاد کے نام" تحریر فرمائی جس میں حضورؓ نے اپنی اولاد کو ان الفاظ میں مخاطب فرمایا کہ

"میری نعش، میری اماں جان کی نعش اور میری بیویوں کی نعشوں کو قادیان پہنچانا تمہارا فرض ہے۔ میں نے ہمیشہ تمہاری خیر خواہی کی تم بھی میری خواہش پوری کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو اور تمہیں عزت بخشے۔" (پیغامات۔ انوار العلوم جلد26 صفحہ 601 تا602)

حضرت مصلح موعودؓ کی اس وصیت کے تحت حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بھی اُن وجودوں میں شامل ہیں جن کی بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین کے لیے حضورؓ نے وصیت تحریر کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا آپ کے ختم قرآن پر نظم لکھنا

اس کتاب کے دوسرے باب میں وہ دعائیہ نظم شامل کرلی گئی ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1925ء میں آپ کے ختمِ قرآن کے موقعہ پر لکھی تھی اور جو ایک مجلس میں پڑھ کر سنائی گئی تھی۔ اس نظم کا پہلا شعر ہے۔

مریم نے کیا ہے ختمِ قرآں
اللہ کا ہے یہ اس پہ احساں

اُس وقت شاید یہ کسی کے ذہن میں بھی نہیں ہوگا کہ دس سال کے بعد یہی بچی حضورؓ کے نکاح میں آئے گی اور حضورؓ کے زیرِ تربیت رہ کر خدمتِ دین کی توفیق پائے گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا آپ کی طرف سے غزل لکھنا

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"1948ء میں جب ہجرت کے بعد ہم کچھ عرصہ لاہور رہے۔ مسلم لیگ کی خواتین بھی آبادکاری اور عورتوں کے مسائل حل کرنے میں لگی ہوئی تھیں۔ بیگم تصدق حسین، بیگم شاہنواز وغیرہ کئی دفعہ ملنے آئیں اور اپنی کئی تقریبات میں ہمیں بلایا۔ اسی سلسلہ میں ایک مشاعرہ ہوا، دعوت نامہ لے کر آئیں اور بہت خواہش کی کہ آپ میں سے کوئی نظم بھی پڑھے۔ طرحی مشاعرہ تھا۔ مَیں نے حضورؓ سے ذکر کیا تو کہنے لگے کیا حرج ہے۔ پڑھ دینا۔ مَیں نے کہا کونسی؟ کہنے لگے مَیں لکھ دیتا ہوں۔ مَیں نے کہا نہیں اگر اپنی ہوتی تو پڑھ دیتی۔ فرمایا کیوں؟ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بزبان حضرت اماں جان نظم نہیں کہی ہوئی۔ خیر آپ نے ایک غزل کہی اور صاحبزادی امۃ الباسط نے وہ غزل عورتوں کے

مشاعرہ میں خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ وہ غزل حضور کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی میرے پاس محفوظ ہے۔ ناصحانہ نظم تھی اور بہت پسند کی گئی۔" (گلہائے محبت صفحہ 70)۔ آیئے پڑھتے ہیں۔

کیسے بچاؤں نوح کے طوفاں سے گھر کو میں　　رکتی نہیں ہے کیا کروں اس چشمِ تر کو میں
مسجد کو چھوڑ ٹاکی کی جانب رواں ہوئی　　جانا تھا کس طرف کو چلی ہوں کدھر کو میں
ہے وقف روئے غیر نظر تیری اے خدا　　ترسی ہوں سال سال تیری اِک نظر کو میں
جس سے بہار خانہ تھی جب وہ نہیں رہا　　اس کے بغیر کیا کروں دیوار و در کو میں
روئے سحر ہی جب نہ نظر آئے اے ندیم　　پھر کیا کروں بتا تو نسیم سحر کو میں
رہبر بھی مصطفیٰ میرے دلبر بھی مصطفیٰ　　جاتے تھے وہ جدھر کو چلوں گی اُدھر کو میں
راہِ وفا میں موت سے ڈرنا خدا بچائے　　مَلتی ہوں اپنے ہاتھ سے اپنے جگر کو میں
ہے میری آبرو تیرے ہاتھوں میں اے خدا　　رکھتی ہوں تیرے پاؤں پہ لے اپنے سر کو میں
ہر لحظہ کارواں ہوا جاتا ہے دُور دُور　　حسرت سے تک رہی ہوں پڑی راہ گزر کو میں
یا نوچ ڈال پَر مرے یا کھول دے قفس　　قیدِ قفس میں کیا کروں گی بال و پَر کو میں

ایک تاریخی سفر میں حضورؓ کی معیت

حضرت سیّدہ امّ طاہر صاحبہؓ دسمبر 1943ء کے آخر سے لاہور کے ایک ہسپتال میں زیرِ علاج تھیں۔ اُن کی عیادت کے لیے حضورؓ جلسہ سالانہ قادیان 1943ء کے اختتام کے بعد یکم جنوری 1944ء کو لاہور تشریف لے گئے تھے۔ حضورؓ کی ازواج میں سے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اس سفر میں حضورؓ کی معیت میں لاہور تشریف لے گئی تھیں۔ (الفضل قادیان، جلد 33، نمبر 3، 4 جنوری 1944ء صفحہ 1)

حضورؓ کا قیام مکرم شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم کی کوٹھی واقع 13 ٹمپل روڈ میں تھا۔ حضورؓ کی رہائش بالائی منزل کے ایک کمرہ میں تھی۔

اسی سفر میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنوری 1944ء کے پہلے ہفتہ کے دوران بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات (بمطابق 5 اور 6 جنوری

1944ء) کو ایک عظیم الشان رؤیا کے ذریعہ یہ خبر دی کہ حضورؓ ہی "مصلح موعود" ہیں۔ اس کا پہلا اعلان حضورؓ نے 28 جنوری 1944ء کو مسجد اقصیٰ قادیان میں خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے خاکسار کو ظہور پیشگوئی مصلح موعود والا کمرہ دور سے اشارہ کر کے دکھایا تھا۔ اس وقت وہ کمرہ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب کے بیٹے کے قبضہ میں تھا اور چونکہ اُن کا جماعت سے تعلق نہیں تھا اس لیے وہ اس کمرہ کے قریب نہ آنے دیتے تھے۔ مجھے آج تک حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے چہرہ کا تبسم یاد ہے جب آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا تھا کہ اُس کمرہ میں حضورؓ کو "مصلح موعود" ہونے کی خوش خبری دی گئی تھی۔

حضرت خلیفة المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی شفقتیں

حضرت مصلح موعودؓ کے وصال کے بعد حضورؓ کے فرزندِ اکبر اور نورِ نظر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے منصبِ خلافت پر فائز فرمایا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے مجھے بتایا تھا کہ اس بارہ میں انہیں اللہ تعالیٰ نے ایک خواب کے ذریعہ خبر بھی دے دی تھی۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے بارہ میں اپنے ابتدائی تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتی ہیں کہ

"میرا بچپن اباجان کی ملازمت کی وجہ سے قادیان سے باہر ہی گزرا لیکن چھٹی لے کر کبھی جلسہ سالانہ پر کبھی اور دنوں میں سال میں ایک مرتبہ اباجان ضرور قادیان آیا کرتے تھے اور حضرت اماں جانؓ کے پاس قیام ہوتا تھا۔ ایک دفعہ لمبے عرصے کے لیے قادیان میں اس مکان میں رہے جس میں بعد میں حضرت سیّدہ امِّ طاہر رہا کرتی تھیں۔ اس وقت پہلی بار حضرت مرزا ناصر احمد کو حضرت اماں جانؓ کے گھر دیکھا اور یہی سمجھا کہ حضرت اماں جانؓ کے بیٹے ہیں۔ ذرا بڑی ہوئی تو معلوم ہوا کہ بیٹے نہیں پوتے ہیں۔ لیکن اماں جانؓ کی آغوشِ محبت میں پلے ہیں اور آپ کے پاس ہی رہتے ہیں۔ پھر کئی سال گزر گئے اور ہم 1934ء میں حضرت مرزا ناصر احمد کی شادی پر قادیان آئے۔ عمر میں مجھ سے بڑے تھے مگر جب کبھی ملنا ہوتا تو ہمیشہ پھوپھی کہہ کر ہم سب بہنوں سے مخاطب ہوتے۔ 1934ء میں شادی کے ایک ماہ بعد آپ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے اور 1935ء میں میری شادی ہوئی اور

اللہ تعالیٰ نے انہیں بھتیجے سے میرا بیٹا بنادیا۔1936ء میں عارضی طور پر انگلستان سے واپس آئے۔ان دنوں میں حضرت مصلح موعودؓ دھرم سالہ میں مقیم تھے۔ حضورؓ نے آپ کو اور منصورہ بیگم مرحومہ کو اپنے پاس بلالیا اور قریباً ڈیڑھ دوماہ آپ ہمارے پاس رہے۔

شادی کے بعد سے مجھے آپا صدیقہ کہہ کر پکارتے تھے، چونکہ حضرت سیّدہ امِّ طاہر کا نام مریم بیگم تھا اس لیے حضرت مصلح موعود مجھے نام کے پچھلے حصہ یعنی صدیقہ کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ حضرت مصلح موعود کے سب بچے مجھے چھوٹی آپا کہتے ہیں سوائے حضرت مرزا ناصر احمد کے، آپ نے ہمیشہ آپا صدیقہ کہہ کر مخاطب کیا۔ ان کے بعد اَب اس نام سے پکارنے والا کوئی نہیں رہا۔

ہمیشہ ادب احترام اور محبت کا سلوک رکھا اور خلیفہ ہونے کے بعد تو انہوں نے اتنے احسان کیے کہ مَیں گن نہیں سکتی۔ میں بھی شادی کے بعد حضرت اماں جانؓ کے ساتھ رہی۔ حضرت مرزا ناصر احمد گو قادیان میں اپنی کوٹھی النصرت میں رہتے تھے لیکن قریباً روزانہ ہی اماں جانؓ کے ہاں آیا کرتے تھے۔ جمعہ والے دن تو صبح ہی آجاتے تھے اور ہم سب مل کر کھانا کھاتے۔" (خطاباتِ مریم جلد 2 صفحہ 38 تا 39)

حضرت مصلح موعودؓ کے وصال سے لے کر 1967ء تک حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ قصرِ خلافت میں ہی قیام پذیر رہیں۔ 1967ء سے لے کر جون 1981ء تک آپ کا قیام قصرِ خلافت کی ہمسائیگی میں واقع مکان میں رہا۔ جب تک حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اس مکان میں رہیں آپ روزانہ شام کو مغرب کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملنے جایا کرتی تھیں۔ آپ کا حضورؒ سے ملاقات کے لیے جانے کا انداز اور حضورؒ کی مجلس میں بیٹھنا اور حضورؒ سے گفتگو کرنا گویا اب بھی میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ کے ہر قدم اور ہر حرکت و سکون میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے لیے جو ادب اور احترام اور عقیدت ہوتی تھی وہ میری نظروں کے سامنے ہے اور یہ نظارہ میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ بالکل بچپن میں مَیں نے یہ بات نوٹ کی کہ امی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور دیگر بزرگوں کا بے انتہا ادب کرتی تھیں۔

اس مجلس میں بے تکلف گفتگو ہوتی۔ ہر قسم کی پاکیزہ باتیں ہوتیں۔ حضورؒ اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی طرف سے کوئی نہ کوئی کھانے کی چیز بچوں کو دی جاتی۔

حضورؒ سے ملاقات کے بعد جب آپ واپسی کا ارادہ کرتیں تو اسی طرح ادب کو ملحوظ خاطر رکھتیں۔ اُس وقت آپ کو آرتھرائٹس کی تکلیف نہیں تھی اور آپ بآسانی چل سکتی تھیں۔ آپ جب بھی گھر واپس آنے لگتیں اور حضورؒ ابھی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپ الٹے پاؤں واپس آتیں اور یہ کوشش کرتیں کہ آپ کی پشت کبھی حضورؒ کی طرف نہ ہو۔ واپسی پر ہمیشہ یہ عرض کرتیں کہ "دعاؤں میں یاد رکھیں"۔

اپنے بچپن میں ہی یہ بات میرے دل میں راسخ ہو گئی تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے وابستہ ہر چیز (چاہے وہ انسان ہو یا کوئی چیز) سے آپ بہت محبت کرتی تھیں۔

حضورؒ کے ساتھ ساتھ آپ حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کا بھی بے حد ادب و احترام کیا کرتی تھیں۔ حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات پر آپ نے فروری 1982ء کے "مصباح" میں اُن کی یاد میں ایک مضمون بعنوان "شاندار زندگی۔ شاندار موت" تحریر کیا۔ اس مضمون میں آپ نے حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی ذاتی خواص کے علاوہ ان کی عبادات، اخلاق، جماعتی خدمات اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمات کا بھی نہایت دلنشین پیرایہ میں ذکر کیا ہے۔ اس مضمون کی ایک ایک سطر سے اس محبت اور احترام کا اظہار ہوتا ہے جو آپ کو حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ سے ان کی ذات اور ان کے مقام کی وجہ سے تھا۔ (ماہنامہ مصباح ربوہ، فروری 1982ء صفحہ 23 تا 29 و 42)

آپ حضورؒ کی اولاد کے ساتھ بھی بے حد حُسنِ سلوک کیا کرتی تھیں اور اُن سے بے تکلفی بھی بہت تھی اور یہ تعلق حضورؒ کی وفات کے بعد بھی جاری رہا اور کبھی بھی اس میں کمی نہیں آئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی شفقتوں کی وجہ سے حضورؒ کا گھر ہمیں اپنا ہی دوسرا گھر لگا کرتا تھا۔ روزانہ شام کو حضورؒ کے گھر جانا ہوتا۔ اُس وقت حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے گھر میں ٹی۔وی نہیں ہوتا تھا اور جب بھی کوئی ہاکی کا اہم میچ ہوتا تو آپ مجھے حضورؒ کے گھر جا کر ہی دکھایا کرتی تھیں۔ حضورؒ بھی شوق سے ہاکی کے میچ دیکھا کرتے تھے۔ جنوری 1982ء کے ہاکی ورلڈ کپ کا فائنل میچ جو پاکستان اور مغربی جرمنی کے مابین کھیلا گیا تھا وہ حضورؒ کے گھر میں اور حضورؒ کی معیت میں دیکھا جانے والا آخری میچ تھا۔

متعدد تقاریب پر اور کم از کم سال میں ایک مرتبہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو دعوت

پر بلاتیں۔ آپ خود بھی کوئی نہ کوئی چیز خود تیار کرتیں اور ہر طرح کوشش کر کے ایسے مواقع کو یادگار بناتیں۔ حضورؒ بھی کچھ دیر کے لیے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر بے تکلف مجلس میں شامل ہوتے۔ آپ حضورؒ کی مہمان نوازی کر کے بے حد خوشی محسوس کیا کرتی تھیں۔

1977ء میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے انگلستان جانے کا پروگرام بنایا اور حضورؒ سے اجازت بھی لے لی۔ ویزا اور ٹکٹ وغیرہ کے تمام انتظامات ہوگئے اور جانے سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملنے اور اجازت لینے گئیں تو حضورؒ نے کسی حکمت کے پیشِ نظر آپ کو سفر سے منع فرمادیا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اُسی وقت اپنا پروگرام کینسل کر دیا اور اطاعتِ خلافت کا قابلِ رشک نمونہ دکھایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے مکان میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے زیرِ انتظام فضلِ عمر جونئیر ماڈل سکول قائم تھا۔ 1972ء میں یہ سکول بھی دیگر جماعتی تعلیمی اداروں کے ساتھ ہی قومیائے گئے تھے اور باوجود کوشش کے آپ کا مکان خالی نہیں ہو رہا تھا۔ بہت کوششوں (Nationalize) کے بعد آپ کا مکان 1981ء میں خالی ہوا تو آپ کو خواہش ہوئی کہ جلسہ سالانہ 1981ء کے موقع پر اس میں مہمان ٹھہرائے جائیں اور جلسہ کے بعد مکان کو گرا کر اپنے لیے نیا مکان تعمیر کیا جائے۔ جیسے ہی آپ نے اپنا ارادہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے سامنے بیان کیا تو حضورؒ نے فرمایا کہ فوراً پرانے مکان کو گرادیں۔ حضورؒ کا ارشاد سنتے ہی اگلے دن ہی آپ نے ٹھیکیدار کو بلایا اور مکان کو گرانے کا کام شروع کروادیا۔ اس حکم کی تعمیل میں بظاہر آپ جلسہ سالانہ پر مہمان نوازی سے محروم ہوگئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس رنگ میں آپ کی خواہش کو پورا فرمادیا کہ جب 1983ء کے آخر میں آپ کا نیا مکان تعمیر ہوا تو آپ نے اس میں منتقل ہونے سے قبل جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لیے اسے پیش کر دیا۔ جلسہ سے کچھ عرصہ قبل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اہالیانِ ربوہ کو جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لیے اپنے مکان پیش کرنے کی تحریک فرمائی تھی اور آپ کو اطاعتِ خلافت کا ایک اور موقع میسّر گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

ذکر گزر چکا ہے کہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو اپنے گھر دعوت پر مدعو کیا کرتے تھے۔ ان نجی مجالس کا بھی کچھ ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے کمرے کے لیے

قالین خریدا اور سب گھر والوں کو کہا کہ اس پر جوتے اتار کر آنے ہیں۔ میں نے ایک دن کہا کہ ابھی چند دنوں میں ماموں جان (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کی آپ نے دعوت کی ہوئی ہے۔ آپ ان کو تو نہیں کہہ سکیں گی (کیونکہ میں آپ کو حضورؒ کا ادب کرتے دیکھتا تھا۔) یہ بات لطیفہ کے طور کسی طرح حضورؒ تک پہنچ گئی (شاید آپ نے خود بیان کی تھی) اور جب حضورؒ تشریف لائے تو کمرے میں داخل ہونے سے قبل حضورؒ نے مسکراتے ہوئے اپنے جوتے اتار دیئے۔ یہ حضورؒ کی کمال شفقت تھی کہ حضورؒ نے آپ کی گھریلو بات کا مان رکھا۔ اس واقعہ سے آپ پر حضورؒ کی بے پناہ شفقت کا اظہار ہوتا ہے۔

یہ 1981ء کے نومبر کی بات ہے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے ایک رات حضورؒ کو اپنے گھر کھانے پر مدعو کیا ہوا تھا اور اس کی تیاری ایک دو دنوں سے جاری تھی۔ دعوت والے دن میں جب سکول سے واپس آیا تو محسوس ہوا کہ گھر میں وہ گہما گہمی نہیں ہے جو اُس موقع کے لحاظ سے ہونی چاہیے تھی۔ آپ نے بتایا کہ حضورؒ کا فون آیا تھا اور حضورؒ نے فرمایا ہے کہ "منصورہ بیگم کی طبیعت خراب ہے اس لیے مَیں اور منصورہ بیگم تو نہیں آئیں گے لیکن سب بچے آجائیں گے"۔ آپ نے بتایا کہ "مَیں نے حضورؒ سے عرض کیا کہ اصل دعوت تو آپ کی ہے۔ اس لیے جب منصورہ بیگم صحت یاب ہو جائیں گی پھر تشریف لائیں"۔ لہٰذا، یہ دعوت ملتوی کر دی گئی۔ لیکن افسوس کہ حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی بیماری شدت اختیار کرتی گئی۔ اس بیماری میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ دن کا زیادہ وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے گھر میں ہی دعاؤں میں گزارتیں۔ اسی بیماری میں ہی حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات ہو گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ پر حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات کا بہت اثر تھا اور آپ حضورؒ کے لیے فکر مند تھیں۔ آپ خلیفۂ وقت کی ذمہ داریوں سے خوب اچھی طرح واقف تھیں۔ ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں خلیفۂ وقت کی مددگار شریکِ حیات پر جو ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں آپ اُن سے اچھی طرح واقفیت رکھتی تھیں۔ اس لیے آپ کا حضورؒ کے لیے فکر مند ہونا صرف فلسفیانہ رنگ میں نہیں تھا بلکہ آپ خلافت کی ذمہ داریوں کے تمام پہلوؤں سے بخوبی آگاہ تھیں۔ ان ایام میں آپ تقریباً

روزانہ حضورؒ سے ملنے جاتیں۔ حضورؒ مجلس میں مختلف باتیں کرتے۔ اسی دوران حضورؒ نے اپنی بہت سی پرانی تصاویر بڑی (enlarge) کروائیں اور عزیزوں میں تقسیم کیں۔ ان میں سے ایک تصویر حضورؒ نے آپ کو بھی دی۔ یہ تصویر حضورؒ نے ایک ایسی دعوت پر اتاری تھی جو حضورؒ کے بیرونی دورے سے واپسی پر آپ نے حضورؒ کے اعزاز میں دی تھی۔ یہ تصویر چار خواتین مبارکہ کی ہے یعنی حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ، حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ، حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ اور صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ۔ یہ تصویر آپ نے بھرپور شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ قبول کی اور نمایاں طور پر اپنے کمرے میں آویزاں کروائی لیکن ساتھ ہی حضورؒ سے عرض کی کہ مجھے ایک تصویر اور بنوا کر دیں جو حضورؒ اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی ہو۔

1982ء میں بہت دعاؤں کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ سے عقد کا فیصلہ فرمایا۔ آپ کو اس بارہ میں صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ نے فون پر اطلاع دی۔ اس خبر کو سنتے ہی بے ساختہ فون آپ کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا۔ یہ ایک فوری اور فطری ردِ عمل تھا۔ لیکن جلد ہی آپ نے خود کو سنبھالا۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس فیصلہ کے بارہ میں آپ کو تفصیلی خط تحریر فرمایا اور خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے اور بہت دعائیں کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ آپ حضورؒ کے ساتھ بارات میں بھی گئیں۔

اس واقعہ کے ساتھ ہی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی سیرت کا ایک اور پہلو اجاگر ہوا یعنی حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ کے لیے احترام کا پہلو جو کہ خلیفۂ وقت کی حرم ہونے کے لحاظ سے اُن کا حق تھا۔

حضور کی شادی کے ایک ماہ کے بعد حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے شادی کی خوشی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور آپ کے گھرانے اور چند اور بزرگوں کی دعوت کی۔ اس میں حضورؒ نہایت خوشی اور بشاشت کے ساتھ شریک ہوئے۔ گھر میں ایک نہایت بابرکت مجلس لگی لیکن افسوس کہ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کبھی آپ کے گھر تشریف نہ لا سکے۔ مئی 1982ء کے آخر میں حضورؒ اسلام آباد تشریف لے گئے اور وہیں حضورؒ کو دل کا حملہ ہوا جس کی اطلاع ملتے ہی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اسلام آباد چلی گئیں اور چند دن وہیں رہیں۔ حضورؒ کی وفات کی اطلاع ملنے پر

مکرم مرزاغلام احمد صاحب نے آپ کو گھر آکر اس سانحہ کی اطلاع دی۔

یہ صدمہ آپ کے لیے بہت شدید تھا لیکن آپ نے بحیثیت بزرگ خاندان اور بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ اپنی ذمہ داریاں ادا کیں۔ افرادِ خاندان کو حوصلہ دیا اور احمدی خواتین کا حوصلہ بھی بڑھاتی رہیں۔ اور احمدی خواتین کو حضورؒ کا آخری دیدار کروانے کا تمام انتظام آپ کی زیرِ نگرانی ہوا۔

خلافتِ ثالثہ کے ایک بابرکت دور کا اختتام ہوا اور خلافتِ احمدیہ کے ایک اور بابرکت دور کا آغاز ہوا جو آپ کے لیے خدمتِ دین و خدمتِ خلق کے نئے مواقع لے کر آیا اور یہ دور آپ کے آخری سانس تک جاری رہا۔ اس دور کا ذکر کرنے سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی آپ پر بعض خاص عنایات کا ذکر کرنا مناسب ہے۔

پنجاہ سالہ جشنِ تشکّر کے موقع پر صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے دس سال خدمت کرنے والی ممبرات کو اسنادِ خوشنودی اجتماع کے افتتاحی اجلاس میں عطا کی تھیں۔ اس اجتماع کے دوسرے دن 18 نومبر 1972ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اجتماع سے خطاب فرمایا اور اپنے خطاب کو ان الفاظ میں ختم فرمایا کہ

"کچھ کام جو قواعد کی رُو سے میرے تو نہیں تھے لیکن بعض دفعہ مجھے کرنے پڑ جاتے ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ لجنہ اماء اللہ مرکزیّہ نے اپنی ممبرات کو سنداتِ خوشنودی دی ہیں۔ آپ کی صدر صاحبہ اگر چاہتیں تو یہ بھی سوچ لیتیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے

وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ

کہ تجھ پر تیرے نفس کا بھی حق ہے۔ اور اپنی سَند اپنے ایک ہاتھ سے دے کر دوسرے ہاتھ سے وصول کر لیتیں۔ مگر شاید انہوں نے خلافت کی محبّت سے سرشار ہو کر یہ بہانہ تراشا کہ مَیں خود اپنے آپ کو سند کیسے دوں یہ تو خلافت کا کام ہے کہ صدر لجنہ اماء اللہ کو سَندِ خوشنودی دیا کرے آئندہ بھی ملتی رہیں گی۔ ٹھیک ہے ہم خادم ہیں۔" (بصیرت افروز خطاب صفحہ 25)

پھر حضورؒ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو اپنے دستِ مبارک سے سَندِ خوشنودی عطا فرمائی اور مصافحہ کیا۔ نیز فرمایا کہ

"یہ میری ماں ہیں۔ اس لیے مَیں نے ان سے مصافحہ کیا ہے۔ آپ یہ دیکھ کر مردوں سے مصافحہ نہ شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ اب دعا کر لیتے ہیں۔" (بصیرت افروز خطاب صفحہ 25)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے الفاظ پڑھ کر سر دھننے کو دل چاہتا ہے۔ اللہ۔ اللہ

آپ کے نام حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بعض خطوط پہلے درج کیے جا چکے ہیں۔ یہاں ان پر ایک مختصر نوٹ اور دو بہت پیارے خطوط کو پیش کر کے اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جب بھی سفر پر تشریف لے جاتے تو آپ ان کو باقاعدگی سے خط لکھتیں اور حضورؒ کی طرف سے بھی جواب عطا ہوتا۔ اس میں بعض مرتبہ حضورؒ کوئی نہ کوئی اخباری تراشہ بھی بھجوا دیتے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا ذکر فرماتے۔ اور بہت دعائیں کرنے کی طرف توجہ دلاتے اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے لیے اور آپ کی اولاد کے لیے دعاؤں اور نیک تمناؤں کا اظہار فرماتے۔ اسی طرح خاندان کے دیگر افراد کے بارہ میں بھی کچھ نہ کچھ ذکر ہوتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے تین خط، جو حضورؒ کے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمودہ ہیں، ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں۔ ان خطوط کا انتخاب اس لیے کیا گیا ہے آپ پر حضورؒ کی شفقتوں کا اظہار بھی ہو اور حضورؒ کی اپنی سیرت کے خوبصورت پہلو بھی اجاگر ہو جائیں۔

حضورؒ اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"مخدومہ محترمہ آپا صدیقہ صاحبہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ ہر طرح خیریت سے ہوں گی مع بچگان۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں۔

آپ کے پیارے خطوط ملتے رہے۔ جزاك الله۔ مگر چار پانچ دنوں سے کوئی خط نہیں ملا۔ اس لیے آج اداس ہو گیا ہوں۔ میں نے کوپن ہاگن کی تصاویر بھجوائی تھیں۔ ملی یا نہیں؟ کوئی اطلاع نہیں ملی۔ مکرم میر داؤد احمد صاحب کو بھجوائی تھیں آپ کے لیے بھی۔

اب تو فوراً پہنچنے کو دل چاہتا ہے۔ 20 کو ان شاء اللہ روانگی ہے۔ 24 کو ربوہ ان شاء اللہ دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔ حضرت امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ایک بہن کے ذریعہ آپ کو پیغام دیا ہے پہرہ کا انتظام بہتر کریں۔ سب کو سلام۔ دعا۔ فقط"

ایک خط میں حضورؒ نے آپ کو تحریر فرمایا کہ

"بخدمت محترمہ آپا صدیقہ صاحبہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جلسہ پر جلسہ کا حقیر تحفہ بھجوانا تھا۔ کثرتِ کام کی وجہ سے تاخیر ہو گئی۔ شرمندہ ہوں۔ قبول فرمائیں۔ جزاک اللہ

آپ کا

(دستخط)"

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو اپنے مقام کے لحاظ سے خلافتِ احمدیہ سے جو محبت اور عقیدت تھی اس کا یہ تقاضا تھا کہ آپ خلیفۂ وقت کی اطاعت اور فرمانبرداری میں بھی خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت کے لیے ایک نمونہ ہوں۔ آپ کو اس بات کا احساس بھی تھا۔ اگر آپ سے کوئی غلطی ہوتی یا آپ کو خیال ہوتا کہ خلیفۂ وقت کے دل میں کوئی ایسی بات ہے تو آپ فوراً معافی کی طلبگار ہوتیں۔ ایسے ہی کسی موقع پر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے معافی طلب کی۔ اس کے جواب میں حضورؒ نے بہت ہی پیارا جواب عطا فرمایا وہ پیش ہے۔

حضورؒ نے تحریر فرمایا کہ

"میری نہایت ہی پیاری محترمہ آپا صدیقہ صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے دل میں تو شدید خواہش رہتی ہے کہ میں آپ کی خدمت کرتا رہوں۔ مَیں آپ سے ناراض ہو سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرماوے کہ مَیں آپ کو ہر طرح خوش رکھ سکوں۔ خدمت کر سکوں۔ آمین

دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔ جزاک اللہ"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی شفقتیں

خلافتِ رابعہ کے بابرکت دور میں پہلے دن سے ہی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنی دینی خدمات کا آغاز کر دیا۔ ملک بھر سے احمدی مرد و زن تعزیت اور تجدید بیعتِ خلافت کے لیے ربوہ

آنا شروع ہوئے۔ روزانہ احمدی خواتین کے ساتھ ملاقاتوں میں آپ شریک ہوتیں اور اُن کا حوصلہ بڑھاتیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی فرمودہ ہدایات اور رہنمائی کے مطابق لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے کام سرانجام دینے کی توفیق ملتی رہی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے شروع میں ہی خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور احمدی خواتین کو پردے کی طرف بڑے درد کے ساتھ توجہ دلائی۔ شام کے وقت قصرِ خلافت میں افرادِ خاندان سے ملاقات کا طریقہ کار حضورؒ نے خود طے فرمایا اور اس کے مطابق انتظام کروانے کی ذمہ داری حضورؒ نے آپ کو سونپی۔ بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ آپ حضورؒ کی ہدایات کو لجنات تک نہ صرف پہنچاتیں بلکہ ان پر عملدرآمد کی نگرانی بھی کرتی تھیں۔ آپ نے اپنے قول اور فعل سے خلافتِ احمدیہ سے کامل وفاداری اور اطاعت کا نمونہ پیش کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بھی آپ سے بے حد احترام، محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب تک ربوہ میں مقیم رہے، آپ دو تین دنوں کے بعد حضورؒ سے ملنے کے لیے قصرِ خلافت جایا کرتی تھیں۔

جنوری 1983ء میں آپ نے حضورؒ سے اپنے نئے مکان کی بنیاد رکھنے کے لیے درخواست کی جو حضورؒ نے از راہ شفقت منظور فرمالی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ تشریف لائے اور مکان کی بنیاد اُس اینٹ سے رکھی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "الدّار" سے منگوائی گئی تھی۔ مکان کی بنیادی اینٹ رکھنے کے بعد حضورؒ نے دعا کروائی۔ دعا کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کو شرفِ مہمان نوازی بھی عطا فرمایا۔ مکان کی تعمیر مکمل ہونے کی خوشی میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضورؒ کو دعا کی غرض سے اپنے گھر مدعو کیا۔ حضورؒ بہت خوشی سے اس دعوت میں شامل ہوئے اور بے تکلفانہ گفتگو فرماتے رہے۔

فروری 1984ء میں آپ کے بڑے نواسے سیّد شعیب احمد کی شادی کے موقع پر بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ آپ کے گھر تشریف لائے۔ حضورؒ کی مہمان نوازی کا یہ آخری موقع تھا جو آپ کو ملا کیونکہ اس کے بعد جلد ہی حضورؒ کو ملک سے ہجرت کرنا پڑی۔

یہ دور ویسے تو سب ہی پاکستانی احمدیوں کے لیے تکلیف دہ تھا لیکن یہ دَور اُن خوش قسمت

افرادِ جماعت کے لیے بہت تکلیف دہ تھا جنہیں ہمیشہ خلافتِ احمدیہ سے روحانی قرب کے علاوہ ظاہری قرب بھی حاصل رہا تھا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بھی انہی لوگوں میں شامل تھیں۔

حضورؒ کی ہجرت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطباتِ جمعہ آڈیو کیسٹ کے ذریعہ موصول ہوا کرتے تھے۔ جیسے ہی کیسٹ پہنچتی آپ خود بھی خطبہ سنتیں اور گھر میں موجود سب افراد کو بھی سنواتی تھیں۔ آپ خود بھی باقاعدگی سے حضورؒ کو خط لکھتیں اور مجھ سے بھی لکھواتیں اور پھر ہم مل کر دن گنتے کہ کب حضورؒ کی طرف سے جواب آئے گا۔

آپ کے نام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطوط ایسی تاریخ سمیٹے ہوئے ہیں جن پر اس سے قبل کبھی پردہ نہیں اٹھایا گیا۔ ان میں دو طرفہ اخلاص و محبت کا ایک بے تکلفانہ اظہار بھی ہے، حضورؒ کی طرف سے شفقت کا اظہار بھی، نصائح بھی ہیں اور حضورؒ کی اپنی سیرت کا بے ساختہ بیان بھی جو شاید کسی اور کے سامنے حضورؒ نہیں کر سکتے تھے۔

لیکن حضورؒ کے خطوط پیش کرنے سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ایک ایسے مشفقانہ سلوک کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو آپ کو تاریخی لحاظ سے بہت ممتاز کرتا ہے۔ 1989ء میں جماعت احمدیہ عالمگیر نے صد سالہ جوبلی کے موقع پر بین الاقوامی سطح پر جشنِ تشکّر منایا۔ اس موقع پر انگلستان کے ہفتہ وار اخبار The Sunday Times Magazine نے حضورؒ کا انٹرویو لیا جس کو 6 اگست 1989ء کو بعنوان

A Life in the Day of Hazrat Mirza Tahir Ahmad

شائع کیا۔ اس انٹرویو میں حضورؒ نے اپنی دن بھر کی مصروفیات، عبادات اور گھریلو ماحول کے بارہ میں تفصیل سے گفتگو فرمائی۔ رمضان کی مصروفیات کا ذکر بھی فرمایا اور سال بھر پر محیط اپنے دوروں کے بارہ میں بھی آگاہ کیا۔ اس انٹرویو میں حضورؒ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا ذکر بھی فرمایا، حالانکہ آپ کی رہائش ربوہ میں تھی۔ جماعت کی تنظیموں میں صرف لجنہ اماء اللہ کا ذکر فرمایا اور یہ ذکر بھی فرمایا کہ آپ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی صدر ہیں۔

حضورؒ فرماتے ہیں کہ

"The world head of the ladies' organisations is still one of my

mothers. My real mother dies when I was 14, but we were brought up to consider all my father's wives as our mothers. After a death he sometimes married again, sometimes didn't. Sometimes he had four wives, sometimes three, or two. He needed wives to look after the ladies' organisations." (The Sunday Times Magazine London, 6 August 1989, page 9)

(ترجمہ)(احمدی)خواتین کی عالمی تنظیموں کی سربراہ اب بھی میری ایک والدہ ہیں۔میری حقیقی والدہ کا انتقال اس وقت ہو گیا تھا جب میری عمر صرف چودہ(14)سال تھی، لیکن ہماری تربیت ایسے طریق پر ہوئی تھی کہ ہم اپنے والد کی تمام ازواج کو اپنی مائیں ہی سمجھا کرتے تھے۔ان میں سے کسی کی وفات کے بعد کبھی میرے والد مزید شادی کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے۔ایک وقت میں اُن کی کبھی چار بیویاں رہی ہیں، کبھی تین اور کبھی دو۔اپنی بیویوں کے ذریعہ وہ(احمدی)خواتین کی تنظیم کی نگرانی اور تربیت کا کام لیتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے چند خطوط بطور نمونہ پیش ہیں۔

19 مئی1984ء کو حضورؒ نے ایک خط میں آپ کو تحریر فرمایا کہ

"میری پیاری چھوٹی آپا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے کئی محبت بھرے خطوط ملے۔اللہ آپ کو اس پیار کی بہترین جزاعطا فرمائے اور آپ کے خلوص، آپ کے ایمان، آپ کے نیک اعمال، آپ کی خوشیوں، آپ کی زندگی آپ کی صحت میں بہت برکت دے اور جب میں آپ سے ملوں تو ہر حال میں پہلے سے بہتر پاؤں حالانکہ آپ پہلے بھی بہت اچھی ہیں۔

میرے لیے بہت دعا کریں۔مَیں عاجز اور کمزور ہوں۔اللہ مجھے اپنے حضور ہمیشہ عاجز اور کمزور رکھے لیکن دشمنانِ دین کے مقابل پر عاجز اور کمزور نہ رہنے دے۔

جہاں اپنے پیارے مظلوم احمدیوں کے لیے ایک درد کی برکھا ہے جو تھمنے میں نہیں آتی وہاں

احمدیت اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی عزت اور ناموس اور غیرت کی ایک آگ بھی بھڑک رہی ہے جس کی تپش نے بے قرار کر رکھا ہے۔اس میں اس قدر بے پناہ قوّت ہے کہ اگر یہ بد دعا بن جائے تو ایک عالم کو کباب کر سکتی ہے۔لیکن مَیں تو اس گرمی سے بھی بارانِ رحمت کی توقع باندھے ہوئے ہوں اور یہی دن رات اپنے مولا سے میری التجا ہے۔

بس یہ دعا کریں کہ میرا صبر نہ ٹوٹے۔اور اللہ کے حضور شرمندگی کا دن نہ دیکھنا پڑے۔خدا حافظ !فی امان اللہ

اپنی صحت کا بہت خیال رکھیں۔پہلے تھوڑی مجھے پریشانیاں ہیں"۔

حضورؒ نے 6جون 1984ء کو آپ کو خط میں تحریر فرمایا کہ

"آپ کے محبت بھرے دعائیہ خطوط مل رہے ہیں۔جزاکم اللہ احسن الجزاء۔کبھی کسی سفر میں ربوہ کے لیے دل ایسا نہیں تڑپا تھا جتنا اب تڑپ رہا ہے۔

بہت دعا کریں۔اللہ تعالیٰ جلد سب اندھیرے دور فرمائے اور ایسی فضا پیدا ہو جائے کہ خلیفۂ وقت مرکز ربوہ میں رہتے ہوئے اپنے فرائض منصبی کو ادا کر سکے۔ورنہ خدا جانے کب تک خانہ بدوشوں کی طرح مرکز کو خود اپنے ساتھ لیے پھرنا پڑے گا"۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضورؒ کی نظم "پیغام آرہے ہیں کہ مسکن اداس ہے" کو ریکارڈ کروا کر حضورؒ کی خدمت میں بھجوایا۔

اس کے جواب میں حضورؒ نے 12 ستمبر 1984ء کو تحریر فرمایا کہ

"آپ کے محبت بھرے خطوط ملے اور وہ کیسٹ بھی جس میں عزیزہ طاہرہ صدیقہ اور امۃ النور ماجدہ نے میری نظم کو اپنی آواز میں سجا کر بھیجا ہے۔اگر وہ اس بات کی منتظر ہوں کہ بتاؤں کہ کس نے زیادہ اچھی پڑھی ہے تو یہ تو مَیں نہیں بتاؤں گا۔آوازیں دونوں کی بہت اچھی ہیں۔دونوں نے دل ڈال کر پڑھی ہیں۔دونوں کا مَیں ممنون ہوں لیکن ایک کو دوسری پر ترنم اور سوز کے لحاظ سے تھوڑی سی فوقیت ضرور حاصل ہے۔

عید پر ایک بار پھر آپ کے پیار کی خوشبو سے مہکتے ہوئے تحفے ملے۔آپ کو بار بار یاد کرنے کی خاطر یہ تحفہ سامنے میز پر سجا کر رکھا ہے۔روزانہ بارہا اس پر نظر پڑتی ہے تو آپ کی یاد کی مہک آتی

ہے۔جزا کم اللہ احسن الجزاء

میرے نہایت پیارے فرخ کو بہت بہت سلام اور پیار۔

آپ کی بیماری بہت لمبی چل گئی ہے۔ اگرچہ کچھ افاقہ کی خبریں بھی آرہی ہیں لیکن افاقہ کی رفتار بہت سست ہے۔ اللہ فضل فرمائے اور آپ کی اور میری پریشانی کو دور فرمائے۔

آپا طیّبہ ملیں تو میرا نہایت محبت بھرا اسلام پہنچادیں۔ ان کو بظاہر جانتے ہوئے بھی مَیں پہلے ان کو اتنا نہیں جانتا تھا۔ اب ان کے خطوں کی کھڑکی سے قلبی کیفیات میں جھانکنے کا موقع ملا تو پتہ چلا کہ اُن کا دل تو ایک آبگینہ ہے۔ نازک بھی اور شفاف بھی بہت۔ اُن کا ایک تازہ پُر خلوص دردناک خط پڑھ کر مجھے بہت رونا آیا۔

مجھے یاد ہے کہ ابا جانؓ نے ضبط کر کر کے اپنا کیا حال کر لیا تھا۔ اس لیے اب تنہائی میں اپنے ضبط کو چھٹی دے دیتا ہوں۔ ساتھ ساتھ دعا کی بھی بہت توفیق ملتی ہے۔ یہ دکھوں کے دن مزے کے بھی بہت ہیں۔ اُس حکایت کی اب سمجھ آنے لگی ہے کہ بلی نے اپنی زبان چاٹی تھی"۔

25 اکتوبر 1984ء کو خط میں حضورؒ نے آپ کو لکھا کہ

"آپ کا محبت بھرا خط ملا۔ جزا کم اللہ احسن الجزاء

اب تو جلد تر ملنے کی دعائیں کریں۔ فرخ کو پیار"۔

28 اگست 1986ء کو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضورؒ کو ایک خط میں اپنے قلبی جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ

"عزیزم سیّدی سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت دیر سے حضور کا خط نہیں ملا۔ شکوہ نہیں کر رہی مجھے علم ہے کہ جلسہ کی وجہ سے مصروف رہے اور پھر جو لوگ گئے ان سے ملنا بہت بڑا کام ہے۔ آپ نے ہی عادت ڈال دی ہے تشنگی محسوس ہو رہی ہے۔

جلسہ کے کیسٹ سنے، 26 کی تقریر ویڈیو سے دیکھی۔ ان انعامات پر جو ان دو سالوں میں اللہ تعالیٰ نے بارش کی طرح نازل کیے ہیں بے حد شکر کیا۔ اپنی محرومی پر افسوس آتا ہے کہ وہاں ہوتی تو

شاید اس خدمت میں شریک ہو سکتی۔

نہایت ایمان افروز تقریریں تھیں ابھی آخری سننی باقی ہے۔ جو حضور نے عورتوں میں تقریر کی ہے وہ چھپنی بھی چاہیے اور نہ صرف اردو میں بلکہ انگریزی ترجمہ بھی۔ تاکہ افریقہ امریکہ کینیڈا وغیرہ انگریزی جاننے والے علاقوں کی عورتیں فائدہ اٹھائیں۔ بہت ہی ضروری مسئلہ اس میں حل کیا۔ جس طرح مغرب سے اس زمانہ کی عورتیں متاثر ہو رہی ہیں، ان کے تدارک کے لیے یہ تقریر بار بار سنائی جانی ضروری ہے۔

حضور اس ویڈیو میں بہت کمزور نظر آ رہے ہیں۔ خدا کرے آپ کی صحت اچھی ہو اور اچھی رہے۔ مگر دبلے بہت ہو گئے ہیں۔ کام بھی تو بے حد ہے آرام بالکل نہیں کرتے۔ اس شامی کی طرح جس نے کہا تھا کہ یا امیر المومنین آپ نے slow کا لفظ نہیں دیکھا۔ یہ کہنے کی اجازت چاہتی ہوں کہ عَلٰی نَفْسِكَ حَقٌّ۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ، حضرت خلیفہ ثالثؒ کی صحتیں کام کی زیادتی اور آرام نہ کرنے سے خراب ہوئیں۔ شکر ہے کہ آپ باقاعدہ ورزش کرتے ہیں لیکن پھر بھی آرام ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی صحت والی زندگی دے اور آپ کے ذریعہ جلد سے جلد احمدیت کو غلبہ عطا فرمائے۔

مجھے میرے بچوں کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھتے ہوئے تقویٰ کے راستوں پر چلائے"۔

آپ کے اس خط پر حضورؒ نے تحریر فرمایا کہ

"پیاری چھوٹی آپا۔۔۔ مَیں اللہ کے فضل سے خیریت سے ہوں۔ آپ نے جو فکر کا اظہار فرمایا اس پر تہِ دل سے مشکور ہوں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔"

14 فروری 1995ء کو حضورؒ نے آپ کو خط میں تحریر فرمایا کہ

"الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ اپنے کلامِ پاک قرآنِ مجید کا درس دینے کی توفیق بخش رہا ہے اور MTA پر ساری دنیا اس سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ میرا تو دل ہر وقت خدا کی اس عظیم نعمت کی وجہ سے حمد سے بھرا رہتا ہے۔ بڑا تاریخ ساز دور ہے اور رمضان عجیب شان والا ہے۔ ساری جماعت یک جان بنی ہوئی ہے۔ درس میں معنی اور مفہوم بھی خدا ہی مجھے سمجھاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی شان اور مقام بہت بلند تھا۔ ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے کوشش کرتا

ہوں کہ اس بحر ذخّار سے موتی نکال کر لوگوں کو پیش کرتا رہوں۔ بس دعا کریں اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ سب عزیزوں کو محبت بھرا اسلام اور عید مبارک سو سو مبارک"۔

آپ جب جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کے لیے جاتیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خاص مہمان ہوتیں۔ ایک سال تو حضورؒ نے آپ کے لیے اپنی ذاتی رہائش گاہ میں انتظام فرمایا تھا۔ باقی سالوں میں قریبی گیسٹ ہاوسز میں سے کسی ایک میں آپ کی رہائش کا انتظام فرماتے تھے۔

1992ء میں حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا وصال لندن میں ہو گیا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اس سانحہ کا جو صدمہ محسوس کیا اُس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور آپ کی بچیوں کی بے حد فکر تھی۔ آپ خلیفۂ وقت کی ذمہ داریوں اور اُن کی زندگی میں اس کے مونس اور غمگسار ساتھی کی ضرورت سے بھی اچھی طرح واقف تھیں۔ آپ حضورؒ کے لیے دعا گو تھیں لیکن اپنے رب کے فیصلہ پر ہمیشہ کی طرح راضی برضا بھی۔

حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ کے وصال کے بارہ میں 6 اپریل 1992ء کو آپ نے مجھے خط میں لکھا کہ

"پچھلے دن بہت گھبراہٹ بے چینی میں گزرے۔ آخر کہانی ختم ہو گئی۔ یکدم ہی عید سے دو دن پہلے آصفہ کی وفات (کی خبر) صبح چار بجے ملی۔ حضرت صاحب اور بچیوں کا خیال کر کے بڑا ہی دکھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی صبر دے۔ حضرت صاحب کی صحت پر اثر نہ پڑے۔"

ان الفاظ سے ہی جو بالکل ایک ذاتی خط کا حصہ ہیں آپ کی تحریر سے غم اور فکر چھلکتا ہوا باہر آ رہا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ دونوں آپ کے بیٹے تھے اور دونوں بیٹوں کی ازواج کی وفات کے صدمات کو آپ نے بہت محسوس کیا تھا۔ دونوں مواقع پر خلیفۂ وقت کے لیے آپ کی پریشانی کوئی فلسفیانہ رنگ میں نہ تھی بلکہ حقیقی رنگ میں آپ اس تکلیف کو سمجھ سکتی تھیں۔

1995ء میں آپ نے جلسہ سالانہ یوکے اور امریکہ جانے کا پروگرام بنایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے اجازت طلب کی۔ 12 جون 1995ء کو حضورؒ نے آپ کو خط میں تحریر فرمایا کہ

"آپ کا خط ملا جس میں آپ نے اپنے لندن آنے کا ذکر فرمایا ہے۔اس ضمن میں مجھے آپ کا وہ خط بھی مل گیا ہے جس کے جواب میں مَیں نے **اَھْلًا وَ سَھْلًا** لکھا تھا۔ آپ اپنا پروگرام بتائیں کہ کیا ہے؟ تاکہ آپ کے لیے رہائش وغیرہ کا انتظام کرایا جاسکے۔میری خواہش تو یہی تھی کہ آپ ہمارے ساتھ ہی رہتیں لیکن یہاں تو ساری جگہیں پہلے سے ہی ریزرو ہو چکی ہیں۔اب کوشش کرکے کہیں قریب ہی آپ کی رہائش کا انتظام کرواؤں گا۔لیکن اگر آپ خود کہیں انتظام کر چکی ہیں تو مطلع کر دیں۔**جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء**۔اللہ آپ کا سفر و حضر میں حافظ و ناصر ہو اور یہاں آنا ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے"۔

اس سفر میں آپ مکرم ڈاکٹر مجیب الحق صاحب کی مہمان بنیں۔جن کا گھر مسجد فضل لندن کے قریب ہی واقع ہے اور آپ روزانہ ہی حضورؒ کے گھر ملاقات کے لیے حاضر ہوتیں۔اس کے بعد آپ کبھی لندن نہ جاسکیں اور یہ حضورؒ سے آپ کی آخری ملاقات ثابت ہوئی۔

جیسا کہ ذکر آچکا ہے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو ہر وقت خلافتِ احمدیہ کی خوشنودی کی فکر رہتی تھی۔1998ء میں آپ کافی بیمار تھیں اور مَیں آپ سے ملنے کے لیے ربوہ آیا ہوا تھا تو میری والدہ نے آپ کا ایک خط مجھے دیا جو حضورؒ کے نام تھا اور آپ کی دراز میں سے ملا تھا۔اس خط میں آپ نے حضورؒ کو لکھا کہ

"سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ

خط میں جو غلطی ہوئی اس غلطی کی معافی درکار ہے۔

خاکسار

مریم صدیقہ

عید مبارک ہو"

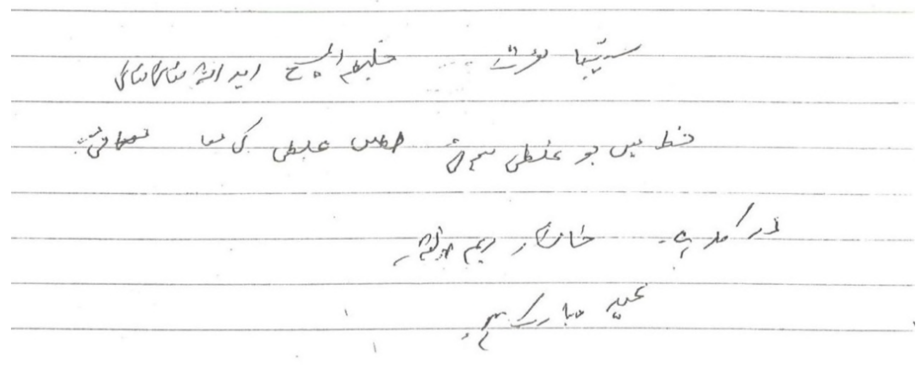
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ
خط میں جو غلطی ہوئی اس غلطی کی معافی چاہتی
ہوں / ندامت ہے۔ خاکسار مریم صدیقہ
عید مبارک ہو

یہ خط میں نے حضورؒ کی خدمت میں بھجوایا۔26 دسمبر 1998ء کو حضورؒ نے جواب میں مجھے فرمایا کہ

"حضرت چھوٹی آپا کے متعلق جو آپ نے لکھا ہے۔ مَیں تو ان سے بالکل ناراض نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے کسی ایسے خط کے بارہ میں یاد ہے۔ ان کی زندگی تو خدماتِ دینیہ بجالانے میں ہی وقف رہی ہے۔ ان کی دعائیں مجھے ملتی رہی ہیں۔ ان کو بتادیں کہ مَیں ان سے بہت خوش ہوں اور خدا تعالیٰ کے حضور اُن کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں۔ خواہ مخواہ دل کو نہ لگائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و سلامتی عطا فرمائے۔ میری طرف سے اُن کو محبت بھرا اسلام پہنچائیں۔ عید مبارک"۔

خلافتِ احمدیہ سے وابستگی اور وفاداری حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی دِلی تمنا اور دعا تھی اور یہ تمنا صرف اپنے لیے نہیں تھی بلکہ اپنی اولاد اور سب افرادِ جماعت کے لیے تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپ کی اس تمنا اور اس دعا کو ہم سب کے لیے قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

باب دہم (10)

آپ کا ایک دن

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی خدمات کا ایک جائزہ پیش کیا جاچکا ہے۔ان میں سے بعض خدمات آپ روزانہ کی بنیاد پر سرانجام دیتی تھیں۔یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کے وقت میں برکت رکھی ہوئی تھی ورنہ اتنے بہت سے کام ایک دن میں کرنا اکثر لوگوں کے لیے تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔اس باب میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ایک دن کا حال بیان کیا جارہا ہے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا دن تہجد کی نماز سے شروع ہوتا تھا۔اس کے بعد آپ گھر میں موجود بچوں کو نمازِ فجر کے لیے جگاتیں۔اس کے بعد آپ نمازِ فجر کی ادائیگی کرتیں اور کچھ دیر آرام کرتیں۔

دن کا باقاعدہ آغاز ناشتہ سے قبل سکول کی بچیوں کو قرآن کریم کا ترجمہ پڑھانے سے ہوتا جو گرمیوں میں صبح چھ، ساڑھے چھ بجے سے شروع ہوجاتا تھا۔کیونکہ سکول صبح سات بجے لگتے تھے۔اس کے بعد آپ ناشتہ کرتیں۔ناشتہ کے دوران ہی آپ اخبار کا مطالعہ کرتی تھیں۔

ناشتہ کے بعد آپ دوبارہ قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھانے میں مصروف ہوجاتیں۔اسی دوران آپ تلاوتِ قرآنِ کریم بھی کیا کرتی تھیں۔

تدریسِ قرآن سے فارغ ہونے کے بعد آپ باقاعدہ تیار ہوتیں اور دفتر لجنہ اماء اللہ چلی جاتی تھیں اور دن کا بڑا حصہ وہاں گزارتیں۔اگر کسی وجہ سے دفتر نہ جاسکتیں تو ڈاک گھر منگوا لیتیں اور دو، تین گھنٹے تک لجنہ کا دفتر آپ کے لاؤنج میں لگا رہتا۔اس دوران احمدی خواتین آپ سے ملنے آتی رہتیں۔جب تک لجنہ اماء اللہ کا نیا دفتر تعمیر نہیں ہوا تھا آپ عموماً ڈاک گھر میں ہی منگوایا کرتی تھیں اور لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی مجلس عاملہ کی ماہانہ میٹنگ بھی آپ کے گھر میں ہی ہوا کرتی تھی جو بالعموم عصر کے بعد ہوتی تھی۔

دفتر سے واپسی پر آپ اپنی ڈاک بھی دیکھتی جاتیں اور خواتین سے ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری رہتا، جو آپ سے ملاقات کے لیے بے تکلفی سے آپ کے گھر آجاتی تھیں۔ آپ حسبِ موقع و مراتب ان کی مہمان نوازی بھی کرتیں۔

اس کے بعد نمازِ ظہر کی ادائیگی اور دوپہر کے کھانے کی مصروفیت ہوتی تھی۔ نمازوں میں سستی نہ آپ نے خود کبھی کی اور نہ ہماری برداشت کی۔ گرمی ہو یا سردی ہمارا نماز باجماعت کی ادائیگی کے لیے مسجد میں حاضر ہونا آپ یقینی بناتی تھیں۔ یہ آپ کا بہت بڑا احسان ہے جس کا شکر ادا نہیں کیا جاسکتا۔

کھانا سادہ ہوتا تھا اور عموماً دیسی طرز کے ہی بنوایا کرتی تھیں۔ لیکن گھر میں تیار کیے جانے والے اچار اور چٹنیاں بھی کھانے کے ساتھ ہوتی تھیں۔ سبزیوں کا اچار باقاعدگی سے بنتا تھا۔ کبھی کبھی چائنیز یا انگریزی کھانا آپ خود بھی بناتی تھیں۔ کبھی کبھار کھانے میں میٹھا بھی ہوتا تھا اور موسمی پھل تو عموماً ہمیشہ ہی ہوتے تھے۔ مہمان نوازی اور دعوت کے لیے آپ کی کوشش ہوتی کہ مہمان نوازی کا حق ادا کریں اور خاطر تواضع کریں۔

کھانے کے دوران آپ دلچسپ اور رونق لگانے والی گفتگو بھی کیا کرتیں۔ کبھی بزرگوں کا ذکر ہوتا اور کبھی لطیفے اور دیگر باتیں۔ اگر کسی بزرگ کو کوئی خاص کھانا پسند ہوتا تو اس کا ذکر بھی ہو جاتا اور نہایت بے تکلف اور مزیدار مجلس ہوتی۔ کھانے کے دوران گفتگو میں حضرت اماں جانؓ، حضرت مصلح موعودؓ اور اپنے ابا جان کا ذکر بھی ہوتا رہتا اور وہ ذکر اس انداز میں ہوتا تھا کہ دل میں حسرت پیدا ہوتی تھی کہ کاش ہم نے بھی ان بزرگوں کو دیکھا ہوتا۔ ایک خلش دل میں پیدا ہوتی تھی۔ سیر و تفریح کے پروگرام بھی کھانے کے دوران ہی بنائے جاتے۔ آپ کی خواہش ہوتی تھی کہ سب افرادِ خانہ کھانے کے وقت موجود ہوں۔ اس کے علاوہ خاندان میں ہونے والی مختلف تقریبات یا events یا گھریلو واقعات کا ذکر بھی ہوتا۔ مجلس کبھی بھی خشک نہیں ہوتی تھی۔

اُس زمانہ میں ربوہ میں دعوتِ ولیمہ کی تقریب کے لیے ظہرانے کا رواج تھا اور آپ کو جو بھی مدعو کرتا آپ اس کی خوشی میں شامل ہونے کی کوشش کرتیں۔ بعض اوقات دو یا تین خاندانوں کی طرف سے دعوت ہوتی اور آپ کی کوشش ہوتی کہ کچھ نہ کچھ وقت کے لیے ان سب گھرانوں میں مل آئیں اور ان کی خوشی میں شامل ہو جائیں۔

کھانے اور نماز کے بعد دوپہر کے قیلولہ سے قبل آپ کچھ دیر کے لیے مطالعہ بھی کرتی تھیں۔ دوپہر کے آرام اور نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد آپ باقاعدہ تیار ہوتیں اور چائے پیتیں۔ چونکہ آپ کے گھر روزنامہ الفضل اشاعت کے فوراً بعد ہی بھجوادیا جاتا تھا اس لیے آپ عموماً اُسی وقت اس کا مطالعہ کیا کرتیں اور دوسروں کو بھی الفضل پڑھنے کی تلقین کرتیں۔

عصر کی نماز کے بعد آپ خاندان کے بچوں کو قرآنِ کریم بھی پڑھاتی رہی ہیں۔ اُس زمانہ میں ربوہ میں شادیاں عموماً عصر کے بعد ہوا کرتی تھیں۔ آپ کی کوشش ہوتی کہ آپ ان میں شامل ہوں۔ اس وقت آپ بیرون از ربوہ کی مہمان خواتین سے بھی ملاقات کرلیتی تھیں۔ کبھی کوئی جماعتی میٹنگ ہوتی تو اُس میں شامل ہونا آپ کے اوّلین فرائض میں سے ہوتا۔ اس کے علاوہ محلّہ جات کے اجلاسات اور تقاریبِ آمین میں بھی آپ شامل ہوتیں۔ لوگوں کے گھروں میں تعزیت کی غرض سے بھی عصر کے بعد کا وقت استعمال کرلیتیں۔ اگر کہیں جانا نہ ہوتا تھا تو کسی نہ کسی عزیز سے ملنے اُن کے گھر چلی جاتی تھیں اور بعض مرتبہ آپ سے ملنے بھی عزیز اِس وقت آجاتے تھے۔ مغرب تک آپ اپنے گھر واپس آجاتیں اور بچوں سے بھی یہی توقع ہوتی کہ نماز کی تیاری کے لیے مغرب کی اذان تک واپس گھر آجائیں۔

جب تک آپ قصرِ خلافت کی ہمسائیگی میں رہتی رہیں آپ روزانہ مغرب کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح سے ملاقات کے لیے حاضر ہوتیں۔ اپنے گھر منتقل ہونے کے بعد آپ ہفتہ میں چند مرتبہ حضور سے ملاقات کے لیے قصرِ خلافت پیدل جایا کرتیں تھیں اور نمازِ عشا سے پہلے واپس آجایا کرتی تھیں۔

نمازِ مغرب کے بعد کوئی نہ کوئی عزیز آپ سے ملنے آجاتے تھے۔ آپ ساتھ ساتھ رات کے کھانے کی عمومی نگرانی بھی کرتی رہتیں۔

گرمیوں میں رات کا کھانا عشا سے پہلے اور سردیوں میں عشا کے بعد کھایا جاتا تھا۔ رات کے کھانے میں بالعموم آپ کی بہن اور بہنوئی مکرمہ سیّدہ طیّبہ صدیقہ صاحبہ اور مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب بھی شامل ہوتے تھے۔ بے تکلفی کا زمانہ تھا۔ وہ اپنارات کا کھانا ساتھ لے آتے تھے اور سب مل جُل کر کھاتے۔ 1984ء میں مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب کی وفات کے بعد مکرمہ سیّدہ طیّبہ صدیقہ صاحبہ اکثر اکیلے آیا کرتیں اور کبھی اپنے ساتھ بچوں کو لے آتیں۔ بے تکلف مجلس

لگتی اور دن بھر کی تھکان اس مجلس سے دور ہو جاتی۔ میرے والد کے ساتھ کوئی نہ کوئی علمی موضوع بھی زیرِ بحث آ جاتا۔ جمعہ کی رات کو کوئی نہ کوئی عزیز کھانے پر آپ کے گھر مدعو ہوا کرتا تھا۔

محفل رنگ و نور کی پھر مجھے یاد آ گئی

پھر مجھے یاد آ گیا ایک دیا بجھا ہوا

کھانے کے دوران آپ پی ٹی وی کا ڈرامہ بھی دیکھا کرتی تھیں۔ اس زمانہ میں پی ٹی وی کا رات آٹھ بجے کا ڈرامہ صحیح معنوں میں گھر کے سارے افراد کے لیے اچھی صاف ستھری تفریح کا ایک ذریعہ ہوتا تھا۔ آپ ڈرامہ کے بارہ میں تبصرہ بھی کرتی جاتیں۔ ڈرامہ اگر کسی کتاب پر مبنی ہوتا اور وہ کتاب امۃ الحئی لائبریری میں موجود ہوتی تو آپ لائبریری سے وہ کتاب منگوا کر پڑھتیں۔ پی ٹی وی نے ایک مرتبہ محترمہ اے۔ آر خاتون (امۃ الرحمٰن خاتون) کی کتب پر مبنی ڈرامے بنائے تھے۔ محترمہ اے۔ آر خاتون پاکستان کی مشہور و معروف ناول نگار تھیں اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی ددھیالی رشتہ داروں میں سے تھیں۔ آپ اُن سے مل بھی چکی تھیں۔ جب اُن کی کتب پر مبنی ٹی وی ڈرامہ نشر ہوتا تو بوجہ رشتہ دار ہونے کے ایک خاص شوق سے دیکھا جاتا۔ اُن کی کتب میں دلّی کی ثقافت، زبان اور دلّی کے خاندانی ماحول کو دکھایا جاتا تھا۔ اس لیے تفریح کے علاوہ ان کی کتب پر مبنی ڈرامے علم میں اضافہ کا موجب بھی بنتے تھے۔

جناب جمیل الدین صاحب عالی بھی آپ کے غیر احمدی ددھیالی رشتہ داروں میں شامل تھے۔ ان کے ایک بیٹے جناب راجو جمیل الدین اداکاری کا شوق بھی رکھتے ہیں۔ جب بھی وہ موصوف کسی ڈرامے میں اداکاری کرتے دکھائی دیتے تو اُس ڈرامے میں سب گھر والوں کی دلچسپی بڑھ جاتی تھی۔ جناب راجو جمیل صاحب ربوہ کے ابتدائی ایام میں اپنی والدہ مکرمہ طیّبہ بانو صاحبہ کے ساتھ ربوہ آ چکے ہیں۔

ڈرامہ پورا دیکھا ہو یا آدھا، بچوں کو نمازِ عشا کے لیے مسجد بھجوانا آپ کبھی نہیں بھولتی تھیں۔

آپ کے گھر میں ٹی وی آنے سے پہلے کی بات ہے کہ آپ ریڈیو پر خبریں بھی سنا کرتی تھیں اور دیگر تفریحی اور معلوماتی پروگرام بھی۔ روازنہ رات کو بی بی سی اردو سروس پر خبریں سننا مجھے یاد ہے۔ ٹی وی کی مقبولیت کے بعد ریڈیو پر خبریں سننا تو بہت کم ہو گیا تھا۔ رات نو بجے کا خبرنامہ پی ٹی وی

پر آپ با قاعدہ سنا کرتی تھیں۔

عموماً آپ نمازِ عشا خبر نامہ کے بعد ادا کیا کرتی تھیں۔ رات کو آپ بچوں کے ساتھ کوئی نہ کوئی گھریلو کھیل (بورڈ گیم) بھی کھیلتی تھیں۔ آپ کو رات گئے ٹی وی دیکھنے کی عادت نہ تھیں نہ ہی ہمارا دیکھنا پسند کرتیں لیکن اگر کوئی خاص پروگرام ہوتا یا کوئی میچ آرہا ہوتا تو آپ دیکھ بھی لیتی تھیں۔

رات کو سونے کے لیے آپ باقاعدہ تیار ہوتیں اور ہمارے لیے بھی یہ ناپسند کرتیں کہ دن کے کپڑوں میں ہی سوجائیں۔ سونے سے قبل آپ کچھ نہ کچھ مطالعہ کرتیں اور کبھی مجلس بھی لگ جاتی۔ اگر کسی نے آنا جانا نہ ہوتا تو گھر کا گیٹ جلد بند کروا دیتی تھیں۔

رات کو دیر سے کوئی عزیز ملنے آجاتے تو آپ ان کی تواضع اور مہمان نوازی کرتیں لیکن رات کو عزیزوں کے گھروں میں مجلس لگانے کی آپ کو عادت نہ تھی اور نہ آپ ہمیں اس کی اجازت دیتی تھیں۔ فجزاھا اللہ احسن الجزاء۔ شاذ کے طور پر عشا کے بعد کسی عزیز کو ملنے بھی چلی جایا کرتی تھیں۔ صرف شاذ کے طور پر۔

دن بھر کی مصروفیت میں آپ اپنے مفوّضہ امور کی انجام دہی کرتیں، مطالعہ کرتیں، علمی کاموں کے لیے تیاری کرتیں، مختلف نوعیت کے جلسوں میں شامل ہوتیں، لوگوں کی خوشی غمی میں شامل ہوتیں اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے کام کرتیں۔

جمعہ کے دن نہ تو دفتری مصروفیات ہوتیں اور نہ ہی مقامی خواتین سے ملاقاتیں۔ لیکن باہر سے آئے مہمانوں سے جمعہ کے دن بھی ملاقات کر لیتی تھیں۔ آپ جمعہ کے دن نمازِ جمعہ کی تیاری اور دیگر اہم گھریلو کاموں کی طرف توجہ کرتیں۔ ان میں سرِ فہرست دھوبی کی ہفتہ وار visit ہوتی تھی۔ دھوبی کو بھجوانے والے کپڑوں کی فہرست آپ خود بناتی تھیں۔ اس کام کے لیے آپ نے ایک نوٹ بک مختص کی ہوئی تھی جس کا عنوان ہی "دھوبی کا حساب" ہوا کرتا تھا۔ آپ کا یہ طریق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زندگی سے چلا آرہا تھا کیونکہ میں نے آپ کے کاغذات میں دھوبی کے حساب کی کاپی دیکھی ہے جس میں حضورؓ کے کپڑوں کی دھوبی سے دھلائی (washing) کا ذکر بھی موجود ہے۔

نمازِ جمعہ میں بہت باقاعدگی سے شامل ہوتی تھیں لیکن جب آپ کی آرتھرائٹس کی تکلیف بڑھ گئی تو پھر آپ نے جمعہ پر جانا ترک کر دیا تھا۔

ایم۔ ٹی۔ اے کے اجرا کے بعد آپ باقاعدگی سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے مختلف

پروگراموں سے استفادہ کیا کرتی تھیں۔

آپ جو کام بھی کر رہی ہوتیں آپ کا ذہن پوری طرح اس میں شامل ہوتا۔ یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ آپ کو کسی چیز کی جلدی ہے یا آپ کا دل اِس کام میں نہیں ہے۔ آپ پورے سکون سے اپنے کام کرتی رہتیں۔ دل کا حال تو اللہ بہتر جانتا ہے۔

باب یازدہم (11)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی سوانح پر اجمالی نظر

پیدائش سے حضرت مصلح موعودؓ کی وفات تک

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی پیدائش 7 اکتوبر 1918ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر میں اور پھر مدرسہ میں ہوئی۔ چھوٹی عمر میں ہی آپ نے ناظرہ قرآنِ کریم پڑھ لیا اور 1925ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے اس موقع پر آپ کے لیے نظم لکھی۔ 1932ء میں آپ کو تعلیم کے لیے آپ کے نانا حضرت مرزا محمد شفیع صاحبؓ کے پاس قادیان بھجوا دیا گیا تھا۔ آپ نے نصرت گرلز سکول قادیان میں نویں جماعت میں داخلہ لیا۔ 1934ء میں آپ نے میٹرک کیا اور نصرت گرلز سکول قادیان میں ہی ایف۔ اے میں داخلہ لیا۔ 30 ستمبر 1935ء کو آپ کی شادی حضرت مصلح موعودؓ سے ہوئی اور بالکل نوجوانی میں ہی آپ کی زندگی کا مقصد خدمتِ دین و خدمتِ انسانیت بن گیا۔

شادی کے بعد آپ کی دینی و دنیاوی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ 1936ء میں آپ نے ایف۔ اے کیا۔ اسی سال آپ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی اکلوتی بیٹی صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ سے نوازا۔ 1938ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو ہندوستان کے مختلف شہروں کی سیر کروائی اور اس سفر کے دوران حضورؓ پر عجیب در عجیب روحانی علوم منکشف کیے گئے جنہیں حضورؓ نے بارہ مختلف خطابات میں بیان فرمایا۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے 1940ء میں بی۔ اے کیا۔ اس کے بعد آپ کی عملی تربیت کا دور شروع ہوا۔ آپ نے لجنہ اماء اللہ کے کاموں میں حصہ لینا شروع کیا۔ 1942ء میں لجنہ کی جنرل سیکرٹری منتخب ہوئیں۔ 1943ء کے آخر میں حضرت امّ طاہر صاحبہؓ بغرضِ علاج لاہور کے ایک ہسپتال میں داخل تھیں۔ اُن کی تیمارداری کے لیے حضورؓ یکم جنوری 1944ء کو لاہور تشریف لے گئے۔ اس سفر میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بھی حضورؓ کے ساتھ تھیں۔ 4 اور 5 جنوری

1944ء کی رات کو حضورؓ کو کشف میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ حضورؓ ہی حضرت مسیح موعودؑ کے موعود بیٹے ہیں۔

چند دنوں کے بعد حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا گلے کا آپریشن لاہور کے ایک ہسپتال میں ہوا۔(الفضل قادیان، جلد 32، نمبر 8، 9 جنوری 1944ء صفحہ 1)۔چند ہفتوں کے بعد حضرت سیّدہ امّ طاہر صاحبہؓ کی وفات لاہور میں ہوئی۔مارچ 1944ء میں آپ کے چچا حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ کی وفات ہوئی۔

تاریخ لجنہ اماء اللہ سے پتہ چلتا ہے کہ 1945ء کے آغاز سے ہی آپ نے حضورؓ کی رہنمائی میں اپنا بڑا وقت لجنہ اماء اللہ کی خدمت میں صرف کرنا شروع کر دیا تھا۔

9 اپریل 1945ء کو لیڈی ایچی سن ہسپتال لاہور میں آپ کا ایک آپریشن بھی ہوا۔حضرت مصلح موعودؓ بھی آپ کے پاس لاہور میں ہی تھے۔(الفضل قادیان، جلد 33، نمبر 84، 10 اپریل 1945ء صفحہ 2)

1946ء کے انتخابات کے لیے احمدی خواتین ووٹرز کی تربیت اور سول ڈیفنس کے کاموں میں آپ کو احمدی خواتین کی تربیت کا موقع ملا۔3 جون 1947ء کو تقسیم ہند کا اعلان کیا گیا اور ملکی حالات خراب ہونا شروع ہو گئے۔18 جولائی 1947ء کو آپ کے والد حضرت ڈاکٹر سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی قادیان میں وفات ہوئی۔ملکی حالات کی وجہ سے آپ دعا کے لیے اپنے والد کے مزار پر نہیں جا سکیں۔

1947ء میں آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ قادیان میں تاریخی خدمت کی توفیق ملی اور ہجرت کے بعد مہاجرات کی خدمت میں مصروف ہو گئیں۔۔1948ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے عربی میں ایم۔اے کیا۔امریکہ میں آپ کے ماموں اور دودھ شریک بھائی مکرم مرزا منوّر احمد صاحب کی وفات ہوئی۔1949ء میں آپ حضورؓ کے ساتھ ربوہ منتقل ہو گئیں۔ربوہ میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی از سرِ نو تنظیم کا کٹھن کام شروع کیا۔

1950ء میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے دفتر کی بنیاد رکھی گئی۔1951ء سے جامعہ نصرت ربوہ کا آغاز ہوا اور شروع سے ہی اس کا انتظام آپ کے سپرد ہوا۔1951ء سے لیکر 1955ء تک آپ

جامعہ نصرت میں عربی پڑھاتی رہیں۔اس کے ساتھ ساتھ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ پوری تندہی سے حضرت اماں جانؓ کی خدمت میں مصروف رہیں۔

1952ء میں حضرت اماں جانؓ کے وصال کا دردناک سانحہ پیش آیا جو نہ صرف جماعتی لحاظ سے ایک بڑا سانحہ تھا بلکہ آپ کے لیے انفرادی حیثیت میں نہایت تکلیف دہ واقعہ تھا۔

1952ء میں ہی لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے نئے دفاتر میں کام کا آغاز ہوا۔

1953ء میں پنجاب میں جماعت کے خلاف فسادات ہوئے اور حضورؓ کو گرفتار کرنے کی ناپاک سازش بھی ہوئی۔ حضورؓ نے نہایت بہادری سے ان حالات کا مقابلہ کیا۔

1954ء میں حضرت مصلح موعودؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور آپ حضورؓ کی خدمت میں وقف ہو گئیں۔1955ء میں حضورؓ کے ساتھ یورپ کے سفر میں گئیں اور حضورؓ کی بے حد خدمت کی توفیق پائی۔1955ء کے جلسہ سالانہ کے پہلے روز آپ کی بیٹی کا اعلانِ نکاح حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا۔

1956ء میں منافقین کی طرف سے خلافتِ احمدیہ کے خلاف ریشہ دوانیوں نے ایک نیا روپ اپنایا۔خلافتِ احمدیہ سے وفادار ہر احمدی کا دل ان سازشوں سے چھلنی ہوا لیکن حضورؓ کی اولوالعزم قیادت نے پاک دلوں کو اس گرداب سے باحفاظت نکال لیا۔

1957ء میں آپ کی بیٹی کی شادی ہوئی۔1958ء میں آپ کے پہلے نواسے سیّد شعیب احمد کی ولادت ہوئی۔1958ء میں حضرت سیّدہ امّ ناصر صاحبہؓ کی وفات کے بعد 27 دسمبر 1958ء کو مجلسِ شوریٰ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے نمائندگان نے آپ کو صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ منتخب کیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی منظوری کے بعد آپ اس خدمت پر مامور ہوئیں۔

1959ء میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے زیرِ انتظام فضلِ عمر جونیئر ماڈل سکول کے لیے سات کنال زمین خریدی گئی۔

1960ء میں آپ کے دوسرے نواسے سیّد ابراہیم منیب احمد کی پیدائش ہوئی۔6 مارچ 1961ء کو آپ کا uterus کا آپریشن گنگا رام ہسپتال لاہور میں ڈاکٹر بلقیس صاحبہ نے کیا۔مارچ 1961ء کا اکثر حصہ آپ نے لاہور میں بغرضِ علاج گزارا اور ایک ماہ کے اندر اندر ہی ربوہ میں اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔26 دسمبر 1961ء کو جلسہ سالانہ کے پہلے دن حضرت مرزا شریف احمد

صاحبؓ کی وفات ہوئی۔ حضرت اماں جانؓ کے وصال کے بعد یہ بہت ہی بڑا صدمہ تھا جو جماعت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیش آیا۔

22 فروری 1962ء کی شام کو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے نصرت گرلز ہائی سکول ربوہ کی نئی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا اور دعا کروائی (الفضل ربوہ، جلد 16/51 نمبر 47، 25 فروری 1962ء صفحہ 1)۔ 1962ء میں آپ نے اپنے دیگر کاموں کے ساتھ ساتھ تاریخ لجنہ کی تدوین و تحریر کا کام شروع کیا۔ یہ کام حضورؓ کی شدید بیماری کی وجہ سے پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔

3 ستمبر 1963ء میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی وفات لاہور میں ہوئی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی وفات ایک بہت بڑا جماعتی سانحہ تھا۔ دسمبر 1963ء میں ہی حضرت امِّ وسیم سیّدہ عزیزہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا وصال ہوا۔

مئی 1964ء میں آپ کے تیسرے نواسے سیّد محمد احمد کی پیدائش ہوئی۔ ستمبر 1964ء میں آپ کی والدہ مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ کا انتقال ہوا۔

1965ء میں پاکستان اور ہندوستان کی جنگ ہوئی جس میں آپ کی قیادت میں لجنہ اماء اللہ پاکستان کو خدمتِ انسانیت کا بڑے پیمانہ پر موقع ملا۔ باوجود حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری کے آپ نے خود طبّی امداد کی تعلیم دی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری میں آپ حضورؓ کی خدمت میں مصروف رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت مصلح موعودؓ کی ذات اور صفات سے متعلق عظیم الشان پیش خبریاں دی تھیں۔ انہی میں حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کی خبر بھی تھی۔ جیسا کہ ان فقرات سے ظاہر ہوتا ہے۔

"نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے

نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا" (مجموعۂ اشتہارات جلد 1 صفحہ 96)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایک لمبی بیماری کے بعد 8 نومبر 1965ء کو ربوہ میں انتقال فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضور کی وفات جماعتی، قومی اور ملّی لحاظ سے ایک بہت بڑا سانحہ تھا۔ یہ سانحہ حضورؓ کے خاندان اور بالخصوص حضورؓ کی اولاد اور ازواج کے لیے دوہرے تعلق کی وجہ سے نہایت گہرا اور تکلیف دہ تھا۔ لیکن اُس موقع پر بھی حضورؓ کے قریبیوں نے اسلام کی تعلیم پر عمل کیا اور صبر و استقامت کا بے مثال نمونہ دکھایا اور اُن کے دلوں میں اسلام کی تعلیم کو راسخ کرنے والی بھی ذات حضرت مصلح موعودؓ کی ذات ہی تھی۔

اُس وقت صبر و رضا کا جو نمونہ افرادِ خاندان نے دکھایا اس کے اظہار کے لیے صرف دو واقعات پیش ہیں۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ بتاتی تھیں کہ حضرت مصلح موعودؓ کے علاج کے لیے ایک غیر احمدی ڈاکٹر آئے ہوئے تھے۔ اُن پر حضورؓ کی شخصیت اور حضورؓ کا مقام اور مرتبہ خوب اچھی طرح واضح تھا۔ جب حضورؓ کی وفات ہوئی تو اُن ڈاکٹر صاحب کو بھی بہت صدمہ ہوا لیکن وہ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ افرادِ خاندان نے کوئی بات خلافِ تعلیمِ اسلام نہیں کی اور کسی قسم کی بے صبری کا اظہار اُن کی طرف سے نہیں ہوا۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"حضرت مصلح موعودؓ کا وصال جماعت کے لیے ایک زلزلہ تھا۔ ہوش و خرد سے بیگانہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے کہ اب کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی پیاری جماعت کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ سب کچھ اس کی تقدیر کے مطابق ہوا تھا تا قدرتِ ثانی کا تیسرا مظہر اپنی پوری شان و شوکت سے جلوہ گر ہو۔ لیکن انسانی فطرت کمزور ہے۔ باوجود خدائی وعدوں کے اس وقت غم زدوں کا یہ حال تھا کہ ہر شخص یہ محسوس کر رہا تھا کہ میری کمر ٹوٹ گئی۔ ہر نفس چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا اسے تسلی دے۔ ایسے نازک موقع پر حضرت نواب

مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے اس جسدِ مبارک کے گرد کھڑے ہوئے بچوں کو بھی اس اہمیت کے پیشِ نظر دعائیں کرنے اور اپنے فرائض سمجھنے اور حضرت مصلح موعودؓ کے اس عہد کو جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے موقعہ پر کیا تھا یاد رکھنے اور خدمتِ دین کے لیے کمربستہ رہنے کی تلقین فرمائی۔"(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 4 صفحہ 507)

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی بیٹی مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ نے اپنے ایک مضمون میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ آپ لکھتی ہیں کہ

"گو امی جان حضرت مصلح موعودؓ کی وفات سے نڈھال تھیں لیکن امی جان نے اس وقت ایسا حوصلہ دکھایا کہ مثال ملنی مشکل ہے۔ سب لوگ مچھلی کی طرح تڑپ رہے تھے کسی کو کسی کا ہوش نہ تھا۔ شاید کسی ایک آدھ کی سسکی بھی نکل گئی ہو۔ لیکن اچانک ایک کڑک دار آواز کان میں پڑی، دیکھا کہ امی جان نے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے پلنگ کے پاس کھڑی ہیں۔ کہہ رہی ہیں سنو خاموش ہو جاؤ، میری بات سنو! مجھے وہ وقت یاد ہے، یہ وہ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود کے جنازے پر کھڑے ہو کر یہ عہد کیا تھا کہ:

'اگر سب میرا ساتھ چھوڑ دیں، میں اکیلا رہ جاؤں تو بھی میں عہد کرتا ہوں کہ اس مشن کو میں پورا کروں گا جس کے لیے آپ بھیجے گئے تھے۔'

دیکھو میری آنکھوں نے دیکھا انہوں نے ہر لحاظ سے اس عہد کو پورا کیا۔ آخر دم تک اس عہد پر قائم رہے دین کی خدمت میں ہی جان دی۔ **اب رونے کا وقت نہیں دعائیں کرو۔ خدا کے سامنے عہد کرو کہ تم بھی اِن کے نقش قدم پر چلو گے اب تم پر یہ ذمہ داری ہے خدا کی طرف سے۔** سب مبہوت کھڑے امی جان کی باتیں سن رہے تھے۔ عجیب ایمان افروز نظارہ تھا۔ ایسا صبر اور ضبط دکھایا کہ حیرانی ہوتی تھی۔"(سیرت وسوانح حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ طبع دوم صفحہ 199 تا 200، مصنفہ مکرمہ نسیم سعید صاحبہ)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے لیے تو یہ صدمہ نہایت گہرا، تکلیف دہ اور انتہائی ذاتی تھا۔ آپ نے نہایت صبر سے یہ وقت گزارا۔ حضورؓ کی وفات کے تقریباً ایک ہفتہ کے بعد یعنی 14 نومبر 1965ء کو آپ نے ایک ڈائری میں حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے مندرجہ ذیل دو

شعر لکھے جو آپ کی دِلی کیفیت کی عکاسی کرتے ہیں:

چند ہی دن کی جدائی ہے یہ مانا لیکن
بد مزہ ہو گئے یہ دن بخدا تیرے بعد
یہ تمنّا ہے جدا ہو کے بھی خدمت میں رہوں
زندگی میری رہے وقفِ دعا تیرے بعد

احباب جماعت کے تعزیتی خطوط اور ملاقاتوں کے جواب میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی طرف سے الفضل میں 19 نومبر 1965ء کو مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا گیا۔

احباب جماعت کا شکریہ اور درخواستِ دعا

"حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وصال پر ہزاروں احباب جماعت نے خود آکر مجھ سے تعزیت فرمائی اور ابھی تک آنے کا سلسلہ جاری ہے سینکڑوں تاریں اور خطوط اور ریزولیوشن وصول ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ احبابِ جماعت کے اس اظہارِ خلوص، محبت اور ہمدردی پر سر بے اختیار خداوند عزوجل کے آستانہ پر جھک جاتا ہے اور دل بے اختیار حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر درود بھیجتا ہے۔ جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے احمدیہ جماعت کا بیج بویا جو آج ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر چکا ہے اور جن کے طفیل آج جماعت کو وہ اتحاد نصیب ہے کہ ہر احمدی ایک دوسرے کے لیے رشتہ داری کی محبت سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو آپ سب سے جو محبت تھی جو تعلق تھا اس کا اظہار ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ نہیں بلکہ آپ کی ساری زندگی میں آپ کے ہر فعل، ہر قول اور ہر حرکت سے ہوتا رہا ہے۔ انہوں نے جماعت کو ہمیشہ ہی اپنی بیویوں اور بچوں پر مقدم رکھا جیسا کہ مارچ 1954ء میں جبکہ ایک دشمن نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا آپ نے احبابِ جماعت کو ایک پیغام الفضل کے ذریعہ دیا تھا اُس میں آپ نے لکھا تھا۔

'مَیں ہمیشہ آپ سے اپنی بیویوں اور بچوں سے زیادہ محبت کرتا رہا ہوں اور اسلام اور احمدیت کی خاطر اپنے ہر قریبی اور ہر عزیز کو قربان کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہا ہوں۔ مَیں آپ سے اور آپ

کی آنے والی نسلوں سے بھی یہی توقع رکھتاہوں کہ آپ بھی ہمیشہ اِسی طرح عمل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔' (الفضل ربوہ، جلد 8/43، نمبر 2، 16 مارچ 1954ء صفحہ 1)

اسی صحبت کے فیض سے آج میرے دل کی بھی یہی حالت ہے کہ خود دل غم سے پھٹ رہا ہوتا ہے آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں مگر جب کوئی احمدی خاتون میرے پاس آکر رونے لگتی ہے تو مجھے اُس کا غم اپنے غم سے بڑھ کر محسوس ہوتا ہے اور اُس لمحہ میری آنکھیں خشک ہو جاتی ہیں اور مَیں اسے تسلی دینے لگتی ہوں۔

چونکہ ابھی نہ اتنی فرصت ہے اور نہ دل میں طاقت کہ ہر بہن اور بھائی کے خط یا تار کا الگ الگ جواب دے سکوں اِس لیے الفضل کے ذریعہ سب احباب جماعت کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں اور اُن کو یقین دلاتی ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز وہ ہمیشہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رہیں گے اور ہمیشہ ہر دکھ درد میں وہ مجھے اپنا شریک پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

مَیں بھی اس مقدس تعلق کی بناپر احبابِ جماعت کی خدمت میں درخواست کرتی ہوں کہ وہ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی بقیہ زندگی اسلام، احمدیت اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی بہبودی میں صرف کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور میری زندگی کا ہر آنے والا لمحہ جماعتِ احمدیہ کی خدمت میں گزرے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

مَیں جلد کوشش کروں گی کہ احبابِ جماعت کے خطوط کے جواب فرداً فرداً دے سکوں۔"

(الفضل ربوہ، جلد 19/54، نمبر 276، 19 نومبر 1965 صفحہ 1)

حضورؓ کے وصال کے بعد آپ کی زندگی

حضرت مصلح موعودؓ کا وصال ایک لمبی بیماری کے بعد ہوا تھا جس بیماری میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ دن رات حضورؓ کی خدمت میں مصروف رہتی تھیں۔ حضورؓ کے وصال کے بعد آپ کی زندگی ایک دم تنہائی اور اداسی کا شکار ہوگئی لیکن جلد ہی آپ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور خدمتِ دین اور خدمتِ خلق کے کاموں میں مصروف ہو گئیں۔

صبر کے ساتھ تحمل سے گزارا ہر دن

یوں ہی بنتا گیا جینے کا سہارا ہر دن
کیسے اس دستِ شب تار نے تخلیق کیا
تازہ امید کے غازے سے نکھارا ہوا دن

1965ء کے جلسہ سالانہ ربوہ میں آپ بوجہ عدّت شریک نہ ہو سکی تھیں لیکن آپ نے اپنا خطاب ریکارڈ کر کے بھجوایا جو جلسہ گاہ مستورات میں سنایا گیا۔

تاریخ لجنہ اماء اللہ سے پتہ لگتا ہے کہ آپ نے اپنی عدّت کے ایام پورا کرنے کے کچھ عرصہ کے بعد ہی پاکستان بھر کی لجنات کے دورہ جات شروع کیے اور یہ دورہ جات 1966ء میں تقریباً سارا سال جاری رہے۔ اکثر دوروں میں آپ اپنے ساتھ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کو بھی لے کر جاتی تھیں۔

آپ کی بڑی والدہ مکرمہ شوکت سلطان صاحبہ ابھی حیات تھیں۔ آپ ان کی خدمت میں بھی مصروف رہتیں۔ مارچ 1967ء میں مکرمہ شوکت سلطان صاحبہ کی وفات ہوئی اور اُس کے بعد آپ "قصرِ خلافت" سے ملحقہ ایک مکان میں منتقل ہوئیں۔ پہلے اس مکان میں حضرت سیّدہ امّ وسیم صاحبہ رہا کرتی تھیں۔ یہاں آپ جون 1981ء تک مقیم رہیں۔

1967ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پہلا بیرونِ ملک دورہ فرمایا۔ اکتوبر 1967ء میں میری پیدائش ہوئی اور چند ماہ کی عمر میں آپ نے مجھے گود لے لیا۔

1968ء میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں لجنہ اماء اللہ کے قیام پر پنجاہ سالہ جشنِ تشکّر منانے کی اجازت طلب کی۔ یہ پنجاہ سالہ جشنِ تشکّر 1972ء میں منعقد کیا جانا تھا۔ اسی سال حضرت امّ مظفر سیّدہ سرور سلطان صاحبہؓ حرم حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی وفات ہوئی۔

19 جنوری 1969ء کو بعد نمازِ عصر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ہدایت پر دارالرحمت وسطی میں "مسجد خضر سلطانہ" کا سنگِ بنیاد رکھا (الفضل ربوہ، جلد 23/85، نمبر 28، یکم فروری 1969ء صفحہ 8۔ تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 46۔ تاریخ احمدیت جلد 25 صفحہ 283)۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو اس مسجد کی تعمیر کے اخراجات میں نمایاں حصہ لینے کی توفیق بھی ملی۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی جامعہ نصرت میں سائنسی تعلیم کے آغاز کے لیے کوششیں پھل لائیں۔8 مارچ 1970ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جامعہ نصرت میں سائنس بلاک کی بنیاد اپنے دستِ مبارک سے رکھی۔1970ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پہلی مرتبہ افریقہ کا دورہ فرمایا۔نائیجیریا سے حضورؒ نے آپ کو خط میں لکھا کہ

"آپ کے ہر دو خطوط مل گئے ہیں۔**جزاکم اللہ احسن الجزاء۔الحمدللہ** سب خیریت۔ آپ بھی خیر سے ہیں۔ ہمارے پروگرام تو اللہ تعالیٰ ہی منسوخ کر دیتا ہے اور اپنے بنا رہا ہے۔اس لیے طبیعت بے حد خوش اور مطمئن ہے۔**فالحمد للہ و علیہ توکلنا**۔کل پھر جب ہوائی اڈہ پر کانو Kano جانے کے سفر کے لیے پہنچے تو بوجہ موسم کی خرابی کانو نہ جا سکے۔

H. of the State سے ملاقات خوشگوار بے تکلف ماحول میں ہوئی۔ گردن پر ایک بوسہ بطور تحفہ بھی دیا۔ سب اخبار بولے T.V نے نظارہ دکھایا کل 4 مرتبہ مختلف مواقع۔**فالحمدللہ**۔

ضروری نوٹ۔ دعائیں کریں اور کروائیں"۔

1970ء میں مکرمہ امۃ العلیم عصمت صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب پڑھائی کی غرض سے قادیان سے ربوہ آئیں اور تقریباً چار سال حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ (جو آپ کی بڑی خالہ اور دادی تھیں) کے گھر میں رہ کر بی۔اے تک تعلیم حاصل کی۔

21 جنوری 1971ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ گھوڑے سے گرنے کے باعث بہت بیمار ہوگئے۔ ہر احمدی کی طرح آپ کے لیے بھی یہ نہایت تکلیف دہ وقت تھا۔

1971ء میں ملک ایک جنگ کے مشکل مرحلے سے گزرا تو آپ نے لجنہ ممبرات کے لیے سوِل ڈیفنس کی کلاسز کا اجرا کروایا۔ ملک کے لیے اس مشکل وقت میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے تحت امدادی کام کروائے۔

1972ء میں سائنس بلاک کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے دستِ مبارک سے فرمایا۔ اس عمارت کا نصف خرچ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے ادا کیا تھا۔

1972ء میں لجنہ اماء اللہ کے قیام کو پچاس سال پورے ہونے پر "پنجاہ سالہ جشنِ تشکّر" منایا گیا۔ لجنہ اماءاللہ مرکزیہ کی طرف سے خصوصی پروگرام منعقد کیے گئے۔

1973ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت احمدیہ کے صد سالہ جشنِ تشکّر منانے کے لیے سکیم جاری فرمائی۔ حضورؒ نے اس سکیم کے ذریعہ افرادِ جماعت کو دعاؤں اور عبادات کی طرف توجہ دلائی۔ نیز، جماعت کی ترقیات پر مختلف طریق پر خوشیاں منانے کے پروگرام بھی شامل تھے۔ یہ پروگرام جماعت کی سابقہ ترقیات پر حمد اور مستقبل کی ترقیات کے لیے عزم کا ماٹو (motto) لیے ہوئے تھے۔

1973ء میں سیلاب کی وجہ سے ملک بھر میں بہت نقصان ہوا۔ حضورؒ کی ہدایت کے پیشِ نظر لجنہ نے خدمتِ خلق کے کاموں میں بے مثال خدمت کی توفیق پائی۔

جنوری 1974ء میں آپ کی نواسی عائشہ نصرت جہاں کی پیدائش ہوئی۔ آپ مئی 1974ء میں لجنہ اماء اللہ کے انتظامی اور تربیتی دورہ پر کراچی گئیں۔ 29 مئی 1974ء کو ربوہ ریلوے سٹیشن پر ہونے والے واقعہ کی وجہ سے آپ اپنا دورہ مختصر کرکے ربوہ واپس آ گئیں۔ اس واقعہ کو آڑ بنا کر ملک بھر میں جماعت اور احمدیوں کے لیے مخالفانہ حالات پیدا کیے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی رہنمائی اور پُرسوز دعاؤں کے نتیجہ میں اس مشکل وقت میں جماعت نہ صرف متحد رہی بلکہ مسکراتے چہروں کے ساتھ ہر قسم کی قربانی پیش کرتی رہی۔ ملک بھر سے سینکڑوں احمدی مرد و زن اُجڑ کر ربوہ آنے پر مجبور ہو گئے۔ آنے والی مہمان خواتین سے رابطہ رکھنا، ان کے مسائل حل کرنا اور ان کی تعلیم و تربیت کی کوشش میں آپ کا وقت صَرف ہوا۔ ملک بھر کی لجنات نے عموماً اور لجنہ اماء اللہ ربوہ نے خصوصاً ان مہاجرات کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہر طرح کی قربانی پیش کی۔

7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے ملکی دستور میں تبدیلی کرکے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ اس نام نہاد قانون سے پاکستان بھر کے احمدیوں کا متاثر ہونا لازمی امر تھا لیکن یہ قانون احمدیوں کے اسلام احمدیت سے محبت اور قربانی کے جذبہ کو کم نہ کر سکا۔ چنانچہ 1975ء میں لجنہ اماء اللہ نے اپنا قدم مزید آگے بڑھایا۔

1975ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ علاج کے لیے انگلستان تشریف لے گئے۔ وہاں سے حضورؒ نے آپ کو خط میں لکھا کہ

"اب میری طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہے۔ ضعف اور کمزوری کی شکایت ہو گئی

تھی۔شاید antibiotics کی وجہ ہو۔اب یہ دوائیں فی الحال ڈاکٹر نے بند کروادی ہیں۔ڈاکٹر Oakley (اوکلے) کی رپورٹ ان شاء اللہ آج آئے گی۔اس میں وہ شاید نئی دوائیاں تجویز کرے۔۔۔۔

منصورہ بیگم خیریت سے ہیں۔سلام اور دعا کے لیے کہتی ہیں۔رمضانِ مبارک میں دعا فرماتی رہیں"۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام "وَسِّعْ مَكَانَكَ" کی تعمیل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مہمانانِ جلسہ کے لیے مزید رہائش گاہیں تعمیر کرنے کی ہدایت فرمائی۔1976ء میں لجنہ بیرکس کا سنگِ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔

23 مئی 1977ء کو لمبی بیماری کے بعد حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا وصال ہوا۔حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو لمبا عرصہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی خدمت کا موقع ملا۔

1978ء میں آپ کا پتے کا آپریشن جنرل ڈاکٹر محمود الحسن صاحب نے فوجی فاؤنڈیشن ہسپتال راولپنڈی میں کیا۔اس کی وجہ سے سال کے بڑے حصہ میں آپ کو آرام کرنا پڑا۔اسی سال حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد کے مطابق آپ کے داماد مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کو خدمتِ دین کے لیے امریکہ بھجوایا گیا۔

1979ء میں پہلی مرتبہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے نام پر تعلیمی وظائف کے لیے امتحان لیے۔یہ وظائف اس وقت سے سکول اور کالج کی بچیوں کے لیے جاری ہیں۔

1980ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یورپ، شمالی امریکہ اور افریقہ کا دورہ فرمایا۔اس دورہ میں حضورؒ نے سپین میں پہلی احمدی مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کو "مسجد بشارت" کا نام عطا فرمایا۔یہ مسجد پانچ سو سالوں کے بعد سپین میں بننے والی پہلی مسجد تھی۔

9اگست1980ء کو حضورؒ نے آپ کو خط میں تحریر فرمایا کہ

"آپ کے خطوط ملتے رہے۔جزاکم اللہ۔Continent (یعنی یورپ) کا دورہ مکمل

کر کے ہم سات تاریخ کو لندن پہنچ گئے۔ میری اور منصورہ بیگم کی طبیعت ٹھیک ہے"۔

آنحضور ﷺ کی ہجرت کے بعد پندرہویں صدی کا آغاز یکم محرم 1401ھ بمطابق 8 نومبر 1980ء کو ہوا۔ جماعت احمدیہ کے لیے یہ ایک بہت خوشی کا موقع تھا کیونکہ آنحضور ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ہجرت کی چودھویں صدی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہو چکا تھا اور احمدیوں کو زمانہ کے امام کو ماننے کی توفیق ملی تھی۔

جنوری 1981ء میں آپ کی بیٹی صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کے پاس امریکہ چلی گئیں۔ اُن کے ساتھ بیٹی اور دو بیٹے بھی تھے۔

جون 1981ء میں آپ اپنی بیٹی صاحبزادی امۃ المتین بیگم صاحبہ کے مکان "بیت البرکات" واقع دارالصدر شرقی میں منتقل ہو گئیں۔

1981ء میں آپ کو آرتھرائٹس کی تکلیف شروع ہو گئی۔ جس سے آپ کو چلنے پھرنے میں بہت دِقّت ہونے لگی۔ یہ بیماری آپ کو آخری وقت تک رہی۔ 1981ء کے آخر میں مختصر بیماری کے بعد حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات ہو گئی جس کا آپ کی طبیعت پر بہت اثر ہوا۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وجہ سے بہت فکرمند رہتی تھیں۔

1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کا تقرر سپین میں بطور امیر و مبلغ انچارج فرمایا۔

اپریل 1982ء میں حضورؒ نے حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ سے عقد فرمایا۔ مئی 1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اسلام آباد میں بیمار ہوئے تو آپ بے چین ہو کر اسلام آباد گئیں اور حضورؒ کی عیادت کی۔ اس کے چند دنوں کے بعد 9 جون 1982ء کو اسلام آباد، پاکستان میں حضورؒ کی وفات ہو گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمام جماعت کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمدللہ علیٰ ذالك

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بیعت کے بعد مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب، صاحبزادی

امۃ المتین صاحبہ اور عزیزہ عائشہ نصرت جہاں جولائی 1982ء میں سپین چلے گئے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اس دور میں بھی خلافتِ احمدیہ کی اطاعت کا اعلیٰ نمونہ قائم کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے منشاء کے مطابق نئے جذبہ سے خدمتِ دین میں مصروف ہو گئیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1982ء میں پہلا دورہ یورپ فرمایا اور 10 ستمبر کو مسجد بشارت سپین کا افتتاح فرمایا۔

جنوری 1983ء میں آپ نے اپنے مکان کی تعمیر شروع کروائی۔ جون 1983ء میں آپ یورپ کے ممالک یوکے، سپین، جرمنی، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، بیلجئیم، لکسمبرگ، امریکہ اور کینیڈا کے سیر کے لیے گئیں۔ اس سفر میں یورپ والے حصہ میں خاکسار آپ کے ساتھ تھا۔

لندن میں آپ کا قیام گریسن ہال روڈ (Gressen Hall Road) پر واقع مشن ہاؤس میں تھا۔ آپ مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب امیر و مبلغ انچارج یوکے اور ان کی اہلیہ مکرمہ صفیہ بیگم صاحبہ کی مہمان تھیں۔ انہوں نے آپ کی مہمان نوازی کا خوب حق ادا کیا۔ اسی طرح مکرم خلیفہ فلاح الدین صاحب ابن مکرم خلیفہ صلاح الدین صاحب نے بھی آپ کی بہت خدمت کی۔

گو یہ آپ کا نجی سفر تھا اس کے باوجود آپ نے اس سفر میں لجنہ اماء اللہ کو بہت وقت دیا اور لجنہ اماء اللہ کے بے شمار تربیتی پروگراموں میں شامل ہوئیں۔ سپین کا سفر بہت یادگار تھا۔ اُس وقت میرے والدین سپین میں تھے۔ اس سفر میں سپین کی تاریخی مساجد اور عمارات کو دیکھنے کا موقع ملا۔

تعمیر مکمل ہونے پر 1984ء میں آپ اپنے نئے گھر "الصفہ" واقع دارالصدر میں منتقل ہو گئیں۔ فروری 1984ء کے آخر میں آپ کے بڑے نواسے شعیب احمد کی شادی ہوئی جو آپ کی اگلی نسل میں پہلی شادی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بھی آپ کے گھر تشریف لائے۔

26 اپریل 1984ء کو جماعت کے خلاف وقت کے جابر حاکم نے مختلف قدغنیں لگائیں۔ یہ قدغنیں وزارتِ قانون نے آرڈیننس 20 کے نام سے جاری کی تھیں۔ اس کالے قانون کے نتیجہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ہجرت فرما کر انگلستان تشریف لے گئے۔

جماعت سے متعلق مخالفانہ کارروائیوں اور حضورؒ کی ہجرت کا حضرت سیّدہ مریم صدیقہ

صاحبہ کی صحت بہت متاثر ہوئی۔ حضورؒ کی ہجرت کے چند ہی دنوں کے بعد آپ شدید بیمار ہو گئیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ 1984ء میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں چند بزرگوں کی وفات ہو گئی جس کا آپ کی صحت پر کافی منفی اثر پڑا۔ ان میں حضرت بو زینب صاحبہؓ حرم حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ، مکرمہ سیّدہ نصیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ اور مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب (جو آپ کے بہنوئی تھے اور آپ سے بہت بے تکلف تھے) شامل ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو آپ کی صحت کی بہت فکر تھی اور آپ مسلسل دعائیں کرتے رہے۔ 1984ء کے رمضان میں پہلی مرتبہ آپ نے اپنے محلّہ کی خواتین کے لیے درس القرآن دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ عالمگیر کے لیے ترقی کی نئی راہیں کشادہ فرمائیں لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ پاکستان کے رہنے والے احمدیوں کے لیے یہ ایک بہت ہی تکلیف دہ واقعہ تھا۔

1985ء میں آپ نے کراچی اور سندھ کا نجی دورہ کیا۔ اس سفر میں مکرم صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب مع اہلیہ مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ اور خاکسار ساتھ تھے۔ سندھ کے سفر کا اصل مقصد تو اپنی زرعی زمین پر جانا تھا جو آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کی وراثت میں ملی تھی۔ لیکن اس سفر میں بھی زیریں سندھ میں قائم اکثر لجنات کے ساتھ آپ کی تربیتی مجالس ہوئیں۔ سندھ میں آپ کا قیام محمود آباد میں رہا لیکن قریب کی لجنات کے دورے بھی کیے۔ نیز کراچی میں بھی آپ نے لجنہ اماء اللہ کے متعدد تربیتی پروگراموں میں شرکت کی۔

1986ء میں آپ کے دوسرے نواسے سیّد ابراہیم منیب احمد کی شادی ہوئی اور اسی سال آپ نے انڈونیشیا اور سنگاپور کا دورہ بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کیا۔ یہ آپ کا بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ بیرونِ پاکستان پہلا دورہ تھا۔ اس دورہ میں لجنہ اماء اللہ انڈونیشیا اور سنگاپور کی ممبرات سے ذاتی اور اجتماعی ملاقاتیں کیں اور ان کے تربیتی پروگراموں میں شامل ہوئیں۔

1987ء میں آپ نے انگلستان، یورپ کے چند ممالک، نائیجیریا، بینن اور غانا کا دورہ بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کیا۔ 1987ء کے جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر آپ نے خاندان حضرت

مسیح موعودؑ کی طرف سے ترجمۂ قرآن کے تمام اخراجات کی ادائیگی کا وعدہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں پیش کیا۔

اسی سال آپ کے چھوٹے بھائی مکرم سیّد سیّد احمد ناصر صاحب بھی جاپان میں وفات پاگئے۔ یہ سانحہ بہت اچانک اور غیر متوقع تھا اور آپ کے لیے نہایت تکلیف دہ تھا۔ لیکن آپ نے نہایت صبر سے اس صدمہ کو برداشت کیا۔

1987ء میں دُختِ کرام حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کا وصال ہوا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی ہونے کے علاوہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی پھوپھی زاد بہن بھی تھیں۔ اُن کی وفات کا آپ کی طبیعت پر گہرا اثر پڑا۔

1988ء میں خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے پولش زبان میں ترجمۂ قرآن کے لیے چندہ کی تحریک میں آپ نے بے حد محنت کی اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے عزیزوں سے بار بار رابطہ کر کے ان کو چندہ کی تحریک کی۔ اس بارہ میں تفاصیل باب چہار دہم (14) میں پیش کی گئی ہیں۔

1989ء کا سال جماعت میں ایک یادگار سال ہے۔ اس سال جماعت احمدیہ عالمگیر کو قائم ہوئے ایک سو سال پورے ہوئے۔ جماعت نے عالمی سطح پر صد سالہ جشنِ تشکّر منانے کے پروگرام بنائے ہوئے تھے۔ اس میں آپ نے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے تحت تمام پروگراموں کی نگرانی کی۔ 1989ء میں بھی آپ نے بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کی۔ انگلستان، یورپ کے چند ممالک کے علاوہ امریکہ اور کینیڈا کا دورہ بھی کیا۔

1989ء میں غیر متوقع طور پر حکومت کی طرف سے پاکستان کی ذیلی تنظیموں کو اجتماعات منعقد کرنے کی اجازت دی گئی۔ لجنہ اماء اللہ پاکستان اور مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے اجتماعات جاری تھے کہ اچانک حکومت کی طرف سے حکم جاری کیا گیا کہ یہ اجتماع بند کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ اس کے بعد آپ پر ایک مقدمہ قائم کیا گیا۔

اسی سال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جماعت کی ذیلی تنظیموں کے نظام میں بنیادی تبدیلی فرمائی اور تمام ممالک کی ذیلی تنظیموں کو براہِ راست حضرت خلیفۃ المسیح کی زیرِ نگرانی کام کرنے کا طریق جاری فرمایا۔ اس کے بعد حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو بطور صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان خدمت کی

توفیق ملی۔

آپ پر جو مقدمہ قائم کیا گیا تھا اس کی وجہ سے 1990ء میں آپ کو کئی ماہ لاہور میں رہنا پڑا۔اس سال رمضان میں آپ نے مکرمہ سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ ضلع لاہور کے اصرار پر قرآنِ کریم کا درس بھی دیا اور عید الفطر بھی لاہور میں ہی منائی۔اسی سال آپ کے داماد مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب پر ایک مقدمہ قائم کیا گیا جس کی وجہ سے انہیں ایک رات حوالات میں گزارنا پڑی۔جون 1990ء کے آخر میں آپ نے خاکسار کو اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ بھجوایا۔

1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کا فیصلہ فرمایا تو آپ نے بھی باوجود آرتھرائٹس کی تکلیف کے اس جلسہ میں شامل ہوئیں۔دارالمسیح میں آپ کی مہمان نوازی آپ کی بہن مکرمہ سیّدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ اور صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے بہت خوشی سے کی۔یہ سفر آپ کے لیے عجیب جذباتی کیفیات لیے ہوئے تھا۔ہجرت سے قبل دارالمسیح آپ کا گھر تھا جہاں آپ حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ رہتی تھیں۔1991ء کے سفر میں پہلی مرتبہ آپ اپنے والد کے مزار پر دعا کے لیے گئیں۔

1992ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں بھی آپ نے شمولیت فرمائی۔جلسہ کے بعد آپ نے قادیان میں لفافے بنانے والے کارخانہ کی بنیاد رکھی اور صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان) کے اصرار پر دعا بھی آپ نے کروائی۔اس کے بعد آپ دوبارہ کبھی قادیان نہیں جا سکیں۔

1993ء میں آپ نے دائیں گھٹنے کی تبدیلی کا آپریشن (knee replacement surgery) کروایا اور اس آپریشن سے آپ کو کچھ آرام ملا۔لیکن چونکہ دوسرے گھٹنے میں بھی آرتھرائٹس کی تکلیف تھی اس لیے مکمل آرام نہ مل سکا۔آپریشن کروانے کے لیے آپ کو کئی ہفتے کراچی جا کر رہنا پڑا۔آپریشن کے بعد آپ کا قیام مکرم منصور بھٹی صاحب ابن مکرم محمود بھٹی صاحب کے گھر میں رہا اور انہوں نے آپ کی بہت خدمت کی۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء

مکرم منصور بھٹی صاحب کی والدہ، مکرمہ امۃ الحفیظ بھٹی صاحبہ، کراچی کی صدر لجنہ اماء اللہ

بھی تھیں۔ دسمبر 1993ء میں میری شادی ہوئی اور اس کا تمام انتظام آپ نے خود کروایا۔

1994ء کے شروع میں ایم۔ٹی۔اے کی روزانہ نشریات کا آغاز ہوا۔ ان دنوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بنفسِ نفیس کئی کئی گھنٹے براہِ راست نشریات میں شامل ہوتے تھے۔ اُس وقت سے ایم۔ٹی۔اے سے استفادہ آپ کی زندگی کا معمول بن گیا۔

جنوری 1995ء میں آپ کے نواسے سیّد محمد احمد کی شادی ہوئی۔ اسی سال آپ جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کے لیے انگلستان گئیں اور اس کے بعد کچھ عرصہ کے لیے ہمارے پاس امریکہ بھی آئیں۔ گو یہ سفر بھی آپ کا نجی سفر تھا لیکن اس سفر میں بھی آپ نے لجنات کی درخواست پر اُن کے تربیتی پروگراموں میں شرکت کی۔ آپ کی جسمانی صحت اب پہلے جیسی نہ رہی تھی لیکن آپ کی ہمت اور حوصلہ قائم تھا۔

1996ء میں آپ کی نواسی عائشہ نصرت جہاں کی شادی ہوئی اور اپنی گرتی ہوئی صحت کی وجہ سے آپ اس تقریب میں اُس طرح حصہ نہ لے سکیں جس کی آپ کو خواہش تھی۔ صحت کی خرابی کے ابتدائی آثار اب ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔

1997ء میں آپ کی بیماری بڑھنی شروع ہوئی۔ آپ چند دن فضلِ عمر ہسپتال ربوہ میں بھی بغرضِ علاج داخل رہیں۔ اپنی گرتی ہوئی صحت کے پیشِ نظر 1997ء میں آپ نے محسوس کیا کہ آپ کو بطور صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان اپنے مفوّضہ فرائض ادا کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہے۔ لہذا، آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو اس بارہ میں تحریر کیا اور حضورؒ نے از راہِ شفقت آپ کو اس بھاری ذمہ داری سے سبکدوش فرما دیا اور اس طرح آپ کا اُنتالیس سالہ شاندار دورِ صدارت اختتام کو پہنچا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی دین و انسانیت کے لیے کی گئی ان تھک مساعی کو محبت کے ساتھ قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

1997ء میں ایک دن اچانک آپ کا دل cardiac failure میں چلا گیا۔ ابتدائی طبّی امداد دینے کے بعد آپ کو راولپنڈی کے Armed Forces Institute of Cardiology میں منتقل کر دیا گیا۔ جہاں مکرم ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب کی زیرِ نگرانی آپ کا علاج ہوا اور آپ کو Pacemaker لگایا گیا۔ اس آلہ کے ذریعہ حرکتِ قلب کو بڑھا کر نارمل رینج میں کیا جاتا ہے۔ اس

بیماری میں آپ کی بیٹی صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کے ساتھ ساتھ مکرمہ بشریٰ منہاس صاحبہ اہلیہ مکرم پرویز منہاس صاحب نے ہسپتال میں قیام کے دوران آپ کی بہت خدمت کی تھی۔ آپ ان کو "چھوٹی متین" کہہ کر مخاطب کرنے لگ گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

آپ چند دن راولپنڈی میں اپنی بہن مکرمہ سیّدہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ کے گھر مقیم رہیں اور سفر کے قابل ہونے پر بذریعہ کار ربوہ آگئیں۔ آپ کے ساتھ کار میں صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ اور خاکسار تھے۔ کار مکرم پرویز منہاس صاحب کی تھی اور وہی چلا رہے تھے۔ اس کے بعد آپ ربوہ سے باہر تشریف نہ لے جاسکیں۔

1997ء میں حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ حرم حضرت مصلح موعودؓ کا وصال بھی ہوا۔ اُن کی وفات کا بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی طبیعت پر گہرا اثر ہوا۔ جس کا اظہار آپ کی باتوں سے ہوتا تھا۔

1997ء میں ہونے والے cardiac failure اور عمر کے تقاضا سے آپ کی صحت خراب رہنا شروع ہوگئی۔ آہستہ آہستہ دیگر امراض نے بھی حملہ کرنا شروع کیا جس کے نتیجہ میں یادداشت پر بھی اثر پڑا۔ کمزوری بڑھتی گئی۔ لیکن آپ نے نہایت صبر سے ان سب تکالیف کو برداشت کیا۔

بیماری کی وجہ سے 1998ء کا سال عملاً آپ اپنے گھر میں ہی رہیں۔ اسی سال آپ کے چھوٹے بھائی مکرم سیّد امین احمد صاحب کی وفات ہوگئی لیکن آپ کی بیماری کے پیشِ نظر آپ کو اس سانحہ کی اطلاع نہ دی گئی تھی۔

1998ء میں مَیں چار ہفتے میں آپ کے پاس رہا۔ اس عرصہ میں آپ بات چیت کر لیتی تھیں۔ سہارے سے گھر میں چل پھر بھی لیتی تھیں لیکن غذا بہت کم ہوگئی تھی جس کی وجہ سے کمزوری بہت بڑھ گئی تھی۔

مکرم ڈاکٹر مرزا مغفور احمد صاحب نے آپ کے لیے ایک diet plan بناکر دیا تھا جس کا انتظام کیا گیا لیکن جسم میں کمزوری جڑ پکڑ چکی تھی۔ اور دن بدن یہ کمزوری بڑھتی گئی۔

آپ کے قریبی بیم ورجا کے درمیان ایک عجیب کیفیت میں تھے۔ بیماری بڑھتی گئی یہاں تک کہ آپ کے جسم میں زخم (bed soars) بن گئے کیونکہ چند ماہ سے آپ بالکل ہی بستر پر محدود

ہوگئی تھیں۔اسی کیفیت میں 1999ء کا بڑا حصہ گزر گیا۔

شام ڈھلتی گئی، دن گزرتا گیا
زندگانی کا سورج پگھلتا گیا
زندگی موت کی گود میں دیکھ کر
دل سلگتا رہا، کرب بڑھتا رہا

پھر وہ وقت آ گیا جس کے بارہ میں ہے کہ

اِذَا جَاءَ نَفْسًا مَوْتُهَا لَا يُؤَخَّرُ
انسان کی وفات کا وقت آجانے پر اُسے ٹالا نہیں جاسکتا
وَاِنَّ قَضَاءَ اللّٰهِ لَا يَتَغَيَّرُ
اور اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ بدلا نہیں جاتا
وَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّعِيْشَ مُخَلَّدًا
ہمیشہ زندہ رہنا کسی کے لیے مقدر نہیں
لَدَى اللّٰهِ يَوْمًا كُلُّنَا سَوْفَ يُحْضَرُ
بلکہ اک نہ اک دن ہر کوئی خدا کے حضور حاضر کیا جائے گا

باب دوازدہم (12)

آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

آخری بیماری اور وفات

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحب کی آخری بیماری کا آغاز 26 اکتوبر 1999ء کو ہوا۔ آپ کی بیماری کی اطلاع ملتے ہی مَیں مع اپنی اہلیہ اور بیٹے کے پاکستان کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں چند گھنٹے لندن رکنے کا موقع مل گیا۔ باوجود بیماری کے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ازراہِ شفقت ہمیں ملاقات کا وقت عنایت فرمایا اور دلداری فرماتے رہے۔ ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؒ کو آپ کی وفات کے بارہ میں اذنِ الٰہی سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔

حضورؒ نے خاکسار تو یہ ہدایت دی جو میرے اپنے الفاظ میں پیش ہے کہ "اب زبردستی علاج کر کے (آپ کو) نہیں روکنا۔ اب اللہ کے حضور اِن کی واپسی ہو گی"۔

حضورؒ نے جو ہدایت دی تھی اس پر عمل کیا گیا۔ لیکن ضروری طبّی امداد مہیا کی جاتی رہی۔ چونکہ برادرم مکرم سیّد ابراہیم منیب احمد صاحب پیشہ کے اعتبار سے سرجن ہیں اس لیے انہوں نے بڑی ہمت سے آپ کے جسم میں بننے والے زخموں کی صفائی کی۔ بہت گہرے زخم بن گئے تھے۔ گزرنے والا ہر دن پہاڑ کی طرح سخت اور تکلیف دہ تھا۔

آپ کے ایک نواسے کے علاوہ آپ کی ساری اولاد آپ کی بیماری کی شدّت کی اطلاع ملتے ہی ربوہ پہنچ گئی تھی۔ اور پاکستان میں موجود آپ کی بہنیں اور دیگر عزیز بھی ربوہ پہنچ گئے تھے۔ اس طرح آپ کی ایک دعا یا خواہش بھی پوری ہوئی جس کا اظہار آپ نے اپنی بیٹی سے 13 مئی 1986ء کو اپنے خط میں ان الفاظ میں کیا تھا کہ

"گزشتہ جمعہ رمضان سے قبل منیب اور فرخ دونوں آ گئے تھے۔ روفو بھی اسی دن لاہور سے آئی تھی۔ پورا دن بہت اچھا گزرا۔۔۔ باتیں کرتے رہے۔ اتنا دل خوش ہوا کہ دعا کی الٰہی موت اُس

وقت دیناجب سارے بچے ارد گرد ہوں"۔

2 نومبر 1999ء کی شام ڈھلنے کے ساتھ ہی آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہونے لگی۔ بلڈ پریشر بار بار گرتا رہا۔ یہ رات بہت بھاری تھی۔

3 نومبر 1999ء بروز بدھ کو صبح سے ہی طبیعت بڑی تیزی سے خراب ہونے لگی۔ ربوہ میں موجود افرادِ خاندان آہستہ آہستہ آپ کے گھر میں جمع ہوتے گئے۔

خاکسار نے بہت کوشش کی لیکن مجھ سے سورۂ یٰس نہیں پڑھی گئی۔ میں اپنے جذبات سے مغلوب ہو چکا تھا۔ میرے والد نے بڑی ہمت کر کے سورۂ یٰس آپ کو سنائی۔

3 نومبر 1999ء بروز بدھ دن کے گیارہ بج کر بیس منٹ پر خدا کی تقدیر غالب آئی اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اکیاسی سال کی عمر اپنے خالقِ حقیقی سے جاملیں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ـ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

ہر چیز جو اس پر ہے فانی ہے۔ مگر تیرے رب کا جاہ وحشم باقی رہے گا جو صاحبِ جلال واکرام ہے۔

(الرحمٰن:27تا28)

اَلْعَيْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ

آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمزدہ ہیں

وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضٰى بِهٖ رَبُّنَا

لیکن ہم کچھ نہیں کہیں گے سوائے اس کے جس سے ہمارا رب راضی ہو

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

کرب و تکلیف کی شدّتیں مٹ گئیں
روحِ معصوم کو اب قرار آگیا

حضرت مصلح موعودؓ کی ازواج میں آپ نے سب سے لمبی عمر پائی اور حضورؓ کی وفات کے بعد چونتیس (34) سال حیات رہیں۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری بہو تھیں جن کی وفات ہوئی۔

آپ کو مسنون طریق پر غسل دیا گیا اور کفنایا گیا۔ آپ نے صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ اور مجھے یہ وصیت کی تھی کہ آپ کے کفن میں وہ چادر استعمال کی جائے جو حضرت مصلح موعودؓ کے جنازہ کی چارپائی پر بچھائی گئی تھی۔ چنانچہ کفن کے ساتھ اس چادر کو بھی شامل کر لیا گیا اور آپ کی یہ وصیت پوری کرنے کی توفیق ملی۔

آپ کی وفات کی اطلاع ملتے ہی ہزاروں مرد و خواتین تعزیت کے لیے آپ کے مکان الصفّہ آنا شروع ہو گئے۔ ہزاروں خواتین نے آپ کے چہرہ کا آخری دیدار کیا۔ غم اور تکلیف سے احمدی خواتین کے جذبات ناقابلِ بیان تھے۔ احمدی خواتین کی ایک سچی ہمدرد غمگسار، اُن کے لیے دعائیں کرنے والی مشفق و مہربان ماں اب اُن سے رخصت ہو کر اپنے مولا کے حضور حاضر ہو چکی تھی اور وہ بصد عزت و منّت اس عظیم ہستی کو سلامِ آخر پیش کرنے کے لیے حاضر ہو رہی تھیں۔ الفضل ربوہ نے 4، 5 اور 6 نومبر 1999ء کے شماروں میں آپ کی سیرت و سوانح کا مختصر تعارف پیش کیا۔

نمازِ جنازہ اور تدفین

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے حضرت مرزا مسرور احمد صاحب (ناظرِ اعلیٰ و امیر مقامی) کو ہدایت فرمائی کہ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نمازِ جنازہ پڑھائیں گے۔ 4 نومبر 1999ء کو عصر کی نماز سے تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے آپ کا جسدِ مبارک آپ کے گھر "الصفّہ" واقع دارالصدر شرقی ربوہ سے اٹھایا گیا اور مسجد مبارک ربوہ میں لے جایا گیا۔ اور بعد نمازِ عصر صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے آپ کی نمازِ جنازہ مسجد مبارک ربوہ میں پڑھائی۔ ملک بھر سے آئے ہوئے ہزاروں افراد نمازِ جنازہ میں شامل ہوئے۔ اس کے بعد آپ کا جسدِ مبارک بہشتی مقبرہ ربوہ میں لے جایا گیا۔ بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعۂ خاص میں تدفین کے بعد دعا بھی صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے کروائی۔

حیف در چشمِ زدن صحبتِ یار آخر شُد

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی طرف سے تعزیت، ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ کی ادائیگی

3 نومبر 1999ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کے نام ایک تعزیتی خط میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے اوصاف کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا کہ

"حضرت چھوٹی آپا کی وفات کا بہت افسوس ہے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنّت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت چھوٹی آپا لاریب ایک عظیم شفیق ہستی تھیں، خاندان کے لیے تو ان کی محبتیں اور شفقتیں ہمیشہ یاد ہی رہیں گی لیکن جماعت کی لجنات اور ناصرات کے لیے ان کے کارنامے سنہرے حروف سے لکھے جائیں گے۔ان کا کام، مزاج، انکساری، عقل و دانش، تحریر و تقریر اور انتظامی قابلیت ایسے عنوان ہیں جو قابلِ ستائش ہیں۔بیماری کے ایام بڑے صبر سے کاٹے اور مَیں ان کو کبھی بھی دعاؤں میں نہیں بھولا۔اللہ ان پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔مَیں آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔بچوں کو بھی میری طرف سے تعزیت کریں۔عائشہ، منیب، فرخ وغیرہ سب کو پیار۔محمود کو بہت بہت سلام۔آپ سب نے بہت خدمت کی ہے۔جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء"۔

5 نومبر 1999ء کو خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کا ذکرِ خیر فرمایا اور نمازِ جمعہ وعصر کے بعد آپ کی نمازِ جنازہ غائب ادا کی۔حضورؒ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ

"چھوٹی آپا ہم ان کو کہا کرتے تھے۔حضرت سیّدہ امِّ متین مریم صدیقہ صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی حرم، جماعت کی معروف بزرگ ہستی حضرت چھوٹی آپا، ایک طویل علالت کے بعد 3 نومبر 1999ء کو وفات پا گئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔اللہ ان کو جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔اس ضمن میں بڑی کثرت سے تعزیت کے خطوط بھی آرہے ہیں، کچھ لوگ مل بھی رہے ہیں لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ میرے پاس اب اتنا وقت ہے ہی نہیں کہ سب کا جواب دے سکوں۔خصوصاً ایسی شہادتوں کے وقت یا ایسی وفات کے وقت کثرت سے ڈاک آتی ہے۔تو مَیں اس جمعہ میں آپ سب کا شکریہ ادا کر رہا ہوں جنہوں نے تعزیت کا اظہار کیا ہے اور اس کے سوا آپ کو

شکریہ کا کوئی خط نہیں جائے گا۔ یہ رسمی بات ہے۔ جب دل ممنون ہے، جب میں فہرستیں پڑھتا ہوں تو دل سے دعا خود بخود اسی وقت نکل جاتی ہے تو اتنا ہی کافی ہے کہ جن لوگوں کی فہرستیں آتی ہیں ان کے اوپر میں نظر ڈالتا ہوں اور ساتھ ساتھ دل سے خود بخود دعائیں اٹھتی رہتی ہیں۔

حضرت چھوٹی آپا 1918ء میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے گھر پیدا ہوئیں۔ ڈاکٹر صاحب حضرت اماں جان سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے بھائی تھے۔ حضرت سیّدہ امِّ متین صاحبہ مریم صدیقہؒ اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتی ہیں۔ یہ حضرت سیّدہ امِّ متین کے مضمون میں سے اقتباس پیش کر رہا ہوں۔

'میرے ابا جان کے ہاں جب بڑی والدہ صاحبہ سے جو بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہیں کوئی اولاد نہ ہوئی تو حضرت اماں جانؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زور دینے پر میرے ابا جان نے مرزا محمد شفیع صاحب کی بڑی لڑکی امۃ اللطیف صاحبہ سے 1917ء میں شادی کی۔ یہ رشتہ بھی حضور کا ہی طے کردہ تھا۔ 7 اکتوبر 1918ء کو میری پیدائش ہوئی۔ چونکہ کوئی اور اولاد پہلے نہ تھی اس لیے میرے ابا جان نے مجھے ہی خدا تعالیٰ کے حضور وقف کر دیا'۔

اور اسی وقف کی وجہ سے ہی آپ کا نام مریم رکھا گیا تھا۔

'اس کا اظہار حضرت ابا جان نے اپنے کئی مضامین میں بھی کیا اور جب میری شادی ہوئی تو آپ نے مجھے کچھ نصائح نوٹ بک میں لکھ کر دیں اس میں آپ نے تحریر فرمایا، مریم جب تم پیدا ہوئیں تو میں نے تمہارا نام مریم اس نیت سے رکھا کہ تم کو خدا تعالیٰ اور اس کے سلسلہ کے لیے وقف کر دوں اسی وجہ سے تمہارا دوسرا نام نذر الٰہی بھی تھا۔'

یہ آج مجھے پہلی دفعہ پتہ چلا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ کا نام نذرِ الٰہی بھی تھا۔ یعنی خدا تعالیٰ کی نذر۔

'اب اس نکاح سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرے بندہ نواز خدا نے میری درخواست اور نذر کو واقعی قبول کر لیا تھا اور تم کو ایسے خاوند کی زوجیت کا شرف بخشا جس کی زندگی اور اس کا ہر شعبہ اور ہر لحظہ خدا تعالیٰ کی خدمت اور عبادت کے لیے وقف ہے۔ پس میری اس بات پر بھی شکر کرو کہ تم کو خدا تعالیٰ نے قبول فرمالیا اور میری نذر کو پورا کر دیا'۔

آپ نے 1942ء میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ میں جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمات شروع کی تھیں۔1958ء میں آپ صدر لجنہ مرکزیہ منتخب ہوئی اور یہ شاندار دور 1997ء تک جاری رہا۔ تقسیمِ ہند کے بعد آپ نے پاکستان میں لجنہ کی از سرِ نو ترتیب و تنظیم کا کٹھن فریضہ سرانجام دیا۔ مستورات کی بہبود کے لیے انڈسٹریل ہوم، فضلِ عمر جونیئر ماڈل سکول، جامعہ نصرت گرلز کالج میں سائنس بلاک کا اجرا اور ڈنمارک اور ہالینڈ میں احمدی لجنات کی قربانیوں سے مساجد کی تعمیر آپ کے دَور کی نمایاں یادگار باتیں ہیں۔ تاریخ لجنہ کی تدوین کا کام بھی آپ کا ہی کارنامہ ہے جس کی کئی جلدیں چھپ چکی ہیں۔ آپ کی بیٹی عزیزہ امۃ المتین بیگم سیّد میر محمود احمد ناصر (پرنسپل جامعہ احمدیہ) ہیں اور نواسے اور نواسی شعیب، ڈاکٹر منیب، محمد احمد، فرخ اور عائشہ ہیں۔" (الفضل انٹرنیشنل لندن، جلد 6، نمبر 50، 10 دسمبر 1999ء صفحہ 8)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 7 نومبر 1999ء کو صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ اور مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کے نام ایک خط میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے اوصاف کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا کہ

"حضرت چھوٹی آپا تو اپنی مثال آپ تھیں۔ ان کے کام اور خوبیوں کو گننا ایک دفتر چاہتا ہے۔ بہت عظیم ہستی تھیں۔ آپ پر تو ان کی شفقتیں اور محبتیں تھیں ہی۔ لیکن آپ کی نسل کو بھی وہ تار گئی ہیں۔ جماعت میں اُن کا نمایاں مقام ہے۔ اللہ اُن سے خاص رحمت کا سلوک فرمائے۔ نمازِ جنازہ غائب پڑھا دی ہے اور جمعہ کے روز ان کا ذکرِ خیر بھی ہو گیا ہے۔ بچوں کو خاص طور پر تسلی اور حوصلہ دیں"۔

آپ کے والد نے آپ کا نام "مریم صدیقہ" رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مریمی اور صدیقی صفات سے متصف فرما دیا۔

آپ کے والد نے آپ کا دوسرا نام "نذرِ الٰہی" رکھا۔ اور آپ نے اپنی ساری زندگی اس طرح اپنے "الٰہ" کی نذر کی کہ آپ اُسی "الٰہ" کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مصرع کے مصداق ہوئیں کہ

ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

آپ کے والد نے آپ کا تاریخی نام بحرِ فیض نکالا تھا اور تاریخ نے ثابت کیا کہ آپ حقیقتاً "بحرِ فیض" تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ لاتعداد علمی، عملی اور روحانی فیض جاری کیے۔

کبھی ٹھہرو تو مثلِ ابرِ بہار
جب برس جائے فیضِ عام چلو

دسمبر 1920ء میں آپ کے والدِ بزرگوار نے "خمخانۂ عشق میں ایک رات" گزارنے کے بعد آپ کو وقف کر دیا تھا۔ اس وقت آپ بالکل چھوٹی بچی تھیں۔ پھر ستمبر 1935ء میں آپ کے شوہرِ نامدار نے شادی کی پہلی رات آپ سے خدمتِ دین کا عہد لیا۔

آپ نے عمر بھر اپنے والدِ بزرگوار کے مان کو پورا کرتے ہوئے اپنے وقف کو نبھایا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے عظیم المرتبت شوہر کے ساتھ کیے گئے عہد کو بھی اُسی رنگ میں پورا کیا جس کی اُس اولوالعزم ہستی کو آپ سے توقع تھی۔ بقول شاعر

تیرے وصال کے لیے اپنے کمال کے لیے
حالتِ دل کہ تھی خراب اور خراب کی گئی
اُس کی امیدِ ناز کا ہم سے یہ مان تھا کہ آپ
زندگی گزار دیجئے، زندگی گزار دی گئی

دل پسند آرام کی زندگی

جن لوگوں کی موت خدمتِ دین کی حالت میں آتی ہے ان کی خوش قسمتی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

"نیک انجام انسان کے لیے خوشی کی گھڑی موت ہے۔ جو شخص نیکی اور تقویٰ اور خدمتِ دین کی حالت میں اس جہان سے گزرتا ہے۔ اس کی جدائی اگر شاق ہے تو زندوں کے لیے، اُس کے لیے تو راحت اور مسرت کی گھڑی ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

اَنْتَ الَّذِیْ وَلَدَتْکَ اُمُّکَ بَاکِیًا
وَالنَّاسُ حَوْلَکَ یَضْحَکُوْنَ سُرُوْرًا

فَاحْرِصْ عَلٰی عَمَلٍ تَکُوْنُ اِذَا بَکَوْا
فِیْ وَقْتِ مَوْتِكَ ضَاحِکًا مَسْرُوْرًا

کہ جب تو پیدا ہوا تھا تو روتا تھا۔ اور جو تیرے قرابت دار تھے وہ تیری پیدائش پر ہنستے تھے۔۔۔ شاعر کہتا ہے اپنے رونے پر ہنسنے والوں سے تو اس طرح بدلہ لے کہ ایسے اعمال نیک بجالا کہ جب تو فوت ہو تو اس وقت تو ہنس رہا ہو کہ خدا کے فضل کے نیچے جا رہا ہے اور وہ لوگ جو تیری پیدائش کے وقت ہنستے تھے وہ روئیں کہ ایسا نیک انسان ہم سے جدا ہو رہا ہے۔ اور ایسے عزیزوں کی جو خدمتِ دین کرنے والے ہوں جدائی ایک تلخ گھونٹ ہے۔ مگر قرآنِ کریم ایسے لوگوں کو جو خدمتِ دین میں جان دیں شہید کہتا ہے اور ان کو زندہ ٹھہراتا ہے کیونکہ حقیقی زندگی وہی ہے جو خدا کے نزدیک زندگی ہو۔" (خطباتِ محمود جلد 8 صفحہ 258 تا 259)

آپ کی وفات کے بعد مکرم محمد سعید انصاری صاحب، مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ، کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی حقیقی زندگی کے بارہ میں مندرجہ ذیل الفاظ میں خبر دی۔

عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ
وہ دل پسند آرام کی زندگی ہو گی

آپ کے حق میں دو خاص دعاؤں کی قبولیت

پہلی دعا حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی ہے جو حضرت سیّدہ امّ ناصر صاحبہؓ کی وفات پر انہوں نے کی۔ حضرت سیّدہ امّ ناصر صاحبہؓ کی وفات کے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک مضمون میں اُن کی خوبیوں کا ذکر کیا تھا اور ساتھ ہی۔ آپؓ نے چار فقرات پر مشتمل ایک معین دعائیہ تحریک کی تھی۔ اس کا فقرہ نمبر چہارم یہ تھا کہ

"یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ربوہ میں خواتین کے لیے کوئی ایسا وجود پیدا کر دے جو اپنے اندر مرکزیت کا مقام رکھتا ہو۔ تا کہ احمدی مستورات اس سے مل کر اپنے دلوں میں روحانی راحت پائیں اور اپنے مسائل میں مشورہ حاصل کر کے سکون حاصل کر سکیں۔" (مضامینِ بشیر جلد 3 صفحہ 537)

اسی کے تسلسل میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ

"ہماری دوسری بھاوج سیّدہ امِّ متین صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں قابلِ رشک انہماک رکھتی ہیں اور ایک طرح سے خط وکتابت کے کام میں حضرت صاحب کی گویا پرائیویٹ سیکرٹری بھی ہیں۔ مگر طبعاً انہیں مستورات سے ملاقات کرنے کے لیے وقت کم ملتا ہے اور پھر طبائع کی مناسبت بھی جداگانہ ہوتی ہے۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ جو بات میں نے فقرہ نمبر چہارم کے تحت لکھی ہے اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے اس کا کوئی احسن انتظام فرمادے۔"

(مضامین بشیر جلد 3 صفحہ 537)

حالات وواقعات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی یہ دعا حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے وجود کی صورت میں ہی قبول فرمائی۔ فالحمد للہ علی ذالك

دوسری دعا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے جو ایک خواہش کے رنگ میں حضورؑ نے حضرت مرزا محمود بیگ صاحبؓ آف پٹی سے بیان فرمائی تھی۔

حضورؑ نے اپنے خط میں تحریر فرمایا کہ

"مجھے اپنی اولاد کے لیے یہ خیال ہے کہ ان کی شادیاں ایسی لڑکیوں سے ہوں کہ انہوں نے دینی علوم اور کسی قدر عربی اور فارسی اور انگریزی میں تعلیم پائی ہو اور بڑے گھر کے انتظام کرنے کے لیے عقل اور دماغ رکھتی ہوں۔ سو یہ سب باتیں کہ علاوہ اور خوبیوں کے یہ خوبی بھی ہو خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔" (سیرۃ المہدی روایت نمبر 23 جلد 1 صفحہ 19)

حضورؑ کے ظاہری الفاظ تو ایک خواہش کا اظہار کے رنگ میں ہیں لیکن حضورؑ کی خواہشات بھی دعا کا ہی اثر رکھتی تھیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے حضورؑ عرض کرتے ہیں کہ

وہ سب دے جو اس دل میں بھرا ہے
زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے

بہر حال، جب دعا کا رنگ کی ہوئی اس خواہش کو دیکھا جائے اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی زندگی کی سیرت وسوانح پر نظر ڈالی جائے تو یقین ہو جاتا ہے کہ آپ کے حق میں بھی حضورؑ کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ آپ کے لیے یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ فالحمد للہ علی ذالك

تحریر کتبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مزار

حضرت سیّدہ امّ متین مریم صدیقہ صاحبہ (چھوٹی آپا)

حرم حضرت سیّدنا مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ

ولادت ۷ اکتوبر ۱۹۱۸ء۔پیدائشی احمدی

وفات ۳ نومبر ۱۹۹۹ء۔عمر ۸۱ سال

وصیت نمبر ۲۰-۱۱-۳۶/۴۶۵۶۔حصہ وصیت ۱/۷

۳۰ ستمبر ۱۹۳۵ء کو سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے عقد میں آئیں۔عربی زبان اور صَرف و نحو قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر آپ نے حضرت مصلح موعودؓ سے سیکھے اور ۳۰ سالہ طویل دَورِ رفاقت میں ہمیشہ اپنے عظیم شوہر کی خدمت اور معاونت پر کمربستہ رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات پر فرمایا۔"آپ نے ۱۹۴۲ء میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمات شروع کی تھیں۔۱۹۵۸ء میں آپ صدر لجنہ اماء اللہ منتخب ہوئیں اور یہ شاندار دور ۱۹۹۷ء تک جاری رہا۔ تقسیمِ ہند کے بعد آپ نے پاکستان از سرِ نو لجنہ کی ترتیب و تنظیم کا فریضہ خوش اسلوبی سے انجام دیا۔"

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھَا وَارْحَمْھَا وَنَوِّرْ مَرْقَدَھَا

وَارْفَعْ دَرَجَاتِھَا وَاَدْخِلْھَا فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ

قرار دادہائے تعزیت

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی وفات پر جماعت احمدیہ کے مرکزی انجمنوں، ذیلی تنظیموں، ادارہ جات اور مقامی جماعتوں کی طرف سے قرار داد ہائے تعزیت منظور کی گئیں۔ان کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔جن میں آپ کی خدماتِ دینیہ کو خراجِ تحسین پیش کیا اور آپ کی مغفرت اور بلندئ درجات کے لیے دعا کی گئی۔

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی قراردادِ تعزیت یکم دسمبر 1999ء، تحریکِ جدید انجمن احمدیہ پاکستان کی قراردادِ تعزیت 22 دسمبر 1999ء اور لجنہ اماء اللہ پاکستان کی قراردادِ تعزیت 9 دسمبر 1999ء کو الفضل ربوہ میں شائع ہوئیں۔

چونکہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی ساری عمر احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت اور لجنہ اماء اللہ کی آبیاری میں گزری اس لیے مناسب ہے کہ یہاں صرف لجنہ اماء اللہ پاکستان کی قراردادِ تعزیت کا متن درج کر دیا جائے۔

قراردادِ تعزیت بروفات حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ از لجنہ اماءاللہ پاکستان

"آج سے اکیاسی برس قبل حضرت مسیح موعودؑ کے برادرِ نسبتی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دخترِ نیک اختر عطا فرمائی جس کا نام ایک نہایت پاکیزہ اور متقی خاتون حضرت مریم کے نام نامی پر رکھا گیا۔ یہ ایک نہایت بابرکت اور نیک فال تھی اس لیے کہ یہ بچی جس کا نام مریم صدیقہ رکھا گیا ایک منوّر شمع ثابت ہوئی۔ جس کی ضیا پاشی نے مسلسل پچپن (55) برس تک خواتینِ احمدیت کے کردار اور عمل کو ایک نئی روشنی سے آشنا کیا اور انہیں ایک متحرک اور فعّال انجمن بنا دیا۔

پاکیزہ ماحول میں پلنے والی یہ بچی جس کے والد محترم نے

الٰہی مجھے سیدھا رستہ دکھا دے
مری زندگی پاک و طیب بنا دے

جیسی پیاری نظم لکھ کر اس کے دل میں نیکی اور تقویٰ کا ایسا بیج بویا جو زمانے کی گردش کے ساتھ بڑھتا اور نشو و نما پاتا رہا۔ یہ شائد اس لیے کہ انہیں حضرت مصلح موعودؓ جیسی عظیم المرتبت ہستی کا ہمسفر بننا تھا۔ آپ کی زوجیت میں آکر یہ موتی بہت آبدار ہوتا چلا گیا اور جلد ہی اس تراشیدہ ہیرے کی چمک دمک سبھی کی نگاہوں کا مرکز بن گئی۔ پسرِ موعود کی تربیت اور رہنمائی نے آپ کی فطری صلاحیت کو اور نمایاں کر دیا۔ اور آپ نے خدا تعالیٰ اور رسولِ پاک ﷺ کی محبت کے ساتھ ساتھ دین کو مقصد اولین بنا کر آپ نے تن، من، دھن کی بازی لگا دی اور اپنے شب و روز کا ہر لحہ صنفِ نازک کی دینی صلاحیتوں کو ابھارنے میں گزار دیا۔

صَرف کر ڈالیں خدا کی راہ میں سب طاقتیں

اپنے دورِ صدارت میں بلا شک وشبہ آپ نے ہزاروں خواتین اور بچیوں کو دینی خدمات کے لیے تیار کیا اور محنت، لگن اور سلیقے سے کام کرنے کے انداز سکھائے۔ آپ کے ساتھ کام کرنا ایک سعادتِ عظمیٰ تھی۔ وہ خواتین اور لڑکیاں آج اس بات کی گواہ ہیں کہ دینی خدمت کا جذبہ پیدا کرنے اور فطری نیک صلاحیتوں کو ابھارنے میں حضرت سیّدہ کا ہی نمایاں ہاتھ تھا۔

پندرہ (15) سال تک آپ کو بطور جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کام کرنے کا موقع ملا تو آپ نے اس عظیم ذمہ داری کو با حسن نبھایا۔ بعد ازاں آپ کے انتالیس (39) سالہ دورِ صدارت نے تنظیم لجنہ اماء اللہ میں ایک نئی روح پھونک دی اور لجنہ اماء اللہ بین الاقوامی حیثیت سے ایک فعال انجمن بن گئی۔ آپ نے نہ صرف پاکستان میں بلکہ بیرونِ پاکستان بھی دورے کیے اور خواتین کی دینی و دنیاوی ترقی اور فلاح و بہبود کے کام سر انجام دینے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

آپ کی لجنہ اماء اللہ کی بے شمار خدمات ایسی ہیں کہ ہر ایک پر ایک ضخیم دفتر لکھا جاسکتا ہے۔ چند ایک کا ذکر بطور نمونہ اس طرح سے ہے۔

- لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کو تمام دنیائے احمدیت میں فعال اور مستعد بنانے کے لیے بے شمار شاندار تقاریر فرمائیں اور ہدایات سے نوازا۔
- احمدی خواتین کی فلاح و بہبود کے لیے انڈسٹریل سکول کا قیام بھی آپ کے دور میں ہُوا۔
- فضلِ عمر جونئیر ماڈل سکول کا قیام بھی آپ ہی کا کارنامہ ہے۔
- جامعہ نصرت کے قیام اور سائنسی تعلیم کے نفاذ کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ کی زیرِ ہدایت آپ نے بطور ڈائریکٹریس بڑی گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔
- دفتر لجنہ کی نئی عمارت کے سلسلہ میں انتھک مساعی فرمائی۔
- اشاعتِ قرآن کے سلسلہ میں لاکھوں کی رقم آپ ہی کی تحریک اور نگرانی میں جمع کی گئی۔
- ڈنمارک اور ہالینڈ کی بیوت الذکر کے لیے شب و روز کام کر کے اور بار بار تحریک کر کے احمدی خواتین کی طرف سے ایک خطیر رقم پیش فرمائی۔
- تاریخ لجنہ کی تدوین اور اشاعت کا کارنامہ بھی سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔
- جلسہ سالانہ اور اجتماعات کا انتظام اور تقاریر کا انتخاب وغیرہ بھی سیّدہ موصوفہ ہی کا مرہونِ منت ہے۔

غرضیکہ آپ کی خدماتِ جلیلہ کی ایک نہایت طویل فہرست مرتب ہو سکتی ہے۔ آپ کی صفاتِ حسنہ اور اخلاقِ کریمانہ کا ذکر الفاظ میں مشکل ہے۔

آپ کی محبت، شفقت اور عظمت نہ صرف آپ کے ساتھ کام کرنے والیوں پر منکشف ہوئی بلکہ جہاں اور جب بھی آپ کو کسی نے ایک مرتبہ بھی دیکھا ہو گا وہ اس بات کا گواہ ہے۔ آپ کی ملاقات بقول شاعر کچھ یوں بھی بیان کی جاسکتی ہے۔

کھولا ہے در کسی نے حریمِ جمال کا
خوشبو کسی کی موجِ نسیمِ سحر میں ہے

زہد و تقویٰ اور آپ کے اخلاقِ عالیہ نے ایک عجیب دلکشی اور جمال آپ کی ذات میں پیدا کر دیا تھا کہ آپ کی ملاقات باعث تسکینِ روح و جان ہو جاتی تھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحومہ کو اعلیٰ عِلِّیِّیْن میں جگہ دے۔ بے حساب مغفرت سے نوازے اور آپ کی تمام نیکیوں کو قبول فرماتے ہوئے آپ کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا جائے۔ آمین۔

ہم تمام ممبرات مجلسِ عاملہ پاکستان غمگین دلوں سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دِلی تعزیت پیش کرتی ہیں۔

نیز آپ کی صاحبزادی امۃ المتین بیگم صاحبہ اور دیگر صاحبزادیوں اور صاحبزادگان، آپ کے نواسے اور نواسیوں، آپ کے بھائی بہنوں اور دیگر تمام افرادِ خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ اور تمام خواتین جماعت احمدیہ سے دِلی تعزیت اور رنج و غم کا اظہار کرتی ہیں۔

خدا تعالیٰ آپ کو اپنے خاص مقام قرب سے نوازے۔ آمین اللھم آمین۔" (الفضل ربوہ، جلد 49-84، نمبر 280، 9 دسمبر 1999ء صفحہ 4)

خدمت میں جس نے دین کی خود کو لٹا دیا
دیوی وفا کی، پیکر ایثار نہ رہی
تابع تھی جس کے ساری سماعت کی سلطنت
لوگو سنو! وہ ملکۂ گفتار نہ رہی
جن پہ دعائیں ثبت تھیں وہ ہونٹ چپ ہوئے
غم میں ہمارے آنکھ وہ بیدار نہ رہی۔۔۔!

باب سیز دہم(13)

آپ کی اولاد اور اُن پر آپ کی شفقتیں

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کا بچپن اور تعلیم و تربیت

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو ایک بیٹی صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ سے نوازا تھا۔ ان کی پیدائش 21 دسمبر 1936ء کو "دالان حضرت اماں جانؓ" واقع دارالمسیح قادیان میں ہوئی۔ اس وقت حضرت مصلح موعودؓ "بیت الدعاء" میں سجدہ ریز تھے۔ آپ کی پیدائش کے بعد حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بیمار ہوگئی تھیں۔ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو ان کی نانی مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ نے بھی دودھ پلایا تھا۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ ابھی چھوٹی ہی تھیں کہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر بی۔اے کرنے کے لیے لاہور جانا پڑا۔ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ اپنی بڑی نانی مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ کی نگرانی میں اپنے ننھیال میں رہیں۔

اس میں دونوں ماں بیٹی کے لیے کس قدر جذباتی تکلیف پنہاں ہوگی اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ قادیان آتیں تو اپنی بیٹی سے ملتیں۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کے ننھیال میں ایک نہیں بلکہ دو نانیاں تھیں اور وہاں آپ کے ہم عمر خالائیں اور ماموں بھی تھے۔ اس لیے آپ اپنے ننھیال سے بہت attached تھیں۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بی۔اے کے بعد قادیان واپس آئیں تب صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ بھی آپ کے ساتھ رہنے کے لیے اپنے گھر واپس آگئیں۔ بی۔اے کرنے کے بعد حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی دینی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور ساتھ ساتھ آپ نے خدمتِ دین میں عملی حصہ لینا شروع کیا۔ بہت جلد آپ اپنے دن کا اکثر حصہ خدمتِ دین میں صرف کرنے لگیں۔ حضرت مصلح موعودؓ تو پہلے سے ہی خدمتِ دین اور خدمتِ انسانیت میں مصروف رہتے تھے۔

اس طرح صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کے لیے ان کے والدین کے پاس بہت کم وقت بچتا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کے دیگر گھروں کا بھی یہی ماحول تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنی والدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"وہ (یعنی حضرت سیّدہ امّ طاہر صاحبہؓ) اپنے جلیل القدر شوہر اور جماعت کے کاموں میں مصروف رہا کرتی تھیں اور یہی کام ان کی تمام تر توجہ کا مرکز تھے۔" (ماہنامہ خالد ربوہ، مارچ-اپریل 2004ء، صفحہ 21)

اس ماحول کو ایک اور رنگ میں حضورؒ نے یوں بیان فرمایا کہ

"ابھی میں اس بات پر شکر کر رہا تھا کہ میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بے تکلف ماحول میں بیٹھ کر کھانا کھا رہا ہوں اور میرے بچوں کو مجھ سے ہر قسم کی باتیں کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ جبکہ مجھے اپنے بچپن میں ایسے مواقع بہت کم ملتے تھے کیونکہ حضرت ابا جان جب تشریف لاتے تو امی پوری طرح بس ان پر ہی متوجہ رہتیں اور ہم بچوں کو زیادہ بات کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔" (ماہنامہ خالد ربوہ، مارچ-اپریل 2004ء، صفحہ 23)

چونکہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ اپنی والدہ کی اکلوتی اولاد تھیں اس لیے باوجود والدین کی محبت کے وہ فطری طور پر اکیلا پن محسوس کرتی تھیں۔ اور اس وجہ سے آپ کی طبیعت حساس ہو گئی تھی۔ آپ کو خواہش ہوتی تھی کہ آپ ہم عمر بچوں کے ساتھ مل جُل کر کھیلیں۔

حضرت اماں جانؓ اپنی پوتی اور اپنے پیارے بھائی کی نواسی سے بہت لاڈ پیار کرتیں اور ساتھ ساتھ ان کی تعلیم و تربیت بھی فرماتی جاتیں۔ چونکہ گھر بالکل ساتھ تھے اس لیے دن کا کچھ حصہ آپ اپنی دادی کے گھر میں گزارتیں۔ وہاں آپ کو دیگر بزرگوں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ، حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ، حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ سے ملنے اور ان سے پیار لینے کا موقع بھی مل جاتا تھا۔ حضرت اماں جانؓ کے گھر میں خاندان کے دیگر بچوں سے بھی ملاقات ہو جاتی تھی۔ آپ نے حضرت اماں جانؓ کی یادوں پر مبنی ایک مختصر رسالہ تحریر کیا تھا جس کا کچھ حصہ شائع بھی ہو چکا ہے۔ آپ نے اس رسالہ کا عنوان "پیاری اماں جانؓ کی یادیں" رکھا تھا۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی کوشش ہوتی تھی کہ اپنی بیٹی کے شوق پورے کریں اور ہر طرح ان کی دلداری کریں۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ سے اپنی بیٹی کے لیے بچوں والی نظم لکھنے کی درخواست کی۔ اس پر حضرت مصلح موعودؓ نے چڑیا پر ایک نظم لکھ کر دی۔ اس کا پہلا شعر ہے۔

چوں چوں کرتی چڑیا آئی
چونچ میں اپنی تنکا لائی

اس کے بعد حضورؓ نے صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کے لیے طوطے پر بھی نظم لکھ کر دی۔ اُس وقت انہوں نے طوطا پالا بھی ہوا تھا۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"متین پانچ سال کی تھی تو مَیں نے کہا اسے کوئی دینی نظم بنا کر دیں اس پر آپؓ نے وہ نظم کہی جو 'کلام محمود' میں اطفال الاحمدیہ کے ترانہ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ متین کو بنا کر دی تھی اور مَیں نے اسے یاد کروائی تھی۔ اس نظم کا پہلا شعر ہے۔

مری رات دن بس یہی اک صدا ہے
کہ اس عالم کون کا اک خدا ہے

شروع میں چھ سات شعر کہہ کر دیئے تھے کہ اسے یاد کروا دو۔ پھر کچھ زائد کہہ کر اخبار میں شائع کروا دی۔" (گلہائے محبت صفحہ 80)

حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ آپ تعلیم و تربیت میں بھی مصروف رہتے تھے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"کام کی وجہ سے خواہ کتنی بھی دیر ہو جائے جس بیوی کے گھر حضورؓ کی باری ہوتی تھی وہ اور بچے آپ جب تک فارغ ہو کر آنہ جائیں حضورؓ کا انتظار کرتے رہتے تھے اور ساتھ کھاتے تھے۔ تربیت کی غرض سے خود فرمایا کرتے تھے کہ بچوں کو خود ساتھ بٹھایا کرو۔ یہی تو وقت ہوتا ہے جس میں بچوں کی عادات اور اخلاق کا مَیں مطالعہ کرتا ہوں۔ میری بچی امۃ المتین چھوٹی سی تھی۔ ہم کھانا کھا رہے تھے آپ نے اُسے مخاطب ہو کر فرمایا متین دیکھو۔ تمہاری امی سے مجھے ہر قسم کی بات کرنی پڑتی

ہے۔ سلسلہ کے معاملات بھی ہوتے ہیں تم بھی موجود ہوتی ہو۔ کبھی ایسا نہ کرنا کہ کوئی بات سنو تو آگے کر دو۔اس طرح کھانے کے موقع پر ہی عموماً بچوں کی تربیت کا موقع ملتا تھا۔" (گلہائے محبت صفحہ 54)

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ نے ابتدائی تعلیم نصرت گرلز سکول قادیان میں حاصل کی۔ آپ کی صحت خراب رہتی تھی اور جسم میں خون کم ہو جاتا تھا۔ حضرت اماں جانؓ خود آپ کی غذا کا خیال رکھتیں۔اسی طرح قادیان میں وقت گزرتا گیا۔1947ء میں آپ کے نانا جان کی وفات قادیان میں ہوئی۔ پھر تقسیمِ ہجرت کا دردناک سانحہ پیش آیا اور آپ کے والدین نے آپ کو دیگر رشتہ داروں کے ساتھ لاہور بھجوا دیا۔ آپ کے والدین کچھ عرصہ کے لیے قادیان میں ہی رک گئے۔

یہ عرصہ صرف ایک ہفتہ کا ہی تھا لیکن اُس عمر میں یہ قلیل عرصہ بھی کافی محسوس ہوتا ہے۔ قیامِ لاہور میں ہی آپ کی والدہ لجنہ اماء اللہ اور مہاجرات کی خدمت میں مصروف رہیں اور عربی میں ایم۔اے کیا۔ تقریباً دو سالہ عرصہ لاہور میں گزارنے کے بعد آپ بھی اپنے والدین کے ساتھ جماعت احمدیہ کے نئے مرکز ربوہ منتقل ہو گئیں اور یہاں سے اپنی تعلیم کا دوبارہ آغاز کیا۔

آپ نے 1953ء میں ربوہ سے میٹرک کیا اور 1957ء میں ایف۔اے کیا۔ آپ بتاتی تھیں کہ آپ کو ڈاکٹر بننے کا شوق تھا۔جب آپ کے بھائی جان حضرت مرزا ناصر صاحبؒ کو اس شوق کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ سے بڑی مشکل سے اجازت حاصل کی کیونکہ حضورؓ کو فکر تھی کہ میڈیکل تعلیم کی وجہ سے بے پردگی نہ ہو۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے حضورؓ کو تسلی دلائی کہ ایسا نہیں ہو گا۔

لیکن گھر میں ہونے والے ایک حادثہ میں صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ نے ایک بچہ کے سر سے خون بہتا ہوا دیکھ لیا اور آپ کو سخت تکلیف ہوئی اور آپ نے میڈیکل کی تعلیم کے بارہ میں اپنا ارادہ بدل لیا۔ آپ بتاتی تھیں کہ بھائی جان آپ کو منانے کی کافی کوشش کرتے رہے۔

آپ کو یہ سعادت بھی حاصل ملی کہ 1955ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ یورپ کے سفر میں شریکِ سفر رہیں اور حضورؓ کی خدمت کی توفیق پاتی رہیں۔اسی سفر میں حضورؓ اور حضرت سیّدہ

مریم صدیقہ صاحبہ نے آپ کا رشتہ مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب ابن حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ کے ساتھ طے کر دیا تھا۔

آپ کو حضورؓ سے اور حضورؓ کو آپ سے بہت محبت تھی۔ حضورؓ آپ سے بہت لاڈ کرتے تھے۔ جس کا اظہار آمنے سامنے تو ہوتا ہی تھا لیکن ان خطوط میں بھی ہوتا تھا جو حضورؓ نے آپ کو تحریر فرمائے تھے۔

اپنے ایک خط میں حضورؓ تحریر فرماتے ہیں کہ

"پیاری متین　　سلمك الله تعالى

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

آج ہم کو آئے ہوئے چھ دن ہو گئے ہیں اور ابھی آنے کا کوئی موقع نہیں نکل رہا۔ اور ادھر جو لوگ وہاں سے آرہے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ متین بیگم بالکل خوش بخوش کھیلتی پھر رہی ہیں۔ آپ لوگوں کا کوئی خیال اُن کو نہیں۔۔۔۔

بہر حال کوشش ہم کر رہے ہیں کہ جلد واپس آئیں تا کہ تم کو دیکھیں اور خوش ہوں"

اپنی وفات تک صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ گزرے وقت کا ذکر کرتی رہیں۔ آپ نے اپنے حضورؓ کے بارہ میں سو سے زائد روایات لکھ کر شائع بھی کروائی تھیں۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ اور مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کی شادی

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ اور مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کے نکاح کا اعلان حضرت مصلح موعودؓ نے 26 دسمبر 1955ء کو جلسہ سالانہ کے افتتاحی خطاب سے قبل فرمایا۔ حضورؓ نے خطبۂ نکاح میں فرمایا کہ

"امۃ المتین، مریم صدیقہ سے میری لڑکی ہے۔ ان کا نکاح ایک ہزار روپیہ مہر پر سیّد محمود احمد صاحب ابن میر محمد اسحاق صاحبؓ سے قرار پایا ہے۔ محمود احمد اس وقت لندن میں بی۔ اے میں پڑھ رہے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے خیریت رکھی تو ارادہ ہے کہ اگلے سال مئی میں وہ واپس آجائیں۔ میں اپنے تینوں بچوں کا محمود احمد کو جو داماد ہے اور داؤد احمد کو جو داماد ہے اور طاہر احمد کو جو امّ

طاہر کا لڑکا ہے وہاں چھوڑ آیا ہوں تاکہ وہ تعلیم پائیں اور آئندہ سلسلہ کی خدمت کریں۔ ان کو تاکید ہے کہ انگریزی میں لیاقت حاصل کریں۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی ایم۔اے کر سکے تو پھر وہ یہاں کالج میں پروفیسر ہو سکتا ہے۔ نہیں تو اگر انگریزی تعلیم اچھی طرح حاصل ہو جائے تو چونکہ یہ تینوں مولوی فاضل ہیں اور عربی تعلیم بھی ان کی نہایت اعلیٰ ہے اگر انگریزی تعلیم بھی اعلیٰ ہو گئی تو قرآنِ شریف کا ترجمہ اور حضرت صاحب کی کتابوں کا ترجمہ انگریزی میں کر کے وہ سلسلہ کی اشاعت میں مددگار ہو سکتے ہیں۔ ریویو آف ریلیجنز (Review of Religions) بھی اس بات کا محتاج ہے کہ اس کا کوئی اچھا اور لائق ایڈیٹر ہو۔ اس غرض کے لیے میں اپنے بچوں کو وہاں چھوڑ آیا ہوں۔ گو اس بیماری اور کمزوری میں اتنے اخراجات برداشت کرنا کہ تین بیٹے وہاں پڑھیں (دو داماد اور ایک بیٹا) مشکل ہے۔ مگر مَیں نے سمجھا کہ جماعت کی مشکل میری مشکل سے بڑی ہے۔ بہر حال ہمیں آئندہ کے لیے کام کرنے والے تیار کرنے چاہئیں۔ ریویو آف ریلیجنز میں پہلے مولوی محمد علی صاحب آئے، ہم کتنا بھی اُن سے اختلاف رکھتے ہوں لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اپنے وقت میں وہ قربانی کر کے آئے تھے۔ اُس زمانہ میں ایم۔اے کی بڑی قدر ہوتی تھی۔ وہ اسلامیہ کالج میں پروفیسر بھی تھے، وکیل بھی تھے اور ایم۔اے بھی تھے۔ جو بھی تنخواہ انہوں نے اُس وقت لی وہ اُس سے کم تھی جو وہ کما سکتے تھے۔ یعنی سو روپے اُن کو ملتے تھے اور انگریزی اچھی لکھتے تھے۔ کچھ مدت تک انہوں نے ریویو کو چلایا پھر جب وہ لاہور چلے گئے تو مولوی شیر علی صاحب نے یہ خدمت سرانجام دی۔ پھر یہ جب یہ ریویو ادھر ربوہ میں آگیا تو صوفی مطیع الرحمٰن صاحب نے اس کو سنبھالا جو امریکہ میں لمبے عرصے تک رہے تھے۔ مگر اچانک ان کی وفات ہو گئی۔ اس سے پھر وہ جگہ خالی ہو گئی ہے۔ اب چوہدری مظفر الدین صاحب وہ کام کر رہے ہیں۔ مگر بہر حال ان کی تعلیم ایسی اعلیٰ نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آئندہ ریویو کس پایہ پر چھپتا ہے۔ عزیزم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ اس کو امریکہ منتقل کر دیا جائے تو وہاں اچھے پیمانہ پر چھپے گا۔ بات تو بڑی معقول تھی مگر میرا دل نہیں چاہتا کہ جس رسالہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شائع کرنا شروع کیا تھا اس کو ہم دوسرے علاقہ میں منتقل کر دیں۔ جہاں تک ہو سکے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ یہیں اچھے آدمی پیدا ہو جائیں اور وہ اس رسالہ کو جاری رکھیں چاہے اس کا دوسرا ایڈیشن وہاں بھی چھپ جائے۔ امریکہ

کے بعض اخبار ایسے ہیں جن کا ایک ایڈیشن کینیڈا میں نکلتا ہے اور ایک انگلینڈ میں نکلتا ہے۔اب ریڈرز ڈائجسٹ (Reader's Digest) کا ایک ایڈیشن پاکستان میں بھی نکلنا شروع ہوا ہے تو بے شک اس کے دو ایڈیشن کر دیئے جائیں۔ایک امریکہ سے چھپے اور ایک پاکستان سے چھپے۔مگر میرا دل چاہتا ہے کہ یہ ہمارے قریب سے چھپے تا کہ ہمارے دلوں کو یہ تسلی رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو امانت ہمارے سپرد کی تھی اس کو ہم نے سنبھالا ہوا ہے۔

یہ نکاح جو امۃ المتین کا سیّد محمود احمد صاحب سے قرار پایا ہے۔چونکہ سیّد محمود احمد صاحب انگلینڈ میں ہیں اور وہ عزیزم مرزا عزیز احمد صاحب کے سالے ہیں اس لیے اُن کی طرف سے اُن کو ایجاب و قبول کا اختیار ملا ہے۔اپنی لڑکی کی طرف سے مَیں قبولیت کا اعلان کرتا ہوں کہ امۃ المتین جو میری لڑکی ہے اس کو اپنا نکاح ایک ہزار روپیہ مہر پر سیّد محمود احمد صاحب ابن میر محمد اسحاق صاحب سے منظور ہے۔مرزا عزیز احمد صاحب آپ فرمائیں کہ سیّد محمود احمد صاحب کی طرف سے اُن کا نکاح ایک ہزار روپیہ مہر پر میری لڑکی امۃ المتین سے منظور ہے۔"(خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 674 تا 675)۔

صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحبؓ نے مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کی طرف سے نکاح کی قبولیت کی منظوری دی۔اس کے بعد حضورؓ نے چھ مزید نکاحوں کا اعلان بھی فرمایا اور دعا کروائی۔

حضورؓ کی دعائیں ان تینوں (حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ، مکرم سیّد میر داؤد احمد صاحب اور مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب) کے حق میں بفضلہٖ تعالیٰ جس طرح مقبول و منظور ہوئیں وہ سب پر عیاں ہے۔فالحمد للہ علیٰ ذالک

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ اور مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کی رخصتی 21 نومبر 1957ء کو ہوئی۔حضورؓ نے رخصتی سے قبل دعا کروائی (الفضل ربوہ، جلد 11/46، نمبر 277، 23 نومبر 1957ء صفحہ 1)۔دعوتِ ولیمہ کا اہتمام مکرم سیّد میر داؤد احمد صاحب کی طرف سے 23 نومبر 1957ء کو گیا تھا۔(الفضل ربوہ، جلد 11/46، نمبر 279، 26 نومبر 1957ء صفحہ 1)

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کی جماعتی خدمات

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو خود بھی لجنہ اماء اللہ میں خدمت کا موقع ملا۔آپ لجنہ اماء اللہ

مرکزیہ کی پہلی سیکرٹری ضیافت مقرر ہوئیں اور اس عہدہ پر تین سال تک خدمت بجالاتی رہیں۔ اس کے علاوہ شعبہ مال میں بھی آپ کو خدمات کا موقع ملا (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 780 تا 781)۔ آپ کو ان کے علاوہ دیگر شعبہ جات میں بھی خدمت کا موقع ملا، جن میں بالخصوص نوّے کی دہائی میں شعبہ تعلیم میں خدمات قابلِ ذکر ہیں۔ تربیتی کلاسز کے انعقاد میں آپ کو نمایاں خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك

لجنہ کے دوروں میں بھی آپ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ساتھ جایا کرتی تھیں۔ جو کام بھی آپ کے سپرد ہوتا آپ اسے بے حد ذوق و شوق سے سرانجام دیتی تھیں۔ آپ کی طبیعت میں نفاست تھی اور اپنے کام کو کمال تک پہنچانے کا شوق اور ہنر آتا تھا۔

حدیث میں آتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اِذَا عَمِلَ اَحَدُكُمْ عَمَلًا اَنْ يُتْقِنَهُ (طبرانی) یعنی اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی کام کرے تو اُس کو احسن رنگ میں کرے۔ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کے کام کرنے کا انداز چاہے وہ دینی کام ہو یا دنیاوی اس حدیث کے عین مطابق تھا۔

آپ کی بہت ہی منفرد خصوصیت اپنے خاوند کے ساتھ اُن کے دینی فرائض کی بجاآوری میں ممد و معاون ہونا ہے۔ مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کو لمبا عرصہ جامعہ احمدیہ میں بطور استاد اور پرنسپل خدمت کی توفیق ملی۔ اس سارا عرصہ میں صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو جامعہ کے اساتذہ اور طلبا (بالخصوص غیر ملکی طلبا) کے ساتھ حسنِ سلوک کا موقع ملا۔ بعدہٗ ریسرچ سیل اور نور فاؤنڈیشن کے کارکنان کے ساتھ بھی بے حد حسنِ سلوک کرتی رہیں۔

آپ کو امریکہ میں بھی احمدی خواتین کی خدمت اور ان کی مہمان نوازی کی توفیق ملی۔ آپ کو یہ بہت ہی منفرد اعزاز حاصل ہے کہ امریکہ کے شہر ڈیٹن (Dayton, OH) کے میئر نے آپ کو شہر کی کنجی پیش کی تھی۔ یہ 1981ء کی بات ہے۔

سپین میں تو بالخصوص آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی خدمت کی بہت توفیق پائی۔ میرے والد صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی آمد اور مسجد بشارت کے افتتاح کی وجہ سے متوقع مہمان نوازی کے لیے آپ نے بہت محنت سے سارا کھانا خود تیار کیا۔ اس وقت وہاں بڑا باورچی خانہ تیار نہیں ہوا تھا اور ایک چھوٹے سے چولہے پر آپ نے چند دنوں کے اندر اندر سات

بکروں کے سالن تیار کیے۔ بکرے ایک دوسرے گاؤں سے ذبح کروائے جاتے تھے اور پھر رات کو دکانیں بند ہونے کے بعد قصاب مسجد بشارت میں آکر صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کی نگرانی میں اور اُن کی پسند کے مطابق گوشت کی کٹائی کرتے تھے تاکہ وہ گوشت کو اپنی پسند کے مطابق پکا سکیں۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد آپ تقریباً ساری رات کھانا تیار کیا کرتی تھیں۔ اس ساری مصروفیت کے دوران آپ کو اپنے گھر کے لیے کھانا تیار کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا اور مہمان نوازی کے کھانے کو آپ اپنے گھر میں استعمال نہ ہونے دیتی تھیں۔ اس وقت آپ کے ساتھ آپ کی اکلوتی بیٹی بھی سپین میں ہی مقیم تھی۔ میرے والد صاحب نے مجھے بتایا کہ کھانا جب فریز کرنے کے لیے رکھ دیا جاتا تو اس کے بعد جو سالن برتنوں کے ساتھ لگا رہ جاتا تھا اس کو مقامی بازار سے ملنے والی بریڈ کے ساتھ کھانے کی اجازت ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بڑی قربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اسی طرح مسجد اور گیسٹ ہاؤس کے لیے فرنیچر کی تیاری کا کام بھی آپ نے پیدرو آباد کے قریب میں واقع فیکٹریوں سے کروایا۔ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ ہاتھ سے ڈرائنگ بنا کر ڈیزائن سمجھاتی تھیں کیونکہ سپینش زبان نہیں آتی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 10 ستمبر 1982ء میں آپ کی خدمات کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا کہ

"پھر اس سلسلے میں دعا کی تحریک کرتا ہوں اپنے بھائی عزیزم میر محمود احمد صاحب اور ان کی بیگم کے لیے بھی۔ اپنی ہمشیرہ عزیزہ امۃ المتین کے لیے۔ انہوں نے دن رات بے حد محنت کی۔ جب یہ آئے تو اس گھر کا صرف ایک ڈھانچہ سا کھڑا تھا اور بے حد محنت کی ضرورت تھی۔ بہت سے کاموں کی ضرورت تھی۔ میری ہمشیرہ نے مجھے بتایا کہ جس دن رات تین بجے مجھے سونے کا موقع ملتا تھا تو مَیں شکر کرتی تھی اللہ تعالیٰ کا اور سمجھتی تھی کہ جلدی سونا نصیب ہو گیا ہے۔ خاموشی کے ساتھ لمبی محنتیں کی ہیں ان لوگوں نے۔" (خطباتِ طاہر جلد 1 صفحہ 139)

سپین میں لجنہ اماء اللہ قائم کرنے میں بھی صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کی کوششیں شامل تھیں۔ آپ نے اس بارہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے رہنمائی حاصل کی۔ جس پر حضرت

سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے 16 اپریل 1983ء کو صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو خط میں لکھا کہ

"لجنہ کے قواعد کا دفتر کو کہوں گی بھجوا دیں گے۔ انتخاب کا طریقہ یہ ہے کہ سب جمع ہو کر صدر کو منتخب کر لیں اور صدر اپنی مجلس عاملہ یعنی سیکرٹری مال اور اگر اور عہدوں کی ضرورت ہو تو نامزد کرے۔ اور اس انتخاب کو مبلغ کی تصدیق سے مرکزی لجنہ کو برائے منظوری بھجوایا جائے کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔

جون 1983ء میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے دورۂ سپین کے دوران وہاں با قاعدہ لجنہ اماء اللہ قائم ہوئی تھی۔

والدہ کی خدمت

1986ء سے لے کر 2006ء تک حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے ملنے والی وراثتی زمین جس میں آپ کا اپنا حصہ اور آپ کی والدہ کا حصہ تھا، صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ خود سنبھالتی رہیں۔ باوجود نامساعد حالات کے سندھ کے متعدد سفر کیے۔ 1987ء کے ایک سفر میں مَیں بھی آپ کے ساتھ گیا تھا۔ محمود آباد سے حیدر آباد پہنچے تو کرفیو لگ گیا اور وہیں رات رکنا پڑا۔ اگلے دن بمشکل پرمٹ حاصل کر کے ریلوے سٹیشن پہنچ سکے۔ اپنی بہنوں میں آپ واحد تھیں جنہیں اپنے والدِ بزرگوار کی اس بابرکت زمین کی خود موقع پر جا کر دیکھ بھال کا موقع ملا۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی خدمت کی سعادت بھی عطا فرمائی۔ اور اس خدمت میں انہوں نے دن رات ایک کر دیا اور باوجود خود مختلف عوارض کا شکار ہونے کے وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (بنی اسرائیل:24) کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش کی۔ اس کا اظہار حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کے نام 5 اپریل 1998ء کے خط میں ان الفاظ میں کیا کہ

"مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ شوگر، بلڈ پریشر اور ریڑھ کی ہڈی میں درد وغیرہ کے عوارض میں مبتلا ہیں مگر اس کے باوجود آپ چھوٹی آپا کی خدمت پر ہمہ وقت کمربستہ رہتی ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اونچے درجہ کی نیکی ہے"۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی آخری بیماری میں آپ کی بے حد خدمت کی۔ اور اگر کہا جائے کہ آپ اُن کو بھی اس خدمت کی وجہ سے جنت میں داخل کروا کر گئی ہیں تو یہ غلط نہ ہو گا۔

مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب بھی آپ کے ساتھ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی خدمت میں پوری طرح ممد و معاون رہے۔

بیماری اور وفات

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی وفات کے بعد صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کی صحت بھی خراب رہنے لگی تھی۔ آپ کو ذیابیطس کی تکلیف تھی اس کے باوجود آپ متعدد مرتبہ جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کے لیے لندن جاتی رہیں۔ آخری مرتبہ 2013ء کے جلسہ سالانہ یوکے میں بھی شامل ہوئیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کی اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی شفقتوں سے فیض یاب ہوئیں۔ الحمد للہ

چند دن طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں بیمار رہنے کے بعد 14 اکتوبر 2013ء کو آپ انتقال کر گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب (ناظر اعلیٰ و امیر مقامی) نے عید الاضحیٰ کے دن 16 اکتوبر 2013ء کو بعد نمازِ ظہر و عصر آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین کے بعد دعا کروائی۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ نے اپنا حصہ جائیداد زندگی میں ہی ادا کر دیا تھا۔ آپ خلفاء سلسلہ کی طرف سے جاری فرمودہ مالی تحریکات میں باقاعدگی سے شامل ہوتی تھیں۔

یہاں پر ایک تاریخی بات لکھنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔ تدفین کے لیے علاوہ کفن کے صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو ایک قمیض بھی پہنائی گئی تھی۔ یہ وہ قمیض تھی جو حضرت مصلح موعودؓ نے بوقتِ وصال پہنی ہوئی تھی اور جسے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضورؓ کے وصال کے وقت سے سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ اس قمیض میں اپنے ہاتھ سے ایک نوٹ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ

صاحبہ نے لکھ کر رکھا ہوا تھا۔ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ نے اپنی وفات سے چند سال قبل یہ قمیض اِس وصیت کے ساتھ مجھے دی تھی کہ اس میں انہیں سپردِ خاک کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجھے آپ کی وصیت پر عمل کرنے کی توفیق ملی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبۂ جمعہ فرمودہ 18 اکتوبر 2013ء میں آپ کا ذکرِ خیر ان الفاظ میں فرمایا۔

"نمازوں کے بعد مَیں ایک جنازہ بھی پڑھاؤں گا جو محترمہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی اور مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کی اہلیہ تھیں۔ 14 اکتوبر کی رات کو تقریباً بارہ بجے ربوہ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

پرسوں عید والے دن ان کی تدفین ہوئی تھی۔ آپ قادیان میں 21 دسمبر 1936ء کو پیدا ہوئی تھیں اور قادیان میں دارالمسیح میں ان کی پیدائش ہوئی۔ حضرت اماں جانؓ اور خلیفہ ثانیؓ نے اُس وقت ان کے لیے بڑی دعائیں کیں۔ آپ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی بیٹی تھیں، حضرت مصلح موعودؓ کی اس اہلیہ سے یہی ایک اولاد تھی اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی نواسی تھیں۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ماموں بھی تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی اس بیٹی کے لیے کچھ نظمیں بھی لکھی تھیں جو کلامِ محمود میں اطفال الاحمدیہ کے ترانے کے نام سے شائع ہیں۔ اس کا ایک شعر یہ ہے کہ

میری رات دن بس یہی اک صدا ہے
کہ اس عالمِ کون کا اک خدا ہے

بہرحال، حضرت مصلح موعودؓ کی اولاد میں، خاص طور پر لڑکیوں میں، ساری میں مَیں نے دیکھا ہے کہ اُن کا اللہ تعالیٰ سے بڑا قریبی تعلق تھا اور نمازوں میں باقاعدگی اور نہ صرف باقاعدگی بلکہ بڑے الحاح سے اور توجہ سے نماز پڑھنے والے، ساری لمبی نمازیں پڑھنے والی ہیں۔ مکرم میر محمود احمد صاحب ناصر کیونکہ مبلغ بھی رہے ہیں، واقف زندگی ہیں، سپین میں بھی مبلغ رہے اور امریکہ میں بھی آپ کو ان کے ساتھ رہنے کا موقع ملا اور مبلغ کی بیوی ہونے کا جو حق ہوتا ہے وہ انہوں نے ادا

کیا۔ سپین میں مسجد بشارت جب بنی ہے اُس وقت یہ لوگ وہیں تھے۔ اور تیاری کے کام اور کھانے پکانے کے کاموں میں اُس وقت انہوں نے بڑا کام کیا۔ باقاعدہ انتظام نہیں تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی ذکر کیا کہ انہوں نے بتایا کہ جس رات کو تین بجے کام سے فارغ ہو کر سوتے تھے اُس وقت بڑے خوش ہوتے تھے کہ آج اللہ تعالیٰ نے کچھ سونے کا موقع دیا۔ (ماخوذ از خطبات طاہر جلد 1 صفحہ 139)۔۔۔۔

امریکہ میں کیلیفورنیا میں لمبا عرصہ رہیں، وہاں بھی اُس وقت جماعت کے حالات ایسے تھے کہ واشنگ مشین وغیرہ ایسی چیزیں کوئی نہیں تھیں تو کپڑے وغیرہ دھونے، باقی گھر کے کام کرنے، اگر کوئی مددگار مدد کے لیے offer کرتا تو نہیں مانتی تھیں۔ گھر کے کام خود کرنے کی عادت تھی۔ لجنہ مرکزیہ پاکستان میں بھی یہ مختلف عہدوں پر سیکرٹری کے طور پر خدمات بجالاتی رہی ہیں۔ خلافت سے بڑا وفا کا تعلق تھا۔ اور میری خالہ تھیں لیکن خلافت کے بعد جو ہمیشہ تعلق تھا، احترام اور محبت اور پیار اور عزت کا بہت بڑھ گیا تھا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔" (الفضل ربوہ، 3 دسمبر 2013ء صفحہ 6 تا 7)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 18 اکتوبر 2013ء کو مسجد بیت الہدیٰ، سڈنی، آسٹریلیا میں آپ کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی۔ دعا ہے کہ وہ آپ کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْھَا وَارْحَمْھَا وَاَدْخِلْھَا فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ۔ آمین۔

دعا ہے کہ آپ کی اولاد در اولاد آپ کی دعاؤں کی وارث ہو اور ان کے حق میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور حضرت مصلح موعودؓ کی دعائیں بھی قبول ہوں، آمین اللھم آمین

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب بفضلہٖ تعالیٰ ہمہ تن خدمتِ دین میں مصروف ہیں اور ان کی خواہش بھی یہی ہے کہ وہ آخری سانس تک خدمتِ دین میں مصروف رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی سے معمور لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بچوں: مکرم سیّد شعیب احمد، مکرم سیّد ابراہیم منیب احمد، مکرم سیّد محمد احمد، خاکسار سیّد غلام احمد فرخ اور مکرمہ سیّدہ عائشہ نصرت جہاں صاحبہ سے نوازا۔ دعا ہے کہ ہم اور ہماری نسلیں حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعودؓ کی دعاؤں کے وارث ہوں۔ حضرت مصلح

موعودؑ کے الفاظ میں ہی یہ دعا ہے کہ

تیرے چاکر ہوں ہم پانچوں الٰہی
ہمیں طاقت عطا کر تو وفا کی
تِری خدمت میں پائیں جان و دل کو
گھڑی جب چاہے آ جائے قضا کی
محبت تیری دل میں جاگزیں ہو
لگی ہو لَو ہمیں یاد خدا کی
ہمارے کام سب تیرے لیے ہوں
اطاعت ہو غرض ہر مدّعا کی
رسول اللہ ہمارے پیشوا ہوں
ملے توفیق ان کی اِقتدا کی
گناہوں سے بچالے ہم کو یارب
نہ ہونے پائے کوئی ہم سے تقصیر
بنیں ہم بلبل بستان احمد
رہے برکت ہمارے آشیاں میں
الٰہی! نور تیرا جاگزیں ہو
زباں میں، سینہ میں، دل میں، دِہاں میں

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی شفقتوں کا کچھ ذکر

ہر احمدی ماں باپ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اُن کی اولاد نیک اور صالح ہو۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی بھی یہی خواہش تھی۔ اپنی بیٹی کے لیے ان کی محبت اور تربیت کے بارہ میں فکرمندی یکجائی طور پر اپنا رنگ دکھاتی تھی۔ جیسا کہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کی مندرجہ ذیل روایات سے ثابت ہوتا ہے۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ لکھتی ہیں کہ

"میں چھوٹی تھی۔ قادیان میں ہی میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے صحن میں کھیل رہی تھی کہ کسی بچے نے ملازم کو بھیجا کہ فٹ بال دکھانے کے لیے لائے، خریدنے ہیں۔ وہ ملازم بہت سارے فٹ بال لے آیا۔ سب نے اپنی اپنی پسند کا فٹ بال لے لیا۔ مَیں نے بھی ایک فٹ بال لے لیا جو چھ روپے کا تھا۔ سب بچوں نے فٹ بال واپس بھیج کر اس میں ہوا بھروائی۔ میرے پاس چھ روپے تھے جو میں نے امی کے پاس رکھوائے تھے۔ امی سے پیسے لینے گئی تو انہوں نے کہا کہ میری اجازت کے بغیر کیوں لیا ہے۔ واپس کردو۔ جب مَیں نے واپس کیا تو اُس نے یہ کہہ کر واپس لینے سے انکار کر دیا کہ اب ہوا بھری جاچکی ہے اب واپس نہیں ہوگا۔ مَیں سخت پریشان، سیدھی ابا جان کے دفتر گئی۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابا جان خود دروازے پر آئے۔ مَیں نے ان کو ساری بات بتائی تو انہوں نے مجھے پیسے دیئے اور کہا اب تو مَیں دے رہا ہوں۔ آئندہ اپنی ماں کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرنا۔" (کچھ یادیں کچھ باتیں۔ سووینیئر خلافت جوبلی 2008ء جماعت احمدیہ راولپنڈی صفحہ 127)

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ لکھتی ہیں کہ

"ربوہ کے کچے مکانوں میں ابا جان شکار کا لباس پہن کر شکار پر گئے (وہ آخری مرتبہ تھی جب شکار پر گئے)۔ امی کی باری تھی۔ کہہ کر گئے کہ شام سات بجے تک آجاؤں گا۔ غالباً سرگودھا کی طرف کسی جگہ گئے تھے۔ آٹھ بج گئے، پھر نو پھر دس، پھر گیارہ۔ میرا بھوک اور نیند سے برا حال تھا۔ مگر امی کا کہنا تھا کہ ابا جان جب واپس آئیں گے تو کھانا ملے گا۔ مَیں دستر خوان پر بیٹھی نیند سے جھوم رہی تھی۔ تقریباً رات ساڑھے گیارہ بارہ بجے کے قریب آئے تو میری حالت دیکھ کر کہنے لگے۔ یہ بچی ہے اسے کھانا دے دینا تھا اس نے سکول بھی جانا ہے۔ ابا جان یہی پسند فرماتے تھے کہ بچے ماں باپ کے ساتھ مل کر کھانا کھائیں اور ابا جان کے ساتھ ہماری تربیت کا دراصل یہی وقت ہوتا تھا۔"

(کچھ یادیں کچھ باتیں۔ سووینیئر خلافت جوبلی 2008ء جماعت احمدیہ راولپنڈی صفحہ 132)

آپ لکھتی ہیں کہ

"جب میری شادی نہیں ہوئی تھی تو ابا جان نے کچھ مکان بنوائے تھے (ابھی پورے بچوں کے نہیں بنے تھے) جو انہوں نے بچوں کو رہنے کے لیے دیئے تھے۔ ایک دن مجھے کہا کہ مَیں فلاں

مکان تمہیں دینا چاہتا ہوں۔ اس میں کسی کی رہائش تھی۔ امی نے کہا بے شک اس سے چھوٹا مکان بنا دیں۔ مَیں نہیں چاہتی کہ دلوں میں دراڑ پڑے۔ ابا جان نے کہا کہ فلاں وجہ سے مَیں ایسا کرنا چاہتا ہوں۔ امی پھر بھی نہ مانیں تو مجھے کہا کہ تم دیکھ کر تو آؤ (حالانکہ مَیں نے دیکھا ہوا تھا۔) ملنے کے بہانے امی اور مَیں گئے اور واپس آ کر مَیں نے کہا ابا جان اس کے سب کمروں کے دروازے برآمدہ میں کھلتے ہیں اور مَیں بہت ڈرپوک ہوں۔ گھر میں ایک اینٹرنس (entrance) کا دروازہ یا زیادہ سے زیادہ دو۔ ہنسے اور کہنے لگے یہ کیا بات ہوئی۔ جب ہم مری گئے ان دنوں ایک سخت فتنہ شروع ہو چکا تھا۔ ہم خیبر لاج میں ٹھہرے۔ بہت بڑی کوٹھی تھی۔ تینوں منزلوں میں اس قدر اندر داخل ہونے کے راستے تھے کہ حفاظت مشکل ہو گئی۔ ایک دن میرے سامنے کسی کو کہنے لگے کہ اب متین کی بات سمجھ آئی ہے کہ صرف اینٹرنس کا ایک دروازہ ہونا چاہیے۔" (کچھ یادیں کچھ باتیں۔ سووینیئر خلافت جوبلی 2008ء جماعت احمدیہ راولپنڈی صفحہ 137)

آپ مزید لکھتی ہیں کہ

"ہم کوئٹہ میں تھے۔ ابا جان کے ساتھ والے کمرہ میں دونوں کے درمیان دروازہ تھا۔ امی نے مجھے سختی سے منع کیا ہوا تھا کہ میرے دکھائے بغیر کوئی ناول نہیں پڑھنا۔ آپا سلیمہ میر جو بعد میں کراچی کی صدر بھی رہی ہیں وہ لائبریری سے ناول لا کر اماں جانؓ کو سناتی تھیں۔ ایک چھوٹا سا ناول لائیں رئیس جعفری کا۔ اس پر لکھا تھا نہایت پاکیزہ ناول۔ مَیں نے ان سے لے لیا کہ پاکیزہ ناول ہے اور پڑھنے لگی۔ رات کا وقت تھا۔ چھوٹا سا ناول تھا۔ انجام کچھ دردناک تھا (مجھے اس وقت یہی لگا تھا) میں رونے لگی۔ امی نے میرے رونے کی آواز سنی تو اٹھ کر میرے پاس آئیں۔ میرے منہ پر سے لحاف اٹھایا اور ناول دیکھ کر اٹھا لیا اور مجھے ڈانٹا کہ میری اجازت کے بغیر کیوں پڑھا۔ ابا جان آواز سن کر دروازہ کھول کر آئے اور پوچھا۔ امی نے بتایا۔ مَیں روتی جاتی اور کہتی کہ یہ تو پاکیزہ ناول ہے۔ اس پر ابا جان نے ناول امی سے لے لیا اور کہا کہ مَیں پڑھوں گا۔" (کچھ یادیں کچھ باتیں۔ سووینیئر خلافت جوبلی 2008ء جماعت احمدیہ راولپنڈی صفحہ 137 تا 138)

آپ لکھتی ہیں کہ

"میرے بڑے بیٹے کا عقیقہ تھا۔ امی نے ابا جان سے پوچھا کہ میں عقیقہ کر سکتی ہوں۔ کہنے

لگے ضرور کرو۔ لوگ غلط باتوں پر دعوت کرتے ہیں مثلاً سالگرہ وغیرہ۔ عقیقہ اور ولیمہ کی دعوت تو ہونی چاہیے (کچھ اس قسم کے الفاظ تھے۔) امی نے عورتوں میں سے تو صرف میری سسرال کو بلایا مگر مردوں میں 'رفقاء' کو ناظران کو وکلا کو۔ بعض چنیدہ افراد کو بعض غرباء کو۔ یہ دعوت امی جان (حضرت امِّ ناصرؓ صاحبہ) کے صحن میں ہوئی تھی۔ ابا جان شریک ہوئے۔ یہ ابا جان کی آخری دعوت تھی جس میں شریک ہوئے۔ لوگ اس قدر خوش تھے کہ حد نہیں۔ یہ نومبر 58ء کی بات ہے۔" (کچھ یادیں کچھ باتیں۔ سووینیئر خلافت جوبلی 2008ء جماعت احمدیہ راولپنڈی صفحہ 143)

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ لکھتی ہیں کہ

"قصرِ خلافت ربوہ میں ابا جان، امی اور مَیں دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے۔ مَیں نے گودے کی ہڈی چبانی شروع کی تو امی نے کہا کہ مَیں اور قیوم بہت ہڈیاں چباتے تھے تو 'انہوں' نے روکا تھا کہ دانت کمزور ہو جاتے ہیں۔ سن کر ابا جان مسکرائے۔ کہنے لگے میں نے اس لیے تھوڑی روکا تھا۔ مَیں نے تو اس لیے روکا تھا کہ کتے بھوکے رہ جاتے ہیں۔" (کچھ یادیں کچھ باتیں۔ سووینیئر خلافت جوبلی 2008ء جماعت احمدیہ راولپنڈی صفحہ 147)

یہ روایات صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ نے حضرت مصلح موعودؓ کی شفقتوں کے عنوان کے تحت بیان کی ہیں۔ ان میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی تربیتی کاوشیں بھی سامنے آتی ہیں اس لیے ان کو خاکسار نے یہاں درج کیا ہے۔

اب مَیں جسارت کرتے ہوئے ایک حساس موضوع کو زیرِ بحث لانا چاہتا ہوں کیونکہ جو لوگ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو جانتے ہیں ان کے دل میں کچھ سوال تو پیدا ہوتے ہی ہوں گے۔ بغیر کسی مزید تمہید کے بیان کرتا ہوں۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ اور ان کی امی کے تعلقات میں ہمیشہ لجنہ اماء اللہ ساتھ ساتھ رہی۔ دن کے وقت آپ جب بھی اپنی ماں کے گھر جاتیں تو اکثر اوقات احمدی خواتین موجود ہوتیں۔ ہر بیٹی کی طرح اُن کا بھی دل چاہتا ہو گا کہ اپنی ماں سے جب چاہیں علیحدگی میں مل لیں لیکن اس کا موقع بہت ہی کم ملا۔ یہ فرضی بات نہیں ہے بلکہ یہ نظارے میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کی یہ قربانی تقاضا کرتی تھی کہ ان کی ماں ان سے بے حد محبت

کرے۔ اور حقیقت میں ایسا ہی تھا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا بس نہیں چلتا تھا کہ اپنا سب کچھ اُن پر نچھاور کر دیں۔ لیکن سرسری طور پر بھی دیکھنے والے کو بھی یہ محسوس ہوتا تھا کہ آپ اپنی اولاد کے مقابلہ میں حضورؓ کے ان بچوں سے زیادہ اظہارِ محبت کرتی ہیں جو آپ کے بطن سے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس بات کا احساس حضرت مصلح موعودؓ کو بھی تھا۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا کہ

"ان کی طبیعت ایسی ہے کہ میری رضا جوئی کے لیے جب بچے آپس میں لڑ پڑیں تو چاہے اُن کی لڑکی کا قصور ہو اور چاہے کسی دوسرے بچے کا وہ اپنی لڑکی کو ہی سزا دیتی ہیں تا دوسرے بچوں کے دل میں یا میرے دل میں احساس پیدا نہ ہو کہ وہ اپنی لڑکی کی طرفداری کرتی ہیں۔" (خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 584)

عموماً والدین اپنے بچوں کی غلطیوں کو بآسانی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا یہ طریق نہیں تھا۔ بلکہ آپ اپنی اولاد کی غلطیوں پر زیادہ فکرمند ہوتیں، ان کو سمجھاتیں، ان کے لیے دردناک دعائیں کرتیں اور ان کی تعلیم و تربیت کے کسی موقع کو ضائع نہ کرتی تھیں۔ اور یہ صورت آپ کی بیٹی کے لیے ایک مشکل جذباتی صورت بھی پیدا کر دیا کرتی تھی۔ جس کے اظہار سے وہ رکتی نہیں تھیں۔ اسی وجہ سے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے ایک مرتبہ اپنی بیٹی کو خط میں لکھا کہ

"مجھے تو تمہارے بچے جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ تمہیں بدظنی رہتی ہے۔ کبھی تو وہ دن آئے گا ان شاء اللہ جب میری قدر ہوگی"۔

اس فقرے کو پڑھتے اور پھر لکھتے ہوئے میرا کلیجہ پھٹتا ہے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو بھی یہ شاید اسی لیے لکھنا پڑا کہ آپ کی بے انتہا محبت کرنے اور بیک وقت تربیت کرنے کے بظاہر متضاد (لیکن حقیقتاً گہری موافقت رکھنے والے) اوصاف آپ کو یہ مجبور کرتے تھے کہ سب سے پہلے اپنی اولاد کی تربیت کریں اور ان کی غلطیوں کی مناسب رنگ میں نشاندہی کریں تاکہ وہ سبق سیکھیں اور سچی قربانی کرنے والے ہوں۔

حضرت مصلح موعودؓ کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو اپنی

والدہ سے شکوہ پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن حضورؓ یہ بھی جانتے تھے کہ اصل میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو اپنی بیٹی سے کس قدر محبت ہے۔ اس بات کا اظہار حضورؓ نے صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کے نام اپنے ایک خط میں ان الفاظ میں فرمایا کہ

"پیاری متین سلمك الله تعالیٰ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

تمہارا خط ملا۔ تم نے لکھا ہے کہ تمہارا دل وہاں لگ گیا ہے۔ اور یہاں ہمارا یہ حال ہے کہ تمہارے جانے کے بعد ہر روز دل زیادہ اداس ہوتا جاتا ہے۔ تمہاری اماں جن کی نسبت تم سمجھا کرتی تھیں کہ تم سے محبت نہیں کرتیں وہ سارا دن شکایت کرتی رہتی ہے کہ متین کے چلے جانے کی وجہ سے دل اداس رہتا ہے۔ سو اب بتاؤ کہ تم ہم سے محبت کرتی ہو جس کا دل لگ گیا ہے یا ہم تم سے محبت کرتے ہیں جن کا دل تمہاری وجہ سے اداس رہتا ہے"۔

حضرت مصلح موعودؓ کے اس خط کا عکس صاحبزادی امۃ المتین نے جماعت احمدیہ راولپنڈی کے خلافت جوبلی 2008ء کے سووینیئر میں شائع بھی کروادیا تھا۔ (کچھ یادیں کچھ باتیں۔ سووینیئر خلافت جوبلی 2008ء جماعت احمدیہ راولپنڈی صفحہ 150)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اپنے داماد سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کا بے انتہا خیال رکھتی تھیں اور ان کے واقفِ زندگی اور صاحبِ علم ہونے کی بہت قدر کرتیں۔ علاوہ داماد ہونے کے وہ آپ کے چچازاد بھائی بھی تھے اور اس دوہرے رشتہ کی وجہ سے دوہری محبت کے حق دار۔ آپ اُن سے بیٹوں کی طرح محبانہ سلوک کرتی تھیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے آپ کو اُن سے صرف اس بات پر شکوہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ آپ کے دنیاوی امور (از قسم معاملات جائیداد وغیرہ) میں مدد نہیں کرتے تھے اور وہ اپنی طبیعت کی وجہ سے مجبور تھے۔ ان امور سے انہیں نہ اب کوئی رغبت ہے اور نہ پہلے تھی۔ اس کے علاوہ ہمیشہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کے درمیان باہمی محبت، پیار اور احترام کا تعلق قائم رہا۔ آپ اپنے داماد کی ہر قسم کی ضروریات کا پورا خیال رکھتی تھیں۔ وہ بھی آپ کی خدمت پر کمربستہ رہتے تھے اور بیماری یا آپریشن کے وقت ہمہ وقت خدمت میں مصروف رہتے۔ آپ کی آخری بیماری میں انہوں نے کماحقہٗ آپ کی خدمت کی توفیق

پائی۔فالحمد للہ علی ذالك

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ ہمہ وقت اپنی اولاد کی خدمت میں لگی رہتی تھیں۔ آپ اپنی اولاد کے لیے اپنا وقت، اپنی جان اور اپنا مال قربان کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتی تھیں۔ساتھ کے ساتھ ان کی دینی و دنیوی تعلیم و تربیت میں بھی کوشاں رہتیں۔ان کی ضرورتیں اور خواہشات پوری کرنے کی کوشش کرتیں۔ان کے لیے سویٹر یا ٹوپی وغیرہ بُن کر تحفہ دیتیں اور ان کی خاطر مدارات میں لگی رہتیں۔ان کے لیے ان کی پسند کے تحائف دیتیں۔ان کی پسند کے کھانے بنواتیں۔ان کی تعلیمی سرگرمیوں میں نہ صرف دلچسپی لیتیں بلکہ خود بھی انہیں مختلف مضامین پڑھاتی رہیں۔الغرض، یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو صرف شکرگزاری اور احسان مندی کے جذبات اور احساسات کے ساتھ یاد اور بیان کیا جاسکتا ہے۔

آپ کے اپنے اولاد پر اس قدر احسان ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔اپنے نواسوں اور نواسی کی پیدائش سے لے کر ان کی شادیوں تک آپ ان پر احسان کرتی رہیں بلکہ ان کی اولاد کے ساتھ بھی بے حد شفقت کرتی تھیں۔اور ان کی خدمت پر کمربستہ رہتیں۔ آپ کے تین نواسوں کی بیویاں شادی کے بعد آپ کے ساتھ رہیں۔اس عرصہ میں ان کے خاوند اپنے کاموں کی وجہ سے ربوہ سے باہر تھے۔ آپ ان کا بے حد خیال رکھتیں اور ہر طرح ان کی دلداری کرتیں۔

آپ اپنی اگلی نسل کے سسرالی رشتہ داروں سے بھی بے حد عزت اور احترام سے پیش آتیں اور ان کی مہمان نوازی کا خاص خیال رکھتیں گو وہ پہلے بھی آپ کے رشتہ دار تھے۔لیکن اس پہلو سے دوہرے احترام اور دوہری خدمت کے حق دار تھے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی اپنی اولاد سے توقع اور امید تھی کہ وہ ذوق و شوق سے خدمتِ دین کریں گے، حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی سے بھی غافل نہ ہوں گے اور باکردار احمدی بنیں گے۔اللہ کرے کہ آپ کی اولاد آپ کی توقعات اور امیدوں پر پورا اترنے والی ہو۔ آمین

آپ اپنی زندگی میں اپنی اولاد کے لیے ایک شجرِ سایہ دار ہی نہ تھیں بلکہ صندل کا ایک گھنا جنگل تھیں جو آپ کی وفات کے بعد بھی اپنی خوشبو سے انہیں معطر کر رہا ہے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اپنی اولاد کے لیے ہر دم دعا گو رہتیں اور خلفاء احمدیت کو بھی نہایت عاجزی سے اُن کے لیے دعاؤں کی درخواست کیا کرتیں۔ سچ تو یہ کہ اگر آپ کی اولاد اپنے آپ کو اُن دعاؤں کا حق دار بنادے تو اللہ کے فضل سے وہ دین و دنیا میں بے انتہا ترقی کر سکتے ہیں۔

آپ کی اولاد کبھی آپ کے احسانات کا بدلہ نہیں اتار سکتی۔ اُن پر فرض ہے کہ وہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے لیے ہمیشہ دعائیں کرتی رہے۔ اُن کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی کوشش کرے اور اُن کے بابرکت ذکر کو اگلی نسلوں میں بھی جاری رکھے۔ اللہ اُن کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعا ہے کہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی اپنی اولاد کے حق میں ساری دعائیں مقبول ہوں اور ہر آن حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے روحانی مدارج بلند ہوتے رہیں۔ آمین ثم آمین۔

باب چہار دہم (14)

آپ کا تعلق باللہ اور انفاق فی سبیل اللہ

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی بچپن سے تربیت ایک ایسے باپ کے زیرِ سایہ ہوئی جس کے سر کا تاج عشقِ الٰہی تھا اور جو ہر وقت اِسی عشق میں سرشار رہتا تھا۔ حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی زندگی میں ہونے والے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے واقعہ سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کی زندگی کا مقصد صرف خدا کی رضا کا حصول تھا۔ بقول شاعر

ہمارا ایک ہی تو مدّعا تھا
ہمارا اور کوئی مدّعا نئیں

اس کے بعد آپ کی شادی حضرت مصلح موعودؓ سے ہوگئی جس کا کام ہی یہ تھا کہ عشقِ الٰہی دوسروں کے دلوں میں بھی پیدا کرنا ہے۔ اس کے بارہ میں خود خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ

كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

اس کا آنا گویا خدا کا خود آسمان سے نازل ہونا ہے

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 96)

ایسے پاکباز وجودوں کی تربیت اور دعاؤں کا اثر آپ پر بھی خوب نظر آتا ہے اور آپ کا وجود بھی صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (البقرہ:139) کا مصداق نظر آتا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے معاملہ میں آپ اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتیں اور اللہ تعالیٰ کی غیرت رکھتیں۔ اپنے قریبی عزیزوں کی کسی ایسی غلطی پر جو آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف ہوتی صرف اس لیے نظر انداز نہ کرتی تھیں کہ وہ قریبی عزیز ہیں۔ اگر آپ سمجھتیں کہ کوئی بات اسلام احمدیت کی تعلیم یا خاندان کی روایات کے خلاف ہے تو بے دھڑک اس کا اظہار کیا کرتی تھیں۔ اگر تربیت کے نکتۂ نظر سے چشم پوشی کرنا ضروری سمجھتیں تو وہ ضرور چشم پوشی کرتیں۔

آپ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح کہنے کی ہمت اور جرأت رکھتیں۔ یہ نہیں کہ بچہ ہے غلطی ہو گئی ہے کوئی بات نہیں۔ یہ بالکل آپ کا طریق نہیں تھا۔ یہ ہمت اور جرأت اُسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب انسان کا اپنے خالق کے ساتھ ایسا زندہ تعلق ہو کہ کسی اور کی رضا کی پرواہ نہ ہو۔ لیکن اس کے مقابلہ پر اگر کوئی آپ کی ذات یا آپ کی اولاد کو کچھ کہہ دیتا یا بے جا طور پر نشانہ بناتا تو اکثر خاموش رہتی تھیں۔ ایسے بہت سے واقعات ہیں لیکن ان کے بیان کی ضرورت نہیں۔

آپ کا توکّل علَی اللہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ توکّل علَی اللہ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ عمر بھر کے تجربہ اور معرفت میں ترقی کے بعد ایسا مقام حاصل ہوتا ہے۔ یہاں جو واقعہ خاکسار بیان کرنے لگا ہے وہ بالکل آپ کی نوجوانی کا ہے اور آپ کی شادی کو ایک سال کے قریب ہی ہوا تھا۔ آپ اٹھارہ (18) سال کے قریب ہوں گی اور آپ "امید" سے تھیں۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

"ایک منشی صاحب تھے، ان کی اہلیہ امی (یعنی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ) سے میری پیدائش سے کچھ عرصہ قبل ملنے آئیں۔ وہاں اور خواتین بھی موجود تھیں۔ منشی صاحب کی اہلیہ نے امی سے کہا کہ جو بھی آپ کا بچہ ہوگا اس کے پہنے ہوئے کپڑے مجھے دینے ہیں۔ اس پر امی نے کہا کہ پرانے کپڑے کیوں دوں؟ میں تو نئے کپڑے دوں گی۔ لیکن وہ خاتون اصرار کرتی رہیں کہ بچہ کے پہنے ہوئے کپڑے ہی دینے ہیں۔

اس خاتون کے جانے کے بعد ایک عورت نے امی کو بتایا کہ مشہور ہے کہ اگر کسی عورت کا بچہ مر جائے اور پھر بچہ ہونے والا ہو اور وہ کسی دوسرے بچہ کی اترن یعنی پہنا ہوا کپڑا اپنے تو وہ بچہ زندہ رہتا ہے اور جس کی اترن ہو وہ مر جاتا ہے۔

یہ بات سن کر امی نے کہا کہ اب تو میں ضرور اترن ہی دوں گی۔ مجھے اپنے خدا پر توکّل ہے۔ اگر میرے بچہ کی زندگی ہوئی تو زندہ رہ جائے گا اور اگر مرنا ہوا تو مر جائے گا"۔

اس واقعہ سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بالکل جوانی سے ہی توکّل علَی اللہ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔

نمازیں، ذکرِ الٰہی اور دعائیں

تعلق باللہ کا ایک ظاہری نشان عبادات میں شغف، انہماک اور باقاعدگی ہے۔ عبادات کے نتیجہ میں جو لذّت و سرور ملتا ہے وہ اس کا باطنی پہلو ہے جس سے صرف عبادت کرنے والا ہی واقف ہوتا ہے۔ اس لیے عبادتوں کے باطنی پہلو پر تبصرہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن عبادت کے ظاہری پہلوؤں کو بیان کیا جاسکتا ہے اور اسی پہلو کو مَیں یہاں بیان کرتا ہوں، **و باللہ التوفیق**

میں نے اپنے بچپن سے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو التزام سے نماز کی پابندی کرتے دیکھا۔ آپ ہمیشہ وقت پر نماز ادا کرتیں۔ بچپن سے میں نے آپ کو سجدوں میں روتے دیکھا اور لمبی نمازیں پڑھتے دیکھا خاص طور پر تہجد کی نماز میں انہماک اور خشوع و خضوع غیر معمولی ہوتا تھا۔ رمضان میں نمازِ تہجد میں خشوع و خضوع اور الحاح مزید بڑھ جاتا تھا۔ کئی کئی گھنٹے تہجد کی نماز میں مصروف رہتیں۔ تہجد میں آپ اونچی آواز میں بھی دعائیں کر لیا کرتی تھیں جو کمرے میں موجود دیگر افراد سن بھی لیا کرتے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ گویا اپنے کسی گہرے دوست سے کوئی بات کر رہی ہیں اور کوئی چیز مانگ رہی ہیں۔ آپ دعا کرتے ہوئے نہایت بے تکلف الفاظ میں اپنی مناجات خدا کے حضور پیش کیا کرتیں۔

جب تک آپ کی صحت اچھی رہی آپ اپنے ساتھ کام کرنے والی لڑکیوں کو ساتھ کھڑا کر کے نماز باجماعت ادا کر لیتی تھیں اور لجنہ اماء اللہ کے پروگراموں میں خواتین کی امامت کروانا مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

خواتین پر نمازِ جمعہ کی ادائیگی فرض نہیں ہے لیکن اس کے باوجود آپ نہایت پابندی سے نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے جایا کرتی تھیں۔ آپ کو نمازِ جمعہ پر مسجد اقصیٰ لے جانے کے لیے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ کی طرف سے گاڑی کا انتظام ہوتا تھا۔ اگر کسی وجہ سے دفتر کی گاڑی مہیا نہ ہوتی تو بالعموم مکرم پیر معین الدین صاحب آپ کو نمازِ جمعہ پر لے کر جاتے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔ اپنے بیرونِ ملک سفروں میں آپ کی کوشش ہوتی کہ جمعہ کی نماز مسجد میں جا کر ادا کریں اور اس کے بعد احمدی خواتین سے ملاقات بھی کر لیں۔

مسجد اقصیٰ میں خواتین کے لیے دوسری منزل پر نماز پڑھنے کا انتظام ہوتا تھا۔ آرتھرائٹس کی تکلیف بڑھ جانے کی وجہ سے سیڑھیاں چڑھنا مشکل ہو گیا تب آپ نے نمازِ جمعہ پر جانا ترک کیا۔ اپنے بچپن میں مجھے آپ اپنے ساتھ نمازِ جمعہ پر لے کر جاتی تھیں۔ بیماری کے باوجود بھی کوئی خاص موقع ہوتا تو آپ تکلیف اٹھا کر بھی نمازِ جمعہ ادا کرنے جاتیں۔

نمازِ عید پر آپ ہمیشہ جایا کرتی تھیں۔

نمازوں کے علاوہ آپ ذکرِ الٰہی، دعاؤں اور درود کے ورد میں مشغول رہتیں۔ آپ نے مجھے بتایا تھا کہ میں قرآنی دعاؤں کو باقی سب دعاؤں پر فوقیت دیتی ہوں اور پھر دیگر دعائیں کرتی ہوں۔

آپ خاموشی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود وسلام پڑھتی رہتیں اور کبھی کبھار اس کا اظہار بھی ہو جاتا۔

مجھے آپ نے کئی دفعہ یہ بتایا کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا بہت کرتی ہوں

یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

آپ بعض اوقات مخصوص دعائیں لکھ لیتیں اور اُن کا ورد کرتی رہتیں۔ ایک کاغذ پر آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی مندرجہ ذیل دعائیں ملی ہیں۔

1۔ اے ہمارے ربّ ہمیں صبر عطا کر اور ہمارے قدموں کو مضبوط فرما اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔

2۔ اے اللہ تعالیٰ ہم کرتے ہیں تجھے مقابلہ میں ان کافروں کے اور پناہ مانگتے ہیں تیری ان کی شرارتوں سے۔

3۔ میں بخشش مانگتی ہوں اللہ سے جو میرا رب ہے ہر گناہ سے اور اسی کی طرف جھکتی ہوں۔

4۔ پاک ہے اللہ اپنی تعریفوں کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ بڑی عظمتوں والا۔ اے میرے اللہ تو محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر خاص فضل فرما۔

آپ نے مندرجہ ذیل دعائیں اپنے ایک قرآنِ کریم میں لکھی ہوئی تھیں۔

1۔رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

2۔رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ

3۔سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ

4۔رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ۔وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ

5۔رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

6۔رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ۔اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ

7۔رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

8۔رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ

9۔رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ

10۔رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ

آپ کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہے جنہیں دعا پر کامل یقین تھا۔خود بھی دعائیں کرتیں اور دوسروں کو بھی دعا کے لیے کہتیں۔جماعت اور مختلف جماعتی ادارہ جات کے لیے دعائیں کرتیں۔ایک دوست نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں ملاقات کے لیے آیا اور دعا کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا کہ جامعہ کے طلبا کے لیے تو میں ہمیشہ دعا کرتی ہوں۔سلسلہ کے لیے قربانی کرنے والوں، خصوصاً شہدا اور اسیرانِ راہِ مولا کے لیے بہت دعائیں کرتیں اور ان کے لیے بے حد فکر مند رہتیں۔

احمدی خواتین و احبابِ آپ کو دعا کے لیے کہتے تو بہت باقاعدگی سے ان کے لیے دعا کرتیں۔بعض مرتبہ لوگ اپنے مکان کی بنیادی اینٹ آپ کو دعا کے لیے دیتے تو اس اینٹ کو اپنے بدن پر رکھ کر مکان کے بابرکت ہونے کے لیے دعا کرتیں۔بعض مرتبہ افرادِ جماعت کوئی کھانے کی

چیز آپ کو لا کر دیتے کہ اس پر دعا کر دیں کیونکہ ہمارا بچہ یا کوئی اور عزیز بیمار ہے تو آپ بہت انہماک سے ان کے لیے دعا کرتیں۔ بچے امتحان سے پہلے دعا کروانے کے لیے قلم دیتے یا بعض کی طرف سے اپنی انگوٹھی دعا کروانے کے لیے دی جاتی اور آپ ان کی خواہش پوری کرتیں۔ اسی طرح لوگوں کے کہنے پر اُن کے لیے استخارہ بھی کرتیں اور جماعت کی طرف سے بھی مخصوص حالات کے پیشِ نظر آپ کو استخارہ کے لیے کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو قبول فرمائے اور ہمیشہ ان کے نیک ثمرات جاری رکھے۔ آمین

ہمیشہ اپنے انجام بخیر کے لیے دعا کرتیں اور بزرگان سلسلہ کو دعا کے لیے کہتی رہتیں۔ میرے بچپن کا ایک واقعہ میرے ذہن پر اچھی طرح نقش ہے۔ غالباً جلسہ سالانہ کی تیاری کے سلسلہ میں مولانا عبد المالک خان صاحب آپ کو کسی جگہ کے معائنہ کے لیے کار میں لے کر گئے۔ یہ خلافتِ ثالثہ کی بات ہے۔ آپ نے مجھے بھی ساتھ لے لیا۔ معائنہ کے بعد آپ نے بہت درد سے مولانا عبد المالک خان صاحب سے کہا کہ "میرے انجام بخیر کے لیے دعا کریں"۔ آپ کا یہ فقرہ کبھی میرے ذہن سے نہیں نکلا۔

روزے

روزہ اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ آپ روزوں کی بہت پابند تھیں۔ رمضان کے روزے تو بہت ہی اہتمام سے رکھتی تھیں۔ اگر رمضان سے قبل بیماری ہوتیں تو آپ کو بہت فکر ہوتی کہ روزے کیسے رکھوں گی اور ڈاکٹر کو قائل کرنے کی کوشش کرتیں کہ آپ بالکل صحت مند ہیں اور روزے رکھ سکتی ہیں۔

آپ کے مثانے کی ساخت ایسی تھی کہ اُس میں بیکٹیریا کو پنپنے کا موقعہ بآسانی مل جاتا تھا اور بہت جلد انفیکشن ہو جاتی تھی۔ شدید گرمی میں روزے رکھنے سے یہ اندیشہ رہتا تھا کہ آپ کے مثانے میں انفیکشن ہو جائے گی اس لیے گرمیوں کے رمضان میں ایسا ہونے کا خطرہ رہتا تھا۔

جب بھی آپ کی طبّی حالت کی وجہ سے آپ کے معالجین آپ کو روزہ رکھنے سے منع کرتے تو آپ کو بہت برا محسوس ہوتا۔ ایسی صورتحال کئی مرتبہ پیش آئی۔ آپ کی کوشش ہوتی کہ جلد صحت

یاب ہو کر رمضان کے روزے رکھیں۔

1984ء میں آپ بیمار ہوئیں اور ڈاکٹروں نے آپ کو روزے رکھنے سے منع کیا جس کا ذکر آپ نے اپنے خط میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے کیا۔

21جون1984ء کو حضورؒ نے آپ کو جواب تحریر فرمایا کہ

"اچھا کیا جو ڈاکٹر نے آپ کو زبردستی روزے رکھنے سے منع کر دیا۔ مجھے یہی فکر تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت والی خوشیوں سے معمور خدمتِ دین سے منوّر لمبی زندگی عطا فرمائے۔ اور جلد ہمارے مل بیٹھنے کا سامان فرمائے"۔

آپ کو یہ بیماری بار بار ہو جاتی تھی۔

25اپریل1988ء کو آپ نے مجھے خط میں لکھا کہ

"مَیں نے چھ روزے تو ٹھیک رکھے۔ چھٹے روزے کی شام درس ختم کیا تھا کہ یکدم مثانہ میں درد اور تشنج کی کیفیت شروع ہو گئی۔ روزہ کھول کر دوائی پی۔ مبشر (مکرم ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب) کو بلایا۔ انہوں نے کہا اس وقت تو Bralgin کھالیں۔ پانی ہر آدھے گھنٹہ بعد ایک گلاس پئیں اور صبح ٹیسٹ کروائیں۔ ٹیسٹ میں پیشاب میں pus بہت زیادہ نکلی ہے۔ روزہ سے منع کر دیا ہے۔ دوائیاں کھا رہی ہوں۔ دعا کرو ٹھیک ہو جاؤں تو کم از کم آخری عشرہ رکھ سکوں۔ درد کو تو آرام ہے۔ مگر پیشاب صاف ہوتے وقت لگے گا"۔

آپ کا رمضان

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے بارہ میں بہت تاکیدی احکامات نازل فرمائے ہیں۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ رمضان بہت اہتمام سے گزارتیں۔

سحری کا کھانے کا مناسب انتظام کرواتی تھیں۔ اپنے بچپن میں مجھے یاد ہے کہ رمضان کے دوران آپ کے خانساماں مکرم غلام محمد صاحب آپ کے گھر میں ہی سویا کرتے تھے تاکہ وقت پر سحری تیار کر سکیں۔ اُن کی وفات کے بعد مکرمہ آپا فاطمہ صاحبہ کے سپرد کھانا پکانے کی ذمہ داری ہوئی جو حضرت مصلح موعودؓ اور آپ کی بہت پرانی خادمہ تھیں۔

رمضان میں آپ عام دنوں کے مقابلہ میں بہت جلدی جاگ جاتیں اور لمبی نمازِ تہجد ادا کرتیں۔ خاص طور پر سردیوں میں کئی گھنٹے تک نمازِ تہجد ادا کرتیں۔

نوافل میں وقفہ کے دوران آپ بچوں کو نمازِ تہجد اور سحری کے لیے جگاتیں۔ آپ نہایت سکون سے سحری کرتیں اور آپ کو سحری کرتے دیکھ کر یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ آپ کو کوئی جلدی ہے۔

جب تک صحت نے اجازت دی آپ رمضان میں نمازِ فجر باقاعدگی سے مسجد مبارک میں ادا کرتیں اور نماز کے بعد درسِ حدیث میں شامل ہوتیں۔ درس کے بعد اگر کار مہیا ہوتی اور آپ کی صحت اجازت دیتی تو آپ کبھی کبھی دعا کے لیے بہشتی مقبرہ بھی جایا کرتی تھیں۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد آپ کی روزانہ کی روٹین شروع ہو جاتی۔ لجنہ اماء اللہ کے دفتر جانے یا گھر میں ڈاک دیکھنے سے پہلے آپ تلاوتِ قرآنِ کریم کیا کرتیں۔ دن میں لجنہ اماء اللہ کے کام جاری رہتے اور آپ اپنی ذاتی کام بھی کرتی رہتیں اور جب کام سے فارغ ہوتیں تو قرآنِ کریم اٹھا لیتیں اور تلاوت شروع کر دیتیں۔

رمضان المبارک میں تلاوت دن کے مختلف حصوں میں کرتی رہتیں۔ آپ نہایت خوبصورت آواز میں گنگناتے ہوئے قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کرتی تھیں۔ آپ کی یہ خوبصورت آواز اب بھی مجھے یاد ہے۔ ایک چھوٹا قرآنِ کریم جو حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو تحفہ میں دیا تھا اس سے آپ تلاوت کیا کرتی تھیں۔

1984ء کے آرڈیننس سے پہلے تک مسجد مبارک میں درس القرآن میں خواتین کی شمولیت کا انتظام ہوتا تھا۔ اس درس میں آپ بہت باقاعدگی سے شامل ہوتی تھیں۔ خلافتِ ثالثہ میں یہ درس ظہر کی نماز کے بعد ہوا کرتا تھا۔ آپ ظہر کی نماز گھر میں ادا کر کے اور دیگر ضروری کاموں سے فارغ ہو کر درس سننے کے لیے مسجد چلی جاتیں اور نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد گھر واپس آتیں۔ خلافتِ رابعہ میں درس کا وقت نمازِ عصر کے بعد کر دیا گیا تھا۔

درس سے استفادہ کے لیے تفسیرِ صغیر اور پین ساتھ لے کر جاتیں۔ اہم تفسیری نکات تفسیرِ صغیر میں لگوائے ہوئے اضافی صفحات پر نوٹ کرتی جاتیں۔ معتکفات سے بھی ملاقات کرتیں۔

1984ء سے رمضان المبارک میں محلّہ کی خواتین کو درس القرآن دینے کی ذمہ داری آپ کو سونپی گئی۔ رمضان کی دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ درس کی تیاری اور ادائیگی بھی آپ بہت

محنت سے کرتی رہیں۔ رمضان کے آخر پر درس میں شامل ہونے والی خواتین کے ساتھ مل کر دعا کرتیں۔ آپ کی ایک ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ تقریباً چار سے چھ رکوع کا درس دیا کرتی تھیں۔

مغرب سے کچھ عرصہ قبل افطاری کی تیاری کا جائزہ لیتیں۔ کبھی کبھار خود بھی کوئی چیز تیار کر لیتیں اور باقی سارا وقت دعا اور تلاوتِ قرآنِ کریم میں صَرف کرتیں۔ افطاری کے وقت ہم بچے روزہ کھول کر نڈھال پڑے ہوتے تھے لیکن آپ اسی طرح کاموں میں مصروف رہتیں۔ بعض گھروں میں یہ رواج ہے کہ افطاری اور رات کا کھانا الگ الگ ہوتا ہے۔ لیکن آپ کا یہ طریق نہیں تھا۔ بلکہ افطاری کے ساتھ ہی رات کا کھانا کھایا جاتا اور بے تکلف باتیں ہوتیں۔ اور بزرگانِ خاندان و سلسلہ کے رمضان سے متعلق باتیں بھی ہوتیں۔

ایسی ہی ایک افطاری کے دوران آپ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی قبولیتِ دعا اور تعلق باللہ کا واقعہ بیان کیا۔ یہ واقعہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے الفاظ میں ہی پیش ہے۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ

"رمضان المبارک کے شروع ہونے سے پہلے مَیں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اے خدا تو میرے روزوں کو قبول فرما اور میرا جو روزہ مقبول ہو جائے اس کی قبولیت کا ظاہری نشان یہ ظاہر فرما کہ اس کی افطاری مَیں خود نہ کروں بلکہ باہر سے میرے لیے افطاری کا سامان آئے۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ پورے تیس روزوں کی افطاری مجھے باہر سے آئی اور اس طرح خدا تعالیٰ نے اپنی قطعی شہادت سے میری دعا کو قبول فرما کر میرے تمام روزوں کو قبول فرما لیا۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، دسمبر 1963ء- جنوری 1964ء صفحہ 19)

یہ واقعہ سناتے ہوئے آپ کے چہرے کی مسکراہٹ مجھے آج تک یاد ہے۔ ایک سے زیادہ رمضان میں یہ روایت آپ نے مجھے سنائی تھی۔ اس واقعہ کا بیان رمضان کے اصل مقصد یعنی دعاؤں اور عبادات کی طرف توجہ دلانا اور ان بزرگوں کا ذکرِ خیر کرنا ہوتا تھا۔

بچے تو افطاری کے بعد نمازِ مغرب مسجد میں پڑھنے جاتے لیکن آپ نمازِ مغرب اور نمازِ عشا اپنے اپنے وقت پر گھر میں ہی ادا کرتی تھیں۔ عشا کی نماز کے بعد آپ کچھ مطالعہ بھی کر لیتیں اور رات

کو جلد آرام کے لیے لیٹ جاتی تھیں تا کہ تہجد کے لیے بآسانی جاگ سکیں۔ اگر دن میں کسی وجہ سے آپ نے اپنے حساب سے کم تلاوتِ قرآنِ کریم کی ہوتی تو اُس وقت آپ تلاوت بھی کر لیا کرتی تھیں۔

رمضان المبارک کی اہمیت کے پیشِ نظر آپ اپنے متفرق اشغال اور سماجی زندگی (سوشل لائف) کو تقریباً بالکل ختم کر دیتی تھیں تا کہ ذکرِ الٰہی میں وقت صَرف کر سکیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنّتِ مبارکہ تھی کہ رمضان میں انفاق فی سبیل اللہ بہت بڑھ کر فرمایا کرتے تھے۔ آپ بھی اس سنّت پر عمل کرتے ہوئے صدقات ادا کرتیں۔ فطرانہ اور عید فنڈ میں ادائیگی رمضان کے شروع میں ہی کر دیتیں اور گھر کے خدام کی طرف سے بھی ادائیگی آپ خود کرتیں۔

رمضان کی اہمیت کے پیشِ نظر آپ ہمیشہ یہ نصیحت کیا کرتی تھیں کہ جن کے روزے نہیں ہیں انہیں چاہیے کہ وہ روزہ داروں کے سامنے کھانا نہ کھائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس بارہ میں بہت حساس تھے اور اس کی بہت پابندی کروایا کرتے تھے۔ آپ بتاتی تھیں کہ بیماری کی وجہ سے حضورؓ اگر روزہ سے نہ ہوتے تو بھی حضورؓ کا کھانا ہمیشہ کپڑے سے ڈھک کر لے جایا جاتا تھا اور حضورؓ کھلے عام کھانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ یہ رمضان کے ادب اور احترام کے پیشِ نظر ہوا کرتا تھا۔

رمضان میں لیلۃ القدر کا ذکر بھی ہوتا تھا۔ 1990ء کے رمضان کی بات ہے لیلۃ القدر کے بارہ میں قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں۔ آپ نے کہا کہ کل کی رات (یعنی انتیس رمضان کی رات) لیلۃ القدر تھی۔ اس کی وجہ آپ نے یہ بتائی کہ ساری رات میری طبیعت میں عجیب قسم کا سکون تھا۔

رمضان کے شروع سے ہی عید پر بننے والے میٹھے "شیر خورما" کی تیاری شروع کر دیتی تھیں۔ یہ دلّی کا ایک روایتی میٹھا ہے جو خشک میوہ جات، چھوارے، سوّیوں اور دودھ سے بنتا ہے۔ اور اس کو "کاڑھ" کر بنایا جاتا ہے۔ رمضان کے ابتدائی ایام سے ہی میوہ جات کو کُترنے کا کام آپ خود کیا کرتیں تا کہ عید سے ایک رات قبل "شیر خورما" تیار کر سکیں۔

آپ کے رمضان کے ذکر کو آپ کے اعتکاف کرنے کے ذکر پر ختم کرتا ہوں۔

حضرت مصلح موعودؓ کے وصال کے بعد ایک رمضان میں آپ نے مسجد مبارک ربوہ میں

اعتکاف کیا تھا۔اس اعتکاف میں آپ نے کیا مناجات کی ہوں گی اور کیسے اپنے مولا کے حضور تڑپی ہوں گی اس کی تفصیل کو تو علم نہیں لیکن یہاں صرف ایک مختصر خط کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو دورانِ اعتکاف آپ کو موصول ہوا۔

آپ کے اعتکاف کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو ایک نہایت مختصر خط تحریر فرمایا۔ حضورؒ نے جس انداز میں آپ کو دعا کے لیے کہا وہ حضورؒ کی سیرت پر بھی عجیب رنگ میں روشنی ڈالتا ہے۔ حضورؒ کے دل میں آپ کے لیے جو احترام تھا وہ بھی اس خط سے چھلک رہا ہے۔

حضورؒ نے آپ کو اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا کہ

"محترمہ مکرمہ آپا صدیقہ صاحبہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ آپ کی سب دعائیں قبول فرمائے۔اس حقیر الفقیر الی اللہ کو دعاؤں میں یاد رکھیں"۔

یہ خط ملنے پر آپ کے جذبات کیا ہوں گے اُن کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔

آپ کی عیدین

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو خوشی کے تہواروں کے طور پر منانے کا حکم دیا ہے۔جماعت احمدیہ میں یہ دونوں تہوار نہایت خوشی اور جوش و خروش سے منائے جاتے ہیں بلکہ اُس حقیقی ادراک کے ساتھ منائے جاتے ہیں جو ان تہواروں کا حق ہے۔

عید کے دن ناشتہ میں آپ کا تیار کردہ "شیر خورما" سب افرادِ خانہ کی توجہ کا مرکز ہوتا۔ کبھی کبھار آپ اپنا تیار کردہ "شیر خورما" کسی عزیز کے گھر بھی بھجواتیں۔اور کبھی کبھار آپ کو کوئی عزیز "شیر خورما" تحفہ میں بھجوا دیتے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ مسجد اقصیٰ میں عید کی ادائیگی کے بعد دعا کے لیے بہشتی مقبرہ جاتیں۔اگر حضرت خلیفۃ المسیح ربوہ میں ہوتے تو حضور سے عید ملنے کے لیے حاضر ہوتیں۔اس کے بعد آپ اپنے گھر آجاتیں اور عزیزان کی بڑی تعداد آپ سے عید ملنے آپ کے گھر آتی۔آپ

سب کی مہمان نوازی اور تواضع میں مصروف رہتیں۔ سب عزیز آپ کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوتے اور آپ سب سے مل کر خوش ہوتیں۔ خوشگوار مجلس لگتی۔ عید الفطر پر بچوں میں عیدی تقسیم کرتیں۔ عموماً عیدی کے لفافے آپ پہلے ہی تیار کر لیتی تھیں اور عیدی کے لفافوں پر نام خود لکھتیں۔ ممکن ہے اب بھی شاید کسی کے پاس آپ کے ہاتھ سے تیار کردہ عیدی کے لفافے محفوظ ہوں۔ خاندان کے بچوں کو عیدی دے کر بے حد خوشی محسوس کرتیں اور بچے تو عیدی وصول کر کے بہت خوش ہوتے ہی تھے۔

عیدین پر آپ کے گھر کی خاص مہمان نوازی "آلو کی ترکاری" اور "کچوریوں" سے ہوتی تھی۔ آپ کے گھر میں جو کچوری بنا کرتی تھی وہ "پُوری" کی طرح ہوتی تھی۔ لیکن یہ آٹے اور میدے دونوں کو ملا کر بنائی جاتی تھیں جبکہ پُوریاں صرف میدے سے بنتی ہیں اور برصغیر ہندوپاک میں بہت شوق سے کھائی جاتی ہیں۔ گرمیوں میں بوتلیں (کولڈ ڈرنکس) بھی پیش کرتیں اور "شیر خورما" بھی پیش کیا جاتا تھا۔

ظہر کی نماز تک ملنے کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ نمازِ ظہر کے بعد عید کے دن دوپہر کے کھانے پر آپ کے بہن بھائی اور ان کو بچے مدعو ہوتے تھے۔ شام کو بھی کسی نہ کسی کے گھر ملنے جاتیں یا تھکاوٹ کی صورت میں گھر میں آرام کرتیں۔

جب تک آپ کی صحت اچھی رہی آپ باقاعدگی سے شوّال کے روزے بھی رکھتی تھیں اس لیے عید الفطر کے بعد بھی آپ کا معمول رمضان والا ہی رہتا تھا۔

عید الاضحیٰ بھی اسی طرح منائی جاتی سوائے اس کے کہ نمازِ عید کے فوراً بعد آپ اپنے گھر میں قربانی کرواتیں اور اس بات کو پسند کرتیں کہ بچوں میں سے کوئی خود جا کر جانور کو ذبح کرے۔ متعدد مرتبہ مجھے آپ کی قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کا موقع ملا۔ آپ کا طریق یہ تھا کہ جن گھروں میں گوشت بھجوانا ہوتا ان کی فہرست آپ پہلے ہی تیار کر لیتی تھیں۔ گھر میں استعمال کے لیے بہت ہی کم حصہ گوشت کا رکھتی تھیں۔ باقی سب حصہ غرباء اور تعلق داروں میں تقسیم کروا دیتیں۔

قربانی آپ عید کے پہلے دن کیا کرتی تھیں۔ ایک سال (یہ 1980ء یا اس سے پہلے کی بات ہے) آپ نے اِس خیال سے کہ عید والے دن بہت کام ہوتا ہے عید کے دوسرے دن قربانی کا فیصلہ

کیا۔ عین دوپہر کے وقت ایک صاحب آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمیشہ آپ کی طرف سے بھجوائے ہوئے گوشت سے ہمارے گھر میں دوپہر کا کھانا پکتا ہے۔ اس دفعہ شاید آپ گوشت بھجوانا بھول گئی تھیں اس لیے میں خود آگیا ہوں۔ یہ سننے پر آپ نے بہت ندامت محسوس کی اور اور ان صاحب سے بہت معذرت کی کہ اس سال قربانی پہلے دن نہیں کروائی اس لیے گوشت نہیں بھجوایا۔ مجھے وہ عید کا دن کبھی نہیں بھول سکتا کیونکہ آپ نے ان صاحب کی تکلیف کو بہت محسوس کیا تھا۔ اُس کے بعد ہمیشہ عید کے پہلے دن ہی قربانی کرواتی رہیں۔

خلیفۂ وقت کی طرف سے عید مبارک کا تحفہ

عید ایک مذہبی تہوار ہے اور مسلمانوں میں آپس میں ایک دوسرے کو "عید مبارک" کہنا بطور دعا ہے، بطور رسم کے نہیں ہے۔ اور احمدیوں کے لیے اس سے بڑھ کر کون سی خوشی ہو سکتی ہے کہ خلیفۂ وقت کی طرف سے یہ دعا کا تحفہ ملے۔

جب خلیفۂ وقت ربوہ میں ہوتے تو آپ باقاعدگی سے حضور سے عید ملنے جایا کرتی تھیں۔ جب آپ قصرِ خلافت کی ہمسائیگی میں رہتی تھیں تو بعض مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ظہر کی نماز کے بعد آپ سے عید ملنے تشریف لایا کرتے تھے اور کبھی آپ کو عید کا تحفہ بھی بھجواتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک مرتبہ عید کے تحفہ کے ساتھ اپنے دستِ مبارک سے خط بھی تحریر فرمایا۔ اس میں حضورؒ نے تحریر فرمایا کہ

"محترمہ مخدومہ آپا صدیقہ صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عید مبارک

دعا کی درخواست کے ساتھ"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بھی اسی طرح آپ کو عید مبارکباد کی دعا بھجواتے۔ 1984ء کی عید پاکستان کے احمدیوں کے لیے خوشی اور غم کے ایک ساتھ بہتے ہوئے دو دھاروں کی بہترین مثال تھی۔ اس موقع پر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو عید کا تحفہ بھیجا۔

28جون1984ء کو حضورؒ نے آپ کو تحریر فرمایا کہ

"آپ کا ایک بہت پیارا خط سامنے رکھ کر بیٹھا تھا کہ جواب شروع کرنے سے پہلے ہی آپ کی محبت بھری مہکتی ہوئی عیدی ملی۔ پردیس میں عیدی بھیجنے کا جو خیال آپ کو آیا یہ اُن خوشبوؤں سے ہزار گنا زیادہ معطّر اور دلربا ہے جو آپ نے مجھے بھجوائی ہیں۔ اس وقت جو میں چند حروف میں آپ کو شکریہ کے لکھ رہا ہوں میرا دل آپ کی اس محبت بھری ادا کی خوشبو میں بسا ہوا ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء"۔

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے والدین انفاق فی سبیل اللہ کے عادی بلکہ اس میں اعلیٰ درجہ کا نمونہ رکھتے تھے۔ آپ کی ابتدائی تربیت انہی کے زیرِ سایہ ہوئی تھی اور شادی کے بعد تو حضرت مصلح موعودؓ کی تربیت کے نتیجہ میں آپ میں مالی قربانی کا غیر معمولی جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔

آپ کو بفضلہٖ تعالیٰ تمام مالی تحریکات میں شمولیت کا موقع ملا۔ آپ 20نومبر 1936ء کو نظامِ وصیت میں شامل ہوئیں۔ آپ کا وصیت نمبر 4656 ہے۔ بوقتِ وصیت آپ نے اپنی جائیداد کی تفصیل میں حق مہر (ایک ہزار روپے) اور زیورات (کل مالیت ایک ہزار چار صد روپے) درج کیے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے ترکہ میں ملنے والی جائیداد پر آپ نے دسویں حصہ کے حساب سے حصہ جائیداد کی ادائیگی کی۔ ستمبر 1980ء میں آپ نے اپنی جائیداد پر شرحِ وصیت کو 1/9 (یعنی نواں حصہ) کر دیا اور مارچ 1982ء میں جائیداد پر شرحِ وصیت کو مزید بڑھا کر 1/7 (یعنی ساتواں حصہ) کر دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی قربانی ہے۔

جب آپ نے اپنی شرحِ وصیت کو بڑھایا تو آپ بہت فکر مند رہتی تھیں کہ جلد تشخیص ہو اور آپ ادائیگی کر سکیں۔ متعدد مرتبہ آپ نے مجھے بھی متعلقہ دفتر بھجوایا اور بعض دیگر افراد سے بھی اس سلسلہ میں مدد لیتی رہیں تا کہ تشخیصِ جائیداد کا کام جلد از جلد ہو اور آپ حصہ جائیداد ادا کر سکیں۔ تشخیص کی کارروائی کے مکمل ہونے کے بعد آپ نے بہت جلد حصہ جائیداد کی مکمل ادائیگی کر دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

آپ کو اپنی زمینوں سے جو بھی آمد ہوتی اس پر فوراً وصیت (حصہ آمد بشرح چندہ عام) اور چندہ جلسہ سالانہ ادا کرتیں۔ اس کے علاوہ آپ ہر ماہ ایک معین رقم حصہ آمد، صدقہ اور کفالت یتامیٰ میں ادا کرتی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے تحریکِ جدید کے سالِ نو کا اعلان ہوتے ہی آپ اسی دن اپنا چندہ خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کرتیں۔ تحریکِ جدید کے سالِ نو کا اعلان خطبۂ جمعہ میں کیا جاتا ہے۔ آپ نمازِ جمعہ کے فوراً بعد حضور کے گھر جا کر اپنا چندہ پیش کر دیتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے لندن تشریف لے جانے کے بعد اپنا چندہ وکالتِ مال تحریکِ جدید میں بھجوا دیا کرتی تھیں۔ آپ اپنے علاوہ حضرت اماں جانؓ، حضرت مصلح موعودؓ، اپنے والدین اور دیگر عزیزان کی طرف سے بھی چندہ تحریکِ جدید ادا کیا کرتی تھیں۔

وقفِ جدید کے سالِ نو کے موقع پر بھی آپ شروع سال میں ہی اپنے وعدہ کے ساتھ ادائیگی کر دیا کرتی تھیں۔ آپ اپنے علاوہ حضرت مصلح موعودؓ، اپنے والدین اور میری طرف سے بھی آخر تک چندہ وقفِ جدید ادا کرتی رہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلفاء احمدیت کی طرف سے ہونے والی تمام چھوٹی بڑی مالی تحریکات میں آپ باقاعدگی سے شامل ہوتیں۔ یہاں صرف نمونہ کے طور پر منتخب تحریکات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

مجلسِ شوریٰ 1945ء کے موقع پر "مینارۃ المسیح" کے لیے چندہ کی تحریک ہوئی اور اس تحریک میں آپ نے تین صد روپے پیش کیے۔ اُس وقت کے لحاظ سے یہ بڑی قربانی ہے۔ نیز حضرت مصلح موعودؓ کی جاری فرمودہ "تحریکِ وقفِ جائیداد" میں آپ نے ایک ہزار چار صد روپے پیش کیے جو آپ کے زیورات کی کل قیمت کے برابر تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف سے جاری فرمودہ مختلف تحریکات مثلاً فضلِ عمر فاونڈیشن، صد سالہ جوبلی و دیگر میں شامل ہوتیں۔ فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی تحریک میں حضرت فضلِ عمرؓ کی ازواج اور اولاد نے اجتماعی طور پر ایک لاکھ روپے کا وعدہ پیش کیا تھا۔ اس اجتماعی وعدہ میں شامل ہونے کے علاوہ آپ نے انفرادی طور پر بھی اس تحریک میں حصہ لیا۔

ایک بہت ہی خاص اور بابرکت تحریک کا ذکر کرنا مقصود ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1986ء میں فرمائی تھی یعنی قرآنِ کریم کے ترجمہ کے مکمل اخراجات اٹھانے کی تحریک۔ جلسہ سالانہ یوکے 1987ء میں حضورؒ نے اس تحریک کا اعادہ ان الفاظ میں فرمایا کہ

"مندرجہ ذیل زبانوں کے لیے ابھی تک کوئی وعدہ وصول نہیں ہوا۔ اگر کوئی خاندان یا کوئی افراد خدا کے فضل سے توفیق پائیں یا بعض جماعتیں تو ان کے لیے یہ دعوتِ عام ہے۔ کُرڈیا، ٹرکش، نارویجن، فانٹی، پشتو، پولش، تامل، ملاای، طوالو، چیک، مینڈے، کنڑی، گجراتی، پرتگیزی، سویڈش اور آسامی۔" (خطاب جلسہ سالانہ یوکے یکم اگست 1987ء صفحہ 60، غیر مطبوعہ)

حضور نے اپنے اِسی خطاب میں بتایا تھا کہ ایک ترجمہ کے اخراجات تخمینہ پچیس سے پینتیس ہزار پاؤنڈ ہے اور یہ رقم جلد ادا کرنا ہوگی تاکہ جماعتِ احمدیہ کے صد سالہ جشنِ تشکّر کے موقع پر ترجمۂ قرآن شائع کیا جا سکے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے جلسہ سالانہ یوکے میں شامل افرادِ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشورہ کے بعد اجتماعی طور پر ایک ترجمۂ قرآن کے اخراجات کی ادائیگی کا وعدہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ جماعت نے فیصلہ کیا کہ اس چندہ سے پولش زبان میں ترجمۂ قرآن شائع کیا جائے گا۔

یہ تحریک آپ سے منفرد قربانی کا تقاضا کر رہی تھی کیونکہ نہ صرف آپ نے خود اپنی طرف سے اس تحریک میں حصہ لینا تھا بلکہ دیگر افرادِ خاندان کو بھی اس میں شامل ہونے کی تحریک کرنی تھی۔ اُس وقت خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیسیوں انفرادی گھرانوں پر مشتمل تھا اور ایک بڑی تعداد ملک سے باہر تھی۔ ہر گھر سے رابطہ کر کے اس تحریک میں شامل ہونے کی تلقین کرنا آپ کے لیے چیلنج بن گیا تھا کیونکہ وقت بہت کم تھا۔

خود آپ نے اس تحریک میں ایک ہزار پاؤنڈ کا عطیہ پیش کیا۔ اور آپ پاکستان آکر آپ نے کام شروع کیا تو ایک عرصہ تک آپ کو جو بھی تحفہ ملتا اسی تحریک میں پیش کر دیتیں۔

جلسہ سالانہ یوکے سے واپسی پر آپ اس تحریک کو کامیاب کروانے میں جُت گئیں۔ تمام افرادِ خاندان کی فہرست بنائی اور ان سے رابطہ شروع کیا اور بار بار تلقین کرتی رہیں۔ آپ نے اپنی

ایک ڈائری میں اپنے ہاتھ سے تمام گھرانوں کے نام لکھ کر ان کی وعدوں اور ادائیگیوں کا اندارج کیا۔

شروع میں وصولیوں کی رفتار کم تھی جس سے آپ کو بہت پریشانی ہوتی تھی۔ آپ چند دنوں کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو دعا کے لیے لکھتیں اور خود بھی دعا کرتی رہیں۔ حضورؒ کی طرف سے آپ کی کوشش پر تبصرہ ہوتا، حوصلہ افزائی ہوتی اور دعائیں ہوتیں۔ حضورؒ کو بھی فکر تھی کہ بروقت ادائیگی ہو جائے۔

23 دسمبر 1987ء کو حضورؒ نے آپ کو تحریر فرمایا کہ

"جتنی رقم کے اب تک وعدے آئے ہیں کم سے کم مزید اتنی رقم کی ضرورت ہے۔ تب بات بنے گی۔ اس لیے کافی محنت اور صاحبِ حیثیت ممبرانِ خاندان کو مزید تحریک کی ضرورت ہے۔۔۔ بہرحال، کوشش کریں، اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے اور وعدہ پورا کرنے کی توفیق ملے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو"۔

اس خط کے آخر پر حضورؒ نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا کہ

"بہرحال، مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ حتّی المقدور ایفائے وعدہ کے لیے بہت کوشش کر رہی ہیں اور اب آثار پیدا ہو رہے ہیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ اس کی توفیق مل جائے گی"۔

اس وعدہ کی ادائیگی کے لیے آپ نے بہت کوشش کی۔ دعائیں کیں۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور ترجمۂ قرآن کے لیے مطلوبہ رقم پوری ہو گئی اور آپ سرخرو ہوئیں۔ فالحمد للہ علی ذالك

لجنہ اماء اللہ کے چندہ جات کی ادائیگی میں بھی آپ بہت باقاعدہ تھیں اور لجنہ کی طرف سے کی جانے والی تحریکات میں بھی آپ قربانی کر کے حصہ ڈالتی تھیں۔ ان میں چندہ تحریکِ خاص، اعانتِ خاص مصباح، چندہ خدمتِ خلق اور تعمیر دفاتر وغیرہ شامل ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ میں آپ اخفا کے پہلو کو زیادہ پسند کرتی تھیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نے ساری عمر انفاق فی سبیل اللہ کا ایک قابل رشک نمونہ پیش کیا۔ آپ کی خواہش رہتی تھی بلکہ تڑپ رہتی تھی کہ آپ زیادہ سے زیادہ مالی قربانی کر سکیں۔ کبھی کبھار اس خواہش کا اظہار بھی ہو جاتا۔

نہ جانے آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے کن الفاظ میں اپنے جذبات کا اظہار کیا کہ 18 جولائی 1984ء کو حضورؒ نے آپ کو تحریر فرمایا کہ

"آپ کو اللہ نے ہمیشہ قربانیوں کے صفِ اوّل میں رہنے کی سعادت بخشی ہے۔ آپ کیوں اس قدر بے قرار ہوئی ہیں کہ آپ کو حسبِ خواہش خرچ کی توفیق نہیں مل رہی۔ آپ کی قربانیوں کو تو میں خود ہمیشہ رشک سے دیکھتا رہا ہوں۔

یاد رکھیں آپ بے قرار ہوں گی تو مَیں بھی ہوں گا۔ آپ کو کیا پتہ کہ آپ کی تحریر دیکھ کر کیسا دل محبت سے اچھلتا ہے اور میری نظر اس تحریر کو پیار کرتی ہے۔ کبھی سوچتا ہوں کہ نادانستہ آپ کو کبھی دکھ پہنچایا تو دل سخت بے چین ہو جاتا ہے"۔

باب پانزدہم(15)

آپ کی سیرت کے متفرق پہلو

قرآنِ کریم سیکھنے کی تڑپ

الفاظ تو پڑھ لیے ہیں سارے　　اب باقی ہے مطلب اور عرفاں
اللہ سے یہ میری دعا ہے　　ان کو بھی کرے وہ اس پہ آساں۔ آمین

یہ دو شعر اس نظم کا حصہ ہیں جو آپ کے ختمِ قرآن کے موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے لیے کہی تھی۔ آپ کا وجود صرف اس دعا کی قبولیت کا مظہر نہیں تھا بلکہ طلبِ علمِ قرآن حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی سیرت کا سب سے روشن پہلو تھا۔ آپ کے دل میں قرآنِ کریم سیکھنے کی تڑپ ڈالنے والے بھی حضرت مصلح موعودؓ ہی تھے کیونکہ حضورؓ کی سیرت کا سب سے روشن پہلو بھی یہی تھا۔ حضورؓ کے بارہ میں تو خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ

"وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔" (مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 95)

آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان فرمودہ تفسیرِ قرآن کا مطالعہ بھی کیا کرتی تھیں۔

آپ نے اپنی زندگی میں خلافتِ احمدیہ کے تین ادوار پائے (خلافتِ ثانیہ، خلافتِ ثالثہ وار خلافتِ رابعہ) اور آپ کو یہ سعادت ملی کہ ان تینوں ادوار میں براہِ راست خلیفۂ وقت کے دروس القرآن میں شامل ہوتی رہیں۔ اور اس طرح براہِ راست تین خلفاء احمدیت سے قرآنِ کریم کا علم حاصل کیا۔

آپ کو حضرت مصلح موعودؓ نے سورہ مریم سے سورہ سبا تک اور آخری دو سیپارے سبقاً سبقاً

قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھایا۔ آپ کو پڑھانے کی غرض سے حضورؓ نے علیحدہ درس کا انتظام بھی فرمایا تھا۔ حضورؓ نے آپ کو یہ نصیحت بھی فرمائی کہ قرآنِ کریم پر غور کرنے کی عادت ڈالو۔ اس کے بعد آپ حضورؓ کے خطبات، خطابات اور دروسِ قرآن میں شامل ہوتی رہیں جن میں قرآنِ کریم کی تفسیر ہی بیان ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے علمِ قرآن میں اضافہ ہوتا گیا۔

آپ خلفاء احمدیت کے دروسِ قرآن کے نوٹس بھی لیتی تھیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد 1948ء میں حضورؓ کوئٹہ تشریف لے گئے۔ کوئٹہ میں حضورؓ نے قرآنِ کریم کا درس دیا۔ آپ نے حضورؓ کے درس نوٹ کرنے کے لیے علیحدہ نوٹ بک بنائی جس کے پہلے صفحہ پر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مصرعہ لکھا کہ

قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

اس نوٹ بک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؓ نے 9 اگست 1948ء سے درس القرآن کا آغاز فرمایا تھا اور سب سے پہلے سورۃ الفیل کا تعارف پیش فرمایا۔ اسی طرح 1950ء کے دورۂ کوئٹہ میں بھی حضورؓ نے درس دیا تھا۔ اس کی نوٹ بک بھی موجود ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ رمضان میں درس دیا کرتے تھے اور خود حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی ہی درخواست پر احمدی خواتین کے لیے ہفتہ وار درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ ان دروس میں بھی آپ باقاعدگی سے شامل ہوا کرتیں اور نوٹس لیا کرتی تھیں۔ آپ نے ان دروس کی علیحدہ نوٹ بک بنائی تھی جو محفوظ ہے۔

آپ نے اپنے مطالعہ کے لیے تفسیرِ صغیر کے ہر صفحہ کے درمیان ایک اضافی خالی صفحہ نوٹ لکھنے کے لیے لگوا کر جلد بندی کروائی ہوئی تھی۔ ان میں بھی تفسیری نکات لکھ لیا کرتی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جب ایم۔ ٹی۔ اے پر رمضان میں درس دینے شروع فرمائے تو آپ ان دروس میں باقاعدگی سے شامل ہوتیں اور ان کے اہم نکات اپنی تفسیرِ صغیر میں ہی لکھ لیتیں۔ حضورؒ کے درس کے دوران اگر آپ کے ذہن میں کوئی سوال اٹھتا یا کوئی نکتہ سوجھتا تو آپ حضورؒ کو تحریر کر دیتیں۔ حضورؒ کی طرف سے بھی جواب موصول ہوتا۔

6 اگست 1992ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کو خط میں تحریر فرمایا کہ

"جانوروں کے کان کاٹنے سے متعلق آپ کی طرف سے معلومات ملی ہیں۔اس سلسلہ میں ربوہ سے مزید تحقیقاتی مواد بھی ملا ہے۔ان شاء اللہ کسی مجلسِ عرفان میں اس بارہ میں وضاحت کروں گا۔

آپ کی مرسلہ معلومات میں جو یہ حوالہ ہے کہ مذہبی رسم کے طور پر ابھی بھی ہندوستان وغیرہ میں کان کاٹے جاتے ہیں اس کے بارہ میں قادیان لکھ رہا ہوں کہ وہ ہندو مراکز سے معلوم کریں کہ کوئی ایسا دستور رہا ہے یا ہے تو بتائیں۔ہندوستان میں کتوں کے متعلق تو مجھے علم تھا کہ ایسا کیا جاتا ہے مگر وہ 'انعام' میں نہیں آتے اور یہ بھی تأثر ہے کہ خچروں وغیرہ کے بھی کان کاٹ کر کھڑے کیے جاتے ہیں۔خیال ہے کہ ایسا وہاں کیا جاتا ہے۔بہر حال ہندوستان مزید تحقیق کے لیے لکھ رہا ہوں۔لیکن قرآنِ کریم کی یہ آیت اس مضمون کے مقابل پر بہت گہری ہے اور خلق اللہ کی جو تبدیلی ہے، کا مذہبی عبادت کے طور پر جانوروں کے کان کترنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔کیونکہ جسم کو داغنا یا کترنا یا چیرا لگانا، یہ تو قرآنِ کریم کا منطوق نہیں ہے۔وہاں تو گہری خَلقی تبدیلیوں کا ذکر ہے جو آج کل شروع ہو چکی ہیں۔گویا اس میں ایک بڑی پیشگوئی ہے۔

اس آیت کا حل دو طرح سے سوچا جا سکتا ہے۔ایک یہ کہ کان کترنے کے بعد تبدیلیٔ خلق کا جو ذکر ہے اس میں پہلے معمولی آغاز کا ذکر ہو اور پھر اس کی انتہا کہ ظاہری طور پر صورتیں بگاڑنے کا جو معمولی سا عمل شروع ہوا ہے یہ بالآخر تخلیقی تبدیلیوں کی کوشش پر منتج ہو جائے گا۔دوسرا یہ کہ عربی محاورہ کی چھان بین کروائی جائے کہ کان کاٹنے سے جس طرح اردو میں ہم کسی کو پیچھے چھوڑ دینا، شکست دے دینا، سبقت لے جانا مراد لیتے ہیں کیا عربی محاورہ میں بھی اس سے ملتا جلتا کوئی مفہوم پایا جاتا ہے یا نہیں۔اگر پایا جاتا ہو تو قلاص کے بیکار ہونے کا جو ذکر قرآنِ کریم اور احادیث میں ملتا ہے تو اس کے ساتھ اس کا تعلق باندھا جا سکتا ہے۔کیونکہ در حقیقت انعام کا لفظ اونٹوں پر ہی اطلاق پاتا ہے اور ضمناً دوسرے مویشی اس کے ساتھ شامل کر لیے گئے ہیں"۔

21 اپریل 1993ء کو حضورؒ نے آپ کو خط میں تحریر فرمایا کہ

"الحمد للہ کہ امسال سیٹلائٹ کے ذریعہ درس القرآن ساری دنیا میں سنا اور دیکھا گیا اور خدا کی باتیں بڑی شان سے پوری ہوئیں۔اسلام اور احمدیت کے غلبہ کی جھلک لوگوں کو دکھائی

دی۔ الحمدللہ کہ آپ سب کو درس پسند آئے۔ **آپ نے لمبا عرصہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ گزارا اور علمی مجالس سنی ہوئی ہیں۔ اس لیے میرے نزدیک آپ کے تبصرہ کی قیمت دوسروں کی نسبت زیادہ ہے۔** باقی ہم کوشش کر رہے ہیں کہ رفتہ رفتہ مجالس سوال جواب وغیرہ بھی ہوں۔ صرف یہ ڈر لگتا ہے کہ لوگ کہیں تھک نہ جائیں"۔

آپ نہ صرف خلفاء احمدیت کے دروس القرآن اور ان کی بیان فرمودہ تفاسیر سے فیض پاتی رہیں، بلکہ باقاعدگی سے رمضان میں ہونے والے درس القرآن میں شامل ہوتیں اور اسی طرح فضلِ عمر تعلیم القرآن کلاس میں باقاعدہ شامل ہوتیں، حالانکہ آپ اس کلاس کی انتظامیہ کا حصہ ہوتی تھیں۔ آپ ان میں بیان کیے گئے اہم نکات بھی اپنی تفسیرِ صغیر میں لکھ لیتیں۔ نیز مختلف کتب میں بھی اگر کوئی اہم تفسیری نکتہ آپ کو ملتا تو ان کا حوالہ بھی درج کر لیتی تھیں۔

آپ کی نوٹ بکس میں قرآنِ کریم کی سورتوں کے باہمی تعلق اور ترتیب پر نوٹس لکھے ہوئے بھی موجود ہیں۔

آپ کو قرآنی علوم کے حصول کا ایسا شوق اور جذبہ تھا جو بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔

قرآنِ کریم پڑھانے کی تڑپ

ایک طرف آپ کو قرآنِ کریم کا علم حاصل کرنے کی تڑپ تھی تو دوسری طرف آپ کو قرآنِ کریم پڑھانے کی بھی دُھن لگی ہوئی تھی۔

مَیں نے بچپن سے دیکھا کہ آپ اپنے دن کا آغاز تدریس القرآن سے کرتیں۔ آپ ناشتہ سے قبل ہی سکول کی طالبات کو قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھاتیں۔ درمیان میں کچھ وقفہ ہوتا تو آپ ناشتہ کر لیتیں اور پھر سے تدریس القرآن کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ سکول کی طالبات کو پڑھانے کے بعد کالج کی لڑکیوں کی باری آتی اور اس کے بعد دیگر خواتین آپ سے قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھتیں۔ صبح سے یہ کام شروع ہو جاتا اور دن چڑھے تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ آپ باقاعدہ حاضری لگایا کرتی تھیں۔

ایک وقت میں بیسیوں بچیاں اور خواتین آپ سے ترجمۂ قرآن پڑھتی تھیں۔ آپ کی کوشش ہوتی کہ زیادہ سے زیادہ خواتین آپ سے قرآنِ کریم پڑھ لیں۔ جیسے ہی آپ کی کسی طالبہ کا

ترجمہ ختم ہوتا تو اُس کی جگہ آپ کسی اور کو پڑھانا شروع کر دیتیں۔

بقول شاعر

خون سے جب جلا دیا ایک دیا بجھا ہوا
پھر مجھے دے دیا گیا ایک دیا بجھا ہوا

حقیقت بھی یہی ہے کہ قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھنے کے نتیجہ میں ایک بجھا ہوا "دیا" جل اٹھتا ہے اور پڑھانے والا خود اپنا خون جلائے بغیر قرآنِ کریم پڑھا نہیں سکتا۔ عمر بھر آپ ایک کے بعد ایک "دیا" جلاتی گئیں۔

خلافتِ ثالثہ کے شروع میں ہی ترجمۂ قرآنِ کریم مکمل کرنے والے ایک گروپ کی آپ نے دعوت کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی اس دعوت میں شریک ہوئے اور ترجمۂ قرآن مکمل کرنے والی سب بچیوں کو تحفہ عطا فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تحریکِ تعلیم القرآن پر بھی لبّیك کہتے ہوئے آپ نے کثیر تعداد میں بچیوں کو علمِ قرآنِ کریم سے منوّر کیا۔ 22 اپریل 1978ء کو اپنے دستخطوں سے حضورؒ نے آپ کو "سندِ خوشنودی تعلیم القرآن" عطا فرمائی۔ اس سند میں تحریر ہے کہ

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تحریکِ تعلیم القرآن کے ماتحت آپ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کثیر تعداد میں احباب کو قرآن کریم ناظرہ اور باترجمہ پڑھایا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔
میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس مخلصانہ خدمت کو قبول فرمائے اور آئندہ آپ کو مزید خدمتِ قرآن کی توفیق دے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی اپنے متعدد خطوط میں آپ کی خدمتِ تعلیم القرآن پر اظہارِ خوشنودی فرمایا۔ صرف ایک خط پیش ہے۔

19 جنوری 1993ء کو حضورؒ نے آپ کو تحریر فرمایا کہ

"بیس بچیوں کو روزانہ ترجمہ پڑھانے اور ان میں سے دس کے امسال ترجمہ سے قرآنِ کریم مکمل کرنے کے بارہ میں پڑھ کر خوشی ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور صحت میں بہت برکت دے اور بکثرت بچیاں آپ سے اکتسابِ فیض کی توفیق پائیں"۔

آپ نے اپنے عزیزوں میں بھی بہت سے بچوں اور بچیوں کو قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھایا۔ آپ قرآنِ کریم کی تفسیر بطور تحفہ بھی دیا کرتی تھیں۔

قرآنِ کریم سیکھنے اور سکھانے کی تڑپ یقیناً آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس بشارت کا حق دار ٹھہراتی ہے جو صحیح بخاری میں مروی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا کہ

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

تم میں سے سب بہتر وہ ہے جو قرآنِ مجید پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے

(صحیح بخاری حدیث نمبر 5027)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے محبت

آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی محبت اور اطاعت ہر مسلمان کے ایمان کا لازمی جزو ہے۔ آپ کا دل تو حضور ﷺ کی محبت سے سرچار تھا ہی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیرت النبی ﷺ کے بیان میں بھی ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہوا تھا۔ سیرت النبی ﷺ پر آپ کی تقاریر اس کا ثبوت ہیں اور ان میں سے کچھ شائع بھی کی جا چکی ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ تحریر کرتی ہیں کہ

"فخر موجودات خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی سیرت پر مختصر وقت میں کچھ بیان کرنا ایسا ہے جیسے دریا کو کوزہ میں بند کر دینا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی سیرت کا مطالعہ تو ایک بحرِ ذخّار ہے۔ جس کی گہرائی کا کوئی اندازہ نہیں۔ جتنے غوطے اس میں لگائے جائیں، آبدار موتی نکلتے ہی آتے ہیں۔" (خطاباتِ مریم جلد 1 صفحہ 40)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت ہر احمدی کے ایمان کا حصہ ہے۔ حضورؑ کی صداقت کے نشانات اب بھی ظاہر ہو رہے ہیں لیکن جو نشانات حضورؑ کی اپنی حیاتِ مبارکہ میں ظاہر ہوئے ان کی شان کی اور ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان جان الیگزنڈر ڈوئی(John Alexander Dowie) بھی تھا۔ یہ شخص امریکہ کے شہر زائن(Zion) میں رہتا تھا اور وہیں اس کا سب کاروبار تھا۔ یہ دشمنانِ اسلام کی صفِ اوّل میں شامل تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی سخت گستاخی کا مرتکب ہوتا تھا۔ بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کے نتیجہ میں ہلاک ہوا اور اس کا تمام کاروبار تباہ ہوا۔ اب تک یہ عبرت کے نشان کے طور پر جانا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں حکم دیتا ہے قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ(النمل:70)۔

اسی لیے دنیا بھر کے احمدی ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی کے شہر زائن(Zion) دیکھنے اور عبرت کے اس نشان پر گواہ بننے جاتے ہیں۔ 1983ء میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بھی جلسہ سالانہ امریکہ میں شمولیت کے بعد زائن(Zion) شہر دیکھنے گئیں۔

15 اگست 1983ء کو آپ نے اپنی ڈائری میں لکھا کہ

"ڈاکٹر ڈوئی کا گھر قبر دیکھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بار بار درود بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسا نشان دکھایا"۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا اصل ثبوت تو حضورؑ کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہی ملتا ہے۔ آپ حضورؑ کی تعلیمات پر نہ صرف خود عمل پیرا تھیں بلکہ دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ آپ حضورؑ کی کتب کا مطالعہ کرتیں اور حضورؑ کے علمِ کلام کے ذریعہ ہی تعلیمی وتربیتی نصائح کیا کرتیں۔ آپ کی شاید ہی کوئی تقریر یا تحریر ایسی ہو جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں نصائح نہ کی گئی ہوں۔

آپ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے غلامِ صادق کی محبت میں سرشار تھیں اور حضورؑ سے وابستگی کو ہی اپنی اور دنیا کی فلاح کا ذریعہ یقین کرتی تھیں۔

خلافتِ احمدیہ سے وفاداری اور اطاعت

خلافتِ احمدیہ سے وفاداری اور اطاعت احمدیوں کے لیے لازم وملزوم ہے اور حضرت سیّدہ

مریم صدیقہ صاحبہ خلافتِ احمدیہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ آپ کی جماعتی اور ذاتی زندگی اس بات کی گواہ ہے۔ ہر دم خلیفۂ وقت کی اطاعت گزاری کی خواہش مند تھیں اور یہی اپنی اولاد سے بھی توقع رکھتی تھیں۔ اپنی نصائح میں ہمیشہ حضرت خلیفۃ المسیح کو خط لکھنے، محبت و احترام کرنے اور حضور کی دعاؤں کے طلبگار رہنے کی طرف توجہ دلانے کو شامل کرتیں۔

متعدد مرتبہ آپ نے اس بات کا اظہار فرمایا کہ جب بھی حضور کی طرف سے کوئی خط آتا ہے جس پر میرا (حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا) نام لکھا ہوتا ہے تو مجھے اتنی فکر نہیں ہوتی (کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو اپنی ذات کی حد تک یقین تھا کہ کوئی ایسی غلطی سرزد نہیں ہوگی جو اطاعتِ خلافت کے اعلیٰ مقام سے آپ کو نیچے گرادے۔) لیکن جس خط پر "صدر لجنہ اماء اللہ" لکھا ہوتا ہے اس کو دیکھ کر میری جان نکلی رہتی ہے کہ نہ جانے اس میں کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے حضور کی ناراضگی کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔

خلیفۂ وقت کی سوچ اور فکر سے ہم آہنگی اور مطابقت

افرادِ جماعت میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اطاعتِ خلافت کے ظاہری معیار سے آگے بڑھ کر خلیفۂ وقت کے منشاء کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان کا دل خلیفۂ وقت کے دل کے ساتھ اور اس کی فرمانبرداری میں دھڑکتا ہو۔ یہ مقام عام اطاعت سے بڑھا ہوا ہے۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی اعجاز ہے کہ اپنی دردمندانہ دعاؤں سے ایسی جماعت پیدا کی جو یہ مقام حاصل کر سکے۔ **عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَ عَلٰى مُطَاعِهٖ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ**

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی بھی یہی کوشش ہوتی کہ خلفاء احمدیت کے منشاء کو سمجھیں اور خلیفۂ وقت کے ساتھ قلبی و فکری مطابقت پیدا کریں۔ ایک دو واقعات پیش کرتا ہوں۔

جلسہ سالانہ 1981ء کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے گھر میں ایک نجی محفل کا ذکر ہے۔ اس میں حضورؒ کے پاس قریبی عزیز موجود تھے جن میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ بھی شامل تھے۔ حضورؒ نے اپنی قریبی عزیزوں میں سے دو بہنوں کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ مجھے ان میں سے ایک زیادہ

پیاری ہے۔ یہ فرما کر حضورؒ خاموش ہو گئے۔ اس پر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے فوراً عرض کی کہ حضور! وہ واقفِ زندگی سے جو بیاہی ہوئی ہے۔ آپ کے جواب پر حضورؒ نے اپنے چہرۂ مبارک کو جنبش دے کر آپ سے اتفاق فرمایا۔

اسی محفل میں حضورؒ نے اپنے دورۂ افریقہ کی چند تصاویر دکھائیں۔ ان تصاویر میں احمدی افریقی احمدیوں کی تصاویر بھی شامل تھیں۔ حضورؒ نے ان تصاویر کے بارہ میں مجلس میں شامل ایک نوجوان سے پوچھا کہ یہ تصاویر کیسی ہیں؟ اس پر وہ نوجوان خاموش رہے۔ حضورؒ نے یہ تصاویر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو دکھائیں اور آدھا فقرہ فرمایا کہ "اصل خوبصورتی تو۔۔۔" اور یہ فرما کر خاموش ہو گئے۔ اس پر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضورؒ کا جملہ مکمل کرتے ہوئے عرض کیا کہ "اصل خوبصورتی تو دل کی ہوتی ہے"۔ اس پر حضورؒ نے مسکراتے ہوئے اتفاق فرمایا۔

ان دونوں بظاہر چھوٹے چھوٹے واقعات سے بہت سی باتیں اخذ کی جاسکتی ہیں جن میں سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ یہ بزرگ نہ صرف خود پاکیزہ سوچوں اور فطرت کے حامل تھے بلکہ ان کے قلب و فکر میں بھی، باہم، ایسی مطابقت تھی جس کی وجہ سے ان کی افکار طولِ موج (wavelength) بھی قریباً ایک ہی تھی۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ تو آپ سے عمر میں کافی چھوٹے تھے لیکن جب خدا تعالیٰ نے انہیں منصبِ خلافت پر متمکن فرمایا تو اُن کے ساتھ بھی آپ کے قلب و فکر کی مطابقت پیدا ہو گئی۔ آپ حضورؒ کے فیصلہ جات اور کام کے طریقِ کار کا بغور جائزہ لیتی تھیں اور اپنے مشاہدہ کی بنیاد پر حضورؒ کے منشاء کو سمجھنے کی کوشش کرتیں۔ ایک دو باتیں جو آپ کے مشاہدہ پر مبنی تھیں ان کا آپ نے مجھ سے ذکر کیا اور جس کے بیان کرنے میں جو فوائد ہیں وہ بالکل ظاہر و باہر ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے مجھے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مکس مجلس کو پسند نہیں فرماتے۔ ایک اور موقع پر آپ نے مجھے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی نگاہ بہت دور بین ہے۔ (جس سے آپ کی یہ مراد تھی کہ حضورؒ کسی بھی قسم کے فتنہ کی بُو کو بہت جلد محسوس فرما لیا کرتے تھے اور اس کے سدِّباب کی کوشش فرمایا کرتے تھے۔)

آپ کو یہ یقین تھا کہ جب بھی خلیفۂ وقت کو کسی معاملہ میں دعا کے لیے عرض کیا جائے تو

ضرور بالضرور خلیفۂ وقت دعا کرتے ہیں۔

8 مئی 1992ء کو آپ نے مجھے لکھا کہ

"حضرت صاحب کی طرف سے تو کوئی جواب ابھی تک نہیں آیا۔شاید سمجھے ہوں گے کہ صرف دعا کے لیے لکھا ہے۔دعا تو ضرور کی ہو گی"۔

علومِ دینیہ سیکھنے کا شوق

قرآنِ کریم کے بعد سنّتِ رسول، احادیث مبارکہ، کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام، کتب خلفاء سلسلہ و دیگر کا مطالعہ آپ باقاعدگی سے کیا کرتی تھیں۔

آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کے درسِ بخاری میں شامل ہونے کا موقع ملتا رہا ہے اور رمضان کے دوران مسجد مبارک میں نمازِ فجر کے بعد درسِ حدیث میں باقاعدگی سے شامل ہوتیں۔

لاہور قیام کے دوران ایک مرتبہ آپ نے مجھے کہا کہ ربوہ جاکر ہم دونوں محمود (مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب) سے حدیث پڑھیں گے۔گو اس کا موقع نہ مل سکا کیونکہ مَیں اپنی تعلیم کے سلسلہ میں باہر چلا گیا لیکن اس بات سے آپ کا حصولِ علمِ حدیث کے شوق کا پتہ لگتا ہے۔

آپ سیرتُ النبی ﷺ کی کتب کا باقاعدہ مطالعہ کیا کرتی تھیں اور بہت سی سیرت کی کتب آپ کی لائبریری کا حصہ تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب اور ملفوظات کا مطالعہ تو آپ کی زندگی کا اہم حصہ تھا۔فوری طور پر حوالہ جات نکالنے کے لیے آپ مکرم سیّد میر داؤد احمد صاحب کی مُرتبّہ کتاب "حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کی رُو سے" کو ترجیح دیا کرتی تھیں۔مَیں نے آپ کو اس کتاب سے استفادہ کرتے ہوئے بہت دفعہ دیکھا ہے۔

خلفاء سلسلہ کی کتب، خطابات اور تفاسیر کا مطالعہ بھی آپ کی زندگی کا حصہ تھا۔ایم۔ٹی۔اے کے اجرا کے بعد آپ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے پروگرام بہت باقاعدگی سے دیکھا اور سنا کرتی تھیں۔

اس کے علاوہ آپ دیگر دینی لٹریچر کا مطالعہ بھی کیا کرتی تھیں۔روزنامہ الفضل اور دیگر

جماعتی رسائل بھی آپ باقاعدگی سے پڑھتی تھیں۔کسی تفسیری نکتہ یا فقہی مسئلہ یا تاریخی حوالہ کی تلاش کے لیے آپ سلسلہ کے علما سے بھی دریافت کر لیا کرتی تھیں۔میرے مشاہدہ کے مطابق ان میں آپ کا سب سے زیادہ رابطہ مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب سے رہتا تھا اور وہ بڑے شوق سے آپ کو سلسلہ کے لٹریچر سے حوالہ جات بھجواتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کو اپنے جماعت کے چوٹی کے علما میں شمار کیا جاسکتا ہے۔آپ جو علم بھی حاصل کرتیں اس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتیں۔آپ کے حق میں آپ کی والد کا یہ دعائیہ شعر مقبولیت کا عجیب رنگ لیے ہوئے ہے کہ

بنوں نیک اور دوسروں کو بناؤں
مجھے دین کا علم اتنا سکھا دے

آپ کو صرف علومِ دینیہ سیکھنے کا شوق ہی نہیں تھا بلکہ آپ کی خواہش ہوتی تھی کہ احمدی خواتین اور بچے آپ سے دینی علم سیکھیں بھی پھر نہ صرف علمی ترقی کریں بلکہ عملاً بھی نیک کاموں میں ترقی کریں۔ہمیشہ آپ کی یہی کوشش ہوتی تھی۔آپ کے والد کا یہ شعر بھی آپ کی فطرت کی بالکل درست منظر کشی کرتا ہے کہ

جو بہنیں ہیں میری یا ہیں وہ سہیلی
یہی رنگ نیکی کا سب پر چڑھا دے

دنیاوی علوم کے حصول کا شوق

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا اصل تو شوق دینی علوم کا حصول اور خدمتِ دین و خدمتِ انسانیت تھا۔ان کاموں سے فرصت ملنے پر آپ دنیاوی علوم کے حصول میں بھی مصروف رہتیں۔نئے اور مختلف علوم سیکھنے سے سوچنے اور غور و فکر کرنے کی نئی راہیں روشن ہوتی ہیں۔بقول شاعر

جہاں فکر کی روشنی گُل ہوئی
وہیں رک گیا زندگی کا عمل

اس بارہ میں چند واقعات پیش ہیں۔

ستّر کی دہائی (1970s) میں ریڈیو قاہرہ سے عربی بول چال سکھانے کا کورس نشر ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ نے اس کورس میں شمولیت اختیار کی۔ آپ کو کورس کی کتاب بھجوائی گئی اور اس کورس میں کامیابی پر ریڈیو قاہرہ کی طرف سے آپ کو دو اسناد بھی جاری کی گئیں۔

جب آپ نے گھر بنانے کا ارادہ کیا تو ایک کتاب Design Your Own Home خریدی تا کہ آپ اس سارے کام کو سمجھ سکیں اور آرکیٹیکٹ کو اپنی رائے دے سکیں اور اپنی پسند کا گھر بنوا سکیں۔

اسی طرح آپ سائنس کا علم حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتیں اور مختلف اداروں کی طرف سے ان کے سالانہ میگزین بڑے شوق سے پڑھا کرتی تھیں۔ ایچیسن کالج لاہور سے ایک احمدی استاد آپ کو باقاعدگی سے ایچیسن کالج کا سالانہ سائنس میگزین بھجوایا کرتے تھے جو آپ بڑے شوق سے پڑھتی تھیں۔

آپ کو اردو شاعری سے شغف تھا گو خود شاعرہ نہ تھیں۔ اگر مَیں کوئی شعر غلط پڑھتا تو آپ فوراً اس کی درستی کرواتیں اور مشکل اشعار کے معنی بتاتیں۔ بہت کم ایسا ہوتا کہ آپ کو کوئی شعر سنایا جاتا اور وہ آپ کو یاد نہ ہوتا۔ اردو کے تلفظ پر بھی آپ کو عبور تھا کیونکہ آپ کا تعلق دلّی کے خاندان سے تھا۔ جب کوئی تلفظ کی غلطی کرتا تو آپ اُس کی درستی کروادیا کرتی تھیں۔

آپ نے اردو اور انگریزی کے اخبار گھر میں لگوائے ہوئے تھے۔ شروع میں آپ نے The Pakistan Times اور بعد میں The Dawn جاری کروائے ہوئے تھے۔ اردو اخبارات میں مختلف وقتوں میں مختلف اخبار جاری رہے۔ دنیاوی حالات سے واقف رہنے کے لیے آپ نہ صرف ان کا خود مطالعہ کرتیں بلکہ گھر میں بچوں اور خادمات کو بھی ان کے مطالعہ کی ترغیب دیتیں خاص طور پر انگریزی اخبار پڑھنے کی تلقین کرتیں کہ زبان اچھی ہوتی ہے۔

خدمتِ دین کی تڑپ

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے دل میں خدمتِ دین کی ایک تڑپ تھی جس کا کسی قدر

اندازہ آپ کی تقاریر اور مضامین کو پڑھنے سے ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی خدمتِ دین میں صَرف کی۔ آپ کا گھر لجنہ اماء اللہ کی تمام کارروائیوں کا محور و مرکز ہوا کرتا تھا۔ میں نے بالکل بچپن سے آپ کو دینی کاموں میں مصروف دیکھا۔

چاہے وہ لجنہ اماء اللہ کا دفتری کام ہو یا تاریخ لکھنے کا کام، جلسہ سالانہ، اجتماع، مجلسِ شوریٰ یا کچھ اور۔ غرض کوئی موقع خدمتِ دین کا ہاتھ سے جانے نہ دیتی تھیں۔ آپ کے چھوٹے بھائی مکرم سیّد امین احمد صاحب نے آپ کے گھر کے منظر کو اپنی ایک نظم میں اس طرح بیان کیا ہے۔

اِدھر لجنہ اماء اللہ، اُدھر لجنہ اماء اللہ

آپ کی شدید خواہش تھی کہ آپ کی اولاد اور قریبی بھی اپنا وقت خدمتِ دین میں صَرف کریں۔ آپ کے قریب رہنے والے اس بات کے سب سے زیادہ شاہد ہیں کہ آپ کی دِلی خوشی اسلام احمدیت کی خدمت سے ہی وابستہ تھی۔ آپ کو اسی بات کی نصیحت آپ کے والد نے بوقتِ شادی کی تھی اور اسی بات کا عہد حضرت مصلح موعودؓ نے شادی کی پہلی رات آپ سے لیا تھا۔

خدمتِ دین کا اصل مقصد تو رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ آپ کے والد نے بھی آپ کے حق میں یہی دعا کی تھی کہ

خوشی تیری ہو جائے مقصود میرا
کچھ ایسی لگن دل میں اپنی لگا دے

اِیتاءِ ذی القربیٰ

ایتاءِ ذی القربیٰ ایک فطری جذبہ ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں خاص تاکید فرمائی ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی سنّتِ طیّبہ اس بارہ میں بالکل واضح ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایتاءِ ذی القربیٰ کے معنی میں ایسی وسعت بیان فرمائی ہے کہ ایسی نیکی جس کے بدلہ میں کسی قسم کی شکر گزاری کی توقع بھی نہ ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام فرماتے ہیں کہ

"طبعی جوش سے نیکی کرنا جس کو قرآن نے ذوی القربیٰ کی نیکی کے ساتھ مشابہت دی

ہے۔ یہ درحقیقت آخری درجہ نیکی کا ہے جس کے بعد اور کوئی مرتبہ نیکی کا نہیں کیونکہ ماں کی نیکی بچّہ کے ساتھ اور اس کا رحم ایک طبعی جوش ہے اور ناکارہ شیر خوار سے کوئی شکر گزاری مطلوب نہیں۔"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 370)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی سیرت کا ایک بہت نمایاں پہلو ایتاءِ ذی القربیٰ ہے اور اس کے تحت آپ کا حلقہ بہت وسیع تھا جس میں رشتہ دار، تعلق دار، اساتذہ، معالجین اور خدام سبھی شامل تھے۔

آپ ہر قسم کی تکلیف اٹھا کر بخوشی ایتاءِ ذی القربیٰ کی تعلیم پر عمل پیرا تھیں۔ آپ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب نے مجھ سے کہا کہ چھوٹی آپا کی خدمتوں کی طرح خدمت کرنے کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی یہ دعا بھی کیسی مقبول ہوئی کہ

بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت
سراسر محبت کی پتلی بنا دے

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا طریق تھا کہ اپنے عزیزوں اور تعلق داروں کی خوشی اور غمی میں ہر ممکن طور پر شامل ہوتیں۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال ہے کہ خاندان میں جتنے بچوں کے سالانہ یا بورڈ کے امتحانات ہوتے ان کے لیے نہ صرف دعا کرتیں بلکہ نتیجہ والے دن ان کو فون کر کے معلوم کرتیں کہ کیسا رزلٹ آیا۔ اکثر مواقع پر گھر جا کر مبارکباد بھی دیتیں اور تحفہ بھی دیتیں۔ مجھے بھی ساتھ لے کر جاتیں اور اگر مَیں ربوہ سے باہر ہوتا تو مجھے خط لکھ کر بتاتیں کہ فلاں فلاں کا رزلٹ آگیا ہے اور اتنے نمبر ہیں اور اب آگے پڑھائی کا یہ پروگرام ہے۔

بچوں کی "آمین" پر بہت خوش ہوتیں۔ بچوں کو بہت پیار کرتیں اور بہت حوصلہ افزائی کرتیں۔ بہت سے بچوں کی آمین کے موقع پر دعا بھی آپ ہی نے کروائی۔ چھوٹے بچوں کو بسم اللہ بھی کروا دیتی تھیں۔

خاندان کے بزرگوں، اپنے ساتھ کام کرنے والی لجنہ کارکنات اور باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کی دعوت کرتیں۔ بعض عزیز تو ہفتہ وار آپ کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوتے تھے۔

عزیزوں میں شادی کے موقع پر حسبِ رواج رونق کے لیے گھروں میں جاتیں۔ یہ آپ کا معمول تھا۔ ایک شادی کا موقع تھا اور میز بانوں کی طرف سے ایک معین تاریخ سے رونق پر آنے کے لیے کہا گیا۔ اس تاریخ سے ایک دو دن پہلے ہی مجھے کہا کہ وہاں چلتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ انہوں نے تو خود کہہ کر فلاں تاریخ سے بلایا ہے۔ اس پر آپ نے جو جواب دیا اس کا مفہوم یہ تھا کہ "جب خدا کسی کو بڑا بناتا ہے تو لوگوں کی خوشی غمی میں شامل ہونے کے لیے پہل بھی اسے کرنی پڑتی ہے۔ یعنی خود آگے بڑھ کر لوگوں کی خوشی غمی میں شامل ہونا چاہیے"۔ یہ الفاظ میرے ہیں لیکن آپ کی بات کا مفہوم بعینہٖ یہی تھا۔ عزیزوں میں ہر خوشی غمی کے موقع پر آپ کا اسی کے مطابق طریق تھا۔

شادی کی تقریبات میں آپ حسبِ ضرورت و موقع کسی معاملہ میں رہنمائی بھی کرتی تھیں۔ ایک سال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خاص طور پر آپ کو ارشاد فرمایا تھا کہ جن عزیزوں کے گھروں میں شادیاں ہیں اُن کو یاددہانی کروادیں کہ کوئی بات خلافِ تعلیم سلسلہ نہیں ہونی چاہیے۔ حضورؒ کے اس ارشاد کے بعد آپ خاندان میں ہونے والی شادیوں سے قبل والدین کو حضورؒ کے ارشاد کی یاددہانی کروادیا کرتی تھیں۔

آپ عزیزوں میں ہونے والی شادی سے چند دن قبل ہی حسبِ توفیق تحفہ دے دیتی تھیں اور جب تک صحت اچھی رہی شادی کے بعد دعوت بھی کیا کرتی تھیں۔

خاندان میں کئی خواتین کی بیماریوں میں آپ اُن کے ساتھ جاکر ہسپتال رہیں اور متعدد ولادتوں کے موقع پر آپ خدمت کے لیے ساتھ لائلپور (فیصل آباد) یا سرگودھا جاتیں اور کئی دن تک وہاں رہ کر خدمت کرتیں۔ خاندان میں بچوں کی ولادت پر آپ تحفہ بھی دیتیں اور اکثر ہسپتال جاکر مبارکباد دیا کرتی تھیں۔

رشتہ داروں کے لیے بیرونِ ملک یا کراچی وغیرہ کے سفر سے واپسی پر تحفہ لاتیں۔ میں نے یہ دیکھا کہ آپ کو تحفہ دینے کی بہت جلدی ہوتی تھی۔ بیرونِ ملک سفر سے واپسی پر جس شہر میں بھی سب سے پہلے پہنچتیں، وہاں رہنے والے عزیزوں کو پہنچتے ہی تحفہ دے دیا کرتی تھیں۔ آپ یہ انتظار نہیں کرتی تھیں کہ واپس ربوہ پہنچ کر تحفہ بھجوائیں گی یا جب بھی ملاقات ہوگی اس وقت تحفہ دیں گی۔

آپ کی وفات کے بعد صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ نے آپ کی بہت سی چیزیں مختلف

عزیزوں کو دیں تو ایک عزیزہ نے تبصرہ کیا کہ ہمیں تو ہمیشہ چھوٹی آپا کی زندگی میں تحفہ ملا ہی کرتا تھا اب اُن کی وفات کے بعد بھی اُن کی طرف سے تحفہ ملا ہے۔

بیماری کی صورت میں حوصلہ بڑھاتیں اور دعائیں کرتیں اور اگر کوئی علاج یا احتیاط آپ کے علم میں ہوتی تو اس کے بارہ میں ضرور بتاتیں۔

کسی عزیز کی وفات کی صورت میں آپ بطور بزرگ خاندان سوگوار گھرانے کے امور کی نگرانی کرتیں۔ پسماندگان کا حوصلہ بڑھاتیں اور خواتین کی تجہیز و تکفین کے مسنون طریق پر رہنمائی کرتیں اور بعض مرتبہ غسل دینے میں بھی مدد کرتیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کی تعمیل میں سوگوار گھرانے کے گھر کھانا بھجوانے کا انتظام کرتیں۔

آپ خود بھی سب اقربا کے لیے دعا کرتی تھیں اور ان کی کسی خاص ضرورت (بیماری سے شفا یا رشتہ وغیرہ) کے لیے خلفاء سلسلہ کو بھی دعا کے لیے عرض کرتیں یا لکھتیں۔

خلفاء کرام کے متعدد خطوط یہاں پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن نمونہ کے طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ایک خط سے اقتباس پیش ہے۔

2جولائی 1992ء کو حضورؒ نے آپ کو تحریر فرمایا کہ

"آپ نے مختلف عزیزوں کی علالت کا ذکر کرکے ان کے لیے دعا کے لیے لکھا ہے۔ ان میں سے صرف عزیزم امین کے بارہ میں مجھے پہلے پتہ نہیں تھا۔ باقی کا مجھے علم ہے اور سب کے لیے فکر سے دعا بھی کرتا ہوں اور رابطہ بھی رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے فضل سے شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور سب عزیزوں کی طرف سے آنکھیں ٹھنڈی کرے"۔

بعض عزیز اور تعلق دار خلفاء کرام سے بچوں کے نام رکھوانے کے لیے بھی آپ کو ہی درخواست کرتے یا دعا کے لیے آپ کے ذریعہ ہی عرض کرتے تھے یا بعض مرتبہ خلیفۂ وقت سے کسی معاملہ میں رہنمائی بھی آپ ہی کے ذریعہ حاصل کرتے تھے۔ آپ یہ خدمت خلافتِ ثانیہ، خلافتِ ثالثہ اور خلافتِ رابعہ میں دِلی شوق سے کرتی رہی ہیں۔

آپ کا ایتاءِ ذی القربیٰ کا دائرہ بہت وسیع تھا اور یہی دعا حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے لیے مانگی تھی۔ جیسا کہ اس شعر سے واضح ہے۔

ہو فضلِ خدا کی اس پہ بارش
پھیلا رہے خُوب اس کا داماں۔ آمین

اس دعا کی تھی جس کی قبولیت کے اظہار کے طور پر آپ کے ایتاءِ ذی القربیٰ کے خُلق کو ذیلی عناوین میں تقسیم کیا گیا تا کہ اُن کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جاسکے۔

والدین سے حسنِ سلوک

اللہ تعالیٰ نے والدین سے حسنِ سلوک کے بارہ میں قرآنِ کریم میں خاص احکامات نازل فرمائے ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے بھی اس کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی شادی کم عمری میں ہی ہوگئی تھی اور حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت اور حضورؓ کی ساتھ جماعتی خدمت آپ کی زندگی کا مطمح نظر بن گیا تھا لیکن آپ اپنے والدین کی خدمت کے اہم فریضہ سے کبھی غافل نہیں ہوئیں۔ آپ کے والد کا انتقال تو قادیان میں ہی ہو گیا تھا۔ ملکی حالات کی وجہ سے آپ اپنے والد کے مزار پر دعا کے لیے حاضر نہ ہوسکی تھیں اور چند ہفتوں کے بعد تقسیمِ ہند کے سانحہ کی وجہ سے بہت لمبا وقفہ آگیا۔ 1991ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ کو پہلی مرتبہ موقع ملا کہ آپ اپنے والد کے مزار پر دعا کے لیے حاضر ہوسکیں۔ اس وقت آپ کے کیا جذبات ہوں گے اُن کا اندازہ کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔

آپ اپنے والد سے بے حد محبت کرتی تھیں اور ان سے بہت ہی متأثر تھیں۔ اپنے "ابا جان" کا ذکر آپ بہت چاہت اور محبت سے کرتیں۔ اُن کی حضرت مسیح موعودؑ، حضرت اماں جانؓ اور حضرت مصلح موعودؓ سے پیار کی باتیں سناتیں۔ اُن کی عادات و خصائل اور پسند، ناپسند کا ذکر کرتیں اور اس طرح آپ نے ہم بچوں کے دلوں میں اُن کی محبت ڈال دی۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو اپنا گھر بنانے کی توفیق دی تو اپنے گھر کا نام آپ نے اپنے ابا جان کے قادیان والے گھر کے نام پر **الصُفّہ** رکھا۔

آپ کو اپنی دونوں ماؤں کی خدمت کی توفیق بھی ملی۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ سفر پر ہونے کے باوجود آپ انہیں باقاعدہ خط لکھتیں۔ حضور کی طرف سے حال احوال پوچھنے کی ذمہ داری بھی ادا کرتیں۔ حضورؓ بھی آپ کی دونوں ماؤں کا بے حد احترام فرماتے تھے۔

آپ ہمیشہ اپنے والدین کے لیے دعا کیا کرتی تھیں بلکہ آپ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے والوں کے لیے بھی۔

آپ کو اپنی بڑی والدہ مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ سے بہت محبت تھی۔ آپ ان کو اماں کہہ کر پکارتی تھیں۔ انہوں نے آپ کو پالا تھا اور وہ بھی آپ پر جان چھڑکتی تھیں۔ ایک مرتبہ مجھے بتایا کہ مَیں بھائی جان عزیز احمد (حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ) کے لیے بہت دعا کرتی ہوں کیونکہ انہوں نے اماں کی بیعت کروائی تھی۔ آپ نے بتایا کہ ایک دن حضرت مرزا عزیز احمد صاحب گھر آئے اور اماں کے سامنے بیعت فارم رکھ دیا جس پر انہوں نے فوراً دستخط کر دیئے۔ آپ کہتی تھیں کہ کاش اماں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی بیعت کر لیتیں تو صحابیہ ہوتیں۔

مکرمہ سیّدہ شوکت سلطان صاحبہ تو اپنی وفات تک آپ کے پاس ہی رہیں اور اُن کی وفات کے بعد اُن کے حصہ جائیداد کی ادائیگی بھی حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے کی تھی۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اپنے والدین کی طرف سے باقاعدگی سے تحریکِ جدید اور وقفِ جدید کا چندہ ادا کیا کرتی تھیں۔ آپ اپنی بڑی والدہ کی طرف سے اپنی حقیقی والدہ کی نسبت زیادہ چندہ تحریکِ جدید ادا کرتی تھیں کیونکہ انہوں نے آپ کو پالا تھا اور شاید اس میں یہ سوچ بھی شامل ہو کہ ان کی اپنی کوئی اولاد نہیں ہے۔

ددھیالی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک

آپ فرمایا کرتی تھیں کہ آج کل ننھیال سے زیادہ تعلق رکھنے کا رواج ہے حالانکہ میں جب قادیان میں پڑھتی تھی تو ہفتہ میں ایک دن اپنے ددھیال ملنے جایا کرتی تھی۔ آپ کا اس بات کے بیان کرنے سے یہ مراد تھی کہ اپنے ننھیال اور ددھیال دونوں سے تعلق رکھنا چاہیے۔

حضرت اماں جانؓ کے ساتھ خصوصی تعلق کا ذکر الگ سے کیا جا چکا ہے۔

آپ اپنے چچا جان حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ اور چچی جان حضرت سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہؓ سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ ہمیشہ نہایت محبت اور احترام سے اُن کا ذکر کرتیں۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور حضرت سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہؓ ایک دوسرے کے ساتھ لجنہ اماء اللہ کے کام بھی کیا کرتی تھیں۔ آپ حضرت سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہؓ کا بوجہ اُن کے صحابیہ

ہونے، لجنہ کی سرگرم اور ابتدائی ممبر ہونے اور نیز صاحبِ علم ہونے کے بے حد احترام کرتی تھیں۔اس کا اندازہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے اس خط سے ہوتا ہے جو آپ نے حضرت سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہ کو ڈلہوزی سے لکھا۔ آپ لکھتی ہیں کہ

"آپ کا پیغام لجنہ کے متعلق داؤد کے ذریعہ پہنچا تھا۔میں تو حیران ہوں کہ کیا مَیں بھی آپ کو کوئی ہدایت دے سکتی ہوں۔ کجا میرا علم کجا آپ کا۔چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔اگر مجھے آپ کا دسواں حصہ علم اور لیاقت کا حاصل ہو جائے تو مَیں سمجھوں گی کہ مجھے بھی کچھ آ گیا۔ مَیں تو پچھلے کئی ماہ سے بیمار تھی۔علاج وغیرہ کی وجہ سے آپ سے مل ہی نہ سکی ورنہ آپ سے ہدایت لیا کرتی"۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اپنی چچی جان کا احترام تو کرتی ہی تھیں لیکن ان سے بے تکلف بھی تھیں۔ایک خط میں آپ نے حضرت سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہ کو لکھا کہ

"چچی جان! مَیں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ مجھے آپ سے کس قدر محبت ہے۔لیکن افسوس کہ کوئی نہ کوئی رکاوٹ ایسی پیدا ہوتی رہتی ہے کہ میں آپ سے کثرت سے مل نہیں سکتی اور آپ کی صحبت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔۔۔۔

میری چچی! میرے لیے بے حد دعا کیا کریں۔مَیں حقیقت میں دعاؤں کی بہت محتاج ہوں"۔

26 جون 1948ء کو آپ نے حضرت سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہؓ کو کوئٹہ سے خط لکھا کہ

"آج آپ کا خط ملا۔بہت ہی خوشی ہوئی۔اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ دیر تک قائم رکھے اور ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔۔۔۔بعض اوقات ابا جان اور چچا جان کی دعاؤں کی اتنی کمی محسوس ہوتی ہے کہ گھبرا اٹھتی ہوں۔

داؤد اور محمود کے امتحان امید ہے کہ ختم ہو گئے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ دونوں کو کامیاب کرے۔ مسعود کی مولوی فاضل کی پڑھائی شروع ہو گئی یا نہیں؟

'یہ' (حضرت مصلح موعودؓ) تیس تاریخ کو ان شاء اللہ واپس سندھ سے آجائیں گے۔آپا نصیرہ کا کیا حال ہے؟ ان سے پوچھیں کہ میرا خط مل گیا یا نہیں۔بشریٰ نے بھی خط کا جواب نہیں دیا۔مودی (مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ) نے آپا صاحب (حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ) کو امۃ

الحیٔ کی تصویر بھجوائی ہے، اس میں فرزانہ کی بھی تصویر ہے۔ دردانہ مجھے بہت یاد آئی۔ حالانکہ میرے پاس تو بہت کم آتی تھی۔

محمود چنیوٹ سے آپ کو لمبے چوڑے خط لکھتا تھا۔ اُسے کہیں کہ امتحان سے فارغ ہو کر مجھے خط لکھے اور ویسے ہی مزیدار۔ داؤد سے کہہ دیں کہ میں نے تمہیں اس لیے خط نہیں لکھا تھا کہ تم امتحان میں مصروف ہو گے۔ امتحان ختم ہو جائے تو لکھوں گی۔

آپ سارا دن کیا کرتی رہتی ہیں؟ رمضان کا مہینہ آرہا ہے اس میں خاص طور پر میرے پاس ہونے کے لیے دعا کریں۔ مَیں بھی داؤد اور محمود کے لیے دعا کرتی ہوں۔

چھیرو (صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ) سلام کہتی ہے اور دعا کے لیے۔ متین بھی سلام کہتی ہے۔ دولہا بھائی (حضرت مرزا عزیز احمد صاحب)، آپا نصیرہ، بشریٰ، داؤد، مسعود، محمود، آنسہ، نانی اماں (حضرت خورشید بیگم صاحبہ)، آپا (مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ)، محمد احمد، قدوس، ہادی، رفیق، چھموں، امین، خورشید، روحی، احمد سب کو سلام۔

میرے سلاموں کی فہرست محمود سے زیادہ ہے یا کم"۔

ان دنوں میں سب ابھی رتن باغ لاہور میں ہی قیام پذیر تھے اور ربوہ آباد نہیں ہوا تھا۔

حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ کے بچوں (چار بیٹیوں اور تین بیٹوں) کے ساتھ آپ کا بہت گہرا تعلق تھا۔ بالکل بہن بھائیوں والا معاملہ تھا۔ چونکہ مَیں نے ان عزیزوں کے ساتھ آپ کے محبانہ تعلقات خود دیکھے ہیں اس لیے مَیں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جس خلوص سے آپ کے مونہہ سے اپنی بہنوں کے نام یعنی امۃ اللہ، طیبہ، قدوس، ہادی، رفیق اور چھموں نکلتے تھے اُسی خلوص سے اپنی چچازاد بہنوں آپا نصیرہ، سیّدہ، بشریٰ اور آنسہ کے نام نکلتے تھے۔ تفصیل میں جائے بغیر ایک موقع کا ذکر کرتا ہوں کہ باہمی تعلقات نہ رکھنے پر آپ اپنی ایک بہن سے ناراض ہوئیں کہ کیوں نہیں انہوں نے اپنے چچازاد بہن کے مشکل وقت میں اظہارِ ہمدردی کیا؟

آپ کے چچازاد بہن بھائیوں کو بھی خدمتِ دین کی بہت توفیق ملی جس کی وجہ سے آپ کے دل میں اُن کا بہت احترام تھا۔ اور حسبِ موقع اُن کی خدمات کا تذکرہ کیا کرتیں۔ مکرمہ سیّدہ نصیرہ بیگم صاحبہ بیگم حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ کی وفات کے بعد ایک خطاب میں ان کا تعارف ان

الفاظ میں کروایا کہ

"15 جون 1984ء کو سیّدہ نصیرہ بیگم صاحبہ جو میر محمد اسحاق صاحب کی دختر اور صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب مرحوم کی بیگم تھیں وفات پا گئیں۔ بہت کم ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے ماں اور باپ دونوں کو خدمتِ دین کی توفیق ملی ہو اور ان کی نسل میں بھی خدمتِ دین کا تسلسل جاری ہو۔ آپا نصیرہ (کہ جماعت میں وہ اسی نام سے پکاری جاتی تھیں) ایسی ہی خوش بخت خاتون اور ایسے ہی خوش بخت والدین کی بیٹی تھیں۔ بچپن سے اپنی والدہ حضرت سیّدہ امّ داؤد کو لجنہ کا کام کرتے دیکھا اور اُن سے تربیت حاصل کی۔" (خطاباتِ مریم جلد 2 صفحہ 429 تا 430)

الغرض آپ کا اپنے چچا زاد بہن بھائیوں سے بالکل سگے بہن بھائیوں والا تعلق تھا۔ ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا، گہرے بے غرضانہ تعلقات، خوشی غمی میں ایک دوسرے کا ساتھ اور پُر تکلف لیکن بے تکلف مہمان نوازیاں ان تعلقات کا خاصہ تھیں۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہر ایک کے ساتھ تعلقات میں آپ کا ایک جداگانہ رنگ بھی تھا۔

ننھیالی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک

ننھیالی رشتہ داروں سے بھی آپ کا بہت محبت اور بے تکلفی کا تعلق تھا۔ آپ کی نانی حضرت خورشید بیگم صاحبہؓ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں پے در پے صدمات دیکھے لیکن انہیں نہایت صبر سے برداشت کیا۔ آپ اپنی نانی کی رضاعی بیٹی بھی تھیں اس لیے ان سے دوہری محبت تھی۔ آپ ان کو "نانی اماں" کہا کرتی تھیں۔ جب آپ ربوہ سے باہر ہوتیں اپنی والدہ کے نام خطوط میں اُن کا حال احوال پوچھا کرتی تھیں۔ اُن کی وفات کا اعلان بھی آپ ہی نے الفضل ربوہ میں شائع کروایا تھا۔

آپ کے ایک ماموں مکرم مرزا منوّر احمد صاحب آپ کے دودھ شریک بھائی تھے۔ ان سے آپ کی بہت بے تکلفی تھی۔ جب وہ امریکہ میں بطور مبلغِ سلسلہ مقیم تھے تو اُس دوران اُن سے آپ کی خط و کتابت بھی رہتی تھی۔ مکرم مرزا منوّر احمد صاحب اپنے نفس پر تنگی کرکے آپ کو خط لکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے ماموں کو زیادہ خط لکھنے پر اصرار کیا تو ان کی طرف سے جواب میں بتایا گیا کہ ڈاک کے اخراجات کی ادائیگی کے لیے مجھے اپنے کھانے کے اخراجات میں کمی کرنا پڑتی

ہے۔ مکرم مرزا منوّر احمد صاحب کی قربانیوں کا کچھ ذکر باب اوّل میں کیا جا چکا ہے۔

آپ جب 1983ء میں امریکہ گئیں تو اُن کی قبر پر دعا کے لیے بھی گئی تھیں۔ آپ کے بھائی سیّد محمد احمد صاحب آپ کو پٹسبرگ لے کر گئے تھے جہاں وہ مکرم مرزا منوّر احمد صاحب مدفون ہیں۔ آپ ہمیشہ ان کی طرف سے چندہ تحریکِ جدید کی ادائیگی کرتی تھیں۔ اللہ کے فضل سے مکرم مرزا منوّر احمد صاحب کا کھاتہ دفتر اوّل تحریکِ جدید اب بھی آپ ہی کی طرف سے جاری ہے۔

آپ کے ایک ماموں مکرم مرزا احمد شفیع صاحب قادیان میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ ان کی اہلیہ اور بچوں کے ساتھ تو آپ کا غیر معمولی شفقت کا سلوک ہوتا تھا۔ آپ کی ممانی مکرمہ امۃ الرحمان صاحبہ تقریباً روزانہ آپ کے گھر آتی تھیں اور آپ کے گھر پر ہر طرح اپنا حق سمجھتی تھیں۔ آپ نے اُن کا اور اُن کی اولاد کا بہت خیال رکھا خاص طور پر بیٹے مکرم مرزا مسیح احمد صاحب اور بیٹی مکرمہ امۃ القیوم صاحبہ کا۔

آپ اپنی خالاؤں سے بھی محبت اور احترام کا تعلق رکھتیں۔ آپ کی ایک خالہ مکرمہ امۃ الرشید صاحبہ کی وفات 1948ء میں ہوگئی تھی۔ آپ اپنے خالو جان مرزا عزیز احمد صاحب سے ملنے جایا کرتی تھیں۔ ان کے دونوں بیٹوں سے بہت محبت تھی۔ ان کی شادیوں میں شرکت کے لیے آپ لاہور گئیں۔ اپنے خالہ زاد بھائی مکرم مرزا منوّر احمد صاحب سے آپ کو خاص تعلق تھا اور وہ آپ سے بہت تعلق رکھتے تھے اور اب بھی آپ کو یاد کرتے ہیں۔

ان کے علاوہ دیگر ننھیالی رشتہ داروں سے بھی بے تکلفی کا تعلق تھا اور ہمیشہ ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتیں۔ ان میں سب سے زیادہ تعلق مکرم فتح محمد خان صاحب سے تھا۔ وہ باقاعدگی سے آپ سے ملاقات کے لیے آیا کرتے تھے اور آپ بھی ان کا بے حد خیال رکھتی تھیں اور ان کی دینی غیرت کی قدر دارن تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جب یہ تحریک فرمائی کہ تحریکِ جدید کے ابتدائی پانچ ہزاری مجاہدین کی طرف سے ہمیشہ چندہ ادا ہوتے رہنا چاہیے تو آپ نے جائزہ لیا کہ آپ کے مرحوم ننھیالی رشتہ داروں میں سے کس کس کی طرف سے چندہ ادا نہیں ہو رہا؟ اور اس کے بعد ان کی طرف سے چندہ تحریکِ جدید کی ادائیگی کا انتظام کروایا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی ازواج سے حسنِ سلوک اور احترام

آپ کے والد صاحب نے شادی کے وقت آپ کو یہ خاص نصیحت کی تھی حضورؓ کی ازاوج کا احترام کرنا ہے اور حضرت مصلح موعودؓ نے بھی ہمیشہ اسی کی تاکید فرمائی۔ احترام کے یہ دائرے قومی زندگی کے علاوہ ذاتی زندگی کے دائروں پر بھی محیط تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نے کبھی اپنے والد اور شوہر کی نصائح اور توقعات کے برخلاف کوئی عمل نہیں کیا۔

حضورؓ کی ازواج ایک دوسرے کے تابع ہو کر لمبا عرصہ خدمتِ دین میں مصروف رہی ہیں۔ 1922ء میں لجنہ اماء اللہ قائم ہوئی تھی اور حضورؓ کی ازواج نے اکٹھے خدمتِ دین شروع کی۔ اس دوران حضورؓ کی بعض ازواج کی وفات ہوئی اور سلسلہ کی خواتین کی تربیت کے لیے حضورؓ کو مزید شادیاں کرنا پڑیں۔ حضورؓ کی ازواج ایک کے بعد ایک لجنہ اماء اللہ کے مختلف عہدوں پر فائز رہ کر خدمتِ دین کی توفیق پاتی رہیں اور یہ دور 1992ء تک جاری رہا۔ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کی خراب صحت اُن کی لجنہ اماء اللہ میں مزید خدمات میں روک بن گئی۔ اس طرح یہ ستّر (70) سالہ عرصہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

ان ستّر سالوں میں حضورؓ کی تمام ازواج، جن کی کل تعداد سات تھی اور جو الگ الگ طبیعتیں رکھتی تھیں، الگ الگ ماحول سے آئی تھیں اور جو ایک دوسرے کے ساتھ نازک رشتوں میں بندھی ہوئی تھیں، نے ایک دوسرے کے تابع رہ کر خدمتِ دین کا ایسا عدیم المثال نمونہ قائم کیا ہے جو اپنی ذات میں معجزہ ہے۔

یہ معجزہ برپا کرنے والے اولوالعزم انسان کا نام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ ہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے خلیفہ اور مصلح موعود تھے۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ سوانح فضلِ عمر میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ازواج کا ایک تنظیم کی لڑی میں منسلک ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے تابع ہو کر سالہاسال تک اس طرح خدمتِ دین بجالانا کہ تنظیمی ڈھانچہ میں ایک ادنیٰ سا رخنہ بھی نہ پڑا ہو اور اس نازک رشتہ کے باوجود تعاون کے شیشہ پر بال برابر بھی آنچ نہ آئی ہو یہ ایسی

بات ہے جو ان مبارک خواتین کی عظمتِ کردار سے بڑھ کر اس عظیم شوہر کی عظمتِ کردار کا پتہ دیتی ہے جو نظم و نسق قائم رکھنے کی حیرت انگیز صلاحیتیں رکھتا تھا۔ آپ ایک ایسے عظیم الشان مربّی تھے کہ بسا اوقات ایک لفظ زبان سے کہے بغیر آپ کی شخصیت سے تربیت کا از خود ہونے والا ترشّح گرد و پیش کو ریڈیائی لہروں کی طرح اپنی ذات کے ساتھ ہم آہنگ کر لیتا تھا اور ماحول کی ہر چیز خود بخود ٹھیک ٹھاک اپنے مقام پر بیٹھ جاتی تھی۔ اور اپنے دائرہ کار سے تجاوز نہ کرتی تھی۔۔۔

بہر کیف حضرت خلیفۃ المسیح کو اس امر کی حاجت نہ تھی کہ اپنی ازواج کو بار بار تعاون کی تلقین کریں۔ دینی کاموں میں اختلاف اور جھگڑوں سے منع کریں یا آئے دن اُن کے چھوٹے چھوٹے اختلافات کو سلجھانے میں اپنا قیمتی وقت صرف کریں۔ نہیں کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ جب سے مَیں نے ہوش سنبھالا اپنی والدہ کی وفات تک ایک مرتبہ بھی ایسا واقعہ نہ دیکھا نہ سُنا کہ ہماری بڑی والدہ حضرت امّ ناصرؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی ہو کہ مریم نے فلاں دینی معاملہ میں میرے ساتھ تعاون نہیں کیا یا اس کے برعکس کبھی میری والدہ نے کوئی شکوہ اس نوعیّت کا حضور کی خدمت میں پیش کیا ہو کہ لجنہ اماء اللہ کے معاملات میں حضرت سیّدہ امِّ ناصرؓ نے میرے ساتھ یہ غیر مشفقانہ سلوک کیا ہے۔ سالہا سال تک لجنہ اماء اللہ کی مجلسِ عاملہ کے اجلاس ہمارے گھر میں منعقد ہوتے رہے۔ کبھی ایک مرتبہ بھی مَیں نے کوئی تکرار نہیں سُنی کوئی خلافِ ادب بات نہیں دیکھی۔ گویا رشتوں کی طبعی رقابت کو اس مقدّس دائرے میں قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی جیسے کسی عامل نے اپنی جادو کی چھڑی سے ان اجلاسات کے ماحول میں ایک دائرہ سا کھینچ دیا ہو کہ یہ رقابت اس دائرہ کے اندر قدم رکھنے کی قدرت نہ پائے۔

یہ مزاج شناس بیویاں اپنے خاوند کے مزاج پر نظر رکھتی تھیں اور اُن کے دل اُس کے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر دھڑکتے تھے۔" (سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 361 تا 362)

مندرجہ بالا اقتباس حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے اپنے گہرے مشاہدہ کی بنا پر تحریر فرمایا تھا۔

1992ء میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے بعینہٖ یہی مضمون آپ بیتی کے طور پر اُس مجلس میں بیان کیا جو لجنہ اماء اللہ کی طرف سے حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کی الوداعیہ دعوت کے موقع

پر منعقد کی گئی تھی۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے نے کہا کہ

"مجھے سیّدہ مہر آپا کی خدمات کا بھی تذکرہ کرنا ہے۔عاجزہ 1942ء میں لجنہ اماءاللہ کی جنرل سیکرٹری مقرر ہوئی۔حضرت سیّدہ امّ طاہر احمد کی وفات کے بعد اُسی سال مہر آپا کی شادی ہوئی۔1945ء میں آپ نے لجنہ کا کام شروع کیا۔۔۔۔حضرت فضلِ عمر لمبا عرصہ بیمار رہے اور ہم میں سے ایک کا اُن کے پاس رہنا ضروری ہوتا تھا۔اس لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ کسی جگہ ہم دونوں اکٹھی جا سکیں۔مَیں دفتر آتی یا دورہ پر جاتی یا کسی جلسہ میں شمولیت کرتی تو وہ گھر پر رہتیں۔وہ جاتیں تو مَیں رہتی۔ہر کام میں اُنہوں نے میرے ساتھ مکمل تعاون کیا۔مفید مشورے بھی دیئے۔یہ ایک بہت بڑا احسان ہے اللہ تعالیٰ کا کہ جس نے بھی لجنہ کا کام کیا اُس نے اپنے ذاتی رشتوں کو بھلا کر کیا۔مَیں نے حضرت سیّدہ امّ ناصر صاحبہ کے ماتحت بھی سیکرٹری کی طور پر کام کیا اور حضرت سیّدہ امّ طاہر احمد کے ماتحت بھی۔مجھے نہیں یاد کہ کبھی لجنہ کے کام کے سلسلہ میں اُن میں سے کوئی مجھ سے ناراض ہوا ہو یا مَیں نے کسی قسم کی حکم عدولی کی ہو اور جب مَیں صدر بنی اور سیّدہ مہر آپا کی طرف سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔میری عدم موجودگی میں بہت اچھی طرح سنوار کر اپنا فرض ادا کرتی تھیں۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، جولائی 1992ء صفحہ 7)

حضرت سیّدہ امّ ناصر صاحبہؓ کا ذکرِ خیر آپ نے ان الفاظ میں کیا کہ

"دورانِ سال کا سب سے المناک حادثہ جو لجنہ اماء اللہ کو پیش آیا وہ حضرت امّ ناصر احمدؓ کی وفات ہے۔آپ کا وجود علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہو، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی حرمِ اوّل اور لجنہ مرکزیہ کی صدر ہونے کے ایک اور اہمیت بھی رکھتا تھا۔ وہ یہ کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ اور موجودہ نسل کے درمیان ایک کڑی تھیں۔

حضرت امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دو ہستیاں ہمارے لیے یہی حیثیت رکھتی تھیں۔جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اپنے ہاتھوں سے ان کی خدمت کی اور اپنے کانوں سے ان کی باتوں کو سنا۔ایک امّ ناصر احمدؓ اور دوسری امّ داؤدؓ تھیں۔"

(ماہنامہ مصباح ربوہ، فروری 1959ء صفحہ 1 تا 2)

حضرت سیّدہ امّ ِ طاہر صاحبہؓ کا ذکرِ خیر آپ نے ان الفاظ میں کیا کہ

"لجنہ اماء اللہ کا سفینہ رواں دواں تھا کہ ایک شدید جھٹکا اسے پھر پہنچا۔ لجنہ اماء اللہ کی روحِ رواں اور صدر حضرت سیّدہ امّ ِ طاہر احمد صاحبہؓ 5 مارچ 1944ء کو وفات پا گئیں۔ آپ کی بیماری کا سلسلہ آخر 1943ء میں شروع ہو چکا تھا۔ آخر دسمبر میں ان کو علاج کے لیے لاہور لے گئے جہاں ان کا آپریشن ہوا۔ ساری جماعت کے مردوں اور عورتوں نے خصوصی طور پر دعائیں کیں صدقات کیے۔ لیکن آخر اللہ تعالیٰ کی مشیت پوری ہوئی۔

حضرت سیّدہ امّ ِ طاہر احمد صاحبہؓ نے لجنہ اماء اللہ کا کام حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ کی زندگی میں ہی ایک حد تک سنبھال لیا تھا اور کئی عہدوں پر فائز رہیں۔ لیکن 1933ء سے باقاعدہ سیکرٹری کا عہدہ ان کے سپرد ہوا۔ 1942ء میں صدر منتخب ہوئیں اور وفات تک اس عہدہ پر رہیں۔ لجنہ اماء اللہ کے کاموں میں جس طرح آپ نے زندگی پیدا کی احمدی خواتین ان خدمات کو کبھی بھول نہیں سکتیں۔ جلسوں کا انتظام چندوں کا انتظام سب کچھ آپ ہی کے ذمہ تھا۔ اہم دینی خدمات سرانجام دینے کے علاوہ آپ قادیان کے ہر چھوٹے بڑے امیر و غریب کی خوشی میں اور رنج میں بذاتِ خود شرکت فرماتیں۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 1 صفحہ 531)

حضرت سیّدہ امّ ِ وسیم صاحبہ کا ذکرِ خیر آپ نے ان الفاظ میں کیا کہ

"سالِ رواں کا ایک اور المناک واقعہ حضرت سیّدہ امّ ِ وسیم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہے۔ آپ 5 اور 6 دسمبر 1963ء جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب وفات پائی۔

آپ کا نام عزیزہ خاتون تھا۔ آپ حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف جمال صاحب کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ آپ یکم فروری 1926ء کو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عقد میں آئیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک خاندان میں داخل ہوئیں اور ان خواتینِ مبارکہ میں شامل ہوئیں جن کی بشارت سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ ذرّیّت کی بشارت کے ساتھ دی تھی۔۔۔

صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے نام پر جماعت میں آپ امّ ِ وسیم کے نام سے مشہور تھیں۔ ایک متموّل گھرانے میں پرورش پانے کے باوجود بہت سادہ طبیعت پائی تھی۔ آپ بہت تقویٰ

شعار، مخلص اور منکسر المزاج خاتون تھیں۔ بالخصوص غرباء کے ساتھ بہت محبت وشفقت کا سلوک روا رکھتی تھیں اور علالتِ طبع کے باوجود اکثر اوقات ان کے گھروں میں بھی تشریف لے جا کر اُن کے دکھ سکھ میں شریک ہوتی تھیں۔

بہت باقاعدگی سے لجنہ اماء اللہ کے اجلاسوں میں شرکت کرتیں۔ ماہانہ جلسوں اور درس کا انتظام ایک لمبے عرصہ تک آپ کے ذمہ رہا جسے آپ خوش اسلوبی سے ادا کرتی رہیں۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر بھی ہر سال مفوّضہ خدمت بجا لاتیں اور جو کام بھی سپرد کیا جاتا بشاشتِ قلب سے بجا لاتیں۔ "(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 189 تا 194)

ہم بچوں سے بات کرتے ہوئے آپ ہمیشہ نہایت ادب اور احترام سے حضرت مصلح موعودؓ کی ازواج کا ذکر کرتیں۔ حضرت امّ ناصر صاحبہؓ کو "بڑی آپا جان" کہتیں۔ حضرت امّ طاہر صاحبہؓ اور حضرت امّ وسیم صاحبہ کو "آپا جان" کہہ کر مخاطب ہوتیں۔ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کو ان کے نام "بشریٰ" کہہ کر پکارتیں۔

ہم بچوں سے بات کرتے ہوئے ان کی کُنیت سے مخاطب کیا کرتی تھیں۔

آپ نے حضورؓ کی کسی حرم کے بارہ میں اشارۃً یا کنایۃً کبھی بھی کوئی منفی بات نہیں کی۔

مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ قادیان میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے مکان میں گئے۔ اتفاقاً اسی وقت حضرت سیّدہ امّ طاہر احمد صاحبہؓ کا انٹرکام فون آگیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے چہرے پر حضرت سیّدہ امّ طاہر احمد صاحبہ کے لیے احترام اور محبت کے جذبات ظاہر ہو گئے کہ میرے والد نے بھی آپ کے چہرہ پر ابھرنے والے جذبات کو محسوس کر لیا۔ میرے والد کی طبیعت پر اب تک اس واقعہ کا اثر ہے۔

آپ کے حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کے ساتھ تعلقات کے بیان سے پہلے مَیں آپ کی ایسی مالی قربانی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو آپ کو تاریخی طور پر ممتاز کرنے والی ہے۔

احمدی مسلمان اپنے مرحوم عزیزوں اور رشتہ داروں کی طرف سے مالی قربانی کیا ہی کرتے ہیں اور دربارِ الٰہی سے امید رکھتے ہیں ایسا کرنے سے ان کے عزیزوں اور رشتہ داروں کی نیکیاں ان کی وفات کے بعد بھی جاری رہیں گی اور ساتھ ساتھ اُن کے روحانی مدارج بھی بلند ہوتے رہیں گے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی تربیت کے نتیجہ میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو لجنہ اماء اللہ میں بطور صدر اور سیکرٹری خدمت کی توفیق ملی۔اور جب آپ نے لجنہ اماء اللہ کے "چندہ تحریکِ خاص" کا اعلان کیا تو انہی عہدوں پر خدمت کی توفیق پانے والی اپنی مرحومہ سوکنوں کی طرف سے بھی چندہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ان خواتین میں حضرت سیّدہ امّ ناصر صاحبہؓ، حضرت سیّدہ امّ طاہر صاحبہؓ، حضرت سیّدہ امۃ الحئی صاحبہؓ اور حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ شامل ہیں۔

ایک دوسرے کے ساتھ نازک رشتوں میں بندھے ہونے کے باوجود اور رقابت کے فطری جذبات ہونے کے باوجود حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی نظر اُن خواتین کی خدماتِ دینیہ کی طرف گئی۔مَیں سمجھتا ہوں کہ علاوہ اُن کی قربانیوں کے جو اُن بزرگ خواتین نے اپنے اپنے وقت میں کیں آپ کے دل میں یہ خیال بھی آیا ہو گا کہ اگر حضرت مصلح موعودؓ حیات ہوتے تو ضرور اپنی ان ازواج کی طرف سے بھی چندہ ادا کرتے۔**واللہ اعلم بالصّواب**

بہر حال، آپ نے بے نفسی کی ایسی مثال قائم کی ہے جو رہتی دنیا کے لیے ایک قابلِ قدر اور ناقابلِ تقلید نمونہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر اپنے پیار کی نظر ڈالتا رہے۔آمین ثم آمین۔

ذرا سی ٹھیس سے جو ٹوٹ ٹوٹ جاتے ہیں
محبتوں سے وہ رشتے نبھا گئی ہو تم

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ سے تعلق تو میں نے اپنے بچپن سے دیکھا ہے۔حضورؓ کی وفات کے بعد کئی سال تک آپ دونوں قصرِ خلافت کی ہمسائیگی میں رہیں۔غالباً ستّر کی دہائی کے وسط (mid 1970s) میں حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ نے اپنا مکان بنوالیا تھا اور وہ اس میں منتقل ہو گئی تھیں۔ایک دن آپ آپ مجھے اپنے ساتھ لے کر گئیں اور مکان کا ہر حصہ نہایت شوق سے دیکھا۔

آپ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ سے ملنے باقاعدگی سے اُن کے گھر جایا کرتی تھیں بلکہ ہم بچوں کو بھی ہمیشہ ملوانے لے کر جاتیں اور نصیحت کرتی رہتیں کہ "مہر آپا" سے ملنے جایا کرو اور دعا کے لیے کہا کرو۔آپ انہیں مختلف مواقع پر دعوت پر بھی بلاتیں۔

آپ دونوں حضرت مصلح موعودؓ کی جائیداد میں وارث بھی تھیں اور جائیداد کے کئی یونٹس

ایسے تھے جو آپ دونوں میں مشترک تھے۔اگر ایسے کسی یونٹ کو فروخت کرنے کا معاملہ ہوتا اور کاغذات وغیرہ پر دستخط کروانے ہوتے تو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ مجھے بھیج دیتیں کہ "جاؤ مہر آپا سے دستخط کروالاؤ"۔

حضرت مصلح موعودؓ کی حیات میں ہی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کی کئی ایسی تصاویر ہیں جن میں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح کھڑی ہیں جیسے دو حقیقی بہنیں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑی ہوتی ہیں۔دونوں ہی بہت تیار ہیں۔حضورؓ کے وصال کے بعد تو آپ دونوں نے بننا سنورنا چھوڑ ہی دیا تھا۔

حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ بھی آپ کا بے حد احترام کرتی تھیں۔ایک دفعہ اس احترام کا بے ساختہ اظہار اس وقت ہوا حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ ہمارے گھر ملنے آئیں لیکن اُن دنوں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ لجنہ کے دورہ پر بیرونِ ملک تھیں۔حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ نے بے ساختہ اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ جلد خیریت سے آجائیں اور کام سنبھالیں۔پھر آپ نے کہا کہ جس کا کام اسی کو ساجھے۔اسی قسم کے الفاظ تھے۔

حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ نے مکرمہ فرحت افزا صاحبہ کو بتایا کہ

"حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ مدّ ظلّہا العالی بہت بلند اخلاق کی مالک ہیں۔جب میری شادی ہوئی تو حضرت صاحبؓ کے ساتھ مجھے بیاہنے ڈلہوزی ساتھ گئی تھیں۔اپنا کمرہ آراستہ کرکے مجھے پیش کیا اور شادی کے دوسرے دن صبح سویرے پھولوں کے ہار حضرت صاحبؓ اور میرے گلے میں ڈالے۔بعد میں بھی ہمیشہ نہایت عالی ظرفی اور بلند حوصلگی کا ثبوت دیا"۔

اگر حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ بیمار ہو جاتیں تو آپ بے حد پریشان ہوتیں۔ان کے لیے دعا کرنے کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح کو بھی دعا کے لیے لکھتیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ

"محترمہ مخدومہ مہر آپا صاحبہ کے متعلق علم ہوا۔تشویش ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔دعائیں کررہے ہیں۔اللہ تعالیٰ صحت دے"۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے متعدد خطوط میں آپ سے حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کی

بیماری پر فکر مندی کا اظہار فرمایا۔ کئی مرتبہ حضورؒ نے آپ کو ہدایت فرمائی کہ اُن کی طبیعت پوچھیں اور بہت بہت سلام کہہ دیں۔

1987ء میں حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ بیمار ہوئیں اور ان کا آپریشن تجویز ہوا۔ آپریشن والے دن آپ مجھے ساتھ لے کر ربوہ سے لاہور گئیں اور جس ہسپتال میں آپریشن ہونا تھا اس کے ویٹنگ روم میں کئی گھنٹے آپ انتظار کرتی رہیں۔ کسی وجہ سے آپریشن میں تاخیر ہوگئی تھی اور آپ کو بے حد فکر تھی۔ بار بار مجھے بھیج کر پتہ کرواتی رہیں کہ کب تک آپریشن ہو جائے گا۔ اس سارا عرصہ میں آپ اُن کے لیے دعائیں کرتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپریشن کامیاب ہو گیا۔ آپ ان سے کمرے میں جا کر ملیں اور پھر آپ کو سکون آیا۔

میں جس عرصہ میں تعلیم کے سلسلہ میں ربوہ سے باہر رہا تو آپ مجھے بھی حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کی صحت کے بارہ میں مطلع رکھتیں۔

13 نومبر 1990ء کو آپ نے مجھے خط میں لکھا کہ

"مہر آپا اور طاہرہ صدیقہ کل لندن سے اسلام آباد اور آج ربوہ پہنچ گئی ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئے انہیں مل کر آئی ہوں۔ پہلے سے بہتر ہوئی ہوئی ہیں"۔

10 مارچ 1993ء کو مجھے لکھا کہ

"مہر آپا آنکھ کے آپریشن کے لیے اسلام آباد گئیں۔ ٹیسٹ ہونے پر شوگر زیادہ نکلی۔ اب اس کا علاج ہو رہا ہے۔ شوگر نارمل آنے پر آپریشن ہو گا"۔

1993ء میں میری شادی کے موقع پر حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ بیمار تھیں اور شادی میں شامل نہ ہو سکتی تھیں۔ اس لیے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے فیصلہ کیا کہ رخصتی کے وقت گھر آنے سے پہلے حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ سے ملاقات کے لیے ان کے گھر جائیں گے اور ان کی دعائیں لے کر گھر آئیں گے۔ کیا کسی سوکن سے اس سے بہتر حسنِ سلوک اور احترام کی توقع رکھی جا سکتی ہے؟

اب اس سلسلہ میں آخری واقعہ پیش کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ گھر میں حضرت مصلح موعودؓ کی آخری بیماری اور وفات کا ذکر ہوا تو آپ نے بتایا کہ جب حضورؓ کا آخری وقت آیا اور ڈاکٹر وغیرہ پردہ

کرواکر باہر چلے گئے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کمرے میں نہیں ہیں۔ آپ دوسرے کمرے میں گئیں اور حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کو بھی حضور کے پاس بلالیا۔

مجھ تک جو روایت ایک اور ذریعہ سے پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ آپ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کے پاس دوسرے کمرے میں گئیں اور اُن کو کہا کہ

آؤ بشریٰ، "یہ" چلے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اولاد سے حُسنِ سلوک

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے بطن سے صرف ایک بیٹی پیدا ہوئیں یعنی ہماری والدہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضورؓ کے سب بچوں سے ایسا تعلق تھا کہ گویا سب ہی آپ کے حقیقی بچے ہیں۔ یہ ایک نہایت مشکل بات ہے۔ لیکن آپ کی سیرت کا یہ ایک نمایاں پہلو ہے۔ مَیں بچپن سے آپ کے اس وصف کو دیکھتا چلا آیا ہوں اور کبھی اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں دیکھی۔ واللہُ اعلم بالصّواب۔

بلکہ بعض اوقات تو مجھے لگتا تھا کہ آپ اپنی بیٹی سے بڑھ کر حضورؓ کے باقی بچوں سے شفقت کا سلوک کرتی ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کے وصال کے بعد تو آپ نے حضورؓ کے بچوں کا بہت ہی خیال رکھا لیکن حضورؓ کی زندگی میں بھی حضورؓ کے بچوں کا بہت خیال رکھتی تھیں اور یہی نصیحت آپ کے والد ماجد نے شادی کے وقت آپ کو کی تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ کو یہ علم تھا کہ آپ حضورؓ کی اولاد کو چاہے وہ کسی والدہ کے بطن سے ہوں، ماں کا پیار دے سکتی ہیں۔ چنانچہ حضرت سیّدہ امِّ طاہر صاحبہؓ کی وفات کے بعد اُن کے بچوں کی پرورش کے کے لیے ابتداً حضورؓ کی نگاہِ انتخاب حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ پر ہی پڑی۔

اس بارہ میں حضورؓ نے فرمایا کہ

"ان بچوں کو کسی دوسری بیوی کے سپرد کردوں تا جب میں اس کی باری میں اس کے گھر جاؤں تو اُن کی نگرانی بھی کر سکوں۔ یہ خیال آنے پر میں نے غور کیا کہ کس بیوی کے پاس ان کو رکھ

سکتا ہوں تو مَیں نے سمجھا کہ میری چھوٹی بیوی مریم صدیقہ ہی ہیں جو مریم بیگم مرحومہ کے گھر میں جا کر رہ سکتی ہیں اور ان کے بچوں کا محبت کے ساتھ خیال رکھ سکتی ہیں۔" (خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 584)

حضورؓ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"مگر ساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ وہ حضرت امّ المؤمنینؓ کے ساتھ رہتی ہیں اور ان کی خدمت کا موقع ان کو ملتا ہے۔ دوسرے میں نے دیکھا کہ ان کے متعلق بھی ڈاکٹروں کی یہی رائے ہے کہ وہ بھی اسی مرض میں مبتلا ہیں جو امّ طاہر مرحومہ کو تھا۔ ایک لڑکی کی پیدائش کے بعد سات سال سے ان کے ہاں اور اولاد نہیں ہوئی اور پھر ان کی طبیعت ایسی ہے کہ میری رضا جوئی کے لیے جب بچے آپس میں لڑ پڑیں تو چاہے اُن کی لڑکی کا قصور ہو اور چاہے کسی دوسرے بچے کا وہ اپنی لڑکی کو ہی سزا دیتی ہیں تا دوسرے بچوں کے دل میں یا میرے دل میں احساس پیدا نہ ہو کہ وہ اپنی لڑکی کی طرفداری کرتی ہیں اور بوجہ بنت العم ہونے کے مجھ سے دوہرا تعلق رکھتی ہیں اور اس لیے دوہری محبت۔۔۔۔ پس میں نے خیال کیا کہ یہ بہت ظلم ہو گا کہ جس کے ہاں ایک ہی بچہ ہے اور بظاہر اور ہونے کا احتمال کم ہے (گو ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں) اس کے ایک ہی بچہ کو دکھ میں ڈال کر ماں کو دکھ میں ڈال دیا جائے اور یہ تکلیف مالایطاق ہو گی۔" (خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 584 تا 585)

بعض مرتبہ حضورؓ کے بچے اپنی ضروریات یا خواہشات آپ ہی کے ذریعہ حضورؓ کی خدمت میں پیش کرتے اور بعض مرتبہ حضورؓ بھی آپ کے ذریعہ بچوں کی خواہشات دریافت فرمایا کرتے تھے۔ ایک واقعہ تو حضورؓ نے خود بیان فرمایا ہے جس کے بارہ میں حضورؓ کو رؤیا میں خبر بھی دی جا چکی تھی۔ حضورؓ فرماتے ہیں کہ

"دہلی مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک جگہ ہے جہاں امّ طاہر ایک چارپائی پر لیٹی ہوئی ہیں۔ چارپائی شمالاً جنوباً بچھی ہوئی ہے۔ امّ طاہر کا سر جنوب کی طرف ہے اور پاؤں شمال کی طرف۔ ان کے سامنے ایک اور چارپائی پر میری لڑکی امۃ الحکیم بیٹھی ہے (آج کل اس کے رخصتانہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں) ایسا معلوم ہوتا ہے اس نے اپنی شادی کے سامان میں کچھ کمی محسوس کرتے ہوئے کسی چیز کی مجھ سے خواہش ظاہر کی ہے۔ مگر مَیں نے اس کی خواہش کو پورا کرنے سے گریز کیا ہے۔ اس پر اس اپنی والدہ سے کہا کہ وہ مجھے اس بارے میں کہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس کی یہ خواہش پوری

کر دیں۔ مَیں نے کہا کہ جب آپ سفارش کرتی ہیں تو مَیں کر دوں گا۔ مَیں جہاں کھڑا تھا وہیں ٹھہرا رہا۔ آگے نہیں بڑھا۔ مگر وہیں کھڑے کھڑے میں نے امِّ طاہر کو مخاطب کرتے ہوئے غالب کا یہ شعر پڑھا

کاوے کاوے سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

اس پر میری آنکھ کھل گئی۔

بعد میں مَیں نے اپنی ان بیوی سے جو اس رات میرے کمرہ میں تھیں اس خواب کا ذکر کیا اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے لڑکی کی کوئی خواہش ہے اس کا پتہ لگاؤ۔ اس شادی کا انتظام مَیں نے اپنی لڑکی ناصرہ بیگم کے سپرد کیا ہوا ہے۔ چنانچہ دہلی سے آنے پر انہوں نے امِّ متین کی معرفت مجھے کہلا بھیجا کہ مَیں نے اپنی طرف سے آپ کی دی ہوئی رقم میں سب کام پورا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن باوجود کوشش کے وہ نہیں ہو سکا۔ ابھی کچھ اشیا تیار کرنی ہیں اس لیے گو مجھے شرم آتی ہے مگر یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ آپ کچھ روپیہ اور دے دیں۔ اس پر مَیں نے پہلے تو امِّ متین سے کہا۔ انہیں کہو کہ مَیں نے تو روپیہ دیتے وقت ہدایت کی تھی کہ اسی روپیہ میں سے تمام اخراجات کو پورا کیا جائے۔ اب میں اور روپیہ نہیں دے سکتا۔ مگر بات کرتے کرتے مجھے اپنا رؤیا یاد آ گیا اور مَیں نے کہا بہت اچھا، مَیں اور روپیہ دے دوں گا۔ اس طرح یہ رؤیا چند دن میں ہی پورا ہو گیا۔ پیغام لانے والی بھی امِّ متین تھیں جن کا نام مرحومہ کی طرح مریم ہے اور شرعی طور پر وہ بھی امۃ الحکیم کی ماں ہیں۔" (الفضل قادیان، جلد 34 نمبر 31255 اکتوبر 1946ء صفحہ 2)

ایک دفعہ آپ نے مجھے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے کہا تھا کہ مجھے تم سے بہت زیادہ محبت اس لیے بھی ہے کہ تُم نے میرے بچوں کا بہت خیال رکھا ہے۔ یوں تو حضورؓ کے تمام بچوں سے بہت پیار و محبت اور احترام کا سلوک تھا لیکن ہر ایک کے ساتھ ایک منفرد تعلق تھا اور بعض کو بعض پر فضیلت دیتی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دو بیٹوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یکے بعد دیگرے منصبِ خلافت پر فائز فرمایا اس لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ

توماں کے علاوہ آپ کا مریدی کا تعلق بھی تھا اور اس تعلق کا بیان ایک علیحدہ باب میں کیا جا چکا ہے۔

حضور کی بڑی اولاد کا بہت احترام کرتی تھیں اور ہمیشہ اُنہیں "آپ" کہہ کر مخاطب کرتی تھیں۔ان میں صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بالخصوص شامل ہیں۔آپ شام کو اکثر صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ سے ملنے جایا کرتی تھیں۔صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کے احترام کا ایک واقعہ 1983ء میں سپین کے سفر سے بھی ظاہر ہے۔آپ کو میرے والدین "الحمرا" کی سیر کروانے کے لیے لے کر گئے ہوئے تھے اور قیام مکرم کرم الٰہی ظفر صاحب کے گھر میں تھا۔ان کی اہلیہ میرے والد کی دودھ شریک بہن بھی تھیں اس لیے ٹھہرنے میں آسانی تھی۔ایک رات جب گھر واپس آئے تو رات کو معلوم ہوا کہ لندن سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اگلے دن مالاگا (Malaga) سپین پہنچ رہے ہیں اور وہاں سے پیدروآباد جانے کا پروگرام ہے۔اس اطلاع کا آنا تھا کہ آپ کو بے چینی شروع ہو گئی کہ ہم تو پیدروآباد میں نہیں ہیں اور اس وجہ سے ناصرہ بیگم کو تکلیف ہو گی۔آپ نے بے حد اصرار کے ساتھ سفر کا پروگرام تبدیل کروایا۔چنانچہ راتوں رات غرناطہ (Granada) سے پیدروآباد واپسی ہوئی۔

صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ نے مکرمہ فرحت افزا صاحبہ کو بتایا کہ

"حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ مدّ ظلہا العالی ہر ایک کے کام آنے والی، خدمت گزار اور گرمجوشی سے دین کا کام کرنے والی ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے تمام بچوں، حضرت بڑی پھوپھی جان صاحبہ اور حضرت چھوٹی پھوپھی جان صاحبہ یعنی جس کو بھی ضرورت پڑے آپ سب کے کام آتی ہیں۔بعض دفعہ تو اپنے آپ پر اتنا بوجھ ڈال لیتی ہیں کہ مَیں کہا کرتی ہوں کہ چھوٹی آپا! اللہ تعالیٰ نے نفس کا بھی حق رکھا ہے۔آپ اس طرح نہ کیا کریں۔الغرض آپ میں دوسروں کی خاطر قربانی کرنے کا جذبہ بہت زیادہ ہے"۔

حضرت اماں جانؓ اور حضرت مصلح موعودؓ کی بیماریوں میں ایک ساتھ خدمت کرنے کی وجہ سے ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب سے بہت بے تکلفی اور دوستی کا رنگ تھا۔وہ آپ کے ڈاکٹر بھی تھے۔

آپ کو صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ کے ساتھ بھی بہت محبت اور تعلق تھا۔صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ حضرت مصلح موعود کی بہت لاڈلی تھیں۔آپ راولپنڈی اور واشنگٹن میں ان کی مہمان بھی

رہی ہیں۔ امریکہ کے سفروں میں اگر رہائش اُن کے گھر نہ بھی ہوتی تب کئی مرتبہ ان سے ملنے جایا کرتی تھیں۔ آپ نے صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ کا 1940ء کا ایک خط سنبھال کر رکھا ہوا۔ آپ کی اُن سے بہت بے تکلفی تھی۔ اگر کبھی امریکہ سے کوئی چیز منگوانی ہوتی تو بلا تکلف ان کو لکھ دیتی تھیں۔ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ بھی آپ سے بے حد محبت کرتی تھیں اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی وفات کی خبر سن کر اُن کی آنکھوں سے لڑیوں کی طرح آنسو جاری ہو گئے تھے۔

آپ کبھی کبھار لاہور میں صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ کے گھر واقع جودھامل بلڈنگس میں بھی ٹھہرتی تھیں۔ اور صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ اور صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب آپ کی بہت مہمان نوازی کرتے تھے۔ اُن کے گھر کی چائے آپ کو بہت پسند تھی۔ صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ لجنہ اماء اللہ ضلع لاہور کی صدر بھی تھیں۔ جب آپ نے ربوہ میں اپنا گھر بنایا تو صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب نے آپ کی بہت مدد کی اور بہت سا سامان لاہور سے خود پسند کر کے لائے۔ آپ اُن کی اس خدمت پر بہت ممنون تھیں۔ چنانچہ جب آپ نے اپنے مکان کی تعمیر مکمل ہونے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو کھانے کی دعوت پر مدعو کیا تو صرف صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب اور صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ کو ساتھ بلایا۔

صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سے تو آپ کا خاص تعلق تھا۔ ایک تو وہ خدمتِ دین کی وجہ سے قادیان میں رہتے تھے دوسرے وہ آپ کے بہنوئی بھی تھے اور تیسرے یہ کہ وہ بھی آپ سے بہت محبت اور پیار کا تعلق رکھتے تھے۔ ہمیشہ اپنے اہم امور میں آپ سے مشورہ لیتے۔ آپ ربوہ آکر ہمیشہ آپ کے پاس ٹھہرتے تھے۔ ان کے ساتھ آپ کے کئی رشتے تھے۔

صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ نے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ میں نے اور چھوٹی آپا نے سفروں میں بے تکلفی سے بہت مزے کیے ہوئے ہیں اور کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ہمارے درمیان کیا رشتہ ہے۔ آپ کی اور صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ کی بے تکلفی تو میں نے خود بھی دیکھی ہے۔ آپ کے گھر کے ٹی وی کی ریسیپشن (reception) اتنی اچھی نہ تھی۔ اس لیے بعض خاص خاص تقریبات (اولمپکس کی افتتاحی یا اختتامی تقریبات) دیکھنے کے لیے بے تکلفی سے صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ کے گھر چلی جایا کرتی تھیں۔ آپ کی وفات کے بعد صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ نے "ماہنامہ مصباح" کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ

"جب حضرت سیّدہ چھوٹی آپا 1935ء میں حضرت مصلح موعود کے ساتھ بیاہ کر آئی تھیں تو اس وقت میں بہت چھوٹی تھی میری عمر سات سال تھی۔ آپ ابا جان کی ماموں زاد بھی تھیں۔ آپ بہت شرمیلے مزاج کی تھیں اور شروع میں جو لباس آپ پہنا کرتی تھیں ان میں سے ایک کڑھائی والا ریشمی جوڑا تو مجھے اب تک یاد ہے۔

حضرت چھوٹی آپا ہم بچوں کے ساتھ بہت بے تکلف تھیں بہت پیار بھرا سلوک تھا۔ بلکہ ہماری تو ان کے ساتھ دوستی ہوا کرتی تھی ہم آپ کے ساتھ گھر میں مختلف گیمز لوڈو، کیرم وغیرہ کھیلا کرتے تھے۔

حضرت مصلح موعود جہاں بچوں کی تربیت کا ہر معاملہ میں خیال رکھتے تھے وہاں تفریح کے مواقع بھی فراہم کرتے تھے۔ چنانچہ ہم گرمیوں میں ڈلہوزی جاتے اس طرح مختلف تفریحی سفروں میں مثلاً سندھ، پھیرو چچی اور دریائے بیاس کے کنارے جاتے تو حضرت چھوٹی آپا بھی ہمارے ساتھ ہوتیں وہاں ہم گھڑ سواری کرتے، شکار کھیلتے، کشتی چلاتے، بڈمنٹن کھیلتے اور رات کے وقت 'پت' (گڑ کو گرم کرکے) بنایا کرتے تھے یوں آپ سے پیار کا تعلق اور مضبوط ہوا۔۔۔۔

حضرت چھوٹی آپا کا نکاح چونکہ حضرت مصلح موعود نے نہیں پڑھایا تھا۔ بلکہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رفیق بانی سلسلہ احمدیہ نے پڑھایا تھا تو آپ کو اس بات کا بے حد افسوس تھا کہ میرا نکاح حضرت مصلح موعود نے کیوں نہیں پڑھا ایک دن ہم بچوں نے کھیل کھیل میں آپ سے کہا کہ کوئی بات نہیں آپ پریشان نہ ہوں ہم آپ کا نکاح پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ میں ماموں جان یعنی حضرت چھوٹی آپا کے والد محترم حضرت میر محمد اسماعیل صاحب بن گئی اور انور (محترم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب ابن حضرت مصلح موعود) ابا جان یعنی حضرت مصلح موعود بن گئے۔ یوں کھیل کھیل میں ہم نے آپ کا نکاح پڑھایا۔

ایک طرف تو ہم چھوٹے بچوں کے ساتھ پیار، بے تکلفی کی یہ فضا تھی مگر دوسری طرف اپنے بڑے بچوں جن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی شامل تھے بے حد عزت واحترام سے پیش آیا کرتی تھیں۔ آپ بہت محبت کرنے والی ہستی تھیں۔ ہم نے آپ کی سختی تو کبھی نہیں دیکھی نہ صرف ہم سے بلکہ اپنے بہن بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں سے بھی بہت پیار کا تعلق تھا اور ان کے حقوق

کا خیال رکھتیں۔

ہماری سب ماؤں کے آپس کے تعلقات بہت اچھے اور دوستانہ تھے ہم بچوں نے ان سب کو حقیقی ماؤں جیسا ہی پایا۔ گھر میں کسی قسم کی بدمزگی ہو بھی جاتی تو ہم کو اس کا علم نہ ہو پاتا، بڑوں کے معاملات میں چھوٹوں کو دخل دینے کی اجازت نہ تھی اور یہ سب حضرت مصلح موعود کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا۔ حضرت چھوٹی آپا اور حضرت مہر آپا کا تو بالخصوص آپس میں بہنوں جیسا تعلق تھا بہت پیار اور دوستی تھی۔ چنانچہ جب حضرت مہر آپا بیمار ہوئیں تو حضرت چھوٹی آپا کو آپ کی علالت کی وجہ سے ان کی بیماری کا نہ بتایا گیا۔ لیکن جب حضرت مہر آپا کی وفات ہو گئی تو آپ کو خبر ملی تو فرمایا بشریٰ تم خوش قسمت تھیں۔

حضرت چھوٹی آپا بچوں سے بڑی شفقت سے پیش آیا کرتی تھیں بہت نرم طبیعت پائی تھی۔ محترم مرزا غلام قادر صاحب کی راہ حق میں جان دینے سے چار دن پہلے میں ان کے بچوں کو لے کر حضرت چھوٹی آپا سے ملنے کے لیے گئی تو قادر کی بڑی بیٹی سطوت کو آپ نے قرآنِ شریف ختم کرنے پر بہت پیار کے ساتھ اپنے دستخط کر کے ایک حمائل تحفہ میں دی۔

جب میرے شوہر محترم میر داؤد احمد صاحب وفات پا گئے تو میں بہت بیمار ہو گئی ان دنوں گھر کا سارا انتظام نزہت بنت حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ (بیگم مرزا فرید احمد صاحب) ہی کیا کرتی تھیں مجھے کچھ خبر نہ ہوتی تھی بعد میں نزہت نے بتایا کہ حضرت چھوٹی آپا ان دنوں خود تشریف لاتیں گھر کے انتظامی امور کا جائزہ لیتیں اور گھر میں اگر کوئی چیز کم ہوتی یا کوئی اور ضرورت نظر میں آتی تو خود بھجوا دیا کرتیں۔

آپ کو سلائی کڑھائی اور نٹنگ میں بہت مہارت تھی اور سلمٰہ کا کام تو بہت ہی اچھا کرتی تھیں۔ چنانچہ جب میری بیٹی گوگو (مکرمہ امۃ المصور صاحبہ) کی شادی ہوئی تو بڑی محبت اور پیار کے ساتھ اس کا جہیز خود بنوایا۔ شادی کے سارے جوڑے خود تیار کیے اس سلسلے میں خریداری کے لیے خود جاتیں حالانکہ اس زمانے میں گاڑی بھی نہ ہوتی تھی بازار سے سات سو روپے کا سلمٰہ خرید اور سلمٰہ کے کام والا جوڑا اس قدر خوبصورت تیار کیا کہ بعد میں جب لاہور کی مارکیٹ میں برکت علی والوں نے دیکھا تو وہ اس قدر نفیس اور خوبصورت کام دیکھ کر حیران رہ گئے اور اس کی قیمت سات ہزار روپے

کہتے تھے اور نمونہ کے لیے انہوں نے وہ جوڑا لیا۔ اسی طرح بہت خوبصورت فراک بناتی تھیں۔ میری بیٹی کی پیدائش پر ایک بہت خوبصورت لمبا فراک بنا کر دیا۔

حضرت مصلح موعود کی زندگی میں ہر عید پر تمام رشتہ داروں کی دعوت ہوا کرتی تھی جس کا سب انتظام حضرت چھوٹی آپا کے ذمہ ہوتا۔ جس کو آپ خوبی اور سلیقہ سے انجام دیتیں۔ خوشاب سے آگے ایک جگہ 'جابہ' ہے جس کا نام حضرت مصلح موعود نے رکھا تھا۔ وہاں جا کر بھی سب انتظام آپ کے سپرد ہوتا جس کو آپ بااحسن پورا کرتیں۔

مجھے حضرت چھوٹی آپا کے ساتھ 1958ء تا 1959ء جماعتی خدمات بجالانے کا موقع ملا ان دنوں میں سیکرٹری اصلاح و ارشاد تھی۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ آپ بے حد تعاون کرنے والی تھیں۔ کام میں مددگار ہوتیں ہمیشہ اچھا مشورہ دیتیں، رائے صائب ہوتی۔ اگر محسوس کرتیں کہ کوئی کام ٹھیک طریقے سے نہیں کر رہا یا فرائض سے پہلو تہی کر رہا ہے تو کبھی سختی یا درشتی سے کام نہ لیتیں بلکہ نرمی سے سمجھا دیتیں۔

حضرت سیّدہ نے زندگی کا ایک طویل عرصہ نہایت لگن کے ساتھ جماعت کی خدمت کرتے ہوئے گزارا۔ خدمتِ دین کے لیے ذوق و شوق اور جذبہ کا یہ عالم تھا کہ بیماری بھی سدِّ راہ نہ ہو سکی ایک دفعہ میں آپ سے ملنے کے لیے گئی آپ بیمار تھیں لیکن دیکھا تو سندات کامیابی تقریباً 300 کی تعداد میں آپ کے پاس دھری ہیں اور آپ ان پر اپنے دستخط کر رہی ہیں۔

قرآنِ شریف سے آپ کو بے پناہ محبت تھی لڑکیوں کو قرآنِ کریم کا ترجمہ باقاعدگی سے پڑھاتی رہیں۔ متعدد بچیوں نے آپ سے کلام پاک کا ترجمہ سیکھا۔

آپ اپنے پاس آنے والے خطوط کا باقاعدگی سے جواب دیا کرتی تھیں اور اس میں کبھی سستی نہ ہوتی۔ آپ کی لکھائی بھی بے حد خوبصورت تھی یوں محسوس ہوتا گویا موتی پروئے ہوئے ہیں۔

میری آپ سے آخری ملاقات وہی تھی جب میں مرزا غلام قادر صاحب کی شہادت سے چار دن قبل ان کے بچوں کو لے کر آپ کے پاس گئی تھی آپ اس وقت خادمہ سے کنگھی کرا رہی تھیں۔ چہرے پر تکلیف کے آثار تھے مجھے دیکھا تو فرمایا 'باچھی تم کہاں چلی گئی تھیں' میں نے آپ

کی کنگھی وغیرہ کرائی بعد ازاں میں ملک سے باہر چلی گئی اور آپ کی وفات کی خبر مجھے لندن میں ملی"۔

صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے بارہ میں انٹرویو میں بتایا کہ

"آپ کی دینی تعلیم و تربیت میں حضرت مصلح موعود ہی آپ کی رہنمائی فرماتے۔ آپ بہت ذہین تھیں۔ بلا کا حافظہ تھا۔ ایک دفعہ ہمارے درمیان حضرت مسیح موعود کا قصیدہ حفظ کرنے کا مقابلہ ہوا تو آپ نے دوسرے دن ہی تمام مقرر کردہ اشعار سنا دیئے۔

آپ قرآنِ پاک ناظرہ کے ساتھ ساتھ باترجمہ اور تلفظ بھی سکھایا کرتی تھیں اور اتنے اچھے طریق سے سکھاتیں کہ ہمارا محلّہ قرآنِ مجید ناظرہ باترجمہ اور تلفظ میں ہمیشہ سب سے آگے رہا۔ واقعی آپ ہمارے لیے نعمتِ عظمیٰ تھیں۔ اب آپ کی وفات کے بعد یہ کمی بہت محسوس ہوتی ہے۔

چندہ جات ادا کرنے میں کبھی دیر نہ کرتیں۔ آپ کو کبھی بھی کہنے یا یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی اپنا چندہ ہمیشہ خود ہی بھجوا دیا کرتی تھیں۔

فرمایا کرتیں کہ میں تو سب سے پہلے چندے خرچ میں سے نکال کر علیحدہ کر دیتی ہوں۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی طرف سے ایک خاص چندہ کی تحریک ہوئی، خاکسار ذرا تاخیر سے پہنچی تو فرمایا کہ خدام الاحمدیہ والے تو پہلے لے گئے ہیں تم لیٹ آئی ہو۔ پھر لجنہ کی طرف سے چندہ میں شمولیت کی۔

آپ نے ساری زندگی خدمتِ دین کے لیے وقف کی ہوئی تھی اور ہمارا بھی آپ کو بہت خیال تھا کہ یہ حضرت مصلح موعود کی بیٹیاں ہیں، خدمتِ دین میں پیچھے نہ رہیں چنانچہ آپ نے خدمتِ دین کے لیے ہمارے لیے مواقع پیدا کیے۔

طبیعت میں خود نمائی بالکل نہ تھی۔ سادگی سے دینی امور کے ساتھ ساتھ گھر کے کام کاج میں بھی مشغول رہتیں گھر کا کام اپنے ہاتھ سے خوشی کے ساتھ کرتیں اور کبھی عار محسوس نہ کیا۔ بہت سی لڑکیوں کو اپنے پاس گھر میں رکھ کر گھریلو کام سکھائے اور ان کو تعلیم بھی دلوائی اور بعد ازاں ان کی شادیاں بھی کروائیں۔

آپ نے فرمایا کہ چھوٹی آپا کا سبھی لوگوں سے اس قدر تعلق تھا کہ ایک ہی دن میں

تقریبات پر چار چار جگہ جانا ہوتا تھا۔ ایک دن تو چھوٹی آپا کے ساتھ ہمیں چار تقریبات پر جانا تھا۔ ہر جگہ ہم نے (کھانا کھانے سے) معذرت کی اور آخری تقریب میں ہم جب پہنچے تو وہاں کی تقریب ختم ہو چکی تھی۔ یعنی ہم تقریباً بھوکے ہی گھر کو لوٹے۔ لیکن سب کے دل رکھ لیے۔"

مکرمہ اسما طاہرہ صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب نے بتایا کہ

"سب سے زیادہ مجھے چھوٹی آپا کی شفقت اس وقت کی یاد ہے جب آپ نے میرے خاوند مرزا خلیل احمد صاحب کی وفات پر پورے چالیس دن تک میرے پاس باقاعدہ آکر میری دلجوئی کی۔ آپ کی بیماری میں مَیں اکثر جاتی رہی۔ بہت صبر اور خوش خلقی سے بیماری کا مقابلہ کیا۔۔۔۔

سخت بیماری کے باوجود مانوس چیزوں کو پہچان لیتی تھیں اور ان سے متعلقہ بات کرتی تھیں۔"

مکرمہ اسما طاہرہ خلیل صاحبہ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ساتھ لجنہ اماء اللہ میں بھی خدمت کی توفیق پائی۔ ان ایام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ "میرے شعبہ میں کام کرتے وقت ہمیشہ فرماتیں کہ شعبہ کے بارے میں اسا تم بولا کرو۔ شاید یہ میری خاموشی کو دیکھ کر۔ شاید یہ تھا کہ مجھے بولنا آجائے۔ میرے میں جرأت اور اعتماد پیدا کرنا مقصد تھا"۔

مکرمہ تنویر الاسلام صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب نے بتایا کہ

"میں آپ کی بیماری میں آپ سے ملنے گئی تو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے کہا کہ تنویر تمہارے بارے میں حضورؓ نے جو کچھ مجھے کہا تھا۔ مجھے ایک ایک لفظ یاد ہے"۔ انہوں نے اس واقعہ کی تفصیل ان الفاظ میں بتائی کہ "جب پہلی بار عطر کے سات (7) ڈبوں کے سات صد روپے نمائش سے کما کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو دیئے تو حضور نے ازراہِ شفقت مجھے گلے لگایا اور یہ الفاظ کہے تھے۔ کہ مریم، مریم اسے کبھی نہ چھوڑنا یہ تمہیں بہت فائدے دے گی۔ حضرت چھوٹی آپا نے حضور کی یہ بات ساری زندگی نبھائی اور زندگی کے آخری دنوں تک یاد بھی رکھی"۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی وفات کے بعد صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ وہ لمبا عرصہ کے بعد ربوہ واپس آئیں تو دیکھا کہ شام کو چھوٹی آپا اُنہیں ملنے آرہی ہیں۔ آتے ہی کہا کہ بچے میرے سے تعلق رکھیں یا نہ رکھیں میں تو اِن کے بچوں سے تعلق رکھوں گی۔

حضرت مصلح موعودؓ کی اولاد در اولاد کی بیماریوں، ان کے گھر میں ولادتوں، یا شادیوں کے موقع پر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو بہت خدمت کا موقع ملا۔ اُس وقت ربوہ میں طبّی سہولیات نہ ہونے کے برابر تھیں اس لیے آپریشن کروانے کے لیے ربوہ سے باہر جانا پڑتا تھا۔

مجھے صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ نے بتایا کہ وہ ایک مرتبہ بیمار ہوگئی تھیں تو انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کو خود کہہ کر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ کو اپنی تیمارداری کے لیے بلوایا تھا۔

مجھے یاد ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بیٹی صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ کے پتّہ کا آپریشن تھا اور ان کا اصرار تھا کہ وہ صرف "دادی خالہ" کو ساتھ لے کر جائیں گی۔ حضورؒ کی بھی یہی منشاء تھی۔

شادی کے مواقع پر آپ مہمان نوازی کے لیے آپ "ناریل کا گوٹہ" بنایا کرتی تھیں۔ یہ خشک ناریل کو مختلف شکلوں میں کاٹ کر اور رنگ کر تیار کیا جاتا اور اس کے ساتھ سونف وغیرہ ملا کر بھونا جاتا تھا۔ اس کو رکھنے کے لیے خوبصورت رنگ دار کپڑوں سے بٹوے بھی سیا کرتی تھیں۔ یہ کام زیادہ تر لجنہ کے کاموں سے فارغ ہو کر دوپہر کے وقت کرتی تھیں اور اس کے لیے گھنٹوں کھڑے رہنا پڑتا۔ ہم بچوں کی یہ کوشش ہوتی کہ کچھ نہ کچھ ہمیں بھی کھانے کو ملے لیکن بڑی سختی سے منع کرتی تھیں کہ کسی اور کی چیز ہے۔

بعض بچیوں کے جہیز بنانے کی ذمہ داری آپ نے ادا کی۔ آپ خود لاہور جا کر خریداری کرتیں اور کام بننے دیتیں اور پھر وصول کرنے کے لیے بھی جاتیں۔ لاہور اور ربوہ کے درمیان کا سفر اکثر ٹرین کے ذریعہ کرتیں اور لاہور میں پھرنے کے لیے رکشہ یا ٹانگہ استعمال کرتیں۔ ایک یا دو مرتبہ آپ ٹھوکر لگنے سے گر بھی گئی تھیں لیکن فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھال کر اپنے کام میں مصروف ہو گئیں۔ کئی بچیوں کے زیور بھی آپ نے لاہور سے بنوائے۔

حضورؓ کی اولاد میں سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے علاوہ صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب آپ کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے۔ ان کی ازواج اور اولاد کے غم میں آپ برابر شریک رہیں۔

صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب کی وفات کے وقت تو میری عمر بہت چھوٹی تھی لیکن

صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب کی بیماری اور وفات کے پر آپ نے مجھے ایک سے زیادہ خطوط میں اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔

آپ حضورؓ کی اولاد در اولاد کو تحائف بھی دیتیں اور یہ دو طرفہ سلسلہ تھا۔ آپ حضورؓ کی اولاد کے لیے مادرِ مہربان تھیں۔ آپ اُن کے دکھ سُکھ میں شریک ہوتیں اور ان کے مسائل حل کرنے میں مدد کرتیں۔ وہ آپ کے گھر میں بے تکلفی سے آتے اور آپ پر اپنا پورا حق سمجھتے اور آپ اس میں خوشی اور سرور محسوس کرتیں۔ متعدد مواقع پر حضورؓ کے بچے اپنے بچوں کو آپ کے پاس چھوڑ کر سفر پر جاتے رہے۔ بلکہ اگلی نسل کے بچے بھی اپنے بچے آپ کے پاس چھوڑ کر جاتے تھے۔ ایک مرتبہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ بیرونِ ملک سفر پر گئیں اور کئی ماہ اُن کے بچے آپ کے گھر رہے۔

آپ کی وفات پر حضورؓ کی اولاد کو ویسا ہی دکھ اور کرب محسوس کرتے دیکھا گیا جیسا کوئی اپنی حقیقی ماں کی وفات پر محسوس کرتا ہے۔

مکرم سیّد قمر سلیمان احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

"میری پیدائش جون 1954ء کی ہے۔ مارچ 1954ء میں ابا حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) پر چاقو کا حملہ ہوا۔ جس کے سبب آپ آہستہ آہستہ بیمار ہوتے چلے گئے اور جب میں نے ہوش سنبھالا تو ابا حضور کو چلتے پھرتے نہیں دیکھا۔ آپ بستر پر تشریف فرما ہوتے۔ ابا حضور کے ساتھ آپ کی ازواج میں حضرت چھوٹی امّی اور مہر آپا ہوتیں اور دونوں بزرگ خواتین کی محبتوں اور شفقتوں سے ہم بچے خوب لطف اٹھاتے۔

حضرت چھوٹی امّی کا ہمیشہ سے جو تأثر میرے ذہن پر پڑتا رہا وہ آپ کی غیر معمولی شفقت اور سادگی تھی۔ ہر ایک سے نہایت شفقت سے بات کرتیں اور ہر ایک کے معاملات میں پوری دلچسپی لیتیں۔ کبھی اپنے مقام اور مرتبے کا احساس بھی نہ ہونے دیتیں۔ ہر بچے کی بہتری کی فکر میں رہتیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہمارا دسویں، انٹرمیڈیٹ یا گریجوایشن کے امتحان ہوتے تو آپ کی نظر اخبار پر ہوتی اور جیسے ہی نتیجہ نکلتا آپ کا فون آجاتا کہ کیا نتیجہ نکلا ہے۔ ہم دعا کرتے کہ چھوٹی امّی کا فون نہ آجائے کیونکہ جو نتیجہ نکلتا اس کے بعد چھوٹی امّی کو سوائے یہ بتانے کے کہ نتیجہ نکل آیا ہے

کوئی نئی بات نہیں ہوئی اور کوئی چارہ نہ رہ جاتا۔

میرے والد صاحب نسبتاً چھوٹی عمر میں انتقال کر گئے تھے۔ان کی وفات کے بعد حضرت چھوٹی امّی نے بڑی محبت کا تعلق ہم سب سے رکھا اور والد صاحب کے انتقال کے تقریباً ڈیڑھ برس بعد میری بڑی ہمشیرہ کی شادی تھی تو میری امی کچھ بیمار تھیں۔ چھوٹی امی نے فرمایا کہ وہ جہیز کی تیاری کے سلسلہ میں ہمشیرہ کو لاہور لے جائیں گی اور سارے کام اپنی نگرانی میں کروائیں گی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انہیں کئی مرتبہ لاہور جانا پڑا۔اُن دنوں میں بانو بازار انار کلی سے ہی سب شاپنگ کی جاتی تھی اور چونکہ کار وغیرہ کی سہولت نہیں تھی۔اس لیے روزانہ تانگہ میں بیٹھ کر یہ لوگ انار کلی جاتے اور شاپنگ کرتے۔یہ آپ کا بڑا پن تھا کہ ایک لڑکی کے لیے آپ نے نہایت دلچسپی اور تندہی سے جہیز کی تیاری میں مدد دی۔وہاں ایک حادثہ بھی ہو گیا جس میں آپ کو چوٹیں بھی آئیں مگر اس کی پرواہ کیے بغیر آپ نے سارا کام مکمل کیا۔

1989ء میں ہمارے ہاں اولاد متوقع تھی پیدائش سے تقریباً دس دن پہلے میرا ایک حادثہ ہو گیا جس میں مَیں شدید زخمی ہو گیا۔رات کے بارہ بجے جب چھوٹی امّی کو خبر ملی تو فوراً اسی وقت ہمارے گھر آ گئیں اور تمام رات میری اہلیہ کے پاس بیٹھی دعائیں کرتی رہیں۔ غرض کہیں بھی کسی بھی وقت کوئی بھی کسی مشکل میں دیکھتیں تو اپنی خدمات پیش کر دیتیں اور ہر طرح سے مدد کے لیے تیار ہو جاتیں"۔

وے صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں

مکرمہ امۃ الغفور قاسم شاہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"حضرت چھوٹی اُمّی کو ہم نے اپنے بچپن سے دیکھا اور اپنی والدہ مکرمہ صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ سے اپنی پیدائش سے پہلے کا بھی سنا۔وہ ایک بہترین، مہربان اور پیار کرنے والی خاتون تھیں۔وہ حضرت مصلح موعود کے سب بچوں سے خواہ وہ کسی والدہ سے بھی ہوں اور آگے ان کے بچوں سے بھی بے انتہا محبت کرتی تھیں۔اور سب کی خوشی اور غمی میں ضرور شامل ہوتی تھیں۔میری بیٹی بارعہ جب پیدا ہوئی تو ہسپتال میں اسے دیکھنے آئیں اور مجھ سے معذرت کی کہ میری اب صحت ایسی نہیں کہ میں تمہارا خیال رکھ سکوں۔اس حد تک وہ ہم سب کا خیال کرتی تھیں۔

1987ء میں جب ہم نائیجیریا میں تھے۔ آپ نائیجیریا تشریف لائیں اور "کانو" میں ہمارے گھر ٹھہریں۔ آپ کے لیے کسی اور جگہ انتظام کیا گیا تھا لیکن آپ نے یہ کہا کہ میں اپنے grand children کے پاس ہی ٹھہروں گی۔ اس طرح آپ خود کہہ کے ہمارے گھر ٹھہریں۔ یہ ہمارے لیے بے انتہا خوشی اور خوش قسمتی کا باعث تھا۔ اور ہمارے ساتھ بے انتہا پیار کا سلوک کیا جو ہم کبھی بھول نہیں سکتے۔ میرے دونوں بچوں (درِّعدن اور غالب) کے ساتھ بھی بہت ہی پیار کیا اور پاکستان واپس جا کر بھی باقاعدہ خط لکھا کرتی تھیں۔ ان کی محبتیں اور شفقتیں ہم کبھی بھلا نہ پائیں گے۔

ہم 1989ء میں نائیجیریا سے پاکستان واپس آگئے تھے۔ ایک دن چھوٹی اُمّی ہمارے گھر آئیں اور کہا کہ آؤ پُھپھو (مکرمہ امۃ الناصر نصرت صاحبہ) کے گھر چلیں۔ میں ابھی تک اس کے گھر نہیں گئی۔ ہم وہاں گئے اور وہاں سے کہا کہ آؤ امۃ العزیز ادریس کا حال بھی پوچھ جائیں۔ وہ تو اتنا خوش ہوئیں کہ اتنا بابرکت وجود میرے گھر تشریف لایا۔ انہوں کے کہا کہ آپ مجھے حکم دیتیں میں حاضر ہو جاتی۔ چھوٹی آپا نے فرمایا تم بیمار ہو میں پوچھنے نہ آتی؟ ہر بڑے چھوٹے سے بہت محبت کا سلوک تھا"۔

مکرم مرزا فرید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ "میرے تمام کزنز یعنی حضرت مصلح موعودؓ کی اگلی نسل آپ کو 'چھوٹی امی' کہتی ہے۔ سب سے پہلے صرف ہمیں امی (حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ) نے 'دادی خالہ' کہلوانا شروع کیا۔ بچپن میں سوچتا تھا کہ یہ کیا combination ہے: دادی اور خالہ۔ لیکن پھر جوانی میں آپ کی بے پناہ محبتوں اور شفقتوں نے اس combination کا مطلب سمجھا دیا۔ عجیب بات ہے دادی کے جذبات بھی عجیب ہوتے ہیں اور خالہ کے بھی۔ تو یہ پیار اور شفقت ہمیشہ سے تھی لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات کے بعد اس میں بہت شدت آگئی تھی۔ باقاعدہ خیال رکھتیں۔ دعوتوں میں بلاتیں خصوصاً عید کی دعوتیں۔ بسا اوقات ہم معذرت کر دیتے کہ تائی جی (میری ساس یعنی مکرمہ سیّدہ نصیرہ بیگم صاحبہ بیگم حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ) کی یا آپا طاہرہ صدیقہ (ہماری دوسری والدہ) کی دعوت ہوتی۔ آج اس بات پر مجھے regret بھی ہے کہ ایسی عظیم ہستی کی دعوت میں نہ جانا زیادتی تھی۔ کبھی میں بیمار ہوتا تو ہمیشہ جب بھی پتہ چلتا خود آتیں طبیعت پوچھنے اور اس حُسنِ سلوک پر شرمندہ کر دیتی تھیں۔

یوں ہمیشہ کے پیار نے جو دریا کی صورت تھا حضورؒ کی وفات کے بعد بے کراں سمندر کا روپ دھار لیا۔ جس کا نام تھا 'دادی خالہ'۔ صرف ہم بہن بھائیوں کی خاندان کی دادی خالہ نہ تھیں بلکہ تمام لجنہ تمام ناصرات بلکہ بنی نوع انسان کے لیے 'دادی خالہ' تھیں۔ دروازے کھلے ہوئے۔ ہر کوئی آرہا ہے اپنا غم اپنے مسائل لے کر۔ اور آپ ہمہ وقت حاضر بغیر کسی پرٹوکول کے۔ 'دادی' اور 'خالہ' کی طرح"۔

شاید کسی پڑھنے والے کو خیال آئے کہ اس عنوان کو کھینچ تان کر لمبا کیا گیا ہے۔ لیکن جو خواتین و احباب حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو سرسری طور پر بھی جانتے ہیں وہ میری اس بات سے اتفاق کریں گے آپ کی سیرت کے اس پہلو پر بہت ہی کم لکھا گیا ہے۔ میرے نزدیک تو صرف اس عنوان پر ایک ضخیم کتاب مرتّب کی جاسکتی ہے۔

بہن بھائیوں اور ان کی اولاد کے لیے مادرِ مہربان

آپ کا اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ تعلق کا بیان بہت ہی دل لبھانے والا ہے۔ وہ سب آپ کا بے حد احترام کرتے اور آپ کو اپنی ماں کا مقام دیتے تھے اور آپ بھی ان کے اور ان کی اولاد کے لیے مادرِ مہربان ہی تھیں۔ ایک دوسرے کے گھروں میں بے تکلفی سے آنا جانا تھا۔ سب بہن بھائی جب بھی ربوہ آتے تو روزانہ ملاقات کے لیے آتے اور بہت سے مواقع پر آپ کے گھر میں ہی ٹھہرتے۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور آپ کی بہن سیّدہ امۃ القدوس صاحبہ جب بھی ربوہ آتے تو آپ کے پاس ہی ٹھہرتے۔ ان سے آپ کو بہت پیار تھا۔ مکرمہ سیّدہ امۃ القدوس صاحبہ کو مختلف بیماریوں میں آپریشن کروانے پڑے جن کی وجہ سے آپ بہت پریشان ہو جاتی تھیں۔ ایک تو قادیان میں رہنے کی وجہ سے ملاقات بھی بہت کم ہو پاتی تھی اور دوسرے آپ کا ان سے قلبی تعلق بھی بہت زیادہ تھا۔

مکرمہ امۃ القدوس صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

"'ان' (صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب) سے بھی باجی جان کا بڑا گہرا پیار کا تعلق تھا یہ تعلق دونوں طرف سے تھا۔ رشتہ بھی دوہرا تھا۔ بیٹے بھی تھے اور بہنوئی بھی تھے۔ 'یہ' بھی آپ کے مشورہ کو ہر بات پر مقدم رکھتے تھے۔ کبھی بھی آپ کی بات نہیں ٹالی۔

آپ کی بہن مکرمہ سیّدہ امۃ الرفیق صاحبہ نے بتایا کہ

"میں حضرت چھوٹی آپا کی شادی کے بعد پیدا ہوئی۔ اور ان سے 18 سال چھوٹی ہوں۔ زیادہ تر ربوہ سے باہر رہی۔ بہت کم ربوہ آنے کا موقع ملتا۔ صرف جلسہ سالانہ پر آتے تھے۔ والدہ کی زندگی تک تو والدہ کے گھر ٹھہرتے تھے۔ اس کے بعد چھوٹی آپا کے گھر ٹھہرا کرتے تھے۔ جلسہ کے بعد ہم سب عزیز و اقارب اور مہمان رات کو آپ کے پاس اکٹھے ہوتے تو آپ کو دیکھتے کہ آپ جلسہ گاہ اور قیام گاہ کی حاضری کی رپورٹ نوٹ کرکے اوپر حضور کو بھجواتیں۔ سارے دن کی تھکی ہوئی ہوتیں۔ ہم سب خوش گپیوں میں مصروف ہوتے اور چھوٹی آپا جلسہ کی حاضری اور رپورٹ لکھنے میں مصروف ہوتیں۔ کبھی تھک کر وہیں صوفے پر ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیتیں۔ انتہائی ذمہ داری سے رات دن کام میں مصروف ہوتیں۔

آپ کو ہر مہمان کا انفرادی فکر تھا۔ مہمانوں کی خاطر دو کھانے گھر میں پکواتی تھیں اور ایک کھانا لنگر کا ہوتا۔ ناشتہ کی میز پر ٹوسٹر (toaster) سے ٹوس (toast) خود نکال کر مہمانوں کو دینا اپنے ہاتھ سے۔ یہ اتنی مصروف شخصیت اور اتنے مصروف دنوں میں آپ کی مہمان نوازی کا ثبوت ہے"۔

مکرم سیّد حضرت اللہ پاشا صاحب نے دعا اور تحقیق کے بعد امریکہ میں خود احمدیت قبول کی تھی۔ یہ 1953ء کی بات ہے۔ ان کے سارے رشتہ دار نہ صرف غیر احمدی رہے بلکہ ان کی بہت مخالفت کرتے تھے۔ سیّد حضرت اللہ پاشا صاحب بہت سعید فطرت کے مالک تھے اور بہت جلد احمدیت ان کے رگ و ریشہ میں سما گئی تھی۔ بیعت کے فوراً بعد انہوں نے اپنا وقت مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ اور جماعتی خدمات میں صرف کرنا شروع کر دیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ان پر بے حد مہربان تھے۔ ان کی شادی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی بہن مکرمہ سیّدہ امۃ الرفیق صاحبہ سے 1961ء میں ہوئی اور اس طرح وہ آپ کے بہنوئی بن گئے۔ آپ کا اور اُن کا بے حد محبت کا تعلق تھا۔ آپ کئی مرتبہ کراچی ان کے گھر ٹھہریں۔ حسنِ اتفاق ہے کہ مکرم سیّد حضرت اللہ پاشا صاحب کی ایک بہن کی شادی آپ کی بڑی والدہ کی بہن کے خاندان میں ہوئی تھی۔

جماعتی میٹنگز میں شمولیت کی وجہ سے اُن کا ربوہ آنا آپ کی بہن مکرمہ سیّدہ امۃ الرفیق صاحبہ کی نسبت بہت زیادہ ہوتا تھا اور وہ ہمیشہ آپ کے گھر ٹھہرتے تھے۔ آپ کی اُن سے ایسی بے تکلفی تھی

کہ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ دوپہر کو آرام کر رہی ہوتی تھیں اور جب نمازِ عصر کے لیے جاگتیں تو پتہ چلتا کہ پاشا صاحب آئے ہوئے ہیں اور وہ بے تکلفی سے آپ کے گھر میں کہیں آرام کر رہے ہیں۔ وہ آپ کو باجی جان کہتے تھے۔

آپ کے بہن بھائی مختلف وقتوں میں آپ کے پاس ٹھہرتے اور آپ بھی لاہور، کراچی، راولپنڈی / اسلام آباد کے سفروں میں اپنے بہن بھائیوں کے گھر میں ٹھہرنے کو ترجیح دیتی تھیں۔

1981ء کے شروع میں آپ کے بھائی مکرم سیّد سیّد احمد ناصر صاحب کو دل کا حملہ ہوا تو آپ کی حالت غیر ہوگئی۔ آپ فوری طور پر گھر سے نکلیں اور اس تیزی سے حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئیں کہ جیسے کوئی دوڑ کر جاتا ہے۔ اور کئی ہفتوں تک اُن کا علاج ہوتا رہا آپ لجنہ کے کاموں سے فارغ ہو کر وہیں رہتیں اور کئی دفعہ رات بھی وہیں رہیں۔ 1987ء میں آپ کے بھائی مکرم سیّد سیّد احمد ناصر صاحب کی وفات ہوئی تو آپ کو بہت صدمہ پہنچا۔ ان کا جنازہ بھی آپ کے گھر ہی آیا تھا۔ آپ نے اپنے بھائی کی وفات پر صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد آپ کے بھائی مکرم سیّد محمد احمد صاحب کا بھی آپریشن ہوا جو آپ کے لیے مزید فکرمندی کا موجب بنا۔

آپ کے دل میں اپنے بہن بھائیوں کے لیے جو جذباتِ محبت تھے ان کا اظہار اِن دو خطوط سے ہو جاتا ہے جو آپ نے مجھے امریکہ لکھے تھے۔

2جون1992ء کو آپ نے مجھے خط میں لکھا کہ

"قدوس (مکرمہ سیّدہ امۃ القدوس صاحبہ) کا پھر آنکھ کا آپریشن ہو رہا ہے۔ حیدرآباد دکن وہ 14 جون کو جا رہے ہیں۔ بہت فکر ہے۔ نظر اس کی دونوں کی بند ہوگئی ہے۔ چھموں (مکرمہ سیّدہ امۃ السمیع صاحبہ) کا پتّہ کا آپریشن 16 یا17 جون کو پنڈی میں ڈاکٹر محمود الحسن کریں گے۔ بہت فکر ہے دونوں کی"۔

جولائی 1992ء میں آپ کے چھوٹے بھائی مکرم سیّد امین احمد صاحب کے دل کا آپریشن ہوا۔ آپ ان کی عیادت کے لیے کراچی گئیں۔

20جولائی1992ء کو آپ نے مجھے کراچی سے خط میں لکھا کہ

"3 بجے آپریشن شروع ہوا۔ خیال تھا کہ چھ نہ سہی سات بجے تک ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ عموماً تین گھنٹے لگتے ہیں۔ لیکن جب رات کے 9 بج گئے اور کوئی اطلاع نہیں تو سخت گھبراہٹ شروع ہو گئی۔ دس بجے ڈاکٹر باہر نکلا اور اس نے کہا بڑا complicated آپریشن تھا۔ چار بائی پاس کیے ہیں۔ الیکٹرک شاک دیکر جب دل چلایا تو بہت آہستہ رفتار سے چل رہا ہے۔ دل میں طاقت نہیں اس سے مزید پریشانی ہوئی۔ حضور کو دعا کا فون کیا۔ کوئی بارہ بجے کے قریب ڈاکٹر نے مزید پانچ خون کی بوتلوں کا کہا۔ 8 پہلے دے چکے تھے۔ پوچھنے پر بتایا کہ بلیڈنگ ہو رہی ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ خون بند ہو جائے ورنہ دوبارہ کھولنا پڑے گا۔ رات کے تین بجے آخر (خون) نہ بند ہونے پر دوبارہ سارا کٹا ہوا حصہ پھر کھولا۔ دل کو نہیں چھیڑا۔ جو کاٹا تھا اسی کے ایک حصہ میں سے بلیڈنگ ہو رہی تھی۔ اس کو ٹھیک کیا۔ یہ آپریشن پون گھنٹے کا تھا۔ مزید بلڈ دیا گیا کیونکہ خون ضائع ہو گیا تھا۔ الحمد للہ کہ خون بند ہوا۔ کُل 19 بوتلیں خون کی دی گئیں۔ منٹوں میں خون دینے والے پہنچ گئے۔ وہ کہتا تھا کہ اتنا کبھی کسی کو نہیں دیا گیا۔ ابھی تک خطرہ سے باہر نہیں بتاتے۔ کل 21 کو کہا تھا کہ کمرے میں آئیں گے مگر آج ڈاکٹر نے کہا ہے کہ جب تک مجھے تسلی نہیں ہوتی کمرہ میں نہیں بھجواؤں گا۔ Intensive Care Room میں صرف محمد احمد (آپ کے بھائی)، مجھے، راشدہ (بیگم صاحبہ سیّد امین احمد صاحب) اور عتیق (پسر سیّد امین احمد صاحب) کو چند منٹ کے لیے جانے دیا۔ کمزوری بہت ہو گئی ہے۔ خدا کرے جلد ٹھیک ہو جائے تو میں ربوہ جاؤں۔ دعا کرنا تم بھی۔۔۔۔ قدوس کے متعلق اطلاع ملی ہے کہ تھوڑا تھوڑا نظر آنے لگا ہے"۔

اپنے بہنوئی مکرم پیر صلاح الدین صاحب اور مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب کی وفات کو آپ نے بہت محسوس کیا۔ اپنی بہنوں مکرمہ سیّدہ امۃ اللہ صاحبہ اور مکرمہ سیّدہ طیّبہ صدیقہ صاحبہ کا بڑا حوصلہ بڑھایا۔ ان کے پاس جا کر رہیں اور ان کی دلداری کرتی رہیں۔ آپ کی بھانجی مکرمہ امۃ الواسع رعنا صاحبہ کی وفات کے بعد آپ اپنی بہن خالہ طیّبہ صدیقہ سے بہت دلداری کرتی تھیں۔ وہ روزانہ شام کو آپ کے پاس آتی تھیں اور اپنے غم کا اظہار آپ سے کرتیں اور آپ ایک مادرِ مہربان کی طرح ان کی دلجوئی کرتی رہتیں۔

آپ نے اپنی بہن سیّدہ امۃ الہادی صاحبہ کو بچپن میں پالا ہوا تھا اس لیے ان سے آپ کا ایک

اور رنگ کا تعلق تھا۔ آپ کے بہنوئی مکرم پیر ضیاء الدین صاحب اسلام آباد میں آپ کی جائیداد سے متعلق بہت سے کام کرتے تھے۔ کئی مرتبہ آپ ان کے گھر اسلام آباد ٹھہریں۔

مکرم پیر صلاح الدین صاحب اور مکرم پیر ضیاء الدین صاحب آپ کو آپا کہہ کر مخاطب ہوتے تھے اور آپ ان کے نام لیتی تھیں۔

آپ کی اپنے بہن بھائیوں سے خط وکتابت بھی تھی اور انہیں تحائف بھی دیا کرتی تھیں اور اُن کی طرف سے بڑی خوشی سے تحفہ قبول بھی کرتیں۔ موسمِ گرما میں جب حضرت مصلح موعودؓ کے باغات سے آم آتے تو اپنے بہن بھائیوں کے گھروں میں زمینوں سے براہِ راست بھجوادیتی تھیں اور آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی فہرست کے مطابق اب بھی یہ طریق جاری ہے۔

آپ کے بہن بھائی بہت مان سے آپ کے گھر آتے اور ان کے بچے بھی۔ کبھی ملنے آتے یا آپ کے پاس ٹھہرنے آتے تو آپ ان کی مہمان نوازی بھی اسی مان اور محبت سے کرتیں جیسی ایک ماں اپنے بچوں کی کرتی ہے۔ کبھی کبھار ان کے لیے خود بھی کوئی کھانا تیار کرتیں۔ کھانے پینے سے زیادہ ان کی ساتھ محفل اور گفتگو سے ایک راحت اور آرام کا موقع آپ کے لیے پیدا ہو جاتا تھا۔ آپ اپنے بہن بھائیوں کی شکر گزاری کی عادت کو بھی بہت پسند کرتی تھیں۔

آپ اپنے بہن بھائیوں کے سسرالی رشتہ داروں سے، جن میں سے بعض غیر از جماعت بھی تھے، مشفقانہ تعلقات رکھتی تھیں ان سے حسنِ سلوک کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتی تھیں۔

جب آپ اپنے بہن بھائیوں کے گھر ٹھہرتیں تو اُن سے فرمائش کرکے اپنی کسی پسند کے کھانے کی فرمائش بھی کر دیتیں۔ آپ کے بہن بھائی بھی آپ کی خاطر داری اور مہمان نوازی میں مصروف رہتے۔ اچھے سے اچھے ریسٹورنٹ میں کھانے کے لیے لے کر جاتے اور ہر طرح دلداری کرتے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے مختلف وقتوں میں آپریشن ہوئے اور ان میں سے کئی آپریشن اپنی بہن مکرمہ سیّدہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ کے گھر مقیم ہو کر کروائے۔ اور انہوں نے مع اپنی اولاد کے آپ کی بھرپور خدمت کی توفیق پائی۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء**

آپ اپنے بہن بھائیوں کے بچوں کی شادیوں میں شامل ہونے کے لیے مختلف شہروں میں جاتی رہیں اور گو آپ کا ان سے رشتہ خالہ یا پھوپھی کا تھا لیکن دو طرفہ محبت ماں بچوں جیسی ہی نظر آتی

تھی۔ آپ کے گھر سے بھی آپ کی بھانجیوں اور بھانجوں کی شادی ہوئی۔ آپ اپنے گھر کا مکمل کنٹرول اپنی بہنوں کو دے دیتی تھیں کہ جیسے مرضی انتظام کرو۔ کوئی فکر اور پریشانی آپ کو نہ ہوتی تھی۔

آپ کے بھانجے، بھتیجے، بھانجیاں اور بھتیجیاں آپ سے بہت بے تکلف تھے اور آپ سے خط وکتابت بھی تھی۔ آپ کا خیال رکھتے اور حتّی الوسع مہمان نوازی کرتے۔ آپ کا اپنی بھانجیوں سے نرالا سلوک تھا۔ وہ آپ کی کسی بھی ذاتی چیز مثلاً کپڑے اور پرفیوم وغیرہ کو پسند کر لیتیں اور آپ کو صرف یہ کہہ دیتیں کہ "خالہ جان! یہ میں لے کر جارہی ہوں" اور آپ مسکراتے ہوئے ان کو دیتی جاتیں۔ بعض مواقع پر آپ کی چیزوں پر آپ کی بھانجیوں کے درمیان چھینا جھپٹی کا نظارہ بھی دیکھنے میں آتا اور آپ ایک طرف بیٹھی مسکرارہی ہوتیں۔ اپنی ایک بھانجی کو ان کے بچوں کی ولادت کے بعد آپ اپنے گھر لے آئیں اور کئی ہفتے تک ان کی صحت کا خیال اپنی نگرانی میں رکھا۔

آپ کی بھانجی مکرمہ امۃ البصیر شہلا صاحبہ لکھتی ہیں کہ

"ساری بہنوں کے لیے خالہ جان کا گھر ان کے میکہ کی حیثیت رکھتا تھا اور آگے ان کی اولادوں کے لیے بھی۔ وہ گھر جس میں ہر شخص کو دِلی محبت سے Welcome کیا جاتا تھا۔ اسی طرح جیسے یہ ہم سب کا اپنا گھر ہو۔

اپنے سارے بہن بھائیوں کے لیے ایک بڑی بہن سے بڑھ کر ان کے لیے ایک شفیق ماں کا رول ادا کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کی ایک بہن نے کہا کہ 'آج میرا میکہ ختم ہو گیا ہے'۔

اپنے سارے بہن بھائیوں کی اولاد سے بھی بہت محبت کی۔ مجھے یاد ہے کہ ہمیشہ کہا کرتی تھیں کہ مجھے اپنے ہر بہن بھائی کے بچوں میں سے ایک بہت پیارا لگتا ہے اور میری یہ انتہا درجہ کی خوش قسمتی ہے کہ امی کے بچوں میں سے یہ سعادت میرے حصے میں آئی۔

ایک دفعہ ہم گرمیوں میں ربوہ گئے۔ خالہ جان نے نہایت شفقت کے ساتھ کہا کہ میں تمہاری دعوت کرنا چاہتی ہوں۔ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ میں نے کہا کہ بھنڈیاں بنا لیں۔ آپ ہنس پڑیں اور کہنے لگیں کہ اچھا یہ تو میں تمہارے لیے خود بناؤں گی اور اگلے دن اپنی دفتری مصروفیات کے ساتھ ساتھ اس عاجزہ کے لیے اپنے ہاتھوں سے بھنڈیاں مصالحہ بھر کے بنائیں۔ آج بھی جب اس واقعہ کے متعلق سوچتی ہوں تو آنکھ بھر آتی ہے۔ اتنا شفیق وجود، اتنی محبت، اتنا خیال کہ ایک بچی

کے لیے اپنے ہاتھ سے کھانا بنارہی ہیں۔

جب کبھی آپ کا کراچی آنا ہوا میرے گھر ضرور تشریف لاتیں۔ایک دفعہ تو آپ نے اور آپ کی چھوٹی بہن سیّدہ طیّبہ صدیقہ صاحبہ نے میرے پاس پورادن گزارا تھا۔

مجھے نہایت دکھ ہے کہ آپ کی آخری بیماری اور وفات کے وقت میں ملک سے باہر تھی۔وقتِ رخصت آپ کے پیار بھرے چہرے کا دیدار نہ کرسکی۔

میں نے اپنی زندگی میں ان سے زیادہ محبت کرنے والا وجود نہیں دیکھا۔ہر شخص اپنی جگہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ اسی سے زیادہ پیار کرتی ہیں۔اے اللہ! جیسے ان کے وجود کو تو نے محبت کی پُتلی بنایا اسی طرح ہمارے وجود بھی بن جائیں۔ایک دوسرے سے محبت وشفقت کرنے والے وجود بنیں۔آمین"۔

آپ کے بھتیجے مکرم سیّد ہاشم اکبر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

"دس برس یا اس کے لگ بھگ عرصہ ہوا کہ مسجد ناصر ہارٹلے پول (Hartlepool) میں خاکسار نماز کے بعد نفل ادا کررہا تھا اور یاد نہیں کیوں ایک محبت نے میرے دل میں جوش مارا اور بے ساختہ سجدہ میں بے حد چاہت کے ساتھ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی 'اے اللہ تو مجھے اپنا چہرہ دکھا'۔اسی رات رؤیا دیکھی جو میں سمجھتا ہوں کہ میری اس دعا کا جواب تھا۔میں نے سفید اور نفیس دوپٹہ نما کپڑے میں لپٹا پھوپھی مریم صدیقہ کا چہرہ دیکھا جو نہایت بشاش اور چاند کی طرح خوبصورت تھا۔پھر دیکھتے دیکھتے وہ چہرہ چچی باچھی (صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ) کا چہرہ بن گیا۔وہ بھی مانند چاند تھا اور مسکراتا ہوا تھا۔ہر دو چہروں میں یہی لگا کہ دوپٹہ میں لپٹا نہایت حسین و جمیل چودھویں کا چاند جھانکتا ہے۔اسی رؤیا میں پھر دیکھتا ہوں کہ پھوپھی مریم صدیقہ میری خالہ امۃ الحمید (صاحبزادی امۃ الحمید صاحبہ بنت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) کے گھر میں ہیں اور کھڑی میری طرف دیکھ کر مسکرارہی ہیں۔اور مسکراتے ہوئے پلٹ جاتی ہیں۔میں سمجھ جاتا ہوں کہ جانے کا اور یہ ملاقات ختم ہونے کا وقت آگیا۔وہ پلٹ کر چلنا شروع کرتی ہیں اور میں ان کے پیچھے پھوپھی پھوپھی کہتا ہوا چلتا ہوں۔میں نہیں چاہتا کہ یہ ملاقات ختم ہو اور میں چاہتا تھا کہ پھوپھی پلٹ جائیں تا ان کو پھر دیکھوں اور ان سے بات کروں۔میں ہر کمرے میں ان کے پیچھے پیچھے آواز دیتا چلا جاتا ہوں حتیٰ کہ وہ آخری

کمرے میں داخل ہوتی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ اُس کمرے سے کوئی اور دروازہ یا کھڑکی آگے نہیں جاتی۔ اور یہ بھی احساس ہے کہ جب پھوپھی کے پیچھے میں اُس کمرے میں داخل ہوں گا تو پھوپھی غائب ہو چکی ہوں گی۔ سو ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں کمرہ میں داخل ہوتا ہوں اور وہاں کوئی شے نہیں ہوتی۔ کوئی دروازہ، کوئی کھڑکی بھی نہیں اور پھوپھی بھی نہیں۔ مجھے وہ درد اب بھی یاد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی تعبیر کیا ہے مگر مجھے یقین ہے کہ میری دل کی گہرائیوں سے اٹھی خواہش کہ خدا تعالیٰ کا چہرہ دیکھوں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور کی جھلک دو ایسی پاک خواتین کے چہرہ میں دکھائی جن کے خاوند اللہ تعالیٰ کی خدمت میں فنا تھے۔ اور ان دونوں پاک نفوس نے اپنے خاوندوں کی زندگی میں اپنے خاوندوں کی خدمتِ دین میں اُن کی بھرپور مدد فرمائی۔ اور ابھی یہ خواتین بڑھاپے سے کوسوں دور تھیں جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے خاوندوں کو اپنے پاس بلا لیا۔ سو ان کے وصال کے بعد ان دونوں نے نہایت پاک زندگی بتائی اور اپنی اپنی بساط کے مطابق بیوگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تندہی سے لگی رہیں جب تک کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس نہ بلا لیا۔ جو لوگ خدا تعالیٰ سے محبت کا تعلق جوڑ کر پھر اپنا سب کچھ اس کی خدمت میں قربان کر دیتے اور اسی حال میں زندگی بِتا کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتے ہیں اُن کو خدا تعالیٰ اپنے مظہر کی سواری کے طور پر چن لیتا ہے۔ میری پھوپھی مریم صدیقہ ان لوگوں کی صفِ اوّل میں شامل ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ 1979ء یا 1980ء کی بات ہے کہ خاکسار پاکستان ایئر فورس میں ٹریننگ پر سرگودھا ہوا کرتا تھا۔ ہمیں کبھی کبھی جمعہ کو باہر جانے کی اجازت ہوتی تھی اور اس سے بھی کم جمعرات کی رات باہر گزارنے کی اجازت ملتی تھی۔ ایسے ہی ایک موقع پر ایک جمعرات میں اپنے سکاڈرن کے کورس میٹ (course mate) غلام عباس کو، جو شیعہ ہیں، اپنے ساتھ ربوہ پھرانے لایا۔ رات کا قیام کہیں اور کے ہاں تھا، مگر میں غلام عباس کو لے کر پھوپھی سے ملنے گیا۔ عشا کے بعد کا وقت اور لوگوں کے سونے کا وقت تھا۔ پھوپھی سے بے تکلفی تھی تو وقت دیکھا نہ گھڑی، بس ملنے پہنچ گیا۔ پھوپھی نہایت خندہ پیشانی سے، جس طرح ہمیشہ ملتی تھیں، سب سے ملیں اور بہت خوش ہوئیں کہ تم ایک دوست کو لے کر ربوہ آئے ہو۔ پھر پوچھنے لگیں کہ حضرت صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) سے ملوایا؟ میں نے کہا جی نہیں۔ فرمانے لگیں۔ "اچھا ٹھہرو، میں فون کرکے پتہ کرتی ہوں۔ اگر جاگتے ہیں تو ملوالاؤ"۔ مجھے بے حد شرمندگی ہوئی کہ ہماری خاطر اس قدر تردّد کرتی

ہیں۔ بہر حال، ہمارے سامنے فون کیا اور کہا" چلے جاؤ، حضور مل لیں گے "۔

میں اور غلام عباس صحن سے نکل کر "قصرِ خلافت " پہنچے۔ مجھے وہ نظارہ نہیں بھولتا۔ حضورؒ شاید سونے کی تیاری کرتے ہوں گے یا دیر تک کام کرتے ہوں گے۔ باہر آئے تو صرف شلوار قمیض میں تھے اور پگڑی نہیں پہنی ہوئی تھی۔ گھر میں شاید سب سو چکے تھے کیونکہ سناٹا تھا۔ حضورؒ بر آمدہ میں تخت پر آکر بیٹھ گئے۔ غلام عباس اور خاکسار نے مصافحہ کیا اور باتیں ہوتی رہیں۔ پھر حضورؒ رخصت ہوئے اور ہم واپس آگئے۔ میرے دل پر اس واقعہ کا اب تک بہت گہرا اثر ہے۔ خلافت کی بے لوث ٹھنڈی چھاؤں، شفقت اور محبت میں نے اپنی آنکھوں سے اُس رات پھوٹتی ہوئی دیکھی۔ جب یہ واقعہ یاد آتا ہے تو پھوپھی کی یاد ساتھ چلی آتی ہے۔ کس قدر یقین تھا ان کو اپنی خدمت پر جو خدا تعالیٰ کی خاطر کرتی تھیں اور کس قدر مان تھا اپنے خدا اور اس کے خلیفہ پر کہ ایک غیر روح آئی ہے، میں اس کو خدا کے خلیفہ کا دیدار کروادوں کہ شاید اس کے پاس وہ آنکھ ہو جو خدا کے نور کو دیکھ سکے۔ غلام عباس کی قسمت پر تو رشک آتا ہی ہے کہ کتنے غیر از جماعت لوگ اب حیات ہوں گے جو کہہ سکیں کہ ہم نے مرزا ناصر احمد صاحب کو دیکھا اور مصافحہ کیا ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر رشک مجھے اپنی قسمت پر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چھوٹی آپا کا بھتیجا بنایا۔ مجھے ایسی پھوپھی عطا کی۔ الحمد للہ"

یہ واقعہ بہت شان والا ہے اور دونوں ہستیوں کی عظمت کی عکاسی کرتا ہے۔ ایک یہ کہ دلوں میں یہ انتہا کی تڑپ تھی کہ بھٹکی روحوں کو حق اور راستی کے راستے پر لانے کا کوئی موقع ضائع نہ ہو۔ اور دوسرے عجب ماں کا بیٹے پر مان اور بیٹے کا انتہائی منصب پر فائز ہونے کے باوجود ماں کی خواہش کا پورا احترام۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ

ہم سلسلے جو وفا کے رکھتے ہیں
تو حوصلے بھی انتہا کے رکھتے ہیں

دیگر افرادِ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حسنِ سلوک

حضرت امِّ مظفر سرور سلطان صاحبہ حرم حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تو میرے بچپن میں ہی وفات پا گئی تھیں اس لیے ان کے ساتھ تعلقات کے بارہ میں مجھے ذاتی علم نہیں ہے۔ لیکن آپ نے

ان کی وفات کے بعد تحریر کیا کہ

"حضرت سیّدہ مرحومہ (جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی اور مخلص صحابی حضرت مولوی غلام حسین خان پشاوریؓ کی صاحبزادی تھیں) کا وجود بھی خدا تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان تھا اور آپ کو کئی امتیازی شرف حاصل تھے۔ آپ حضرت امّ المؤمنینؓ کی طرف سے حضرت سیّدہ امِّ ناصر صاحبہؓ حرم اوّل حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ دوسری بہو تھیں جو حضور علیہ السلام کی زندگی میں اپنے گھر سے رخصت ہو کر حضورؑ کے گھر میں داخل ہوئیں اور اس طرح آپ کو خدائی وعدہ بموجب خواتینِ مبارکہ کے مقدّس زمرہ میں شامل ہونے اور ذریّۃ طیّبہ کا ایک حصہ بننے کا خصوصی شرف حاصل ہوا۔

آپ کو یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ قمر الانبیا حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ساتھ آپ کا رشتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود تجویز فرمایا تھا اور حضور علیہ السلام کی زندگی میں ہی 1906ء میں آپ کی شادی ہوئی۔۔۔۔ پھر آپ کو یہ خصوصی شرف بھی حاصل تھا کہ آپ کے ذریعہ 'تَرٰی نَسۡلًا بَعِیۡدًا' (اربعین نمبر 3۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 422) کی بشارت بڑی شان اور آب و تاب کے ساتھ پوری ہوئی اور وہ اس طرح کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے گھر آپ کے بطن سے صاحبزادی سیّدہ امۃ السلام بیگم 7 اگست 1907ء کو پیدا ہوئیں۔

حضرت امِّ مظفر صاحبہؓ گوناگوں اوصافِ حمیدہ کی مالک تھیں۔ زُہد و تقویٰ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ پُرخلوص تعلق کی بنا پر جماعت میں آپ کا مقام نمایاں تھا۔ غرباء کے ساتھ محبت اور شفقت کا سلوک فرماتیں۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 680)

حضرت بُو زینب صاحبہؓ حرم حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کا احترام اور ان سے ملاقات کے لیے حاضر ہونا تو آپ کا معمول تھا۔ ان کا ذکر آپ نے اپنے ایک خطاب میں ان الفاظ میں کیا

"آپ حضرت نواب محمد علی خان صاحب نور اللہ مرقدہ کی سب سے بڑی بیٹی تھیں اور خدائی بشارات کے ماتحت جن خواتینِ مبارکہ کا خاندان سیّدنا حضرت اقدس میں داخل ہونا مقدر تھا اس میں آپ کو ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ نے اپنے صاحبزادے کے لیے

خود آپ کا رشتہ تجویز فرمایا اور حضور کی زندگی میں ہی حضرت مولانا نور الدین صاحب نے آپ کا نکاح پڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لمبی زندگی عطا فرمائی۔ نیک، فرمانبردار، خادمِ دین اولاد سے نوازا اور 'تَرٰی نَسْلًا بَعِیْدًا' (اربعین نمبر 3۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 422) کی پیشگوئی کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا۔ آپ کی وفات سے احمدی خواتین ایک بزرگ اور مقدس خاتون کی صحبت سے محروم ہو گئیں۔" (خطاباتِ مریم جلد2 صفحہ 429)

ان کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری اولاد سے آپ بے حد محبت و شفقت اور عزت و احترام سے پیش آتیں۔ اور خاص طور پر حضور علیہ السلام کی دوسری نسل کے بڑے بچوں سے تو بے حد احترام کا سلوک کرتے مَیں نے دیکھا ہے۔ ان میں صاحبزادی امۃ السلام صاحبہؓ، صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ان کے علاوہ سارے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کا حسنِ سلوک مثالی تھا جس میں اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ کا بنیادی اصول بہر حال پیشِ نظر رہتا تھا۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب چھوٹے بڑے افراد بھی آپ سے محبت اور احترام کا سلوک کرتے۔ اگر آپس میں کسی وجہ سے کوئی ناگوار بات ہو بھی جاتی تو آپ نہایت خاموشی سے برداشت کر لیتیں اور آئندہ کے تعلقات پر اثر انداز نہ ہونے دیتیں۔

مکرمہ فوزیہ شمیم صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"لاہور میں رہنے کی وجہ سے میرا زیادہ وقت تو چھوٹی آپا کے ساتھ نہیں گزرا۔ لیکن جو بھی وقت گزرا اُن کی شخصیت کے مختلف زاویوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ ایک بات جس نے مجھے بہت متاثر کیا وہ یہ تھی کہ باوجود ہمہ وقت دینی کاموں میں مشغول ہونے کے وہ قطعاً خشک طبیعت نہ تھیں۔ جب مَیں گرمیوں کی چھٹیوں میں امّی کے پاس آتی تھی تو کئی دفعہ رات کو آپا قدسیہ کے یہاں ہم اکٹھے ہوتے تھے۔ ہلکا پھلکا ہنسی مذاق بھی ہوتا تھا اور کئی دفعہ ہم 'رنگ رنگ' تاش بھی کھیلتے اور چھوٹی آپا شامل ہو جاتی تھیں۔ غرض ان کے ساتھ ہم ہلکی پھلکی محفلیں جما سکتے تھے اور وہ پورا اس میں خوش دلی سے شریک ہوتیں اور انجوائے کرتیں۔

شادی کی محفلوں میں بھی آپ خوشی سے شریک ہوتیں اور اکثر خاندان کی بچیوں کو صحت کی حالت میں جب تک رہیں بہترین ٹکائی کے جوڑے بنا کر دیتی رہیں۔ اماں جان سے کھانا سیکھا ہوا تھا اس لیے بہترین کھانا پکا لیتیں اور اگر کسی کے گھر جاتیں اور کھانا پسند آتا تو دل کھول کر تعریف کرتیں۔ ایک دفعہ میرے پاس فیصل آباد تشریف لائیں۔ کھانا کھا کر بہت خوش ہوئیں۔ اور تعریف کی اور فرمایا کہ کھانا بھی وہی اچھا پکا سکتا ہے جس کو خود کھانے کا شوق ہو۔

رشتہ داریوں کا بہت خیال رکھنے والی تھیں۔ عزیزوں کے غم اور خوشی میں شریک ہوتیں۔ وضع داری یہاں تک تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد بھی عید کے موقع پر میری والدہ کے لیے بڑی بھاوج بن کر سجی ہوئی طشتری میں تحفہ ارسال کرتی رہیں"۔

بزرگانِ سلسلہ سے تعلق، احترام اور ان کا ذکرِ خیر

آپ کے دل میں صحابہ حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ کی خدمت کرنے والے اور سلسلہ کی خاطر قربانی کرنے والے مرد و خواتین کے لیے بہت احترام تھا۔ آپ کی کوشش ہوتی کہ ان کی خدمات کا ذکر بھی ہوتا رہے اور نئی نسل سے ان کا تعارف بھی ہوتا رہے۔

1983ء میں جب آپ یوکے گئیں تو اس وقت حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ لندن کے کنگسٹن علاقہ میں مقیم تھے۔ آپ درخواست کر کے ان سے ملنے گئیں اور مجھے بھی ملوایا۔ آپ کے دل میں حضرت چوہدری صاحبؓ کے لیے کئی وجوہ سے احترام تھا۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی بھی تھے اور ان کا حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ ایک خاص تعلق تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کے 1955ء کے سفر میں حضرت چوہدری صاحب تقریباً سارا وقت حضورؓ کے ساتھ رہے تھے اور حضورؓ کی خدمت کی بہت توفیق پائی تھی۔ جب آپ نے مجھے حضرت چوہدری صاحبؓ سے ملوایا تو کہا ان سے اچھی طرح ملو اور دعا کے لیے کہو۔ اور بتاؤ کہ تم حضرت سیّد میر محمد اسحاقؓ کے پوتے ہو۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اپنے والدین کے تعلق داروں سے بھی بے حد حسنِ سلوک کرتی تھیں۔ مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کے حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ سے بہت گہرے مراسم تھے اور حضرت میر صاحب کی مختلف کتب (بشمول بخارِ دل) کی اشاعت بھی مکرم شیخ صاحب نے ہی کروائی تھی۔ اور حضرت میر صاحب کی وفات کے بعد مکرمہ امۃ

اللطیف صاحبہ بھی اُن کا اسی طرح خیال رکھتی تھیں جیسا کہ حضرت میر صاحب خود رکھا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد مکرم شیخ صاحب کو فکر ہوئی کی حضرت میر صاحب کے گھرانے سے پچاس سالہ تعلق اب ختم ہوا۔ مکرم شیخ صاحب لکھتے ہیں کہ

"آج حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے گھرانے کے ساتھ پورے پچاس برس کے تعلق کا خاتمہ ہوگیا۔ مگر بعد میں عزیزہ حور بانو کے ہاتھ (جب وہ تعزیت کے لیے ربوہ گئی)۔ حضرت امّ متین مریم صدیقہ نے مجھے یہ کہلا بھیجا کہ جب آپ ربوہ آیا کریں تو میرے ہی ہاں ٹھہرا کریں اور جس طرح میری والدہ مرحومہ کے پاس آیا کرتے تھے اب بھی اسی طرح تشریف لایا کریں۔ اور بعد میں اسی مضمون کا انہوں نے مجھے بھی خط لکھا۔ تو اس وقت مجھے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ سعادت مند اور لائق بیٹی کو اس کے مقدّس باپ اور اس کی محترم والدہ کے ساتھ محبت، مؤدت اور عقیدت کا تعلق رکھنے والے افراد کا خاص طور پر پاس و لحاظ ہے۔" (الفضل ربوہ، جلد 18 / 53، نمبر 277، 28 نومبر 1964ء صفحہ 3)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی سے وعدہ کا پاس رکھا۔ مکرمہ بشریٰ طاہرہ صاحبہ اپنے دادا مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کے بارہ میں تحریر کرتی ہیں کہ جب وہ جلسہ پر ربوہ جاتے تو مکرم عبد المنان دہلوی صاحب کے گھر قیام کرتے لیکن مکرم شیخ صاحب کے قیامِ ربوہ کے دوران سارا عرصہ ناشتہ، دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے گھر سے آتا تھا اور اس ٹرے میں کھانا رکھ کر بھجواتی تھیں جس ٹرے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو کھانا بھجوایا کرتی تھیں۔ (خدیجہ شمارہ نمبر 1۔ 2013ء لجنہ اماء اللہ جرمنی صفحہ 291)

1983ء کے سفر کے دوران یوکے میں ہی اطلاع ملی کہ ایک کار ایکسیڈنٹ میں مولانا عبد المالک خان صاحب، ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ، انتقال کر گئے ہیں۔ آپ نے اپنی سفر کی ڈائری میں لکھا کہ "آج صبح مولانا عبد المالک صاحب کی اچانک وفات کا علم ہو کر بہت افسوس ہوا"۔ بظاہر سفر کی ڈائری میں یہ بات لکھنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی لیکن اُن کے خادمِ سلسلہ ہونے کی وجہ سے آپ نے اس واقعہ کو اپنی ڈائری میں درج کیا۔

لجنہ کی پرانی خدمت گزاروں کا تو بے حد احترام کرتیں اور اپنے گھر میں ان کی خاطر مدارت کا بھی اہتمام کرتیں اور سب سے بڑھ کر ان کی خدمات کا تذکرہ کرتیں تاکہ احمدی خواتین ان کے نقشِ قدم پر چل سکیں اور ان کے لیے دعائیں کریں۔

لجنہ کی ابتدائی ممبر حضرت استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ سے آپ کو پڑھنے کا موقع بھی ملا اور ان کی بیٹی مکرمہ صادقہ لطیف صاحبہ سے آپ کی بچپن کی دوستی بھی تھی۔ حضرت استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتی ہیں کہ

"استانی جی کے گھر اکثر جاتی تھی اور وہ مجھ سے بیٹیوں کی طرح پیار کرتی تھیں۔ سکول میں طالبات کی تربیت میں سب سے زیادہ نمایاں کردار استانی جی کا تھا۔ کسی کی ذرا سی بھی بُری حرکت برداشت نہ کر سکتی تھیں۔ اسی وقت ٹوک کر اصلاح کر دیتی تھیں۔ سکول میں ظہر کی باجماعت نماز استانی جی پڑھاتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود کی کتب کے امتحانات نظارت تعلیم کی طرف سے ہوتے تھے تو استانی جی سب مڈل اور ہائی کی طالبات کو بٹھا کر کتاب پڑھایا کرتی تھیں اور جب نتیجہ نکلتا تو اُن کی پڑھائی ہوئی طالبات کے نمبر خود ان سے زیادہ ہوا کرتے تھے۔

قرآنِ مجید سے عشق تھا۔ بہت خوش الحانی سے بلند آواز سے تلاوت فرمایا کرتی تھیں۔ مگر پڑھتے پڑھتے جذبات پر قابو نہ رہتا تھا۔ آواز بھرا جایا کرتی تھی۔ سینکڑوں لڑکیوں کو آپ نے ناظرہ اور ترجمہ پڑھایا۔۔۔

جو عہد کام کرنے کا آپ نے 1922ء میں باندھا وہ آخر تک نبھایا۔ صحت خراب ہونے کے باعث آپ کے پاس کوئی عہدہ نہ رہا مگر کوئی نہ کوئی کام کرتی ہی رہتیں۔ آنے جانے اور ملنے والیوں کو چندوں کی ادائیگی کی طرف ہی توجہ دلا دیتیں۔۔۔

آخر عمر میں قرآنِ مجید کا اکثر حصہ حفظ ہو چکا تھا۔ قول اور فعل میں کوئی تضاد نہ تھا۔ غرضیکہ مومنانہ شان کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئیں۔ لجنہ اماء اللہ کی تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا اور ان کی قربانیاں بھی۔

اللہ تعالیٰ سب احمدی بہنوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی روح پر بے شمار فضلوں کی بارش فرمائے۔ آمین اللھم آمین۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، دسمبر 1980ء-جنوری 1981ء صفحہ

21تا30)

اسی طرح حضرت استانی مریم صاحبہ بھی لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی ممبرات میں شامل تھیں اور وہ بھی آپ کی استاد تھیں۔ ان کا ذکرِ خیر آپ نے ان الفاظ میں کیا کہ

"اس سال یعنی 12 جولائی 1985ء کو حضرت استانی مریم صاحبہ جو حضرت حافظ روشن علی صاحب کی اہلیہ تھیں اور لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی چودہ ممبرات میں سے ایک تھیں۔ ایک طویل بیماری کے بعد وفات پا گئیں۔ حضرت فضلِ عمر نے جب 1922ء میں لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی تو ایک مضمون جو ابتدائی تحریک کے نام سے تاریخ لجنہ اماء اللہ میں موسوم کیا جاتا ہے لکھ کر احمدی مستورات کو تحریک کی کہ جو اس میں خوشی سے شامل ہونا چاہے شامل ہو اور اس پر دستخط کرے۔ اس فہرست کے آٹھویں نمبر پر ان کا نام درج ہے اور ان کی وفات کے بعد اب چودہ میں سے کوئی بھی باقی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ابتدائی ممبرات پر اپنے رحم و فضل کی بارش برساتا رہے جنہوں نے قربانیوں کی ابتدا کرکے ہمارے عمل کی راہیں استوار کیں۔ آپ نے قادیان میں لجنہ اماء اللہ کے بہت سے عہدوں پر کام کیا ہے۔ نائب صدر رہیں، قائمقام سیکرٹری کا فریضہ انجام دیا، خزانچی رہیں، دستکاری کا کام کیا، جلسہ سالانہ کے موقع پر مختلف فرائض سرانجام دیتی رہیں۔ الفضل میں کثرت سے مضامین لکھے، جلسوں میں تقریریں بھی کرتی رہیں اور ہزار ہا بچوں کو قرآنِ کریم پڑھایا۔ عاجزہ کو بھی کچھ عرصہ آپ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔ لجنہ اماء اللہ کے جاری ہونے کے بعد عورتوں اور بچوں کی دینی تعلیم کے لیے جو انتظامات کیے گئے ان میں ایک درس گاہ آپ کا گھر بھی تھا جس کا تفصیلی ذکر لجنہ اماء اللہ کی سب سے پہلی رپورٹ میں کیا گیا ہے۔ غرض اپنے وقت میں انہوں نے مختلف رنگ میں لجنہ اماء اللہ کی کثیر خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی شاگردوں کے ذریعہ ان کی نیکیوں کو زندہ رکھے۔ ان کے محلّہ کی خواتین نے ان کی بہت خدمت کی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔" (خطاباتِ مریم جلد2 صفحہ 431تا432)

خدمتِ دین کرنے والوں سے قلبی تعلق

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے ذاتی تعلق رکھنے والے احباب و خواتین یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ خدمتِ دین کرنے والوں کے لیے آپ کے دل میں ایک خاص احترام اور محبت تھی اور آپ ان کے لیے خاص دعائیں کرتی تھیں۔ آپ کا یہ وصف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی سنت کے عین مطابق تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"جو شخص چاہے کہ ہم اُس سے پیار کریں اور ہماری دعائیں نیاز مندی اور سوز سے اس کے حق میں آسمان پر جائیں۔ تو وہ ہمیں اس بات کا یقین دلا دے کہ وہ خادمِ دین ہونے کی صلاحیّت رکھتا ہے۔"

(ملفوظات جلد1 صفحہ 311)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ خدمتِ دین کرنے والوں کے اِس جہانِ فانی سے کوچ کر جانے کے بعد بھی اُن کی خدمات کو یاد رکھتیں اور ان کے لیے دعا کی تحریک کرتی تھیں۔ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی سب سے پہلی کارکنہ مکرمہ سراج بی بی صاحبہ نے لمبا عرصہ آپ کے ساتھ کام کیا تھا۔ ان کی وفات پر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اُن کی خدمات کا ذکر اِن الفاظ میں کیا کہ

"لجنہ اماء اللہ کی ایک کارکن کی حیثیت سے تمام خواتین سراج بی بی مرحومہ سے واقف تھیں۔۔۔۔1944ء کے جلسہ سالانہ پر حضرت مصلح موعود نے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ قادیان کو توجہ دلائی کہ وہ باقاعدہ دفتر قائم کریں۔ کلرک رکھیں تا باہر کی لجنات سے خط و کتابت صحیح رنگ میں ہو سکے تو اس پر سراج بی بی صاحبہ نے اپنے آپ کو اس کام کے لیے پیش کیا۔ لجنہ اماء اللہ کا فنڈ اُس زمانہ میں بہت ہی کم تھا۔ صرف بیس روپے ماہوار لجنہ نے آپ کو پیش کیے اور آپ نے اسے قبول کر لیا۔ بہت محنت، خلوص سے کام کرتی رہیں۔ کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔ اگر سارا دن بھی کام کرنا پڑتا تو کرتیں۔ 1947ء میں ہجرت ہوئی۔ لاہور آکر عاجزہ نے سراج بی بی کو بلانے کی درخواست دی۔ چنانچہ چند ہی دنوں کے بعد وہ آ گئیں اور میرے اور حضرت سیّدہ امِّ داؤد احمد مرحومہ کے ساتھ مل کر رات دن کام میں لگی رہیں۔ ان دنوں زیادہ کام ہندوستان سے آنے والی خواتین اور گھرانوں کو کپڑے، بستر وغیرہ مہیا کرنا تھا۔ 1945ء سے لے کر 1979ء تک باوجود صحت بہت کمزور ہو جانے کے کام کرتی رہیں۔

6 اکتوبر 1979ء کو ان کا آپریشن فیصل آباد میں ہوا۔ جب بھی کام سے فراغت کا ذکر آتا یہی جواب دیتیں کہ اگر مجھے فارغ بھی کر دیا تب بھی یہیں دفتر میں ہی بیٹھی رہوں گی۔ پورے ایک سال کی علالت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

میں لجنہ اماء اللہ گوجرانوالہ کے جلسہ میں شرکت کے لیے 5 اکتوبر کو گئی اور اسی دن آپ کی

وفات ہوگئی۔واپس 6 (اکتوبر) کو آئی تو ان کی تدفین ہوچکی تھی۔مرحومہ میں بہت خصوصیات تھیں۔بہت دین دار، نیک، عبادت گزار تھیں۔احمدیت سے محبت تھی۔خلافت سے بے انتہا عقیدت تھی، کسی قسم کا اعتراض برداشت نہیں کرسکتی تھیں۔خود بہت دعائیں کرنے والی۔حافظہ بہت اچھا تھا۔لجنہ کے مرکز میں کام کرنے کی وجہ سے واقفیت بہت تھی۔بیرونِ ربوہ سے آنے والی خواتین کو دفتر لجنہ کے عملہ میں سے سب سے زیادہ پہچانتی تھیں۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند کرے اور ان کی اکلوتی بیٹی کا اور ان کی اولاد کا حافظ وناصر رہے۔آمین۔"(ماہنامہ مصباح ربوہ،نومبر 1980ء صفحہ 13 تا 14)

مکرم ڈاکٹر خلیل ناصر صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ سے آپ کے دیرینہ تعلقات تھے۔وہ کافی عرصہ امریکہ میں مبلغ رہ چکے تھے۔آپ جب 1995ء میں امریکہ گئیں تو مکرم ڈاکٹر خلیل ناصر صاحب کی وفات ہوچکی تھی۔مسجد فضل واشنگٹن میں نمازِ جمعہ کے بعد اُن کے بھائی مکرم جمیل اکبر صاحب نظر آگئے تو آپ بڑی دیر تک مکرم ڈاکٹر خلیل ناصر صاحب کا ذکرِ خیر کرتی رہیں۔

خدمتِ دین کرنے والے اگر آپ کے رشتہ دار اور عزیز ہوتے تو وہ دُوہری محبت کے حق دار بن جاتے تھے۔

غیر احمدی رشتہ داروں سے تعلق

ددھیال کی طرف سے آپ کے کافی غیر از جماعت رشتہ دار تھے جن سے بھی آپ تعلقاتِ رشتہ داری نبھاتی تھیں۔کراچی یا لاہور میں اُن سے اُن کے گھر جاکر ملاقات کرتیں اور ان کو تحائف بھی دیا کرتی تھیں۔اُن عزیزوں کو بھی آپ پر بہت مان ہوتا تھا اور انہیں بھی اس بات کا احساس تھا کہ عقیدہ کے فرق کے باوجود آپ ان سے تعلق نبھاتی ہیں۔عموماً اُن رشتہ داروں سے جو عقیدہ اور طور طریق میں انسان کے اپنے ماحول سے مختلف ہوں تعلقات رکھنے مشکل ہوتے ہیں۔جب تک جماعت کی مخالفت نے بہت شدت اختیار نہیں کرلی تھی بعض غیر احمدی رشتہ دار ربوہ آکر بھی ملاقات کرتے رہے ہیں۔

غیر از جماعت رشتہ داریوں کو نبھانے کا سبق بھی حضرت مصلح موعودؓ نے ہی آپ کو دیا تھا۔چنانچہ حضورؓ اس مقصد کے لیے خاص طور پر آپ کو حیدر آباد دکن لے کر گئے تھے۔

ددھیالی رشتہ داروں کے علاوہ حضرت مصلح موعودؓ کے ایک رضاعی بیٹے بھی غیر احمدی

تھے۔وہ حضرت سیّدہ امّ ناصر صاحبہ کے بھانجے تھے اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے ہم عمر تھے۔ اسلام آباد کے قریب ہی رہتے تھے۔ ان کا نام مکرم افتخار اللہ صاحب تھا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا وصال ہوا تو خاص طور پر اُن کے گھر کا پتہ کروا کر وہاں گئیں اور حضورؒ کی تعزیت کی۔

رضاعی رشتوں کا احترام اور ان سے تعلقات رکھوانا بھی حضرت مصلح موعودؓ کا ایک خاص وصف تھا۔ مجھے میری والدہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ وہ اچانک حضرت مصلح موعودؓ کے کمرہ میں گئیں۔ وہاں حضورؓ کے علاوہ بھائی افتخار اور بھائی مبارک بھی تھے۔ آپ محترم افتخار اللہ صاحب کو جانتی نہ تھیں اور ان کو دیکھتے ہی واپس پلٹیں لیکن حضورؓ نے بلایا اور فرمایا کہ یہ (یعنی افتخار) اُسی طرح تمہارے بھائی ہیں جس طرح مبارک اور ان سے تمہارا پردہ نہیں ہے کیونکہ اُنہوں نے تمہاری بڑی والدہ کا دودھ پیا ہوا ہے۔

خدام سے حسنِ سلوک

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اپنے خدمت گزاروں سے بھی بہت حسن سلوک کیا کرتی تھیں۔ ان میں سے بعض حضرت مصلح موعودؓ کے زمانہ سے آپ کے پاس تھے یعنی مکرم غلام محمد صاحب، مکرمہ غلام فاطمہ (آپا فاطمہ) صاحبہ اور مکرمہ رحمت بی بی صاحبہ۔ اب یہ سب راہیٔ مُلک عدم ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔ مکرمہ رحمت بی بی صاحبہ کی بیٹی مکرمہ بشریٰ نعیم صاحبہ بھی آپ کے پاس ہی رہتی تھیں۔ آپ نے ان کو پڑھایا اور بڑے اہتمام سے ان کی شادی کی۔ مکرمہ بشریٰ نعیم صاحبہ کا ایک مضمون کتاب کے دوسرے حصہ میں شامل ہے۔

اوکاڑہ کے ایک مخلص احمدی مکرم جمال دین صاحب اپنی اہلیہ مکرمہ صوباں بی بی صاحبہ کی وفات کے بعد اپنی دونوں بیٹیوں مکرمہ سکینہ بی بی صاحبہ اور مکرمہ رشیدہ بی بی صاحبہ کو لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پاس آئے اور اپنی بیٹیوں کو پرورش کے لیے حضورؓ کے حوالے کر دیا۔ یہ دونوں حضورؓ اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے گھر میں پلی بڑھیں۔ ان دونوں کی شادیاں بھی آپ ہی کے گھر سے ہوئیں۔ اس کے بعد ان دونوں کی بیٹیاں بھی مختلف اوقات میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے گھر میں پرورش پاتی رہیں۔ ان میں بعض نے انفرادی مضمون لکھ کر بھجوائے ہیں جو کتاب کے حصہ دوم میں شامل کر لیے گئے ہیں۔

آپ کی اپنی خادماؤں کے ساتھ ایسی بے تکلفی تھی کہ جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ گرمیوں میں جب موسم کے لحاظ سے ایئر کنڈیشنر کا استعمال ہوتا تو آپا فاطمہ صاحبہ بھی دوپہر کو آرام کرنے کے لیے آپ کے کمرے میں ہی آجاتی تھیں۔ دراصل آپا فاطمہ صاحبہ سب سے پہلے دوسری جنگِ عظیم کے دنوں میں حضرت مصلح موعودؓ کے گھر میں آئی تھیں۔ ان کے بھائی حضورؓ کی تحریک پر فوج میں بھرتی ہوئے تھے اور آپا فاطمہ صاحبہ کو حضورؓ کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ وہ اپنی شادی کے بعد اپنے گھر واقع دار الیمن ربوہ میں منتقل ہوگئی تھیں لیکن جب حضورؓ زیادہ بیمار ہوئے تو خدمت کی غرض سے واپس حضورؓ کے گھر میں آگئی تھیں۔ اس لیے ہم بچے آپا فاطمہ صاحبہ کو گھر کا ایک فرد ہی سمجھتے تھے اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو اُن پر مکمل اعتماد تھا۔ جب تک مکرم غلام محمد صاحب باورچی کے فرائض ادا کرتے رہے آپ روٹی پکایا کرتی تھیں۔ بعد میں کھانا پکانے کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کردی گئی تھی۔ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اُن کو گھریلو جنس اور مہمان نوازی کے لوازمات کو سنبھالنے کی ذمہ داری بھی دی ہوئی تھی جس کو وہ فرض شناسی سے پورا کرتی تھیں اور گھر کے بچوں کو اگر کوئی چیز درکار ہوتی تو یا مکرمہ آپا فاطمہ صاحبہ کی منت کرنا پڑتی یا پھر تالہ توڑنا پڑتا تھا۔

آپ نہ صرف مکرمہ آپا فاطمہ صاحبہ بلکہ ان کے شوہر مکرم عبد السلام شاہ صاحب کے عزیزوں کے ساتھ بھی بے حد حسنِ سلوک کیا کرتی تھیں۔ ایک موقع پر آپ نے ان کی کسی عزیز کے لیے زیور بھی بنوا کر دیا تھا۔

آپ اپنے خدمت گزاروں کے لیے خود دعا کرنے کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح کو بھی دعا کے لیے لکھتیں۔ آپ اپنی دونوں ماؤں کی خدمت گزاروں سے بھی بہت حسنِ سلوک کرتیں۔ پرانے خدمت گزاروں کے بارہ میں آپ کہا کرتی تھیں کہ ان کی پرانی اور پختہ عادات کو صبر سے برداشت کرنا چاہیے۔

مختلف وقتوں میں آپ نے اپنے گھر میں بعض بچیوں کو رکھ کر تعلیم بھی دلوائی اور ان سے خدمت بھی لیتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

دیگر تعلق داروں سے حُسنِ سلوک

ایتاءِ ذِی القُربیٰ کے اس ذیلی عنوان کے تحت رضاعی رشتہ دار، معالجین، اساتذہ، طالبات و دیگر تعلق داروں کا ذکر کیا جارہا ہے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو حضرت اماں جانؓ کی خادمہ اماں عائشہ صاحبہ نے دودھ پلایا ہوا تھا اور اس لیے وہ آپ کی رضاعی والدہ تھیں۔ اُن کے گھر آنا جانا اور اُن کی اولاد خاص طور پر ماموں نذیر سے خاص محبت کا تعلق تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ کے معالجین کا بھی بہت احترام کیا کرتیں اور ان سے تعلق رکھتیں خاص طور پر حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ سے۔ ان کی اولاد سے آپ کا بہت تعلق تھا۔ حضورؓ کی ایک فزیوتھراپسٹ (Physiotherapist) کراچی میں تھیں۔ 1991ء میں آپ خاص طور پر اُن سے ملنے گئیں اور جیسے ہی انہوں نے آپ کو دیکھا تو بے ساختہ My Maryam, My Maryam کہتی ہوئی آپ سے ملیں۔

آپ اپنے معالجین کی بھی بہت مشکور رہتیں۔ مختلف بیماریوں میں مختلف ڈاکٹر، ہومیوپیتھ اور حکماء نے آپ کا علاج کیا۔ آپ اُن سب کے لیے شکر گزاری کے جذبات رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

آپ کی بچپن کی دوستوں میں مکرمہ صادقہ لطیف صاحبہ تھیں جو مکرم کمانڈر آغا لطیف صاحب کی اہلیہ تھیں۔ ان سے دوستی کا تعلق آپ نے آخر تک نبھایا اور اسی طرح مکرمہ آمنہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری عبداللہ خان صاحب سے بھی آپ کی بہت دوستی تھی۔ دوستی کے علاوہ بھی آپ اپنے تعلقات نبھاتیں۔ اگر کوئی دعوت پر بُلاتا تو حتّی الوسع اور تکلیف اٹھا کر اس میں شامل ہوتیں۔ اس میں وقت اور نفس کی بہت قربانی کرنی پڑتی تھی۔

اساتذہ میں محترم میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ ماسٹر صاحب کہلاتے تھے۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی ازواج اور اولاد میں سے بہت سوں کو پڑھایا ہوا تھا اور حضورؓ کو اس بات کا بہت پاس تھا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ نے بھی ماسٹر صاحب سے پڑھا ہوا تھا۔ اُن کا بے حد احترام کرنا اور ان سے مؤدبانہ تعلق رکھنا مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ آپ ماسٹر صاحب کے گھر بھی جایا کرتیں اور ان کو تحفے بھی بھجوایا کرتی

تھیں۔ مکرم ماسٹر صاحب بھی آپ کا بے حد احترام کرتے۔

مکرمہ امۃ الرشید سعدی صاحبہ اپنے والد مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی کے بارہ میں تحریر کرتی ہیں کہ "حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی موجودہ علالت کی وجہ سے فکرمند رہتے تھے۔ خواتینِ مبارکہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں سے آپ کو سب سے زیادہ پڑھانے کا موقع ملا۔ اب تک جب بھی خاندان کی کوئی بات کرتے تو سب سے پہلے حضرت امِّ متین کی غیر معمولی شفقت کی بات آتی۔ آپ نے ابا سے لحاظ اور اپنائیت کا سلوک فرمایا۔ ہمیشہ قریبی تعلق رکھا۔ دورے پر جب بھی حضور کے ساتھ جاتے تو جو کھانا گھر والوں کے لیے بنتا وہی ملتا رہا۔ حضرت چھوٹی آپا کو بھی آپ پر بہت اعتماد رہا۔ چھوٹی آپا کے ساتھ باجی متین اور سیّد محمود احمد صاحب سے بھی بے حد محبت تھی۔ کہتے تھے کہ میر صاحب فرشتہ صفت انسان ہیں۔ چھوٹی آپا کے لیے ہمیشہ دعا کرتے رہتے تھے۔" (الفضل ربوہ، جلد 49-84، نمبر 285، 15 دسمبر 1999ء صفحہ 4 تا 5)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنی عمر کا ایک لمبا حصہ تدریس میں صَرف کیا۔ جس میں عربی کے علاوہ قرآنِ کریم ناظرہ، ترجمہ اور تفسیر کی تدریس شامل ہے۔ آپ کا اپنی طالبات کے ساتھ غیر معمولی شفقت اور محبت کا سلوک تھا، جس کا جابجا ذکر حصہ دوم میں شامل انفرادی مضامین میں ملے گا۔ آپ اپنی طالبات کو صِرف پڑھاتی ہی نہ تھیں بلکہ ان کی دینی و دنیاوی ترقی کی بھی بہت فکرمند رہتی تھیں۔ اپنی طالبات کے ساتھ ایک استاد کے ساتھ ساتھ ایک ماں کا تعلق بھی قائم رکھتیں۔ ان کی خوشی و غمی میں شریک ہوتیں اور ان سے زندگی بھر کا تعلق قائم رکھتیں۔ بلکہ اگر کوئی طالبہ اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے رابطہ رکھنے میں کمزوری دکھاتی تو مناسب موقع پر اس کو بڑے پیارے انداز میں جتا بھی دیتیں۔

اسی طرح اپنے ساتھ خدمت کرنے والوں سے بہت شفقت اور محبت کا تعلق رکھتیں۔ ان میں لجنہ اماء اللہ کا باقاعدہ دفتری عملہ بھی شامل تھا اور آپ کے ساتھ رضاکارانہ خدمت کرنے والے اور کام کرنے والیاں بھی۔ اسی طرح لڑکیوں کے تعلیمی ادارہ جات میں کام کرنے والا سٹاف اور اساتذہ۔ چونکہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ساتھ آپ کا ایک طویل عرصہ تک رابطہ رہا تھا اس لیے اس دفتر کے کارکنان بھی آپ کی شفقتوں سے حصہ پاتے رہے۔ لیکن سب سے زیادہ شفقت فطری

طور پر لجنہ اماء اللہ کی کارکنات اور آپ کی مجلس عاملہ کے ممبرات کے حصہ میں آتی۔ آپ کی کوشش ہوتی کہ سب خدمت کرنے والوں کی کسی بھی طرح کوئی مدد کر سکیں۔ آپ ان کی ہر خوشی غمی میں شامل ہوتیں اور ان کے لیے دعائیں کرتیں۔

لجنہ اماء اللہ کے کارکنان جن میں مکرم محمد بشیر صاحب، مکرم محمد حنیف صاحب، مکرم لطف الرحمٰن صاحب، مکرمہ حمیدہ بی بی صاحبہ اور مکرمہ اختر صاحبہ بھی آپ کی خاص شفقتوں کے مورد ہوا کرتے تھے۔ چند سال پہلے کی بات ہے خاکسار کسی مریض کی عیادت کے لیے فضلِ عمر ہسپتال ربوہ کے آئی۔ سی۔ یو میں گیا تو مجھے لگا کہ مکرمہ اختر صاحبہ داخل ہیں۔ ان کا حال پوچھا۔ وہ بہت بیمار تھیں اور تکلیف ان کے چہرہ سے عیاں تھی۔ میں نے ان کے سامنے صرف حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا نام لیا اور مکرمہ اختر صاحبہ کے اُسی بیمار چہرہ پر اچانک مسکراہٹ بکھر گئی۔

مہمان نوازی

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا ایک نمایاں وصف مہمان نوازی تھا۔ گھر آئے ہر مہمان کی مہمان نوازی فرماتیں اور ہمیشہ فرماتی تھیں کہ میں نے مہمان نوازی حضرت مصلح موعودؓ سے سیکھی ہے۔ مہمانوں کی خدمت کر کے آپ کو دِلی تسکین حاصل کرتی تھیں۔

آپ کے گھر میں ربوہ اور بیرونِ ربوہ کے مہمان روزانہ آتے تھے۔ آپ کی گوناں گوں مصروفیات اور پردہ کی رعایت کی وجہ سے اوقات کی پابندی کروانی پڑتی تھی۔ عموماً آپ دن کے وقت خواتین سے ملاقات کرتی تھیں۔ شام میں اپنے عزیزان سے ملاقات کا وقت رکھا ہوتا تھا لیکن بیرونِ ربوہ کے مہمانوں سے شام کو بھی مل لیتی تھیں۔

وقت، موسم اور حفظِ مراتب کے بدلنے کے ساتھ مہمان نوازی بھی مختلف صورتیں اختیار کر لیتی ہے۔ گرمیوں کے موسم میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی مہمان نوازی میں سادہ پانی، کینو یا دیگر پھلوں کے سکوائش، راحت افزا اور گھر کا بنا ہوا آم کا ملک شیک شامل تھے۔ موسمِ سرما میں چائے یا کافی (coffee) سے مہمان نوازی کرتی تھیں۔

سردیوں میں مہمان نوازی کی غرض سے آپ مختلف چیزیں گھر میں تیار کروا کر رکھتی

تھیں۔ان میں سوجی کی مٹھائی، گاجر کا حلوہ، گاجر کا مربّہ اور نمکو آپ گھر میں تیار کروایا کرتی تھیں۔ان میں سے بعض چیزیں تو آپ خود بناتی تھیں۔اس کے علاوہ بازار سے مختلف قسم کے خشک میوہ جات بھی مہمان نوازی کی غرض سے خریدتی تھیں اور ان میں سے بعض خشک میوہ جات کی کھچڑی (mix) بھی بنایا کرتی تھیں۔

اسی طرح مہمان نوازی کی غرض سے کچھ کھانے تیار کرواکر آپ فریز (freeze) کردیا کرتی تھیں۔گرمیوں میں بعض مہمانوں کے لیے آپ گولبازار سے ربوہ کی مشہور سوغات "منان کی آئس کریم" یا "محمود سویٹس کی برفی" بھی منگوایا کرتی تھیں۔بعض مہمان خود اس کی فرمائش کردیا کرتے تھے۔سرگودھا کے مکرم ڈاکٹر عبداللطیف صاحب کی اہلیہ اور بیٹوں بیٹیوں سے آپ کے بے تکلفانہ تعلقات تھے۔وہ جب بھی گرمیوں میں آپ سے ملنے آتے تو ان کی مہمان نوازی میں "منان کی آئسکریم" ایک لازمی جزو ہوتی تھی۔

اب ربوہ کی اس خاص سوغات کا ذکر ہوا ہے تو مکرم عبدالمنان صاحب کا ذکرِ خیر کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔مجھے یاد ہے کہ مکرم ڈاکٹر عبداللطیف صاحب کی فیملی میں سے کسی نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے فرمائش کی ہے ہم نے "منان کی آئس کریم" اپنے ساتھ سرگودھا لے کر جانی ہے۔چنانچہ آپ نے مکرم عبدالمنان صاحب کی دکان پر تھرماس بھجوادی۔وہ آئس کریم دینے ہی والے تھے کہ کسی طرح انہیں پتہ چل گیا کہ یہ آئس کریم آپ کے گھر سے منگوائی گئی ہے۔مکرم عبدالمنان صاحب نے آئس کریم دینے سے انکار کردیا۔بڑا زور لگایا گیا، لیکن وہ نہیں مانے۔آخر بتایا کہ آج آئس کریم اتنی مزیدار نہیں بنی کہ چھوٹی آپا کے گھر بھجوائی جاسکے۔مکرم عبدالمنان صاحب نے بڑے اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کیا۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔آمین۔حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بھی ہمیشہ اُن کی قدردان رہیں۔

آپ کے ساتھ تعلق والی خواتین یا لجنہ اماء اللہ میں آپ کے ساتھ خدمت کرنے والی خواتین تو آپ کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوا ہی کرتی تھیں۔ان میں سے چند کا ذکر خاص طور پر دو خواتین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں یعنی مکرمہ حمیدہ صابرہ صاحبہ اور مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ۔یہ دونوں مکرم ڈاکٹر احسان الٰہی صاحب کی ہمشیرگان تھیں۔میرے بچپن میں ان دونوں بزرگ خواتین کا آپ کے

گھر تقریباً روزانہ آنا مجھے یاد ہے۔ تقریباً سارا دن آپ کے پاس رہتی تھیں اور خوشگوار مجلس لگا کرتی تھیں۔

دورانِ سال عزیز اور تعلق والے آپ کے گھر آکر ٹھہرا بھی کرتے تھے۔ آپ حتّی الوسع ان سب کی خدمت کرتیں۔ ان کو اپنے ساتھ کھانے کی میز پر بٹھاتیں اور ان کا خیال رکھتیں۔ بعض دفعہ ایسی خواتین جن سے خونی رشتہ نہیں ہوتا تھا کو بھی اپنے کمرے میں ہی ٹھہراتی تھیں۔ اگر اس وجہ سے گھر کے کسی بچہ کو کوئی تکلیف ہوتی تو وہ اس کا مسئلہ ہوتا۔ آپ کے مہمان کو کوئی تکلیف ہو یہ آپ کو بالکل برداشت نہیں تھا۔ ایک مرتبہ میں نے کہا کہ آپ اپنے کمرے میں ایسے مہمان نہ ٹھہرایا کریں جن کے پردہ کا خیال رکھنا پڑتا ہے تو یہ سن کر آپ سخت جذباتی ہو گئیں اور مجھے کہا کہ مہمان نوازی میں نے حضرت مصلح موعودؓ سے سیکھی ہے اور میں آپ کے بعد اس طریق کو بدل نہیں سکتی۔

بعض مرتبہ غیر ملکی خواتین بھی آپ کے پاس آکر ٹھہرا کرتی تھیں۔ ان کی مہمان نوازی بھی آپ بڑے ذوق و شوق سے کرتیں۔

آپ مہمانوں کی زیادتیوں کو بھی وسیع حوصلگی کے ساتھ برداشت کرتی تھیں۔ میرے بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک مہمان خاتون نے کھانا کھاتے ہوئے سبزی یا گوشت کا ٹکڑا لینے کے لیے بجائے چمچے (spoon) کا استعمال کرنے کے سیدھا اپنا ہاتھ سالن کے ڈش میں ڈال دیا۔ ماسوائے آپ کے کھانے کی میز پر موجود سب افراد کی چیخیں نکل گئیں۔ لیکن آپ بڑے آرام سے بیٹھی رہیں اور اُن کو کچھ بھی نہ کہا اور آرام سے اُس ڈش کو اٹھا کر الگ کر دیا۔

جماعت احمدیہ میں ایک بہت ہی خاص قسم کی مہمان نوازی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ مبارک سے جاری ہے۔ میری مراد مہمانانِ جلسہ سالانہ کی خدمت سے ہے جو دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان ہوتے ہیں۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ کو مہمان نوازی کا بہت موقع ملتا تھا اور دل و جان سے ان مہمانوں کی خدمت کیا کرتی تھیں۔

جلسہ کے مہمانوں کے لیے تیاری آپ کئی ہفتے پہلے سے شروع کر دیا کرتی تھیں۔ آپ کا طریق تھا کہ نومبر کے آخر میں لاہور سے مہمان نوازی کے لیے خورد و نوشت کا سامان لے آتیں اور گھر میں بھی کچھ چیزیں تیار کروا لیتی تھیں تا کہ مہمانانِ جلسہ کی مناسب تواضع کر سکیں۔ آپ کی

کوشش ہوتی کہ جلسہ سے بہت پہلے یہ سب کام ہو جائیں۔

جلسہ کے دنوں میں بہت سے مہمان آپ کے گھر ٹھہرتے تھے۔ ان میں آپ کے قریبی عزیزوں کے علاوہ آپ کے تعلق والے بھی ہوتے تھے۔ مکرمہ آمنہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری عبداللہ خان صاحبؓ اور ان کی بہن مکرمہ عائشہ صاحبہ اہلیہ مکرم سلطان محمد خان صاحب آف اٹک ہمیشہ آپ کے گھر میں ہی ٹھہرا کرتیں۔ یہ دونوں حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ کی بیٹیاں تھیں۔ ہم انہیں خالہ آمنہ اور خالہ عائشہ کہا کرتے تھے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی خالہ آمنہ سے بہت دوستی تھی۔ مری سے مس فرحت آرا بیگ اور ان کی دوست مکرمہ خورشید بیگم صاحبہ بھی جلسہ سالانہ پر آپ کی مہمان ہوتیں۔ کراچی کی ایک خاتون مسز امیر علی بھی آپ کے گھر میں ہی ٹھہرا کرتیں۔ انہوں نے بیعت بھی ایک جلسہ کے موقع پر ہی کی تھی۔ لندن سے مکرمہ شاہدہ ریاض صاحبہ مع فیملی جلسہ سالانہ پر آپ کی مہمان ہوتیں۔ اُن سے بھی آپ کی بہت دوستی تھی۔ ان کے بیٹے کی شادی کا فنکشن بھی آپ کے گھر سے ہی ہوا تھا۔

جلسہ سالانہ کے ایام میں آپ اپنا کمرہ مہمانوں کے لیے خالی کر دیا کرتی تھیں اور یا تو برآمدہ میں یا ڈرائنگ روم میں اپنا بستر لگا لیتی تھیں۔ گھر ایک کشتی کی طرح مہمانوں سے پُر ہوتا تھا۔ آپ اپنے ذاتی مہمانوں کی خدمت کے علاوہ بطور منتظمہ اعلیٰ جلسہ سالانہ و جلسہ گاہ مستورات اپنی جماعتی ذمّہ واریاں بھی ادا کر رہی ہوتی تھیں۔

آپ کو جلسہ سالانہ کے مہمانوں کا اس قدر خیال تھا کہ مکرم غلام محمد صاحب (آپ کے خانساماں) کی وفات کے بعد آپ شیخوپورہ سے ایک غیر احمدی باورچی کو جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی خدمت کے لیے بلوایا کرتی تھیں۔ غالباً 1981ء تک وہ آتے رہے اس کے بعد کے جلسوں میں مکرمہ آپا فاطمہ صاحبہ ہی کھانا تیار کیا کرتی تھیں۔

گھر میں ٹھہرے ہوئے مہمانوں کے علاوہ جلسہ کے ایام میں ربوہ سے باہر کی بہت سی خواتین آپ کے گھر دوپہر کے کھانے پر مدعو ہوتی تھیں۔ ان کی تعداد سو تک ہو گی۔ کھانا گروپس کی صورت میں کھلایا جاتا تھا۔ ان تمام گروپس کے ساتھ آپ کچھ نہ کچھ وقت بھی صرف کرتی تھیں۔

جلسہ کے ایام میں ملنے جلنے والے عزیز اور تعلق دار (جو کسی اور جگہ ٹھہرے ہوتے تھے)

آپ سے ملنے آتے تھے جو جلسہ کے اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت آسکتے تھے۔

جلسہ کے دنوں کی مہمان نوازی میں ہم بچے بھی آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتے تھے کیونکہ ہماری ڈیوٹیاں جلسہ کے انتظام کے تحت لگی ہوتی تھیں اور پھر خواتین میں جانے کی اجازت بھی نہیں ہوتی تھیں۔اس لیے سچی بات ہے کہ مجھے تو سمجھ نہیں آتی ہے جلسہ سالانہ کے انتظام کے ساتھ آپ کیسے یہ مہمان نوازی کیا کرتی تھیں۔دراصل یہ بھی حضرت مصلح موعودؓ کے ذاتی نمونہ اور حضورؓ کی تربیت کا ہی ثمرہ تھا۔اس کی ایک مثال پیش ہے۔

قادیان میں حضورؓ اپنی ازواج کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت میں اس طرح مصروف رہنے کا حکم دیتے تھے کہ وہ حضورؓ کے لیے کھانے کا انتظام بھی خود نہ کرسکتی تھیں۔حالانکہ حضورؓ پر جلسہ سالانہ کے ایام میں کام کا غیر معمولی بوجھ ہوتا تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ ولسلام کے مہمانوں کی خاطر حضورؓ یہ تکلیف بھی برداشت فرمایا کرتے تھے۔ان ایام میں حضورؓ کے کھانے کی تیاری کی ذمہ داری مکرمہ خیر النساء صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر سیّد عبد الستار شاہ صاحبؓ کے سپرد ہوتی تھی۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 3 صفحہ 174)

باوجود آپ کے بار بار ذکر کرنے کے خاکسار کبھی یہ سمجھ ہی نہیں سکا تھا کہ آخر حضورؓ کس قسم کی مہمان نوازی کی توقع آپ سے رکھتے تھے۔لیکن یہ پڑھنے کے بعد مجھے سمجھ آئی کہ مہمانوں کے لیے عموماً اور جلسہ کے مہمانوں کے لیے خصوصاً حضورؓ کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ سخت تکلیف اٹھا کر بھی ان کا اکرام کیا جائے۔

ربوہ میں منعقد ہونے والے آخری جلسہ سالانہ میں آپ نے اپنا نیا بنا ہوا گھر مہمانانِ جلسہ کے لیے پیش کر دیا اور اپنے نئے گھر میں منتقل ہونے سے قبل اس میں جلسہ سالانہ کے مہمانوں کو ٹھہرایا۔

آپ کی خاص مہمان تو حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ ہوا کرتی تھیں۔جب تک ان دونوں بزرگ ہستیوں کی صحت نے اجازت دی آپ ان کو اپنے گھر کھانے پر مدعو کیا کرتی تھیں۔

آپ کی طرف سے خاص الخاص مہمان نوازی خلفاء احمدیت کی ہوتی تھی۔خلفاء احمدیت کے

ساتھ آپ کے تعلقات کو باب نہم میں ضبطِ تحریر میں لایا جاچکا ہے۔

الغرض حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی سیرت کو مہمان نوازی کے تفصیلی ذکر کے بغیر بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ آپ کی سیرت کا بہت روشن پہلو ہے۔ مہمانوں کی خدمت کر کے آپ کو دِلی سکون ملتا اور اس میں کسی قسم کا تصنع اور بناوٹ کا کوئی شائبہ تک نہیں تھا۔

خدمتِ خلق میں پیش پیش

ہر اک کی کروں خدمت اور خیر خواہی
جو دیکھے وہ خوش ہو کے مجھ کو دعا دے

ایک عام انسان کے تعلقات کا دائرہ بھی کافی وسیع ہوتا ہے، لیکن ایک ایسے انسان کے تعلقات کا دائرہ تو بہت ہی وسیع ہوتا ہے جس نے اپنی زندگی کو خدمتِ دین اور خدمتِ انسانیت کے لیے وقف کر دیا ہو۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی خدمات کا عرصہ تقریباً چھ دہائیوں پر محیط ہے۔ اس عرصہ میں لاکھوں احباب و خواتین سے آپ کا واسطہ پڑا۔ ان میں بھاری اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جن سے آپ کا کوئی خون کا رشتہ نہ تھا۔ نہ وہ آپ کے ذاتی دوست تھے اور نہ تعلق دار۔ ان سے میل ملاقات میں آپ کی کوئی ذاتی غرض نہ تھی۔ ایسے افراد سے تعلق رکھنا، ان کی مدد کرنا، ان کے خطوط کے جواب دینا، ان کی تربیت کی کوشش کرنا اور ان کے لیے دعا کرنا بہت بڑی وقتی، مالی، ذہنی اور جسمانی قربانی کا تقاضا کرتا ہے۔

آپ کی دِلی تمنا تھی کہ آپ کی زندگی خدمتِ انسانیت میں صَرف ہو۔ مختلف وقتوں میں آپ اس کا اظہار کیا کرتی تھیں۔ جب 1993ء میں آپ کا گھٹنے کی تبدیلی کا آپریشن ہوا تو آپ نے کراچی سے ہی مجھے فون پر بھی کہا کہ دعا کرو کہ میری باقی زندگی خدمتِ دین اور خدمتِ انسانیت میں صَرف ہو۔

26 مئی 1993ء کو آپ نے مجھے خط میں بھی لکھا کہ

"دعا کرو کہ بالکل تندرستوں کی طرح چلوں اور جو زندگی دوبارہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے رحم سے عطا کی ہے وہ دین اور انسانیت کی خدمت میں گزرے۔ تم سب کی خوشیاں دکھائے"۔

شہدائے احمدیت، اسیر ان راہِ مولا اور خدمتِ دین کرنے والوں کے لیے آپ کی محبت کا رنگ ہی الگ تھا۔ اسیر ان کی مسلسل تکلیف کے پیش نظر آپ ان کے بارہ میں بہت ہی فکر مند رہتیں اور ان کے لیے دعا گو رہتیں اور ان کے گھر والوں کی دلداری کی کوشش کرتیں۔ عید وغیرہ کے موقع پر شہدا اور اسیر انِ راہِ مولا کے گھروں میں کوئی نہ کوئی تحفہ بھجواتیں۔ اپنے خطوط میں اسیر ان کی رہائی کے لیے دعائیں کرنے کی تلقین کرتیں۔

اپنے تعلق والوں، سلسلہ کی خدمت کرنے والوں اور پرانے خدمت گزاروں یا ان کے کسی عزیز کی وفات پر فوراً تعزیت کے لیے ان کے گھر جاتیں۔ تعزیت کرتیں اور بعض مرتبہ ان کے گھر کھانا بھجوانے کا انتظام بھی کرتیں۔ بعض مرتبہ دوسرے شہر جاکر بھی تعزیت کرتیں۔ مجھے یاد ہے کہ مولوی ظہور حسین صاحب بخارا کی اہلیہ کی وفات لاہور میں ہوئی اور آپ اتفاق سے خاندان میں ایک شادی کی وجہ سے لاہور میں تھیں۔ آپ کو شادی ہال میں ہی اطلاع ملی اور آپ وہیں سے سیدھے اُن کی بیٹے کے گھر تعزیت کے لیے گئیں حالانکہ رات کافی دیر ہو چکی تھی۔ اپنے تعلق داروں کے گھر تو متعدد مرتبہ جاتیں اور حسبِ تعلیمِ اسلام تعزیت کرتیں اور حوصلہ بڑھاتیں۔

بیماروں کی تیمارداری اور ان کا حوصلہ بڑھانا آپ کا خاص وصف تھا۔ اگر کسی کے گھر جاکر بیمار پُرسی ممکن ہوتی تو وہ بھی کرتیں، ورنہ فون پر یا پیغام بھجوا کر حال معلوم کرتیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے لیے یہ دعا بھی کی تھی کہ

ہو مرہم زخم دل شکستہ
ہو مہر و لطف و احسان۔ آمین

بہت سے عزیزوں کو ان کے سکول اور کالج کے مضامین عربی، انگریزی اور ریاضی وغیرہ آپ پڑھاتی رہی ہیں۔ اس طرح ان کی تعلیمی ترقی میں براہِ راست آپ کا دخل ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو خواتین کے علاج کے لیے ہومیو پیتھی طریق علاج کا علم حاصل کرنے کا ارشاد فرمایا تھا اور آپ اس کے ذریعہ سے خواتین کے لیے ادویہ بھی تجویز کیا کرتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب ایم۔ٹی۔اے پر ہومیو پیتھی طریق علاج پر لیکچر زدیتے تھے تو آپ باقاعدہ ان کے نوٹس لیا کرتی تھیں تاکہ علاج میں آسانی رہے۔ اس لحاظ سے آپ نے دو خلفاء

سے ہومیو پیتھی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ نے چونکہ حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ لمبا عرصہ خدمت کی تھی اس لیے آپ حضورؓ کے دیسی نسخہ جات سے بھی واقف تھیں۔ آپ علاج کے لیے دیسی ادویہ بھی تجویز کیا کرتی تھیں۔

بہت سے احمدی خاندان آپ کو اپنے بچوں کی شادی کے موقع پر مدعو کرتے تھے اور آپ حتّی الوسع کوشش کرتیں کہ سب لوگوں کی خوشیوں میں شامل ہوں۔ بعض دنوں میں ایک ہی وقت میں دو، تین یا چار مختلف گھرانوں کی طرف سے شادی یا دعوت ولیمہ میں شرکت کا دعوت نامہ بھی ملا ہوتا اور اصرار بھی ہوتا کہ آپ ضرور شامل ہوں اور آپ کی پوری کوشش ہوتی کہ ان سب میں شامل ہوں۔ آپ بعض مرتبہ کہہ دیتیں کہ میں صرف آپ کے بلانے پر آگئی ہوں لیکن کھانا نہیں کھا سکتی لیکن میزبانوں کا اصرار ہوتا کہ کچھ چکھ ہی لیں۔ آپ ان سے ہمدردی کی وجہ سے بالکل انکار نہ کرسکتیں اور اسی طرح ہر گھر میں ہوتا۔ آپ کی کوشش ہوتی کہ ہر شادی شدہ جوڑے کو کوئی نہ کوئی تحفہ بھی دیں۔ جب آپ نے شادی یا دعوتِ ولیمہ میں شامل ہونا ہوتا تو آپ دیگر عزیزوں کو بھی اپنے ساتھ کار یا وین میں لے جاتیں تاکہ وہ بھی آرام سے فنکشن میں شامل ہوسکیں۔ اسی طرح تقریبِ آمین میں بھی شامل ہوتیں اور ختمِ قرآنِ کریم پر بہت ہی خوش ہوتیں۔

کہتے ہیں کہ خط آدھی ملاقات ہوتی ہے۔ اس طرح آپ کی ملاقات دنیا بھر میں بسنے والے احمدی خواتین و حضرات سے سارا سال ہوتی رہتی تھی۔ کیونکہ آپ خود بھی خط لکھتی تھیں اور خطوط کے جواب بھی بہت باقاعدگی سے دیا کرتی تھیں بلکہ وقت پر جواب نہ دینے پر خاصا ناراض بھی ہوتیں یا شاید یہ پیار میرے حصہ میں ہی آیا تھا۔ خطوط کے جواب دینے میں تو شاید ہی آپ کا کوئی ثانی ہو۔ آپ کو لوگ دعا کے لیے خط لکھتے، اپنے حالات سے مطلع کرتے، آپ کو اپنے بچوں کی تصاویر بھجواتے، اور حقیقت میں آدھی ملاقات کا لطف اٹھاتے۔ شاید ہی کبھی کوئی ایسا خط ہو جس کا آپ فوری جواب نہ دے سکی ہوں۔ آپ بھی لوگوں کی دلداری کے لیے خطوط کے ایسے جواب دیتیں کہ ان کا دل باغ باغ ہوجاتا۔ اپنے اور قریب رہنے والوں کے حالات سے انہیں مطلع کرتیں اور گھر کے چھوٹے بچوں کی تصاویر وغیرہ ان کو بھیجتیں۔ آپ بچوں کی پیدائش پر، رشتہ یا نکاح ہونے پر، پاس ہونے پر یا ویسے ہی حال احوال پوچھنے کے لیے بھی خط لکھا کرتی تھیں۔

بہت سی احمدی خواتین امریکہ، انڈونیشیا اور دیگر ممالک سے آپ کو انگریزی میں خط لکھتیں اور آپ اُن کو انگریزی میں ہی جواب دیتیں۔

بہت سے احمدی احباب و خواتین آپ کو تعزیت کے خطوط لکھتے۔ آپ ان سب کے انفرادی جواب دیا کرتی تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی وصال پر آپ کو سینکڑوں خطوط آئے اور بہت سی تاریں موصول ہوئیں۔ آپ کی طرف سے 19 نومبر 1965ء میں الفضل میں ایک شکریہ کا نوٹ شائع کروادیا گیا تھا (جو اس کتاب میں شائع کیا جاچکا ہے) لیکن اس کے علاوہ آپ کی ایک ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم پانچ صد پانچ (505) خطوط اور تاروں کے جواب آپ نے بعد میں بھجوائے تھے۔ ممکن ہے کہ اصل تعداد اس سے زیادہ ہو لیکن یہ تعداد تو میں نے خود آپ کی ڈائری میں لکھی دیکھی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات پر بھی بے شمار لوگوں نے آپ کو تعزیت کے خطوط لکھے اور آپ نے ان کے جواب اپنے ہاتھ سے دیئے۔

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی وفات پر آپ کو کثرت سے تعزیت کے خطوط موصول ہوئے۔ آپ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ پر کتاب لکھ رہی تھیں اس لیے وہ خطوط آپ نے محفوظ رکھے ہوئے تھے کیونکہ ان میں حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی سیرت کے کسی نہ کسی پہلو کا ذکر کیا گیا تھا۔

آپ کی بھانجی مکرمہ امۃ الواسع رعنا صاحبہ بنت مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب کی وفات 1988ء میں ہوئی۔ بوقتِ وفات ان کی عمر انتالیس (39) سال تھی اور بچے ابھی بہت چھوٹے تھے۔ ان کی وفات کو افرادِ جماعت نے بہت محسوس کیا اور کثرت سے تعزیت کے خطوط آپ کو موصول ہوئے۔ آپ کی ایک ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان تعزیتی خطوط کے جواب میں ایک سو ایک (101) جوابی خطوط لکھے اور تعزیت کرنے والوں کی ہمدردی پر شکر گزاری کا اظہار کیا۔

صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب کی وفات 1990ء میں ہوئی اور اس پر جن احباب و خواتین نے آپ سے تعزیت کی ان کو آپ نے اپنے ہاتھ سے جوابات دیئے۔ ایسے خطوط کی تعداد پچاسی (85) ہے اور ان میں سے نصف کے قریب بیرونِ پاکستان کے رہنے والے تھے۔

یہ ایک غیر معمولی بات ہے۔

احباب و خواتین بہت محبت سے آپ کو تحفے تحائف بھی دیتے جو آپ بہت ہی ممنونیت سے قبول کرتیں اور حسبِ توفیق آپ بھی تحائف دیتیں۔ جب بھی آپ بیرونی ممالک سفروں پر گئیں تو عزیزوں کے علاوہ آپ تعلق داروں اور خدمتِ دین کرنے والوں کے لیے تحائف لے کر جاتیں۔

آپ کے حضرت مصلح موعودؓ کے تعلق کی وجہ سے لوگ آپ سے آپ کے کپڑے بھی مانگ لیتے تھے جو آپ بخوشی دے دیا کرتی تھیں۔ جب آپ 1983ء کے سفر سے واپس آئیں تو آپ کے پاس صرف ایک یا دو جوڑے تھے باقی سب احمدی خواتین کی خواہش پر آپ نے انہیں دے دیئے تھے۔ یہ دو طرفہ محبت دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی اعجاز ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے آم کے باغات سے جب پھل آتا تو آپ اس کا بڑا حصہ تعلق داروں اور غرباء کو بطور تحفہ بھجوایا کرتیں۔ آموں کے آنے پر آپ ان کو خود "پَپّل ڈالنے" کا انتظام کرتیں اور جیسے جیسے وہ تیار ہوتے جاتے ان کو بطور تحفہ بھجواتی جاتیں۔ یہ بھی آپ کے اظہارِ محبت کا طریق تھا۔

احمدی احباب و خواتین کی طرف سے اس خواہش کا اظہار بھی ہوتا کہ انہیں حضرت مصلح موعودؓ کا کوئی تبرّک عطا کیا جائے اور آپ حتّی الوسع اُن کی خواہش پورا کرتیں۔ آپ کے والد حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ مسجد مبارک قادیان میں "ذکرِ حبیب" کے نام سے مجلس لگایا کرتے تھے اور اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تبرک بھی تقسیم کیا کرتے تھے۔

خدمتِ خلق میں یہ بھی شامل ہے کہ حسبِ موقع تربیت کے کسی موقع کو ضائع نہ کیا جائے۔ ایک نوجوان روزانہ ہی آپ کو دعائیہ خط لکھتے تھے۔ وہ لفافہ پر مختلف قسم کے القابات لکھ دیتے تھے۔ ایک دن آپ نے مجھے کہا کہ اِن صاحب سے کہو کہ انہوں نے میرے لیے "امّ المؤمنین" کا لقب استعمال کیا ہے جو درست نہیں ہے۔ آئندہ سے یہ نہ لکھا کریں۔

آپ کا ایک نمایاں وصف ہر وقت خدمتِ خلق میں مصروف رہنا تھا۔ میرے بچپن کے تأثرات اور بڑی عمر کی سمجھ کے مطابق میرے دل و دماغ میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ خدمتِ خلق میں مصروف رہنا اور اس کو دِلی ذوق و شوق سے انجام دینا آپ کی فطرتِ ثانیہ تھی۔ اس میں کسی قسم کا تکلف کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا تھا۔ خدمت کرنے کا کوئی نہ کوئی موقع آپ خود ہی نکال لیا کرتی

تھیں۔ آپ کی کوشش ہوتی کہ خدمت کے سارے کام آپ اپنے ہاتھ سے انجام دیں۔

خدمتِ خلق کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر آپ پر پورے طور پر صادق آتا ہے۔

مرا مقصود و مطلوب و تمنا، خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

مالی معاملات میں شفافیت

مالی معاملات میں صفائی اور احتیاط ایک بنیادی اہمیت رکھنے والا خُلق ہے جو ہر احمدی مسلمان کے اندر ہونا چاہیے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ

"یہ معاملات کی اچھائی یا برائی ہے جس کی بنا پر غیر شخص تمہارے متعلق رائے قائم کرتے ہیں۔ اگر معاملات اچھے ہیں تو لوگ تمہاری بات سن سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو ساری جماعت چند آدمیوں کی خاطر ٹھگ کہلائے گی اور مثال میں دو چار نام لے دینا ہی کافی خیال کیا جائے گا۔

پس جو قرض دیتا ہے وہ محسن ہے۔ سچی ضرورت کے وقت لو اور میعاد معینہ میں ادا کرو۔ اگر کسی معقول وجہ سے نہیں اُتار سکتے تو نرمی اور خندہ پیشانی سے اس کو یقین دلاؤ کہ میں ان وجوہ سے اب ادا نہیں کر سکا، پھر ادا کر دوں گا۔ جب روپیہ آئے تو پہلے قرض خواہ کے روپے ادا کرو۔۔۔۔ لوگ معاملات سے حالات کا اندازہ کرتے ہیں، نمازوں سے نہیں۔ اگر اس طرح تبلیغ کے راستہ کو بند کر دیا تو پھر کوئی عمدہ راستہ نہیں۔ پس اپنے معاملات کی دُرستی پر بہت زور دو۔" (خطباتِ محمود جلد 6 صفحہ 552 تا 553)

اس تعلیم کی روشنی میں جب ہم حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی سیرت کا جائزہ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے معاملات میں آپ کی زندگی ایک سفید اُجلی چادر کی طرح نظر آتی ہے۔ اس بارہ میں صرف چند واقعات کے تذکرہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

طبعیتاً آپ قرض لینے سے گھبراتی تھیں لیکن اپنے گھر کی تعمیر کے لیے آپ کو قرض لینا پڑا جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی طرف سے دلوایا تھا۔ مکان کی

تعمیر کے بعد آپ کو اس قرض کی ادائیگی کی بے حد فکر رہتی تھی۔ میں نے شاید زندگی میں آپ کو سب سے زیادہ فکر مند قرض کی ادائیگی کے بارہ میں پایا۔ آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ اپنے اخراجات کو کم سے کم کریں اور جو بھی بچت ہو اس سے قرض کی ادائیگی کر دیں۔ اس لیے آپ گھر میں ہر زائد از ضرورت جلنے والے بلب اور پنکھے کو فوری طور پر بند کروانے پر اصرار کرتیں اور خود بھی اس پر عمل کرتیں۔ آپ اپنی سالانہ زرعی آمد سے قرض کی ادائیگی کیا کرتی تھیں۔ ایک دن آپ کو اپنے فارم کی انتظامیہ کی طرف سے ایک چیک ملا کہ پہلے مبارک آباد کے باغ کی آمد تقسیم نہیں ہوئی تھی اب اس کی آمد تقسیم کی جارہی ہے۔ آپ نے بے حد خوش ہو کر کہا کہ مجھے تو علم ہی نہیں تھا کہ یہ آمد ابھی آنی ہے۔ اور اس کے ذریعہ آپ کو اپنا قرض ادا کرنے میں آسانی ہو گئی۔

1986ء میں آپ نے اور ہماری والدہ نے اپنی زرعی زمین کا انتظام خود سنبھالا تو فوری طور پر انتظام چلانے کے لیے رقم کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس موقع پر بھی آپ نے دو جگہ سے قرض لیا اور دونوں قرضوں کو وقت سے پہلے ادا کر دیا۔

میرے بچپن کی بات ہے کہ آپ کو اپنے گھر میں استعمال کے لیے "رائس کوکر" کی ضرورت محسوس ہوئی اور آپ نے اپنے کسی واقف کار کو لکھا کہ اس کی قیمت پتہ کروادیں۔ آپ کو بتایا گیا کہ رائس کوکر کی قیمت ساڑھے چار صد روپے ہے۔ یہ 1979ء یا 1980ء کی بات ہے۔ آپ نے ان کو لکھا کہ اگر ممکن ہو تو اگلی مرتبہ پاکستان آتے ہوئے ایک عدد رائس کوکر خرید کر لے آئیں میں قیمت ادا کر دوں گی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ رائس کوکر آپ کو ملا تو اس کی قیمت بہت زیادہ بتائی گئی۔ آپ کو اس قیمت پر بہت حیرت ہوئی اور آپ نے کہا کہ خط میں تو آپ نے ساڑھے چار صد روپے لکھی تھی۔ جس پر انہوں نے بتایا کہ آپ کے لیے رائس کوکر خریدتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ اپنے کچھ عزیزوں کے لیے بھی لے لوں اور جب کسٹم حکام نے اتنے زیادہ رائس کوکر دیکھے تو سب پر ڈیوٹی لگادی۔ یہ معاملہ ایک اخلاقی مخمصہ (moral dilemma) کی صورت اختیار کر سکتا تھا کیونکہ جو قیمت آپ کو بتائی گئی تھی اس سے بہت زیادہ قیمت کا مطالبہ تھا اور اس سارے معاملہ میں آپ کا کوئی قصور نہیں تھا۔ کوئی شخص اس صورتحال میں رائس کوکر لینے سے انکار کرتا تو شاید اخلاقی طور پر ایسا کر سکتا تھا۔ لیکن باوجود اس بات کے کہ آپ سمجھتی تھیں کہ آپ کے ساتھ شفاف معاملہ نہیں ہوا

پھر بھی آپ نے اس کی پوری قیمت ادا کر دی۔ یہ ساڑھے چار صد روپے آج کے زمانہ کے نہیں ہیں بلکہ اُس زمانہ کے لحاظ سے تقریباً نصف تولہ سونا اس رقم میں آجاتا تھا اور اس میں کسٹم ڈیوٹی کی خطیر رقم شامل کی جائے تو اُس وقت کے لحاظ سے یہ اچھی خاصی رقم بنتی ہے۔

جب آپ اپنا گھر بنا رہی تھیں تو آپ خود لاہور جا کر سامان خریدتیں اور ہر ممکن بچت کی کوشش بھی کرتیں۔ ایک مرتبہ آپ کو احساس ہوا کہ کسی نے آپ کو سامان مہنگا دیا ہے۔ وہ مخلص احمدی بھی تھے اور اُس فیملی سے آپ کے ذاتی تعلقات بھی تھے لیکن آپ نے اُن کو خط لکھا کہ جس ریٹ پر سامان دیا گیا ہے وہ میرے فلاں عزیز سے زیادہ ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ چنانچہ ان کی طرف سے خط آیا کہ آپ کے سامان کی کوالٹی وغیرہ زیادہ بہتر ہے اور ریٹ مارکیٹ کے مقابلہ میں کم ہیں۔ آپ کا یہ طریق اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ انسان کو اپنے حقوق کا دفاع بھی کرنا چاہیے اور اگر تعلق داروں سے بھی کام کروایا جائے تو بات کو دل میں رکھنے کے بجائے صاف طور پر کر لینی چاہیے تاکہ دل ہی دل میں رنجش نہ بڑھتی جائے۔

ایک مرتبہ آپ نے میری اہلیہ کے لیے سفری انشورنس کروانی تھی اور آپ نے اس کی ذمہ داری اپنے بھانجے مکرم نواب مودود احمد خان صاحب کو سونپی۔ وہ جب ربوہ آئے تو اپنے ساتھ کاغذات تیار کروا کر لائے۔ کاغذات وصول کرنے پر حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے پوچھا کہ ان کی کتنی رقم ادا کرنی ہے؟ مکرم نواب مودود احمد خان صاحب یہ رقم لینا نہ چاہتے تھے جو بہت زیادہ بھی نہیں تھی لیکن آپ دینے پر مُصر تھیں اور بالآخر اُن کو وہ رقم لینا ہی پڑی۔

ایک مرتبہ مکرمہ شمیم حمید خان صاحبہ جو مکرم ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب کی بیٹی ہیں نے آپ کے ذریعہ زیور بنوایا تھا لیکن پسند نہ آنے کی وجہ سے آپ کو دیا کہ جیولر کو واپس کر دیں۔ وہ زیور آپ کی الماری میں پڑا تھا۔ ایک دن آپ نے کسی شادی میں شامل ہونے کے لیے لاہور جانا تھا اور عین سفر کے وقت معلوم ہوا کہ رات کو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے گھر میں چوری ہو گئی اور وہ زیور بھی چوری ہو گیا ہے۔ آپ نے لاہور جانے کا پروگرام تو ترک کر دیا اور اپنا نقصان بڑے حوصلے سے برداشت کر لیا۔ آپ کو اگر کوئی فکر تھی تو صِرف یہ کہ اُس زیور کا اب کیا ہو گا؟ چنانچہ آپ نے اُن کو اطلاع دی اور کہا کہ مَیں اس کا متبادل زیور بنوا کر دوں گی۔ لیکن وہ کہاں ماننے والی تھیں۔ مکرمہ شمیم

حمید خان صاحبہ نے بھی اپنا نقصان بڑے حوصلہ سے برداشت کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

بہت سے عزیز آپ کے ذریعہ خریداری کروایا کرتے تھے یا جہیز تیار کرواتے تھے۔ آپ ان کو اخراجات کا مکمل حساب دیا کرتی تھیں۔ یہ ذکر انتہائی قریبی رشتہ داروں کی بارے میں ہے۔ ان میں بہن بھائی بھی شامل ہیں۔ مالی معاملات میں آپ عزیز داری کے بجائے امانت اور دیانت کے اسلامی اصولوں کی پاسداری کو زیادہ اہم سمجھتی تھیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی وراثت میں ملنے والی جائیداد میں آپ کے ساتھ دیگر ورثاء بھی شریک تھے اور آپ کے معاملات سب کے ساتھ بالکل صاف تھے۔ آپ کی اپنی حقیقی بیٹی صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ بھی آپ کے ساتھ حصہ دار تھیں۔ وہ کچھ عرصہ اپنے خاوند کے ساتھ اُن کے مفوّضہ فرائض کی ادائیگی کی وجہ سے ملک سے باہر بھی رہیں اور اُس عرصہ میں اُن کے مالی معاملات بھی آپ ہی دیکھا کرتی تھیں۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اُن کو اُن کی آمد و خرچ کا سالانہ حساب بھیجا کرتی تھیں۔ ایسے ہی ایک حساب کی تفصیل ذیل میں دکھائی جارہی ہے۔

8 نومبر 1985ء کو آپ نے اپنی بیٹی صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو لکھا کہ

"باغ کی بچت سے -/15,000 تمہارا آیا ہے اور -/9,000 ماہ سے ماہ اپریل 86ء تک (یعنی نومبر 1985ء تا اپریل 1986ء) اکٹھی رقم میاں مبارک نے دے دی ہے۔ تمہارا حساب بھجوا رہی ہوں

غالباً آخری بیلنس جو بھجوایا تھا، وہ	10,403.09 روپے تھا	
2/10	2,000.00	ڈاکٹر -- صاحب کی وساطت تمہیں بھجوائے
--کو ڈرافٹ رجسٹری کروایا	3.60	
بیلنس	8,399.49	
چندہ تحریکِ جدید ادا کیا تم سب کا	200.00	

بچت جمع کی	15,000.00
بیلنس	23,199.49
چھ ماہ کا خرچ جمع کیا	9,000.00
بیلنس	32,199.00
بچت اور چھ ماہ کی آمد پر چندہ وصیت	1,500.00
جلسہ سالانہ کا چندہ اور زکوٰۃ	250.00
--کو دیا--کے حساب میں	14,000.00
بیلنس	16,449.49

دعا کرو خیر وعافیت سے سب کام سر انجام پائیں میں نے بھی بچت میں سے کچھ قرض ادا کیا ہے۔۔۔اب میرا کل قرضہ -/34,500 باقی ہے"۔

اس خط سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ مالی معاملات میں اسلامی تعلیمات پر کس سختی سے عمل پیرا تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی یہی نصیحت اوپر درج کی گئی ہے اور یہی طریق ہے جس کے تحت مالی معاملات، امانتوں، کاروبار اور شراکتوں میں اعتبار بھی قائم رہتا ہے اور برکت بھی پڑتی ہے۔ اللہ کرے ہم سب بھی اسی طریق پر چلتے ہوئے اپنے معاملات میں صاف ہوں اور جماعت اور اپنے خاندانوں کے لیے عزت کا موجب ہوں۔ آمین ثم آمین

مالی معاملات میں شفافیت اور مالی معاملات میں فرائض کی ادائیگی میں تو آپ کو کمال حاصل تھا لیکن اپنے مالی حقوق لینے اور ان کا دفاع کرنے میں آپ بہت نرم رویہ اختیار کیا کرتی تھیں۔ ایک معاملہ تھا جس میں میرے خیال کے مطابق آپ مناسب طور پر اپنے مالی حقوق کا دفاع نہیں کر رہی تھیں اور اس بات کا اظہار خاکسار نے بڑے اصرار سے کیا۔ حقوق لینے کے میرے اصرار پر آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ آپ کی زندگی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی اس نصیحت کے عین مطابق تھی کہ

" کبھی بھی نہ لڑو ایک دوسرے سے۔ مسکراتے چہروں سے ملاقات کرو۔ سلام سے اپنے

کلام کی ابتدا کرو۔ کسی کا حق نہ مارو۔ غلط فہمیاں دور کرنے کے لیے جہاں تک طاقت میں ہو تمہاری اپنے حقوق چھوڑ دو۔ بے شک دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ دیتا ہے۔ جب دینے پہ آتا ہے تو اتنا دیتا ہے کہ آپ کی جھولیوں میں وہ چیز سمانہیں سکتی۔" (خطباتِ ناصر جلد 8 صفحہ 627)

معاملات کی شفافیت پر بات ہو رہی ہے تو قارئین کے علم اور تاریخ میں محفوظ کرنے کی غرض سے مزید کچھ ضبطِ تحریر میں لانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ علم ہی ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے وقت آپ کی دو ازواج، تیرہ بیٹے اور نو بیٹیاں حیات تھیں اور اس لحاظ سے ورثاء کی کثیر تعداد تھی۔ وراثت کے معاملات باہمی ہم آہنگی سے طے کرنے کے لیے تمام ورثاء پر مشتمل ایک مجلس قائم تھی۔ اس مجلس کو "مجلسِ ورثا" کا نام دیا گیا تھا اور اس کے صدر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ تھے۔ اس مجلس کے اجلاسات میں باہم مشورہ کے بعد فیصلے ہوتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی جائیداد کے معاملات کی عمومی نگرانی اور اصولی فیصلے اس مجلس میں کیے جاتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ذاتی ترکہ یعنی personal effects کے بارہ میں مجلسِ ورثاء نے فیصلہ کیا کہ ان کو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ (مہر آپا) آپس میں تقسیم کرلیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی ایک ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان تمام چیزوں کی فہرست تیار کی جو حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ کو دی گئی تھیں۔ اس بارہ میں اِن بزرگ خواتین میں کبھی کوئی اختلاف سامنے نہیں آیا۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی اُسی ڈائری سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سوائے اپنی بیٹی کے حضرت مصلح موعودؓ کے تمام بچوں کو بھی حضورؓ کی انہی ذاتی چیزوں میں سے کچھ بطور تحفہ دیں۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو حضورؓ کی پگڑی کا "کلّہ" دیا تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد آپ کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو متبرک چادریں آئیں جو بعض وجوہات کے باعث تقسیم نہ ہو سکی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس معاملہ کی پوری تحقیق فرما کر آپ کو ہدایت فرمائی کہ ان دونوں چادروں کو حضرت مصلح موعودؓ کے ورثاء میں تقسیم کردیں۔ قارئین کے لیے یہ بات بھی دلچسپی کا موجب ہوگی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے گیمبیا کے صدر محترم ایف ایم سنگھاٹے صاحب کو حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو تبرک عطا فرمایا تھا وہ انہی دو چادروں میں سے ایک میں سے کاٹا گیا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہدایت کے پیشِ نظر آپ نے ان دونوں چادروں میں سے ایک ایک ٹکڑا حضرت مصلح موعودؓ کی ازواج و اولاد میں برابر تقسیم کیا۔ اس کے ساتھ آپ نے یہ تحریر دی کہ

"آج 88/7/3 کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑے کا تبرک جو حضرت اماں جانؓ کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حصہ میں آیا تھا صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ، مرزا منوّر احمد صاحب اور کئی اور بچوں کی موجودگی میں سب ورثاء حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تقسیم کیا گیا ہے۔ دو کپڑے تھے۔ ہر ایک کو ایک ایک ٹکڑا ہر دو میں سے دیا گیا ہے۔

ایک ٹکڑے کا سائز تقریباً 10 x 19 ہے۔

دوسرے ٹکڑے کا سائز 2/1-12 x 2/1-4 ہے۔

یہ سب اس لیے لکھ رہی ہوں کہ بطور سند رہے۔"

جب آپ نے یہ تبرک حضرت مصلح موعودؓ کے ورثاء میں تقسیم کر دیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کو زبردست خراجِ تحسین پیش فرمایا۔

15 جولائی 1988ء کو حضورؒ نے آپ کو تحریر فرمایا کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو تبرک آپ کے پاس امانت تھی آپ نے اس امانت کا حق ادا کر دیا"۔

صبر و حوصلہ

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی عمر شادی کے وقت تقریباً سترہ برس تھی اور آپ کی شادی کے وقت حضورؓ کی تین ازواج پہلے سے موجود تھیں۔ اس صورتحال میں آپ کے لیے ضروری تھا کہ آپ صبر، حوصلہ، برداشت اور انکساری کے خُلق اپنے اندر پیدا کریں اور ہمیشہ آپ کی ذات سے ان صفات کا اظہار ہوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نے اِن صفات کا اظہار نہ صرف اُس وقت کیا جب آپ کی شادی ہوئی تھی بلکہ آخری عمر تک اِن صفات سے متّصف رہیں۔ حضرت

خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد آپ چونتیس (34) سال زندہ رہیں۔

حضورؓ کی اولاد اور حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کے ساتھ آپ نے شراکتی تعلقات اور دیگر دنیاوی معاملات بھی کیے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے ان کے ساتھ کبھی بے صبری، کم حوصلگی، عدم برداشت یا کسی قسم کی بڑائی کا اظہار کیا ہو۔

خاکسار نے لمبا عرصہ آپ کے ساتھ گزارا ہے اور بہت سے مواقع پر دیکھا کہ اگر کسی کی طرف سے زیادتی ہوتی یا تلخ کلامی ہوتی تو پھر بھی آپ نہایت صبر، حوصلہ، برداشت اور انکساری کے ساتھ پیش آتیں۔ اور نہ صرف یہ کہ تلخ باتوں کو نظر انداز کر دیتیں بلکہ آئندہ تعلقات پر ان کو اثر انداز نہ ہونے دیتیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کا کمال تھا۔

آپ نے اپنی مختلف بیماریوں کو بھی نہایت صبر سے برداشت کیا۔ آپ کو 1976ء میں گردن اور کندھے میں درد کی بہت شدید تکلیف ہو گئی تھی اور مسئلہ یہ تھا کہ صحیح تشخیص بھی نہ ہو پاتی تھی۔ اس تکلیف کے علاج کے لیے مکرم ڈاکٹر قاضی مسعود صاحب نے ٹیکہ بھی لگایا تھا لیکن کوئی خاص آرام نہ آیا تھا۔ آپ کو مثانے میں انفیکشن بھی ہو جاتی تھی۔ آپ کے کئی آپریشن بھی ہوئے اور پھر 1981ء سے آرتھرائٹس کی بیماری ہو گئی جو بہت لمبی چلی۔ لیکن آپ نے اپنی ساری بیماریاں اور تکلیفیں بہت صبر سے برداشت کیں۔

اس کا اظہار 26 اپریل 1986ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کے نام خط میں ان الفاظ میں کیا کہ

"گھٹنے کے لیے نئی دوائی بھیج رہا ہوں۔ پتہ نہیں پہلے نسخہ تجویز کیا تھا یا نہیں۔ بڑی فکر والی بات ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں آپ غیر معمولی صبر کی طاقت رکھتی ہیں اور اپنی تکلیف کا ہرگز اظہار نہیں ہونے دیتیں لیکن جب دعا کی خاطر آپ نے مجھے اس کی تفصیل سے مطلع کیا تو سخت گھبراہٹ ہوئی ہے۔ امید رکھتا ہوں کہ جو دوائی لکھ رہا ہوں اس کو باقاعدگی سے استعمال کریں گی۔ دعا بھی کر رہا ہوں۔ امید ہے اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا"

اسلام نے نفوس اور اموال کی کمی کی صورت میں خاص طور پر صبر کی تلقین کی ہے۔ آپ نے حضرت اماں جانؓ، حضرت مصلح موعودؓ، والدین، ایک چھوٹے بھائی، دو بہنوئیوں اور دیگر قریبی

عزیزوں کی وفات پر اعلیٰ درجہ کے صبر کا نمونہ دکھایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر یہ ممکن نہیں تھا۔

شکر گزاری

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر کرنا تو کسی بھی انسان کے لیے ویسے ہی ناممکن ہے۔ لیکن آپ پر جو اللہ تعالیٰ کے افضال تھے ان کی شکر گزاری تو بالکل ہی ناممکن تھی۔ گو آپ شکر گزاری کا اظہار الفاظ سے بھی کر تیں لیکن جو دل میں محسوس کر تیں وہ اس سے بہت زیادہ ہوتا کیونکہ شکر و امتنان دراصل دل سے تعلق رکھتا ہے۔

کوئی آپ کی ذرّہ سی بھی خدمت کرتا یا تحفہ دیتا تو اس کی بے حد قدر کرتیں، یہاںتک کہ اپنی اولاد کی بھی۔ آپ کی اولاد کو آپ کی کسی خدمت کا کوئی موقع ملتا تو آپ اس پر بھی بے حد شکر گزاری کا اظہار کرتیں۔ حالانکہ والدین کا خیال رکھنا اولاد کی اوّلین ذمہ داریوں میں سے ہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام عطا فرمایا تھا آپ اس کی شکر گزاری اس رنگ میں کیا کرتی تھیں کہ افرادِ جماعت اور بالخصوص احمدی خواتین کے لیے ہر قسم کی مدد کرنے پر تیار رہتیں۔ افرادِ جماعت اور بالخصوص احمدی خواتین کے حُسن سلوک پر آپ بہت ممنون احسان ہوتیں اور ان کے لیے شکر گزاری کے جذبات کا اظہار کرتیں۔ آپ اپنی ڈائریوں میں ایسی خواتین کے نام درج کرتیں جنہوں نے سفر میں آپ کی خدمت کی ہوتی۔ طوالت اور کسی کا نام درج نہ کر پانے کی وجہ سے یہاں کسی کا بھی نام درج نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

آپ 1989ء میں لجنہ اماء اللہ کے نمائندہ کے طور پر جلسہ سالانہ یوکے میں شامل ہوئیں اور براہِ راست حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی مہمان نوازی سے فیض پایا۔ آپ نے حضورؒ کی اس شفقت پر شکر گزاری کا اظہار کیا۔ جس پر 4 اکتوبر 1989ء کو حضورؒ نے آپ کو تحریر فرمایا کہ

"ہم سب آپ کی مہمان نوازی کو اپنا فرض سمجھتے تھے۔ آپ کو تشکّر کے جذبات پیش کرنے کی تو کوئی ضرورت نہیں۔ اپنا گھر ہے۔ سب کو میرا محبت بھرا سلام پہنچادیں"۔

عزم و استقلال

آپ اپنے تمام کام نہایت عزم و استقلال اور مستقل مزاجی سے کیا کرتیں۔ کوئی بھی علمی کام

کرنا بہت محنت چاہتا ہے۔ تاریخ لکھنا تو اس سے بھی زیادہ محنت چاہتا ہے کیونکہ اس میں تاریخی مواد کو پڑھنا، اس میں سے متعلقہ مواد کا انتخاب کرنا اور پھر اس کو تحریر کرنا سب جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ مزید برآں آپ یہ کام بطور کل وقتی کارکن کے طور پر نہیں کر رہی تھیں بلکہ بطور صدر لجنہ اماء اللہ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے ساتھ آپ نے یہ کام کیا۔ کئی سالوں پر محیط یہ کام آپ کے عزم و استقلال کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ اپنی ذاتی زندگی میں بھی عزم و استقلال کا پیکر تھیں۔ جو کام بھی کرتیں اس کو مکمل کرنے کی پوری کوشش کرتیں۔ ہر انسان کی زندگی میں نامساعد حالات آتے ہیں اور یہی آپ کے ساتھ بھی ہوا لیکن مشکلات اور پریشانیوں کے باوجود اپنے کام میں عزم و استقلال سے مگن رہنا آپ کا بہت نمایاں وصف تھا۔

عاجزی و انکساری

آپ کا خمیر عاجزی اور انکساری میں گُندھا ہوا تھا۔ کبھی اپنے آپ کو کسی دوسرے سے بڑا نہیں سمجھا اور نہ کسی کو اپنی بڑائی کا احساس دلایا۔ غریب سے غریب خواتین سے آپ انکساری سے ملتیں۔ طبیعت میں دھیما پن تھا۔ آپ کو سویٹر بُنتے دیکھ کر ایک مرتبہ کسی غیر واقف خاتون نے اُون لاکر دے دی اور کہا کہ آپ میرے لیے بھی سُویٹر بن دیں۔ چنانچہ آپ نے بلا تکلف ان کے لیے سویٹر بُن دیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام عطا فرمایا تھا آپ نے اسے عاجزی و انکساری سے سینچا اور پروان چڑھایا تھا۔

ہوئے جو خاک تو شائستگی کا ظرف ملا
کہ دشتِ جاں سے بگولہ کوئی اٹھا بھی نہیں

خوش گواری اور خوش خُلقی

خوش گواری اور خوش خُلقی بھی آپ کی ذات کا جزو لاینفک تھا۔ آپ کی طبیعت میں خشکی نہیں تھی۔ جس سے بھی ملتیں اچھے مزاج اور خوش طبعی سے ملتیں۔ کثرت سے لوگوں سے ملاقات کرنے والے کبھی نہ کبھی تھک بھی جاتے ہیں لیکن اُس حال میں بھی خوش گواری اور خوش خُلقی کو

اپنائے رکھتیں۔

سو مسکرانا شعار رکھا شکن نہ ڈالی کبھی جبیں پر

آپ اپنے جماعتی اور ذاتی کاموں میں بے حد مصروف رہتی تھیں لیکن جب بھی لوگوں سے ملتیں تو یہی کوشش ہوتی کہ لوگوں کی طرف پوری توجہ ہو اور یہ احساس نہ ہو کہ آپ کا ذہن کسی اور معاملہ میں الجھا ہوا (pre-occupied) ہے۔ آپ ہنسی مذاق خود بھی کیا کرتی تھیں اور اچھے مذاق سے لطف اندوز بھی ہوا کرتی تھیں۔

عقل و دانش

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مومنانہ فراست سے مالا مال کیا ہوا تھا۔ آپ بہت ہی معاملہ فہم تھیں اور مسائل کی جڑ تک پہنچ کر اس کا حل تجویز کیا کرتیں۔ آپ کے سپرد کئی معاملات حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمائے جو کسی نہ کسی وجہ سے الجھے ہوئے تھے اور آپ نے حضورؒ کی دعاؤں اور اپنی کوششوں سے ان مسائل کو حل کیا۔ ان میں عائلی معاملات بھی تھے، مالی لین دین کے معاملات بھی اور بعض جماعتی معاملات بھی۔ اُن معاملات کی نوعیت کی بنا پر ان کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ اور بحیثیت بزرگ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے دن آپ کو ایسے معاملات سے واسطہ پڑتا جن میں جوش و جذبات کی بجائے عقل و دانش، سمجھداری اور تحمل کا مظاہرہ کرنا ضروری ہوتا تھا اور آپ چونکہ ان صفات سے متّصف تھیں اس لیے بغیر کسی مسئلہ کے ان کا حل نکال لیا کرتی تھیں۔ آپ نے ستاون سال تک احمدی خواتین کی خدمت توفیق پائی ہے۔ اس عرصہ میں آپ کو ہزاروں ایسے معاملات سے نمٹنا پڑا۔ بعض دفعہ تو آپ معاملہ کو سن کر فوراً ہی اس اس کا حل نکال لیتیں اور بعض مرتبہ سوچ وبچار کے بعد حل تجویز کرتیں۔

بہت سے احباب و خواتین اپنے ذاتی معاملات میں آپ سے مشورہ کرتے اور سوچ بچار کے بعد ان کی رہنمائی کرتیں۔ ایسے کئی واقعات کا ذکر کتاب کے حصہ دوم میں شامل انفرادی مضامین میں ملے گا۔

جماعت کی مجلسِ مشاورت کے علاوہ آپ سے بعض اہم جماعتی امور میں مشورہ بھی لیا جاتا

تھا۔ اسی طرح دورہ جات کے دوران بھی آپ مقامی لجنات اور جماعتوں کا جائزہ لیتیں اور حسبِ موقع اس کے بارہ میں جماعت کو آگاہ کرتیں۔

آپ کی شخصیت کے نمایاں پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خاص طور پر آپ کی عقل و دانش کا ذکر فرمایا تھا۔

سچائی اور قولِ سدید

جیسا کہ توقع کی جاسکتی ہے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سچائی اور قولِ سدید پر قائم تھیں اور یہی نصیحت آپ اپنے قریبیوں کو کیا کرتی تھیں۔ آپ "چبا کر بات کرنے" یا کسی کو خوش کرنے کے لیے غلط بات کرنے سے منع کرتی تھیں۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ آپ نے اپنے کسی قریبی عزیز کی غلط بات میں حمایت کی ہو اور مداہنت کا طریق اختیار کیا ہو۔ آپ ہمیشہ قولِ سدید پر قائم رہیں۔

1992ء کے قادیان کے سفر کے آغاز میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ ٹرین ابھی لاہور سٹیشن پر ہی کھڑی تھی کہ اچانک کھڑکی سے ایک سرکاری اہلکار نے آپ کو مخاطب کرکے کہا کہ آپ کے پاس کتنی غیر ملکی کرنسی (foreign currency) ہے؟ اس پر آپ نے اپنا ہینڈ بیگ کھولا اور اس میں رکھی غیر ملکی کرنسی جو شاید امریکی ڈالرز اور پاؤنڈز کی صورت میں تھی، کو گننا شروع کیا۔ آپ کو یہ کرتے دیکھ کر وہ سرکاری افسر ایک دم سٹپٹا گیا اور آپ کو مخاطب کرکے کہنے لگا، رہنے دیں، رہنے دیں۔ لیکن آپ نے نہایت اطمینان سے تمام رقم گنی اور اس کو بتایا۔ اُس سرکاری افسر کی حیرت قابلِ دید تھی۔

آپ کے والد حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی یہ دعا بھی آپ کے حق میں پوری صفائی سے پوری ہوئی کہ

زباں پر مری جھوٹ آئے نہ ہرگز
کچھ ایسا سبق راستی کا پڑھا دے

بہادری

بہادری ایک ایسا خُلق ہے جو عام طور پر خواتین کے ساتھ منسوب نہیں کیا جاتا۔ لیکن

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی زندگی کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ بہادر انسان تھیں۔ بندوق چلانا آپ کو حضرت مصلح موعودؓ نے خود سکھایا اور آپ کے پاس حضورؓ کی ایک 22. رائفل بھی تھی۔

مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب اور آپ کی بہن مکرمہ سیّدہ طیّبہ بیگم صاحبہ آپ کو وادیٔ کاغان کی سیر کے لیے لے کر گئے۔ سب کا قیام شوگران میں تھا۔ وہاں سے سَری پائے گئے اور واپسی پر آپ نے فیصلہ کیا کہ آپ جوانوں کے ساتھ پیدل آئیں گی۔ اچانک موسم خراب ہو گیا اور اندھیری رات جس میں بجلی کے چمکنے کی وجہ سے ہی راستہ نظر آتا تھا۔ نیز، آپ نے کسی بچے کے کہنے پر کھیتوں میں سے راستہ لے لیا جو انتہائی درشوار گزار اور پر خطر تھا۔ باقی آدھا قافلہ پیچھے تھا۔ آپ مجھے بتاتی تھیں کہ جب بھی روشنی چمکتی تو صرف اُسی وقت ہم راستہ دیکھ سکتے تھے اور ساتھ ہی میرا ذہن قرآنِ کریم کی اس آیت کی طرف جاتا تھا کہ یَکَادُ الۡبَرۡقُ یَخۡطَفُ اَبۡصَارَهُمۡ کُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمۡ مَّشَوۡا فِیۡهِ وَاِذَاۤ اَظۡلَمَ عَلَیۡهِمۡ قَامُوۡا (البقرہ:21) یعنی قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی اچک لے جب کبھی وہ اُن کے لیے چمکتی ہے وہ اس میں (کچھ) چلتے ہیں اور جب وہ ان پر اندھیرا کر دیتی ہے تو ٹھہر جاتے ہیں۔

آپ نے مجھے کئی مرتبہ بتایا کہ بار بار میرا ذہن اس آیت کی طرف جاتا تھا اور میں اس کے مضمون سے خوف کھاتی تھی اور محمود (میرے والد) تسلی دیتے تھے کہ اگر یہ بجلی نہ چمکتی تو ہمیں راستہ کیسے نظر آتا۔ میرے والد اب بھی اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے پریشان ہو جاتے ہیں کہ کس قدر خوف کی حالت میں بھی آپ بہادری سے چلتی رہیں۔

ستّر کی دہائی کی بات ہے۔ آپ سب فیملی کو سیر کے لیے مری لے کر گئیں۔ مری میں برف پڑی ہوئی تھی اور لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے سڑک بند تھی۔ ہماری وین کے ساتھ ہی ایک بس آکر رکی جس میں نوجوان طلبا کے گروپ تھے اور وہ شرارتیں کر رہے تھے اور ان کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح کوئی نہ کوئی فساد پیدا کیا جائے۔ آپ کے ساتھ فیملی تھی اور اس وجہ سے آپ بے حد پریشان تھیں لیکن آپ نے بہادری سے اس صورتحال کا مقابلہ کیا اور اپنا ضبط قائم رکھا۔

1983ء کے سفر میں کئی ایسے واقعات ہوئے جن سے آپ کی حوصلہ اور بہادری پر روشنی

پڑتی ہے۔ آپ نے اس سفر میں کالا برقعہ پہنا ہوا تھا اور اُس زمانہ میں کالے برقعہ میں ملبوس خواتین کو ایران کی مذہبی حکومت سے منسلک سمجھا جاتا تھا اور بہت تحقیر سے دیکھا جاتا تھا۔

اس سفر کے دو واقعات لکھتا ہوں۔ہالینڈ کے شہر ہیگ میں عالمی عدالتِ انصاف (International Court of Justice) قائم ہے۔ اس کے tour کے دوران آپ کے برقعہ کی وجہ سے ہمیں وہاں ایرانی ہی سمجھا جاتا رہا اور ان کا سلوک کافی تحقیر آمیز تھا اور باتوں باتوں میں ایران کے خلاف بول رہے تھے۔ لیکن آپ نے نہایت باوقار انداز میں اس ساری گفتگو کو برداشت کرتی رہیں اور آپ نے کسی قسم کے خوف کا اظہار نہیں کیا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ لکسمبرگ میں پیش آیا جو اس سے کہیں زیادہ خطرناک تھا۔ آپ ایک دن کے لیے بیلجئیم سے لکسمبرگ (Luxemburgh) گئیں۔ یہ یورپ کا غیر معروف اور چھوٹا سا ملک ہے اور اُس وقت وہاں کے باشندوں کو مسلمانوں کے طور اطوار سے بہت ہی کم تعارف تھا اور جو تھا وہ بھی مخالفانہ رنگ میں تھا۔ آپ کا برقعہ میں ملبوس ہونا وہاں کے باشندوں اور بالخصوص نوجوانوں کے لیے ایک عجوبہ تھا۔ چنانچہ شہر کے بیچ میں چند اوباشوں نے پیچھا کرنا شروع کر دیا اور اونچی اونچی آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔ جتنی دیر بھی وہ نوجوان یہ تماشہ کرتے رہے۔ آپ نہایت وقار کے ساتھ چلتی رہیں اور کسی قسم کے خوف یا پریشانی کا اظہار آپ کی طرف سے نہیں ہوا۔ آخر کسی کے سمجھانے پر وہ نوجوان باز آئے اور ہمیں سکون آیا۔

پاکستان میں ربوہ اور لاہور کے درمیان آپ نے بہت سے سفر ٹرین پر کئے اور بعض مواقع پر آپ کے ساتھ کوئی مرد عزیز نہیں ہوتا تھا۔ آپ بڑی بہادری اور وقار سے سفر کے تمام مراحل طے کیا کرتی تھیں۔

جب آپ کار یا وین پر سفر کرتیں تو بھی رات کے سفر سے نہ گھبراتیں۔ بلکہ جب کسی شادی وغیرہ کی تیاری کے سلسلہ میں آپ کو کثرت سے لاہور جانا پڑتا تو آپ پسند کرتیں کہ کام ختم کر کے رات کو ہی ربوہ واپس آجائیں خواہ دیر ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اُن دنوں میں پنجاب میں رات کو ڈاکے پڑا کرتے تھے اور رات کا سفر محفوظ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ہمیں تو آپ کی وجہ سے ڈر لگا کرتا تھا لیکن آپ بالکل بے خوف ہوتی تھیں۔

وفاداری

آپ کی ایک ڈائری میں مندرجہ ذیل چند فقرات لکھے ہوئے ہیں۔

"میرے نزدیک سب سے قابلِ قدر جذبہ وفاداری کا ہے۔ اگر کسی سے دوستی کرو تو ہمیشہ نبھاؤ۔ اس کے دکھ سکھ میں ہر حال میں اس کا ساتھ دو"۔

مَیں نہیں جانتا کہ یہ الفاظ کس کے ہیں لیکن اتنا جانتا ہوں کہ آپ کی ذات پر پوری طرح چسپاں ہوتے ہیں۔

جس کے ساتھ بھی آپ کا تعلق ایک دفعہ قائم ہو جاتا تو پھر آپ اس کو پوری طرح اور نہایت مشکل حالات میں بھی نبھاتیں۔ اس کے لیے ذاتی قربانی بھی کرنا پڑتی تھی، بعض مرتبہ ناراضگی بھی مول لینا پڑتی اور غلط فہمیاں پیدا ہونے کا امکان بھی ہوتا تھا۔ لیکن آپ وفاداری سے تعلقات نبھاتی تھیں۔

ذکر گزر چکا ہے کہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی بیٹی صاحبزادی امۃ الودود صاحبہ کے ساتھ آپ کی نصرت گرلز سکول قادیان کے زمانہ میں دوستی ہوئی تھی۔ کہہ سکتے ہیں کہ یہ دوستی صاحبزادی امۃ الودود صاحبہ کی وفات تک جاری رہی۔ لیکن یہ کہنا درست نہیں ہوگا۔ حقیقت یہ کہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اُن سے دوستی اور وفاداری اپنی وفات تک نبھائی۔ آپ نے ان کی ایک تصویر اور ان کے خط نہایت اہتمام سے اپنے کاغذات میں سنبھال کر رکھے ہوئے تھے۔ یہ خط 1936ء سے لے کر 1940ء میں اُن کی وفات تک کے عرصہ پر محیط ہیں۔ اتنا لمبا عرصہ تک آپ کا اپنی دوست کے خطوط سنبھال کر رکھنا آپ کی حد درجہ وفاداری کا ایک ثبوت ہے۔

بے تکلّف طبیعت

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے بلند روحانی مقام پر فائز فرمایا تھا اور ساتھ آپ پر بہت سی جماعتی ذمہ داریاں بھی تھیں۔ آپ ہر وقت مختلف کاموں میں مصروف رہتیں لیکن اس کے باوجود آپ کی طبیعت میں تکلف نہیں تھا۔ ہر چھوٹے بڑے سے آپ بے تکلفانہ باتیں کر لیتیں اور لوگ بھی آپ سے بے تکلفانہ تعلقات رکھتے تھے۔ آپ کا یہ طریق قرآنی تعلیم وَمَآ اَنَا

مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (ص:87) کے عین مطابق تھا۔

آپ بے تکلفانہ تعلقات کی بنا پر اپنے تعلق والوں سے اپنی پسند کی کوئی چیز منگوا بھی لیتی تھیں۔ بعض مرتبہ لوگ خود آپ سے تحفہ کے بارہ میں آپ کی پسند پوچھ لیتے اور بعض وقت آپ خود ہی بتادیتیں۔ اور اسی طرح بے تکلفی سے کسی بات سے منع بھی کر دیا کرتی تھیں۔

کبھی کبھار آپ مکرمہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب کو سرگودھا فون کر کے کہتیں کہ میں بچوں کو لے کر سرگودھا آرہی ہوں آپ "نعمت کدہ" یا" دین ہوٹل" سے تکّے بنوالیں یا کبھی ربوہ بھجوانے کی خواہش بھی کر دیتیں۔

آپ کا یہ وصف بھی تھا کہ بہت بے تکلفی سے دعوت قبول کر لیتیں اور سوائے اشد مجبوری کے دعوت سے انکار نہ کرتیں تھیں اور مجلس سے خوب لطف اندوز ہوتیں۔ اسی طرح کسی جگہ کی کوئی خاص چیز آپ کو پسند ہوتی تو اس کا اظہار کر دیا کرتیں اور آپ کے میزبان اس سے بہت ہی خوش ہوتے۔

بہت سے احباب و خواتین آپ کی اسی بے تکلفانہ طبیعت کی وجہ سے آپ سے حضرت مصلح موعودؓ کا کوئی تبرک مانگ لیا کرتے یا آپ ہی کی کوئی چیز آپ سے طلب کر لیتے۔ اور آپ بے تکلفی سے انہیں عطا بھی کر دیا کرتیں۔

آپ کی بے تکلفانہ طبیعت صرف مادی چیزوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ ہر کوئی آپ سے بے تکلفانہ علمی استفادہ بھی کر سکتا تھا۔ جو بھی آپ سے سوال پوچھتا آپ نہایت سنجیدگی اور احترام سے ان کے سوالوں کے جواب دیا کرتیں۔

اسی طرح بہت سے خواتین اپنے بچوں بشمول لڑکوں کو آپ سے ملانے لاتیں اور ان کی خواہش ہوتی کہ آپ لڑکوں کے سر پر ہاتھ پھیر دیں۔ آپ مناسب طور پر پردہ کر کے ان کی یہ خواہش بھی پوری کر دیتی تھیں۔

کتاب کے حصہ دوم میں شامل انفرادی مضامین میں آپ کی بے تکلفانہ طبیعت کے بے شمار واقعات پڑھنے کو ملیں گے۔

شرفِ انسانیت کا احساس

ایک انسان جو بے حد مصروف ہو اور اس پر بہت سی ذمہ داریاں ہوں اور خدمتِ خلق کا جذبہ رکھتا ہو۔ کبھی کبھار یہ ممکن ہے کہ ایسا انسان بھی اپنے کاموں میں مناسب توازن نہ رکھ سکے۔ لیکن حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی زندگی میں ایک بہت بابرکت توازن نظر آتا ہے۔ جس میں شرفِ انسانیت کا احساس بہت ہی نمایاں نظر آتا ہے۔ اس کو چند مثالوں سے واضح کرتا ہوں۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ مہمان نواز تھیں اور حتّی المقدور تکلیف اٹھا کر مہمان نوازی کرتی تھیں۔ لیکن آپ مہمان کے اکرام اور اس کے ذاتی آرام کو ماکولات و مشروبات پر ہمیشہ ہمیش فوقیت دیتی تھیں۔ اور مہمانوں کے لیے اپنے وقت اور آرام کی قربانی پیش کرتی تھیں اور مہمانوں کے اکرام پر آپ کی زیادہ توجہ ہوتی تھی۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سوال کرنے والے کی بات کو نہایت تحمل سے سنتی تھیں اور حتّی الوسع ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتی تھیں لیکن مَیں نے کبھی آپ کو سوالی کو جھڑکتے نہ دیکھا نہ سنا تھا۔

ہر انسان کو دوسرے انسان سے کوئی نہ کوئی اختلاف پیدا ہو سکتا ہے۔ کسی معاملہ میں رائے مختلف ہو سکتی ہے۔ خاکسار نے بھی کئی مرتبہ دیکھا کہ آپ کو کسی بات میں اختلاف ہوا لیکن کبھی اس کی ذات سے اختلاف نہیں ہوا اور جس سے بھی اختلاف ہوا اس سے تعلقات کو ختم نہیں کیا۔

غریب سے غریب اور امیر سے امیر خواتین آپ سے ملنے آتی تھیں۔ گاؤں کی، قصبوں کی، شہروں کی بلکہ دیارِ غیر سے بھی۔ کبھی کسی ملاقاتی کے آنے پر رنجیدہ نہیں ہوئیں۔ اگر ملاقات کے لیے وقت نہیں بھی دے سکیں تب بھی نہایت تحمل کا مظاہرہ کیا۔

شہروں میں سیر کرتے ہوئے ایسا ہوتا کہ دیگر احمدی فیمیلیز بھی سیر گاہوں میں مل جاتے اور بعض مرتبہ ایک دوسرے کو پہچان بھی لیتے۔ آپ کسی کو یہ نہیں کہتی تھیں کہ اپنا پردہ ٹھیک کر و یا اس طرح کی کوئی بات نہیں کرتی تھیں۔

آپ کی طبیعت ایسی تھی کہ ملنے والے کو یہ احساس ہوتا تھا کہ وہی سب سے اہم شخص ہے۔ ہمیشہ حوصلہ بڑھاتیں اور خود اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ جہاں لوگوں سے

محبت و احسان کا تعلق رکھتیں وہاں اس بات کا احساس بھی رہتا کہ لوگ آپ سے غیر معمولی محبت کرتے ہیں۔ کئی مرتبہ مجھے کہا کہ غرباء میں جیسی محبت آپس میں ہوتی ہے ویسی امراء میں نہیں ہوتی۔

شرفِ انسانیت کے اس احساس کے تحت آپ کا سلوک سب انسانوں سے ہوتا تھا۔

ذاتی مشاغل و عادات

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے بچپن کے مشاغل کا زیادہ علم تو نہیں۔ہاں یہ معلوم ہے کہ آپ کو بچپن میں مرغیاں پالنے کا شوق تھا۔جب آپ کی شادی حضرت مصلح موعودؓ سے ہوئی تو آپ کی بڑی والدہ نے از راہِ مذاق کہا کہ مریم کو مرغیاں وغیرہ پالنے کا شوق ہے اسی لیے اس کی شادی زمیندار گھرانے میں ہو رہی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ سے شادی کے بعد عملاً آپ کے مشاغل خدمتِ دین اور خدمتِ انسانیت سے ہی وابستہ ہو گئے تھے۔ آپ پر بہت سی جماعتی ذمہ داریاں تھیں اور پھر ذاتی تعلقات اور خاندان کی خدمت میں ہر وقت مصروف رہنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ ان ذمہ داریوں کو خوش دِلی سے ادا کرتیں۔اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے دیگر مشاغل میں بھی بھرپور حصہ لیتیں۔ آپ جس کام میں بھی مصروف ہوتیں اپنی تمام توجہ اسی کام کی طرف لگا دیتی تھیں اور یہ اپنی ذات میں ایک بڑی خوبی ہے۔

سلائی کڑھائی کا شوق

آپ کو سلائی، بُنائی (knitting) اور کروشیے (crochet) کا بہت شوق تھا۔ آپ کے پاس ایک نٹنگ مشین ہوا کرتی تھی جس پر آپ سویٹر وغیرہ بُنا کرتی تھیں۔ بُنائی اور کروشیے کے ڈیزائن کے لیے آپ نے اس موضوع پر انگریزی رسالے اچھی خاصی تعداد میں جمع کیے ہوئے تھے۔ اپنے اس شوق کے ذریعہ بھی آپ عزیزوں کی خدمت کیا کرتی تھیں اور اپنے ہاتھ سے تیار کردہ سویٹر وغیرہ تحفے میں دیا کرتی تھیں۔

آپ کی سلائی بہت اچھی تھی۔ اسی طرح سلمہ ستارے کا کام بھی آپ بہت عمدہ طریق پر کیا کرتی تھیں۔ آپ "اڈے" پر نہایت اعلیٰ قسم کے لباس تیار کرلیتی تھیں۔ "اڈا" یہ چھوٹی چارپائی کے

سائز کا کڑھائی کا فریم ہوتا ہے اور اس پر کپڑا چڑھا کر کڑھائی کی جاتی ہے۔ مسلسل جھک کر کام کرنا پڑتا ہے۔ بہت ہی مشقت والا کام ہوتا ہے۔ اپنے اس شوق کے ذریعہ بھی آپ خدمتِ خلق کیا کرتی تھیں۔ بہت سی بچیوں کے لیے آپ نے خود اس طرز پر لباس تیار کیے۔ 1976ء میں گردن میں تکلیف کے باعث آپ نے یہ کام چھوڑ دیا تھا۔

کھانے پینے میں آپ کی پسند

کھانے میں آپ کا ذوق بہت اعلیٰ تھا لیکن مَیں نے آپ کو کھانے میں نخرہ کرتے کبھی نہیں دیکھا۔ اگر کھانا آپ کی پسند کا نہ بھی ہوتا تب بھی آپ بغیر اظہار کیے کھا لیتی تھیں۔

آپ ہر قسم کا (یعنی مختلف النوع) کھانا کھا لیا کرتی تھیں۔ بلکہ نئے قسم کے کھانے بھی بڑے شوق سے کھا لیا کرتی تھیں۔

ناشتہ میں آپ عموماً سیب ضرور کھاتی تھیں۔ اور عام رواج کے برعکس آپ ہمیشہ سیب کے چھلکے اتار کر کھاتی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ کا ناشتہ ڈبل روٹی کے ایک یا دو سینکے ہوئے سلائس، جن پر آپ مکھن لگا لیتیں یا پنیر کا ٹکڑا رکھ لیتی تھیں، پر مشتمل ہوتا تھا۔ آپ ناشتہ میں چائے کی عادی تھیں جو آپ بغیر چینی کے پیتی تھیں۔ آپ کے ناشتہ میں عموماً انڈا شامل نہیں ہوتا تھا لیکن سحری میں تلا ہوا انڈا کھایا کرتی تھیں۔

آپ کو سبزیاں بہت پسند تھیں اور سبزیوں میں کریلے۔ کڑوے سے کڑوے کریلے آپ بہت شوق سے کھاتی تھیں۔ عام طور پر لوگ "کریلے گوشت" یا "قیمہ بھرے کریلے" پسند کرتے ہیں لیکن آپ "کریلے پیاز" بھی بڑے شوق سے کھاتی تھیں۔ شکار بھی آپ شوق سے کھاتیں لیکن کبوتر پسند نہیں تھا۔ گرم روٹی آپ کی کمزوری تھی۔ کھانے میں سلاد اور بالخصوص کھیرے آپ کو بہت پسند تھے۔

پھلوں میں تو شاید ہی کوئی پھل ہو جو آپ شوق سے نہ کھاتی ہوں۔ آم، پپیتا، سیب اور چیریز (cherries) آپ کو بہت پسند تھے۔ آم تو حضورؓ کے باغ کے ہوتے تھے اس لیے دوہرا مزہ دیتے تھے۔

آپ اپنا وزن گھٹانے کی خاطر کبھی کبھار ڈائیٹنگ (dieting) بھی کیا کرتی تھیں۔ لمبے

عرصہ تک آپ نے صرف اُبلی ہوئی پالک یا سلاد ہی دوپہر کے کھانے میں استعمال کیں۔خاکسار سمجھتا ہے اُس عرصہ میں آپ نے اپنی خوراک کا صحیح خیال نہ رکھ سکیں اور اس کا نقصان آپ کی خرابیٔ صحت کی صورت میں ظاہر ہوا۔اُس زمانہ میں کھانے کی غذائیت (nutritional value) کا علم عام نہ ہونے کی وجہ سے بھی آپ اپنی خوراک کا خیال نہ رکھ سکیں۔جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔

پینے میں آپ کو ٹھنڈا پانی پسند تھا اور گرمیوں میں آپ "کٹورے" میں ٹھنڈا پانی پیتی تھیں اور "کٹورا" بھی خوب ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔آپ سکوائش وغیرہ کم ہی استعمال کرتی تھیں اور کولڈ ڈرنکس میں آپ کو 7-Up اور دیگر "سفید" کولڈ ڈرنکس زیادہ پسند تھیں۔

آپ بسکٹ وغیرہ کھا تو لیتی تھیں لیکن ایسے کوئی خاص پسند نہیں تھے لیکن نرم خطائیاں آپ کو بہت پسند تھیں۔آپ اپنے لیے اور مہمان نوازی کے لیے گھر میں خطائیاں بنوالیا کرتی تھیں۔میری اہلیہ سے بھی آپ نے خطائیاں بنوائی تھیں۔

آئس کریم آپ کو بہت پسند تھی۔ربوہ کی مشہور سوغات "منان کی آئس کریم" تو آپ کو بہت ہی پسند تھی۔ہمارے بچپن میں پولکا (Polka) نامی کمپنی کی آئس کریم مقبولِ عام تھی اور اس کی Choc Bar آپ پسند کرتی تھیں۔

پان دلّی کی ثقافت کا ایک حصہ ہے۔حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بھی پان کھانے کی عادی تھیں۔اور اس کے لیے باقاعدہ اہتمام ہوتا تھا۔لیکن پتّہ کے آپریشن کے بعد آپ نے پان کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا۔

کھانا پکانے میں مہارت

آپ کو کھانا پکانے کا بھی شوق تھا۔آپ نے مختلف کھانوں کی ترکیبیں نوٹ بکس میں لکھی ہوئی تھیں۔اور مختلف قسم کے کھانوں کی ترکیبوں پر مشتمل کتب (cook books) بھی آپ نے خریدی ہوئی تھیں۔آپ نے اپنے کئی عزیزوں سے کھانے پکانے سیکھے بھی تھے۔آپ کبھی کبھار گھر میں چائینیز یا انگریزی طرز کا کھانا بنایا کرتی تھیں۔آپ کے بنائے ہوئے کھانے بہت لذیذ ہوتے تھے لیکن آپ اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے بہت کم کھانا پکایا کرتی تھیں۔

گھر میں سادہ دیسی طرز کے کھانے بنواتی تھیں۔خاص موقعوں پر "غریب نواز" بھی پکوایا

کرتی تھیں۔ یہ ٹماٹر گوشت کا وہ نام تھا جو حضرت مصلح موعودؓ نے اس کھانے کو عطا فرمایا تھا۔ بہت لذیذ ہوتا ہے۔ جب بھی بنتا تو اس بات پر خوب محظوظ ہوتیں کہ اب تو یہ کھانا اچھا خاصا مہنگا بنتا ہے۔

آپ اپنے والدین کے گھر کا ایک خاص کھانا، جس کا نام "انڈا برباد" رکھا ہوا تھا، کبھی کبھار بنوایا کرتی تھیں۔ اکثر اوقات یہ آپ کے کسی بھانجے یا بھتیجے (جن میں مکرم سیّد طاہر احمد صاحب سرِ فہرست تھے) کی فرمائش پر بنا کرتا تھا۔ اس کھانے میں سبزی یا گوشت کی بجائے انڈے استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ کھانا بہت جلد تیار ہو جاتا ہے۔ اس کو کھانے سے ذرا سا احساس بھی نہیں ہوتا کہ انڈے برباد ہو گئے ہیں کیونکہ یہ نہایت لذیذ کھانا ہے۔

اس طرز پر انڈوں کا کھانا تیار کرنا دراصل نظریۂ ضرورت کے ماتحت تھا۔ آپ کے والد ڈاکٹر بھی تھے اور بے حد مہمان نواز بھی۔ اُن سے طبّی مشورہ کے لیے مریض وقت بے وقت اُن کے گھر آتے تھے اور اُن سے علاج بھی کروالیتے اور اُن کی مہمان نوازی سے بھی لطف اندوز ہوتے۔

گھر میں مشروبات کی تیاری

فروری میں آپ کینوؤں کا سکوائش (squash) گھر میں تیار کروایا کرتی تھیں۔ یہ بڑا کام ہوتا تھا۔ تقریباً ایک ہزار کینوؤں کا جوس نکالا جاتا اور پھر اس میں دوائی ملا کر سکوائش کو شیشے کی بوتلوں میں محفوظ کر لیا جاتا تھا۔ یہ سکوائش چھ ہفتوں کے بعد پینے کے قابل ہوتا تھا اور ساری گرمی گھر میں استعمال ہوتا یا مہمان نوازی میں کام آتا۔ اس کام میں آپ خود بھی حصہ لیتیں لیکن اس کام کا زیادہ بوجھ سرگودھا کی مکرمہ خورشید بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب اپنی بیٹیوں اور خادمات کے ساتھ اٹھاتیں۔ ان کے ساتھ مکرمہ شمیم اعجاز صاحبہ بھی مددگار ہوتیں۔ اس کام میں سارا دن لگ جایا کرتا تھا۔ کینوں کے جوس میں محفوظ کرنے والی دوائی (preservative) شامل کرنے سے پہلے آپ گھر میں موجود سب افراد کو کینوں کا جوس پلواتیں۔ فروری کے مہینہ میں کینوں کا تازہ جوس بہت ہی لطف دیتا تھا۔ اس کے بعد دوائی ملا کر جوس کو شیشے کی بوتلوں میں بھر دیا جاتا تھا اور بوتلوں کو کارک لگا کر بند (seal) کر دیا جاتا تھا۔ چھ تا آٹھ ہفتوں کے بعد یہ سکوائش پینے کے لیے تیار ہو جاتا تھا۔

یہ طریق غالباً 1981ء تک رہا۔ اس کے بعد یہ سارا کام مکرمہ خورشید بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم

ڈاکٹر عبداللطیف صاحب کے گھر واقع سرگودھا میں ہی ہوا کرتا تھا اور وہ بوتلیں تیار کرواکر آپ کو بھجوادیا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

آپ اپنے علاوہ دیگر عزیزوں کے لیے بھی ساتھ ہی سکوائش تیار کروادیتیں اور ان کی بوتلیں اُن کو بھجوادیا کرتیں۔ کبھی یہ بطور تحفہ ہوتا اور کبھی اُن عزیزوں کی خواہش پر ہوتا۔ دوسری صورت میں آپ اپنی حساب کی نوٹ بک میں درج کردیا کرتیں کہ کس کس کو کتنی بوتلیں بھجوائی گئی ہیں تاکہ لین دین کے معاملات صاف رہیں۔

اپریل کے مہینہ میں آپ "راحت افزا" بنایا کرتی تھیں۔ یہ روح افزا کی طرح کا شربت ہے جس کی ترکیب حضرت مصلح موعودؓ کی تیار کردہ ہے۔ نام "راحت افزا" بھی حضورؓ کا ہی عطا کردہ ہے۔ حقیقت میں اس کو پی کر انسان ایسی راحت محسوس کرتا ہے جو ناقابلِ بیان ہے۔ اس کی خوشبو مسحور کن اور ذائقہ لاجواب ہوتا تھا۔

اس شربت کی تیاری آپ خود کرتی تھیں جو صبح صبح شروع ہوجاتی تھی۔ ترکیب کے مطابق راحت افزا کا شیرہ تیار کرکے اس کو ٹھنڈا کرنے کے لیے پنکھے کے نیچے رکھ دیتی تھیں اور اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہوجاتی تھیں۔ دفتری کاموں سے فارغ ہوکر دوپہر کے کھانے کے بعد اس کو تیار کرلیتیں اور شام سے پہلے پہلے بچوں کے لیے دنیا کا بہترین لال شربت تیار ہوتا تھا۔ اس سے مہمان نوازی بھی بہت عمدہ ہوتی تھی۔

اب سوچتا ہوں یہ کہ یہ سب تردّد ہمارے لیے تھا تو اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ اتنی مصروفیت کے باوجود آپ یہ کام خود اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ خود تو آپ شاذ کے طور ہی پیتی تھیں کیونکہ اس میں چینی کافی مقدار میں پڑتی ہے۔

مشینوں اور آلات کی دیکھ بھال

آپ نے جو بھی مشینیں یا آلات خریدے ہوئے تھے ان کی شکر گزاری اس طرح کرتی تھیں کہ ان کو ہمیشہ احتیاط سے استعمال کرتیں اور ان کی دیکھ بھال خود کیا کرتیں۔ شامی کباب کے لیے قیمہ کی تیاری آپ خود کرتیں کیونکہ chopper آپ کسی خادمہ کے حوالے نہیں کیا کرتی تھیں۔ استعمال کے بعد اس کی صفائی بھی خود ہی کرتی تھیں۔ اسی طرح مائیکرو ویو اوون

(microwave oven) کی صفائی بھی خود کرتی تھیں۔

سال میں ایک یا دو مرتبہ فریج اور فریزر کی صفائی بھی آپ خود اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ صبح دفتر جانے سے قبل آپ فریج یا فریزر کو بند کر دیتیں اور واپسی پر ان کی صفائی کر کے دوبارہ آن کر دیتیں۔ گھر میں جو خادمہ ہوتیں وہ آپ کی مدد کرتی جاتیں۔

اپنے کمرے کے ائیر کنڈیشنر کے فوم کی صفائی آپ خود ہر ماہ کیا کرتی تھیں جبکہ سالانہ سروِس اس کے علاوہ کرواتی تھیں۔

آپ کے پاس 22. رائفل تھی جس کی دیکھ بھال کے لیے مکرم صالح محمد صاحب بڑی باقاعدگی سے آپ کے گھر آیا کرتے تھے۔ مکرم صالح محمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے باڈی گارڈ رہ چکے ہیں۔ اب خدا کے حضور حاضر ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے روحانی درجات بلند فرمائے۔ آمین

لباس اور زینت

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ بہت خوش لباس تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کا لباس بہت باپردہ ہوتا تھا۔ آپ مختلف لباس پہنتی رہی ہیں۔ ان میں شلوار قمیض، تنگ پاجامہ کرتہ اور ساڑھی شامل تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی میں تو شادیوں وغیرہ کے مواقع پر تو بہت عمدہ لباس زیب تن کیا کرتی تھیں۔ لیکن بعد میں سادہ لیکن اچھا لباس پہنا کرتی تھیں۔ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ تنگ پاجامہ کرتہ اور ساڑھی پہننا ترک کر دیا تھا کیونکہ گھٹنے میں تکلیف کی وجہ سے ان کو پہننے میں مشکل محسوس کرتی تھیں۔ آخری بیس پچیس سال تو آپ صرف شلوار قمیض ہی پہنا کرتی تھیں۔ موسم کے مطابق اپنی پسند کے کپڑے تیار کرواتی تھیں۔ چونکہ آپ کا ملنا جلنا بہت زیادہ تھا اس لیے آپ کو کپڑوں کی ضرورت بھی زیادہ تھی۔ بہت سی خواتین آپ سے آپ کے کپڑے مانگ بھی لیتی تھیں۔

آپ سردیوں میں گرم کوٹ پہنا کرتی تھیں لیکن بازو اور گردن میں تکلیف کے بعد گرم کوٹ آپ کو بوجھل محسوس ہونے لگ گیا تھا۔ اس کے بعد آپ سویٹر اور گرم شال کا استعمال کرتی تھیں۔ اور آخری عمر میں بغیر بازوؤں کے سویٹر (sleeveless sweater) پہنا کرتی تھیں۔ یہ

سویٹر اور شالیں بھی اچھی کوالٹی (quality) کے ہوتے اور اپنی عمر کے حساب سے رنگ اور ڈیزائن پسند کرتی تھیں۔ آپ کی آخری بیماری میں صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ نے آپ کے لیے بغیر بازوؤں کے مردانہ سویٹر خرید لیے تھے تاکہ آپ سردی سے محفوظ رہ سکیں۔

آپ پردہ کا خاص اہتمام کرتی تھیں۔ آپ کے برقعے نہایت باوقار ہوتے تھے اور پردہ کے تمام پہلوؤں پر پورا اترتے تھے۔ برقعوں کی سلائی بہت عمدہ ہوتی تھی۔ اور برقعوں کی صفائی پر خاص توجہ دیتی تھیں۔ آپ کے پاس آف وائٹ (off white) رنگ کے برقعے بھی ہوتے تھے لیکن زیادہ تر آپ کالے رنگ کے برقعے ہی پہنا کرتی تھیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی میں تو آپ زیورات بھی پہنا کرتی تھیں لیکن حضورؓ کی وفات کے بعد سوائے انگوٹھیوں کے زیورات کا استعمال بالکل ترک کر دیا تھا۔ کبھی کبھار کوئی چین (chain) گلے میں پہن لیتی تھیں۔

خواتین کے فطری شوق کے مطابق آپ اچھی اور آرام دہ جوتیاں بھی اپنے استعمال میں لاتی تھیں اور ان کی خریداری آپ خود کیا کرتی تھیں۔ آپ جو جوتی اپنے لیے خریدتیں وہ آرام دہ ہونے کے علاوہ دیکھنے میں بھی اچھی لگتی تھیں اور ان کی صفائی پر بھی آپ کی توجہ ہوتی تھی۔ جب بھی آپ باہر سے آتیں تو آپ کی جوتیاں صاف کر کے الماری میں رکھی جاتی تھیں۔

آپ بتایا کرتی تھیں کہ حضرت مصلح موعودؓ پسند فرماتے تھے کہ خواتین کی جوتیاں اور برقعے باوقار اور صاف ستھرے ہوں کیونکہ خواتین کے باوقار ہونے کا پہلا تأثر انہی دو چیزوں سے پڑتا ہے۔ یہ بات میں نے آپ سے متعدد بار سنی ہے۔

فطری طور پر آپ کو اپنی جِلد، بالوں اور صحت کو بہتر کرنے کی طرف توجہ تھی لیکن اس بارہ میں انہماک نہیں تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وصال کے بعد آپ نے بناؤ سنگھار تو بالکل ہی چھوڑ دیا تھا صرف صحت کا خیال رکھنے کی حد تک آپ ان باتوں کی طرف توجہ دیتی تھیں۔ آپ اپنی جِلد کے لیے مختلف کریموں کا استعمال بھی کیا کرتی تھیں۔ سردیوں میں پٹرولیم جیلی یا پونڈز کمپنی کی کولڈ کریم خاص طور قابلِ ذکر ہے۔ جب کھیروں کا موسم ہوتا تو دوپہر کے کھانے کے بعد جو کھیرے بچ رہتے ان میں سے ایک یا دو ٹکڑے آپ اپنے چہرے پر مل لیا کرتی تھیں کہ اس سے جِلد اچھی ہوتی ہے۔

سنت نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہوئے آپ باقاعدہ خوشبو لگاتی تھیں اور اس کا اہتمام کرتی تھیں۔ زیادہ تر آپ کے استعمال میں انگریزی پرفیوم ہوا کرتے تھے۔ شاذ کے طور پر دیسی عطر آپ کے استعمال میں آتا تھا۔ آپ پرفیوم تحفہ میں دیا بھی کرتی تھیں۔

پسند کی خریداری

آپ اپنے لیے اور تحائف دینے کے لیے بڑے شوق سے خریداری کیا کرتی تھیں اور اس معاملہ میں بھی آپ کی طبیعت میں کوئی خشکی نہ تھی۔ اچھی چیز پسند کر کے خریدتیں۔ سال میں ایک دو مرتبہ آپ لاہور جاکر لباس اور دیگر ضروری سامان کی خریداری کرتیں۔ اور حسبِ موقع سیر بھی کروادیتیں یا کسی ریسٹورنٹ میں کھانے کی دعوت کر دیتیں۔

جب آپ کے گھر کی تعمیر شروع ہوئی تو سامان کی خرید کے لیے آپ خود لاہور جاتیں اور اپنی پسند کا سامان خریدتیں۔ 1983ء میں آپ جرمنی گئیں تو بڑے شوق سے اپنے نئے گھر کے ڈرائنگ روم کے لیے گھڑی خریدی۔

جرمنی میں شاپنگ کے دوران سجاوٹ کی چیز آپ کو پسند آئی۔ اس پر جرمن زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ آپ کے پوچھنے پر بتایا گیا کہ کسی نامعلوم لکھاری کی تحریر ہے جو اُس نے اپنے محبوب کو مخاطب کرتے ہوئے اس کی یاد میں لکھی تھی۔ آپ کو اسی وقت حضورؓ کی یاد آئی اور آپ نے فوراً اسے خرید لیا اور اپنے گھر میں نمایاں جگہ پر اس کو آویزاں کیا۔

میں اسی طرح تو بہلتا ہوں
اور سب جس طرح بہلتے ہیں

آپ اپنی ذاتی ضروریات اور گھر کی سجاوٹ کے لیے خریداری خود کرتی تھیں اور کئی جگہ سے دیکھ کر اور اپنے بجٹ کے مطابق خریداری کرتیں۔ آپ کی ڈائریوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ جس بھی نئی جگہ پر جاتیں وہاں کی مخصوص چیزوں میں سے کچھ نہ کچھ ضرور خریدتیں اور ان میں اکثر چیزیں آپ تحفہ میں دے دیا کرتی تھیں۔ آخری عمر میں آپ کے لیے خریداری کی خدمت بھی آپ کی بیٹی کے حصہ میں آئی، **فجزاھا اللہ احسن الجزاء**

گھر اور ماحول کی صفائی

آپ کو فطرتی طور پر شوق تھا کہ آپ کا گھر صاف ستھرا ہو اور حسبِ توفیق اس کی سجاوٹ پر بھی توجہ دیتیں لیکن اس بارہ میں انہماک نہیں تھا اور نہ کبھی آپ نے اپنے گھر کے فرنیچر اور قالین کو بُت بنایا۔ آپ اس بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش پر خوب اچھی طرح عمل پیرا تھیں کہ جو قالین "ان کے اور غرباء کے درمیان حائل ہو وہ بچھانے کے قابل نہیں"۔ اس ضمن میں ایک دلچسپ واقعہ بھی پیش آیا۔

جب آپ اپنے نئے گھر میں منتقل ہوئیں اور ابھی مکمل طور پر گھر سیٹ بھی نہیں ہوا تھا تو چند خواتین آپ سے ملاقات کے لیے آئیں اور جوتیوں سمیت قالین پر آ گئیں۔ ان سب کی جوتیوں پر اس قدر مٹی لگی ہوئی تھی کہ قالین پر مٹی کے کئی ٹکڑے گر گئے لیکن مجال ہے کہ آپ نے کسی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہو۔ ان مہمانوں کے جانے کے بعد صفائی بھی ہو گئی اور آپ نے حضورؓ کی خواہش پر بڑی خوبی سے عمل بھی کیا۔ یہ اس نئے گھر میں آپ کا پہلا امتحان تھا جس میں آپ بفضلہٖ تعالیٰ نہایت عمدہ طور پر کامیاب ہوئیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ہمیں اجازت تھی کہ ہم جس طرح چاہیں گھر میں مٹی والے جوتے لائیں اور سارے گھر میں گند ہو۔ ہمیں یہی نصیحت کرتیں اور خود بھی اسی پر عمل کرتیں کہ گھر میں صفائی رکھنی ضروری ہے اور قالین وغیرہ پر جوتے اتار کر آنا چاہیے۔

گھر کی صفائی ستھرائی پر بھی آپ کی نظر ہوتی تھی اور اگر کوئی خادمہ بیمار ہوتی یا رخصت پر تو آپ خود ہی صفائی کر لیتی تھیں۔

گھر کی صفائی کے ایک حصہ کا تعلق لان کی خوبصورتی اور صحن کی صفائی سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ آپ نے خاص طور پر اس بات کا انتظام کروایا تھا کہ کوئی کھلی نالی گھر میں نہ ہو کیونکہ وہ نہ صرف دیکھنے میں بُری لگتی ہے بلکہ اس سے بدبُو اٹھنے کا امکان بھی ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے گھر کے عقبی حصہ میں لان بنوایا اور سامنے والے حصہ کو سیمنٹ کے بلاکس سے مزیّن کیا۔ اُس وقت میں ربوہ میں پانی کی بہت کمی تھی اور "تزئین ربوہ کمیٹی" کے کام بھی بالکل ابتدائی سطح پر تھے اس لیے لان کی تزئین و آرائش کے انتظامات پوری طرح میسر نہ تھے۔ آپ کو پھولوں کا بھی بہت شوق تھا۔ ایک دفعہ

صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب نے آپ کو نرگس کے پودے بھجوائے جو آپ نے بڑے شوق سے اپنے لان میں لگوائے۔ آپ کو موتیے کے پھول بھی بہت پسند تھے اور اس کے بنے ہوئے ہار آپ اپنے ہاتھ میں پہننا پسند کرتی تھیں۔ گلاب بھی آپ کو بہت پسند تھے۔ آپ نے ایک دو پھل دار درخت بھی اپنے لان میں لگوائے تھے اور آپ کو شوق تھا کہ "انور رٹول" کا درخت بھی اپنے گھر میں لگوائیں۔ کسی کو کہا بھی لیکن افسوس کہ آپ کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

کاغذات کو منظّم طریق پر سنبھالنا

آپ کے کاغذات ہمیشہ سمٹے سمٹائے ہوتے اور میں نے آپ کے کاغذات کو کبھی بھی بکھرے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کے پاس دفتر کے کاغذات کے علاوہ، تبرکات اور دیگر اہم کاغذات، اہم کتب، شناختی کارڈ و پاسپورٹ، جائیداد اور وصیت کے کاغذات تھے۔ ان کے علاوہ میری تعلیمی اسناد اور دیگر تمام کاغذات بھی آپ کے پاس ہی ہوا کرتے تھے۔ ان تمام کاغذات کو سلیقے سے الگ الگ رکھا کرتی تھیں۔ آپ کی طبیعت کا سکون کاغذات کو منظّم رکھنے سے بھی واضح ہوتا ہے۔

آپ کی روزمرہ کی سٹیشنری

آپ خط لکھنے کے لیے عام طور پر ہلکے نیلے رنگ کا رائٹنگ پیڈ (writing pad) اور مضمون یا تقریر لکھنے کے لیے سفید فل سکیپ (legal size) کاغذ استعمال کیا کرتی تھیں۔

لکھنے کے لیے چائینیز پین (chinese pen) اور نیلے رنگ کی روشنائی کا استعمال کرتی تھیں۔ چائینیز پین پتلے ہونے کی وجہ سے پکڑنے آسان ہوتے تھے۔ جب ball points کا رواج عام ہوا تو وہ بھی استعمال کر لیتی تھیں۔ لیکن آپ Eagle پین استعمال نہ کیا کرتی تھیں کیونکہ اس کو پکڑنے میں مشکل ہوتی تھی۔ آپ کی تحریر بہت رواں اور تیز تھی اور خط بہت صاف اور عمدہ تھا۔

آپ کی خط و کتابت کا طریق

آپ روزانہ کی بنیاد پر خط و کتابت کیا کرتی تھیں۔ آمدہ ڈاک کے لفافے اور ائیر لیٹر آپ خود کھولتیں۔ اس کام کے لیے ایک لیٹر اوپنر (letter opener) ہمیشہ آپ کے پاس ہوتا تھا۔ خط آپ بہت جلد پڑھ لیتی تھیں۔ جواب بھی عموماً فوراً لکھ لیتیں اور خط لکھ کر لفافہ پر پتہ بھی خود لکھتیں اور عموماً لفافہ یا ائیر لیٹر بند بھی خود کیا کرتیں۔ آپ ملکی ڈاک والے لفافے، کارڈ اور ایئر لیٹر منگوا کر رکھتی

تھیں تا کہ فوراً خط کا جواب دیا جاسکے۔ سوائے خط پڑھنے اور لکھنے کے باقی سارا کام ایک مشینی انداز میں ہوتا۔ بعض بچوں کی خواہش پر بیرونِ پاکستان کے ٹکٹ اتار کر انہیں دے دیا کرتی تھیں۔

سیر وسیاحت اور تفریح

اردو کے رسالے حُور، عصمت اور زیب النساء آپ نے اپنے نام جاری کروائے ہوئے تھے جن کو آپ تفریح کے طور پر پڑھتی تھیں۔ آپ امۃ الحیٔ لائبریری سے بھی مختلف کتب ورسائل لے کر پڑھا کرتی تھیں۔ انگریزی کے ناول بھی شوق سے پڑھا کرتی تھیں۔

تفریح کے لیے آپ ٹی وی کے پروگرام بھی دیکھتی تھیں۔ آپ کو کھیلوں کے پروگرام دیکھنے کا بھی بہت شوق تھا۔ ہاکی اور کرکٹ کے میچ دیکھا بھی کرتیں اور ریڈیو پر کمنٹری بھی سنا کرتیں۔ باکسنگ آپ کو بہت ناپسند تھی اور کہتی تھیں کہ یہ مار کٹائی والا کھیل ہے۔ اولمپکس کی افتتاحی اور اختتامی تقاریب بہت ہی شوق سے دیکھتی تھیں۔

دوپہر یا رات کو کوئی نہ کوئی board game کھیلا کرتی تھیں۔ میرے ساتھ تو آپ نے بہت سی board games کھیلی ہیں۔ ان کا ذکر میں نے اپنے مضمون میں کیا ہے۔

مجھے یاد ہے ستّر کی دہائی میں آپ رات کو دلّی کا ایک گھریلو کھیل "پچیسی" کھیلا کرتی تھیں۔ یہ دلّی کا کھیل ہے جو لڈو (Luddo) سے بہت مشابہہ ہے۔ پچیسی میری والدہ کی ہوتی تھی۔ اس کھیل میں سب کا بے حد انہماک ہوتا تھا اور ہم بچوں کو قریب آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی، شاید اس لیے کہ پچیسی ایک کپڑے پر رکھ کر کھیلی جاتی تھی اور سیپیوں کو گیٹیوں کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ کھیل میں نے کبھی کھیلتے نہیں دیکھا۔

پکنک پر جا کر بہت لطف اندوز ہوتیں۔ جب تک حالات اچھے رہے ربوہ کے پاس "یکو والی نہر" پر پکنک پر جاتیں۔ ایک دو مرتبہ "برج کی نہر" پر بھی گئیں۔ گھر میں عیدِ قربان کے موقع پر آپ کی کوشش ہوتی کہ باربی کیو کیا جائے۔

آپ کو نہ صرف خود سیر وسیاحت کا شوق تھا بلکہ دوسروں کو بھی سیر کرواتیں۔ اور اگر کوئی اور آپ کو سیر پر لے کر جاتا تو نہ صرف شوق سے جاتیں بلکہ بے حد ممنونیت کا اظہار بھی کرتیں۔

آپ سیر و تفریح کے لیے پہاڑی مقامات، پارک، سمندر و دریا، میوزیم، تاریخی

عمارات، تاریخی مساجد، محل و قلعے وغیرہ سب جگہ بڑے شوق سے جاتیں۔ غرض ہر قسم کی سیر سے آپ لطف اندوز ہوتیں۔ ایک سیر کے دوران آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کا ایک غیر مطبوعہ بند سنایا جو حضورؓ نے کسی سیر کے دوران کہا تھا۔ وہ بند ہے

نکلنا خلد سے آدم کا بے شک دل شکن شے تھی
مگر تھی باعثِ ذلت یہ اپنی سیر منگل کی
فرنگی ظالموں نے قلعہ بنوا کر ستم ڈھایا
ندامت کچھ تو مٹ جاتی جو کرتے سیر جنگل کی

آپ کو بہت شوق تھا کہ آپ جھیل "سیف الملوک" دیکھنے جائیں لیکن اُس وقت کی سڑکیں اور آپ کی صحت نے اس بات کی اجازت ہی نہیں دی اور آپ کی زندگی میں مجھے بڑا قلق رہا کہ کاش آپ کو جھیل سیف الملوک کی سیر کرواسکتے۔

1983ء میں آپ سپین کی سیر پر گئیں اور سپین کے اسلامی دور کی بہت سی تاریخی مساجد، عمارتیں اور محلات کی سیر کی۔ الحمرا کی سیر کے دوران اُن باغات کی سیر بھی کی جن کا موجودہ نام Generalif اور عربی نام "جنّت اللطیف" ہے۔ یہ نہایت شاندار اور خوبصورت باغات ہیں۔ یہاں میرے والد نے آپ سے پوچھا یہ باغ کیسے لگے؟ آپ نے کہا کہ "مسلمانوں کے زوال اور شکست کے تصور سے دل پر چُھریاں چل رہی ہیں"۔ آپ کے جواب سے پتہ چلتا ہے کہ اتنی خوبصورت اور پُر سکون جگہ پر بھی آپ کی توجہ اسلامی تاریخ کی طرف متوجہ ہوئی اور آپ کے دل نے یہ محسوس کیا کہ یہ باغ جو خوبصورت درختوں، سبز گھاس اور آنکھوں کو عجیب سکون دینے والے رنگا رنگ پھولوں پر مشتمل ہے اصل میں مسلمانوں کی شکست وریخت کی تکلیف دہ داستان اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

1983ء میں جب آپ پہلی مرتبہ امریکہ گئیں تو فلوریڈا میں واقع Disney World کی سیر کے لیے بھی گئیں۔ اس سیر میں بہت سے عزیز شامل تھے۔ اُس وقت آپ کو آرتھرائٹس کی تکلیف شروع ہو چکی تھی اور آپ کے لیے ممکن نہیں تھا کہ آپ اتنے بڑے تفریحی پارک کی سیر پیدل کر سکتیں۔ آپ نے اپنے لیے وِیل چیئر (wheel chair) کا انتظام کیا۔ آپ نے مجھے بتایا کہ تم تو میرے ساتھ تھے نہیں اس لیے مَیں نے وِیل چیئر چلانے کے لیے عزیزم مرزا بشیر احمد ابن مکرم

مرزا نسیم احمد صاحب کو کہا اور اُس نے سیر کرائی۔ آپ عزیزم مرزا بشیر احمد کی اس خدمت پر بہت مشکور رہیں۔

آپ کو شوق تھا کہ آپ نیاگرا فالز (Niagara Falls) بھی دیکھنے جائیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی خواہش کا اظہار مکرمہ امۃ المصور صاحبہ اور مکرم مرزا مغفور احمد صاحب سے کیا، جنہوں نے بڑی محبت سے آپ کو سیر کروائی۔ اس سفر میں صاحبزادہ مرزا منصو احمد صاحب اور صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ بھی شامل تھے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ Maid of Mistنامی کشتی جو دریا اور جھیل میں چلتی ہے اس کے لیے لمبی لائنوں میں کھڑے ہونا پڑتا ہے اور اچھی خاصی سیڑھیاں اتر کر کشتی پر سوار ہوسکتے ہیں۔ آپ چونکہ ایک زندہ دل انسان تھیں اور آپ قدرت کی اس شاہکار کی سیر کرنا چاہتی تھیں اس لیے تکلیف اٹھا کر بھی آپ اپنے سفر سے لطف اندوز ہوئیں۔ یہی طریق آپ کا اپنی زندگی کے دیگر شعبوں کے بارہ میں تھا۔

1995ء میں امریکہ کے سفر میں Lake Anna جانے کا پروگرام بنا اور سب عزیز ایک بڑی وین میں اکٹھے وہاں گئے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد آپ چھوٹے بچوں کے پاس بیٹھ گئیں اور باقی سب کو کہا کہ جھیل کی سیر کرلو لیکن ساتھ ہی یہ نصیحت بھی کی کہ کسی کا پردہ خراب نہ ہو۔

آپ کی روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی نصائح

آپ کے ذاتی مشاغل کا ذکر کرنے کے بعد آپ کی روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی نصائح کا ذکر بھی مفید ہوسکتا ہے۔ ان میں سے اکثر کا تعلق عادات سے ہی ہے۔ ان کو مَیں بغیر کسی خاص ترتیب کے بیان کرتا ہوں۔

۱۔ سڑک پر چلتے ہوئے آپ ہمیشہ کہتی تھیں کہ سامنے دیکھ کر چلا کرو تاکہ کسی قسم کا گند جوتوں کو نہ لگ جائے۔ اس بارہ میں بار بار تاکید کیا کرتی تھیں۔

۲۔ ایک نصیحت جو آپ تاکید سے کیا کرتی تھیں کہ چلتے ہوئے جوتوں کو گھسیٹ کر نہیں چلنا بلکہ پاؤں اٹھا کر چلنا چاہیے۔

۳۔ آپ ہمیشہ کہتی تھیں کہ کھڑے ہوتے ہوئے یا چلتے ہوئے کمر سیدھی رکھنی چاہیے اور جھک کر نہیں

چلنا چاہیے۔

۴۔ بعض بچوں اور بڑوں کو انگلیاں چٹخانے کی عادت ہوتی ہے۔ آپ کو اس بہت چڑ تھی اور انگلیاں چٹخانے سے منع کیا کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ ابا حضور بھی اس کو ناپسند کرتے تھے۔ اب معلوم ہوا کہ حدیث میں بھی منع ہے۔

۵۔ آپ تاکید کرتی تھیں کہ بوتل کے ڈھکن کو اچھی طرح بند کرنا چاہیے تاکہ اس کو پکڑتے ہوئے بوتل گر نہ جائے۔ اب بھی اگر کوئی بوتل دیکھتا ہوں جس کا ڈھکنا ڈھیلا ہو ہو تو آپ کی نصیحت یاد آجاتی ہے۔

۶۔ کھانا کھانے کے بعد آپ کی ہدایت ہوتی تھی کہ کرسی کو واپس اپنی اصل جگہ پر رکھا جائے لیکن اس طرح کہ کرسی پر گندے ہاتھ نہ لگیں۔ آپ خود بھی اس بارہ میں بہت احتیاط کیا کرتی تھیں۔

۷۔ آپ جب اخبار پڑھ رہی ہوتی تھیں تو اس بات کو ناپسند کرتی تھیں کہ کوئی دوسرا پیچھے سے آکر اخبار پڑھنے لگے۔ اس سے آپ اپنی personal space میں مداخلت سمجھتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کھانے کی میز پر بیٹھ اخبار پڑھ رہی تھیں اور مَیں نے بھی پیچھے سے آخر اخبار پڑھنا شروع کر دیا۔ ایک منٹ کے بعد آپ نے اخبار لپیٹ کے میرے حوالے کر دیا کہ لو تم پہلے پڑھ لو۔ مَیں بہت شرمندہ ہوا، اخبار واپس آپ کو دیا اور دوبارہ ایسی حرکت کبھی نہیں کی۔

۸۔ کھانے کے وقت اگر کوئی بچہ ناراض ہو کر کھانا چھوڑ دیتا تھا تو اس کو دوبارہ کھانے کے لیے نہیں کہتی تھیں۔ پھر خود ہی بچے کو مانگ کر کھانا کھانا پڑتا تھا۔ اس سلسلہ میں آپ اپنے ابا جان کا حوالہ دیا کرتی تھیں۔

۹۔ انفرادی صفائی اور باقاعدہ تیار ہو کر گھر سے باہر نکلنے کی تاکید کرتی تھیں اور تاکید کرتی تھیں کہ کنگھی کر کے باہر نکلنا چاہیے۔ اسی طرح اپنے گھر میں رہنے والی بچیوں کو کہتی تھیں کی جماعت کی خواتین مجھ سے ملنے آتی ہیں اس لیے صبح تیار ہو کر کمرے سے باہر آؤ۔ یہ مہمانوں کی عزت افزائی کے لیے ضروری تاکید آپ کی طرف سے تھی۔

۱۰۔ آپ کی تاکید ہوتی تھی کہ گھر آئے مہمانوں سے آکر ملا جائے۔ آپ کی کوئی دوست یا سلسلہ کی دیرینہ خادمہ آپ سے ملنے آتیں تو مجھے ہدایت ہوتی کہ آکر ملو، سلام کرو اور سر پر ہاتھ بھی

پھرواتیں۔ اگر کوئی مرد ہوتا تو آپ خود پردہ کی رعایت سے ملتیں لیکن مجھے ہدایت ہوتی کہ بیٹھک میں جاکر ملو اور مہمان نوازی کا انتظام میرے ذریعہ کرواتیں۔

۱۱۔ مغرب کے بعد گھر سے بغیر اجازت و اطلاع باہر رہنے کو سخت ناپسند کرتی تھیں اور رات کو مجلسیں لگانے کی بھی اجازت نہ ہوتی تھی۔

۱۲۔ آپ جب خریداری کرواتیں یا کھانے کی کوئی چیز پسند کرواتیں تو کہتیں کہ اپنی قوتِ فیصلہ کو مضبوط کرو اور ذہن بنا کر جلد فیصلہ کرو۔ چھوٹے چھوٹے چیزوں کے بارہ میں فیصلہ کو لٹکانا آپ کو پسند نہیں تھا۔

۱۳۔ آپ اس بات کو بہت ناپسند کرتی تھیں کہ والدین کی کسی بات کی مجلس میں تردید کی جائے۔ آپ کہتی تھیں کہ بعض مرتبہ معصومیت میں بھی کی ہوئی ایسی بات والدین کے لیے شرمندگی کا باعث بن جاتی ہے۔ آپ سناتی تھیں کہ ایک مرتبہ پشاور سے آگے علاقے میں شاپنگ کے لیے گئے اور واپسی پر چیک پوسٹ پر پولیس کی طرف سے پوچھا گیا کہ کیا شاپنگ کی ہے؟ آپ نے تفصیل بتائی تو اچانک ایک بچہ بول پڑا کہ کچھ اور چیزیں بھی لی تھیں۔ اس پر پولیس افسر نے بچہ سے پوچھا کہ ہاں بچے بتاؤ کیا کیا لیا تھا؟ اس پر بچہ نے بتایا کہ کھانے کی بھی کوئی چیز لی تھی۔ اس پر سب لوگ بشمول پولیس افسر ہنس پڑے۔ یہ ایک بالکل معصومانہ واقعہ ہے لیکن اس کو آپ ہمیشہ بطور مثال کے سناتی تھیں کہ بچوں کو کبھی والدین کی تردید نہیں کرنی چاہیے۔

۱۴۔ آپ نہ صرف اپنے اساتذہ کا بہت احترام کرتی تھیں بلکہ میرے اساتذہ کا بھی بہت احترام کرتیں اور حتّی الوسع انہیں تحفہ بھجواتیں۔

۱۵۔ آپ یہ نصیحت کیا کرتی تھیں کہ خدمتِ دین کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی صحت کا خیال رکھے۔ آپ کہا کرتی تھیں کہ "چچی جان (حضرت سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہؓ) کی صحت خراب رہتی تھی اور وہ اپنے بچوں کو یہی کہا کرتی تھیں کہ اگر دین کی خدمت کرنی ہے تو اپنی صحت کا خیال رکھا کرو۔ اچھی صحت کے بغیر خدمت صحیح طور پر نہیں ہو سکتی"۔

آپ کی سیرت کا خلاصہ

آپ کے ایک خاص وصف "یادِ محمود" پر کتاب کے حصہ اوّل کو ختم کرنے سے قبل آپ کی سیرت کا خلاصہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو آپ کی سیرت کا خلاصہ دو

نظموں میں بکمال آگیا ہے۔

یہ دونوں نظمیں بطورِ دعا آپ کے لیے آپ کے بچپن میں لکھی گئی تھیں۔ ان میں سے پہلی نظم آپ کے والد حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی ہے جس کا پہلا مصرعہ ہے۔

ایک احمدی بچی کی دعا

جبکہ دوسری نظم حضرت مصلح موعودؓ کی ہے اور اس کا پہلا مصرعہ ہے۔

مریم نے کیا ہے ختم قرآں

بنظرِ غائر دیکھا جائے تو ان دونوں نظموں میں مانگی گئی تمام دعائیں دربارِ الٰہی میں مقبول ہو کر آپ کے صفاتِ حسنہ کے طور پر ظاہر ہوئیں۔

یہ دونوں نظمیں بالترتیب "بخارِ دل" اور "کلامِ محمود" میں شائع شدہ ہیں اور اس کتاب کے باب دوم میں بھی شامل کرلی گئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان دونوں نظموں کی ہر ایک دعا آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك

یادِ محمود

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ تیس سالہ رفاقت پائی اور حضورؓ کے بعد بھی آپ حضورؓ کی سحر انگیز شخصیت میں کھوئی رہیں۔

بعد بھی تیرے جانِ جاں دل میں رہا عجب سماں

حضرت مصلح موعودؓ کو یاد کرتے ہوئے آپ تحریر کرتی ہیں کہ

"تیری یاد ایسی نہیں جسے وقت مندمل کر سکے۔ ہاں خدا کے فضل اور اس کی محبت کی آغوش میں انسان اپنے دکھوں کو بھول کر پناہ لیتا ہے۔ انسان کمزور ہے اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اسے سہارا نہ دیتا رہے تو نہ معلوم کس تاریکی میں گر جائے۔ اس لیے دعا ہے کہ:

اے پیارے محمودؓ کی روح! اللہ تعالیٰ ہر آن آپ کے مقام کو بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ یہ جدائی کا عرصہ نہ معلوم کتنا ہے لیکن جتنا عرصہ بھی اس دنیا میں رہنا ہے اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری، اس کی رضا کی راہوں پر چلنے میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کی اطاعت، نظامِ خلافت سے کامل وابستگی اور اشاعتِ اسلام کے لیے قربانیاں دینے میں وقت گزرے۔ جب اپنے مولیٰ کی طرف سے بلاوا آئے اور اُس دنیا میں آپ سے ملنا ہو تو آپ بھی خوش ہوں کہ ہماری زندگیاں عین اس تعلیم کے مطابق گزریں جو آپ ہمیں دیا کرتے تھے اور ہم بھی مطمئن ہوں کہ سرخرو ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو سکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی چادر ہم سب کو ڈھانپ لے۔ آمین۔" (گلہائے محبت صفحہ 59 تا60)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا یہ طریق تھا کہ گھر میں حضورؓ کا ذکر مستقل طور پر کرتی تھیں اور زیادہ تر یہ ذکر حضورؓ کے روز و شب کا ہوتا تھا۔ مثلاً حضورؓ کی پسند ناپسند کا ذکر ہوتا۔

حضورؓ نے بہت شوق اور محنت سے سندھ میں آم کے باغات لگائے تھے اور حضورؓ کو آم بہت پسند تھے۔ آپ ہمیشہ اس کا ذکر کرتیں۔ اگر کوئی آم نہ کھاتا تو اس کو یہ کہہ کر آم کھانے کی ترغیب دیتیں کہ تمہارے ابا حضور کو آم بہت پسند تھے اس لیے آم ضرور کھاؤ۔ کبھی یہ ذکر ہوتا کہ پلیٹ میں کھانا نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اس بات کا کئی مرتبہ کھانے کے دوران ذکر ہوا کہ گو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اولاد مختلف ماؤں کے گھروں میں پلی ہے لیکن سب میں یہ خوبی ہے کہ پلیٹوں میں کھانا نہیں چھوڑتے اور یہ بات حضورؓ کی تربیت کا نتیجہ تھی۔

ایک مرتبہ خاکسار گھوڑ سواری کے دوران گھوڑے سے گر گیا تو آپ نے مجھے کہا حضورؓ فرمایا کرتے تھے کہ ایسی صورت میں فوراً دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو جانا چاہیے تا کہ گھوڑے کو پتہ لگے کہ وہ سوار کے کنٹرول میں ہے۔ اس طرح کی چھوٹی چھوٹی لیکن بہت کام کی باتیں آپ بتایا کرتی تھیں۔

حضورؓ کی لطیف حسِ مزاح یعنی sense of humor کا ذکر کرتیں۔ آپ نے کئی مرتبہ بتایا کہ ایک دفعہ حضورؓ اور آپ کے درمیان sauce بنانے کا مقابلہ ہوا۔ تیار ہونے پر آپ نے حضورؓ کو کہا کہ میری sauce آپ کی sauce سے زیادہ اچھی ہے۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ واقعی تمہاری ساس (یعنی حضرت اماں جانؓ) میری ساس سے زیادہ اچھی ہیں بلکہ ساری دنیا کی ساسوں سے زیادہ اچھی ہے۔

اسی طرح کے بہت سے گھریلو واقعات آپ ہمیں حضور کے سناتی رہتی تھیں۔ آپ بتاتی تھیں کہ ایک مرتبہ اُن کا اور حضورؓ کا دال پکانے کا مقابلہ ہو گیا۔ آپ نے عام روایتی طریق سے دال

پکائی لیکن حضور نے مرغی کی یخنی میں دال پکائی جو ظاہر ہے بہت مزیدار تھی۔ جب کہا گیا کہ اس طرح تو ہم بھی بنا سکتے تھے تو حضورؓ نے مسکراتے ہوئے فرمایا تو پھر بنا لینی تھی۔

حضورؓ کی وفات کے بعد بھی آپ نے اپنی زندگی حضور کی منشاء کے مطابق ہی گزارنے کی کوشش کی۔ حضورؓ کی یاد آپ کی زندگی کا ایک اہم حصہ تھی۔ ہر خوشی اور غمی کے موقع پر حضور آپ کو یاد رہتے تھے۔ 1978ء میں آپ نے پہلی مرتبہ اپنے گھر میں ایئر کنڈیشنر لگوایا۔ اُس وقت مکرمہ امۃ العلیم عصمت صاحبہ آپ کے پاس تھیں۔ اُنہوں نے بتایا کہ سب بہت خوش تھے۔ مئی کی گرمی میں کمرہ بالکل ٹھنڈا ہو چکا ہے لیکن حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اس خوشی کے موقع پر آپ کا دل اپنے محمود کو جس شدت سے یاد کر رہا تھا اس کا اظہار اُن بہتے ہوئے آنسوؤں کی صورت میں بے اختیار آپ سے ہو رہا تھا۔ یہ گھر کی ایک محفل تھی کسی قسم کا دکھاوا اس میں شامل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس موقع پر آپ نے کہا کہ "جن کی جوتیوں کے طفیل آج ہم یہ فیض اٹھا رہے ہیں آج وہ ہم میں نہیں"۔

سفر میں ساتھ گزارا ہوا وقت بھی بالعموم انسانوں کو یاد رہتا ہے۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ بہت سے سفر کیے اور اگر آپ مجھے ان جگہوں پر لے کر گئیں تو حضورؓ کی یاد بے ساختہ تازہ ہو جاتی۔ جابہ کے قریب ایک جگہ "پیل" ہے جہاں گیسٹ ہاؤس میں حضورؓ رکے تھے۔ ایک سفر میں اسی گیسٹ ہاؤس میں رکے تو جس کمرے میں حضورؓ رکے تھے آپ نے اسی کمرے میں جا کر آرام کیا اور ساتھ ہی حضور کو یاد بھی کیا۔

1983ء میں آپ یورپ اور شمالی امریکہ کی سیر کے لیے گئیں۔ سب سے پہلے لندن پہنچے اور آپ کا قیام گریسن ہال روڈ (Gressen Hall Road) پر واقع مشن ہاؤس میں تھا۔ 1955ء میں حضرت مصلح موعودؓ جب لندن تشریف لے گئے تھے تو یہ موجودہ عمارت نہیں تھی لیکن اسی پلاٹ پر دو عمارتیں جن کے صدر دروازے میلروز روڈ پر تھے، قائم تھیں۔ حضورؓ کا قیام 61 میلروز روڈ میں تھا۔ آپ بتاتی تھیں کہ حضورؓ کے کمرے سے سامنے والے ٹینس کورٹ نظر آیا کرتے تھے۔ حضورؓ اپنے کمرے سے ہی لوگوں کو ٹینس کھیلتے دیکھ کر لطف اندوز ہوتے تھے۔

اس سفر میں سوئٹزرلینڈ (Switzerland) بھی گئیں۔ 1955ء میں حضرت مصلح موعودؓ

نے اپنے علاج کی غرض سے زیورک سوئٹزرلینڈ میں کافی لمبا عرصہ قیام فرمایا تھا اور پروفیسر رُوسو (Russio) کے زیرِ علاج رہے تھے۔ وہاں حضورؓ نے Begonien Strasse نامی سڑک پر فلیٹ نمبر 2 کرایہ پر لیا تھا۔ 1983ء کے سفر میں وہ فلیٹ دکھانے کے لیے آپ نے مجھے مکرم شیخ ناصر صاحب کے ساتھ بھجوایا۔ اسی طرح آپ مجھے Belvoir Park (بیلوائر پارک) بھی لے کر گئیں کیونکہ اس پارک میں حضورؓ 1955ء میں سیر کے لیے جایا کرتے تھے۔ علاج کے بعد حضورؓ دیگر ممالک سے ہوتے ہوئے انگلستان تشریف لے گئے تھے اور واپس ایک ہفتہ کے لیے دوبارہ زیورک تشریف لائے تھے۔ اس ایک ہفتہ میں حضورؓ نے Bellerive au Lac Hotel میں قیام فرمایا تھا۔ آپ نے مجھے یہ ہوٹل بھی دکھایا تھا۔

1983ء کے ہالینڈ کے سفر میں بھی ہیگ میں واقع مسجد مبارک کے ساتھ ملحقہ گیسٹ ہاؤس میں قیام رہا۔ اس مسجد کے افتتاح سے قبل حضورؓ یہاں تشریف لائے تھے اور یہ مسجد بھی احمدی خواتین کے چندہ سے بنی تھی۔ ہیگ میں بھی اس پارک میں سیر کی جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ اس پارک کا نام Westbroek Park ہے۔

ان جگہوں کے دکھانے سے بھی آپ کا مقصد یہی معلوم ہوتا تھا کہ حضورؓ سے وابستہ کسی بھی یاد کو دل سے محو نہ ہونے دیا جائے اور یہ یادیں اگلی نسلوں میں بھی منتقل ہوتی رہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے بڑی محنت سے سندھ میں زمینیں آباد کی تھیں۔ اور حضورؓ نے سندھ کی زمین کے بارہ میں حضورؓ نے فرمایا تھا کہ "یہ سندھ کی زمینیں ہی تھیں جنہوں نے مجھے صاحبِ دولت بنایا اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئی پوری ہوئی۔" (خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 589)

حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی تھی کہ وہ "صاحبِ دولت ہوگا۔" (مجموعۂ اشتہارات جلد 1 صفحہ 96)

حضرت مصلح موعودؓ کو بھی سندھ کی زمینوں کے بابرکت ہونے کے بارہ میں رؤیا دکھائی گئی تھی۔ (رؤیا و کشوف سیّدنا محمودؓ 1898ء تا 1960ء صفحہ 43)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ ہمیشہ ہمیں حضورؓ کے سندھ کے دوروں کے بارہ میں بتایا کرتی تھیں کہ کن مشکل حالات میں اور کتنی محنت سے حضورؓ نے یہ اراضیات تیار کی ہیں تاکہ حضورؓ کی

اولاد خدمتِ دین میں مشغول رہے اور دنیاوی جھمیلوں میں نہ پڑے۔ آپ اس بات کا بھی ذکر کیا کرتی تھیں کہ شروع میں حضورؓ سندھ میں خیمہ میں سوتے تھے۔ ایک مرتبہ آنکھ کھلی تو ایک سانپ خیمہ کی چھت سے لٹک رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور حضورؓ نے بڑی بہادری اور ذہانت سے اُس کو پکڑا یا مارا۔

حضورؓ سے وراثت میں جو زمین آپ کو ملی اس کا بڑا حصہ محمود آباد میں تھا۔ اپنی زمین کا دورہ کرنے کے لیے 1985ء میں آپ سندھ کے دورہ پر گئیں۔ آپ کے ساتھ میرے علاوہ صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب اور ان کی اہلیہ مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ بھی ساتھ تھے۔ حضورؓ کی وفات کے بعد آپ کا اراضیاتِ سندھ کا یہ پہلا دورہ تھا۔ قیام محمود آباد کی کوٹھی میں کرنے کا پروگرام تھا۔ یہ کوٹھی حضورؓ کی زندگی میں بنی شروع ہوگئی تھی لیکن مکمل نہ ہو سکی تھی۔ محمود آباد میں ایک پرانی کوٹھی بھی تھی جس میں حضورؓ قیام فرمایا کرتے تھے۔

اس سفر کا آغاز 8 جولائی 1985ء بروز سوموار ہوا۔ خاکسار نے اس دن کی ڈائری میں لکھا کہ

"ہم تقریباً پونے تین بجے محمود آباد پہنچے۔۔۔۔ راستہ بھر اور خاص طور پر محمود آباد کے قریب پہنچ کر امی کی حالت بہت جذباتی تھی۔ پچھلی دفعہ امی 1959ء میں آئی تھیں ابا حضور کے ساتھ۔ امی کو ابا حضور بہت یاد آرہے تھے۔ یہاں پہنچ کر بھی کافی دیر تک depressed سی رہیں۔ پھر نیند آگئی"۔

محمود آباد قیام کے دوران آپ نے اپنی زمینوں کا جائزہ بھی لیا۔ حضورؓ کی پرانی کوٹھی بھی دیکھنے گئیں۔ صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب بھی چند دنوں کے لیے محمود آباد آگئے تھے۔ روزانہ دوپہر اور رات کے کھانے کے بعد حضورؓ کے زمانہ کی یادیں تازہ کی جاتیں تھیں۔ حضورؓ کے ساتھ گزارے دنوں کا ذکر ہوتا تھا اور بالخصوص سندھ کے سفروں میں پیش آنے والے لطائف دہرائے جاتے اور ہنس ہنس کر آنسو چھپائے جاتے۔ کیسی تھیں وہ محفلیں۔

جو ہنسنا ہنسانا ہوتا ہے
رونے کو چھپانا ہوتا ہے

حضرت مصلح موعودؓ بالعموم اپنے سفر سندھ کے لیے ناصر آباد کو ہیڈ کوارٹر بناتے

تھے۔1985ء کے سندھ کے سفر میں ناصر آباد بھی گئیں۔جب ناصر آباد کی کوٹھی والے حصہ میں پچھلے صحن سے داخل ہوئے ہیں تو اُس وقت آپ کے چہرے پر خوشی دیدنی تھی۔داخل ہوتے ہی بتایا کہ "چمن" اِس جگہ تھا۔"چمن" ایک گھریلو باغیچہ تھا جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بڑے شوق سے تیار کروایا تھا۔حضورؓ کی وفات کے بیس سال کے بعد بھی آپ کے چہرے پر "محمود کے چمن" کے تصور نے ہی مسکراہٹیں بکھیر دی تھیں۔

جس کو تم یاد ہو وہ اور کسے یاد کرے

اس سفر میں سندھ کے کئی دیگر زرعی فارمز پر جانے کا موقع ملا اور جماعتوں میں جانے کا موقع بھی ملا۔احمدی خواتین کو نصائح بھی ہوتی رہیں۔اسیر ان کی فیمیلیز سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔لجنہ کا کام بھی ساتھ ساتھ جاری رہا۔

جلسہ سالانہ 1991ء سے واپسی پر آپ نے مجھے فون پر بتایا کہ جلسہ سالانہ بہت ہی کامیاب رہا اور یہ کہ دارالمسیح میں کئی مرتبہ ایسا لگتا تھا کہ اِن (حضرت مصلح موعودؓ) کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی ہے اور یہ احساس ہوتا تھا کہ میں پیچھے مڑ کر دیکھوں گی تو آپ آرہے ہوں گے۔

میڈا خوشیاں دا اسباب وی توں، میڈے سولاں دا سامان وی توں

حضورؓ کی ذاتی اور گھریلو زندگی کے علاوہ آپ حضورؓ کی دینی خدمات اور علمی کاموں کا بھی ذکر کرتی تھیں۔حضورؓ کے علم و فہمِ قرآن اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات اور الہامات کے حوالہ سے بھی ذکر کرتیں۔جن میں سرفہرست "پیشگوئی فضلِ عمر" کا ذکر ہوتا تھا۔آپ اس پیشگوئی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان پیشگوئی کے طور پر پیش کیا کرتی تھیں اور اس کے پورا ہونے اور اس کے دور رس ثمرات سے آگاہ کرتی رہتیں۔اِس پیشگوئی میں اسلام احمدیت کے غلبہ، نظام خلافت کے قیام اور اس کے ساتھ ہی حضرت مصلح موعودؓ کی ذات کے بارہ میں پیش خبریاں ہیں۔

آپ بتاتی تھیں کہ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "کلیسیا کی طاقت کا نسخہ" پر بہت غور و فکر فرمایا تھا اور اس الہام کی روشنی میں Catholic Church کے نظام کا بڑی گہرائی سے مطالعہ فرمایا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس الہام میں جماعت کے نظام کی مضبوطی کے لیے رہنمائی فرمائی ہے اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس الہام سے روشنی پا کر جماعت میں مختلف نظام قائم

فرمائے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کے خطباتِ جمعہ کی کتابی صورت میں اشاعت نوّے کی دہائی میں شروع ہوئی۔ آپ نے ان کا مطالعہ شروع کیا۔ ایک دن شام کے وقت گھر میں محفل لگی ہوئی تھی۔ آپ نے مجھے بلایا اور مسکراتے ہوئے ایک دلچسپ بات بتائی۔ آپ کے ہاتھ میں خطباتِ جمعہ کی پہلی جلد تھی۔ آپ نے کہا کہ دیکھو حضورؓ نے اپنے ابتدائی خطباتِ جمعہ میں بھی ایک ترتیب سے قرآنِ کریم کی تفسیر بیان فرمائی تھی۔ پھر آپ نے خطباتِ جمعہ سے حضورؓ کا ایک خطبۂ جمعہ دکھایا۔ اس خطبہ میں حضورؓ نے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمانے کے بعد ان آیات کی تفسیر فرمائی ہے۔ پھر اگلے خطبہ میں ان سے اگلی آیات اور پھر اُن سے اگلے خطبہ میں اُن سے اگلی آیات کی تفسیر بیان فرمائی تھی۔ اُس وقت آپ کے چہرہ پر ایک دلکش مسکراہٹ تھی۔

سورۂ بقرہ کی تفسیر پر ان خطبات کا آغاز 16 جنوری 1914ء سے ہوا اور 6 مارچ 1914ء کو انجام پذیر ہوا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے اذنِ خاص سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو منصبِ خلافت پر فائز فرمادیا اور حضورؓ کے خطباتِ جمعہ کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگیا۔

ویسے تو تمام جماعتی تقریبات ہی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے لیے خوشی کا موجب ہوتیں لیکن یومِ مصلح موعودؓ پر آپ کی خوشی دیدنی ہوتی تھی۔ عموماً آپ اُس دن سبز رنگ کا جوڑا پہنتیں اور چہرہ خوشی سے دمک رہا ہوتا تھا۔ لجنہ اماء اللہ ربوہ کے زیرِ انتظام جلسہ یومِ مصلح موعودؓ کی صدارت آپ ہی کرتیں۔

گو آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کی یاد ستاتی تھی لیکن بالعموم اس کا ذکر اس رنگ میں نہیں کرتی تھیں کہ آپ پر اداسی چھا جائے۔ آپ نے بہت صبر سے وہ جدائی کے ایام گزارے جو تقریباً 34 سال بنتے ہیں۔ میرے سامنے صرف ایک دو موقعوں پر ہی آپ اپنے جذبات سے مغلوب ہوئیں۔

ایک تو میری شادی کے موقع پر ساری فیملی کی تصاویر اُتاری جارہی تھیں۔ اس وقت پر آپ نے کہا کہ جس کے ساتھ تصویر کھنچوانی چاہیے تھی اس کے ساتھ تو کھنچی نہیں۔

دوسرا موقع اس وقت آیا جب مَیں آپ کے دو خط آپ کے پاس لایا جو قادیان سے ملے تھے اور حضرت مصلح موعودؓ کے نام تھے۔ ان کا ذکر کرنا تھا کہ آپ کی حالت غیر ہوگئی۔ آپ بستر پر

لیٹی ہوئی تھیں۔ آپ نے چادر بڑی مضبوطی سے اپنے چہرے پر لے لی۔ میری بار بار کی منّتوں کے باوجود آپ نے میری بات کا جواب نہ دیا اور مجبوراً مجھے آپ کو اکیلا چھوڑ کر جانا پڑا۔ مَیں نے کبھی آپ کی ایسی حالت نہیں دیکھی تھی۔

آپ نے اپنی زندگی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ذکر کو ہمیشہ جاری رکھا۔ حضورؓ کی محبت بھی ہمارے دلوں میں بیٹھتی جاتی تھی۔ حضورؓ کو نہ دیکھنے کی حسرت بھی دل میں پیدا ہوتی تھی۔

یاد کیا دستِ ہنر ہے کہ سنورتا گیا میں
اس کو سوچا تو اسے یاد ہی کرتا گیا میں

مجلسِ شوریٰ 1990ء میں مجھے شمولیت کا موقع ملا اور ممبرانِ شوریٰ کی طرف سے بار بار حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بیان فرمودہ ارشادات پڑھ کر سنائے گئے۔ آپ بوجہ مقدمہ لاہور میں تھیں اور اس شوریٰ میں شامل نہ ہو سکیں تھیں۔ میں نے اس بات کا آپ سے ذکر کیا تو آپ نے مجھے مسکرا کر دیکھا اور میں نے آپ کی اُس مسکراہٹ سے جو سمجھا وہ یہ تھا کہ "دیکھا میں نہ کہتی تھی"۔

آپ نے "یادِ محمود" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی تھی جو حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد شائع ہونے والی نظموں پر مشتمل ہے۔

اس کے پیش لفظ میں آپ تحریر کرتی ہیں کہ

"کسی زمانہ کا منظوم کلام بھی اس زمانہ کی تاریخ سمجھا جاتا ہے۔ وہی بات یا واقعہ جو نثر میں طول چاہتا ہے۔ نظم میں چند اشعار میں ادا کر دیا جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے بعد آپ کی یاد میں احبابِ جماعت نے جن میں خواتین بھی شامل ہیں۔ اشعار کے ذریعہ اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے جن میں آپ کے اوصاف آپ کے جماعت پر احسان آپ کے متعلق پیشگوئیاں آپ کے کارہائے نمایاں اور آپ کی سیرت کا تذکرہ کیا ہے۔ جنہوں نے آپ کو دیکھا۔ آپ کی صحبت نصیب ہوئی۔ آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ آپ کے احسانات سے حصہ پایا اُن کے دل سے آپ کی حسین یاد محو نہیں ہو سکتی۔ لیکن نئی نسل کے بچوں جنہیں حضرت مصلح موعودؓ کی لمبی علالت کے باعث آپ سے فیض یاب ہونے کا موقع نہیں ملا، کے علم کے لیے ضروری ہے کہ ایسا لٹریچر ہو جس میں آپ کی سیرت کے ہر پہلو کو اجاگر کیا جائے تا وہ اُن کو پڑھ کر حضرت مصلح موعودؓ کے حالات زندگی اور آپ کی سیرت کے

حسین نقوش سے واقف ہوں۔

اسی غرض کے پیشِ نظر مَیں نے ان تمام نظموں کو جو آپؓ کی یاد میں کہی گئی ہیں اور مختلف اخباروں اور رسالوں میں شائع ہو چکی ہیں جمع کر کے کتاب کی صورت میں پیش کیا ہے۔ نظم جلد یاد ہو جاتی ہے۔ مختصر سی عبارت میں بہت سے مضامین آجاتے ہیں اور ذہن پر ایک نہ مٹنے والا اثر چھوڑتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش سے بھی بہت عرصہ قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ اِن اِن اوصاف کا مالک بیٹا اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے گا۔ اس پیشگوئی میں جو ہماری جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے مشہور ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش سے وفات تک کا نقشہ کھینچا ہے۔ دنیا نے دیکھا اور تاریخ نے گواہی دی کہ آپ کی زندگی کا محور یہی پیشگوئی رہی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ خدا قادر ہے اور ہر ایک قوت کا مالک ہے اور وہ ان کے لیے جو اس کے ہوتے ہیں بڑے عجائبات دکھلاتا ہے۔

بے شک آج وہ مسیحا نفس ہم میں موجود نہیں۔ لیکن جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور رحمت کا نشان کہا تھا جسے فضل و احسان کی کلید قرار دیا تھا اور جس سے قوموں نے برکت اور اسیروں نے رہائی پائی اس کے احسانات اپنوں اور غیروں پر اس قدر ہیں کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں ان کی یاد بھی دلوں میں زندہ رہے گی۔

اس مجموعہ میں تبرکاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعائیہ اشعار کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ جن کا ایک ایک لفظ اپنے اپنے وقت پر پوری شان کے ساتھ پورا ہوا اور جس نے ثابت کر دیا کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے جو اپنے پیاروں کی دعاؤں کو سنتا اور شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے۔

ہزاروں رحمتیں اور سلام ہوں محمودؓ کی روح پر جس کا صرف نام ہی محمود نہ تھا بلکہ اس کی زندگی کا ہر دن محمود تھا۔ اور جس کی یاد بھی ہمارے لیے محمود ہے۔ جو ہمارے دلوں کو تو سوگوار بنا گیا لیکن ایک مٹھی بھر جماعت کو اپنی قیادت میں ترقی دیتا ہوا ایک ایسے محفوظ اور پُر امن مقام تک پہنچا گیا جس کے سایہ تلے قومیں بسیرا کریں گی اور ہمیشہ اپنی دعاؤں میں اس فدائی ملت کو بھی یاد رکھیں گی۔" (پیش لفظ کتاب یادِ محمود شائع کردہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی زندگی کے ہر موقعہ پر "یادِ محمود" ایک نمایاں وصف

کے طور پر ابھر کر سامنے آتا ہے۔ مکرم رشید قیصرانی صاحب کے مندرجہ ذیل اشعار آپ کے اس وصف کی کیا خوبصورت عکاسی کرتے ہیں۔

مرے نام وہ جو لبِ افق پہ کرن کرن کا پیام تھا، ترا نام تھا
شبِ تیرہ میں بھی وہ شبِ چراغ جو مجھ سے محوِ کلام تھا، ترا نام تھا
مرے ارد گرد تھے خیمہ زن، سر شامِ غم کئی کہکشاؤں کے قافلے
مرے رتجگوں کے نظام میں مگر وہ ایک ماہِ تمام تھا، ترا نام تھا
میرے ہست و نیست کے باب میں ہیں کئی پرَت جو ابھی تلک بھی کھلے نہیں
مگر اک کرشمہ جو زندگی کا جواز تھا سرِ عام تھا، ترا نام تھا
میں جدھر گیا، میں جہاں بھی تھا مرے دن کٹے تری خوشبوؤں کے طواف میں
سر بزم حرف مرے سخن میں جہاں بھی حسنِ کلام تھا، ترا نام تھا

حصہ دوم

ہوں چھوٹے بڑے سبھی ثناخواں

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی محبت میں خواتین و احباب نے نثر اور منظوم کلام میں اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ ان میں سے منتخبہ مضامین اور منظوم کلام کو اس حصہ میں شامل کر لیا گیا ہے اور اس طرح یہ حصہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ رضی اللہ عنہ کی آپ کے حق میں دعا

ہو دونوں جہاں میں معزز
ہوں چھوٹے بڑے سبھی ثناخواں

کی قبولیت کا ایک نشان ہے۔ ان میں سے بعض مضامین اور منظوم کلام جماعتی اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں (جن کا حوالہ دے دیا گیا ہے) اور باقی اس کتاب کے لیے لکھے گئے ہیں۔ یہ تمام مواد خاکسار کے پاس محفوظ ہے۔

خاکسار مرتب کتاب ہذا

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کی بعض صفاتِ حسنہ

(مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب)

حضرت چھوٹی آپا کو جن خدمات کی توفیق ملی ان میں سر فہرست وہ قلمی کام ہے جو حضرت مصلح موعودؓ کی نگرانی میں آپ نے کیا۔ بتاتی تھیں کہ شادی کے شاید پہلے دوسرے دن ہی حضرت مصلح موعودؓ نے مجھے کوئی چھوٹی سی بات لکھوانے کے لیے قلم دیا اور پھر مجھے قلم تھما ہی دیا۔

حضورؓ کے الہامات، تقاریر کے نوٹس، نظمیں، خطوط کے جوابات، مضامین، طبّی نسخے، عطر کے نسخے، حساب کتاب بہت کثرت سے آپ نے لکھے۔ حضورؓ کی بیماری میں تو عملاً پرائیویٹ سیکرٹری کے کام کا بہت سا حصہ حضرت چھوٹی آپا کے ہاتھوں ہوتا تھا۔ تفسیرِ صغیر کا عظیم الشان ترجمہ حضورؓ نے آپ کو ہی لکھوایا۔

چھوٹی آپا کی ایک نمایاں خوبی جماعت کی خواتین اور بچیوں کے لیے مادرانہ شفقت کا انداز تھا ہر ایک سے ملتیں۔ نہ دن نہ رات۔ ہر ایک سے یکساں ملاقات کا انداز۔ نہ غریب سے کوئی فرق نہ امیر و اہل ثروت سے کوئی جھجک۔ کوئی اپنا مسئلہ پیش کر رہا ہے کوئی دعا کی درخواست کر رہا ہے کوئی مشورہ مانگ رہا ہے کوئی رہنمائی طلب کر رہا ہے۔ ہر ایک کی شادی میں شامل ہوتیں۔ ہر ایک مریض کی عیادت کرتیں۔ ہر ایک ولادت پر گھر جا کر مبارکباد دیتیں۔ خوشی کے مواقع پر گھر والوں کو تحفہ دیتیں کبھی اپنے ہاتھ سے نومولود بچوں کے لیے سویٹر بُن کر پیش کرتیں۔ غمی کے مواقع پر گھروں میں جا کر دلجوئی کرتیں۔ کئی مواقع پر زچہ کی نگہداشت کے لیے کئی کئی دن ہسپتال جا کر رہتیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کو قرآنِ مجید سے عشق تھا یہ عشق حضرت چھوٹی آپا کو بھی ملا۔ خود تو قرآن پڑھتی تھیں نوٹس لیتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ترجمہ کلاس اور درس القرآن ایم۔ ٹی۔ اے پر باقاعدہ اور بڑے اہتمام سے سنتیں اور قرآنِ شریف ہاتھ میں ہوتا۔ قرآنِ مجید جس کو استعمال کرتی تھیں چند دن قبل میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دو دو سو صفحات کے فاصلہ سے آیات پر

کر اس ریفرنس ہے۔ بتاتی تھیں کہ حضرت مصلح موعودؓ نے ان کو پڑھانے کے لیے قرآنِ شریف کے ایک درس کا سلسلہ شروع فرمایا۔

بعض واقفینِ زندگی نے بھی اس درس میں شامل ہونے کی خواہش کی چنانچہ حضورؓ نے اوپر کمرہ میں یہ درس جاری کر دیا اور واقفین مسجد مبارک کی چھت پر بیٹھتے اور درس میں شامل ہوتے۔ یہاں ربوہ میں چھوٹی آپا صبح بہت سویرے لڑکیوں کو قرآنِ مجید کا ترجمہ پڑھانا شروع کر دیتی تھیں بیچ میں اٹھ کر ایک پیالی چائے پیتی تھیں یہ لڑکیاں مختلف محلوں سے آتی تھیں اور یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ جو لڑکی ترجمہ آپ سے پڑھ لیتی اس کی شادی (غیر متوقع طور پر بھی) ہو جاتی۔ ایک دوست جو شاید بہاول نگر سے جنازہ میں شرکت کے لیے آئے تھے بتا رہے تھے کہ میری بیٹی نے ابھی بائیس سیپارے چھوٹی آپا سے ترجمہ مکمل نہیں کیے تھے کہ اس کی شادی ہو گئی۔ ان کی شاگردوں کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔

ایک وصف جو میں نے بہت قریب سے ان میں دیکھا وہ غیر معمولی صبر و ضبط کی صفت تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات دل ہلا دینے والا صدمہ تھی مگر انتہائی صبر و سکون کے ساتھ اس کو برداشت کیا۔ سفر میں گرمی دھوپ پیاس پر سب لوگ تکلیف کا اظہار کرتے مگر چھوٹی آپا کی زبان پر کبھی شکایت کا حرف نہ آتا۔ گھٹنے کی تبدیلی کے آپریشن، پتہ نکالنے کے آپریشن اور پیٹ کے آپریشن کے مواقع پر میں بھی ان کی خدمت میں حاضر تھا اور ان کے صبر و ضبطِ نفس کا عینی شاہد ہوں۔

چھوٹی آپا کا مطالعہ بہت وسیع تھا رات کو خاصی دیر سے سوتی تھیں اور رات گئے تک مطالعہ کرتی تھیں۔ مگر نمازوں میں ناغہ کا کوئی تصور نہ تھا۔ الحاح کے ساتھ اول وقت نماز ادا کرتی تھیں۔ گھٹنوں میں شدید درد کی تکلیف تھی مگر نماز میں تساہل کا کوئی سوال نہ تھا۔ اور روزہ کی پابندی تو اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ ایک سال میں نے اور متین نے ڈاکٹر کو کہہ کر ڈاکٹری ہدایت دلوائی کہ روزہ رکھنا مناسب نہیں۔

حضرت چھوٹی آپا کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے جب قادیان سے ہجرت کا سفر کیا تو آپ حضورؓ کے ساتھ شریک سفر تھیں۔

حضرت چھوٹی آپا کو ایک زبردست سعادت جو سالہا سال تک حاصل رہی حضرت اماں جانؓ کی خدمت اور معیت تھی۔ چھوٹی آپا کے پاس قادیان میں حضرت اماں جانؓ کے گھر کے جملہ انتظامات

کی ذمہ واری تھی اور یہ خدمت ربوہ میں بھی جاری رہی۔ حضرت اماں جانؓ سے چھوٹی آپا کے رشتے تو گہرے اور مضبوط تھے مگر چھوٹی آپا اور ان کے ساتھ بی بی کو حضرت اماں جانؓ کی غیر معمولی خدمت کی سعادت ملی۔ حضرت مصلح موعودؓ چھوٹی آپا کو حضرت اماں جانؓ کی خدمت کی خاص تاکید فرماتے اس کا علم مجھے اس طرح بھی ہوا کہ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد جب حضرت چھوٹی آپا پہلی دفعہ حضور کے مزار پر دعا کے لیے گئیں تو بی بی متین اور خاکسار بھی ہمراہ تھے۔ چھوٹی آپا نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے دعا شروع کی مگر دو ایک منٹ کے بعد وہاں سے ہٹ کر حضرت اماں جانؓ کے مزار کے سامنے کھڑی ہوئیں اور لمبی دعا کی پھر حضرت مصلح موعودؓ کے مزار پر واپس جا کر دعا کی۔ بعد میں بتایا کہ جب میں نے حضورؓ کے مزار پر دعا شروع کی تو ایسا محسوس ہوا کہ حضرت مصلح موعودؓ سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور گھور کر مجھے دیکھا کہ ساری عمر تو میں یہ سبق دیتا رہا ہوں کہ پہلے اماں جانؓ کا خیال رکھنا ہے اور پھر اس کے بعد میرا مگر تم ان کے مزار پر دعا سے پہلے میرے مزار پر دعا کر رہی ہو۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جس رنگ میں چھوٹی آپا کی تربیت فرمائی یہ اس کی ایک جھلک ہے۔

حضرت خلیفہ المسیح الرابعؒ کے رمضان میں ایم۔ٹی۔اے پر درس قرآن شروع کرنے سے پہلے رمضان میں گھر پر ہر سال خاندان میں قرآنِ مجید کا درس دیتی رہیں جب حضورؒ کا درس ایم۔ٹی۔اے پر آنے لگا تو خود درس دینا بند کر دیا۔

کئی بار یہ ذکر کیا کہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے تھے کہ تمہاری یہ بات مجھے بہت پسند ہے تم میرے بچوں سے محبت کرتی ہو اور ان سے شفقت کرتی ہو۔

حضرت چھوٹی آپا کو خلافتِ احمدیہ کی اطاعت اور ادب و احترام میں حد درجہ بلند مقام حاصل تھا۔ مجھے اور بی بی اور ہمارے بچوں کو خوب احساس ہے کہ چھوٹی آپا خود بھی دربارِ خلافت کے ہر حکم کو شرح صدر کے ساتھ ماننا اپنی سعادت سمجھتی تھیں بلکہ یہی ہمیں سکھاتیں اور ایسا ماحول قائم کرتی تھیں جس سے یہ روح زندہ رہے۔ میں نے ان کو ہمیشہ خلافت کا وفادار فدائی دیکھا اور پایا۔

مجھ سے لطف الرحمان صاحب مرحوم نے بیان کیا جو لجنہ اماء اللہ کی موٹر کے ڈرائیور تھے کہ حضرت چھوٹی آپا جو لجنہ اماء اللہ کی صدر تھیں ان کا مجھے ارشاد تھا کہ اگر میں جب کار لے کر لاہور جاؤں اور شام کو جس وقت بھی واپس آؤں تو اپنی واپسی کی اطلاع گھر میں ضرور دیا کروں۔ میں ایسے ہی کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ مجھے واپسی پر بہت ہی دیر ہو گئی۔ رات کے قریباً ایک بج گئے جب میں واپس

آیا۔ اب میں پریشان تھا کہ کیا کروں حکم یہ ہے کہ مجھے واپسی کی اطلاع دیا کرو اور اتنی دیر ہو گئی ہے اور غالباً آپا جان سو بھی گئی ہوں گی۔ میں ان کو ڈسٹرب کروں گا۔ آخر مجھے خیال آیا کہ حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ میں گیا اور اطلاع دی تو انہوں نے فرمایا میں انتظار ہی کر رہی تھی۔ پھر فرمایا تم اب آئے ہو اور تم نے کھانا ابھی کھانا ہو گا اور تم اب جا کر اپنی بیوی کو جگاؤ گے کہ مجھے گرم روٹی پکا کر دو جیسے تمہاری عادت ہے۔ تم بیٹھو۔ چھوٹی آپا نے اس وقت آٹا گوندھا اور روٹی پکائی اور رات کا سالن گرم کیا اور مجھے کھانا کھلایا۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ

(حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہؒ کی شخصیت کے نمایاں پہلو آپ کے مزاج کی شفقت اور نرمی تھے۔ دھیما مزاج، باوقار شخصیت، تصنع سے پاک، متین شخصیت، پُروقار اور سادہ لباس میں ملبوس ایک باعمل عالمہ تھیں۔ گفتگو سادہ اور بے تکلف تھی لیکن کبھی بھی وقار کے دائرہ سے باہر نکلتی ہوئی محسوس نہ ہوئی۔

ربوہ میں پلنے بڑھنے کے بہت سے فوائد میں سے ایک بڑا فائدہ ان بزرگ ہستیوں سے بچپن سے ہی تعارف حاصل ہونا تھا۔ آپ حضرت چھوٹی آپا کے نام سے موسوم تھیں۔ بچپن کی یادوں ہی سے نمایاں یاد آپ کی شفقت کی اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ کسی اجتماع کے موقع پر محترمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ نے میری اور اپنی بیٹی کی ڈیوٹی چھوٹی آپا کے دفتر کے باہر پیغام رسانی کے لیے لگا دی۔ میں آپ کے دفتر کے دروازہ کے پاس کھڑی تھی۔ آپ تشریف لائیں۔ ایک بہت پیار بھری نظر ڈالی، گال کو پیار سے تھپتھپایا اور اندر تشریف لے گئیں۔ آپ کے اس شفقت بھرے انداز سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ جلسوں پر، اجتماعوں پر، سکول کالج کی فنکشنز پر اکثر آپ سے ملاقات ہو جاتی۔ گھر پر بھی کبھی کبھی بغرضِ دعا آپ سے ملاقات کے لیے اپنی امّی کے ساتھ جاتی۔ یا ایک آدھ بار اپنی کلاس فیلو کے ساتھ گئی۔ مجھے یاد ہے آپ اکثر اوقات لجنہ کی ڈاک کا کام کر رہی ہوتیں۔ آپ ڈاک بھی دیکھتی جاتیں اور ساتھ ساتھ باتیں بھی کرتی جاتیں۔ میرا میٹرک کا نتیجہ نکلا۔ میں ربوہ کے دونوں سکولوں (لڑکے۔ لڑکیوں) میں اوّل تھی۔ اس خوشی میں مَیں آپ کے پاس مٹھائی لے کر گئی۔ آپ نے بہت خوشی اور پیار کا اظہار فرمایا۔

میٹرک کے بعد میری خواہش تھی کہ لاہور کے ایک کالج میں داخلہ لوں۔ میرے والد صاحب کا میرے ساتھ وعدہ بھی تھا کہ اگر تم فرسٹ آئی تو بھجوا دوں گا۔ جب داخلے کا وقت آیا تو

میرے والد نے مجھے کہا کہ حضرت چھوٹی آپا سے بھی مشورہ کرلو۔ میں نے سوچا آپ نے کیا کہنا ہے اس لیے میں آپ کے پاس مشورہ کے لیے حاضر ہوگئی۔ اُس وقت جامعہ نصرت میں ایف۔ ایس۔ سی کی کلاسیں صرف ایک سال قبل ہی شروع ہوئی تھیں۔ میں نے جب آپ سے لاہور میں کنئیرڈ کالج میں داخلہ لینے کے لیے پوچھا تو آپ نے میری توقع کے خلاف قدرے ناراضگی سے فرمایا کہ "اگر Topper نے باہر چلے جانا ہے تو پھر ہمیں ربوہ میں ایف۔ ایس۔ سی کی کلاسیں کھولنے کا کیا فائدہ ہوا"۔ میں خاموش رہی اور واپس آکر ربوہ میں ہی داخلہ لے لیا۔

اُس وقت تو سچی بات ہے مجھے ربوہ میں داخل ہونے پر اور لاہور نہ جانے پر کچھ افسوس ہی تھا لیکن بعد میں جب میں میڈیکل کی پڑھائی کے لیے لاہور میں فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں داخل ہوئی تو گھر اور ربوہ بہت یاد آتا تھا۔ اس وقت میں شکر کرتی کہ ایف۔ ایس۔ سی ربوہ میں ہی کر لی اور جلدی باہر نہ آئی۔

ہم ربوہ سے اس سال پہلی مرتبہ پانچ لڑکیاں فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں داخل ہوئیں۔ یہ 1974ء کے فسادات کے بعد پہلا داخلہ تھا۔ لاہور میں قیام کے دوران ہمارا حضرت چھوٹی آپا سے مسلسل رابطہ رہا اور آپ کی رہنمائی ملتی رہی۔ لاہور جانے سے قبل آپ سے ملاقات کے لیے گئے تو آپ نے ہمیں لجنہ کی صدر صاحبہ سے رابطہ رکھنے اور ہوسٹل میں اپنی لجنہ قائم کرنے کی ہدایت دی۔

چنانچہ ہم لاہور کی اس وقت کی صدر صاحبہ محترمہ صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ سے ان کی رہائش گاہ جودھامل بلڈنگ میں جا کر ملے اور ہمارے ہوسٹل میں لجنہ کے قیام کی خواہش کا اظہار کیا۔ انہوں نے اپنی جنرل سیکرٹری محترمہ احمدی بیگم صاحبہ مرحومہ سے رابطہ کے لیے ارشاد فرمایا۔ ہم سب ان سے ملے اور پھر کچھ تگ و دو کے بعد ہمارے ہوسٹل میں ہماری لجنہ کا قیام ہو گیا۔ ہمارا داخلہ 1974ء کے فوراً بعد ہوا تھا اور اس وقت ہوسٹل میں بھی کافی مخالفت ہوئی تھی (محترمہ ڈاکٹر نصرت جہاں صاحبہ جو اس وقت وہاں فائنل ائیر کی طالبہ تھیں انہیں کچھ عرصہ کے لیے ہوسٹل چھوڑ کر گھر بھی جانا پڑا) میں سمجھتی ہوں کہ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ بجائے کسی خوف کے ہم نے شروع دن سے ہی اپنے عقیدہ کا برملا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ کے ساتھ ہماری مدد فرمائی۔ حضرت چھوٹی آپا نے ہمیں تفسیرِ کبیر کا اپنے کمرے میں درس دینے کا بھی فرمایا۔ چنانچہ ہم روزانہ رات کو دو صفحے اس کے اکٹھے پڑھتے اور یوں قطرہ قطرہ کرکے تفسیر سورۃ فاتحہ

اور سورۃ بقرۃ مکمل کرلی۔ ہم اپنے اجلاس بھی باقاعدہ کرتے۔ غرض آپ کی پُرحکمت رہنمائی سے ہم نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

میری شادی کے بعد ایک اور جہت سے حضرت سیّدہ چھوٹی آپا سے تعلق قائم ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ دس(10) افراد پر مشتمل بارات لائے۔ ان میں سے تین خواتینِ مبارکہ میں سے ایک آپ تھیں۔ آپ کو میں نے ہمیشہ خلیفۂ وقت کے مقام اور منصب کا بہت احترام کرتے دیکھا۔ باوجود عمر میں اتنا کم ہونے کے آپ میرے ساتھ بہت احترام سے پیش آتیں۔ ہماری شادی کی خوشی میں آپ نے ہماری دعوت بھی کی جسے حضور نے قبول فرمایا۔ لجنہ کی طرف سے بھی آپ نے میری دعوت کی جس کے لیے پہلے تو حضور تیار نہ تھے لیکن پھر حضرت سیّدہ کے اصرار پر حضورؒ نے اجازت دے دی۔

رشتوں کو نبھانا آپ پر ختم تھا۔ میرے والد محترم کی وفات پر آپ تین دن مسلسل میری امّی کے گھر تشریف لاتی رہیں اور کئی کئی گھنٹے تشریف فرما رہیں۔ میری بڑی ہمشیرہ کا فضلِ عمر ہسپتال میں آپریشن ہوا۔ وہ کہتی ہیں جب کمرے میں لانے کے بعد مجھے ہوش آئی تو سب سے پہلے میری نظر حضرت سیّدہ چھوٹی آپا پر پڑی۔

جماعت کی خواتین سے ملاقات کرنا اور خوشی غمی کے مواقع کو بہترین طور پر نبھاتیں۔ میں نے خود دیکھا کہ بعض اوقات ایک ایک دن میں آپ تین تین شادیوں میں شرکت فرما رہی ہوتیں۔

آخری عمر میں آپ کی یادداشت پر کچھ اثر ہو گیا تھا لیکن مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوتی کہ آپ بہت آخر تک مجھے پہچانتی رہیں۔ ایک مرتبہ حضرت سیّد میر محمود احمد صاحب فرمانے لگے کہ اب یہ صرف آپ کو اور قوسی کو پہچانتی ہیں۔ اسی بیماری کے دوران مَیں ایک مرتبہ آپ سے ملنے گئی تو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھانے کے کمرے میں لے گئیں اور میز پر پڑے آموں میں سے ایک آم مجھے دیا۔ حضرت میر محمود احمد صاحب وہاں کھڑے تھے ان سے کہنے لگیں "یہ طاہرہ خان ہیں"۔ آپ کی یادداشت میں اب میرا پرانا نام یاد تھا۔ خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے جو آپ نے تقاریر فرمائیں، لجنہ کی رہنمائی کی اس کا تذکرہ تو تفصیل سے تحریر میں آچکا ہے۔ خاکسار نے صرف اپنی ذاتی چند یادوں کو قلمبند کیا ہے۔ اللہ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کے درجات کو بہت بڑھاتا چلا جائے۔

ضمناً یاد آیا کہ حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) آپ کو "آپا صدیقہ" کے نام سے ذکر

فرماتے تھے۔ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ہم چھوٹی آپا کو آپا صدیقہ کے نام سے بلاتے ہیں۔

محبتوں سے وہ رشتے نبھا گئی ہو تم

(صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ)

جو پیار تم نے دیا تھا مجھے، وہ ختم ہوا
جو میں نے تم سے کیا ہے وہ پیار باقی ہے

محبتوں کی چھلکتی شراب تھی جس میں
صراحی ٹوٹ گئی وہ خمار باقی ہے

مدھر سی لَے میں وہ نغمے سنا گئی ہو تم
کہ جن سے کتنے دلوں کو لبھا گئی ہو تم

ذرا سی ٹھیس سے جو ٹوٹ ٹوٹ جاتے ہیں
محبتوں سے وہ رشتے نبھا گئی ہو تم

تمہاری آنکھ کا سرمہ تمہاری شرم و حیا
تمہارے چہرے کی زینت شفیق سی مسکان

تمہاری ذات کی خوبی تمہاری بے نفسی
تمہارے ماتھے کا جھومر ہے دین کا عرفان

بہت ہیں جن کو کہ چلنا سکھا دیا تم نے
جو لڑکھڑایا کوئی اس کو بڑھ کے تھام لیا

نہ لب پہ کوئی شکایت نہ دل میں کینہ تھا
ہمیشہ خلق و مروت سے تم نے کام لیا

تمہارے بعد بھی ہر کام ہو رہا ہے مگر
تمہاری یاد کا سایہ بھی ساتھ چلتا ہے

رفاقتوں کے سفر پر نظر جو پڑتی ہے
وفورِ سوز سے سینہ مرا پگھلتا ہے

خود اپنے ہاتھ سے تم نے جنہیں سنوارا تھا
وہ دلنواز فضائیں سلام کہتی ہیں

ہمیشہ تم نے ہمیں دی سلامتی کی دعا
تمہیں ہماری دعائیں سلام کہتی ہیں

ہر اک کی شادی غمی میں دیا ہے تم نے ساتھ
جہاں تلک بھی ہوا سب کے کام آتی رہیں

تمام عمر کسی سے نہ کی حقوق کی بات
تمام عمر فرائض ہی تم نبھاتی رہیں

ہو کس طرح سے اطاعت گذاریوں کا شمار
تمہارا ہر قدم اٹھا فقط امام کے ساتھ

خدا کرے کہ وہاں بھی تم ان کے ساتھ رہو
تمہارا نام ہے منسوب جن کے نام کے ساتھ

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 13 تا 14)

میری پیاری خالہ جان

(مکرمہ امۃ العلیم عصمت صاحبہ)

لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

قریب نصف صدی پہلے کی بات ہے ایک پندرہ سولہ سال کی لڑکی اپنے ماں باپ، بہن بھائی، سہیلیاں، سکول، اپنا ماحول، اپنا شہر، یہاں تک کہ اپنا ملک چھوڑ کر پاکستان آئی۔ اس کے بارہ میں اس کے ماں باپ کا یہ فیصلہ تھا کہ ربوہ کے کالج کے ہاسٹل میں رہ کر اپنی تعلیم مکمل کرے گی۔ لیکن کچھ اداسی، اجنبیت، ماحول کی نامانوسی اور طبیعت کی نفاست کی وجہ سے چوتھے دن ہی وہ روتے دھوتے اپنی خالہ کے گھر آگئی۔ خالہ جان نے گلے لگایا، آنسو پونچھے، دلداری کرتے ہوئے فرمایا "کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں"۔ اس دن سے میں خالہ جان کے پاس رہنے لگی اور چار سال گریجویشن مکمل کرنے تک وہاں ہی رہی۔ یہ تھیں میری خالہ جان جو میری دادی تھیں اور خالہ بھی۔ محبت اور مہربانی کا مرقع، پیار کی گھنی چھاؤں کہ مجھے ہاسٹل سے نکلتے وقت آپ ہی کا خیال آیا۔

آپ سے محبت کا تعلق تو بہت بچپن سے تھا۔ ہمیشہ ہی اپنے ماں باپ کو آپ کی عزت کرتے، ہر اہم معاملہ میں آپ سے مشورہ لیتے، آپ کی رائے کو انتہائی اہمیت دیتے دیکھا۔ تو آپ کے مقام کا ادراک ہوتا گیا۔ مگر جب آپ کے ساتھ رہ کر آپ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو پتہ لگا کہ آپ تو اپنی ذات میں انجمن ہیں۔ میرا قلم ہرگز آپ کی خوبیوں کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

اس سے پہلے کہ میں خالہ جان کی اس زمانہ کی یادیں لکھوں آپ کی شفقت اور محبت کے ایک دو واقعات جو حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی میں پیش آئے لکھتی ہوں۔

میں نے بہت چھوٹی عمر میں قرآنِ مجید ختم کر لیا تھا۔ زبان صاف تھی۔ صحت تلفظ کے ساتھ ابا حضور کو سنایا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس کی "آمین" مَیں کروں گا۔ مگر اس سفر میں حضور کی طبیعت خراب ہو گئی۔ ہم قادیان واپس چلے گئے۔ اس کے تقریباً دو سال کے بعد میری آمین ہوئی

اور ابا حضور نے سارا انتظام خالہ جان کے سپرد کیا۔ آپ لائلپور سے میرا جوڑا اور دیسی جوتی لے کر آئیں۔ سبز ساٹن کا جوڑا تھا جس پر گوٹا لگایا گیا۔ سارے خاندان کی دعوت تھی۔ مٹھائی شاید لائلپور سے آئی تھی۔ باقی پھلوں کا کچالو اور پوریاں شاید گھر میں بنی تھیں۔ بڑی دھوم دھام سے میری "آمین" خالہ جان کے گھر اُن کے زیر انتظام ہی ہوئی۔

حضرت مصلح موعودؓ کی خوراک آخری عمر میں بہت تھوڑی رہ گئی تھی۔ ایک روغنی ٹکیہ ہوتی اور ساتھ کچھ خشک سالن یا شوربہ ہوتا۔ اس میں چند لقمے تناول فرماتے تھے۔ باقی کا ہر روز پوتے، پوتیوں، نواسے، نواسیوں یا گھر کے دیگر بچوں کو باری باری بطور تبرک ملتا تھا۔ یعنی باری لگی ہوئی تھی۔ مگر ہم بہنوں سے خالہ جان اور مہر آپا کا یہ خاص شفقت کا سلوک تھا کہ جب ہم دونوں بہنیں قادیان سے آئی ہوئی ہوتیں تو وہ تبرک مجھے اور کوکو (مکرمہ امۃ الکریم کوکب صاحبہ) کو ملا کرتا تھا۔ باقی بچوں سے کہہ دیا جاتا کہ یہ چند دنوں کے لیے آئی ہوئی ہیں، تم لوگ تو سار سال ہی کھاتے ہو۔ شفقت کا کون کون سے انداز یاد کروں۔ آپ تو مجسم شفقت ورحمت تھیں۔

آپ کی زندگی کا مقصد ہی اللہ کو پانا تھا۔ عبادات میں آپ کا انہماک۔ نماز کو اہتمام سے ادا کرنا۔ اگر گھر میں لجنہ کا کام ہو رہا ہو، خواتین اور بچیاں اکٹھی ہوں تو آپ کا باجماعت نماز کروانا۔ اپنے گھر کے بچوں کی نماز کی نگرانی۔ ہر طرف آپ کی نظر رہتی تھی۔ رمضان میں تو اس کا نظارہ ہی کچھ اور ہوتا۔ حتّی الوسع مسجد میں نماز کی ادائیگی کی پوری کوشش ہوتی۔ مجھے اور گھر کے ملازمین کو بھی مسجد جانے کی تلقین ہوتی تھی۔ پرانی مسجد مبارک میں مسجد کا نچلا عقبی حصہ عورتوں کے لیے قنات سے بند رہتا تھا اور خالہ جان کے گھر (قصرِ خلافت) سے قریب ہی تھا۔

کبھی جمعہ کی نماز کا ناغہ کرتے نہیں دیکھا۔ بے حد اہتمام سے وقت سے پہلے تیار رہتیں اور اگر کوئی اور بھی جمعہ کی نماز پر آپ کے ساتھ جانا چاہتا تو آپ کے گھر ہی آجاتا تھا۔ پھر کار میں اکٹھے جاتے۔

میرے بچپن میں آپ ایک بار اعتکاف بیٹھی تھیں۔ ہم قادیان سے آئے ہوئے تھے۔ امی عصر کی نماز کے بعد ہمیں لے کر آپ کے حجرے میں بھی جاتیں۔ اکثر آپ ایک ٹوپی پہن کر تلاوت کر رہی ہوتیں۔ میرے سر پر بھی وہ ٹوپی اُڑھائی اور فرمایا یہ حضرت مسیح موعودؑ کا تبرک ہے۔ آپ کا نماز میں انہماک اور اللہ کے حضور گریہ و آزاری کا اثر ساتھ رہنے والوں پر بھی ہوتا۔ اس ضمن میں

ایک لطیفہ بھی یاد آگیا۔ میرے سکول کے زمانہ کی بات ہے۔ ہم اسی دن قادیان سے ربوہ پہنچے تھے۔ خالہ جان کے گھر ہی ٹھہرے۔ عشا کی اذان ہوئی تو فرخ جو اس وقت دو یا اڑھائی سال کا ہو گا ایک چھوٹی جائے نماز لے کر خالہ جان کے کمرے میں داخل ہوا۔ جائے نماز بچھائی اور اوندھا گر کر خوب زور زور سے رونے لگا۔ پھر اٹھا۔ جائے نماز سمیٹی اور باہر چلا گیا۔ ہم نے اس وقت تو خوب قہقہے لگائے۔ بعد میں خیال آتا تھا کہ اس بچے نے وہی کیا جو وہ دیکھتا تھا۔

میری نیند کافی گہری تھی۔ مجھے صبح کی نماز کے لیے یا رمضان میں تہجد کے لیے جگانے کے لیے کئی کئی چکر لگانے پڑتے۔ بڑی خوش دِلی سے یہ سب کرتیں۔ اب سوچتی ہوں تو شرمندگی ہوتی ہے۔ رمضان کا بے حد اہتمام ہوتا تھا۔ خود تو سادہ غذا استعمال کرتی تھیں۔ ایک پھلکہ کچھ سالن یا ٹوسٹ انڈے کے ساتھ روزہ رکھتیں مگر ساتھ والوں کے لیے اہتمام ہوتا تھا۔ کبھی دودھ جلیبی، کبھی دودھ سویاں وغیرہ ضرور تیار کرواتیں اور اصرار سے کھلاتیں کہ سحری پیٹ بھر کر کھاؤ۔ میں نے ہمیشہ آپ کو رمضان کے بعد شوّال کے روزوں کا اہتمام کرتے دیکھا۔

عید کے دن دوپہر کے کھانے پر اپنے بہن بھائیوں اور ان کے خاندان کی دعوت کرتی تھیں۔ یہ دعوت تواتر سے آپ کی وفات سے دو سال پہلے تک ہوتی رہی۔ صبح سارا خاندان حضور کے بعد آپ سے عید ملنے آتا۔ کچوری ترکاری اور شیر خورمہ سے ضیافت ہوتی اور دوپہر کو ہم سب کی دعوت ہوتی تھی۔ لنگر خانہ سے آلو گوشت منگوایا جاتا اور گھر میں چکن کڑاہی بنواتی تھیں۔ یہ دعوت عیدین کا لازمی جزو تھی۔ گویا اس کے بغیر عید کا تصور نہ تھا۔

قرآنِ مجید سے آپ کو عشق تھا۔ ہمیشہ آپ کو قرآن کی خدمت پر مستعد پایا۔ جب تک صحت نے اجازت دی آپ گھر میں بچوں اور خواتین کو قرآن پڑھاتی رہیں۔ مجھے بھی کچھ حصہ قرآنِ کریم کے ترجمہ کا آپ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کا پڑھایا ہوا ذہن پر نقش ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے پوچھا کہ عربی کو تمام زبانوں کی ماں کہا گیا ہے، مجھے سمجھائیں۔ اتفاق سے آپ مجھے اس وقت سورۃ التکویر پڑھا رہی تھیں۔ آپ نے اس سورۃ کی آیت اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ (التکویر:2) سے مجھے سمجھایا کہ انگریزی کا لفظ cover کُوِّرَتۡ سے نکلا ہے۔

رمضان میں باقاعدگی سے درس سننے جاتیں۔ نوٹس لیتیں۔ فضلِ عمر قرآن کلاس میں عورتوں کی نگرانی کا انتظام لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے سپرد ہوتا تھا۔ آپ صرف نگرانی ہی نہ کرتی تھیں

بلکہ پوری مکمل کلاس اٹینڈ کرتی تھیں۔ جب مساجد میں عورتوں کے لیے درس القرآن بند کر دیئے گئے تو آپ نے اپنے گھر خواتین کے لیے عصر کے بعد درس کا اہتمام کیا۔ رمضان میں قریباً سب ہی رشتہ دار خواتین آپ کے گھر جمع ہو جاتیں۔ آپ نے باقاعدہ نوٹس بنائے ہوتے جن کی مدد کی آپ درس دیتیں۔ جب MTA پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا درس شروع ہوا تو آپ نے رمضان میں درس دینا چھوڑ دیا۔ شروع میں ہمارے گھر میں MTA کا انتظام نہ تھا۔ ہم آپ کے گھر ہی درس سننے جایا کرتے تھے۔ آپ کا انہماک قابلِ دید ہوتا۔

آپ کی زندگی کا ایک نصب العین خدمتِ خلق بھی تھا۔ کیا اپنے کیا پرائے۔ سب ہی اس سے مستفید ہوتے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے بچوں میں بلکہ اگلی نسل میں بھی زچگی میں آپ ہسپتال ساتھ جاتیں۔ آپ کے بغیر نہ بچوں کی تسلی ہوتی تھی نہ اُن کے ماں باپ کی۔

میں دیکھتی تھی کبھی آپ کے ماتھے پر بل نہ آتا۔ ہسپتال میں زچہ بچہ کے ساتھ راتوں کو جاگنا اور سو طرح کے مسائل کا سامنا کرنا ہوتا تھا لیکن میں نے کبھی آپ کے مونہہ سے شکایت نہ سنی۔ تھکی ہوئی واپس آتی تھیں۔ چند گھنٹے آرام کر کے پھر اسی طرح لجنہ کے کاموں میں جُت جاتیں۔ ملازموں کا بے حد خیال رکھتیں۔ اُن کے خدمت گار سب پرانے تھے اور گھر کے افراد ہی سمجھے جاتے تھے۔ ان کو بھی اس بات پر مان تھا۔ اور اپنی ہر بات خالہ جان سے ضد کر کے بھی منوالیا کرتے تھے۔

لوگ اپنے بچوں کی شادیوں پر آپ کو بلاتے۔ آپ تکلیف اٹھا کر بھی ضرور جاتیں۔ مجھے قصرِ خلافت والے گھر میں آپ کی آفس ٹیبل یاد ہے۔ اس پر تاریخ وار کارڈز رکھ دیتیں اور فنکشن کے بعد اس کارڈ کو پھاڑ دیتیں۔ ہر ایک کے لیے شادی کا تحفہ لے جانا آپ کا معمول تھا۔ بعض دفعہ تو بیک وقت کئی شادیوں میں جانا پڑتا۔ خواہ تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی مبارکباد دینے ضرور جاتیں۔ "آمین" پر بھی لوگ بہت بلایا کرتے تھے۔

کھلا گھر تھا۔ بے تکلف ماحول۔ اکثر ہی مہمان بغیر بتائے آجاتے۔ کوئی لاہور سے پہنچ رہا ہے تو کوئی سرگودھا سے۔ کھانے کا وقت ہوتا تو میز پر بلا لیے جاتے۔ جو پکا ہوتا، حاضر کر دیا جاتا۔ فریزر کا زمانہ نہ تھا۔ روز تازہ کھانا پکتا تھا۔ بعض دفعہ دوپہر کو صرف دال روٹی بھی ہوتی مگر آپ نے کبھی شرم محسوس نہیں کی کہ سادہ کھانا ہے اس لیے کھانے کی آفر نہ کی جائے۔ کھانے کے وقت پر جو بھی آتا

کھانے میں شریک ہو جاتا۔ کھانا بے شک سادہ ہوتا مگر گھر میں تیار کیے ہوئے اچار، چٹنیاں، مربے وغیرہ سے میز خوب سج جاتی۔ پھل آپ کو پسند تھا۔ دوپہر کے کھانے پر موسمی پھل ضرور ہوتا تھا۔ آموں کے موسم میں اکثر گھروں میں آپ کی طرف سے آم تحفہ جاتے۔ مجھے بہت دفعہ خربوزہ کاٹ کر دیا کرتیں کہ یہ پھانک میٹھی ہے، یہ کھاؤ۔ بے حد خیال رکھنے والی طبیعت تھی۔

خالہ جان کا قصرِ خلافت والا گھر (جو پہلے میری دادی حضرت امِ وسیم صاحبہ کا تھا) میں مکانیت زیادہ نہ تھی۔ کوئی ایسی خواتین آجاتیں تو انہیں میرا کمرہ ٹھہرنے کے لیے دیا جاتا اور میں خالہ جان کے کمرے میں شفٹ ہو جاتی۔ آپا آمنہ (اہلیہ چوہدری عبداللہ خان صاحب) آتیں تو میرے ساتھ ہی پچھلے کمرے میں ٹھہر جاتیں۔ بے حد بے تکلف اور تصنع سے پاک ماحول تھا۔ خالہ جان گھر ہوں یا نہ ہوں، کھانے کے وقت مہمان بے تکلفی سے کھانا کھا لیتے۔ جلسہ کے دنوں میں تو ایسے نظارے بے حد نظر آتے۔ رات کو آپ ان مہمانوں سے جن کو وقت دیا ہوتا ملنے آتیں تو وہ آپ کے گھر میں کھانا کھا چکے ہوتے۔ جلسہ کے دنوں میں تو آپ کے کمرہ میں بھی خواتین ٹھہری ہوتیں۔

امیر و غریب بلا تکلف آپ کے گھر آتے۔ بعض خواتین آپ کی صحبت میں سارا سارا دن وہاں بیٹھی رہتیں۔ پرانی خادمات رشیدہ وغیرہ یا ان کے بچے آپ سے ملنے آتے تو اسی بے تکلفی سے رہتے جیسے پہلے رہا کرتے تھے۔ آپا سکینہ کی بچیاں بھی خالہ جان کے گھر رہ کر تعلیم مکمل کرتی رہی ہیں۔ یہ سب آپ کی پرانی خادمات کی اولاد ہی تھیں۔ کبھی بے وقت ملازموں کو تنگ نہ کیا۔ اگر وہ کام ختم کر کے آرام کرنے بھی گئی ہیں اور کوئی مہمان آجاتا تو خود ہی خاطر مدارات کرتیں۔ آپ کے کمرے میں میوہ جات کے ڈبے اور چاکلیٹ وغیرہ رکھے ہوتے تھے جن سے آپ تواضع فرماتیں۔

سادہ مزاج۔ سادہ طبیعت۔ تصنع سے پاک۔ اپنی ذات کے لیے انہیں میں نے کبھی تردّد کرتے نہیں دیکھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ بھی ان کو بہترین سے بہترین لباس پہناتا تھا۔ لوگ محبت میں ساری دنیا سے تحفے تحائف لے کر آتے جن میں جوڑے، سویٹر، دوپٹے، سجاوٹ کی چیزیں، گھر کی چیزیں، نیز خور و نوش کی اشیا ہوتیں۔ کسی کو آپ کا پہنا ہوا کوئی جوڑا پسند آجاتا تو وہ اسی کا ہو جاتا۔ سویٹروں کے لیے اکثر بھانجیاں آپ سے فرمائش کرتیں۔ کئی دفعہ عید وغیرہ کے موقع پر کہا "جاؤ سوٹ کیس کھولو اور جو جوڑا پسند آئے لے لو"۔ ہم بھی بلا تکلف فوراً عمل کرتے۔

گھر میں حضرت مصلح موعودؓ کا ذکر بہت ہوتا تھا۔ کوئی کھانا ایسا پکتا جو حضورؓ کو پسند ہوتا تھا تو

آپ ضرور یاد کرتیں۔ میرے سے ذکر کرتے ہوئے "تمہارے ابا حضور" کہتیں اور پھوپھی متین سے ذکر کرتے ہوئے "تمہارے ابا جان" کہا کرتی تھیں۔

میں ایف۔ اے میں تھی تو فرخ کے کمرے میں اے۔ سی لگا۔ آپ کے کمرے کی کھڑکی اس کمرہ میں کھلتی تھی۔ پہلے دن ہی دونوں کمرے خوب ٹخ ہوگئے۔ میں بے حد خوش تھی۔ دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میرے پوچھنے پر آپ نے جواب دیا کہ "جن کی جوتیوں کے طفیل آج ہمیں یہ نصیب ہے وہ آج ہم میں نہیں"۔

ایک دفعہ مجھے بتایا کہ مجھے تقریر کرنی تمہارے ابا حضور نے سکھائی ہے۔ فرمایا میں تقریر کرتا ہوں تم سنو، پھر اُسی طرح تقریر کرو۔

مجھے چند کھانے بتائے کہ یہ تمہارے ابا حضور سے سیکھے ہیں۔ مسور پکے ہوتے تو بڑے مزے سے بتاتی تھیں کہ تمہارے ابا حضور نے دال اس طرح پکائی کہ مرغی کی یخنی نکالی اور دال اس میں پکائی۔ ظاہر ہے کہ دال بے حد مزیدار پکی۔ اسی طرح آپ کا حضرت مصلح موعودؓ سے sauce بنانے کا مقابلہ ہوا۔ آپ نے کہا کہ میری sauce زیادہ اچھی ہے۔ اس پر حضورؓ نے از راہِ تفنن فرمایا کہ تمہاری ساس بہت زیادہ اچھی ہے بلکہ وہ تو دنیا کی تمام ساسوں سے زیادہ اچھی ہیں۔ بڑے مزے سے ابا حضور کے واقعات سنایا کرتیں جو آپ کا سرمایۂ حیات تھے۔ آپ کی شخصیت پر حضرت مصلح موعودؓ کی بڑی گہری چھاپ تھی۔

اعتماد دینے اور معتبر کرنے میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ اکثر دفعہ دوروں پر جاتے ہوئے اپنے ڈریسنگ روم کی چابی میرے حوالے کی۔ ڈریسنگ روم میں ایک چھوٹے قد کی ایک وارڈ روب (wardrobe) تھی، جس کا دایاں خانہ لاک رہتا تھا۔ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کے تبرکات وغیرہ بڑی حفاظت سے رکھے ہوئے تھے۔ ڈریسنگ روم کی چابی کے ساتھ وارڈ روب کے دوسرے پٹ کی چابی بھی تھی۔ نیز آپ کے پاس دوسرے لوگوں کے زیور امانتاً رکھے ہوتے۔ میں ہر بار خالہ جان کو کہتی کہ یہ چابی مجھے نہ دیں بلکہ پھوپھی متین کو دیں جو پچھلے گھر میں مقیم تھیں۔ ان دنوں وہ اپنا گھر بنوا رہی تھیں۔ مگر شاید اس لیے کہ آپ جب واپس تشریف لائیں اور پھوپھی متین گھر نہ ہوں تو آپ کو تکلیف ہو۔ یا اس لیے کہ مجھ میں احساسِ ذمہ داری پیدا ہو۔ بہر حال، چابی آپ مجھے دیتیں۔ آپ کا اپنا کیش بھی اسی ڈریسنگ روم میں ہوتا جہاں سے پیسے نکال کر میں روز کی پرچی لکھتی یا کوئی بل ہوتا تو

ادا کر دیتی۔ سارا حساب مجھے سمجھا کر جاتی تھیں۔

میں جب پڑھنے آئی ہوں تو فرخ سب سے چھوٹا تھا۔ ماسی رحمتے اس کا خیال رکھتی تھی۔ ہم دونوں خالہ جان کی محبتوں کے دعویدار تھے اور اپنا حق سمجھتے تھے۔ کبھی اُس سے شرارتیں بھی ہو جاتیں، کبھی میں چڑا بھی دیتی اور خالہ جان ہمیشہ اس طرح صلح کرواتیں کہ جیسے اوپر تلے کے بہن بھائی ہوں۔ نہ مجھے کچھ کہا جاتا اور نہ اسے۔

آپ کے گھر میں رہائش کے دوران میں جب فرسٹ ایئر کے امتحانوں سے فارغ ہوئی تو آپ کو خیال آیا کہ مجھے تو کچھ بھی پکانا نہیں آتا۔ ایک دن آپ نے گاؤں سے تین چوزے منگوائے۔ (ان دنوں مرغ بازار میں عام دستیاب نہ تھے بلکہ گاؤں سے منگوانے پڑتے تھے۔) پھر آپ نے ان کو مصالحہ لگانا اور گودنا سکھایا اور پھر روسٹ کروایا۔ میں نے چکن روسٹ، گجریلا، شیر خورمہ، شربت راحت افزا وغیر آپ سے ہی سیکھے ہیں۔ آپ عام طور پر کھانا نہیں پکایا کرتی تھیں۔ گھر میں ایک باورچی بابا غلام محمد صاحب ملازم تھے۔ پیچھے ایک کچن علیحدہ تھا جہاں وہ کھانا پکایا کرتے تھے اس سے آگے ایک کچن نما کمرہ تھا جو پینٹری کہلاتا تھا۔ اس میں آپا فاطمہ کام کرتی تھیں۔ اس میں چولہا وغیرہ لگا ہوا تھا اور سب سہولتیں تھیں۔ ہم لڑکیاں بس وہیں تک جاتی تھیں۔ خالہ جان نے اگر کچھ پکانا ہوتا یا مجھے سکھاتیں تو وہیں پکاتی تھیں۔ بہت کم پکایا مگر جب پکایا تو کھانے میں اتنی لذت ہوتی تھی کہ لوگ انگلیاں چاٹتے رہ جاتے تھے۔ روغن جوش کمال کا پکاتی تھیں۔

جب میں سیکنڈ ایئر میں تھی تو مجھے dieting کا شوق چرایا۔ باقی سب بڑوں سے تو مجھے ڈانٹ پڑی۔ مگر آپ نے اس سلسلہ میں بھی میری رہنمائی کی کہ صحت خراب کیے بغیر کیسے وزن کم کرنا چاہیے۔ آپ نے مجھے اپنی ایک کتاب Eat and Reduce پڑھنے کے لیے دی اور کہا کہ اسے پڑھ کر اپنا diet plan تیار کرو۔ نیز یہ نصیحت بھی کی کہ تمہاری عمر میں دودھ اور پھل چھوڑنے سے نقصان ہوگا کیونکہ میں گوشت شوق سے نہیں کھاتی تھی۔ چند دن میں نے اس کتاب کے پلان کے مطابق dieting کی۔ کچھ وزن کم بھی ہوا مگر پھر کمزوری ہونے پر اس پلان کو چھوڑ دیا۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ اسلامی طریق کے مطابق بھوک چھوڑ کر کھانے کی عادت ڈال لو پھر کسی dieting کی ضرورت نہیں رہے گی۔

کالج میں داخلہ کے بعد میری چند سہیلیاں بن گئیں جنہوں نے باری باری مجھے اپنے گھر

دعوت پر بلایا۔ خالہ جان کو کچھ خیال آیا اور مجھ سے فرمانے لگیں کہ "تمہیں پتہ ہے کہ دعوتیں کھا کر return بھی کیا جاتا ہے۔ اب تمہیں ان سب کو دعوت پر بلانا چاہیے"۔ آپ نے میری طرف سے دعوت کا اہتمام کیا۔ کچوری اور آلو کی ترکاری، جس میں آپا فاطمہ ماہر تھیں، بنوائی۔ امرود کے کچالو مجھے ساتھ لگا کر خود بنائے۔ افریقی سموسے کسی سے بنوائے۔ اس طرح میری تمام سہیلیوں کی دعوت کی۔ پھر یہ دعوت سالانہ ضرور ہوتی تھی۔ میری سہیلیاں آج بھی خالہ جان کی ان شفقتوں کو یاد کرتی ہیں جو میرے ساتھ ساتھ اُن پر بھی نچھاور ہوتی تھیں۔

اسی طرح میری چھٹیوں میں مجھے گھر کا خرچ تھما دیتیں کہ اس ماہ گھر کا خرچ تم نے چلانا ہے۔ پہلے سارا حساب سمجھاتیں کہ یہ بجلی کا بل جائے گا، یہ باقی چیزوں کے بل۔ پھر دھوبی کا حساب۔ پھر ماہانہ جنس کی خریداری۔ روز کی پرچی میں سبزی اور گوشت۔ پھر فرماتیں کہ اب تم اپنی مرضی سے جو چاہو پکوالو اور میں پورا مہینہ گھر داری کرتی۔ ناغے والے دن گوشت نہیں پکتا تھا تو کڑھی یا چنے وغیرہ چیزیں پکا کرتی تھیں۔ کھانے میں نخرہ دکھانا آپ کو پسند نہ تھا لیکن طبیعت اور مزاج کا خیال خود کرتے ہوئے دوسرے کی پسند کا کھانا پکواتی تھیں۔ سبزی وغیرہ پسند کرتی تھیں۔ بینگن پکے ہوں تو ساتھ خشکہ چاول پسند کرتی تھیں۔ کھڑے مصالحے کا گوشت بھی خالہ جان سے ترکیب پوچھ کر میں نے بنایا، بہت اچھا بنا۔

جب میرا رشتہ آیا تو اپنے ابا جان کی چھوٹی سی ڈائری مجھے پڑھنے کے لیے دی کہ میرے ابا نے چند نصائح مجھے لکھ کر دی تھیں کہ یہ پڑھ لو آئندہ زندگی میں تمہارے کام آئیں گی۔

آپ کے گھر میں دعوتیں بھی بہت ہوتی تھیں۔ کوئی بھی تعلق والا پاکستان یا ربوہ کے باہر سے آتا تو اسے ضرور بلاتیں۔ بڑی امی حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور چھوٹی پھوپھی جان حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی تو اکثر ہی کچوریوں کی دعوت ہوا کرتی تھی۔ بڑی دعوتوں پر میز لگانا، چمچے کانٹے وغیرہ سیٹ کرنا میرے ذمہ ہوتا تھا۔ یہ آداب کہ چمچہ کانٹا وغیرہ مینو (menu) کے حساب سے کس جگہ رکھنا ہے، مجھے پھوپھی متین نے سکھایا تھا۔

مطالعہ کی بہت عادت تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی نہ کوئی کتاب ہر وقت آپ کے زیر مطالعہ رہتی۔ دوسری کتابیں (مثلاً fiction وغیرہ) بھی آپ پڑھتی تھیں۔ "عصمت" رسالہ لگا ہوا تھا۔ اچھا ناول خواہ انگریزی کا ہو یا اردو کا میں نے آپ کو پڑھتے دیکھا۔ مجھے بھی مطالعہ کی عادت

ڈالی۔ اچھی کتب مجھے لا کر دیں۔ "شمع"، "افشاں" وغیرہ معیاری ناول لائبریری سے منگوا کر دیئے کہ ان کے مطالعہ سے اردو بھی اچھی ہوتی ہے۔ انگریزی میں Agatha Christie ،Perry Mason کی کتب آپ باقاعدہ پڑھتی تھیں۔ ہاتھ میں بے حد ہنر تھا۔ سلمٰہ ستارے کا کام انتہائی خوبصورت کرتیں۔ اڈّے پر کپڑا اچڑھالیتیں اور اس پر کام بناتیں۔ میرے سامنے آپ نے باجی گوگو کا جوڑا "پٹا پٹی" کا سلمٰہ ستارے کا تیار کیا۔ اس میں مَیں بھی ساتھ لگ جاتی۔ مجھے بھی سکھا دیا تھا۔ اس کے بعد آپ کو گردن کی تکلیف ہو گئی تو آپ نے یہ کام کرنا بند کر دیا۔ اس وقت جو جوڑا بازار سے ہزاروں روپے کا بنتا تھا آپ انتہائی کم قیمت میں تیار کر لیتیں۔ Knitting کا بھی بے حد شوق تھا۔ سلائیوں پر بھی بُنتی کرتیں اور مشین بھی رکھی ہوئی تھی۔ ہمیں بھی آپ کے بُنے ہوئے سویٹر پہننے کا شرف حاصل ہے۔

آپ کی لکھائی بے حد خوبصورت تھی۔ موتیوں جیسی اور بہت باریک لکھا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ میں نے پوچھا کہ آپ کی باقی بہنوں کی لکھائی بھی بہت خوبصورت ہے مگر وہ بڑا بڑا لکھتی ہیں، آپ تو بہت چھوٹا لفظ لکھتی ہیں اور لوگ جو عبارت چار صفحوں پر لکھیں آپ وہ ایک صفحے پر لکھ لیتی ہیں۔ اس پر مسکرا کر فرمانے لگیں کہ "جب میں نے ایم۔ اے کیا اُس وقت تنگی کا زمانہ تھا۔ اتنا کاغذ میرے پاس نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے چھوٹا چھوٹا لکھنے کی عادت پڑ گئی۔ کئی دفعہ کاغذ ختم ہو جاتا تھا تو میں ردی اخبار کے حاشیے پر لکھا کرتی تھی"۔

انگریزی بہت اچھی اور شستہ بولتی تھیں۔ انگریزی میں تقریر بھی کرتی تھیں۔ غیر ملکی مہمان جب جلسہ پر آتے تو ان سے نہایت روانی سے انگریزی میں بات کرتیں۔ میں نے ایک مرتبہ پوچھا کہ آپ کی انگریزی اتنی اچھی کیسی ہے؟ فرمایا "ہمارے زمانہ میں انگریزی کی پڑھائی کا معیار اب سے بہت بہتر تھا۔ اور جب میں نے ایم۔ اے عربی کیا تو مجھے عربی سے زیادہ انگریزی سیکھنے میں محنت کرنا پڑی کیونکہ میڈیم انگلش تھا۔ عربی کا ترجمہ انگریزی یا انگریزی کا ترجمہ عربی میں کرنا ہوتا تھا۔ اردو میں نہیں تھا"۔

آپ نے علم حاصل کرنے کے لیے بے حد محنت کی ہے۔ اور حضرت مصلح موعودؓ کی تربیت نے آپ کی شخصیت میں بے حد نکھار پیدا کر دیا تھا۔ آپ بیٹھی ہوں، کھڑی ہوں، بات کریں یا خاموش رہیں۔ آپ کی شخصیت سب میں قد آور اور بھاری دکھائی دیتی تھی۔ خدا داد رعب بھی تھا۔ سادگی اور انکساری بھی تھی۔

جب محفل میں آپ موجود ہوں تو کسی اور طرف نظر ہی نہیں اٹھتی تھی۔ عجب مقناطیسی اور سحر انگیز شخصیت تھی۔ جس نے دیکھا ہو وہی اندازہ لگا سکتا ہے۔ میرے قلم میں تو اتنی طاقت نہیں ہے کہ احاطہ تحریر میں لا سکوں۔ میں اپنا گھر بار چھوڑ کر آئی تھی۔ کبھی اداس دیکھتیں تو ضرور کہتیں کہ آج خاموش ہو آج Scrabble کھیلتے ہیں۔ جمعرات کی رات کو ہماری Scrabble کی محفل ضرور لگتی۔ میں کبھی آپ سے جیت نہیں سکی۔ انہی دنوں آپ نے تاریخ لجنہ اماء اللہ لکھنی شروع کی۔ جن لڑکیوں کا گروپ آپ کے گھر میں اکٹھا ہوتا ان سے میری بھی دوستی ہو گئی تھی، خاص طور پر باجی رفیق سے۔ سارا دن وہ حوالے نکال کر دیتیں۔ آپ اپنی آفس ٹیبل پر بیٹھ کر تحریر کرتی جاتیں۔ گھر میں بہت رونق ہو گئی تھی۔ میں بھی ان کی صحبت میں لطف اٹھاتی۔ اکٹھے کھانا کھایا جاتا۔ یہ سارا کام آپ نے اپنے ڈرائنگ روم میں ہی کیا۔

1974ء کے آخر میں مَیں پڑھائی ختم کر کے قادیان واپس چلی گئی اور شادی سے تین ہفتہ پہلے ربوہ آئی۔ میرا کچھ جہیز تو انڈیا میں بنا تھا مگر کام والے سارے جوڑے پاکستان میں بنے اور آپ نے خود لاہور جا کر تیار کروائے اور بے حد دلچسپی سے میرا جہیز بنایا۔

میری شادی کی تقریب بھی آپ کے گھر سے ہوئی۔ انتظام تو باہر قصرِ خلافت کے لان میں تھا مگر دوپہر کو بارش ہو گئی اس وجہ سے خالہ جان کے گھر میں ہی کرسیاں وغیرہ لگا کر خواتین مہمانوں کو بٹھایا گیا۔ اور وہیں سے رخصتی ہوئی۔

خلافت سے محبت اور خلیفۂ وقت کی اطاعت آپ کی شخصیت میں نمایاں نظر آتی تھی۔ روز شام کو مغرب کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتیں۔ میں اکثر ساتھ ہوتی تھی۔ حضورؒ آپ کو "آپا صدیقہ" کہا کرتے تھے۔ باوجود رشتہ بڑا ہونے کے آپ نہایت ادب اور احترام سے پیش آتیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت کے کچھ ہی عرصہ کے بعد خطبات کے کیسٹس آنے لگیں، جنہیں آپ بہت باقاعدگی سے سنتیں۔ میں بھی اکثر آپ کے گھر جا کر سنتی تھی کیونکہ سب سے پہلے آپ کے پاس ہی آتی تھیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کے بچوں سے میں نے ہمیشہ آپ کا بہت محبت اور شفقت کا سلوک ہی دیکھا۔ ماں کا رشتہ سب سے آپ نے نبھایا۔

آپ میں انتظامی اہلیت کمال کی تھی۔ اچھی طرح سمجھا کر کام سپرد کرتیں۔ نگرانی بھی

کرتیں۔ اگر کوئی غلطی کر رہا ہوتا تو آرام سے سمجھا دیتیں۔ جلسہ سالانہ مستورات کا کام بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ آپ ہی کے سپرد تھا۔ اسی طرح بڑے بڑے اجتماع وغیرہ بھی۔ ہر شعبہ پر آپ کی نظر ہوتی۔ قیام گاہ کے نقشے بنوا کر لٹکائے ہوتے کہ کس کمرے میں کس شہر کی خواتین نے قیام کرنا ہے۔ قیام وطعام، رہائش، استقبالیہ، صفائی کے انتظام، حفاظت جلسہ گاہ، سٹیج کے تمام انتظامات۔ تمام شعبوں کی نگرانی آپ خود کرتی تھیں۔ سب شعبہ جات کی کی منتظمات آپ سے ہی ہدایات لے کر آگے کام کرتی تھیں۔

جلسہ سے پہلے آپ کے گھر میں بھی خوب کام ہوتا۔ گھر کی گہری صفائی ہوتی، بستروں کو دھوپ لگوائی جاتی، قالین دھلتے۔ پھر آپ مہمانوں کی مدارات کے لیے میووں کی کھچڑی، تلی ہوئی دالیں، سویّاں، انڈے کا حلوہ اور حلوہ سوہن خود بناتی تھیں۔ تیار ہونے پر یہ تمام چیزیں پیپوں اور ڈبوں میں بند کر دی جاتیں اور جلسہ پر نکالی جاتیں۔ جلسہ کے دنوں میں آپ کا گھر زیادہ تر پھوپھی متین اور میں سنبھالتے تھے۔ آپ تو دن رات قیام گاہوں اور جماعتی انتظامات میں مصروف ہوتیں۔ اس کے باوجود مہمانوں کا آپ کے گھر آنا لگا رہتا۔ آپ کے اپنے کمرے میں بھی مہمان بھرے ہوتے تھے۔ بعض دفعہ تو آپ کا پلنگ ڈرائنگ روم میں لگا دیا جاتا۔ قصرِ خلافت والے گھر میں ایک پچھلا حصہ بھی تھا جس میں مہمان ٹھہرتے تھے۔ رات کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ سے جلسہ کے بارہ میں زبانی رپورٹ بھی لیا کرتے تھے۔ دفتر کی طرف سے تحریری رپورٹ باقاعدہ روزانہ بھجوائی جاتی تھی۔

بڑی امی حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اپنی آخری بیماری میں اپنے بیٹے مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب کے گھر چند سال رہیں۔ خالہ جان ان کی آخری بیماری میں اکثر رات کو ڈیوٹی دیا کرتی تھیں۔ وہیں ایک تخت بچھا ہوتا تھا جس پر سو جاتیں۔ بڑی امی رات کو کافی بے چین رہتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ خالہ جان کی رات بھی بے آرامی میں کٹتی تھی۔ لیکن صبح ناشتہ کے بعد فوراً گھر اور وہاں سے دفتر چلی جاتیں۔ بعض دفعہ دن میں بھی چکر لگاتیں۔

میں شادی کے بعد چند سال کے لیے جرمنی چلی گئی۔ میرے میاں کی تقرری بطور مشنری انچارج جماعت تھی۔ جانے سے پہلے میں نے زیور کی وصیت ادا کرنی شروع کی تھی۔ اُس وقت تک کوئی وقت کی پابندی نہ ہوتی تھی۔ آہستہ آہستہ سہولت سے ادا کی جا سکتی تھی۔ لیکن ایک سال کے بعد

غالباً شوریٰ میں یہ فیصلہ ہوا کہ جائیداد پر وصیت دو سال کے اندر ادا کرنی ہوگی۔ خالہ جان نے فوراً مجھے خط لکھا۔ آپ کو سخت فکر تھی کہ جلد میری وصیت ادا ہوجائے ورنہ دوبارہ تشخیص کروانی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی اور وصیت کی ادائیگی کی توفیق مل گئی۔ اگر آپ مجھے فوراً خط لکھ کر اطلاع نہ دیتیں تو لاعلمی کی وجہ سے مجھے کافی مشکل پیش آسکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

1983ء میں جرمنی میں ہمارے گھر تشریف لائیں۔ چند دن قیام فرمایا۔ دو کمروں کا چھوٹا سا گھر تھا۔ اور مہمان بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں فکرمند تھی کہ خالہ جان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ مگر نہایت سادگی اور بے تکلفی سے میرے گھر ٹھہریں اور مجھے احساس تک نہ ہونے دیا کہ انہیں وہاں کوئی تنگی ہوئی ہے۔ مسجد میں عورتیں جوق در جوق آپ سے ملنے آتیں۔ آپ نے سب کو وقت دیا۔ لجنہ کا ایک چھوٹا سا پروگرام بھی ہوا۔ باوجود سفر کی تھکاوٹ کے آپ نے وہاں عورتوں سے ملاقات کے علاوہ اس پروگرام میں تقریر بھی کی اور لجنہ کا جائزہ بھی لیا۔

1984ء میں اپنے سسر کی وفات کے بعد میں اور بچے پاکستان واپس آگئے۔ ان دنوں میرے میاں کی تقرری لندن میں تھی۔ مجھے آپ کی صحت کمزور لگی مگر کام اسی تندہی سے انجام دیتی تھیں۔ گھر میں ویسی ہی مصروفیت تھی۔ میری ساس جو میری خالہ بھی تھیں، وہ اپنی بڑی بہن کے گھر روز رات کو کھانے پر جاتی تھیں۔ اب میں اور بچے بھی ساتھ جانے لگے۔ اس طرح روزانہ رات کو خالہ جان سے ملنا ہوجاتا تھا۔ میں کھانا ساتھ لے جاتی تھی اور سب مل کر کھانا کھاتے تھے۔ اس ضمن میں ایک لطیفہ یاد آگیا۔ میرا بیٹا جو اس وقت ساڑھے تین سال کا تھا کسی کو کہہ رہا تھا کہ ہم ہر روز بڑی نانی کے گھر جا کر اپنا کھانا کھاتے ہیں۔ میرے بچے آپ کو بڑی نانی کہتے تھے۔ آپ نے واقعی بڑی نانی ہونے کا حق ادا کر دیا۔

پھر 1986ء میں میرے چھوٹے بیٹے کی ولادت ہوئی اور بڑے بچے بھی عمر کے تقاضے سے مختلف بیماریوں کا شکار ہوتے رہے۔ کبھی سکول سے خسرہ گھر آجاتی اور کبھی mumps (کن پیڑے) اور باری باری سب بچے یہ بیماریاں بھگتتے تھے۔ ایسی بیماریوں کے دوران میں مہینوں خالہ جان کے گھر نہ جاسکتی تھی کیونکہ آپ کی صحت مجھے ہر چیز سے عزیز تھی کہ کہیں آپ کو کوئی انفیکشن نہ لگ جائے۔

مجھ پر اور میرے بچوں پر آپ کی شفقتیں ہمیشہ نچھاور ہوتی رہیں۔ میں آپ کے لیے کوئی

پسندیدہ چیز بنا کر لے جاتی تو بہت خوش ہوتیں اور پھر بہت ذکر کرتیں کہ یہ میرے لیے بنا کر لائی ہے۔ میں شرمندہ ہوتی۔ دل بڑھانے اور دلداری کرنے میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

چند سال آپ کی زیرِ قیادت مجھے لجنہ پاکستان میں کا کام کرنے کی سعادت ملی۔ جہاں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا وہاں آپ کی شفقتوں سے بھی بہت فیض پایا۔ میں نے کبھی کسی کارکنہ سے آپ کو سختی سے بات کرتے نہیں دیکھا۔ سب کے لیے آپ کے دل میں محبت تھی۔ کسی کی غفلت پر اگر ٹوکا بھی تو اس طرح کہ اصلاح ہو جائے اور دل آزاری نہ ہو۔ اس لیے سارا عملہ آپ پر جان نچھاور کرنے کو ہر وقت تیار رہتا۔ ایک تو اللہ نے آپ کو بلند مقام عطا فرمایا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی زوجہ ہونے کا شرف آپ کو حاصل تھا۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ آپ کے کردار کی اپنی خوبیاں اس قدر تھیں کہ ہر دل میں گھر کر لیتی تھیں اور لوگ دیوانہ وار آپ کے گرد گھومتے تھے۔

نوے کی دہائی میں آپ کی صحت مسلسل گرنے لگی۔ گھٹنے کی شدید تکلیف تھی جس سے چلنے پھرنے میں دِقّت ہوتی تھی۔ اس کا آپریشن کراچی میں کروانا پڑا جو کہ بہت تکلیف دہ آپریشن تھا۔ آپ نے وہ تکلیف بھی بہت حوصلہ سے برداشت کی۔

آپ کو ڈاکٹروں نے کچھ ادویات شروع کروائیں جو بند نہیں ہونی چاہییں تھی مگر آپ نے نامعلوم کس خیال کے تحت ایک ماہ استعمال کر کے چھوڑ دیں۔ اس کی وجہ سے آپ کی یادداشت پر اثر پڑا لیکن پھر بھی جیسے بن پڑتا کام کیے چلے جا رہی تھیں۔ آپ کی غذا بھی برائے نام رہ گئی تھی اور اس سے بھی کافی کمزوری ہو گئی تھی۔

آخری بیماری میں آپ کی بیٹی پھوپھی متین نے آپ کا بے حد خیال رکھا۔ آپ کا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ آپ کی غذا اور دواؤں کا خیال رکھتیں۔ آخری دو سال تو آپ تقریباً بستر پر تھیں اور آپ کو سنبھالنے کا کام آپ کی بیٹی ہی کرتی تھیں۔ انہوں نے بے حد خدمت کی اور بیٹی ہونے کا حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ آمین۔

ساری جماعت آپ کے لیے دعائیں کر رہی تھی مگر 1999ء میں وہ وقت آ گیا جس کے تصور سے بھی دل سہم جاتے تھے۔ تمام خاندان آپ کے گرد اکٹھا تھا۔ مجھے ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب نے کہا کہ اپنے امی ابا کو اطلاع دے دو کہ آخری وقت آ گیا ہے۔ نزع کا عالم ہے۔ میں نے کہا کہ میرے سے یہ الفاظ نہیں لکھے جائیں گے۔ لیکن ان کے اصرار پر کہ اُن کو اطلاع ہونی چاہیے میں نے خط لکھ کر

فیکس کروادیا۔ 3نومبر 1999ء کو دن کے گیارہ بجے کے بعد آپ کی وفات ہوئی اور آپ اپنے پیارے مولا سے جاملیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ساری جماعت غمزدہ تھی۔ عورتیں آپ کے آخری دیدار کو ٹوٹی پڑتی تھیں۔ رش اتنا زیادہ تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ سارے پاکستان سے آپ کی نمازِ جنازہ میں شمولیت کے لیے قافلے ربوہ پہنچ رہے تھے۔ خواتین اپنی پیاری چھوٹی آپا کو آخری مرتبہ الوداع کہنے کے لیے جوق در جوق آرہی تھیں۔ نظم وضبط قائم رکھنے کے لیے ڈیوٹیوں کے باوجود رش قابو میں نہیں آتا تھا۔ اگلے دن عصر کی نماز کے بعد آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی اور آپ اپنے پیاروں سے جاملیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔ آپ کو اعلیٰ عِلِّیِّیْن میں اپنے پیارے آقا کے قدموں میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ سے راضی ہو۔ آپ کے درجات بلند سے بلند ہوتے جائیں۔ آمین ثم آمین۔

آپ کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ شاید کبھی پُر ہی نہ ہو نہ لجنہ میں نہ خاندان میں۔ آپ ایک روشن چراغ تھیں جس کی لَو سے بے شمار چراغ جلے تھے۔ آپ کی زندگی کا خلاصہ ان الفاظ میں نکالا جاسکتا ہے کہ

آپ کو دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد ہر دم اور ہر لحہ آپ کے سامنے رہتا تھا۔ خدمتِ دین کے لیے ایک جوش اور ولولہ اپنے اندر رکھتی تھیں اور آپ کی ساری زندگی اسی کام کے لیے وقف تھی۔

مٹ جاؤں میں تو اس کی پرواہ نہیں ہے کچھ بھی
میری فنا سے حاصل گر دین کو بقا ہو

پیاری خالہ جان

(مکرمہ امۃ المالک فرخ صاحبہ)

کئی دفعہ اس خواہش نے سر اٹھایا کہ خالہ جان کے بارہ میں کچھ لکھوں۔ لیکن کیا لکھوں یہ سمجھ نہیں آتا تھا۔ میری بدقسمتی سمجھ لیں کہ ابا چونکہ ملازمت کے سلسلہ میں دوسرے شہروں میں رہتے تھے اس لیے ربوہ یا تو جلسہ پر آنا ہوتا تھا یا کسی تقریب کے موقع پر۔ اس طرح مجھے خالہ جان کے زیادہ قریب رہنے کا موقع نہیں مل سکا۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ وہ شفیق ہستی، جن کی مسکراہٹ اور شفقت گویا سب کے لیے تھی۔ جب ان کی یاد آتی ہے تو دل میں ایک ٹیس سی اٹھتی ہے کہ کاش وہ دن واپس لوٹ آئیں اور مجھے ان کے قریب رہنے کا موقع مل جائے۔

خالہ جان کی شفقت تو گویا سب کے لیے عام تھی۔ جب بھی ہم جلسہ پر آتے، خالہ جان کے گھر ہاں جانا ہمارے لیے عید کی مانند ہوتا تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی ایک پیارا، متبسم وجود آپ کو خوش آمدید کہنے کے لیے موجود۔ اتنی خاطر تواضع کرتی تھیں کہ کیا بتاؤں؟ کبھی میں نے ان کے چہرے پر شکن نہیں دیکھی کہ اتنے لوگ آگئے ہیں، گھر کا سکون تہہ وبالا کر دیا۔ ہرگز نہیں۔ ہر ایک سے خواہ وہ اہل خانہ ہوں یا لجنات یکساں خلوص، اپنائیت اور پیار سے ملتی تھیں۔

جلسہ کے دنوں میں تو ان کا ڈرائنگ روم خواتین سے کھچا کھچ بھرا ہوتا تھا۔ لجنہ کی اپنی ذمہ داریاں ہوتی تھیں۔ فون پر فون بھی آرہے ہوتے تھے۔ ان کو بھی کام سمجھانا اور دیگر امور کا خیال رکھنا۔ لیکن ہر کام پورے ڈسپلن اور وضعداری سے سرانجام دیتی تھیں۔

خالہ جان بہت مہمان نواز اور محبت نثار کرنے والی ہستی تھیں۔ ان کے گھر جاؤ تو ہر ایک کو یہی محسوس ہوتا تھا کہ شاید میں ہی ان کی سب سے لاڈلی ہوں۔ بہت خیال رکھتی تھیں۔ بار بار اصرار کر کے چیزیں پیش کرتی تھیں۔

لیکن آج میں خالہ جان کو بطور مہمان متعارف کروانا چاہتی ہوں۔

مجھے یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ خالہ جان کئی مرتبہ میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں اور مجھے شرف میزبانی بخشا۔ یہ شاید 1973ء کی بات ہے میرے میاں کی پوسٹنگ لاہور میں تھی۔ آپ نے شاید لجنہ کے کسی دورے کے لیے لاہور آنا تھا تو میں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ میرے ہاں قیام فرمائیں۔ انہوں نے نہایت بشاشت سے میری اس درخواست کو قبول فرمایا۔ اگرچہ ان کے آنے سے پہلے مجھے بار بار یہ خیال آتا تھا کہ اتنی معزز اور معتبر ہستی اب میرے ہاں قیام کرنے آرہی ہے۔ کیا میں ان کا حق ادا کرسکوں گی بھی یا نہیں؟ لیکن کیا بتاؤں کہ خالہ جان کے آنے سے تو گویا میرے گھر میں بہار آگئی۔ انہوں نے کسی قسم کا پریشر ہم پر نہیں ڈالا۔ نہایت اپنائیت، سادگی اور خلوص سے پیش آئیں۔ چونکہ دورے پر آئی تھیں لہذا دوپہر اور رات کا کھانا تو عموماً باہر ہی ہوتا تھا۔ ناشتہ ہمارے ساتھ کرتی تھیں۔ اتنا سادہ ناشتہ کہ کیا بتاؤں۔ ایک ابلا ہوا انڈہ اور چائے کی پیالی۔ ساتھ میں کبھی کبھار سیب بھی لے لیا۔ میرا چھوٹا بیٹا اس وقت ایک سال کا تھا اور وہ ان کے ساتھ ناشتہ میں برابر کا شریک ہوتا تھا۔ اس کو بہت پیار سے اپنے ہاتھ سے کھلاتی تھیں۔ میرے میاں کا بھی بہت خیال رکھتیں اور بار بار کہتیں کہ دیکھو اُن کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ غرض ان کا آنا ہمارے لیے نہ صرف خوشی بلکہ اعزاز کا بھی باعث بنا۔

امی کے ہاں تو اکثر ہی آنا ہوتا تھا۔ لیکن وہی بات کہ میری شادی سے پہلے ابا حضور کی بیماری کی وجہ سے وہ کم ہی ربوہ سے باہر جاتی تھیں۔ لیکن بعد میں تو لجنہ کے دورہ جات کی وجہ سے جب بھی لاہور یا راولپنڈی اسلام آباد جانا ہوتا تو امی کے ہاں ہی ٹھہرتی تھیں۔ میں اگر اتفاقاً امی کے ہاں ہوتی تو سمجھو عیش ہوجاتے۔ ہم سب خالہ جان کے آنے سے یوں خوش ہوتے کہ گویا ہمیں کوئی انعام مل رہا ہے۔ اب اگر دیکھا جائے تو ان کی آمد کسی انعام سے کم نہ تھی۔

جب خالہ جان کے پتہ کا آپریشن فوجی فاؤنڈیشن ہسپتال راولپنڈی میں ہوا تو میرے میاں کی پوسٹنگ منگلا کینٹ میں تھی۔ میں راولپنڈی خالہ جان کی تیمارداری کے سلسلہ میں گئی اور ہسپتال میں روزانہ ڈیوٹی دیتی تھی۔ میں تو تیماردار تھی اور خالہ جان بیمار، لیکن لیٹے لیٹے بھی انہیں یہی خیال رہتا تھا کہ تم تکلیف اٹھا رہی ہو۔ آرام کرلو، یہ کھالو، وہ کھالو۔ غرض مستقل ہمارا خیال رکھ رہی ہوتی تھیں اور اپنی تکلیف ہمیں محسوس نہیں ہونے دیتی تھیں۔

ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد چند دن تو امی کے پاس رہیں۔ پھر میری درخواست اور

اصرار پر منگلا کینٹ ہمارے پاس تشریف لے آئیں۔ ان کے آنے سے بہت لطف آیا۔ ہمارے گھر میں لگتا تھا کہ رونق آگئی ہے۔ بچے بہت خوش تھے اور ہمارے لیے تو ظاہر ہے کہ خوشی اور اعزاز دونوں ہی تھے۔ خالہ جان کو پتّہ کی وجہ سے چکنائی بند کی ہوئی تھی تو میں ان کے لیے اوون میں چکن اور سبزیاں گرل (grill) کر کے بنا دیتی تو بہت خوش ہوتیں کہ بہت مزیدار کھانا بنایا ہے۔ غرض دوسروں کا دل جیتنا اور ان کا مان بڑھانا تو کوئی ان سے سیکھے۔ میں کھانا پکانے میں کوئی خاص لائق نہیں لیکن خالہ جان کی حوصلہ افزائی سے لگتا تھا کہ واقعی کوئی خاص ڈش ہی بن گئی ہے۔

خالہ جان جب بھی آتیں تو تحفے تحائف سے لدی پھندی ہوتیں۔ اس کے علاوہ بھی میں نے دیکھا کہ ہم بھانجیاں کچھ زیادہ ہی demanding ہو جاتی تھیں۔ اور اکثر ان سے تحائف وصول کرنے کے علاوہ مزید تحفے بھی بٹورنے کی کوشش کرتیں۔ مگر مجال ہے کہ خالہ جان کی پیشانی پر کوئی شکن آئی ہو یا کبھی انکار کیا ہو۔

میرے بڑے بیٹے کی شادی ملتان میں ہوئی تھی۔ اس وقت تک ہمارا گھر بھی نہیں بنا تھا۔ میں اپنے سسرال میں رہتی تھی اور ساتھ والا گھر میری بہن امۃ النصیر کا تھا۔ دونوں گھر ساتھ ساتھ ملے ہوئے تھے، اس لیے ایک ہی گھر کا گمان ہوتا تھا۔ خالہ جان اور خالہ طیّبہ (مکرمہ سیّدہ طیّبہ صدیقہ صاحبہ) کا ایک ہی کمرے میں رہائش کا انتظام کیا۔ دل تو بہت چاہتا تھا کہ ان کے لیے الگ سے کمرہ ہو تاکہ ان کو ہر طرح کا آرام اور آسائش دی جاسکے لیکن ممکن نہیں تھا۔ لیکن خالہ جان نے ہمیں بالکل محسوس نہ ہونے دیا۔ بہت آرام سے رہیں اور وقتاً فوقتاً ہماری رہنمائی بھی کرتی رہیں۔ میرے سسرال والوں سے خوب گھل مل کر رہیں۔ وہ بھی خالہ جان کے آنے اور ان کے قیام سے بہت خوش تھے۔

اب کیا لکھوں۔ بڑا پن، اپنائیت، خلوص، بے لوث چاہت کا مجسم نمونہ اگر دیکھنا ہو تو میری پیاری خالہ جان کو دیکھ لو۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے خالہ جان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

"نذرِ الٰہی" کی نذر

(مکرم سیّد حمید اللہ نصرت پاشا صاحب)

یہ چند سطور ایک ایسی شخصیت کی نذر ہیں جس کی تمام زندگی ہی اللہ کی نذر رہی۔ یہ مضمون اس شخصیت کی زندگی کے واقعات سے زیادہ اُن تاثرات پر مبنی ہے جو ایک ادنیٰ مشاہدہ کرنے والے پر قائم ہوئے اور اب بھی قائم ہیں۔

"نذرِ الٰہی" اصل میں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا ہی دوسرا نام تھا جو ان کے والدِ گرامی حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے ان کو دیا تھا۔ آپ کا نام "مریم صدیقہ" معروف ہو گیا اور آپ کا دوسرا نام "نذرِ الٰہی" غیر معروف رہا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی سیرت و سوانح کو کسی ایک عنوان کے تحت لانا شاید مشکل ہو، لیکن اگر کوئی ایک عنوان دینا ہو تو آپ ہی کا یہ دوسرا نام جو نسبتاً غیر معروف ہے یعنی "نذرِ الٰہی" شاید موزوں ترین عنوان ہو۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ، احباب جماعت میں "چھوٹی آپا" اور "امّ متین" کے ناموں سے جانی جاتی ہیں۔ اور چونکہ آپ خاکسار کی والدہ سیّدہ امۃ الرفیق صاحبہ کی بڑی بہن تھیں اس لیے مَیں انہیں "خالہ جان" کہتا تھا اور اس مضمون میں جہاں جہاں میں نے "خالہ جان" کی اصطلاح استعمال کی ہے اس سے مراد حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ، حرم حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہیں۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو یہ عظیم شرف حاصل تھا کہ آپ نے قرآنِ کریم حضرت مصلح موعودؓ سے سبقاً پڑھا تھا۔ تقریر کرتے ہوئے، درس قرآن دیتے ہوئے یا کسی علمی موضوع پر بات کرتے ہوئے آپ کا علم قرآن آپ کی گفتگو سے خوب جھلکتا تھا۔ آپ بہت سلاست کے ساتھ اور مختصر پیرایہ میں قرآنی نکات بیان کر دیا کرتی تھیں۔

آپ صاحبِ علم بھی تھیں، علم دوست بھی تھیں اور دوسروں کو حصولِ علم کی طرف راغب

کرنے والی بھی تھیں۔ ایک دفعہ مَیں نے پیشگوئی مصلح موعودؓ کے حوالہ سے آپ سے کوئی بات دریافت کی۔ آپ نے مجھے اس طرف توجہ دلائی کہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا وہ خطبہ پڑھوں جس میں آپ نے مصلح موعودؓ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ خطبہ "الموعود" کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع شدہ تھا اور خالہ جان کے بک شیلف میں موجود تھا۔ اگرچہ یہ خطبہ میں نے پہلے پڑھا ہوا تھا لیکن اب دوبارہ پڑھنے کا موقع بھی مل گیا اور مجھے اپنے سوال کا جواب بھی مل گیا۔

ایک مرتبہ میں نے آپ سے سوال کیا کہ "کیا حضرت مصلح موعودؓ کو کبھی آپ کی موجودگی میں الہام ہوا ہے؟" آپ نے برجستہ فرمایا "کئی دفعہ"۔ پھر آپ نے مجھے یہ بھی بتایا کہ کئی مرتبہ یہ بھی ہوا کہ حضورؓ کو رات کے اوقات میں الہام ہوا تو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو جگا کر بتایا کہ ابھی ابھی یہ الفاظ الہام ہوئے ہیں۔

حضرت چھوٹی آپا خود بھی صاحب کشف و الہام تھیں۔ جنرل ضیاء الحق کے فضائی حادثے سے پہلے آپ کو یہ الفاظ الہام ہوئے تھے:

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

مہمان نوازی ایک اعلیٰ خُلق ہے، لیکن جب اِس خُلق کا اظہار روزمرّہ کا معمول ہو جائے اور روزانہ کی بنیادوں پر ہو تو یہ خُلق اعلیٰ تر اور نمایاں تر ہو جاتا ہے۔ حضرت چھوٹی آپا کے گھر احمدی خواتین کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ اِن میں دیہاتی ماحول سے آنے والی ایسی خواتین بھی ہوتیں جن کی گفتگو بہت سادہ ہوتی اور ڈاکٹر اور پروفیسر خواتین بھی ہوتیں جن کی گفتگو بہت علمی ہوتی تھی۔ یہ سب حضرت چھوٹی آپا سے ملنے آپ کے گھر آتیں اور آپ سے بلا تکلف گفتگو کرتیں۔ ایک موقع پر بڑی تعداد میں خواتین مہمان آئی ہوئی تھیں۔ روٹی اور سالن لنگر سے آئے ہوئے تھے۔ مہمان خواتین روٹی کے درمیانی حصے سے نوالے توڑتیں جو کہ نسبتاً زیادہ نرم ہوتا ہے اور کنارے چھوڑ دیتیں۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ ان مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے روٹی کے بچے ہوئے کنارے کے ٹکڑوں سے نوالے بنا کر کھاتیں۔

بعض نہایت مخلص احمدی خواتین حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے گھر میں خانہ داری کے معاملات میں آپ کی مستقل طور پر معاونت کرتی تھیں۔ یہ خواتین حضرت چھوٹی آپا کا بہت خیال

رکھتیں لیکن اُن سے بڑھ کر حضرت چھوٹی آپا اِن خواتین کا خیال رکھتی تھیں۔مادرانہ شفقت کے ساتھ اُن کی ضروریات کا خیال بھی رکھتیں اور بہت نرمی سے اُن کی تربیت بھی فرماتیں۔

میں جب خالہ جان کو خط لکھتا تو لفافہ پر نام "حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ "لکھتا۔ایک مرتبہ کراچی سے خدام کے سالانہ اجتماع پر ربوہ آیا ہوا تھا اور خالہ جان کی طرف مقیم تھا۔میرے خط کے حوالے سے مجھ سے فرمانے لگیں کہ "میرے نام سے پہلے حضرت نہ لکھا کرو"۔یہ آپ کی عاجزی کا بے ساختہ اور لطیف اظہار تھا۔

میرے والدین کا گھر کراچی میں تھا۔ہمارا ربوہ آنا بالعموم جلسہ سالانہ کے موقع پر ہی ہوتا تھا۔پھر جب خالہ جان کراچی تشریف لاتیں تو اکثر ہماری طرف قیام فرماتیں۔پھر وقفِ زندگی کے بعد میرا پہلا تقرر 1990ء میں فضلِ عمر ہسپتال ربوہ میں ہوا۔حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی شخصیت کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور متعدد واقعات ہیں جو یاد ہیں لیکن چند واقعات کے بیان کے بعد میں ان کی شخصیت کے بارہ میں جو میرے تأثرات ہیں وہ عرض کروں گا۔

ایک مرتبہ خالہ جان کے گھر کے اُس صحن میں جو باورچی خانہ کے ساتھ ملحق تھا، ایک بڑی گوہ آگئی اور وہاں رکھی ایک پیڑی کی اوٹ میں اس طرح چھپ گئی کہ صرف اس کی طویل دم دکھائی دے رہی تھی۔معاون خواتین سمجھیں کہ ایک بڑا سانپ ہے۔اور اس گھبراہٹ میں شور مچادیا۔ہماری ایک عزیزہ جو وہاں موجود تھیں گھبرائی ہوئی آئیں اور خالہ جان سے ذکر کیا۔میں اتفاقاً وہاں موجود تھا۔خالہ جان کا چہرہ اُسی طرح مطمئن رہا۔کسی قسم کا کوئی خوف اُن کے چہرہ پر نہ آیا۔اطمینان سے اٹھیں اور ایک رائفل اور اس کی ایک گولی لے آئیں۔میرے سامنے اس رائفل کو لوڈ کیا اور مجھے کہا کہ اُسے ماردوں۔چنانچہ میں مار آیا اور خالہ جان کو رائفل واپس کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ وہ سانپ نہیں گوہ تھی۔ہلکے سے تبسم کے ساتھ انہوں نے وہ رائفل وصول کی اور مُڑ کر مجھ سے کہا کہ یہ حضرت مصلح موعودؓ کی رائفل ہے۔

1991ء کا جلسہ سالانہ قادیان ایک تاریخی واقعہ تھا۔تقسیمِ ہند کے بعد چوالیس (44) برس کے عرصہ کے بعد خلیفۃ المسیح زمینِ قادیان پر قدم رکھ رہے تھے اور جلسہ میں شرکت فرمارہے تھے۔خالہ جان ربوہ سے تشریف لے گئی تھیں۔جب شرکا جلسہ سے واپس پہنچے تو جیسا کہ معمول ہوتا ہے، واپس آنے والے احباب سے وہاں کے حالات اور کیفیات سننے کا موقع ملا۔اکثر احباب جذبات

سے مغلوب ہو کر کہتے کہ اُن کا دل چاہتا ہے کہ بس وہیں یعنی قادیان میں آباد ہو جائیں۔ اس حوالے سے جب میں نے خالہ جان سے اُن کی کیفیت دریافت کی تو اُن کا جواب حقیقت پسندی اور قولِ سدید کا شاہکار تھا۔ قادیان سے وابستہ ساری حسین یادوں کا اعتراف کرتے ہوئے انہوں نے مجھے سمجھایا کہ زندگی کا دھارا آگے کی سمت چلتا ہے۔ اور ہجرت کے بعد کی زندگی اور طرزِ زندگی سے اب پلٹ کر وہ پرانی طرزِ زندگی اختیار کرنا ایک غیر حقیقت پسندانہ خیال ہو گا۔ پس جذبات سے بلند ہو کر انہوں نے وہ قول سدید بیان کیا جو Realism پر مبنی تھا۔

میرے لیے یہ باعثِ اعزاز ہے کہ خالہ جان اپنے ڈینٹل علاج میں میرے زیرِ علاج رہی ہیں۔ آپ دوا کبھی بھی ہسپتال سے نہ لیتیں بلکہ قیمتاً خریدتیں۔ آپ کا کہنا تھا کہ یہ سہولت صرف کارکنان کے لیے ہے۔ میرا یہ موقف تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اہلیہ ہونے کے ناطے اُن کا استحقاق تھا کہ ہسپتال سے دوا وصول کریں۔ لیکن خالہ جان اپنی دلیل پر قائم رہیں اور دوا ہمیشہ باہر سے خریدتی رہیں۔

میری بڑی بیٹی ملاحت پاشا کی ولادت فضلِ عمر ہسپتال ربوہ میں ہوئی تھی۔ بچی کی ولادت کی خبر آنے تک خالہ جان ہسپتال میں موجود رہیں اور زیرِ لب دعائیں کرتی رہیں۔ میں نے جب انہیں خوشخبری سنائی تو فرمانے لگیں "مبارک ہو۔ بیٹیاں بھاگوان ہوتی ہیں"۔

1993ء میں میرا تقرر مغربی افریقہ کے ملک گیمبیا ہوا۔ ربوہ سے روانگی سے قبل خالہ جان کے گھر الوداعی کھانا اور ملاقات تھی۔ کچھ دیر کے لیے باقی مہمانوں سے توجہ ہٹا کر میرے پاس میرے ساتھ آکر بیٹھ گئیں اور باتیں کیں۔ یہ اُن کا اعلیٰ اظہارِ شفقت تھا۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی شخصیت میں عاجزی اور رُعب کی ایک عجیب اور ناقابلِ فراموش آمیزش تھی۔ آپ کی عاجزی میں کسی قسم کی بناوٹ نہ تھی اور آپ کے رعب میں کسی قسم کی انانہ تھی۔ دینی کاموں اور خدمتِ سلسلہ میں آپ کا انہماک متأثر کن تھا اور یہ انہماک بہت نظم و ضبط کا حامل تھا۔ آپ کی طبیعت میں کٹر پن یا خشکی نہ تھی بلکہ کشادہ سوچ کے ساتھ ایک خوشگوار اور شائستہ حسِ مزاح بھی تھی۔ آپ کی گفتگو میں ہمیشہ صراحت ہوتی۔ کسی دینی موضوع یا علمی نکتہ پر اظہارِ خیال کر رہی ہوتیں یا گھر میں کام کرنے والے کسی مستری کو ہدایات دے رہی ہوتیں، ہمیشہ بڑی وضاحت کے ساتھ بات کرتیں۔ مختصر اور بے تکلفانہ بات کرتیں اور بہت صریح انداز میں۔

باوجود عمر رسیدگی اور صحت کی کمزوری کے، راہِ خدا میں آپ کی انتھک محنت اپنی ذات میں ایک اعجاز ہے۔ اور یہ محنت بڑی بشاشت کے ساتھ ہوتی تھی۔ چہرے پر ماندگی ظاہر نہ ہوتی۔ قرآنِ کریم کی درس و تدریس آپ کی زندگی کا لازمی حصہ تھا۔ ہزاروں احمدی خواتین نے آپ سے قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھا اور سیکھا۔ پھر حالات کے سبب پریشان کن خبریں بھی آپ کی زندگی کے معمولات کا حصہ بن چکی تھیں۔ کبھی کسی احمدی کی شہادت اور کبھی اسیری کی خبر آرہی ہوتی۔ لیکن حالات جیسے بھی ہوتے آپ کی شخصیت لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا کی تصویر بنی رہتی۔ آپ نے ایک بہادر مومن کی طرح اپنی زندگی کا سفر طے کیا۔

آپ کی ذات کا فیض ایک فیضِ عام تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک شعر یاد آتا ہے:

کبھی ٹھہرو تو مثلِ ابرِ بہار
جب برس جائے فیضِ عام چلو

اس خوبصورت شعر کے کہے جانے سے بہت قبل بھی اور اس شعر کے کہے جانے کے بعد بھی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی زندگی اس شعر کے مضمون کی مصداق رہی۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر والدین اپنی اولاد کو اللہ کی راہ میں بطور "نذر" وقف کرتے ہیں۔ لیکن انجام کار اولاد کی بعد کی زندگی کے واقعات ہی بتاتے ہیں کہ وہ زندگی کس حد تک خدا کی خاطر گزاری گئی۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے اپنی بیٹی مریم صدیقہ کا دوسرا نام "نذر الٰہی" اسی پاکیزہ جذبہ کے تحت رکھا تھا۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے سیرت و سوانح اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ فی الواقعہ "نذر الٰہی" ہی تھیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ عِلِّیِّیْن میں جگہ دے۔ آمین

پیاری خالہ

(مکرمہ امۃ الکافی عمر صاحبہ)

خالائیں تو ہماری بہت تھیں اور ہیں۔اور خدا کرے کہ صحت و سلامتی والی لمبی زندگی پائیں لیکن بہت "پیاری خالہ" تو صرف ایک ہی تھیں۔اپنی صفات اور خوبیوں اور وجود کی طرح بے حد پیاری۔پیار کرنے والی اور سب نے ان سے پیار بھی بہت کیا۔ہمارے نانا جان (حضرت میر محمد اسحاق صاحب) کی بیٹیوں کی اولاد نے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کو پیاری خالہ کہا۔حضرت چھوٹی آپا کو مخاطب کرتے ہوئے یا بات کرتے ہوئے بہت سے لوگوں نے میرے منہ سے جب بھی یہ الفاظ سنے بہت ہی پسند کیے۔

پیاری خالہ کے لفظ میں جس قدر مٹھاس اور لذت ہے۔اس سے کہیں بڑھ کر اس پاک اور عظیم ہستی میں تھی۔ہوش سنبھالا تو ان کو ہمیشہ سے پیاری ہی پایا۔اگر ان کی زندگی کی خوبیوں اور محاسن کو دیکھوں اور یاد کروں تو اقبال کا فقرہ ذہن میں اکثر آتا ہے۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ربوہ کے پرانے گھروں کے نظارے آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتے ہیں۔جب ہم بچے تھے اور بند بوٹوں کے ساتھ مٹی کے گرد و غبار میں بے تحاشہ بھاگتے ہوئے اکثر اوقات بزرگوں کے گھروں میں چلے جاتے تھے۔قصرِ خلافت میں متعدد بار جانا۔ابّا حضورؓ کو جا جا کر دیکھنا۔حضورؓ کا زندگی کے آخری سالوں میں اپنے سفید براق پلنگ پر لیٹے ہونا یاد آتا ہے۔امّی جب اپنا تعارف کرواتیں تو فرماتے "بشریٰ! قادیان چلو گی ہمارے ساتھ"۔اور وہیں کہیں آس پاس پیاری خالہ اور کبھی مہر آپا اور کبھی دوسرے بزرگ نظر آتے۔ایک نظارہ یاد ہے۔کچھ نہیں پتہ کس کی شادی تھی۔پیاری خالہ نے غرارہ پہنا ہوا تھا اور دونوں کلائیاں کانچ کی بے حد خوبصورت چوڑیوں سے بھری ہوئی تھیں۔وہ نظارہ پتہ نہیں کیوں ذہن سے کبھی نہیں نکلا۔کیونکہ شاید اس کے بعد ابّا حضورؓ کی وفات ہو گئی اور پیاری خالہ

نے مکمل سادگی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ لیکن یہ مجھے ایک آدھ مرتبہ ضرور بتایا کہ اب میں سادہ کپڑے پہنتی ضرور ہوں لیکن کپڑا اچھا ہونا چاہیے۔ اور سلائی بھی ان کو اچھی پسند تھی۔ خود اس قدر اچھی سلائی کرتی تھیں کہ ماہر کاریگر کے علاوہ کسی کی سلائی انہیں پسند نہ آتی تھی۔

دفتر میں جب بھی کوئی ماں اپنی بیٹی کو رخصتی سے قبل یا بعد ملوانے لاتی اور کہتی کہ کوئی نصیحت کریں تو ہمیشہ یہی جواب دیتیں کہ بس ایک بات ہمیشہ یاد رکھو کہ خدمت، خدمت اور خدمت۔ دوسرے کے ہمیشہ کام آؤ۔ اور پھر اپنا زمانہ بتاتیں کہ کس طرح چھوٹی سی عمر میں ایک عظیم الشان ہستی کے عقد میں آئیں۔ ایک بھرا پُرا خاندان تھا۔ صرف ایک شعار اپنا لیا کہ سب کی خدمت کرنی ہے۔ اور پھر جواب میں سارے خاندان نے بھی بہت محبت کی۔ اور اس محبت کا ہمیشہ احسان مندی سے ذکر فرماتیں۔ حالانکہ کمال تو حضرت پیاری خالہ کے اپنے وجود کا تھا کہ ہر ایک کے لیے، اپنے پرائے کے لیے، دور قریب کے رشتہ دار کے لیے سراپا محبت اور خلوص اور کام آنے کے جذبات سے بھرپور تیار رہا کرتیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ ایک ایسی ہستی جن کے اخلاق، عادات، مزاج، نیکی، تقویٰ اور حسنِ عمل بہت ہی عدیم المثال تھا۔ تو کچھ غلط نہ ہوگا۔ گھر کے کام ہوں۔ سلیقہ شعاری کے ماہرانہ جوہر نظر آتے۔ عام انسانوں سے حسنِ سلوک تو ہر ایک آپ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتا۔ بہت ہی سلیقہ مند تھیں اور ہم نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔ گھر داری کس طرح چلانا ہوتی ہے۔ کم خرچ میں مہینہ بھر کس طرح گزارا کرنا ہے۔ لیکن کنجوس تو آپ بالکل ہی نہ تھیں۔ بہت کھلے دل کی مالک تھیں۔ تحائف دینے کا بہت شوق تھا کسی کا کوئی بھی موقع آتا تو سب سے پہلے تحفہ دینا اور اچھا قیمتی تحفہ دینا آپ کا شعار تھا۔ اپنی زندگی کے آخری چند سالوں کے علاوہ جہاں تک ممکن ہوا (باوجود ٹانگوں اور گھٹنوں میں شدید تکلیف کے) ہر ایک کے گھر بصد خلوص جاتیں۔ کوئی بیمار ہے تو سب سے پہلے حال پوچھنے والوں میں ان کا نام ہوتا۔ کسی کا بچہ پاس ہوا ہے تو مبارکباد دینے جارہی ہیں اور اکثر و بیشتر بچوں کی حوصلہ افزائی کے لیے کوئی نہ کوئی تحفہ بھی ضرور دیتیں۔ عموماً میں نے گھر میں ان کے ٹیلیفون Rack کے پاس شادیوں کے کارڈز بے شمار تعداد میں رکھے دیکھے اور جب بھی پوچھا کہ پیاری خالہ اتنی شادیوں پر جائیں گی؟ تو ہمیشہ محبت بھرے انداز میں یہ جواب دیتیں کہ "جب لوگ بلاتے ہیں تو کیسے انکار کروں؟ حالانکہ بعض دفعہ مالی تنگی بھی ہوتی ہے۔ لیکن دوسروں کی خوشی میں شامل بھی تو ہونا ہے"۔

آپ کی چونکہ تربیت حضرت مصلح موعودؓ سے بلاواسطہ ہوئی تھی۔ اس وجہ سے قدم قدم پر ہمیں بھی آپ کے اندر حضورؓ کے اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ تعلیم و تربیت کا بہت عکس نظر آتا تھا۔ اور اگر مَیں پیاری خالہ کے بارے میں صرف اتنا ہی کہہ دوں کہ آپ حضورؓ کی زندگی کا دوسرا عکس تھیں، تو غلط نہ ہوگا۔ جیسے آٹے میں کچھ ملائیں تو اچھی طرح گوندھ جاتا ہے اسی طرح ہماری پیاری خالہ کا خمیر (حضرت مصلح موعودؓ جن سے آپ کو غیر معمولی محبت اور عشق تھا) کے وجود سے مزیّن تھا۔

خلافت کا ادب احترام تو تھا ہی بہت زیادہ۔ لیکن اپنے شوہر سے اس قدر محبت کہ کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے اور جب کبھی چھوٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے یہ کہتیں کہ تمہارے ابا حضورؓ یہ کہتے تھے۔ یا یہ فرماتے تھے تو ان کے منہ سے بہت ہی اچھا لگتا۔

ایک بے حد چھوٹی مگر بہت پیاری بات یاد آئی کہ جب بھی کسی چھوٹی کار میں بیٹھنے لگتیں تو کبھی پچھلی سیٹ پر ڈرائیونگ سیٹ کے پیچھے نہ بیٹھتیں۔ بلکہ دوسری طرف بیٹھا کرتیں اور یہ صرف اس لیے کرتیں کہ حضرت مصلح موعودؓ (ان کے عظیم شوہر) ان کو ہمیشہ دوسری طرف بٹھاتے۔

آپ بڑوں کا بھی بہت لحاظ فرماتی تھیں۔ بہت سے بزرگوں کے ہاں باقاعدہ جایا کرتیں۔ جو ہم نے دیکھا ہے اس میں خاص طور پر آپ کی بڑی نند حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی تو آپ نے بہت ہی خدمت کی۔ آخری سالوں میں جبکہ پیاری خالہ خود بھی کوئی اتنی جوان نہ تھیں لیکن آپ نے کمال ہمت اور بہادری سے گھنٹوں گھنٹوں کی ڈیوٹی دے کر آپؓ کا خیال رکھا۔ مجھے وہ نظارے یاد ہیں کہ کرسی پر ان کے قریب ہی بیٹھی رہتیں اور جب بڑی امیؓ کی آنکھ لگتی تو پیاری خالہ قرآنِ مجید کے نوٹس بنا رہی ہوتیں۔ یا کچھ نہ کچھ لکھ رہی ہوتیں۔

قرآنِ مجید سے شدید عشق تھا اور بلاشبہ آپ کی زندگی اس عظیم کتاب کے علوم سیکھنے اور سکھانے میں گزری۔ چند دن تو شوق اور جذبہ سے ہر انسان کوئی نہ کوئی کام کر ہی لیتا ہے، لیکن مسلسل زندگی بھر ایک عہد کو نبھاتے رہنا کوئی آسان کام نہیں۔ آپ بہت معمورالاوقات تھیں۔ آپ کا ہر دن، ہر گھنٹہ اور ہر منٹ کے حساب سے سیٹ ہوتا۔ ابھی ناشتہ شروع بھی نہیں کیا ہوتا تھا کہ علی الصبح ہی لڑکیاں اور خواتین ترجمۃ القرآن سیکھنے کے لیے جمع ہونا شروع ہو جاتی تھیں۔ اور یہ سلسلہ اڑھائی تین گھنٹے تک جاری رہتا۔ اس کے بعد لجنہ کا دفتر۔ دوپہر کو بھی گھر آکر مطالعہ فرماتیں اور اکثر شامیں تو خدمتِ خلق یا لوگوں کے حقوق و فرائض ادا کرنے میں گزار دیتیں۔

میری بیٹی بِکی (مبارکہ) از حد خاموش طبع تھی۔ شروع میں پیاری خالہ سے پڑھنے جاتی تو آہستہ آہستہ اور رک رک کر پڑھتی۔ ایک دو دفعہ دبے لفظوں میں مجھے یہ سب بتایا لیکن بعد میں وہ خوب رواں ہو گئی تو بہت خوش ہوئیں اور جب اس نے ترجمہ ختم کر لیا تو اکثر خوش ہو کر بتاتیں کہ خاندان میں سب سے کم وقت میں بِکی نے ہی ترجمہ پڑھا ہے۔

زندگی بھر دوسروں کو خوشیاں دیں اور ان کی خوشیوں کو بھی اپنے اندر محسوس کیا۔ یہ فقرہ میں نے یونہی نہیں لکھا مجھے جتنا وقت ساتھ اور قربت کا ملا میں نے ہر ہر پل یہی مشاہدہ کیا کہ اس عظیم عورت کے پاس کتنا بڑا دل تھا؟ اور دل کی اس پاکیزگی اور خلوص نیت کا ان کے چہرے پر بہت ہی حسین اور خوبصورت امتزاج نظر آتا تھا۔ ہر قسم کے میک اپ سے پاک، صاف، ستھرا، روحانی چہرہ، محبت بھری آنکھیں، مسکراتے لب، بے تکلف سادہ اور ہر قسم کے ریا سے پاک وجود تھا۔ میرا دل سوچ رہا ہے کہ وقت نے کتنے خوبصورت وجود ہم سے لے لیے۔

وے صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

میرا ایک بے حد معمولی آپریشن تھا۔ لیکن سخت ڈر لگ رہا تھا۔ آپریشن کے آغاز سے قبل میں نے ضد کر کے اپنے کچھ بزرگوں سے درخواست کی کہ آپ نے ہسپتال اس وقت ضرور آنا ہے۔ ان میں پیاری خالہ بھی تھیں۔ میرا اصرار تھا کہ جب تک آپ آپریشن تھیٹر کے باہر موجود نہ ہوں گی میں آپریشن نہیں کراؤں گی۔ اگرچہ آپ کو بعض ضروری کام بھی تھے لیکن آپ نے میری اس خواہش کو رد نہ فرمایا اور سارا وقت باہر بینچ پر بیٹھی رہیں۔

ایک خوشی کے موقع پر میرے شوہر مرزا عمر احمد نے فیصل آباد جانے کے لیے آپ سے دفتر کی گاڑی کی درخواست کی۔ اُسی خط پر آپ نے اپنے ہاتھ سے اس قدر دعائیں تحریر کیں اور گاڑی کے استعمال کی اجازت دی کہ دل باغ باغ ہو گیا۔ وہ خط میں نے اب تک سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔

جب اپنے نئے گھر "الصفہ" میں منتقل ہوئیں تو ہم میں سے اکثر نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ مدد کروائیں گے کیونکہ اکیلی تھیں اور ممانی متین (بیٹی) بھی ان دنوں امریکہ تھیں۔ ہم کافی ساری لڑکیاں روزانہ ان کے گھر جاتیں۔ اپنا شغل زیادہ اور کام کم ہی ہوتا تھا۔ اور خاطریں خوب

ہوتیں۔ کھاتے پیتے اور تھوڑا سا کام کرواتے اور گھروں کو لوٹ جاتے۔ لیکن روزانہ ہماری اس قدر شکر گزار ہوتیں کہ سخت شرم آتی تھی۔ گھر سیٹ کرنے پر سب کو بے حد قیمتی تحائف بھی دیئے۔ جب کام مکمل ہو گیا تو چند روز مزید انتظار کیا کہ 20 فروری آ رہی تھی اور پھر باقاعدہ اسی دن دعاؤں اور نوافل کے ساتھ اپنے نئے گھر میں پہلی رات گزاری۔ مجھے کبھی کبھار اپنے کمرے کے قالین کو صاف کرنے کے لیے بلواتیں۔ لیکن گھر میں داخل ہوتے ہی کہتیں کہ چائے پی لو، یہ کھالو، وہ کھالو۔ اس قدر مدارات شروع ہو جاتی تھیں کہ سخت ندامت ہوتی کہ پیاری خالہ میں نے کیا کیا ہے؟ کبھی دعوتوں میں تھوڑی دیر کے لیے مہمان نوازی میں مدد کے لیے بلاتیں تو بچوں کے لیے کھانا بھی بھجوا دیتیں۔ اب ہمارے لیے ایک ایسا بزرگ نہ رہا جو اپنے رشتے داروں کے علاوہ غیروں کے لیے بھی گوشہ عافیت تھا۔ بے شمار لوگ جماعت احمدیہ میں ایسے ہیں جن کے ساتھ بالکل رشتہ داروں جیسے تعلقات اور ملنا جلنا رہا۔ وہ بے حد بے تکلفانہ آتے۔ ان کے گھر ٹھہرتے اور خوب لطف اندوز ہوتے۔

اپنے مضمون کے لحاظ سے اگرچہ ایک بھانجی کی کچھ یادیں ہی میں نے بیان کی ہیں۔ عجیب بات تھی۔ میں سگی بھانجی نہ تھی۔ میری امی پیاری خالہ کی چچا زاد بہن تھیں لیکن حضرت میر محمد اسماعیل صاحب اور حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی اولادوں نے بچپن اکٹھے گزارا اور آپس میں بے حد تعلق رہا۔ اس وجہ سے کبھی اپنے بڑوں سے کوئی ایسی بات نہ سنی تھی کہ دور یا قریب کے رشتہ داروں میں تفریق بھی ہوتی ہے۔ بس بے حد قربت کا احساس ہوتا اور یہ حضرت پیاری خالہ کے پر شفقت وجود کی ہی وجہ تھی کہ سب ہی کو ان سے گہرا انس رہا۔ میر الجنہ کے کاموں میں جتنا ساتھ رہا اس کے حوالے سے سب کچھ بیان کرنا یہاں ممکن نہیں اختصار سے صرف ایک دو باتوں کا ذکر کرتی ہوں۔

جب بھی لجنہ کے لیے کوئی نیا کام شروع کرنے کا منصوبہ بنایا کہ پیاری خالہ اس طرح کر لوں؟ تو کبھی انکار نہ کرتیں۔ فرماتیں "ضرور کرو" اور انجام کار اچھا ہوتا تو بہت پسند فرماتیں اور اگر کوئی خامی رہ جاتی یا وہ کام مکمل نہ ہوتا تو نہایت پیار سے سمجھاتیں کہ "مجھے پتہ تو تھا کہ یہ اس طرح ہو گا لیکن میں یہ چاہتی تھی کہ تم بھی خود تجربہ سے سیکھو۔ ہاں کام کرو اور شوق سے کرو۔ غلطیاں تو ہر انسان سے ہوتی ہیں"۔ نہ جانے ہم میں کتنی کمزوریاں، خامیاں تھیں اور ہیں۔ اکثر ان کو ستاری کرتے ہوئے ہی پایا۔ خدا کے دین کے کام بھی عجیب ہوتے ہیں۔ کبھی پیاری خالہ کی زندگی میں خیال آتا کہ کہیں ان کو کچھ ہو گیا تو لجنہ کا کیا بنے گا؟ اس تصور سے جان نکل جاتی تھی کہ خدانخواستہ پھر کیا ہو گا؟

ہم سب تو ان سے از حد وابستہ ہو چکے تھے ہماری ہر کام کی جان تھیں وہ۔ لیکن ان کی دو سال کی بیماری میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں رفتہ رفتہ چلنا سکھا دیا۔ اور خدا کے فضل سے اس کی غیر معمولی تائید نے ہمیں پھر نئی زندگی بخشی۔ خدا کرے یہ ہمیشہ قائم و دائم رہے۔ آمین۔

لجنہ کے تمام کام جو ہم نے ان سے تربیت پا کر کیے اس میں ہمیشہ یہ ہی اصول کار فرما ہو تا کہ جتنا بہترین سے بہترین اور عمدہ سے عمدہ کام ہو وہ کیا جائے۔ ہر آنے والا سال پچھلے سال سے اچھا ہونا چاہیے۔ ہر کمی اور خامی کو دور کرنا ہے۔ جو لال کتاب (Red Book) کا استعمال ہمیں خلفاء کرام نے سکھایا آپ اس کی عملی تصویر تھیں۔

جلسہ سالانہ قادیان 1991ء ایک بہت تاریخی واقعہ ہے۔ قادیان کا بابرکت شہر، ہجرت کے بعد خلیفہ وقت کی جلسہ سالانہ میں پہلی مرتبہ شمولیت اور پھر جلسہ بھی سو واں۔ عجیب یادگار دن تھے۔ پہلے دن کے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطاب سے قبل تلاوت اور نظم کے ساتھ ہی سب کے جذبات آنکھوں سے رواں ہونے شروع ہو چکے تھے۔ البتہ جو ہماری پیاری خالہ کا حال تھا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ وہ مقدس وجود آنسوؤں اور سسکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے تو آپ کا یہ حال پہلے کبھی دیکھا اور نہ بعد میں۔ چہرہ فرطِ جذبات سے سرخ تھا اور آنسوؤں کی برسات لڑیوں کی طرح بہہ رہی تھی۔ آج تک وہ چہرہ کبھی نہیں بھولا۔ اُن آنسوؤں کے پیچھے چھپی داستانیں آپ کے دل کی غمازی کر رہی تھیں۔

حرفِ آخر کے طور پر ایک بات کہوں گی کہ پیاری خالہ کی آخری بیماری میں جس طرح دن رات ایک کر کے ممانی متین نے خدمت کی وہ بھی ایک قابلِ ستائش بات ہے۔ گو ماؤں کے ہی اولاد پر احسانات ہوتے ہیں اور اگر اولاد ان کی خدمت کرے تو قابلِ ذکر بات بھی نہیں ہوتی یہ ان کا فرض ہوتا ہے۔ لیکن جوانی اور صحت کی بالکل اور بات ہے۔ ممانی متین جو خود کئی عوارض میں مبتلا تھیں اس کے باوجود مستقل مزاجی سے بے حد پیار و محبت سے ان کی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

پیاری خالہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ

(مکرم سیّد حسین احمد صاحب)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ جنہیں ہم "پیاری خالہ" کہتے ہیں۔ ان کے نام میں ہی پیار و محبت کا تعلق تھا۔ ہماری امی کی چچازاد تھیں۔ حضرت اماں جانؓ کے دونوں بھائیوں حضرت ڈاکٹر سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ اور حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ کی اولاد میں نہ صرف احترام و محبت کا تعلق تھا بلکہ یہ احساس ہی نہ تھا کہ دو الگ گھر ہیں۔ ہماری امی سیّدہ بشریٰ بیگم بنت حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ نے ہمیں بتایا کہ بلوغت کی عمر کو پہنچ کر واضح ہوا کہ ہم دو بھائیوں کی اولادیں ہیں۔ امی پیاری خالہ کو باجی جان لکھا اور کہا کرتی تھیں۔

آپ اکثر ہمارے گھر کیولری گراؤنڈ لاہور تشریف لاتیں اور قیام بھی فرماتیں۔ امی کے ساتھ ہمیشہ لجنہ اور جماعت کی باتیں کرتیں۔ ادب اور احترام کا کمال رشتہ تھا جس میں بے تکلفی کے ساتھ اُن کے مقام کا پاس تھا۔ امی بھی کئی مرتبہ لجنہ اجتماع، شوریٰ اور تربیتی کلاس کے مواقع پر آپ کے گھر میں ٹھہرا کرتیں۔

آپ کا تعلق ہم سب بہن بھائیوں کے ساتھ بھی نمایاں رہا۔ جب خاکسار جامعہ احمدیہ میں داخل ہوا تو ملنے پر فرمایا کہ "میں تمہیں ترجمۂ قرآنِ کریم پڑھانا چاہتی ہوں۔ بہت آسان اور عام فہم طریق سے پڑھاؤں گی"۔ مجھے اور کیا چاہیے تھا۔ اگلے دن ہی تفسیرِ صغیر لے کر آپ کے گھر حاضر ہو گیا۔ یہ جنوری یا فروری 1976ء کی بات ہے۔ آپ ایک ایک آیت کا عام فہم ترجمہ کر کے بتاتیں کہ یہ لفظ اسم، فعل، ماضی، حال، مستقبل، مذکر یا مؤنث ہے۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ دو مہینے جاری رہا پھر آپ نے فرمایا کہ اب تم خود پڑھو۔

جامعہ کے آخری سال میں اپنی کلاس کے پندرہ فارغ التحصیل طلبا کو ملاقات کے لیے آپ کے گھر لایا۔ آپ نے ان کی چائے سے تواضع کی۔ آپ خود پردے کے پیچھے بیٹھیں۔ خاکسار نے تمام طلبا کے نام اور مختصر خاندانی تعارف بیان کیا۔ آپ نے ہمیں یہ نصائح کیں:

1۔ خلیفۃ المسیح سے عقیدت کا تعلق قائم کرنا چاہیے۔

2۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام و دیگر کتبِ سلسلہ کا خوب مطالعہ کرنا چاہیے۔

3۔ ایک نہایت ہی کار آمد نصیحت آپ نے یہ کی کہ فیلڈ میں جا کر بعض مربیان اپنی بیویوں کو صدر لجنہ بنانے پر اصرار کرتے ہیں۔ ایسی بات نہیں کرنی چاہیے، بالکل مناسب نہیں۔ یہ نظام اور مرکز کا کام ہے۔

یہ ملاقات ایک انوکھے واقعہ کے ساتھ ختم ہوئی۔ اجازت لینے کا وقت آیا تو حضرت مصلح موعودؓ کی زوجۂ محترمہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کروائی اور ہم سب نے آپ کے ساتھ دعا کی۔ بعض مربیان کو یہ ملاقات اب بھی یاد ہے۔

خاکسار کی پہلی تقرری وزیر آباد ہوئی تو وہاں کی لجنہ نے جلسہ سیرت النبی ﷺ منعقد کیا جس میں بڑی تعداد میں غیر از جماعت خواتین بھی شامل ہوئیں۔ آپ نے اس جلسہ میں تقریر فرمائی۔

خاکسار کی خوش قسمتی تھی کہ لاہور سے ربوہ کے ایک سفر میں آپ کے ہمراہ تھا۔ دورانِ سفر آپ سے حضرت مصلح موعودؓ کی بہت سی باتیں سننے کا موقع ملا۔ نیز کلامِ محمود کے کئی اشعار بھی سنے اور بعض کا پسِ منظر بھی بیان کیا۔ جب کار شیخوپورہ پہنچی تو آپ نے ڈرائیور کو سرکٹ ہاؤس لے جانے کے لیے کہا۔ جہاں آپ نے رک کر غسل خانہ استعمال کیا اور خاکسار کو کچھ رقم دی کہ چوکیدار کو دے دوں۔ یہ بھی بیان کیا کہ حضرت مصلح موعودؓ یہاں چند مرتبہ رکے تھے۔

خاکسار کراچی میں مارٹن روڈ کے حلقہ میں متعین تھا۔ آپ لجنہ کے ایک ہفتہ کے دورہ پر کراچی تشریف لائیں۔ اور ہمارے گھر بھی دعوت پر تشریف لائیں۔ جس میں چند اور بزرگ رشتہ دار خواتین بھی ہمراہ تھیں۔ کوفتے اور دہی بڑے بنائے تھے جو آپ نے پسند کیے۔ گھر بھی دیکھا۔ سبز رنگ کا دوپٹہ تحفہ لائیں۔ ہمیشہ ہی تحائف سے نوازتی تھیں۔

نومبر 1986ء میں ہمیں ماریشس جانے کا حکم ہوا تو آپ نے ہم دونوں کی الوداعی دعوت کی۔ اپنے گھر کے عقبی لان میں انتظام تھا۔ بڑے سلیقے اور نفاست سے کھانے کی چیزیں موجود تھیں۔ جن میں کچوریاں اور آلو کی ترکاری بھی تھی۔ امی اور میری بہنوں، امتہ الحیٔ کی امی اور بہنوں ڈاکٹر نصرت جہاں صاحبہ اور شوکت باجی کو بھی بلایا۔ باہر لان میں دعوت تھی۔ درجن بھر لوگ تھے۔ دعوت جس محبت سے سجائی گئی تھی اس میں یہ جذبہ نمایاں تھا کہ ایک واقفِ زندگی کو میدانِ عمل میں آپ پُر خلاص دعاؤں سے رخصت فرمارہی تھیں۔

بچوں سے بہت شفقت کا تعلق رکھتیں۔ ہمیشہ حال پوچھتیں۔ ایک مرتبہ ہم گرمیوں کی چھٹیوں میں ربوہ آئے تو دونوں بڑے بچوں احسان اور حسن احمد کو تلاوت سیکھنے کے لیے مکرم قاری عاشق صاحب کے پاس بھجوایا۔ بچے شوق سے قرأت سیکھتے رہے۔ ایک روز شام کو پیاری خالہ سے ملنے گئے تو ذکر ہوا۔ بہت خوش ہوئیں اور ان سے تین سورتیں سنیں اور شاباش دی۔

چھوٹا بیٹا عزیزم رضا ساڑھے تین سال کا تھا۔ اسے قاعدہ یسرنا القرآن شروع کروایا۔ امی کی بہت خواہش تھی کہ ربوہ آئے ہوئے ہیں پیاری خالہ سے اس کی قاعدہ کی بسم اللہ کروالیں اور دعا ہو جائے۔ ہم مٹھائی لے کر حاضر ہوئے۔ رضا کو امی نے سمجھایا کہ یہ پیاری دادی ہیں، ان سے بسم اللہ کروانی ہے۔ جیسا وہ کہیں آپ نے ویسے ہی پڑھتے جانا ہے، پھر وہ دعا کروائیں گی۔ آپ اپنے کمرے میں پلنگ پر بیٹھی تھیں۔ وہیں رضا کو بٹھا لیا۔ اب پیاری خالہ نے بچے سے کہا کہ بسم اللہ پڑھو۔ اس نے پتہ نہیں کیا سمجھا اور کہنے لگا کہ یہ تو مجھے آتی ہے۔ آپ بہت تحمل سے اسے کہتی رہیں کہ بچے بسم اللہ پڑھو۔ وہ نہیں پڑھ رہا تھا۔ ہم سخت شرمندہ ہو رہے تھے کہ آپ کا قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے۔ لیکن آپ یہی کہتی رہیں کہ بچے سے زبردستی نہ کریں، چھوڑ دیں خود ہی پڑھ لے گا۔ میں دعا کروادوں گی۔ اتنے میں مانی متین آگئیں۔ انہوں نے جب یہ منظر دیکھا تو کہنے لگیں میں کچھ لاتی ہوں، پھر یہ پڑھ لے گا۔ آپ اپنے گھر گئیں اور ایک ٹرے میں آئس کریم کے چار کپ لے کر آئیں۔ بچے کے سامنے رکھ دیئے اور کہا یہ سب تمہارے ہیں۔ پہلے جو امی پڑھا رہی ہیں، وہ پڑھو۔ رضا نے فوراً پیاری خالہ کے پیچھے پیچھے پڑھنا شروع کر دیا اور پھر پہلے صفحے کا کافی حصہ بھی پڑھ لیا، الحمدللہ۔ لیکن پیاری خالہ کا صبر و تحمل دیکھنے والا تھا۔ نہ بچے کی کوئی سرزنش کی نہ ہی ہمیں کچھ کہا۔

اسلام آباد میں تقرری کے دوران ایک دن اچانک ہمارے گھر تشریف لائیں۔گھر میں تواضع کے لیے کچھ خاص نہ تھا۔صرف سلاد بنا ہوا تھا اور کھجوریں تھیں۔وہی پیش کر دیں۔آپ نے شوق سے کھائیں اور پسند کیں۔آپ کے ساتھ ماموں محمود بھی تھے۔

پیاری خالہ خلیفۂ وقت کی ہدایات کو آگے پہنچانے اور ان کو نافذ کرانے میں بلا امتیاز ہر وقت کوشاں رہتی تھیں۔12 دسمبر 1990ء کو پیاری خالہ نے امی کو لکھا کہ

"اللہ تعالیٰ آپ کی بچی کی شادی بہت مبارک کرے۔آج کل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کی تربیت اور اصلاح کے لیے خطبات ارشاد فرما رہے ہیں۔آپ کو بھی اس طرف توجہ دلا رہی ہوں کہ کوئی بھی بات شادی کے دنوں میں نہ ہو جو ہماری روایات کے خلاف ہو۔نیز اس بات کا خیال رکھا جائے کہ بیرے کھانا کھلانے نہ آئیں۔دروازے میں سے کھانا لے کر عورتیں رکھ سکتی ہیں"۔

ڈاکٹر نصرت جہاں صاحبہ سے بھی محبت کا تعلق تھا اور ایک خادمۂ خلق ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے اُن کی قدر فرماتی تھیں۔وہ آخری بیماری میں دیکھنے آتی رہیں اور خدمت کی توفیق پاتی رہیں۔ڈاکٹر صاحبہ نے پیاری خالہ کو غسل دینے کی سعادت بھی پائی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بابرکت وجود کو اپنے قربِ خاص سے نوازے۔آمین

حضرت سیّدہ امِّ متین مریم صدیقہ کی یاد میں

(مکرمہ فرخندہ اختر شاہ صاحبہ)

Lives of great men all remind us; we can make our lives sublime, and departing leave behind us, foot prints on the sands of time.

اس بے ثبات دنیا میں ان گنت ایسی ہستیاں گزری ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی حقوق اللہ اور حقوق العباد بجالاتے ہوئے بسر کی۔ ان عظیم ہستیوں نے آنے والی نسلوں کے لیے ایسے پیغامات اور مثالیں اپنے پیچھے چھوڑیں کہ انہیں اپنا کر وہ بامِ عروج تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئیں۔ خود ہمارے سامنے ایسے ہی کئی حسین اور چمکتے چہروں والے ذہین لوگ ہمیشہ کے لیے او جھل ہو گئے۔ جن کی یاد سے دل حزیں اور شکستہ ہیں۔

تین نومبر 1999ء کی صبح ہمارے لیے ایسی المناک اور روح فرسا خبر لے کر آئی۔ جسے سننے کے لیے دل کسی طرح تیار نہ تھے۔ ہماری عزیز ترین اور انتہائی بزرگ ہستی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ ہمیں داغِ مفارقت دے گئیں۔

کاش میں ضبطِ تحریر میں لا سکوں کہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی وفات کی خبر کس طرح میرے جسم و جان پر بجلی بن کر گری۔ جامعہ نصرت میں گزری ہوئی زندگی کے واقعات جن میں حضرت سیّدہ صاحبہ کی موجودگی نمایاں تھی ایک ایک کر کے نظر کے سامنے سے گزرنے لگے۔

اسی اداس شام حضرت سیّدہ صاحبہ کا دیدار ان کے بیڈروم میں کیا۔ ان کا چہرہ ابدی سکون لیے ہوئے چاند کی طرح جگمگا رہا تھا۔

اگلے روز چار نومبر کی شام آپ کو بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو اعلیٰ عِلِّیِّیْنَ میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

میں اور میری بہن نے بچپن میں درثمین کی نظموں کے ساتھ حضرت میر محمد اسماعیل

صاحبؓ کی وہ مشہور نظم بھی یاد کی تھی جس کا آخری شعر ہے۔

مرا نام ابا نے رکھا ہے مریم

خدایا تو صدیقہ مجھ کو بنا دے

1932ء میں ہمارا مکان دارالرحمت میں بن گیا اور ہم بہن بھائی تعلیم حاصل کرنے کے لیے قادیان رہائش پذیر ہوئے تو پہلی دفعہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو دیکھا۔ آپ نصرت گرلز ہائی سکول میں شاید نویں کلاس میں تھیں۔ اسی سکول میں طالبات کے لیے ایف۔ اے کی کلاسز کا اجرا بھی ہوا اور میں بھی وہاں داخل ہوگئی۔

1947ء میں ہمیں جان سے زیادہ عزیز قادیان دارالامان چھوڑنا پڑا۔ نومبر میں حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر ایک چھوٹا سا قافلہ جو تعلیم الاسلام ہائی سکول کے سٹاف، طلبا اور چند ایک احمدی خاندانوں پر مشتمل تھا، چنیوٹ پہنچا۔ یہاں سے چھ میل دور دریائے چناب کے دوسرے کنارے ہمارا مرکز ربوہ معرضِ وجود میں آیا۔

ہم سب کو علم ہے کہ باوجود نمکین پانی اور بجلی نہ ہونے کے ربوہ نے کتنی جلدی آباد ہونے کی منزلیں طے کیں۔ لیکن تعلیم الاسلام ہائی سکول اور کالج چنیوٹ اور لاہور میں ہی تھے۔

1951ء میں حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ نے مجھے بلوا بھیجا کہ حضور کا ربوہ میں لڑکیوں کے کالج کے اجرا کا ارادہ ہے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اس ادارے کی ڈائریکٹرس ہوں گی اور مجھے ان کی زیرِ نگرانی پرنسپل کے فرائض سر انجام دینے ہوں گے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے مجھے ایم۔اے کی تیاری کے لیے بھی فرمایا۔ مجھے یہ سن کر بہت مسرت ہوئی۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ نہایت عالم فاضل اور انتہائی محنتی تھیں۔ جس کام کو ہاتھ لگاتیں، باوجود بے حد مصروف ہونے کے اسے کمال تک پہنچا دیتیں۔ آپ نے مجھے پراسپکٹس تیار کرنے اور آفس کا سامان وغیرہ لانے کے لیے فرمایا جس کی تعمیل کی گئی۔

حضرت سیّدہ صاحبہ نہایت دور اندیش اور تمام معاملات کی باریکیوں تک فوراً پہنچ جاتیں۔ آپ نے ہوسٹل کا تمام سامان فیصل آباد سے منگوایا۔

یکم جون 1951ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے کالج کا افتتاح فرمایا۔ 1952ء میں مَیں نے

لاہور کالج میں M.A کے لیے داخلہ لیا اور حضرت سیّدہ اُمِّ متین صاحبہ اپنی تمام مصروفیات اور ذمہ داریوں کے ساتھ دو برس تنِ تنہا اس ادارہ کو کامیابی سے چلاتی رہیں۔ صرف مضامین کے پڑھانے پر توجہ نہیں دی جاتی تھی بلکہ کھیلیں بھی باقاعدہ ہوتی رہیں۔ دونوں برس تقسیمِ انعامات کی تقاریب ہوئیں۔ حیرت ہے کہ حضرت سیّدہ صاحبہ اس قدر ان تھک تھیں کہ ہر روز بلاناغہ جامعہ نصرت میں جا کر ایف۔اے اور بی۔اے کلاسز کو عربی پڑھاتیں۔ آفس میں اہم کام نمٹاتیں۔ پھر وہاں سے لجنہ ہال تشریف لے جاتیں۔ وہاں تمام بین الاقوامی لجنات کی ڈاک دیکھ کر جوابات لکھتیں یا تحریر کرواتیں۔ یہ تمام کام ان ذمہ داریوں کے علاوہ تھے جو وہ ہمیشہ سالہا سال سے بجا لا رہی تھیں۔ آپ نے ڈائریکٹرس، پرنسپل اور لیکچرر کے سب کام برابر دو برس تک کیے۔ ٹائم ٹیبل بنائے، دسمبر ٹیسٹ اور سالانہ امتحان لیے اور ہوسٹل کی نگرانی بھی کی۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کی عظمتِ کردار کا نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ انہوں نے تھکن کی شکایت کبھی نہیں کی۔ میں اکثر کہا کرتی تھی کہ جس طرح نپولین کی ڈکشنری میں ناممکن کا لفظ نہیں تھا۔ اسی طرح حضرت سیّدہ صاحبہ کی ڈکشنری میں لفظ تھکاوٹ نہیں ہے۔ یہ آپ کی نمایاں صفتِ حسنہ تھی کہ جلسہ سالانہ یا دیگر غیر معمولی حالات میں 20، 22 گھنٹے کام کرنے کے بعد بھی تھک جانے کا لفظ نہیں نکلا اور نہ ہی چہرۂ مبارک پر تھکن کے آثار نمایاں ہوئے۔

1954ء میں عاجزہ نے جامعہ نصرت کی پرنسپل شپ سنبھالی اس وقت کالج اور ہوسٹل کی عمارت بن چکی تھی۔

جامعہ نصرت میں درس و تدریس اور انتظامی امور کا کام نہایت کٹھن تھا۔ سٹاف میں لیڈی لیکچرر نہ تھی۔ آفس میں کوئی کلرک نہ تھا۔ کوئی چپڑاسی نہ تھا نہ ہی کوئی چوکیدار۔ صرف ایک مددگار کارکن مائی حمیدہ تھی جب وہ ڈاک لے کر نظارت تعلیم میں جاتی تو کالج کی گھنٹی ہم بجاتے۔

چنانچہ ابتدا میں مَیں بہت پریشان تھی کہ اکیلے یہ کام کس طرح سنبھالوں گی۔ لیکن حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کا یہ کمال تھا کہ نہ صرف خود ان تھک محنت سے کام کرتیں بلکہ دوسروں سے بھی کام لینا اور انہیں کام کی تربیت دینا جانتی تھی۔ انہوں نے قدم قدم پر رہنمائی فرمائی۔ اور اپنی شفقت اور محبت سے ہم سب کو ساتھ لے کر جامعہ کی طالبات کی ایسی اعلیٰ تعلیم و تربیت فرمائی کہ اس

تعلیمی ادارے نے تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی بیش قیمت نصائح اور ہدایت پر اور حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی زیرِ نگرانی طالبات خصوصاً بورڈرز کی تربیت پر خاص توجہ دی جاتی۔ ہر کلاس میں دینیات پڑھائی جاتی تھی۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کا عشقِ قرآن ہم سب جانتے ہیں۔ آپ نے ایف۔اے اور بی۔اے کے لیے دینیات کا ایک معیاری نصاب مقرر کیا۔

طالبات جمعہ پڑھنے وارڈن کی نگرانی میں بیت مبارک جاتیں۔ ماہ رمضان میں درس کے لیے انہیں بیت میں لے جایا جاتا۔ عربی حضرت سیّدہ صاحبہ کا خاص مضمون تھا۔ آپ یہ مضمون ایسے احسن طریق پر پڑھاتیں کہ ہماری طالبات نے بی۔اے میں عربی کے طلائی تمغے حاصل کیے۔

الغرض حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی بابرکت قیادت میں جامعہ نصرت نے ہر جہت سے ترقی کی۔

ایک دفعہ مس منگت رائے پرنسپل کنیرڈ کالج اور مس عبد اللہ پرنسپل گورنمنٹ کالج برائے خواتین فیصل آباد معائنے کے لیے تشریف لائیں اور اپنا کام ختم کرتے کے بعد حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ سے بہت دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو کرتی رہیں۔ بعد میں مس منگت رائے صاحبہ نے مجھ سے حضرت چھوٹی آپا کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ نے کس کالج سے تعلیم حاصل کی ہے اور جب انہیں بتایا گیا کہ تمام تعلیم پرائیویٹ حاصل کی تو دونوں بہت حیران ہوئیں۔ انہیں بتایا گیا کہ خواتین کی بہبود کے لیے آپ نے صنعتی سکول اور بچیوں کے لیے جونیئر ماڈل سکول بھی اپنی کوششوں سے کھولا ہے۔ تو مس منگت رائے نے انتہائی تعریفی کلمات آپ کے لیے فرمائے اور صنعتی سکول بھی دیکھنے کے لیے گئیں۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی شدید خواہش تھی کہ جامعہ نصرت میں سائنس کلاسز رائج کی جائیں تاکہ احمدی طالبات کو ربوہ سے باہر ایف۔ایس۔سی اور بی۔ایس۔سی کے لیے نہ جانا پڑے۔ آپ کی دعاؤں اور کوششوں سے جب اس کی اجازت مل گئی تو آپ نے احمدی خواتین کے چندوں سے سائنس بلاک تعمیر کروایا۔ اور پری میڈیکل اور پری انجنیئرنگ کی کلاسز کا باقاعدہ اجرا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے سائنس کی طالبات کے نتائج نہایت خوشکن رہے۔ اور ہر برس

ہماری لڑکیاں میڈیکل کالجز میں داخلہ لیتی رہیں۔1974ء میں جب عاجزہ ریٹائرڈ ہوئی تو پانچ طالبات میڈیکل کالجز میں داخل ہوئیں انہی میں محترمہ سیّد آپا طاہرہ صدیقہ صاحبہ بھی تھیں۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کے دل میں احمدی خواتین اور نئی نسل کی اصلاح اور اعلیٰ تربیت کی تڑپ اس سے نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ تقاریر میں طالبات کو اعلیٰ نصائح سے نوازتیں، تعلیمِ قرآن پر زور دیتیں اور اکثر ماؤں کو فرمایا کرتیں کہ اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ نماز کی محبت اور قرآنِ کریم کی تعلیم پر بھی توجہ دیا کریں۔ایک دفعہ فرمایا کہ سکول و کالج کی تعلیم سے کہیں زیادہ تربیت ماؤں کی گود سے شروع ہوتی ہے۔آپ کی خواہش تھی کہ طالبات نائب سیکرٹری کا کام کیا کریں تاکہ وہ لجنہ کی تنظیم اور کام سے پوری طرح واقف ہو جائیں اور تعلیم مکمل کرنے پر لجنہ کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل میں کوشاں رہیں اور جامعہ کو فخر ہے کہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کو مجلسِ عاملہ میں جامعہ نصرت کی فارغ التحصیل طالبات ملیں گی۔جو نہایت جوش وخروش سے خدمتِ دین پر کمربستہ رہیں۔

الغرض دنیا کے اکثر ممالک میں جہاں جہاں لجنات اماء اللہ قائم ہیں اس کے کام میں جامعہ نصرت کی سابقہ طالبات کا نمایاں حصہ ہے۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحب کا طالبات سے سلوک مادر مہربان جیسا تھا۔ہوسٹل کی بورڈرز "رمضان" میں آپ کو افطاری پر مدعو کرتیں۔آپ نہایت پیار اور محبت سے ان سے گفتگو فرماتیں۔انہیں مغرب کی نماز باجماعت پڑھاتیں اور کالج کی تمام طالبات کے مسائل اور مشکلات میں ان کی ہر ممکن اعانت فرماتیں۔طالبات کی سرگرمیوں میں دلچسپی لیتیں۔بچیاں آپ سے انتہائی محبت کرتیں۔اور آپ کی ہر نصیحت پر عمل کرنا اپنی سعادت تصور کرتیں۔

حضرت سیّدہ امّ متین صاحبہ کی ایک نمایاں صفت نے عاجزہ کو بہت متاثر کیا کہ آپ کبھی وقت ضائع نہ کرتیں۔اپنے فارغ وقت میں ہمیشہ آپ کو کچھ نہ کچھ مفید کام کرتے ہوئے پایا۔آپ نہایت اعلیٰ سلائی کڑھائی جانتی تھیں۔

ایک دفعہ آپ کو ایک لباس پر سلمہ ستارہ ٹانکتے اور کامدانی کا کام بڑی نفاست اور خوبصورتی سے کرتے ہوئے دیکھا۔آپ نے مجھے بتایا کہ آپ کو حضرت والدہ صاحبہ نے چھوٹی عمر میں ہی کپڑے سینے سکھلا دیئے تھے۔اور بُنائی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ایسے خوبصورت سویٹر وغیرہ بنتیں کہ

حیرت ہوتی کہ آپ کس وقت یہ کام سر انجام دیتی ہیں کھانے پکانے میں بھی آپ کو بہت مہارت حاصل تھی۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نہایت متقی، نیک، خوش اخلاق اور خدمتِ دین کی بے پناہ لگن رکھنے والی ہستی تھیں۔ آپ انتہائی باوقار، علم سے محبت کرنے والی اور غیر معمولی ہمدرد دل کی مالکہ تھیں۔ ہر امیر و غریب، ضرورت مند، پریشان حال اپنے اپنے مسائل لے کر وقت بے وقت آپ کے ہاں آجاتا۔ اور آپ تمام لوگوں کی اپنے مفید مشوروں سے رہنمائی فرماتیں اور وہ مطمئن ہو کر لوٹتا۔ ان کا دولت خانہ سب کے لیے کھلا تھا۔

کوئی پہریدار اور مددگار دروازہ پر نہیں تھا۔ میں اکثر غیر ملکی خواتین کو آپ کی ملاقات کے لیے لے کر جاتی۔ آپ سے مل کر وہ ضرور آپ کی علمی قابلیت کی تعریف کرتیں۔ ایک دفعہ ایک سویڈن لیڈی نے آپ سے اور حضرت مصلح موعودؓ سے ملاقات کی خواہش کی۔ لاہور سے وہ میرے ساتھ ربوہ آئی اور واپسی پر لاہور میں جہاں وہ ٹھہری ہوئی تھی حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کی صفاتِ حسنہ کا ذکر کرتی رہی۔

عاجزہ نے حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کے ماتحت لمبے عرصہ تک کام کیا۔ آپ نے خدمتِ دین کی ایسی لگن پیدا کر دی کہ اپنے فرائض ادا کرنے میں مجھے حقیقی مسرت اور طمانیت قلب محسوس ہوتی۔ آپ کے بے پناہ ہمدردانہ سلوک سے میں نے بیوگی میں صبر و شکر کے ساتھ زندگی گزارنے کا سلیقہ سیکھا۔ آپ کی شفقت اور حسنِ سلوک سے تمام مشکلات حل ہو جاتی تھیں۔ اپنے متعلق میں ہمیشہ یہی تاثر رکھتی ہوں کہ حضرت سیّدہ مجھ سے غیر معمولی شفقت رکھتیں آپ کی محبت بھری یادیں برسات کی گھٹاؤں کی طرح میرے قلب و ذہن پر چھائی ہوئی ہیں۔

میں جب بھی حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کے ہاں بعض مسائل کے حل کے لیے یا کسی خاص کام کے لیے ہدایات لینے جاتی تو آپ بے حد محبت اور غیر معمولی مہمان نوازی سے پیش آتیں۔ مجھے کافی پسند تھی آپ بجائے چائے کے مجھے کافی پلاتیں اور اگر کھانے کا وقت ہوتا تو نہایت پُر تکلف اور مزیدار کھانا کھلاتیں۔

جو محبت اور عقیدت مجھے آپ کی ذات سے ہے میں ضبطِ تحریر میں نہیں لا سکتی۔

میری زندگی میں کئی ایسے مواقع آئے کہ میں بے حد پریشان ہو جاتی تھی۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ بڑی محبت سے میری رہنمائی فرماتیں اور میرے بگڑے کام احسن طریق سے سرانجام پاتے۔ آپ کے ان گنت احسان مجھ پر ہیں۔ اگر ان احسانوں کا ذکر کروں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ میرے دونوں بچوں کی شادیوں پر آپ نے ہی زیور، بری اور جہیز تیار کروائے۔ اور کمال شفقت سے میری بیٹی کے دو جوڑے اپنے بابرکت ہاتھوں سے ٹانکے۔

الغرض حضرت سیّدہ صاحبہ ان گنت اعلیٰ صفات کی مالکہ تھیں اور ہم سب کے لیے بہترین نمونہ آپ جنت کا وہ حسین اور کھلا ہوا پھول تھیں جس کی خوشبو مدتوں فضا میں مہکتی رہے گی۔

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 45 تا 49)

لجنہ کی روحِ رواں تھیں سیّدہ امّ متین

(مکرمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ)

اس عاجزہ کو محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے 50 سال تک لجنہ کے کام کرنے کا موقع ملا۔ جن میں سے 44 سال تک امّ متین حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے زیرِ سایہ اور آپ کی رہنمائی میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے مختلف عہدوں پر رہ کر خدمت کی توفیق ملی۔ اور اس طرح آپ کے خصائل حسنہ اور اوصاف جمیلہ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ میرا مجموعی تاثر جو دل و دماغ پر گہرے نقوش چھوڑ گیا ہے۔ یہ ہے کہ:

آپ فرشتہ خصلت، دعاگو اور سراپا شفقت و محبت تھیں مگر ساتھ ساتھ خداداد رعب اور وقار بھی تھا۔ نہایت جوہر شناس تھیں، کام کرنے والوں سے کام کرانے کا خاص ملکہ رکھتی تھیں۔ جس کی وجہ سے آپ کے ساتھ کام کر کے کوئی تھکن اور بوجھ محسوس نہ ہوتا تھا۔ بلکہ آپ کے ساتھ کام کر کے خاص خوشی محسوس ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جن کو بھی آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا آج وہ جہاں بھی ہیں اپنے اپنے رنگ میں خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔ آپ بہت معمور الاوقات اور انتہائی محنت کرنے والی تھیں۔ عفو و درگزر سے کام لینا بھی آپ کی ایک خاص صفت تھی۔ بلا امتیاز سب کی خوشیوں میں شریک ہوتی تھیں۔ دوسرے کی رائے کو بھی توجہ سے سنتی تھیں، پردے کی پابندی کرتیں اور کراتی تھیں، خلفاء کا خاص احترام کرتیں اور ان کی تحریکات کو کامیاب کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی تھیں۔ لین دین بہت صاف ستھرا تھا۔ دوسروں کی دلداری کرنے کا ایک خاص انداز تھا۔ غرض بہت سے غیر معمولی اوصاف کی مالک تھیں۔ اور آپ کی یہی وہ خوبیاں تھیں جو آپ کے ساتھ کام کرنے والوں کے دل موہ لیا کرتی تھیں۔

اپنے عظیم شوہر حضرت مصلح موعودؓ کی طرح اور ان کی خواہش کے عین مطابق آپ میں بھی تمام قائدانہ صلاحیتیں موجود تھیں جن سے کام لے کر آپ عمر بھر احمدی خواتین کی جو دنیا بھر

میں پھیلی ہوئی تھیں رہنمائی کرتی رہیں۔ آپ نے پچپن (55) سال کے طویل عرصہ تک پہلے جنرل سیکرٹری لجنہ اماءاللہ مرکزیہ کے طور پر اور پھر صدر لجنہ اماءاللہ مرکزیہ کی حیثیت میں نہایت محنت اور جاں فِشانی سے لجنہ کے پودے کی ایسی آبیاری فرمائی کہ اب اس کی شاخیں دنیا بھر میں پھیل چکی ہیں۔ اور نہایت مضبوط جڑوں کے ساتھ استوار ہو چکی ہیں۔

اب میں حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے ان اوصاف کے بارہ میں کچھ تفصیل عرض کرتی ہوں۔

آپ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ محترمہ حضرت اماں جانؓ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے بھائی حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ آپ کے چچا تھے۔ یہ دونوں گھرانے ایسے تھے جن میں شریعت کی پابندی کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ ان دونوں گھرانوں میں ایسا میل جول تھا کہ ایک ہی گھر معلوم ہوتا تھا۔ اس ماحول میں جو بچے پلے اور پھلے پھولے ان میں ایک ہی لگن تھی اور تڑپ تھی یعنی دین کا کام اور جماعت کی خدمت۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے جب محلّہ دارالفتوح قادیان میں مکان بنوایا اور وہاں رہائش اختیار کی تو عاجزہ اس محلّہ کی لجنہ کی سیکرٹری تھی۔ حضرت میر صاحبؓ کی بیٹی محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب میری کلاس فیلو تھیں۔ اس لیے آپ کے گھر جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے گھر کا رہن سہن بہت سادہ تھا۔ لباس میں سادگی تھی، پردے کا بہت خیال رکھا جاتا تھا۔

حضرت چھوٹی آپا جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی حرم بن کر آئیں تو وہاں ماشاءاللہ بہت بڑی فیملی تھی۔ آپ نے اپنے اخلاق سے سب کا دل موہ لیا۔ بڑوں کی عزت کی، بچوں سے پیار کیا، بڑے اور چھوٹے آپ سے خوش تھے۔ آپ کی نندیں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ آپ سے بہت محبت اور پیار کرتیں۔ قادیان میں حضرت اماں جان سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے ساتھ آپ کی رہائش تھی۔ آپ کے گھر بہت رشتہ دار آتے جاتے رہتے جن کا کھلے دل سے استقبال اور مہمان نوازی کرتیں۔ عمدہ کھانے پکواتیں، عزیزوں کے گھروں میں بھجواتیں۔ ربوہ کے ابتدائی دنوں میں حالات کی مجبوری کی وجہ سے لوگ قربانی نہیں

کرسکتے تھے۔ آپ عید کی نماز کے بعد بہت جلد قربانی کرواکے گوشت تقسیم کرواتیں تاکہ لوگ جلد از جلد عید کا کھانا پکوا سکیں۔ آپ کو فکر ہوتی کہ بازار سے بھی گوشت دستیاب نہیں ہوگا اس لیے تقسیم کروانے میں جلدی کرتیں۔ بعض خاص کھانے پکوا کر عزیز و اقارب کے گھروں میں بھجواتیں۔ موسم کے مطابق مہمان نوازی کرتیں۔

آپ کی دو والدہ تھیں۔ محترمہ شوکت سلطان صاحبہ حضرت میر صاحبؓ کی بڑی بیگم تھیں۔ ان سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ آپ کی حقیقی والدہ کا نام امتہ اللطیف صاحبہ جو حضرت مرزا محمد شفیع صاحب رفیق حضرت مسیح موعودؑ کی دختر تھیں۔ انہیں سے حضرت ڈاکٹر صاحب کی ساری اولاد ہوئی۔ دونوں بیویوں میں سگی بہنوں کا سا تعلق تھا۔ گھر کا ہر کام باہمی مشورہ سے کرتیں بلکہ بڑی بیگم سے اولاد کو زیادہ محبت اور پیار ملتا تھا۔ سب انہیں اچھی اماں کہتے تھے یہی نام بعد میں سارے خاندان میں مشہور ہو گیا تھا۔ ساری اولاد بھی ان کا بہت خیال رکھتی تھی۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ انہیں اپنے گھر ہی لے آئی تھیں۔ جہاں آپ کو ان کی خدمت اور تیمارداری کی بہت توفیق ملی۔ آپ کی والدہ محترمہ امتہ اللطیف صاحبہ نے اپنے خاوند کی وفات کے بعد عزت نفس کا بہت خیال رکھا۔ اور وقار کے ساتھ اپنی زندگی گزاری۔ ان کی زندگی حضرت میر صاحب کے ان اشعار کے عین مطابق تھی جو انہوں نے بطور وصیت لکھے تھے۔

وقار اپنا بنا رکھنا نہ ضائع جائے خودداری
کوئی کہنے نہ پائے کہ ہے آفت میں بے چاری
خدا محفوظ ہی رکھے خوشامد سے لجاجت سے
مطاعن سے مصائب سے نہ آئے پیش دشواری

حضرت میر صاحبؓ نے فرمایا تھا کہ میری بچیوں کی شادیاں خلیفۂ وقت کے اذن سے کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ والدہ کی وفات کے بعد بحیثیت بڑی بہن، بہن بھائیوں کا ہر طرح سے خیال رکھنے کا حق ادا کیا اور آپ کے بہن بھائیوں نے بھی آپ کو بہت عزت اور احترام کا مقام دیا۔

حضور کی دوسری بیویوں سے بہنوں کی طرح سلوک کیا۔ اور ان کے بچوں سے بھی بہت پیار کیا۔ آپ کی ایک ہی بیٹی سیّدہ امتہ المتین صاحبہ ہیں۔ جو محترم میر محمود احمد ناصر صاحب کی اہلیہ

ہیں۔ حضور کی ساری اولاد آپ کو اپنی مشفق اور مہربان ماں سمجھتی تھی۔ سب بچوں نے آپ سے پیار لیا۔ اپنے مسائل بتا کر آپ سے سفارشیں کروا کر اپنی ماؤں اور اپنے باپ (حضورؓ) سے بھی منواتے۔ جب بچے شادی شدہ ہوگئے تو اگلی پود بھی اپنے مسائل حل کروانے کے لیے مشورہ اور دعا کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں۔ آپ بھی اپنے نواسے نواسیوں، پوتے پوتیوں سے بہت پیار کرتیں۔ ہر کوئی آپ سے خوش ہوتا، سب کو تحائف دیتیں، بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھتیں، نماز کی پابندی، قرآنِ مجید کی تعلیم اور بڑوں کا ادب کرنا سکھاتیں۔ گھر کے چھوٹے موٹے کام بھی بچوں سے کرواتیں۔ آپ کی اس خاص تربیت سے صرف آپ کے بچوں نے ہی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ جماعت کے مرد، عورتیں اور بچے بھی اپنی ضرورت کے مطابق ان کے فیض سے حصہ پاتے۔ اور خدا کا شکر ادا کرتے۔ بہت سی لڑکیوں نے آپ کے گھر رہ کر اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ آپ ان کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتی تھیں۔

بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں مجھے ایک واقعہ یاد آیا ہے۔ ایک دفعہ آپ کے نواسے عزیز فرخ نے جو اس وقت چار سال کے تھے شرارت کرتے ہوئے ایک بچے کو چٹکی کاٹی۔ آپ نے فوراً فرخ کو دو تین بار چٹکی کاٹی اور پھر اسے فرمایا جس طرح تمہیں چٹکی کی درد ہوئی ہے۔ اسی طرح اس بچے کو بھی ہوئی ہے جسے تم نے چٹکی کاٹی۔ آئندہ کبھی ایسی غلط حرکت نہ کرنا۔

میں سوچتی اگر کوئی اور ماں ہوتی تو اس معمولی سی شرارت کو کوئی اہمیت نہ دیتی۔ مگر آپ نے نہ صرف عزیز فرخ کو بلکہ ہم دیکھنے والوں کو بھی ایک سبق دے دیا کہ کس طرح بچوں کی تربیت کرنی چاہیے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دِلی خواہش اور تڑپ تھی کہ حضورؓ کے حرم میں ایک وجود ایسا ہو جو اعلیٰ دینی اور دنیوی تعلیم سے مزین ہونے کے بعد حضور کی زیرِ ہدایت احمدی خواتین کی قیادت کے فرائض سر انجام دے سکے۔ چنانچہ جب حضرت سیّدہ امتہ الحیؓ کی وفات ہوئی تو حضورؓ نے فرمایا:

"میں نے ان سے جو شادی کی اس وقت میری نیت بطورِ احسان کے تھی کہ ان کے ذریعہ بآسانی عورتوں میں تعلیم دے سکوں گا۔" (الفضل قادیان، جلد 12، نمبر 71، 3 جنوری 1925ء صفحہ 7)

حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ سے نکاح کے موقع پر بھی حضور نے فرمایا:

"میری توجہ اس طرف مائل ہوئی کہ عورتوں میں اعلیٰ تعلیم کو رواج دینے اور ان میں سلسلہ

کی روح پیدا کرنے کے لیے کسی ایسی لڑکی سے شادی کروں جو تعلیم یافتہ ہو۔ اور جسے میں تربیت دے کر تعلیمی کام کرنے کے قابل بنا سکوں۔" (خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 202)

حضرت سیّدہ امِّ طاہر صاحبہؓ نے حضور کی خواہش کے مطابق لجنہ کے لیے بہت قربانی دی، انتھک محنت کی، بہت کام کیا اور کروایا۔ مگر افسوس ہے کہ ان کو بہت مختصر زندگی ملی۔ ان کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کو حضورؓ کی اس دیرینہ خواہش کو پورا کرنے کی توفیق دی۔ شادی کے بعد اپنی تمام مصروفیات کے باوجود ایف۔اے، بی۔اے اور پھر ایم۔اے تک اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اور پھر اپنے آپ کو سلسلہ کی خدمت اور احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت اور ان کی علمی اور تعلیمی ترقی کے لیے ہمیشہ وقف رکھا۔

آپ جماعت کی خواتین کے مسائل حضور کی خدمت میں پیش کر کے حضور سے مناسب ہدایات لیتیں۔ دفتری ڈاک اور حضور کی تقاریر کے نوٹس بھی لیتیں۔ چونکہ دن میں بہت مصروف ہوتی تھیں اس لیے حضور رات کو قرآنِ مجید کا ترجمہ اور تفسیر لکھواتے تھے۔ اور اکثر اسی مصروفیت میں صبح ہو جاتی تھی۔ آپ کی لکھائی اور قلم دونوں خوبصورت ہوتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ لکھنے کے باوجود آپ کی لکھائی میں یکسانیت اور خوبصورتی قائم رہتی اور کبھی کوئی لفظ ایسا نہ ہوتا جو پڑھا نہ جا سکے۔ لمبی سے لمبی تقریریں جو خود آپ اپنے لیے لکھتی تھیں وہ اکثر 20 سے 25 صفحات پر مشتمل ہوتیں۔ ان میں کبھی کانٹ چھانٹ یا دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ جب حضور کی علالت لمبی ہو گئی اور طبیعت کمزور ہو گئی تو پھر حضرت چھوٹی آپا جان کی ذمہ داریوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

لجنہ اماء اللہ کے کاموں کے ساتھ حضور کے ساتھ حضور کے دفتری کاموں میں حضور کی مدد کرتیں۔ ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق حضور کی تیمارداری کرتیں، کثرت سے عیادت کے لیے آنے والے افراد جماعت اور رشتہ داروں کی تعداد بڑھ گئی تھی۔ ان سے ملاقات کرواتیں اور مہمان نوازی بھی کرتیں۔ بیرون از ربوہ دورہ جات اور لجنہ کے ضروری جلسوں پر بھی جاتیں۔ آپ حضرت سیّدہ مہر آپا مرحومہ کے تعاون سے یہ سب ذمہ داریاں ادا کرتیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہی لجنہ کی تنظیم کے بانی تھے۔ اس تنظیم کے جو تقاضے اصولی طور پر ہوتے ان کے مطابق آپ حضور سے لائحہ عمل اور ضروری کاموں کی منظوری کے لیے باقاعدگی سے تحریری اجازت لیتیں۔ باوجود اس کے کہ آپ کو حضور کی قربت حاصل تھی۔ لیکن کام کے اصول کو

ہمیشہ مد نظر رکھتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد آپ کے دو بیٹے یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے۔ آپ نے ان دونوں کا بے حد احترام کیا۔ لجنہ کے اور سب دینی اور دنیاوی کاموں میں ان کا مشورہ اور اجازت حاصل کرتی تھیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے اس وقت میری عمر تقریباً آٹھ سال تھی جبکہ میں نے نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور بہت خوش تھی کہ آج میں کسی خاص شادی میں جارہی ہوں۔ یہ آپ کی شادی کی مبارک تقریب تھی۔ وہ گھر بھی آج تک یاد ہے جہاں سے آپ رخصت ہوئی تھیں۔ پھر 1942ء میں لجنہ کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس حضرت سیّدہ امّ طاہر کے گھر ہونے والا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت سیّدہ امّ طاہر نے مجھے فرمایا کہ "جاؤ لطیف مریم صدیقہ کو بلا لاؤ"۔ سب کے گھر ساتھ ساتھ ہی تھے۔ میں آپ کو بلا لائی۔ حضرت چھوٹی آپا جان نے ایک رپورٹ پڑھی جو بہت آہستہ آواز میں تھی۔ یہ آپ کا رپورٹ پڑھنے کا پہلا موقع تھا۔ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ اپنی عادت کے مطابق کہہ رہی تھیں یہ آواز بہت اونچی ہو جائے گی۔ چنانچہ واقعی وہ آواز نہ صرف اونچی ہوئی بلکہ ہر جلسہ اور اجتماع میں چھا جاتی تھی۔ آپ نے ابھی کام شروع کیا تھا کہ لجنہ کی اس وقت کی روحِ رواں حضرت سیّدہ امّ طاہرؓ علیل ہو کر وفات پا گئیں۔ اور سب ذمہ داری آپ پر پڑ گئی۔

خلیفہٴ وقت کی بیوی ہونے کی وجہ سے آپ کی ذمہ داریاں اور مصروفیات بہت زیادہ تھیں جس کی وجہ سے آپ کو لباس اور کپڑوں کی طرف توجہ دینے کا بہت کم موقع ملتا تھا۔ ویسے بھی آپ کی عادات میں بہت سادگی تھی۔ قادیان اور ربوہ کے ابتدائی زمانہ میں شادیوں اور خوشی کی تقریبات میں برقعہ پہنے تقریبات میں شرکت کی جاتی تھی۔ اس لیے کپڑوں وغیرہ کا اہتمام کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ پھر ہدایت کی گئی کہ اگر پردہ کا اچھا انتظام ہو (کیونکہ شادی کے موقع پر پردہ کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا) تو اچھا لباس پہنا جا سکتا ہے اور برقعہ اتارا جا سکتا ہے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شادیوں میں خاص طور پر بہت اچھے کپڑے اور زیور پہنتی تھیں۔ کئی بار مجھے بتایا کہ یہ کپڑے اور زیور پرانے ہیں اور مجھے خاندان کے فلاں بزرگ نے تحفۃً دیئے تھے۔ اپنے ایک بچے کی شادی پر جہاں تک مجھے یاد ہے اپنی بیٹی صاحبزادی امۃ المتین کی شادی پر سرخ رنگ کی ساڑھی پہنی تھی۔ آپ کو اپنی بیٹی سے بہت پیار تھا اور آپ کی بیٹی نے بھی آپ کی آخری علالت میں خدمت اور تیمارداری کا حق ادا کر دیا۔

ایک دفعہ پاکستان کے مختلف مقامات پر لجنہ کے زیرِ انتظام سیرت النبیؐ کے جلسے منعقد ہونے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ لاہور، فیصل آباد، گوجرانوالہ، راولپنڈی اور سرگودھا وغیرہ میں جلسے ہوئے۔ ان میں آپ نے بطور مہمان خصوصی خطاب فرمایا۔ ان موقعوں پر آپ نے فیروزی رنگ کے ایک ہی کپڑے پہنے۔ میں نے عرض کیا چھوٹی آپا کیا آپ نے یہ کپڑے مکہ مدینہ سے خاص طور پر منگوائے ہیں کہ سیرت النبیؐ کے ہر جلسہ میں آپ نے یہی کپڑے پہنے ہیں۔ آپ نے ہنس کر فرمایا مجھے تو یہ خیال ہی نہیں کہ مَیں نے ہر جگہ ایک ہی کپڑے پہنے ہیں۔

آپ خدا کے فضل سے کھانے پکانے، نٹنگ وغیرہ میں بہت ماہر تھیں۔ لیکن عام طور پر کھانا گھر میں سادہ ہوتا تھا۔ مہمانوں کے لیے ان کی پسند کا خیال فرماتیں۔ ہم تاریخ لجنہ کے کاموں کے سلسلہ میں آپ کے گھر جاتیں تو کئی بار ہمارے لیے ہماری پسند کی چیز پکواتیں۔

آپ سے تعلق رکھنے والوں اور ملنے ملانے والوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ جماعتی لحاظ سے اور لجنہ کے متعلق اپنے عزیز و اقارب کی طرف سے پاکستان اور بیرونی ممالک سے بکثرت آپ کو خطوط ملتے تھے۔ آپ کی ذاتی ڈاک بہت زیادہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ سب خطوط کے باقاعدگی اور التزام کے ساتھ اپنے ہاتھ سے لکھ کر جواب دیا کرتی تھیں۔ اس لیے لوگ بڑے شوق کے ساتھ آپ کو خط لکھتے اور جواب آنے پر بہت خوش ہوتے تھے۔ اتنے زیادہ خطوط کا اپنے ہاتھ سے جواب دینے کی اس طرح کی کوئی اور مثال بہت کم ملتی ہے۔ آپ کی ڈاک ہر مسئلہ کے متعلق ہوتی۔ لوگ اپنے لیے، اپنے بچوں کے لیے، رشتوں کے لیے مشورہ طلب کرتے اور دعا کی درخواست کرتے۔ پھر تعلیمی مشورے اور باہمی اختلافات۔ غرض آپ کی ڈاک ہر طرح کے مسائل پر مشتمل ہوتی۔ آپ بڑے پیار اور محبت سے تمام خطوط کا جواب دیتیں۔ بچوں اور عزیزوں کی خیریت دریافت کرتیں اور انہیں پیار اور سلام لکھتیں۔ جماعت کی اور لجنہ کی نئی خبروں کا ذکر کرتیں اور پھر اپنے لیے دعا کا بھی ضرور لکھتیں۔ لجنہ کی ڈاک کے جو جواب لکھتیں وہ بھی اتنے اچھے ہوتے تھے کہ کبھی کسی لفظ کو بدلنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

آپ اپنے بلند مقام کے باوجود اتنی انکساری سے کام لیا کرتی تھیں کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا۔ جب دسمبر 1986ء میں میرا کینیڈا آنے کا پروگرام بنا تو اس وقت میرا یہی خیال تھا کہ میں کچھ عرصہ وہاں رہ کر واپس آجاؤں گی۔ اور پھر پہلے کی طرح آپ کے زیرِ سایہ مجھے کام کرنے کی توفیق مل

جائے گی۔ لیکن آپ کو بخوبی اندازہ تھا کہ اتنی دور بچوں کے پاس جا کر جلد آنا مشکل ہو گا۔ آپ نے از راہِ شفقت لجنہ اماء اللہ کی مجلسِ مشاورت میں بہت پیارے انداز میں عاجز کے کام کا ذکر فرمایا۔ اور پھر سفر کے لیے دعا کی تحریک کی۔

جب میں آپ کے گھر آخری دفعہ سلام کے لیے حاضر ہوئی اور کچھ دیر بیٹھنے کے (بعد) واپسی کے لیے کھڑی ہوئی تو آپ بھی کھڑی ہو گئیں۔ اور مجھے گلے لگایا اور پھر فرمایا کہ

"لطیف! جب لمبے عرصے تک اکٹھے کام کیا جائے تو بعض اوقات کوئی غلط فہمی یا ناگواری کی بات بھی ہو جاتی ہے۔ معاف کر دینا"۔ مَیں یہ سن کر سکتہ میں آگئی اور سخت شرمندہ ہوئی کہ جو بات مجھے کہنی چاہیے تھی وہ آپ نے کہہ دی۔ کجا آپ کی بزرگی اور آپ کا بلند مقام اور کجا یہ حقیر عاجزہ جس سے خدا جانے کتنی غلطیاں سرزد ہوئی ہوں گی۔ آپ کے اس فقرے میں ہمارے لیے ایک نمونہ اور بہت بڑا سبق ہے کہ ہمیں باہمی کس طرح رہنا چاہیے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ عفو اور درگذر اور انکساری کا کیا نمونہ دکھانا چاہیے۔ اگر اس نمونہ کو ہم سب اختیار کر لیں تو ہمارے کاموں اور باہمی تعلق میں بہت برکت اور ترقی ہو سکتی ہے۔

آپ نے لجنہ کے کئی اہم کام شروع کیے۔ جن کے فیوض اب بھی جاری ہیں اور انہیں دیکھ کر دل سے آپ کی بلندئ درجات کے لیے دعا نکلتی ہے۔ آپ جامعہ نصرت کی ڈائریکٹریس تھیں۔ پھر اس ادارے میں سائنس بلاک کا اجرا ہوا۔ جس کے لیے آپ نے بہت جدوجہد کی۔ لجنہ کی بیداری کے لیے ملک کے طول و عرض کے کامیاب دورے کیے۔ مندرجہ ذیل ادارے بھی آپ کی یادگار ہیں۔ نصرت انڈسٹریل اسکول، فضلِ عمر ہائی اسکول، مریم میڈیکل اسکول گھٹیالیاں، چک منگلا اسکول، دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ، مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ اور مسجد نصرت جہاں ڈنمارک احمدی خواتین کے چندے سے تعمیر ہوئیں۔ ان کے لیے بھی آپ نے خاص سعی فرمائی اور دیگر بہت سے اہم کام بھی سرانجام دیئے۔ غرضیکہ خلیفۂ وقت کی جاری فرمودہ ہر تحریک اور ہر اسکیم میں آپ کی نگرانی میں لجنات سرگرم حصہ لیتی رہیں۔

آپ کی ہدایات اور نگرانی میں مندرجہ ذیل قیمتی لٹریچر شائع ہوا۔ تاریخ لجنہ پانچ جلدیں، الازھار لذوات الخمار یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی عورتوں کے متعلق تقاریر کا مجموعہ، المصابیح یعنی حضرت سیّدنا خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تقاریر کا مجموعہ، تربیتی نصاب دو حصے، یاد محمود، رسومات کے متعلق

اسلامی تعلیم، مقامات النساء، ہمارا دستور، راہ ایمان، مختصر تاریخ احمدیت، قواعد و ضوابط، سالانہ رپورٹ۔

آپ نے جو بھی کام سرانجام دیئے ان میں خلیفۂ وقت کے علاوہ اس تربیت کا بھی اہم حصہ تھا۔ جو آپ نے اپنی چچی جان حضرت صالحہ بیگم صاحبہؓ مرحومہ اہلیہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ سے حاصل کی تھی۔ وہ جماعت میں بھی ممانی جان کے نام سے مشہور تھیں۔ ان کے کام کرنے کا طریق ایسے تھا جیسے وہ کسی اہم تاریخی عہد کی بنیاد رکھ رہی ہوں۔ عاجزہ نے بھی ان کے ساتھ کام کرنے کی سعادت حاصل کی تھی اور ان سے بہت کچھ سیکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔

لجنہ کے کام کرتے ہوئے کئی دفعہ آپ کو بہت خوش دیکھا۔ مگر آپ کی خوشی کے دو مواقع ایسے تھے جنہیں میں کبھی فراموش نہیں کر سکتی ان کا مختصر ذکر کرتی ہوں۔

جب تاریخِ لجنہ کا کام شروع ہوا تو سب سے پہلے ان ابتدائی چودہ ممبرات کے ناموں کی تلاش شروع ہوئی جنہوں نے لجنہ کے قیام کے پہلے دن بطور ممبر حسبِ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ رجسٹر پر دستخط کیے۔ اس سلسلہ میں زبانی روایات اور خطوط کے ذریعے جو معلومات موصول ہوئیں ان میں بہت تضاد تھا۔ جماعت کے موجودہ لٹریچر میں پہلے دن کی کارروائی اور ممبرات کے نام مل نہیں رہے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ پریشان تھیں۔ قادیان اس تحقیق کے لیے خط لکھا وہاں سے ایک رسالہ "احمدی خاتون" کی چار پانچ کاپیاں موصول ہوئیں ان میں لجنہ کے قیام کا اعلان اور پہلے دن کی کارروائی بھی درج تھی۔ ان ابتدائی چودہ ممبرات کے نام بھی مل گئے جس سے آپ از حد خوش ہوئیں اس دن آپ کی خوشی دیکھنے والی تھی۔ جو بھی ملتا اس کو آپ بہت خوش ہو کر بتاتیں۔

دوسری غیر معمولی خوشی آپ کو اس وقت حاصل ہوئی جب لجنہ اماء اللہ کی تاریخ کی پہلی جلد لے کر عاجزہ بحیثیت سیکرٹری اشاعت 26 دسمبر 1972ء کو بہت رات گئے اپنے بچے کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے کتاب اپنے ہاتھ میں لے کر غیر معمولی طور پر بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا اور اسی وقت مٹھائی کا ڈبہ ہمیں عنایت فرمایا۔

لجنہ اماء اللہ کے قیام پر چالیس (40) سال گزر چکے تھے۔ لجنہ کے قیام کے ابتدائی حالات بھولتے جا رہے تھے۔ اور روایات میں تضاد پیدا ہو رہا تھا۔ آپ کو خیال آیا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تاریخ کے نقوش دھندلے ہوتے جا رہے ہیں اس لیے آئندہ نسلوں کے لیے صحیح حالات محفوظ

ہو جانے چاہئیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ لجنہ کی تاریخ مرتب کی جائے۔ چنانچہ آپ نے 1962ء میں تاریخ لکھنے کا کام شروع کر دیا۔ لیکن حضور کی علالت کی وجہ سے آپ کی مصروفیات بڑھ گئیں۔ اور یہ کام التوا میں پڑ گیا۔ پھر جب لجنہ کے قیام کو 50 سال ہونے والے تھے تو شکرانہ کے طور پر لجنہ کی جوبلی منانے کا فیصلہ ہوا۔ اس موقع پر اور کئی کاموں کے علاوہ آپ نے لجنہ کی تاریخ لکھنے کا فیصلہ بھی فرمایا۔ جلد اوّل آپ نے خود لکھنے کا ارادہ کیا۔ اور جلد دوم مرتب کرنے کا کام عاجزہ کے سپرد فرمایا۔ یہ بہت اہم کام تھا۔ جماعت کے پرانے لٹریچر کو پڑھنے کی ضرورت تھی اس لیے آپ کے گھر آپ کی لائبریری میں بیٹھ کر اس کام کا آغاز کیا گیا۔ پہلے تو صرف عاجزہ نے کام شروع کیا لیکن کام بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے اور لڑکیاں بھی کام کے لیے آنے لگیں۔ پانچ چھ سال اسی طرح مسلسل تاریخ کے لیے کام ہوتا رہا۔ آپ کے دل میں تاریخِ لجنہ مرتب کرنے کا جو خیال پیدا ہوا اور پھر آپ نے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جو کام کیا یہ بلاشبہ آپ کا جماعت پر اور بالخصوص لجنہ کی ممبرات پر ایک عظیم الشان احسان ہے جس کی قدر اور اہمیت وقت گزرنے اور جماعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ بڑھتی جائے گی۔

یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ جماعت احمدیہ کی ذیلی تنظیموں میں سب سے پہلے لجنہ کی تاریخ شائع ہوئی۔ الحمدللہ

آپ کا اپنے گھریلو ملازمین سے انتہائی مشفقانہ رویہ تھا۔ گھریلو ملازمین زیادہ تر ایک ہی گھر میں ٹکا نہیں کرتے۔ مگر جو ملازم ایک دفعہ آپ کے گھر آجاتا تھا وہ آپ کے حسنِ سلوک، ہمدردی اور شفقت کو دیکھ کر مستقل طور پر یہیں کا ہو جاتا۔ آج سے 55 سال قبل قادیان میں، میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی فاطمہ نامی آپ کے پاس رہتی تھی۔ آپ کے پاس ہی اس کی شادی ہوئی، وہ شادی کے بعد بھی آپ کے پاس رہی۔ اسی طرح کئی اور ملازم عورتیں آپ کے گھر رہیں۔ ان کی لڑکیوں کو آپ نے تعلیم دلوائی اور ساتھ قرآنِ مجید باترجمہ آپ نے پڑھایا اور ہر طرح کا سلیقہ سکھایا۔ پھر ان کی شادیاں کیں اور بعد میں بھی ہر موقع پر ان کا خیال رکھا اور تحائف دیتی رہیں۔

عہدیداران، لجنہ، کارکنات لجنہ اور گھریلو ملازمین سے اگر کچھ غلطیاں یا نقصانات سرزد ہو جاتے تو آپ تحقیق فرماتیں اور سرزنش کرتیں۔ آپ کو کئی مواقع پر تکلیف بھی پہنچتی لیکن جلدی بھول جاتیں۔ آپ میں عفو و درگزر کی بہت بڑی خوبی تھی۔ لڑائی، جھگڑا اور غلطی کرنے والوں سے

جب آپ بعد میں ملتیں تو یوں لگتا جیسے کوئی بات ہوئی ہی نہیں تھی۔

آپ کی ایک غیر معمولی خوبی یہ تھی کہ آپ بعض اوقات بظاہر ایک معمولی سی تعلیم اور لیاقت رکھنے والی کارکن کے سپرد بڑے بڑے اہم کام کر دیا کرتی تھیں۔ اور پھر وہ کام محض خدا تعالیٰ کے فضل اور آپ کی توجہ اور دعا کے ساتھ بخیر وخوبی انجام پاتے تھے۔ میں اس سلسلہ میں چند ذاتی واقعات عرض کرتی ہوں۔ اس عاجزہ کی ذاتی قابلیت، حالات اور تعلیم کچھ بھی نہ تھے۔ مگر آپ کی نگرانی اور توجہ سے بعض اہم کام کرنے کی توفیق پائی۔

برِصغیر کی تقسیم سے قبل قادیان میں انتخابات اور پھر ہولناک فسادات کے ایام میں بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے کام کی توفیق دی۔ 1947ء میں ہجرت کے وقت جب میں اپنی والدہ اور بہن کے بھائیوں کے ہمراہ بے سروسامانی کی حالت میں رتن باغ لاہور پہنچی تو حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے مجھے دیکھتے ہی بڑی شفقت سے گلے لگایا اور پھر فرمایا لطیف اب تم آگئی ہو۔ آنے والی مہاجرات کے قیام اور نگرانی کا کام اب میں تمہارے سپرد کرتی ہوں۔ اسی دن 29 ستمبر 1947ء کی رات گیارہ بجے حضرت چھوٹی آپا کا لکھا ہوا مندرجہ ذیل رقعہ ملا۔ آپ نے تحریر فرمایا:

"مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ

جس عمارت میں عورتیں ٹھہری ہیں اب تک مجھے ہر کام خود آکر کروانا پڑتا تھا۔ اب میں تمہیں اس کی منتظم مقرر کرتی ہوں۔ تم خود اس کام کا ایک پروگرام اور نقشہ بنالو۔ کھانا سارا ایک جگہ تقسیم ہوتا ہے اور بڑی گڑبڑ رہتی ہے۔ اگر ہر کمرہ کی الگ الگ منتظم بنادو تو وہ اپنے اپنے کمرہ کی ذمہ دار ہوں گی۔ اور اپنے اپنے کمرہ کی عورتوں کو گن کر کھانا لے لیا کریں گی۔ اسی طرح عورتوں کو ہر وقت صفائی کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے اس لیے میری تجویز یہ ہے کہ عورتوں میں پھر کر اعلان کر دیا جائے کہ مغرب عشا کی نماز باجماعت ہوا کرے گی۔

عصر اور ظہر کی بھی اور اگر ہوسکے تو صبح کی بھی۔ اور نمازوں کے بعد چند منٹ عورتوں کو دعاؤں کی تحریک، صفائی وغیرہ پر اور اس قسم کی عام نصائح ہوا کریں۔ ان تمام باتوں پہ غور کر کے جتنی کام کرنے والیوں کی ضرورت ہو مجھ سے لے لو اور تفصیلات بھی زبانی کرلو۔ والسلام

مریم صدیقہ"

میں نے رقعہ پڑھ کر دل میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کی توقع کے مطابق یہ خدمت

کرنے کی توفیق دے اور پھر تفصیلی ہدایات لینے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔ آپ نے حضرت اقدسؓ، حضرت اماں جانؓ اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے ملاقات کرائی اور یہ بھی بتایا کہ میں نے یہ کام لطیف کے سپرد کردیا ہے۔ چنانچہ محض خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ کٹھن کام کیا اور آپ کی حسن ظنی پر پورا اترنے کی کوشش کی۔

لجنہ مرکزیہ کی پہلی پانچ جنرل سیکرٹری خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی خواتین مبارکہ میں سے ہی مقرر ہوئیں۔ ان خواتین مبارکہ کے بعد لجنہ اماء اللہ کی چھٹی جنرل سیکرٹری حضرت چھوٹی آپا نے عاجزہ کو مقرر کیا۔

آپ نے مجھے 13 سال تک سیکرٹری ناصرات رکھا۔18 سال تک سیکرٹری اشاعت رہی۔ پندرہ سال تک سیکرٹری تجنید رہی۔2 سال تک سیکرٹری اصلاح وارشاد رہی۔8 سال تک تاریخ لجنہ کا کام کیا۔8 سال مدیرہ مصباح رہی۔ ایک وقت میں دو دو شعبے میرے پاس رہے۔ انچارج دفتر جلسہ سالانہ، انچارج تعلیم القرآن کلاس بھی رہی۔ تربیتی دورے برائے لجنہ وناصرات بھی کرتی رہی۔ یوں مسلسل خدا کے فضل سے نصف صدی سے زائد عرصہ تک کام کرنے کی توفیق پائی۔ جس کی وجہ سے بعض لوگ سمجھتے تھے کہ میں باقاعدہ تنخواہ لے کر کام کرتی ہوں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

درحقیقت یہ سب کام حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی حسنِ ظنی، اعتماد اور آپ کے کام لینے کے طریق کی برکت کی وجہ سے انجام پائے ہیں۔ ان کاموں کی برکت سے خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے دین اور دنیا دونوں سنور گئے۔

ایک خوبی آپ کی یہ تھی کہ آپ سلسلہ کے کارکنوں کے ساتھ اور بالخصوص لجنہ کی ان کارکنات کے ساتھ نہایت شفقت کا سلوک فرماتی تھیں۔ جنہیں آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملتا تھا۔ نہ صرف ان کا بلکہ ان کے عزیزوں کا بھی خیال رکھتیں۔ ان کے ذاتی مسائل میں گہری دلچسپی لیتیں اور انہیں مفید مشوروں سے نوازتیں۔ اس سلسلہ میں چند ذاتی واقعات عرض کرتی ہوں جن کا گہرا اثر میرے دل ودماغ پر حاوی ہے۔

میرا پہلا بیٹا لئیق احمد ابھی چند ماہ کا تھا کہ مجھے اپنے شوہر شیخ خورشید احمد صاحب کے ساتھ 1953ء میں کراچی جانا پڑا۔ کیونکہ روزنامہ الفضل ربوہ حکومت پنجاب نے عارضی طور پر بند کردیا تھا اس لیے حضورؓ کے ارشاد کے مطابق کراچی جاکر اخبار "المصلح" کو اخبار الفضل کی جگہ شائع کرنا

تھا۔ جانے سے پہلے میں بچے کو لے کر حضورؓ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئی۔ اس دن حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کی باری تھی۔ جمعہ کا روز تھا۔ جمعہ کی نماز میں میں حضرت چھوٹی آپا صاحبہ سے ملی اور دعا کے لیے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مہر آپا نے بتایا ہے تمہارا بیٹا بہت پیارا ہے۔ میرے پاس اسے ضرور لانا چنانچہ شام کو بیٹے کو لے کر حاضر ہوئی۔ اس وقت حضورؓ بھی وہیں تشریف فرما تھے۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے فرمایا کہ دیکھیں لطیف کا بچہ کتنا پیارا ہے۔ حضورؓ نے فرمایا ہاں۔ میں نے اسے صبح دیکھا ہے۔ اس کے بعد نہ صرف میرے بچوں کی پیدائش پر بلکہ میرے پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کی پیدائش پر اور پھر ان کی آمین کی تقاریب پر بھی ضرور میرے گھر تشریف لاتیں۔ پھر میرے سب بچوں کے رشتوں اور شادیوں پر بھی ہمیں آپ کے قیمتی مشورے حاصل رہے۔ جہیز اور بَری وغیرہ کی تیاری میں گہری دلچسپی لیتی تھیں۔ آپ کے مشوروں کی برکت سے یہ کام آسان اور خوبصورت ہو جاتے اور مجھے تسلی ہو جاتی۔ ایک بچہ کی شادی سے پہلے میں بیمار ہو گئی۔ آپ کو بہت فکر ہوا۔ مجھے دیکھنے گھر تشریف لائیں اور پوچھا کہ بَری کا کیا کرنا ہے۔ کچھ تفصیل ان کو بتائی اور پھر میری بڑی بہو عزیزہ بدر النساء آپ کے پاس جا کر مشورہ کر آتی رہی اور یوں آپ مطمئن ہو گئیں۔ آپ فرمایا کرتی تھیں کہ لطیف خدا کے فضل سے تمہارے سب بچوں کے رشتے اچھے ہو گئے ہیں، الحمد للہ۔

چونکہ میرے والد میاں عبد الرحیم صاحب دیانت مرحوم قادیان کے درویش تھے۔ اس لیے میری شادی اور میرے بہن بھائیوں کی شادیوں اور پھر ان کی تعلیم میں بھی دلچسپی لیتی رہیں۔ جب میرے بچوں کی تعلیم کا وقت آیا تو بھی آپ میری رہنمائی کرتی رہیں۔ ایک دفعہ مجھے نظارت تعلیم سے قرض لینے کی ضرورت پیش آئی۔ آپ کو بے حد فکر تھا۔ حضرت سیّدہ آپا ناصرہ بیگم صاحبہ کو ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ سے کہا کہ آپ پانچ (500) روپے لجنہ مرکزیہ سے دیں اور پانچ (500) میں لجنہ ربوہ سے قرض دے دوں گی۔ بعد میں جب نظارت تعلیم سے قرض مل جائے گا تو لطیف یہ رقم واپس کر دے گی۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کو یہ مشورہ پسند آیا۔ چنانچہ اسی کے مطابق بروقت رقم کا انتظام ہو گیا۔ بعد میں نظارت سے جب قرض مل گیا تو یہ رقم شکریہ کے ساتھ واپس کر دی۔

میری بیٹی عزیزہ نصرت نے آرٹس کے مضامین میں میٹرک پاس کیا تو ایف۔ اے کے لیے داخلہ کے لیے آپ کے مشورہ سے آرٹس کے مضامین لکھ دیئے گئے۔ بعد میں آپ کو خیال آیا کہ

اسے میڈیکل میں جانا چاہیے تھا۔ میں نے عرض کیا کہ میرے لیے یہ مشکل ہو گا۔ آپ نے فرمایا ایف۔ ایس۔ سی ربوہ میں کرے۔ بعد میں خدا تعالیٰ خود کوئی انتظام کر دے گا۔ چنانچہ فارم منگوا کر ان پر آرٹس کی بجائے میڈیکل کے مضامین لکھ دیئے۔ بعد میں جامعہ نصرت ربوہ کے اساتذہ سے دریافت فرماتی رہیں کہ یہ لڑکی پڑھائی میں کیسی چل رہی ہے؟ آپ اس کی تعلیمی ترقی دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتیں اور اس طرح آپ کی دعا اور توجہ سے یہ بچی بالآخر ڈاکٹر بن گئی۔ الحمدللہ۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا مرحومہ مغفورہ کے بارہ میں کچھ لکھنے کی کوشش کی ہے۔ باتیں تو بہت سی ہیں۔ جب آپ کی یاد آتی ہے تو سوچتی رہ جاتی ہوں کہ کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں۔ بڑھاپے کی کمزوری اور آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے بھی لکھنا مشکل ہے۔ پھر اخبار میں گنجائش کا مسئلہ بھی ہوتا ہے۔ کئی نشستوں میں لکھنے کی وجہ سے کئی خامیاں بھی رہ گئی ہوں گی جن کے لیے قارئین سے معذرت خواہ ہوں۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

خدا کرے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ مرحومہ کی مثالی زندگی ہم سب کے لیے مشعلِ راہ ہو۔ آپ 7 اکتوبر 1918ء کو پیدا ہوئیں اور 3 نومبر 1999ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ گویا 81 سال عمر پائی۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں آپ کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ آمین

میں اس مضمون کو اپنی ہمشیرہ امۃ الباری ناصر کے ان اشعار پر ختم کرتی ہوں

لجنہ کی روحِ رواں تھیں سیّدہ امّ متین
اس تنِ زندہ کی جاں تھیں سیّدہ امّ متین
علم و حکمت کا جہاں تھیں سیّدہ امّ متین
گویا تابندہ نشاں تھیں سیّدہ امّ متین

(الفضل انٹرنیشنل لندن، جلد 7، نمبر 44، 3 نومبر 2000ء صفحہ 9 تا 11و 16)

حسین یادوں کا سفر

(مکرمہ امۃ الرفیق ظفر صاحبہ)

اللہ تبارک تعالیٰ کے احسانات و افضال ان گنت ہیں۔ ان احسانات کا تذکرہ اور اس کے لیے شکر گزاری کے جذبات کا اظہار بھی خدائے منعم کے فضل و احسان کو جذب کرنے کی ایک راہ ہے۔ پاک صحبت کا میسر آنا اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے۔

خاکسار نہایت ہی کمزور، پُر تقصیر اور عاجز بندی ہے لیکن خدا تعالیٰ نے مجھ عاجزہ کو اپنے تفضلِ خاص سے ایسی پاکیزہ و بابرکت ہستی کی صحبت سے فیض یاب فرمایا جو حضرت مسیح محمدیؑ علیہ السلام کے اس الٰہی بشارت کی مصداق ٹھہریں۔

"تیرا گھر برکت سے بھرے گا۔ اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا۔ اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔ تیری نسل بہت ہو گی اور میں تیری ذُرّیّت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دونگا" (مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 96)

میرا دل اللہ کی حمد سے معمور ہے اور زبان اپنے پیارے رب کی اس نعمتِ عظمیٰ کے شکر کے اظہار کی طاقت نہیں پاتی۔ پیاری بہت پیاری محترمہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی پاکیزہ رفاقت میں آپ کی زیرِ تربیت جو سال گزارے۔ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں صرف چند جھلکیاں ہی پیش کرنے کی سعیٔ ناتمام کرتی ہوں۔

سوچتی ہوں حسین یادوں کے اس سفر کو کہاں سے شروع کروں۔ چاہتوں کے ان مقدس لمحات کو کس طرح احاطۂ تحریر میں لاؤں۔ آپ جو سراپا محبت تھیں۔ آپ کی محبت کے انداز تو نرالے تھے۔ دین اور مخلوق خدا سے محبت و پیار کا پھیلا ہوا وسیع میدان ہے۔ اسے کس طرح سمیٹوں۔ آپ کی ذات تو صفاتِ حمیدہ سے متّصف ایک خوبصورت دلکش باغ ہے جس میں رنگارنگ کے بے شمار پھول کھلے ہوئے ہیں۔ جن کی خوشبو سے میرا دل معطر اور روح سرشار۔

مجھے یاد ہے مارچ 1970ء کی ایک خوبصورت صبح مکرمہ آپا امۃ اللطیف خورشید صاحبہ ہمیں حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے بابرکت گھر میں تاریخ لجنہ کے کام کے سلسلہ میں لے کر حاضر ہوئیں۔ حضرت چھوٹی آپا برآمدہ میں تشریف فرما تھیں۔ آپا لطیف صاحبہ نے مختصر تعارف کروایا۔ آپ بے حد خوش ہوئیں اور شفقت و پیار کے ساتھ کام کے سلسلہ میں ہدایات دیں۔ پھر ایک ہفتہ کے اندر ہی ہمارا ایک گروپ جس میں آپا انیس خواجہ، میری دوست امۃ الرؤف روفی، قمر النساء اور امۃ النصیر شامل تھیں، ہر روز حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے دولت کدہ پر جمع ہو جاتا۔ آپا لطیف صاحبہ جو ہماری نگران تھیں بے حد نرمی اور شفقت کے ساتھ ہماری رہنمائی فرماتیں۔ بڑے ہی دوستانہ ماحول میں ہم نے کام کی ابتدا کی۔ صبح سے شام تک ہم لائبریری میں کام کرتے، اخبار الحکم، الفضل، مصباح، احمدی خاتون اور سلسلہ کے دیگر رسالہ جات سے ہم حوالہ جات تلاش کرتے۔ انہیں ترتیب دیتے، لکھتے۔ اور پھر حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ آپ بے حد توجہ کے ساتھ اس مواد کو پڑھتیں اور اصلاح فرماتیں۔

آپ خداداد صلاحیتوں کی مالک تھیں۔ آپ سارا وقت خود بھی مطالعہ کرتے ہوئے لکھتی جاتیں۔ دوپہر کا کھانا ہم آپ کے ہاں کھاتے۔ کھانے کی میز پر آپ ہم میں سے ہر ایک سے بے تکلفی سے باتیں کرتیں، محبت و شفقت کے پھول بکھیرتیں۔ شروع میں ہمیں بہت جھجک محسوس ہوتی تو بے حد اصرار کے ساتھ کہتیں کہ بے تکلفی سے کھانا کھایا کرو۔

مجھے یاد ہے جب چار پانچ روز گزر گئے تو خاکسار نے اپنی اماں سے کہا۔ اماں! مجھے تو ہر روز حضرت چھوٹی آپا کے گھر کھانا کھانا اچھا نہیں لگتا۔ مجھے گھر سے کھانا بھجوا دیں تو اچھا ہے۔ اماں نے دوسرے ہی دن میرے چچازاد بھائی مبشر کے ہاتھ مجھے کھانا بھجوا دیا۔ ابھی ہم کھانے کی میز پر بیٹھے ہی تھے کہ آپا فاطمہ نے آواز دی کہ بی بی رفیق کے گھر سے اس کا کھانا آیا ہے۔ مجھے اب بھی نظر آرہا ہے کہ یہ سن کر حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے فرمایا۔ رفیق! کیا بات ہے؟ کیا تمہیں ہمارے گھر کا کھانا پسند نہیں آیا؟ میں نے کہا۔ چھوٹی آپا ایسی کوئی بات نہیں۔ پھر فرمانے لگیں۔ کیا ہم یہاں ہوا کھاتے ہیں کہ تمہاری امی نے کھانا بھیج دیا ہے۔ پھر آپا فاطمہ سے کہا۔ کھانے میں کیا پک کر آیا ہے؟ کہا چنے کی دال اور گوشت ہے۔ فرمایا یہ کھانا فریج میں رکھ دو۔ مجھے یہ پسند ہے۔ رات کے کھانے میں مَیں خود کھاؤں گی۔ اور پھر میرے گھر یہ پیغام بھجوا دیا کہ آپ رفیق کے لیے کھانا نہ بھجوائیں۔ یہ ہمارے گھر ہی کھانا

کھایا کرے گی۔ میں دل میں بے حد شرمندہ ہوئی۔ میں تو کچھ اور سوچ رہی تھی اور بات کچھ اور بن گئی۔

حضرت چھوٹی آپا ہم لڑکیوں کا بے حد خیال رکھتیں۔ اکثر پوچھتیں کہ کھانے میں کیا پسند ہے؟ فرماتیں جب کوئی چیز کھانے کو دل چاہے۔ مجھے ضرور بتادیا کرو۔ ہم اکثر اپنے ساتھ بھنے ہوئے چنے یا بسکٹ وغیرہ رکھتیں۔ آپا لطیف صاحبہ بھی ہلکی پھلکی کھانے کی اشیا ساتھ رکھتیں۔ جو ہم کام کے دوران اکٹھے مل کر کھالیتیں۔ اسی طرح ہنسی خوشی ہم پھر اپنے کام میں منہمک ہو جاتیں۔ چھوٹی آپا اکثر بڑی چاہت کے ساتھ کہا کرتیں۔ کہ تم لڑکیاں تو کسی چیز کی فرمائش ہی نہیں کرتیں۔ مجھے یاد ہے ایک دن سب لڑکیوں نے کہا کہ آج ہمارا دل میٹھی روٹیاں کھانے کو کر رہا ہے۔ لیکن کوئی بھی حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کو کہنے کے لیے تیار نہ ہوتی تھی۔ تب یہ کام میرے ذمہ لگایا گیا کہ تم ہی جا کر فرمائش کرو۔ اور کان میں کہو۔ دوپہر کا وقت ہے۔ میں نے کہا کہیں چھوٹی آپا آرام نہ کر رہی ہوں۔ میں نے ڈرائنگ روم میں جھانکا تو دیکھا کہ کرسی پر بیٹھی ہیں اور لکھنے میں مصروف ہیں۔ میری آہٹ سن کر محبت بھری نگاہوں سے مجھ عاجزہ کو دیکھا۔ میں قریب گئی اور بالکل کان کے قریب جا کر کہا۔ چھوٹی آپا! ہمارا دل میٹھی روٹیاں کھانے کو کر رہا ہے۔ یہ سن کر بے حد خوش ہوئیں۔ قلم رکھ دی اور فاطمہ کو آواز دی کہ وہ ہمارے لیے میٹھی روٹیاں پکائے پھر مجھے کہا کہ رفیق! جب تمہارا دل چاہے تم خود بھی فاطمہ سے کہہ کر پکوا سکتی ہو۔ آپ کی محبت اور شفقت کے سایہ تلے آکر جو جھجک تھی ہر روز آپ کے ہاں آنے سے وہ ختم ہوتی گئی۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا کہ یہ گھر میرا اپنا گھر ہے۔ حضرت چھوٹی آپا بے حد محبت بھرے انداز کے ساتھ بے تکلف ہو کر ہم سے باتیں کرتی تھیں۔

آپ کو خدا تعالیٰ نے یہ سعادت عطا فرمائی تھی کہ اس جلیل القدر پسرِ موعود مصلح موعودؓ کی زوجہ مطہرہ تھیں جس کی ذاتِ گرامی کے متعلق فخر المرسلین اَصْدَقُ القائلین سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ نوید مسرت دی تھی کہ

یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ

(مشکوٰۃ مجتبائی۔ صفحہ 480 باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

کہ وہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کے ہاں بیٹا ہوگا۔

ان مبارک الفاظ میں 'ل' کے کنایہ میں یہ عظیم الشان بشارت دی تھی کہ وہ بیٹا اپنے جلیل

القدر اور حُسن واحسان کے مظہر باپ کا نظیر ہو گا۔

حضرت چھوٹی آپا صاحبہ حضرت مصلح موعودؓ کا نام بے حد محبت اور عقیدت سے لیتی تھیں۔ آپ حضور کے اس عظیم الشان مقام کو دل وجان سے پہچانتی تھیں۔

ایک دفعہ باتوں کے دوران میں نے پوچھا۔ چھوٹی آپا! حضرت مصلح موعودؓ نے شادی سے پہلے کبھی آپ کو کوئی تحفہ بھی دیا تھا؟ یہ سن کر آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ جذبات کا ایک تلاطم تھا جو آپ کے چہرے میں نظر آرہا تھا۔ ایک نور سا ابھرا۔ چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا۔ کہنے لگیں 'ہاں، ہاں۔ میں تمہیں ابھی دکھاتی ہوں۔' اُس وقت ہم ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ اپنے کمرے میں تشریف لے گئیں اور اپنے ہاتھ میں ایک موٹی سی کتاب اٹھائے واپس لائیں اور پھر وہ کتاب میرے ہاتھ میں تھمادی۔ دیکھا تو وہ عربی کی ڈکشنری غالباً المنجد تھی۔ جس کے پہلے صفحہ پر یہ لکھا ہوا تھا

هٰذا الكتاب هَدِيَّةٌ لِبِنْتِ عَمِّيْ مريم صديقه

اور نیچے حضور کے دستخط تھے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ میرا پہلا تحفہ تھا جو حضور نے مجھے دیا تھا۔ آپ نے اسے سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ پھر آپ نے مجھے بتایا کہ میرا نکاح حضور کے ساتھ ستمبر 1935ء میں ہوا تھا اور میری عمر سترہ سال تھی۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دن ہم سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے اور حضرت مصلح موعودؓ کی ازواج کے متعلق مواد اکٹھا کر رہے تھے۔ اخبار الفضل میں "میری مریم" اور "میری سارہ" کے درد انگیز مضامین پڑھ رہے تھے۔ یہ وہ مضامین تھے جو حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی ان ازواج کی وفات حسرت آیات پر ان کی صفاتِ حسنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرمائے تھے۔ درد والم سے پُر یہ مضامین پڑھ کر آنکھیں بے ساختہ آنسو بہا رہی تھیں۔ اور دل ان عظیم ہستیوں کے لیے عقیدت کے جذبات سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ ہمارے ساتھ ہی تشریف فرما تھیں۔ جونہی آپ کی نظر ان الفاظ پر پڑی۔ میری مریم۔ میری سارہ۔ تو بڑے ہی رشک سے کہنے لگیں۔

"کتنی ہی عظیم ہستیاں ہیں یہ جن کو حضرت مصلح موعودؓ نے ان زبردست الفاظ میں خراجِ

تحسین پیش کیا ہے۔ پھر بڑے ہی درد سے کہا کہ ہمارے متعلق اب کون ایسا لکھے گا؟"

آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کو جس انداز سے یاد کیا اور اپنی اس شدید دلی تڑپ کا اظہار کیا کہ میرا دل کٹ گیا۔ میں نے کہا۔ چھوٹی آپا! اللہ آپ کو صحت والی لمبی عمر عطا کرے۔ آپ کو بھی اس عظیم وجود مصلح موعودؓ کی زوجہ مطہرہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ایک دن باتوں باتوں میں مَیں نے پوچھا۔ چھوٹی آپا! حضرت مصلح موعودؓ کبھی آپ سے ناراض بھی ہوئے۔ اس پر فرمایا: ایک دن میں سوئی کے ساتھ کچھ سی رہی تھی۔ میں نے بھول کر سُوئی کہیں رکھ دی۔ یاد نہ پڑتا تھا کہ کہاں رکھ دی؟ حضرت مصلح موعودؓ کی عادت تھی کہ آپ گھر میں ٹہلتے تھے۔ آپ سوزنی پر ٹہل رہے تھے کہ سوئی آپ کے پاؤں پر لگ گئی۔ حضور نے وہ سوئی نکال کر مجھے دی۔ آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا۔ بہت احتیاط کیا کرو۔ فرمانے لگیں کہ "وہ دن اور آج کا دن میں سوئی رکھنے کے بارے میں بہت محتاط ہوں۔ مجھے حضور کا چہرہ آج بھی یاد ہے"۔ پھر آپ کئی بار شکر ادا کرتی رہیں کہ وہ سوئی آپ کے جسم کے اندر نہ چلی گئی۔

حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ بے حد خلیق ملنسار اور خوش مزاج تھیں۔ تاریخِ لجنہ کے لیے امۃ الرؤف نے حضرت مصلح موعودؓ کی ازواج کی فہرست تیار کی تو سب کے ساتھ ہی "مرحومہ" کا لفظ زائد کر دیا۔ جبکہ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ حیات تھیں۔ کیونکہ وہ آپ کی پہلی ازواج کے ساتھ "مرحومہ" لکھ رہی تھی۔ اس لیے اُسے یاد نہ رہا۔ جب حضرت چھوٹی آپا نے یہ پڑھا تو آپ ہنس پڑیں اور کہنے لگیں کہ "لو بھئی۔ روفی نے تو ابھی سے ہمیں مرحومہ کا نام دے دیا ہے"۔

آپ نے میری آٹو گراف بک میں مندرجہ ذیل نوٹ لکھ کر دیا

"حضرت مصلح موعودؓ کا ایک قول 'اپنے اندر رحم پیدا کرو مگر بے غیرت نہ ہو۔ اپنے اندر غیرت پیدا کرو مگر بے رحم نہ بنو۔'

اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللھم آمین"

خاکسار نے پانچ سال تک حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی پاکیزہ صحبت میں آپ کے زیرِ تربیت کام کرنے کی سعادت پائی۔ الحمد للہ علی ذالك مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کبھی سختی سے کچھ کہا ہو۔ کسی کام کے نہ کرنے پر کبھی ڈانٹا ہو۔ آپ بے حد حلیم اور نرم دل تھیں۔ آپ کو دل جیتنے کا گُر آتا

تھا۔ آپ ہماری حقیر کوششوں کو بے حد سراہتیں۔ محبت کے ساتھ ہماری رہنمائی فرماتیں۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ کی زندگی کا محور خدمتِ دین تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کو ہم سے جو محبت تھی اس کے پیچھے یہی جذبہ کارفرما تھا۔ آپ ہم سے اس بات پر بہت خوش تھیں کہ ہم دین کی خدمت کے لیے وقت نکال کر آپ کے گھر آتی ہیں۔ اور ہمارے دل اپنے رب کے حضور اس بات پر شکر گزاری سے معمور تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے محض ہمیں اس کام کے لیے چن لیا ہے کہ ہم اس مقدس گھرانے میں ہر روز آتی ہیں اور اس بابرکت ہستی کی زیارت اور ملاقات کا شرف پاتی ہیں۔ دینی کاموں کے علاوہ میری یہ خواہش ہوتی تھی کہ میں آپ کی کچھ خدمت کر سکوں۔ لیکن شاذ ہی کوئی ایسا موقع آیا کہ آپ نے ہم سے کوئی خدمت لی ہو۔ ہاں ایک دن آپ کے سر میں شدید درد تھا۔ میں اور روفی اس دن آپ کے پاس تھیں۔ مجھے کہنے لگیں رفیق تم مجھے دباؤ۔ آپ لیٹی ہوئی تھیں۔ میں آپ کے بستر پر بیٹھ کر آپ کو دبانے لگی۔ آپ نے روفی سے کہا کہ تم چائے بنا کر لاؤ۔ فاطمہ شاید اپنے کمرے میں جاکر آرام کر رہی ہے اس کو نہ اٹھاؤ۔ (یہ گرمیوں کی ایک دوپہر تھی۔)

میں آپ کو دباتی رہی اور آپ مجھے دعائیں دیتی رہیں۔ روفی چائے کی ٹرے لے کر اندر آئی۔ دیکھا تو دودھ دان میں ایک کپ چائے دم کر کے لائی تھی۔ چھوٹی آپا ہنس پڑیں مجھے یاد ہے۔ آپ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں۔ روفی! تم تو فاطمہ سے بھی زیادہ سگھڑ نکلی۔ پھر فرمایا کیا رفیق اور تم نے چائے نہیں پینی تھی؟ آپ نے اس بات کا تذکرہ بڑے ہی مزے سے کئی بار کیا کہ روفی تو دودھ دانی میں چائے بنا کر لائی تھی۔

تاریخ لجنہ کے کام کے ساتھ ساتھ محض خدا تعالیٰ کے فضل سے خاکسار کو خدمتِ دین کے اور مواقع بھی میسر آئے مکرمہ آپا سعیدہ احسن صاحبہ کے ساتھ بطور نائبہ سیکرٹری تربیت پھر نائبہ سیکرٹری تعلیم کا کام بھی کرتی رہی۔ بعد ازاں نائبہ جنرل سیکرٹری کے طور پر کام کرنے کی توفیق ملی۔ اور 1975ء میں حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی شفقت خاص سے جنرل سیکرٹری مرکزیہ کے طور پر بھی خدمت کی سعادت پائی۔ اس طرح حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کے ساتھ مزید خدمت کا موقع میسر آیا۔ مجلسِ عاملہ کی میٹنگز اکثر حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے گھر ہی منعقد ہوا کرتی تھیں۔ ہم بھی موجود ہوتیں۔ آپ کی بابرکت صحبت سے حظ اٹھاتیں۔ آپ کے فیض کے ترشحات سے اپنے دامن بھرتیں۔ آپ کا ہدایات دینے کا انداز مجھے کبھی بھول نہیں سکتا۔ قائدانہ صلاحیتیں رکھنے والی یہ عظیم

ہستی ہر شعبہ سے متعلق امور کا جائزہ لیتیں۔ ایجنڈا پر بڑی توجہ کے ساتھ بات کرتیں۔ آپ ایک مدبر جرنیل کی طرح ترقی کی راہوں کی نشاندہی کرتیں۔ یہ سارا پروگرام بڑی ترتیب کے ساتھ رجسٹر پر تاریخ وار درج ہوتا جاتا۔

خاکسار کی لکھائی حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کو بے حد پسند تھی۔ مجھے اکثر کہا کرتی تھیں کہ میری لکھائی بھی تمہاری طرح خوشخط تھی۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ نے جب تفسیرِ کبیر کے نوٹس مجھ سے لکھوانے شروع کیے۔ آپ تیز تیز بولتے جاتے تھے اور میں تیز تیز لکھتی جاتی تھی۔ اس طرح تیز لکھنے سے میری لکھائی اچھی نہیں رہی۔ پھر فرمانے لگیں آؤ ہم تیز لکھنے کا مقابلہ کرتے ہیں پھر دیکھیں گے کہ کس کی لکھائی خوبصورت ہے۔ میں نے ہنس کر جواب دیا کہ چھوٹی آپا! آپ کی لکھائی تو مجھے بے حد پسند ہے۔ آپ تو تیز لکھ کر بھی بہت خوبصورت لکھتی ہیں۔ میں تو ایسا نہیں لکھ سکتی۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔

تاریخ لجنہ جلد اوّل کا جب مسودہ تیار ہو گیا تو حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ فرمانے لگیں میری خواہش ہے کہ رفیق تم اسے خوشخط لکھو۔ چنانچہ میں نے بہت ہی دلجمعی کے ساتھ لکھ کر چند دنوں میں ہی مکمل کر کے آپ کو دے دیا۔ آپ بے حد خوش ہوئیں۔ اور میری اس حقیر کوشش کا کئی بار تذکرہ فرمایا۔ مجھے یاد ہے کہ لجنہ شوریٰ کے موقع پر میری اس معمولی سی خدمت کو دعاؤں کے ساتھ سراہا۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ کی یہ شدید خواہش تھی کہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی زندگی کے حالات، آپ کی باتیں، آپ کی تقاریر اور زرّیں نصائح جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کیے جائیں۔ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا وجود ایک بابرکت اور نادر وجود تھا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیاری لختِ جگر تھیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک زمانے کو ملانے والی ایک کڑی تھیں۔ اس اہم خدمت کو بجالانے کے لیے حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ کئی بار پیدل حضرت نواب مبارکہ صاحبہ کے دولت کدہ "بیت الظفر" تشریف لے جاتی رہیں۔ خاکسار کو محض اللہ کے فضل سے یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ مجھے اپنے ساتھ کئی دن تک حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے ہاں لے جاتی رہیں۔ جب پہلے دن ہم حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے ہاں گئے تو میرا تعارف کروایا اور میری لکھائی کی تعریف کی۔ حضرت بیگم صاحبہؓ کو کیونکہ اکثر میں خط لکھا کرتی تھیں۔ وہ فرمانے لگیں۔ مریم! رفیق کی لکھائی تو ایسے ہے جیسے کسی نے

جواہر پرودئے ہوں۔ پھر کہا میری لکھائی نہ پڑھنا۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ میری لکھائی تو میرے بڑے بھائی پر گئی ہے۔ میں نے دیکھا۔ آپ کی آنکھوں میں اپنے محبوب بھائی کا نام لینے سے ایک چمک پیدا ہوئی اور آپ کا چہرہ مبارک تمتمانے لگا۔ حضرت چھوٹی آپا حضرت بیگم صاحبہؓ سے باتیں پوچھ پوچھ کر لکھتی جاتیں۔

مجھے یاد ہے جب تاریخ لجنہ اماء اللہ کی پہلی جلد چھپ کر آئی تو آپ بے حد خوش تھیں۔ اس وقت آپ برآمدے میں تشریف فرما تھیں۔ آپ نے ہم سب لڑکیوں کو بطور ہدیہ ایک ایک کاپی اپنے دستِ مبارک سے دی۔ جب مجھے دینے لگیں تو مَیں نے کہا۔ چھوٹی آپا! آپ مجھے اس کتاب پر اپنے بابرکت ہاتھوں سے کچھ لکھ کر دیں۔ آپ مسکرائیں۔ پھر یہ دعا لکھی کہ "اللہ تعالیٰ تمہیں عاجزی کے ساتھ دین کی خدمت کے مواقع ہمیشہ عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین"

خدا کرے کہ خاکسار کو آپ کی اس پاکیزہ دعا کے مطابق ہمیشہ ہی عاجزی وانکساری کے ساتھ مقبول خدمت کی توفیق حاصل ہوتی رہے۔ آمین

حضرت چھوٹی آپا ہماری حقیر مساعی کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتیں۔

1972ء میں لجنہ اماء اللہ کی پچاس سالہ گولڈن جوبلی تھی۔ اس کے لیے خوب تیاریاں ہو رہی تھیں۔ گھر میں خوب گہما گہمی تھی۔ سارا دن ہی جماعت کا کام ہوتا تھا۔ اس کے لیے ایک تجویز یہ تھی کہ اس مبارک موقع پر اُن خدمت گزاروں کو اسنادِ خوشنودی دی جائیں گی جنہوں نے دس سال سے زائد عرصہ دین کی خدمت کی ہوگی۔ اسناد کی تیاری کا کام آپ نے مجھے سونپا اور فرمایا۔ اپنا نام بھی اس فہرست میں لکھ لو۔ میں نے کہا میں نے تو صرف چند سال ہی معمولی کام کیا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا تم لوگوں نے جو میرے ساتھ تاریخ لجنہ کا کام کیا ہے وہ پچاس سالوں پر مُحیط ہے۔ میں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ چھوٹی آپا! پھر آپ میری سند پر اپنے مبارک ہاتھوں سے میرا نام لکھ دیں۔ فرمایا۔ اچھا۔ پھر آپ نے اپنے دستِ مبارک سے میرا نام خوشخط تحریر فرمایا۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ ہماری مہربان ماں تھیں۔ آپ شفقت و محبت کا بحر بیکراں تھیں۔ دینی فدائیت اور محبوبیت رکھنے والی اس عظیم ہستی نے ہمارے اندر خدمتِ دین کی ایک لَو لگا دی تھی۔ ہمارا دل آپ کی قربت سے راحت اور تسکین پاتا۔ رمضان المبارک کے ایام میں درس القرآن سننے کے لیے باقاعدگی کے ساتھ مسجد مبارک میں تشریف لے جاتی تھیں۔ ہم بھی آپ کی

رفاقت سے فیضیاب ہوتے۔ فضلِ عمر تعلیم القرآن کلاسوں کا انعقاد ہوتا تو لجنہ کے کاموں میں بے حد تیزی آجاتی۔ اس کے باوجود آپ ہر کلاس میں شرکت فرماتیں۔ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی صحبت حاصل رہتی۔

خاکسار کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی کہ آپ کے قریب ہی بیٹھوں۔ چنانچہ خاکسار کو یہ مبارک مواقع بھی نصیب ہوتے رہے کہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر قرآنِ مجید کے درس سے حظ اٹھاتی رہی۔ پھر اکٹھے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔

مجھے یاد ہے ایک دن مسجد مبارک میں ہم ظہر کی نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے میں نے آہستہ سے کہا۔ چھوٹی آپا! میرے لیے بھی دعا کیا کریں۔ یہ سن کر مجھے کہا کہ "رفیق! تمہارے لیے تو میرا رواں رواں دعا کرتا ہے۔ تم آئندہ مجھے بے شک دعا کے لیے نہ کہنا"۔

آپ کے یہ الفاظ آج بھی میرے دل پر نقش ہیں۔ پھر واپسی پر مجھے کہنے لگیں کہ "تم نے جو تاریخِ لجنہ کا کام کروایا ہے وہ خدمت کئی سالوں پر محیط ہے۔ میں کبھی بھول نہیں سکتی"۔

عاجزہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اپنے اندر کوئی خوبی نہیں پاتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میری اس شفیق اور مہربان ماں کی دعائیں قدم قدم پر ہمیشہ میرے شامل حال رہیں۔ خدا کرے کہ اس پیاری ہستی کی دعاؤں سے ہم اور ہماری نسلیں ہمیشہ ہی فیض پاتی رہیں۔ آمین

آپ کی دعاؤں کی بدولت عاجزہ پر اللہ تعالیٰ نے بے شمار فضل نازل فرمائے۔ میں اپنے رب کی بے حد شکر گزار ہوں۔ فضلِ عمر تعلیم القرآن میں محض اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے خاکسار نے لڑکے لڑکیوں میں دو بار پہلی پوزیشن حاصل کی۔ آپ بے حد خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں "تمہارے پیپرز آخر میں نے مَیں نے خود بھی دیکھے تھے۔ 'بیت العتیق' سے متعلق تمہارا مضمون بہت ہی جامع تھا"۔ میں نے کہا کیا ایسا ہو سکتا ہے آپ میرے پیپرز مجھے واپس دے دیں۔ فرمانے لگیں کہ "میرا دل تو نہیں چاہتا کہ تمہارے پیپرز مردوں کو واپس بھیجوں لیکن جو اصول ہے اسی کے مطابق پیپرز واپس بھجوا رہی ہوں"۔ پھر کہنے لگیں اس خوشی میں پارٹی ضرور ہونی چاہیے۔ پھر آپ ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائیں۔

تیسرے سال خاکسار تعلیم القرآن کلاس میں اپنی پوزیشن برقرار نہ رکھ سکی۔ ہم چھوٹی آپا کے گھر میں ہی تھے۔ مجھے یاد ہے۔ اپنے رزلٹ کا سن کر میں بے حد روئی۔ یہاں تک کہ افسردگی کے

باعث میں نے دوپہر کے کھانے پر جانے سے انکار کر دیا اور لائبریری میں بیٹھی رہی۔ سب لڑکیاں کھانے کی میز پر چلی گئیں۔ یہ سن کر آپ نے فرخ کو بھیجا کہ مجھے بلا لائے۔ فرخ معصوم اپنی زبان میں مجھے منانے لگا۔ پھر میں ڈرائنگ روم میں آگئی اور زار و قطار روتی رہی۔ آپ کھانے کی میز پر تشریف فرما تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ رفیق! کھانا شروع کرو۔ میں نے کہا چھوٹی آپا! مجھے بھوک نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ باندھ لیے جس طرح نماز کے لیے باندھتے ہیں۔ اچھا اگر تم کھانا شروع نہیں کرو گی تو ہم بھی کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس کے بعد آپ جو ہماری نبض شناس مہربان ماں تھیں مجھے بڑے ہی اچھے انداز میں سمجھانے لگیں کہ زندگی میں اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے۔ کبھی خوشی کبھی دکھ۔ کبھی انتہائی کامیابی اور کبھی کبھی نہیں۔ الغرض آپ نے زندگی کا فلسفہ ایسے اچھوتے انداز میں میرے سامنے پیش کیا کہ آپ کی باتیں میرے دل پر اثر کرتی چلی گئیں اور میں نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ آپ کی محبت و شفقت اور دلداریوں کو خاکسار کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ آپ کی پاکیزہ صحبت میں گزارے ہوئے سال میری زندگی کا قیمتی متاع ہیں۔ یادوں کا طوفان اُمڈ اچلا آتا ہے۔

آپ بہت قدر دان ہستی تھیں۔ ہمارے معمولی کاموں کو محبت بھرے الفاظ میں سراہتیں۔ ہمارے دل بھی چاہتے تھے کہ خدمت کے ہر میدان میں ہم ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں۔ آپ اوقات پر نمازیں ادا کرتی تھیں اور بے حد محویت سے نماز ادا کرتی تھیں اور بعض اوقات باجماعت نماز بھی پڑھاتی تھیں۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ مَیں اور میری بہن معراج حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ کے گھر بیٹھی تھیں کہ مغرب کا وقت ہو گیا۔ فرمانے لگیں آؤ۔ باجماعت نماز ادا کر لیتے ہیں۔ برآمدے میں جائے نماز بچھائے گئے۔ معراج سے کہا کہ تم اقامت کہو۔ وہ جھجکی تو بلند آواز سے اقامت کے الفاظ خود ہی کہے اور معراج ساتھ ساتھ کہتی گئی۔ پھر فرمایا چلو اقامت ہو گئی۔ پھر آپ نے ہمیں نماز پڑھائی۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کو قرآنِ مجید سے بے حد محبت تھی اور یہی روح آپ عورتوں اور بچیوں میں پیدا کرنا چاہتی تھیں۔ آپ کا گھر بھی قرآنی علوم کی درسگاہ بنا ہوا تھا۔ سینکڑوں بچیوں کو آپ نے ترجمۂ قرآن پڑھایا۔ آپ کے کاموں کی ابتدا ہی اس پاک کلام الٰہی سے ہوتی۔ قرآنِ مجید کا ادب و احترام آپ کو اس قدر تھا کہ جب کبھی عاجزہ آپ کے گھر اُس وقت گئی جب آپ درسِ قرآنِ مجید میں مشغول ہوتیں تو صرف ایک نظر ڈالتیں اور پھر پڑھانے میں مصروف ہو جاتیں۔ آپ نے

اپنے عمل سے ہی مجھے یہ تعلیم دی کہ قرآنِ مجید پڑھتے ہوئے کوئی دوسری بات نہیں کرنی اور حد درجہ ادب و عزت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس عزت بخش کلام کو پڑھنا چاہیے۔ آپ نے ہمارے سینوں میں قرآنی انوار کی جو مشعل روشن کی تھی۔ آج دنیا کے ہر ملک میں آپ کی شاگرد قرآنِ مجید کے درس و تدریس میں مشغول ہیں۔ الحمد للہ۔ بچوں کے دلوں میں اس الٰہی تحفہ قرآنِ مجید سے محبت و رغبت پیدا کرنے کا ایک اچھوتا انداز بھی عاجزہ نے آپ سے سیکھا۔ مجھے یاد ہے کہ عزیزم فرخ کو قرآنِ مجید بڑی فکر اور محبت سے پڑھاتی تھیں۔ اور ہر سیپارے کے ختم ہونے پر اسے اتنے ہی روپے دیتیں جو سیپارہ وہ ختم کرتا۔ اگر وہ پانچواں سیپارہ ختم کرتا تو پانچ روپے ہی دیتیں۔ میں نے ایک دن فرخ سے کہا تم تو بہت امیر ہو جاؤ گے کیونکہ جب تیسواں پارہ ختم کرو گے تو تیس روپے لو گے۔ اس پر فرخ بہت خوش ہوتا۔ اور پھر اس طرح آپ نے اس کے دل میں قرآنِ مجید کی محبت و رغبت پیدا کرنے کے لیے سعی کی۔ لیکن آپ کی تو دِلی تڑپ ہی یہی تھی کہ میرے بچے قرآنِ مجید ذوق و شوق سے پڑھیں اور اس عرشی خزانے سے اپنے دامن بھر لیں۔ الحمد للہ آج آپ کے بچے آپ کی پُر سوز دعاؤں اور دِلی تمناؤں کے مطابق دینی اور انسانی خدمات کے مقامِ محمود کے حصول میں کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں تقویٰ کی راہوں کا مسافر بنائے اور دین و دنیا کی راحتیں عطا کرے۔ آمین

حضرت چھوٹی آپا کو سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس سے والہانہ عشق تھا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی محبت و عقیدت کے گہرے جذبات رکھتی تھیں۔ کبھی اپنی ان ہستیوں سے محبت کا اظہار یوں کرتیں کہ کاش! میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے دورِ مبارک میں ہوتی اور آپؐ کے نورانی وجود کو دیکھا ہوتا۔ پھر کہتیں۔ کاش! میں اُس زمانہ میں ہوتی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھ لیتی۔ وہ مہدیٔ مسعودؑ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا مہدی کہہ کر یاد کیا ہے۔ پھر آپ کا دل احسان مندی کے جذبات سے بھر جاتا۔ اور پھر اپنے جذباتِ تشکّر کا اظہار یوں فرماتیں کہ دیکھو ہم نے حضرت مصلح موعودؓ کا دور پایا ہے اور خلفاء کا دور دیکھا ہے۔ آنے والی نسلیں اس دور کو تصور میں لا کر یاد کریں گی اور خواہش کریں گی کہ کاش ہم نے حضرت مصلح موعودؓ کو دیکھا ہوتا۔ پھر کہتیں اور شکر کرتیں کہ میں خوش نصیب ہوں جس نے اس پسرِ موعود کی رفاقت پائی۔ الحمد للہ۔ مجھے یاد ہے آپ نے اپنی پاکیزہ دِلی خواہشات کا اظہار لجنہ کے ایک سالانہ اجتماع کے موقع پر اپنی تقریر میں بھی کیا تھا اور عورتوں کو

خلافت سے محبت واطاعت اور گہری وابستگی رکھنے کی نصیحت فرمائی تھی۔

آپ ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال تھیں۔ خلیفۂ وقت سے بے حد محبت اور عقیدت رکھتی تھیں۔ آپ کو دو خلفاء کی ماں کا درجہ بھی حاصل تھا۔ خلافت کی عظمت اور اس سے گہری وابستگی آپ کے بابرکت وجود سے نمایاں ہوتی تھی۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ مغرب کا وقت تھا فون کی گھنٹی بجی۔ میں ڈرائنگ روم میں تھی۔ آپ خود سٹور میں تھیں۔ مجھے آواز دی کہ فون اُٹھالو۔ میں نے السلام علیکم کہہ کر پوچھا کہ آپ کون صاحب بات کر رہے ہیں۔ فرمانے لگے "چھوٹی آپا ہیں۔ میں ناصر احمد بات کر رہا ہوں"۔ میں نے یہ سن کر چھوٹی آپا کو یہ پیغام دیا۔ یہ سن کر آپ اس قدر تیزی سے بھاگتی ہوئی آئیں کہ مجھے ڈر لگا کہ کہیں آپ گر نہ جائیں۔ پھر فرمانے لگیں۔ رفیق! یہ تو حضور کا فون تھا۔ آپ کا چہرۂ مبارک خوشی، مسرت اور محبت کے جذبات سے تمتمارہا تھا۔ اور میں سوچ رہی تھی کہ آپ تو حضور کی ماں ہیں۔ فون سن کر ہی اس قدر محبت اور احترام کا جذبہ اور گہری وابستگی مجھے آج تک نہیں بھولی۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ بہت ہی محبت کرنے والی ہستی تھیں۔ آپ ہماری ادنیٰ ادنیٰ خواہشوں کا بھی بے حد احترام کرتیں اور حتّی الوسع انہیں پورا کرنے کی کوشش کرتیں۔ ایک دن خاکسار نے حضرت چھوٹی آپا سے اس بات کا تذکرہ کیا کہ قصرِ خلافت کی گراؤنڈ میں جھولے لگے ہوئے ہیں۔ کہنے لگیں۔ تمہیں لے چلوں۔ میری بہن معراج بھی اس وقت چھوٹی آپا کے ہاں میرے ساتھ تھی۔ آپ نے پہرہ دار کو کہلا بھیجا کہ اس طرف کوئی مرد نہ آئے۔ پھر آپ ہمیں ساتھ لے کر گئیں۔ آپ نے خود بھی جھولے لیے اور ہم نے بھی جھولوں کا لطف اٹھایا۔ پھر آپ معراج سے کہنے لگیں میرا سر دیکھو گی؟ میں نے ہنس کر کہا۔ چھوٹی آپا! آپ نے تو معراج کے دل کی بات کہی ہے۔ اسے تو سر دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ پھر وہیں بیٹھ کر معراج نے حضرت چھوٹی آپا کا سر دیکھا اور خاکسار جھولے لیتی رہی۔ اس دن ہم بہت خوش تھیں۔

ایک دن باتوں کے دوران مَیں نے حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ سے یہ ذکر کیا کہ چھوٹی آپا! مَیں کبھی صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ سے نہیں ملی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں کبھی ان کو قریب سے ملوں۔ آپ نے اس بات کو یاد رکھا۔ جلسہ سالانہ کے بابرکت ایام قریب تھے۔ مَیں لائبریری میں کام کر رہی تھی۔ آپ نے مجھے آواز دے کر کمرے میں بلایا۔ اور پھر میرا تعارف صاحبزادی امۃ القیوم

صاحبہ سے یہ کہہ کر کروایا کہ یہ رفیق ہے۔اُستانی ربیعہ کی بھتیجی ہے۔ہمارے کالج کی گولڈ میڈلسٹ۔اور پھر تاریخ لجنہ کے کام اور ہماری حقیر کوششوں کو بے حد خوبصورت الفاظ میں پیش کیا۔میں دل میں بے حد شرمندہ ہوتی رہی۔مَیں نے کہا۔مَیں تو کچھ بھی نہیں ہوں سچ یہ ہے کہ آپ تو ذرہ نواز تھیں۔آپ اکثر فرمایا کرتی تھیں۔تمہارے جیسا گروپ تو مجھے آج تک نہیں ملا۔ایک دن کہنے لگیں۔تمہارے ماں باپ کس قدر اچھے ہیں۔انہوں نے آج تک تمہیں کبھی نہیں روکا۔خواہ تم میرے گھر کتنی ہی دیر رہو۔انہوں نے کبھی شکوہ نہیں کیا۔مَیں نے کہا۔چھوٹی آپا!یہ ہمارے گھرانے کی خوش قسمتی ہے۔میرے ماں باپ تو اس بات کو اپنی خوش قسمتی تصور کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی آپ کے گھر میں آپ کی صحبت میں وقت گزارتی ہے اور فیض حاصل کرتی ہے۔

حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ اوصافِ جمیلہ کی مالک تھیں۔خاکسار حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ کی محبت وشفقت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔مَیں یہ واقعہ کبھی نہیں بھول سکتی جب کبھی اس کو یاد کرتی ہوں دل سرور سے بھر جاتا ہے۔

عید کا دن تھا۔بیت اقصیٰ میں نماز سے فارغ ہو کر ہم سہیلیاں باہر میدان میں عید مِل رہی تھیں۔میری بہن معراج بھی میرے ساتھ تھی کہ اتنے میں کسی نے میری آنکھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے پھر مجھے علیم کی آواز آئی۔رفیق باجی پہچانیں کون ہے؟مَیں نے بازو ٹٹولے لیکن مَیں بُوجھ نہ سکی۔میرے اردگرد ملنے والی سہیلیاں مجھے یہی کہتی رہیں کہ بوجھو کون ہے؟میں نے مختلف نام گنوائے مگر جواب ندارد۔پھر مَیں نے کہا۔بھئی میری آنکھیں کھولو مجھے نہیں پتہ۔پھر جب میری آنکھوں سے ہاتھ ہٹائے گئے تو دیکھا کہ وہ تو چھوٹی آپا ہیں۔آپ ہنس دیں اور فرمایا کیا مجھے نہیں پہچانتی تھیں؟

اس دن میں بہت خوش تھی۔آپ نے تو میری عید کو دوبالا کر دیا تھا۔اس واقعہ میں جو سرور اور لذت ہے اس کو محسوس کر کے آج بھی میری روح حظ اٹھاتی ہے۔میں تو بہت ہی حقیر اور پُر تقصیر عاجز بندی ہوں۔

اے میری پیاری ماں خدائے ودود کی محبت وقرب میں تیری روح ہمیشہ سرشار رہے۔اور سیّدنا حبیبِ کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ کی معیت ہمیشہ تجھے نصیب رہے۔آمین۔

خاکسار کی یہ خوش قسمتی ہے کہ مجھے چند راتیں حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ کے ہاں سونے کا بھی

موقع ملا۔ مجھے یاد ہے کہ تاریخ کے کام سے فارغ ہو کر جب مَیں مغرب کے وقت گھر جانے لگی تو دیکھا کہ آسمان پر آندھی کے آثار نمایاں تھے۔ مجھے کہنے لگیں۔ اِس وقت تم گھر نہ جاؤ بلکہ آج رات یہیں رہ جاؤ۔ مَیں تمہارے گھر میں اطلاع بھجوا دیتی ہوں۔ ہمارے ہاں اُس وقت فون نہیں تھا۔ چنانچہ نوید جنرل سٹور کی دوکان پر فون کر کے آپ نے اطلاع کروادی کہ موسم ٹھیک نہیں۔ رفیق آج رات یہیں رہے گی۔

پھر جب آپ لجنہ کراچی کے دورے پر تشریف لے جانے لگیں تو مجھے کہنے لگیں ایسا ہو سکتا ہے کہ تم میرے ہاں رہ جاؤ۔ علیم کے بی۔اے کے امتحان ہیں۔ اس کی پڑھائی میں بھی مدد کرنا۔ وہ اکیلی ہے اس کا دل بھی لگ جائے گا۔ چنانچہ ابا اماں نے مجھے خوشی خوشی اجازت دے دی۔ خاکسار کو حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ کے بستر پر ہی سونے کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ خاکسار نے ایک ہفتہ آپ کے ہاں ہی قیام کیا تھا۔ علیم اور آپا فاطمہ نے میرا بے حد خیال رکھا۔ آج بھی یہ یاد کر کے مجھے ایک عجیب قسم کی خوشی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ جو بیان سے باہر ہے۔

خاکسار نے اسلامیات اور دینیات کے مضامین میں علیم کی پڑھائی میں مدد دی پھر محض خدا کے فضل سے جب علیم نے دینیات کے مضمون میں اول پوزیشن حاصل کی تو آپ بے حد خوش ہوئیں۔ مجھے مبارکباد دیتیں اور فرماتیں تم نے بہت محنت سے علیم کو پڑھایا ہے۔ الحمد للہ۔ مَیں نے کہا۔ یہ تو آپ کی دعائیں ہیں اور علیم کی محنت کا پھل ہے۔

مَیں تو بہت کمزور، عاجز اور نالائق تھی۔ لیکن آپ کی پیار بھری دعاؤں اور شفقتوں نے میرے اندر دین کی محبت اور سلسلہ کی خدمت کا گہرا لگاؤ پیدا کر دیا تھا۔ آپ ہم پر بے حد اعتماد کیا کرتی تھیں۔ اور یہ آپ کا ایک عظیم الشان خُلق تھا کہ آپ ہمیشہ حُسنِ ظنّ سے کام لیتی تھیں۔ میٹرک، ایف۔اے اور بی۔اے کے دینیات کے پرچے آپ مجھے تیار کرنے کے لیے دیتیں۔ پھر ان کو چیک کرنا بھی خاکسار کے ذمے ہوتا۔ جب رزلٹ تیار ہو جاتا تو خاکسار حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ کی خدمت میں پیش کر دیتی۔ اور پوزیشن حاصل کرنے والی طالبات کے پیپرز بھی۔ آپ وہ پیپرز بعد میں خود بھی دیکھ لیتیں۔ اور ایک دفعہ مجھے یہ فرمایا کہ "تمہارا ہاتھ میرا ہی ہاتھ ہے"۔ کیونکہ خاکسار نمبر دینے کے معاملے میں سختی سے چیکنگ نہیں کرتی تھی۔ اور حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ بھی نرم دِلی سے کام لیتی تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار آپ نے مجھے بی۔اے کے دینیات کے پرچہ جات چیک کرنے کے لیے

دیئے۔ خاکسار نے عرض کی کہ میری کزن مبشرہ غنی نے بھی امتحان دیا ہوا ہے۔ اس لیے میں پیپرز چیک نہیں کر سکتی۔ آپ فرمانے لگیں رفیق! پرچے تم ہی چیک کرو گی۔ مجھے معلوم ہے تم کبھی کسی کا حق نہیں مارو گی۔ پھر خاکسار نے آپ کے اِرشاد کے مطابق پرچے چیک کیے۔ میری بہن نے پہلی پوزیشن حاصل کی جبکہ دوئم آنے والی طالبہ کا ایک یا آدھا نمبر کم تھا۔ خاکسار نے حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ کی خدمت میں پیپرز پیش کر دیئے۔ اور یہ وضاحت بھی کی کہ لفظ "متشاکسون" کے تفسیری معنی نہ لکھنے کی وجہ سے مَیں نے آدھا نمبر کم دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے میرے رزلٹ کو صحیح قرار دیا۔ اور بے حد خوش ہوئیں۔ آپ مجھے کہا کرتی تھیں کہ تم نے تو میرا آدھا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ خاکسار تو اس بات کی اہل نہ تھی لیکن آپ کی محبت اور پاکیزہ رفاقت اور دعائیں ہی تھیں جن کے طفیل ہمیں اس خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذلک

1974ء کے آخر کی بات ہے حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ نے خاکسار کو جنرل سیکرٹری مرکزیہ کے عہدہ کے فرائض ادا کرنے کے لیے کہا تو خاکسار نے عرض کی چھوٹی آپا! مَیں تو اس کی اہل نہیں ہوں۔ مجھے تو بولنا بھی نہیں آتا۔ مَیں پیچھے رہ کر نائبہ جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر ہی کام کرتی رہوں گی۔ فرمانے لگیں "میں نے سوچ لیا ہے تم ہی یہ کام کرو گی۔ مَیں تو تمہیں سٹیج پر لاؤں گی"۔ چنانچہ خاکسار نے خدا تعالیٰ کے فضل سے اور حضرت چھوٹی آپا کی دعاؤں سے اِس خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کہ "میں تو تمہیں سٹیج پر لاؤں گی" پورے کر دیئے۔ چنانچہ محض خدا کے فضل سے پھر خاکسار کو ایک مرتبہ جلسہ سالانہ مرکزیہ ربوہ، پھر کراچی کے اجتماعات اور جلسوں میں، اسی طرح کینیڈا کے سالانہ جلسوں میں تقاریر کرنے کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔ الحمد للہ علیٰ ذلک

آج بھی میرا دل اس محسن عظیم ہستی کے لیے جذباتِ تشکّر سے پُر ہے جس کی دعاؤں اور حوصلہ افزائی سے خاکسار کو یہ توفیق ملی۔

حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ کی طبیعت بہت سادہ تھی۔ آپ کی زندگی آنحضرت ﷺ کے اس بابرکت فرمان "وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ" کی آئینہ دار تھی۔ آپ ہم سے بے حد بے تکلفی سے پیش آتی تھیں۔ اور آپ کی اِس خوبصورت عادت نے ہم میں بھی یہ بات پیدا کر دی تھی کہ ہم بھی آپ سے بے تکلف ہو کر بات کر لیتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ جب گرمیوں کی چھٹیوں میں مَیں اپنے ننھیال ڈیرہ غازی خان جاتی تو حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے لیے کوئی تحفہ ضرور لے کر آتی۔ ایک مرتبہ جب میں ڈیرہ غازی خان سے واپس آئی تو آپ برآمدہ میں تشریف فرما تھیں۔ میں نے السلام علیکم کہا۔ آپ نے مجھے دیکھا، سلام کا جواب دیا اور پھر فرطِ مسرت سے کہا۔ رفیق! میرے لیے کیا لائی ہو؟ میں آپ کے لیے لکڑی کا تیار کردہ ایک پاؤڈر دان لائی تھی جس پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ مَیں نے وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے بڑی محبت سے لیا، بے حد پسند کیا اور مجھے کہا کہ اسے میری ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ کر سجادو۔ آپ کو تحفوں اور چیزوں کی کوئی کمی نہ تھی لیکن آپ کی محبت کا یہ انداز بہت ہی اچھوتا اور نرالا تھا۔ میں آج بھی اس کی لذّت محسوس کرتی ہوں۔

مَیں کبھی آپ سے کپڑوں کی فرمائش کرتی تو فرماتیں۔ رفیق! سٹور میں چلی جاؤ جو کپڑا تمہیں پسند ہے لے لو۔ ہینگر پر میرے سوٹ لٹک رہے ہیں۔ تم سے تو گھر کی کوئی چیز چھپی نہیں۔ تم جو چاہو لے لو۔ مَیں کہتی مجھے اپنے ہاتھ سے اپنا کوئی سوٹ تبرکاً دیں۔ چنانچہ آپ نے مجھے اپنے کئی سوٹ دیئے جو میرے پاس موجود ہیں۔

خاکسار اکتوبر 1989ء میں دو ہفتوں کے لیے سنگاپور گئی۔ وہاں کی لجنہ کی مہمان نوازی اور محبت و خلوص سے بہت ہی متاثر ہوئی۔ ان کی عبادت کو دیکھ کر دل خدا کی حمد سے لبریز ہو گیا۔ وہاں کی عورتیں اور بچے جس ذوق و شوق اور ادب کے ساتھ مسجد طٰہٰ میں نمازوں کی ادائیگی کے لیے آتے تو یوں محسوس ہوتا کہ وہ سعید روحیں ہیں جو سفید لباس میں ملبوس اللہ کے حضور عاجزانہ نیاز مندانہ جھکی ہوئی ہیں۔ ان دنوں وہاں کی قائمقام صدر سسٹر نور سعیدہ تھیں۔ وہ بہت ہی محبت اور خلوص سے پیش آئیں بلکہ خاکسار کو اپنے ساتھ لجنہ کے کاموں کے سلسلہ میں دورہ پر بھی لے گئیں، الحمد للہ علیٰ ذالك۔ یہ سب احمدیت کی برکت ہے۔ خاکسار نے دل میں سوچا کہ ان پر خلوص بہنوں کو کوئی نادر تحفے بھجواؤں گی۔ خاکسار نے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ سے وہاں کی لجنہ کی خدمت اور خلوص کا تذکرہ کیا اور کہا کہ آپ مجھے اپنے کچھ جوڑے دے دیں، میں نے سنگاپور کی کچھ بہنوں کو تحفۃً دینے ہیں۔ چنانچہ آپ نے میری اس خواہش کو پورا کر دیا۔ مجھے اپنا ایک فیروزی سوٹ دیا اور تین جوڑے مزید مرحمت فرمائے۔ چنانچہ جب خاکسار 1989ء میں صد سالہ جشنِ تشکّر کے جلسہ سالانہ پر قادیان دارالامان شمولیت کے لیے گئی تو حضرت چھوٹی آپا کے عطا کردہ یہ جوڑے بھی ساتھ لے

گئی۔اور سنگاپور سے تشریف لانے والی بہنوں سے ملی۔سسٹر نور سعیدہ بھی تشریف لائی ہوئی تھیں۔اور تحفوں کے ساتھ یہ قیمتی تحفہ بھی انہیں دیا۔وہ بے حد خوش ہوئیں۔بعد ازاں یہ بہنیں ربوہ بھی تشریف لائیں اور حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

کچھ عرصہ پہلے خاکسار کی سسٹر نور سعیدہ صاحبہ سے فون پر بات ہوئی۔وہ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کی وفات کی دکھ بھری خبر سن کر بہت ہی افسوس کا اظہار کر رہی تھیں۔پھر کہا کہ میرے پاس تو حضرت چھوٹی آپا کے کپڑے بطور تبرک محفوظ ہیں۔

حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ کی شفقتوں اور عنایات کا باب تو بہت وسیع ہے۔آپ بہت خوش خصال تھیں۔آپ کی طبیعت میں عاجزی اور انکساری پائی جاتی تھی۔خوبصورت تحریر اور دِل موہ لینے والی تقریر کا ملکہ آپ کو حاصل تھا۔آپ کی آواز کی سحر بیانی آج بھی کانوں میں گونجتی ہے۔اِک ترنّم تھا جو روحوں کو گداز کر دیتا تھا۔دِل چاہتا کہ آپ تقریر کرتی چلی جائیں اور ہم سنتے چلے جائیں۔اُن دنوں خاکسار کی ڈیوٹی بطور رپورٹر، اجتماع اور جلسہ سالانہ پر ہوتی تھی۔مجھے یاد ہے تقریر کرنے کے بعد مجھ نالائق سے پوچھتیں۔کہ میری تقریر کیسی تھی؟مَیں نے کہا۔چھوٹی آپا!آپ کی تقریر سن کر تو بے حد مزا آتا ہے۔ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔دِل چاہتا ہے کہ آپ کی تقریر کبھی ختم نہ ہو۔ہم سنتے ہی چلے جائیں۔

آپ بہت سادہ طبیعت کی مالک تھیں اور بہت پُر وقار تھیں۔بے حد مہمان نواز تھیں۔ہماری پسند کا خیال رکھتی تھیں۔ہمارے ہاں کھانوں میں کڑھی نہیں پکتی تھی۔جبکہ حضرت چھوٹی آپا کے گھر ہر بُدھ کو کڑھی پکا کرتی تھی۔مَیں نے آپ کے ہاں ہی کڑھی کھانا شروع کی تھی۔پھر مجھے کڑھی بے حد اچھی لگنے لگی۔آپ میری پسند کا خاص خیال رکھتیں۔شادی کے بعد بھی جب کبھی میں گھر آتی اور آپ سے ملنے جاتی تو مجھے کہتیں کہ بُدھ کے دن تم کھانا ہمارے ہاں کھایا کرو۔کیونکہ تمہاری پسند کی ڈش پکتی ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ خاکسار لجنہ کراچی کی طرف سے بطور نمائندہ ضلعی میٹنگ پر مرکز آئی ہوئی تھی تو آپ نے میرے اس مختصر سے قیام میں بھی میری دعوت کی۔کڑھی آپا فاطمہ نے بھی پکائی اور آپ نے علیم سے بھی کڑھی پکوائی۔بی بی متین بھی وہیں تھیں۔کھانے کی میز پر مجھے کہنے لگیں اکیلی کیوں آئی ہو۔بچوں کو کیوں ساتھ نہیں لائی؟پھر فرمایا۔یہ کڑھی کھاؤ۔میں نے آج علیم

سے کہہ کر خاص تمہارے لیے ہندوستانی طرز کی کڑھی پکوائی ہے۔ میں نے ابھی کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ادھر آپا فاطمہ کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو جلدی سے آئیں اور کہنے لگیں۔ پہلے تو بی بی رفیق میرے ہاتھ کی پکی ہوئی کڑھی کھایا کرتی تھی، آج یہ علیم کے ہاتھ کی پکی ہوئی کھائے گی۔ اور اس پر انہوں نے اپنی پکائی ہوئی ڈش میرے آگے رکھ دی۔ میں نے کہا چھوٹی آپا! آپا فاطمہ تو ناراض ہو رہی ہیں۔ میں ان کی پکی ہوئی کڑھی بھی ضرور کھاؤں گی۔ یہ سن کر آپ مسکرا دیں۔

میری یہ خوش قسمتی ہے حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ نے مجھے اپنی بیٹی کی طرح چاہا اور میری شادی کے موقع پر اِس مہربان اور مشفق ماں نے اپنا حق ادا کر دیا۔ آپ نے میرا زیور، میرے کئی جوڑے اپنی پسند سے کہہ کر بنوائے۔ میرے دو غرارے اپنے ہاتھوں سے قطع کیے۔ پھر ان پر ڈیزائن بھی خود ہی تیار کیا۔ میری شادی کا دوپٹہ اپنے مبارک ہاتھوں کے ساتھ بہت ہی خوبصورت گوٹے اور سبز ساٹن کے کپڑے کے ساتھ ڈیزائن کر کے مکمل تیار کیا اور فرمایا کہ مَیں کام کرتے وقت سارا وقت ہی دعائیں کرتی رہی ہوں۔

پھر آپ جب پنڈی یا لاہور گئیں تو وہاں سے مکیش، گوٹا کناری اور میرے کئی دوپٹے رنگوا کر لائیں۔ پھر مہندی کی رات آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ اور اماں سے کہہ کر میرے سوٹ وغیرہ دیکھے اور پھر اپنے مبارک ہاتھوں سے میرے سارے کپڑے صندوقوں میں خود رکھے۔ آپ ساتھ ساتھ دعائیں دیتی جاتی تھیں اور مجھے بتاتی رہیں کہ کونسے کپڑے کب پہننے ہیں۔ سفر کے لیے جوڑا مجھے اپنے ہاتھوں سے الگ کر کے دیا۔ مجھے اب بھی نظر آرہا ہے آپ پیڑھی پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ پھر فرمانے لگیں رفیق تمہاری امی نے تو ہزاروں روپے بچا لیے ہیں۔ گھر میں ہی کس قدر خوبصورت کام کیا ہے۔ میری دُلائیاں بے حد پسند کیں۔ پھر علیم کے لیے ویسی ہی دلائیاں اماں سے کہہ کر تیار کروائیں، جن پر اماں نے تلے سے کڑھائی کی۔ اور حقیقت یہ کہ میری اماں کے ہاتھ تو سونے کے ہاتھ تھے۔ بے حد خوبصورت اور نفیس کام کرتی تھیں۔ اب تو ان مبارک ہستیوں کی حسین یادیں ہی باقی رہ گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

پھر حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ شادی کے دن صُبح ہی ہمارے ہاں تشریف لے آئی تھیں۔ فرخ اور بی بی متین بھی ساتھ تھے۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے افشاں کاٹی۔ اور اماں کے ساتھ کام میں ہاتھ بھی بٹایا۔ میری شادی میری خالہ امۃ الحمید بیگم آغا محمد بخش مرحوم کے ہاں ہوئی تھی۔ پھر

دوپہر کے کھانے کے وقت آپ اپنے مبارک ہاتھوں سے مہمانوں کو کھانا پیش کرتی رہیں۔ میری خالہ مرحومہ اکثر مجھے کہا کرتی تھیں کہ ہم تو شرم کے مارے کھانا بھی ٹھیک طرح سے نہیں کھا سکتے تھے یہ سوچ کر کہ اتنی عظیم ہستی اپنے ہاتھوں سے ہمیں کھانا پیش کر رہی ہے۔

اس دن چار شادیاں تھیں۔ آپ مجھ عاجزہ کو بتا کر سب گھرانوں میں ہی تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے جاتی رہیں۔ اس دن آپ عشا کے وقت اپنے گھر تشریف لے گئیں۔ اماں کہتی تھیں کہ تمہاری شادی کے دوسرے دن میں باہر صحن میں بیٹھی تھی کہ بیل ہوئی۔ پھر دیکھا کہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ بشریٰ کے ساتھ ہمارے ہاں پیدل ہی تشریف لے آئیں اور کہنے لگیں۔ میں نے سوچا کہ آج آپ اداس ہوں گی رفیق کے چلے جانے کے بعد، اس لیے میں آپ کے پاس آ گئی ہوں۔

اللہ اللہ کس قدر پیار بھرا دل رکھنے والی ماں تھی۔ اور جذبات واحساسات کا پاس رکھنے والی لطیف ہستی تھیں۔ خدائے ودود کی محبتوں سے آپ کی روح ہمیشہ سرشار رہے۔ آمین

خاکسار بہت ہی عاجز بندی ہے لیکن مَیں اپنی اس بہت پیاری ماں کی محبتوں اور شفقتوں کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

شادی کے ایک ہفتہ بعد جب خاکسار ربوہ واپس آئی تو صبح صبح ہی آپا حمیدہ صاحبہ (مکرمہ آپا حمیدہ صاحبہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی کارکن تھیں) تشریف لے آئیں اور کہنے لگیں رفیق! میں تمہیں لینے آئی ہوں۔ میں نے کہا۔ چھوٹی آپا کو کیسے پتہ لگا کہ مَیں آ گئی ہوں۔ فرمانے لگیں کہ انہیں تو معلوم تھا کہ تم آ گئی ہو۔ میں نے کہا میں تو ابھی نہیں جاؤں گی، مجھے آپ کے پاس جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ اماں نے کہا فوراً تیار ہو جاؤ۔ چھوٹی آپا تمہیں بلا رہی ہیں۔ پھر آپا حمیدہ صاحبہ نے کہا کہ میں تو تمہیں لے کر ہی جاؤں گی۔ پھر کہنے لگیں۔ رفیق! تم نہیں جانتی کہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کو تمہارے ساتھ کس قدر پیار ہے۔ تمہاری شادی کے دوسرے دن میں جب ڈاک لے کر گئی تو آپ نے مجھے کہا حمیدہ! رفیق آج پرائی ہو گئی ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے جو آپ نے اپنے ہاتھوں سے پونچھے۔ آپا حمیدہ کہنے لگیں مَیں نے کبھی آپ کو اس قدر افسردہ نہیں دیکھا تھا۔

پھر میں آپا حمیدہ کے ساتھ آپ کے ہاں گئی۔ آپ جو مجسم محبت تھیں مجھ عاجزہ کو دیکھ کر فرط محبت سے اٹھ کر مجھ سے ملیں، مجھے پیار کیا اور دعائیں دیں۔ پھر میں جتنے دن ربوہ رہی ہر روز آپ کے گھر جاتی اور آپ کی محبت بھری دعاؤں سے حصہ پاتی۔

کراچی جا کر بھی خاکسار حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ سے خط وکتابت کے ذریعہ فیض حاصل کرتی رہی۔ آپ بے حد محبت اور شفقت کے ساتھ عاجزہ کے خطوط کا جواب فوراً ہی دیا کرتیں۔ جب کبھی مجھ سے خط لکھنے میں سستی ہو جاتی تو اماں سے کہتیں کہ رفیق کا خط نہیں آیا۔ پھر اماں کا خط مجھے آتا کہ تم نے خط لکھنا کیوں چھوڑ دیا ہے؟

مَیں اکثر خطوط میں لکھا کرتی کہ چھوٹی آپا! میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں اُڑ کر آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔ مجھے جو لطف آپ کی صحبت میں کام کرنے کا آتا تھا وہ یہاں نہیں آتا۔ اِس پر آپ خطوط کے ذریعہ میرا حوصلہ بڑھاتیں پھر آپ نے مکرمہ آپا نصیرہ مرحومہ بیگم مرزا ظفر احمد صاحب مرحوم جو اس وقت لجنہ اماء اللہ کراچی کی صدر تھیں کو لکھا کہ رفیق مرکز سے آئی ہے۔ اس کا خیال رکھو۔ یہ بھی خدمتِ دین کرے گی۔

آج بھی میرا دل اس محسن عظیم ہستی کے لیے جذباتِ تشکّر سے پُر ہے جس کی دعاؤں اور حوصلہ افزائی سے خاکسار کو خدمتِ دین کے مواقع میسر آتے رہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالك

خاکسار کے شوہر مکرم جاوید ظفر اللہ صاحب پی۔ آئی۔ اے میں تھے اور کراچی میں مقیم تھے۔ خاکسار پندرہ سال تک کراچی رہی۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ از راہِ شفقت میرے گھر تشریف لائیں۔ میری بیٹی عزیزہ امۃ المصور سلمہا اللہ تعالیٰ نے جب 5 سال کی عمر میں قرآنِ مجید ناظرہ کا دور مکمل کیا تو مجھے مبارکباد دیتے ہوئے لکھا کہ جب مَیں کراچی آؤں گی تو پھر آمین کرنا۔ چنانچہ آپ خاکسار کے گھر تشریف لائیں اور عزیزہ مصوّر کی آمین کروائی۔ آپ میرے گھر جب بھی تشریف لائیں بچوں کو نقدی اور تحفے ضرور دیتیں۔ مَیں کہتی چھوٹی آپا! آپ کی دعائیں ہی ہمارے لیے قیمتی تحفے ہیں۔ آپ کا ہمارے ہاں آنا ہی برکتوں اور خوشیوں کا موجب ہے۔ ہنس کر فرماتیں بچے کیا کہیں گے کہ نانی اماں! خالی ہاتھ ہمارے ہاں آئی ہیں۔

آپ کی محبت اور شفقت کے کس کس انداز کا تذکرہ کروں۔ آپ تو محبت کی سفیر تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ جنوری 1990ء میں مجھے کہنے لگیں۔ رفیق! اس مرتبہ جب میں کراچی آؤں گی تو تمہارے ہاں رات بھی رہوں گی۔ میں خوشی سے پھولے نہ سمائی۔ میں نے بی بی متین سے بھی اس کا ذکر کیا کہ اب کی دفعہ چھوٹی آپا میرے ہاں بھی قیام کریں گی۔ بی بی کہنے لگیں تمہارے باتھ روم میں سیٹ والے ٹائلٹ نہیں ہے اور امی تو اس کے بغیر استعمال نہیں کر سکتیں۔ میں نے کہا ہم نے سوچ لیا

ہے کہ اپنا ایک باتھ روم سیٹ والا بنالیں گے۔ آپ نے جب یہ سنا تو فوراً بولیں۔ ظفر سے کہنا میرے لیے خرچ نہ کرنا۔ ایک دو دن کی تو بات ہو گی، کسی سے لکڑی کا کموڈ لے آنا۔ جون 1990ء کے آخر میں ہم کراچی سے رخصت ہو کر کینیڈا آگئے اور یہ بات پوری نہ ہو سکی۔

حضرت چھوٹی آپا میرے بچوں کے ساتھ بھی بے حد شفقت فرماتی تھیں۔ ان کی تعلیم اور صحت سے متعلق اکثر دریافت فرماتیں مصور اور ثمر تو آپ کو نانی امّاں کہہ کر ہی پکارتے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم ہستی نے مجھے ماں جیسا پیار دیا تھا۔

مجھے یاد ہے میری بیٹی امۃ المصور جب پیدا ہوئی۔ تو میری خواہش تھی کہ اس کا نام امۃ المصور رکھا جائے۔ جبکہ میرے میاں کو امۃ البصیر نام پسند تھا اور میری دوست روفی اور حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کو امۃ المجیب نام۔ آپ کی یہ کمال شفقت تھی کہ آپ میری بیٹی کا نام رکھوانے خود حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ہاں تشریف لے گئیں۔ آپ فرماتیں تھیں کہ مَیں نے حضور کے سامنے یہ تینوں نام پیش کر دیئے اور اس وقت حضور سے ملاقات کے لیے حضرت میر داؤد صاحب کی بیٹی امۃ المصوّر بھی آئی ہوئی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ اچھا۔ اس کا نام گو گو کے نام پر امۃ المصوّر رکھ دیتا ہوں۔

آپ جب ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ آج بھی میرے کانوں میں پُر شوکت آواز گونج رہی ہے کہ سیڑھیوں میں ہی آپ نے السلام علیکم اونچی آواز سے کہا اور پھر کہا۔ مبارک ہو۔ امۃ المصوّر۔ رفیق! حضور نے تمہاری خواہش کے مطابق ہی تمہاری بیٹی کا نام رکھا ہے۔ پھر آپ نے مجھے دو پین ہدیۃً دیئے۔ اور فرمایا کہ اس پر مَیں حضور سے دعا کروا کر لائی ہوں۔

فروری 1981ء میں پھر جب اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹا عطا فرمایا۔ آپ از راہِ محبت ہمارے گھر مبارکباد دینے تشریف لائیں۔ میں نے کہا۔ چھوٹی آپا! میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کا نام "ثمر اللہ" رکھوں۔ فرمانے لگیں۔ رفیق جو نام حضور رکھیں گے اس کے بعد "ثمر اللہ" رکھ لینا۔ پھر حضور پُر نور نے میرے بیٹے کا نام داؤد رکھا۔ اور پھر "داؤد ثمر اللہ" اس کا نام رکھا گیا۔ اگست 1984ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹی عطا فرمائی۔ الحمد للہ علیٰ ذلك

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ لندن تشریف لے جا چکے تھے۔ خاکسار نے حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ کی خدمت میں خط لکھا۔ آپ نے مجھے مبارکباد کا خط لکھا اور لکھا کہ تمہاری بیٹی کا نام امۃ المتین رکھتی ہوں کیونکہ آج مجھے اپنی بیٹی متین بہت یاد آرہی ہے۔ غالباً ان دنوں بی بی متین صاحبہ سپین میں

تھیں۔ آپ کا خط مجھے دیر سے ملا جبکہ مَیں اس کا نام امۃ السبوح رجسٹر کرا چکی تھی۔ پھر امۃ السبوح متین کہہ کر بھی اسے پکارتی رہی۔

خاکسار لجنہ کراچی کی طرف سے بطور نمائندہ شوریٰ یا مرکز کے اجتماع پر حاضر ہوتی تو آپ بے حد شفقت کے ساتھ پیش آتیں۔ لجنہ کراچی کے ساتھ آپ کو بے حد محبت تھی۔ آپ ہمیں چائے یا کھانے پر ضرور مدعو فرماتیں۔ اور پھر لجنہ کے کاموں کے متعلق پوچھتیں اور اپنے مفید مشوروں اور زرّیں نصائح سے ہماری رہنمائی فرماتیں۔ اکثر مجھے کہا کرتیں کہ لجنہ کو قرآنِ مجید ترجمہ سے پڑھایا کرو۔ پس آج بھی آپ کی دعاؤں کی برکت سے خدا کے خاص فضل سے خاکسار کوشش کرتی رہتی ہے کہ خود قرآن کا علم سیکھوں اور پھر اس سے دوسروں کو فیض یاب کروں۔ اللہ تعالیٰ میری کمزوریوں اور کوتاہیوں کو معاف کرے اور مجھے اپنے خاص کرم سے ہمیشہ یہ توفیق عطا کرتا رہے کہ میں خود قرآن پڑھتی رہوں اور دوسروں کو پڑھاؤں۔ خود اس پر عمل کروں اور دوسروں کو عمل کرواؤں۔

حضرت چھوٹی آپا صاحبہ خلیفۂ وقت کے ارشادات پر دل و جان سے عمل پیرا ہوتی تھیں اور یہی جذبہ آپ ہم سب میں پیدا کرنا چاہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ حضور کے ہر قول پر سچے دل سے لبّیك کہنے کی توفیق عطا کرتا چلا جائے۔

10 نومبر 1996ء کو خاکسار اپنی والدہ محترمہ امۃ الکریم قریشی بیگم مکرم فضل حق صاحب قریشی کی بیماری کی خبر سن کر پاکستان گئی۔ 19 نومبر کو اماں ہمیں دارِ مفارقت دے گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کی وفات کا صدمہ بہت ہی تکلیف دہ تھا۔ اماں کی وفات کی خبر سن کر حضرت چھوٹی آپا جو ماں کی طرح مہربان دل رکھتی تھیں باوجود کمزوریٔ طبع کے تعزیت کے لیے آئیں۔ ہمارا گھر گول بازار میں دوسری منزل پہ تھا۔ آپ کار میں ہی بیٹھی رہیں اور ہم اہلِ خانہ آپ سے ملنے کے لیے گئے۔ آپ بہت محبت کے ساتھ مجھے تسلی دیتی رہیں اور پھر کہنے لگیں رفیق! مجھے ملے بغیر واپس نہ چلی جانا۔

چنانچہ خاکسار 29 نومبر کو آپ سے ملنے گئی اور یہ میری آپ سے آخری ملاقات تھی۔ میری بہن معراج میرے ساتھ آپ سے ملاقات کے لیے گئی۔ آپ ہم سے کتنی ہی دیر باتیں کرتی رہیں۔ میری بیٹی امۃ المصوّر کے لیے اپنا ایک میرون کلر کا جوڑا دیا کہ اسے اس کے سائز کا کاٹ کر سلوا دینا۔ بچوں کی پڑھائی ظفر صاحب کی ملازمت اور لجنہ کے کاموں کے متعلق پوچھتی رہیں۔ رُخصت

ہوتے ہوئے مَیں آپ کو بلا شبہ پانچ چھ بار گلے ملی۔ مجھے آپ دروازے تک چھوڑنے آئیں۔ مَیں پھر آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو دوبارہ کمرے تک چھوڑنے گئی۔ آپ پھر مجھے الوداع کہنے دروازے تک چھوڑنے آئیں۔ مَیں پھر آپ کو چھوڑنے گئی۔ آپ پھر آنا چاہتی تھیں۔ مَیں نے اور معراج نے کہا۔ چھوٹی آپا آپ اب نہیں آئیں۔ ہم خود ہی چلی جائیں گی۔ پھر آپ کو چکّر سا محسوس ہوا آپ sitting room میں تخت پر ہی بیٹھ گئیں۔ اور کہا۔ مَیں اب ظُہر کی نماز پڑھوں گی۔ مجھے الوداع کیا۔ گلے لگایا اور السلام علیکم کہہ کر دعاؤں کے ساتھ رُخصت کیا۔ یہ تھی میری آخری ملاقات اس مہربان ماں عظیم محسنہ کے ساتھ جس کی شفقتوں، دلداریوں اور احسانات کی داستان بہت ہی طویل ہے۔ جس کی محبتوں اور دعاؤں کا سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ میرا دل غم سے بھرا ہوا ہے۔ اور یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھتے ہوئے بھی میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔ تین سال کے بعد آپ اپنے مولا حقیقی کے حضور حاضر ہو گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ سوچا تھا اماں کے گھر کے بعد آپ کا گھر میرا ہی گھر ہے جہاں جا کر اپنی اس بہت ہی پیاری ماں کی شفقت اور دعاؤں سے اپنا دامن بھروں گی۔ صد افسوس۔ موت نے اس پیاری ہستی کو ہم سے جدا کر دیا۔ ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے قُربِ خاص میں جگہ دے۔ آمین

پیاری چھوٹی آپا! الوداع۔ الوداع۔ الوداع۔ آپ کی مترنّم آواز آج بھی میرے کانوں میں گونجتی ہے۔ آپ کا مقدس چہرہ میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ آپ کی شفقت، آپ کی محبت، آپ کی چاہت کو مَیں کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ آپ کی حسین یادیں میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں۔

میری زبان تو آج بھی آپ کی صحت کی دعائیں مانگتی ہے۔ پھر یکدم یاد آتا ہے کہ آپ تو اپنے پیارے مولیٰ کے پاس جا چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مقدس روح پر اپنے بے شمار انوار، رحمتوں، برکتوں کا سایہ رکھے۔ آمین۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کی پیاری خوبیوں، نیکیوں اور خدمتِ دین کی لگن کے سچے جذبوں کا سا صادق جذبہ ہمارے اندر پیدا کر دے۔ ہم اور ہماری اولادیں نسلاً بعد نسلٍ اللہ کے پیار کو حاصل کرنے والی بنیں۔ آمین

السلام اے سیّدہ امِّ متین

(مکرمہ امۃ الرفیق ظفر صاحبہ)

السلام اے سیّدہ امّ متین   تیری فرقت سے ہیں کتنے دل حزیں
تیری صحبت کا زمانہ یاد ہے   جو متاعِ زیست ہے از حد حسیں
یاد ہیں ہم کو تیری دلداریاں   تھی سراپا مہر تو خندہ جبیں
تھی محبت کا تر و تازہ گلاب   جس کی خوشبو سے معطر ہر مکیں
تو صفاتِ مریمی کی حاملہ   مژدہ تیرا لائے تھے روح الامیں
تیری قسمت پر ہے نازاں ہر کوئی   قصر احمد کی تو تابندہ نگیں
مصلح موعود کی پیاری حرم   جسکا زیور تقویٰ، ایمان و یقیں
علم اور عرفان کا پیکر تھی تُو   خدمتِ دیں میں تھی حرف اولیں
شفقت و احسان کی تصویر تھی   عجز کا پیکر وجودِ عنبریں
والہانہ عشق تھا قرآن سے   بانٹتی تھی اس کے تُو طیّب خزیں
عشق تھا تجھ کو رسولِ پاک سے   تھی خلافت سے محبت جاگزیں
مہرباں مادر تھی لجنہ کے لیے   پُر تبسم، پُرکشش اور دل نشیں
تھا نرالا تیرا اندازِ بیاں   ہم نہ بھولیں گی ترا سحرِ مبیں
تیری تحریریں تھی دلکش جاں فزا   جو بڑھائیں سب کا ایمان و یقیں
فیض کا دریا تیرا جاری رہے   تاریخِ لجنہ ہے تیرا نقشِ حسیں
ہائے کیسا لعل تھا جاتا رہا   وائے ہم سے کھو گیا درِّثمیں
دور بیٹھے ہاتھ ہم ملتے رہے   دیکھ نہ پائے تیرا چہرہ حسیں

اب کہاں ڈھونڈیں کہاں پائیں اسے　　　　وہ گہر مدفون ہے زیرِ زمیں
یاد تیری چھوٹی آپا زندہ باد　　　　سب ملائک کہہ رہے ہیں آفریں
جا بسی تُو جنت الفردوس میں　　　　دوش پر لے کر دعائے مسلمیں
تجھ سے راضی تیرا رب العالمین　　　　تجھ کو حاصل قُربِ ختم المرسلینؐ

بے مثال شخصیت حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ

(مکرمہ صفیہ خالد گورایہ صاحبہ)

خاکسار ایم۔اے کے امتحان سے فارغ ہوئی تو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہؒ نے بلا کر نائب سیکرٹری تعلیم لجنہ مرکزیہ کا کام دیا۔ دو، تین سال بعد آپ نے 1980ء میں مجھے بطور جنرل سیکرٹری لجنہ مرکزیہ فرائض سرانجام دینے کا ارشاد فرمایا۔ اس طرح مجھے کم و بیش بیس، اکیس سال آپ کے نہایت قریب رہ کر کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ دور میری زندگی کا نہایت قیمتی سرمایہ ہے جس میں میں نے آپ کی شفقتوں سے وافر حصہ پایا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

کام کے دوران یقیناً غلطیاں بھی سرزد ہوتی ہیں۔ لیکن آپ وسعتِ حوصلہ کے ساتھ کمال شفقت سے کارکنات کو اس انداز میں سمجھاتیں اور ان کی رہنمائی فرماتیں کہ آئندہ اس قسم کی غلطی کے اعادہ کا امکان نہ ہوتا۔

دفتری امور اور ڈاک بہت باقاعدگی کے ساتھ ملاحظہ فرماتیں۔ بعض اوقات ایسے معاملات بھی درپیش ہوتے جن کے بارہ میں ہم سوچتے ہی رہ جاتے کہ اس مسئلہ کا کیا حل ہو سکتا ہے؟ لیکن آپ اپنی فراست سے ایسا جواب لکھواتیں کہ عقل دنگ رہ جاتی۔ بعض مشکل ترین جواب خود اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرماتیں کہ عام انسانی ذہن اس جواب کو دیکھ کر حیران ہو جاتا۔

آپ نے اپنے عرصۂ صدارت کے دوران متعدد مجالس پاکستان کے تربیتی دورے فرمائے۔ عاجزہ کو بھی اکثر اوقات ہمرکابی کا شرف حاصل رہا۔ آپ ممبرات سے انفرادی ملاقات کے علاوہ اس انداز میں تربیتی تقاریر فرماتیں اور مقامی مسائل سن کر مشوروں سے نوازتیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دورے کے مثبت اثرات ظاہر ہوتے۔ اس طرح آپ نے بہت سی کمزور مجالس میں بیداری کی روح پیدا فرمائی۔ دورانِ سفر اور واپسی پر کبھی تھکن کا اظہار نہیں فرمایا۔

حضرت سیّدہ موصوفہ ایک دفعہ میانوالی کے دورہ پر تشریف لے گئیں اور آپ نے میری

خواہش پر داؤد خیل اسکندر آباد میں میرے غیر از جماعت تایازاد بھائی کے گھر قیام فرمایا۔ آپ کے قیام کی برکت ان لوگوں کو یوں عطا ہوئی کہ ان کے دونوں بیٹوں کو چند دنوں بعد ہی فوج میں کمیشن مل گیا جس کی ان کے والد صاحب کو شدید خواہش تھی اور جب حضرت سیّدہ موصوفہ کا وصال ہوا تو میرے یہی تایازاد بھائی اچانک ربوہ پہنچ گئے اور اگلے روز آپ کے جنازہ میں بھی شرکت کی۔

لجنہ کی کسی تقریب کے بعد جب بچیوں کو دیر ہو جاتی تو لجنہ کی گاڑی میں کارکنات کو ان کے گھروں تک پہنچانے کا انتظام اس ہدایت کے ساتھ فرماتیں کہ جب تک بچی گھر کے اندر داخل نہ ہو جائے گاڑی آگے روانہ نہ ہو۔ خود بھی یہی طریق اختیار فرماتیں۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کا نمایاں وصف یہ تھا کہ تعلق کی بہت پاسداری فرماتی تھیں۔ دعائیہ اور دوسرے ذاتی خطوط کا فوری جواب دیتیں۔ بیماروں کی تیمارداری اور اموات پر تعزیت کے لیے پہنچتیں۔ بلا امتیاز غریب و امیر سینکڑوں شادیوں پر باوجود انتہائی مصروفیت کے نہ صرف تشریف لے جاتیں بلکہ ہر ایک کو اپنی طرف سے تحفہ دیتیں جس سے اہل خانہ کی بہت حوصلہ افزائی ہوتی۔

آپ کی ذاتِ گرامی بے شمار خوبیوں کا حسین مرقع تھی جس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن میں یہاں بہت سے واقعات میں سے چند ایک کا ذکر کروں گی جن کا تعلق براہ راست میری ذات سے ہے۔

کافی سال پہلے لجنہ کی آل پاکستان کھیلوں کے دوران آپ نے سٹیج پر بیٹھے ہوئے مجھے بلوایا۔ مجھے اپنی گرم شال دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ اوڑھ لو سردی بہت زیادہ ہے۔ کہیں بیمار نہ ہو جانا۔ ادب کی وجہ سے میں کچھ ہچکچائی۔ فرمایا! یہ مجھے قدوس نے قادیان سے بھجوائی تھی۔ تم سے واپس نہیں لوں گی۔ چنانچہ میں نے شال لے کر اوڑھ لی۔ جو اب بھی میرے پاس آپ کے دیگر تبرکات کے ساتھ محفوظ پڑی ہے۔

میری شادی کے بعد کھانے پر مدعو فرمایا۔ یہ دعوت بڑے پیمانے پر تھی۔ گھر میں انتظام کرنے والی خاتون سے فرمایا کہ مردانہ میں ہمارے داماد بیٹھے ہیں انہیں ٹھیک طرح سے کھانا لگا کر بھجواؤ۔

بیٹے کی پیدائش سے قبل مجھے بلڈ پریشر کی وجہ سے متعدد بار ہسپتال بھی داخل ہونا پڑا۔ آپ باوجود گھٹنے کی شدید تکلیف کے ہر بار حال پوچھنے کے لیے تشریف لائیں اور دعاؤں سے مدد

فرمائی۔ڈاکٹر صاحبہ نے جب 3 اکتوبر 1991ء کو میرا آپریشن تجویز کیا تو آپ 2 اکتوبر کی شام کو تقریباً آدھ پون گھنٹہ میرے پاس تشریف فرما رہیں۔ دعا اور تسلی دیتی رہیں۔ اگلے دن صبح 8 بجے دوبارہ ہسپتال تشریف لائیں اور 9 بجے جب مجھے آپریشن تھیٹر میں لے جانے لگے تو مجھے اپنی نہایت قیمتی دعاؤں اور بوسہ کے ساتھ وہاں بھجوایا اور میرے میاں کو ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے مجھے اطلاع دیں۔ حضور اقدس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور بزرگان کی دعاؤں کے طفیل خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے صحت مند بیٹا عطا فرمایا تو حضرت سیّدہ موصوفہ سب سے پہلے ICU بیٹے کو دیکھنے تشریف لائیں اور اس کی ولادت کی خبر بھی اخبار "الفضل" میں اپنی طرف سے شائع کروائی۔

میرا بیٹا چھوٹا تھا تو میں اسے اپنے ساتھ ہی دفتر لے آتی تھی۔ آپ اسے روزانہ چاکلیٹ یا کوئی اور چیز پرس سے نکال کر دیتیں۔ ایک دفعہ مجھے فرمایا۔ تمہارے بچے کے لیے گھر سے کوئی چیز ضرور پرس میں رکھ کر لاتی ہوں۔ ہر موقع پر اسے یاد رکھتیں۔ بیماری کے اوائل میں مَیں مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوئی تو بھی مجھ سے بچے کا حال دریافت فرمایا۔

بعض اوقات کوئی کام کرتے ہوئے آپ کے گھر کھانے کا وقت ہو جاتا تو کبھی بغیر کھانا کھلائے واپس نہ آنے دیتیں۔

ایک دفعہ میں آپ کے گھر پر کسی کام کے لیے حاضر ہوئی تو بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور اپنے گھر میں کام کرنے والی لڑکی کو آواز دی کہ اس کے لیے اچھی سی چائے بنا کر لاؤ اور خود کافی زیادہ چیزیں ٹرے میں لے آئیں اور فرمایا کہ تم پورے سال بعد میرے گھر آئی ہو۔ حالانکہ روزانہ دفتر میں آپ سے ملاقات ہوتی تھی اور کافی دیر آپ کے پاس رہ کر کام کی سعادت ملتی تھی اور اس خیال سے کہ آپ کے کام اور آرام میں خلل واقع نہ ہو گھر جانے سے بچتی تھی۔ اس واقعہ کے بعد گھریلو زندگی میں بھی آپ سے اتنی قریب رہی کہ ادب کے دائرہ میں بے تکلفی کی فضا پیدا ہو گئی۔ آپ سے بہت کچھ سیکھنے کے ساتھ ساتھ خانہ داری بھی سیکھی۔ مختلف مسائل میں رہنمائی حاصل کی۔ ہر مرحلے پر آپ کو ماں جیسی شفیق ہستی پایا۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت سیّدہ محترمہ کے اوصاف حسنہ پر چلنے کی توفیق دے۔ اور آپ کے درجات ہر آن بڑھتا چلا جائے۔ آمین۔

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 29 تا 30و34)

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(مکرمہ امۃ القدیر ارشاد صاحبہ)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا وجود اس باغبان کی حیثیت رکھتا ہے جس نے چمن کے ایک ایک پودے کی آبیاری اپنے خون جگر سے کی، یہاں تک کہ جب اس دار فانی سے رخصت ہونے کا وقت آیا تو یہ پودے تناور درخت بن چکے تھے ان کی سر سبز شاخیں شرق و غرب اور شمال و جنوب میں پھیل چکی تھیں، جماعت احمدیہ کے شعبہ خواتین کی تنظیم لجنہ اماء اللہ عالمگیر شہرت پا چکی تھی، دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے والی تنظیم میں لجنہ اماء اللہ کے زرّیں عہد کے مطابق جان، مال اور اولاد کو قربان کرنے کے لیے خواتین کا ہمہ وقت تیار رہنا اور اس جذبہ کا دلوں میں راسخ ہونا، بفضلِ خدا آپ کی شب و روز کاوشوں کا مرہون منت ہے۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کے ساتھ میرا گہرا تعلق سالوں پر محیط ہے۔ جب آپ قادیان میں جماعت نہم، دہم کی طالبہ تھیں اس وقت سکول ہمارے محلّہ دار الفضل میں محترم چوہدری غلام حسن صاحب المعروف "سفید پوش" کی کوٹھی میں تھا۔ والد محترم چوہدری علی محمد صاحب بی۔اے بی۔ٹی ہائی کلاسز میں تاریخ، جغرافیہ اور انگلش پڑھاتے تھے آپ کو محترمہ چھوٹی آپا کے استاد ہونے کا شرف حاصل تھا۔ آنمکرمہ نے اپنی اعلیٰ سیرت کے باعث اس تعلق کا ہمیشہ احترام کیا۔ آپ والد محترم کا نام ہمیشہ عزت کے ساتھ لیتیں۔ خاکسار کے ساتھ شفقت اور لگاؤ بھی اسی تعلق کی ایک کڑی تھی۔ میری چھوٹی بہن ڈاکٹر امۃ الحمید سے بھی بڑی محبت سے پیش آتیں۔ اسے کہا کرتیں کہ "تم چھوٹی سی تھیں جب بی۔ٹی صاحب کے ساتھ سائیکل پر بیٹھ کر آتیں۔ اب ڈاکٹر بن گئی ہو"۔

خاکسار اپنے میاں کی وفات کے بعد جب سیالکوٹ سے ربوہ آئی اور آپ سے ملاقات

ہوئی۔ تو آپ مجھے دیکھ کر آب دیدہ ہو گئیں۔ بڑے دکھ سے فرمایا کہ اسے دیکھو کتنی چھوٹی عمر میں بیوہ ہو گئی ہے۔ بی۔ ٹی صاحب کے لیے یہ صدمہ بہت بڑا ہے۔ پھر میری بیٹی امۃ الشافی کو جو اس وقت سال ڈیڑھ کی چھوٹی بچی تھی پیار کیا اور ہر طرح سے تسلی دی۔ آپ کا گذار دل جماعت کی ایک بیٹی کے دکھ پر رحم و شفقت سے بھر گیا اور پھر محبت و شفقت کا یہ احساس ہمیشہ زندہ و تابندہ رہا اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرماتا رہے۔ آمین

اسی عرصہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے ذریعے خواتین کی تعلیم کے ادارہ جامعہ نصرت کا قیام فرمایا، آپ اس کی ڈائریکٹریس مقرر ہوئیں تو خاکسار نے بھی اپنے مخصوص حالات کی بنا پر اس میں داخلہ لیا۔ مکرمہ سیّدہ چھوٹی آپا نے ہر وہ سہولت مجھے بہم پہنچائی جو آپ کے دائرہ اختیار میں تھی۔ خاکسار کو آپ کی شاگردی کا شرف بھی حاصل ہے یہاں میں نے ایف۔ اے میں آپ سے عربی پڑھی۔ آخر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اپنے اساتذہ کی محنت اور شفقت کی بدولت گریجوایشن کیا اور لاہور سے بی۔ ایڈ کرنے کے بعد آپ کے ایما پر آپ کے ہی قائم کردہ ادارہ، جونیئر ماڈل سکول میں تدریسی فرائض سرانجام دینا شروع کیے۔ آپ نے نہ صرف اس سکول میں میرا تقرر فرمایا بلکہ رہائش کی سہولت بھی عطا کی اور سکول کے ہی ایک کمرہ میں مجھے رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ عزیزہ امۃ الشافی بھی اسی سہولت سے اپنے تعلیمی مدارج طے کرتی رہی یہاں تک کہ اس نے بھی جامعہ نصرت سے بی۔ اے کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے جب کوئی سامان کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ویسے ہی دل بھی پیدا کر دیتا ہے۔ خاندان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی محترم خواتین نے میرے اور میری بیٹی امۃ الشافی کے ساتھ حد درجہ شفقت و محبت کا سلوک کیا۔ اپنائیت کا یہ احساس کس قدر تسکین بخش ہے۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ اپنے ساتھ کام کرنے والوں سے کبھی مزاحیہ گفتگو بھی فرماتیں۔ ایسے ہی ایک موقع پر جامعہ نصرت میں کوئی تقریب تھی۔ آپ اپنے گھر سے پیدل ہی چل پڑیں۔ چند صاحبزادیاں بھی آپ کے ساتھ تھیں اور میں بھی۔ راستے میں محترمہ چھوٹی آپا نے کسی بچی کے متعلق دریافت فرمایا جس کا ٹانسلز کا آپریشن ہوا تھا۔ آپ کو بتایا گیا کہ ابھی پوری طرح آرام نہیں

آیا اور تکلیف باقی ہے۔ چونکہ خاکسار کا بھی ٹانسلز کا آپریشن ہو چکا تھا۔ میں نے کہہ دیا کہ میرا آپریشن خدا کے فضل سے اچھا ہو گیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے ہنس کر میری بلند آواز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "تمہارا تو ضرورت سے زیادہ اچھا ہوا ہے"۔ اس پر سب ہنس پڑے۔ ہمارے لیے یہ امر انتہائی مسرت و افتخار کا باعث رہا ہے کہ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا ہمارے گھر کی ہر تقریب میں شرکت فرماتی رہیں۔ میرے چھوٹے بھائی کے نکاح کے موقع پر دلہن کو انگوٹھی پہنانا تھی۔ حضرت سیّدہ محترمہ سے درخواست کی گئی۔ آپ نے نہایت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ "بی۔ٹی صاحب کے بیٹے کے نکاح پر درد صاحب کی پوتی کو میں ضرور انگوٹھی پہناؤں گی۔ مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ سلسلہ کے دو علمی خاندانوں کا باہمی تعلق ہوا ہے"۔ دراصل یہ آپ کا جماعت کے مخلصین کے لیے جذبہ محبت واحترام کا اظہار تھا۔

میری بیٹی عزیزہ امۃ الشافی سلمہا کی شادی تھی۔ آپ نے اس میں بہ نفسِ نفیس تشریف لا کر میری خوشی کو دوبالا کر دیا۔

آخر میں اس ایک واقعہ کے بعد اپنی یہ حسین یادیں سمیٹتی ہوں جنہیں صفحۂ قرطاس پر لاتے ہوئے جانے درد کی کن کن راہوں سے گزرنا پڑا ہے۔ کراچی سے بھائی جان عبد السلام اختر ایم۔ اے واقفِ زندگی کی وفات کی المناک اطلاع آچکی تھی۔ جنازہ ربوہ لایا جا رہا تھا۔ 20 جون کا سلگتا ہوا گرم دن تھا۔ لیکن خدا کی قدرت رات ہوتے ہوتے ہوئے فضا میں اچانک خنکی سی ہونا شروع ہوئی اور کچھ دیر کے بعد موسم بے حد اچھا ہو گیا۔ بھائی جان کا تابوت ان کے گھر کے صحن میں رکھا ہوا تھا یکایک بونداباندی شروع ہو گئی۔ احباب کو خیال ہوا کہ تابوت اندر کر دیا جائے۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ بھی اپنے اس مجاہد بھائی کی تعزیت کے لیے تشریف فرما تھیں۔

آپ نے فرمایا کہ "تابوت یہیں رہنے دو یہ تو خدا تعالیٰ کی رحمت ہے جو اختر صاحب پر پڑ رہی ہے"۔ چنانچہ تابوت وہیں رہنے دیا گیا اور کچھ لمحوں کے بعد پھوار پڑنا بند ہو گی۔ آپ کے اس ایک جملے میں جانے والے کی طویل خدمات کا کتنا بھرپور خراج ہے۔

آپ نے اپنے قول و فعل سے ہمارے لیے ایک ایسی شاہراہِ عمل متعین کر دی ہے۔ جس میں ہماری فلاح و بہبود ہے۔ جو ہمارے لیے بحیثیت جماعت اور بحیثیت تنظیم لجنہ اماء اللہ ارفع و اعلیٰ مقاصد کی نشان دہی کرتی ہے۔ کسی شاعر نے آپ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے کہا تھا۔

کچھ ایسی روح پھونک کہ جس سے سب بیدار ہو جائیں
حیاتِ جاوداں کی منزلیں آسان ہو جائیں

اللہ ہمیں آپ کی زرّیں ہدایات اور روشن صفات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے ہم آپ کی عظیم جدوجہد کو آگے بڑھانے والے ہوں اور آپ ہی کی طرح خدمتِ دین کو اپنا شعار بنائیں۔

موت نے چھینا ہے ہم سے جسمِ خاکی بالیقین
چھین لے وہ یاد بھی تیری یہ ممکن ہی نہیں
تیرے جانے سے تیری یادیں تو جا سکتی نہیں
کارنامے تیرے، تاریخیں بھلا سکتی نہیں

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 51 تا 52 و 65)

چھوٹی آپا کی قیادت کے منوّر مہ و سال

(مکرمہ امۃ القدیر ارشاد صاحبہ ربوہ)

آج افسردہ نظر آتی ہے ربوہ کی فضا
مضطرب، مغموم کیوں ہے آہ ربوہ کی ہوا
کس کے جانے سے یہاں پر تیرگی سی چھا گئی
چاند بھی گہنا گیا اور چاندنی دھندلا گئی
پیکر لطف و کرم تھی آپ کی روشن حیات
سعیٔ پیہم سے منوّر شاہراہ کائنات
اک درخشاں دور لجنہ کا مقدر کر دیا
کامیابی، کامرانی کا حسیں رنگ بھر دیا
چھوٹی آپا کی قیادت کے منوّر ماہ و سال
آپ کے حسنِ تدبر اور فراست کی مثال
کام کی سچی لگن، تنظیم کی روحِ رواں
آپ کی روحِ بلالی اس کی عظمت کا نشان
ایک روشن جادۂ صدق و عمل دکھلا دیا
کس طرح ملتا ہے وہ یارِ نہاں سکھلا دیا
رحمت باری سدا تجھ پر برستی ہی رہے
روضۂ جنت سے پھولوں کی مہک آتی رہے

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 44)

مشفق ومہربان ہستی

(مکرمہ امۃ العزیز ادریس صاحبہ)

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کے ساتھ خاکسار کا قریباً اٹھائیس (28) سال کا ساتھ تھا۔ اتنے لمبے عرصہ کو جس میں بیسیوں طور کے اتار چڑھاؤ آئے۔ کس طرح چند سطور کے صفحات پر مقید کیا جا سکتا ہے۔ یہی سوچ کر خاموش رہی لیکن اتنی عزیز، اتنی مشفق و مہربان ہستی جس نے زندگی کے ہر مشکل موڑ پر رہنمائی فرمائی۔ جس کی بابرکت صحبت سے اس لمبے دور میں قریباً ہر روز خاکسار شرف ملاقات حاصل کرتی رہی۔ بطور آفس سیکرٹری کام کرنے سے اللہ تعالیٰ نے میری زندگی سنوار دی اس دور کی یاد نے یہ چند سطور لکھنے پر آمادہ کیا۔

میں نے ہمیشہ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کو نہایت درجہ کی منتظم، حلیم وبردبار، معاملہ فہم اور اپنے ساتھ کام کرنے والیوں کے ساتھ شفقت و مہربان ماں کا سلوک کرنے والی اور سب کے لیے نہایت دعا گو اور بابرکت وجود پایا۔

خاکسار 1947ء میں تقسیم ملک سے قبل ہی قادیان سے اپنے والدین کے ساتھ بیرون ملک چلی گئی تھی۔ اور 1963ء میں اپنے چار بچوں کے ساتھ پہلی بار ربوہ آئی جس کے تین ماہ بعد ہی آپ نے میری اپنے دفتر کے لیے بطور آفس سیکرٹری تقرری کر دی۔ مجھے ابھی لجنہ کے کاموں کا کچھ علم نہیں تھا۔ اور نہ دفتری امور ہی کا کچھ پتہ تھا۔ قدرتی طور پر بہت گھبراہٹ اور پریشانی تھی کہ میں اتنا اہم کام کس طرح کر سکوں گی۔ لیکن چند خیر خواہوں نے بتایا کہ چھوٹی آپا صاحبہ کے ساتھ کام کرنا کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ وہ اتنی اچھی طرح اور شفقت سے کام کرواتی ہیں کہ نہ صرف کام کرنا آسان لگے گا۔ بلکہ زیادہ اچھا کام کرنے کی اہلیت پیدا ہو جائے گی۔ جوں جوں میں نے کام شروع کیا آپ کی ہدایات اور رہنمائی ہر دن میرے لیے آسانیاں پیدا کرتی رہی۔

روزانہ کی ڈاک میں نہ صرف سارے پاکستان کی لجنات کے بلکہ بیرون پاکستان کی لجنات کے

بھی خطوط اور کارکردگی کی رپوٹیں موصول ہوتیں۔کچھ خطوط تو صرف کارکردگی کی تفصیل پر ہی مشتمل ہوتے۔ لیکن کچھ ایسی ہدایات طلب مشکلات بیان کی ہوتیں جن کے متعلق مجھے خیال آتا کہ پتہ نہیں چھوٹی آپا صاحبہ کس طرح اس مشکل مسئلے کو حل فرمائیں گی اور شاید کوئی لمبا سا خط لکھوائیں گی۔ لیکن میں اتنی حیران ہوتی جب صرف دو تین فقروں میں ہی اس بظاہر لاینحل مسئلہ کا حل لکھوا دیتیں اور پھر وہ حل اتنا موثر ثابت ہوتا کہ متعلقہ لجنہ میں کام پھر آسانی اور سہولت سے چل پڑتا۔

روزانہ ہی آپ دفتر میں جب تشریف لاتیں تو آپ کے بابرکت وجود سے سارے دفتر میں رونق سی پھیل جاتی۔ ہر شعبہ اپنے اپنے کام میں مستعد ہو جاتا۔ خاکسار ہر شعبہ کا کام آپ کی خدمت میں پیش کرتی۔ جس پر کام سے متعلق زرّیں ہدایات فرماتیں۔ غلطیوں اور کوتاہیوں پر ایسے طریق سے سرزنش فرماتیں کہ ہر کام کرنے والی کے دل میں کامل درجہ احساسِ ندامت کے ساتھ ساتھ بہترین طور پر کام کرنے کا عزم پیدا ہوتا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری کے دوران جب کسی لجنہ کے دورے کے لیے یا ان کے اجتماع میں شمولیت کے لیے تشریف لے جاتیں اور خاکسار کو بھی معیت کا شرف حاصل ہوتا۔ تو خواہ آپ سفر میں ہوتیں یا لجنہ کے پروگراموں میں شمولیت فرما رہی ہوتیں آپ کا دھیان حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف ہی ہوتا۔ اور جب وقت ملتا فون پر آپ کی خیریت معلوم کرتی رہتیں۔

آخری دنوں میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو ہمہ وقت حضورؓ کی خدمت میں کمربستہ رہتیں اور ساتھ ساتھ دینی خدمات کے لیے ضرور وقت دیتیں۔ اور روزانہ کی ڈاک اور دیگر شعبہ جات کی کارکردگی کو ملاحظہ فرماتیں۔ گراں قدر ہدایات مرحمت فرماتیں۔

ایسے ہی ایک روز حضرت مصلح موعودؓ کی طبیعت بہت خراب تھی۔ سیڑھیوں کے اوپر کے حصہ میں تھوڑی سی جگہ تھی۔ آپ وہیں تشریف لے آئیں ساری ڈاک پورے انہماک سے دیکھی۔ ہدایات لکھوائیں۔

آہ! کسے معلوم تھا کہ اگلی رات کیا قیامت ڈھائے گی۔ اور حضرت مصلح موعودؓ کی خلافت کا یہ زرّیں دور جس کا ہر ہر دن احمدیت کی بنیادوں کی پختگی اس کی روز افزوں ترقی اور جماعت کے افراد کی روحانی تربیت پر صرف ہوا تھا۔ ختم ہو جائے گا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد آپ نے خدمتِ دین کے لیے کمر کس لی اور اپنی زندگی کا ہر لمحہ لجنہ کے کاموں اور خدمتِ خلق کے کاموں کے لیے وقف کر دیا۔ ہر روز لجنہ کے دفتر میں تشریف لاتیں اور قریباً سارا وقت ہر شعبہ کے کام دیکھتیں۔ لجنات کی رپورٹیں ملاحظہ فرماتیں۔ گراں قدر ہدایات دیتیں۔ اور اس دوران ضرورت مند خواتین اور دوسری ملاقات کی خواہش مند بہنوں سے ملاقات بھی کرتیں اور قابلِ امداد خواتین کی امداد کے لیے دفتر کو ہدایت فرماتیں۔ جب گھر واپس جاتیں تو بھی آپ کے گھر کا دروازہ ہر وقت ملاقات کرنے والیوں کے لیے کھلا رہتا۔ ضرورت مند خواتین کسی وقت بھی بے دھڑک آپ کے گھر حاضر ہو جاتیں۔ آپ نے کبھی منع نہیں فرمایا۔

ربوہ کے کسی گھر میں کوئی تقریب ہوتی۔ شادی کی یا اور کسی خوشی کی۔ جب آپ مدعو ہوتیں تو خواہ آپ کی طبیعت خراب بھی ہوتی یا کتنی بھی مصروفیت ہوتی آپ نے حتّی الوسع کبھی انکار نہیں کیا۔ گرمی ہو یا سردی آپ وقت پر پہنچ جاتیں اور مدعو کرنے والوں کی دِلی خوشی اور برکتوں کا سامان ہو جاتا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے پُر ملال سانحہ پر بہت سے لوگوں نے اپنے غم کے جذبات کو شعری رنگ میں ڈھالا جو قریباً روزانہ الفضل میں شائع ہوتے۔

عدّت گزرنے کے کچھ عرصہ بعد جب آپ دفتر تشریف لائیں تو مجھے ہدایت فرمائی کہ جتنی نظمیں الفضل میں شائع ہوئی ہیں سب کو اکٹھا کرو اور کتابی صورت میں شائع کرنے کے لیے سب یکجا کر کے دکھاؤ۔ اس پر آپ کافی محنت کرتی رہیں۔ کہ کوئی نظم یا شعر رہ نہ جائے جب کتابی شکل تیار ہو رہی تھی میں نے دریافت کیا کہ اس کتابچہ کا نام کیا رکھیں گی۔ فرمانے لگیں "یادِ محمود"۔

دفاتر لجنہ اماء اللہ کی بلند و بالا خوبصورت عمارت آپ کی کارکردگی اور محکم حوصلہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کی تعمیر کے ہر کام نقشہ بنوانے۔ پرانی عمارت کے منہدم کروانے نئی تعمیر کے ہر مرحلہ میں گہری نظر سے مطالعہ کرنے اور مفید ہدایات دینے میں آپ کی بلند ہمت شخصیت شامل تھی۔

خاکسار کے دفتری امور کے علاوہ ذاتی گھریلو پریشانیوں اور الجھنوں میں آپ نے ہمیشہ میری رہنمائی فرمائی، گراں قدر مشورے عطا فرمائے اور سب سے زیادہ یہ کہ اپنی دعاؤں میں میری پریشانیوں کے ازالہ کے لیے رب العزت کے حضور استدعا کرتی رہیں۔

جب میں 1963ء میں پاکستان آئی تھی تو میری چار بیٹیاں تھیں۔ نرینہ اولاد کوئی نہ

تھی۔ آپ کے ساتھ کام کرنے کے دوران اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے۔ مجھے پہلا بیٹا عطا فرمایا۔ آپ نے اس کا نام انیس احمد رکھا۔ اس کے چار سال بعد اللہ تعالیٰ نے دوسرا بیٹا عطا فرمایا۔

ایک دن میں دفتری امور کے سلسلے میں آپ کے گھر حاضر ہوئی۔ اس وقت آپ اپنے ایک نواسے کو جو قریباً ایک سال کا تھا نہلا رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر اپنے نواسے سے مخاطب ہو کر فرمانے لگیں کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ انہیں اس دفعہ بیٹا عطا فرمائے۔ لیکن پہلے بیٹے کی طرح کمزور سا نہ ہو بلکہ تمہاری طرح خوبصورت ہو۔ جب میرا بچہ پیدا ہوا تو وہ واقعی بہت خوبصورت تھا۔ اس کا نام پیدائش سے قبل ہی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے انس احمد رکھ دیا تھا۔

میری سب سے چھوٹی بیٹی جس پر شادی کے دس ماہ بعد ہی خاوند کے ایک جانکاہ ہوائی حادثہ میں وفات پا جانے کی وجہ سے چھوٹی عمر میں غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ اس کے لیے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے اپنی دعاؤں سے اتنی مدد فرمائی کہ اس کی جزائے خیر خدا تعالیٰ کی ذات ہی دے سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلوں سے ان دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔ اور اس کے دکھ کا مداوا فرمایا۔

ایک بار میں بیرون ملک جا رہی تھی۔ پروگرام تھا کہ جانے سے ایک روز قبل آپ کے گھر حاضر ہو کر دعا کے لیے کہہ کر رخصت ہوں گی۔ لیکن رات مغرب کے بعد اچانک دروازہ کھٹکا اور حضرت سیّدہ محترمہ بنفسِ نفیس تشریف لائیں اور فرمانے لگیں کہ میں صبح لاہور جا رہی ہوں اور تم کل سفر پر جا رہی ہو۔ اس لیے میں اسی وقت تم سے ملنے کے لیے آ گئی ہوں۔ ورنہ پھر تم سے مل نہ سکتی۔

اس ذرہ نوازی پر اتنی خوشی و مسرت ہوئی کہ کس قدر اس بلند مرتبہ ہستی کو ایک غریب اور ناچیز کا خیال ہے کہ قیمتی وقت نکال کر ملنے کے لیے تشریف لائیں۔

آپ کی شفقت و مہربانی کی اتنی شیریں یادیں ہیں کہ سمجھ ہی نہیں آتی کس کو بیان کروں اور کون سی چھوڑوں۔ میں اکثر دفتری امور کی رپورٹ اور لجنات سے آمدہ ڈاک لے کر آپ کے گھر پر بھی حاضر ہوا کرتی تھی۔ ایسی ہی ایک سخت گرمیوں کی دوپہر تھی۔ آپ ابھی اپنے پرانے گھر میں رہائش پذیر تھیں۔ میں صحن سے گزر کر برآمدے میں پہنچی دیکھ کر فرمانے لگیں۔ اتنی گرمی میں آئی ہو۔ چھتری ہی لے لیا کرو۔ اس فقرہ کو سن کر مجھے اتنی خوشی ہوئی اور گرمی کی ساری تپش ختم ہو گئی کہ اس شفیق ہستی کو ناچیز کا کتنا خیال ہے۔

چھبیس ستائیس سالہ اس لمبے دور میں خاکسار کو بہت دفعہ یہ تجربہ ہوا کہ اکثر آپ دعائیہ رنگ میں جو بات فرماتیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے اسے قبول فرمالیتا۔ مثال کے طور پر 1984ء میں جب پہلی بار میں نے اپنی چھوٹی بیٹی کو اپنی بڑی بیٹی سے ملوانے کے لیے امریکہ لے جانے کا پروگرام بنایا تو وزٹ ویزا حاصل کرنے کا مرحلہ تھا۔ میں نے اس کے متعلق دفاتر وغیرہ سے ویزا حاصل کرنے کے بارے میں متعدد معلومات حاصل کیں تو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ بڑی عمر کے لوگوں کو تو ویزا حاصل کرنے میں مشکل نہیں ہوتی۔ لیکن چھوٹی عمر والوں کو ویزا نہیں ملتا۔ میں کافی ناامید ہوئی۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے میرا پروگرام پوچھا تو میں نے بتایا کہ جسے ملوانے کے لیے لے جانا چاہتی ہوں اس کے متعلق سب کہتے ہیں کہ ویزا نہیں ملے گا تو میں نے کیا کرنے جانا ہے۔ ساری بات سن کر فرمانے لگیں تم کوشش تو کرو۔ چنانچہ اس بات پر میں ویزا حاصل کرنے کے لیے ایمبیسی گئی تو انہوں نے میری بیٹی کے ساتھ انٹرویو کرنے کے بعد اسے وزٹ ویزا دے دیا۔

جب آخری بار میں ربوہ سے روانگی پر سیّدہ محترمہ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئی تو دل بہت افسردہ تھا کہ معلوم نہیں اب زندگی میں ملاقات ہو سکے گی یا نہیں۔ آپ فرمانے لگیں کہ جب بھی تم پاکستان آؤ تو میرے گھر مہمان ٹھہرنا۔ میں نے عرض کی کہ پتہ نہیں آسکوں یا نہ اور پھر آپ سے مل سکوں یا نہ تو فرمانے لگیں کہ نہیں ہم ملیں گے۔ میں اس فقرے سے خوش ہوئی کہ شاید اللہ تعالیٰ ملاقات کا کوئی سامان پیدا فرمادے۔ لیکن کیسے؟ یہ پتہ نہیں تھا۔ آپ میرے آنے کے دو سال بعد واشنگٹن اپنے نواسوں سے ملنے کے لیے تشریف لائیں۔ میں اگرچہ واشنگٹن سے کافی دور رہائش پذیر تھی لیکن اس گراں قدر موقع پر آپ سے ملنے کے لیے حاضر ہوئی۔ میرا بیٹا انس احمد اور بیٹی حمیرہ خالد بھی ساتھ تھی۔ میں حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کو دیکھتی جارہی تھی اور دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہی تھی کہ اللہ نے اپنی اس مقدس ہستی کے الفاظ کو کس طرح پورا فرمایا اور اس ناچیز کی ملاقات کا سامان پیدا فرمادیا یہ میری اس بہت ہی شفیق و مہربان اور عظیم المرتبت ہستی سے آخری ملاقات تھی۔ بعد میں عزیزم فرخ احمد سلمہ اللہ کی بیوی نے بتایا کہ جس روز آپ نے آنا تھا اس روز حضرت چھوٹی آپا نے فرمایا میری ایک بہت ہی عزیز ملنے والی کافی دور سے آرہی ہے اس لیے واشنگٹن کی اور خواتین کو آج ملنے کا وقت نہ دینا میں نے صرف اس کے ساتھ وقت گزارنا ہے۔ جب بھی مجھے یہ الفاظ یاد آتے ہیں تو دل خدا تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا ہے۔ اتنی بلند مرتبہ ہستی کو ایک ناچیز اور ادنیٰ

خادمہ کا کس قدر خیال تھا۔

میں نے کام کے سارے عرصہ میں یہ دیکھا کہ آپ ہر خط کا جواب ضرور دلواتیں۔ دفتری امور کے علاوہ آپ کی ذاتی ڈاک بھی بہت ہوتی تھی جس کے جواب خود لکھتیں۔ اور کبھی ایسا نہ ہوتا کہ آپ نے کسی خط کا جلد از جلد جواب نہ دیا ہو۔ اکثر جب ذاتی ڈاک زیادہ ہو جاتی اور آپ کی مصروفیات بہت زیادہ ہوتیں یا بیمار ہوتیں تو مجھے فرماتیں کہ میری ذاتی ڈاک اکٹھی ہو گئی ہے اگر تمہیں وقت ہو تو کسی وقت آ کر لکھوا دینا۔ میں اس کام کو اپنی خوش قسمتی سمجھتی اور دل و جان سے حاضر ہو جاتی۔

اور بھی بہت سی یادیں ہیں مگر اس مضمون کو اب ختم کرتی ہوں۔ اللہ کے حضور استدعا ہے کہ ہماری اس بہت ہی مشفق اور مہربان ہستی کو ان تمام احسانوں اور شفقتوں کی اعلیٰ سے اعلیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی معیت میں جنت الفردوس کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے ان کی اولاد کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو۔ اور آپ کی تمام نیکیاں ان میں جاری فرمائے اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین۔

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 53 تا 57)

انتقال پُر ملال حضرت سیّدہ امّ متین صاحبہ

(مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب)

تین تاریخ نومبر سن ننانوے کا تھا سال　　اک امانت ہم نے واپس کی بصد حزن و ملال
یادگارِ مصلح موعود کو رخصت کیا　　آنسوؤں اور سسکیوں کا دن تھا یہ یومِ وصال
چھوٹی آپا اک پیارا نام ان کو تھا نصیب　　جن کی تربیت سے لجنہ کو ہوا حاصل کمال
مہربان مادر کی صورت ہم میں تھا ان کا وجود　　ان کے اوصافِ حمیدہ میں تھا والد کا جمال
وقف رکھی عمر ساری خدمتِ دیں کے لیے　　اپنے آرام و سکوں کا بھی نہ رکھا کچھ خیال
"جاودانی زندگی ہے موت کے اندر نہاں"　　اس مقامِ آگہی پر ان کے نہ آیا زوال
رہنما ہیں بہرِ لجنہ ان کے قدموں کے نقوش　　ہو فروغِ جذبۂ دیں کا سبب یہ ارتحال
ایسی روحِ مطمئنہ کا مقامِ اخروی　　تیرے قربِ خاص میں ہو اے خدائے ذوالجلال
رحم کر پسماندگان غمزدہ پر اور انہیں　　صبر کی دولت عطا کر دور کر ان کا ملال
آنسوؤں کا سیل بن جائے ترا ابرِ کرم　　باغِ احمد تا رہے سرسبز تا حد کمال
اس خدائی فیصلہ پر ہے سر شبیر خم　　گرچہ ہے اک امتحاں یہ انتقال پُر ملال

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 28)

کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی

(مکرمہ رضیہ درد صاحبہ)

زندگی سے زیادہ ناپائیدار چیز اور کوئی نہیں مگر ہم اس طلسم کا شکار رہتے ہیں کہ شاید ہم نے آبِ حیات پی رکھا ہے ہر روز موت ہمارے سامنے کار فرما رہتی ہے مگر ہم یہ سوچ کر اپنے دل کو جھوٹی تسلی دیتے رہتے ہیں۔

گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

ہماری قابلِ صد احترام ہستی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ نوراللہ مرقدھا مورخہ 3 نومبر 1999ء انتقال فرما گئیں۔ آپ کی پیدائش اکتوبر میں حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے گھر ہوئی آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو خدمتِ دین کے لیے وقف کر دیا اور آپ کا نام "مریم" رکھا۔ 17 سال کی عمر میں حضرت مصلح موعودؓ سے آپ کی شادی ہوگئی اور حضرت مصلح موعودؓ سے دینی تعلیم و تربیت کے ساتھ قادیان سے دینیات کی تعلیم سند علیمہ اور ایم۔ اے عربی کا امتحان پاس کیا۔ ساری زندگی درس قرآن آپ کا محبوب مشغلہ رہا۔ 19 پاروں کی باترجمہ و تشریح آڈیو کیسٹ تیار کروائیں کہ صحت و عمر نے وفا نہ کی۔ آپ "چھوٹی آپا" کے نام سے مشہور تھیں۔ آپ کے قریب رہنے والے لوگ ہمیشہ آپ کی نیکی، تقویٰ، حسنِ اخلاق کی گواہی دیتے رہیں گے۔ اپنی خوش بختی پہ جتنا بھی فخر کروں کم ہے کہ آپ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا موقعہ ملا قریب سے آپ کو دیکھا۔ زندگی کے قیمتی لمحات آپ کی معیّت میں گذارے بہت سے سبق آپ سے سیکھے لیکن افسوس پھر بھی تشنگی رہ گئی۔

کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اپنی عزیز ہستی پیاری چھوٹی آپا کے ذکرِ خیر میں قلم کو حرکت دوں گی۔ آپ کے بارے میں تحریر کرنا امرِ محال نظر آتا ہے۔ کاش! اور کاش! بہت سی حسرتیں رہ گئیں۔ بچپن سے اب تک کسی نہ کسی رنگ میں آپ کے ساتھ تعلق رہا۔ جو وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتا گیا۔

یاد کے بے نشاں جزیروں سے

تیری آواز آ رہی ہے ابھی

آپ کی کامیاب فعال زندگی کا ایک وسیع میدان ہے جس میں اس عاجزہ کو آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع میسر آیا۔ ان سب کا ذکر تو ایک کتابچہ کی شکل چاہتا ہے اس لیے طوالت کے ڈر سے صرف ذاتی تعلق کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کرنے کی کوشش کروں گی۔

آپ کی ذات گونا گوں خوبیوں کی مالک تھی۔ بے تکلفی، وقار اور اپنائیت کا ایک عجیب امتزاج تھا جو آپ ہی کا خاصہ تھا۔ ایک دفعہ آپ کے جوڑے کی تعریف کر دی جو ہلکا پیازی رنگ کا تھا اس پر سفید دھاگے سے ہلکی سی کڑھائی بھی تھی۔ یونہی بے اختیاری کی کیفیت پیدا ہو گئی ورنہ اس سے قبل کبھی بھی اتنی جرات نہ ہوئی تھی۔ اگلے روز ایک پیکٹ آتے ہی میرے ہاتھ میں یہ کہتے ہوئے تھما دیا "لو! یہ تمہیں بہت پسند تھا میں نے سوچا تمہیں دے دوں سولے آئی ہوں" کیسی اپنائیت اور سادگی دوسروں کے جذبات کا کتنا خیال رہتا اور انہیں خوشیاں دینے میں کبھی تساہل نہ فرماتیں۔ آج بھی وہ خوشی سے مسکراتا ہوا چہرہ آنکھوں کے سامنے ہے۔

بعض دفعہ ایک چھوٹے سے جملہ میں ان گنت جذباتِ محبت کی چاشنی ہوتی۔ ایک مرتبہ اس عاجزہ نے کچھ اور باتوں کے ساتھ نئے سال کی مبارکباد بھی لکھ دی۔ آپ نے جواب دیا کہ "16 دن بعد مبارکبادی کا بہت بہت شکریہ کبھی گھر بھی آ کر مل لیا کریں"۔ کتنی محبت اس ایک فقرہ میں سمو کر رکھ دی آج بھی اس کی تمازت اسی طرح محسوس ہوتی ہے جیسے اس وقت ہوئی تھی۔

حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بہت زیادہ خیال رہتا۔ میری بیٹی جو پاکستان سے باہر ہے ہمیشہ مجھ سے شکوہ کرتی کہ امی چھوٹی آپا جان کا جواب ہمیشہ ہی آپ کے جواب سے پہلے پہنچتا ہے۔ اتنی مصروف ہستی اور ایک بچی کا اتنا خیال کہ اس کی ماں سے بھی بڑھ کر تعلق نظر آتا۔ آخر ایک روز میں نے کہہ ہی دیا کہ بیٹی تم بھی کیسی نادان ہو اتنی عظیم ہستی کا مقابلہ مجھ جیسی کمزور ناتواں سے کرتی ہو۔ کہاں میں اور کہاں وہ ہستی!

آپ محبتوں کا بحر بیکراں تھیں۔ آپ کی زندگی کے جس پہلو پر نظر ڈالیں خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی آپ کی ذات ہمیں نمونہ ہی دکھائی دیتی ہے۔ وقت کی پابندی کا بہت خیال رکھتیں۔ عین وقت پر تشریف لاتیں۔ بعض دفعہ آپ کی تشریف آوری پر اپنی کلائی کی گھڑی بھی ٹھیک کی اکثر فرماتیں "نہ اپناوقت ضائع کرو نہ دوسروں کا۔ یہ چھوٹی سی نیکی ہے اس کو تو اپنانا چاہیے"۔

نصیحت کرنے کا انداز بے حد دلپذیر اور انوکھا تھا کہ مخاطب پر گراں نہ گزرتا۔ کبھی ناراضگی کا اظہار ہوتا بھی تو نرمی، ہمدردی، شفقت کی آمیزش اس کو خوبصورت بنا دیتی۔ اکثر میں نے جب محسوس کیا کہ مجھ سے فلاں کوتاہی ہوئی ہے اور دل میں ڈانٹ کا خوف پیدا ہوا تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوتا۔ مختلف انداز تھے کبھی تو ڈرے ڈرے سہمے ہوئے سامنا ہوا تو آپا جان مرحومہ بڑھ کر گلے لگا لیتیں کہ شرم سے پانی پانی ہو جاتی۔ اور گھنٹوں اسی سوچ میں غرق کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی انمول ہستیوں کی رفاقت بخشی ہے؟ اور کبھی بہت ہی پیار بھرے انداز میں حال احوال دریافت کرنا شروع کر دیتیں۔ گھریلو باتیں، بچوں کے مسائل کا سلسلہ شروع ہو جاتا اور یہ بھول ہی جاتا کہ اس سے قبل کس طرح خوف تھا کہ نہ جانے آج کتنی ڈانٹ پڑے گی۔ ایک دفعہ اسی طرح کی غلطی پر مَیں بے حد خوف زدہ تھی بار بار یہی خیال آتا کہ آج تو ضرور ہی سرزنش ہو گی۔ اور اگر میٹنگ کے دوران ہوئی تو سب کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑے گی وغیرہ وغیرہ۔ اسی ادھیڑ بن میں تھی کہ سیّدہ موصوفہ کا فون آیا کہ آج شام 5 بجے مجھے گھر پر ملو۔ اس کے بعد تو حالت اور ہی غیر ہو گئی وقت گزارنا مشکل ہو رہا تھا آخر وہ وقت آن پہنچا آپ کے گھر پہنچ گئی۔ تو ملازمہ نے اطلاع دی کہ آپا جان کمرے میں ہی بلا رہی ہیں اور سہم گئی کہ آج تو ناراضگی زیادہ ہی ہے۔ اور دعا کرتے کرتے کہ یا اللہ کمرے میں کوئی دوسرا نہ ہو ہمت کر کے ڈگمگاتے قدموں کے ساتھ آپ کے پاس جا پہنچی۔ تو جو سزا آپ نے سنائی میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کانوں پر یقین نہ آیا اور آج تک ان لمحوں کو سوچ کر عجب قسم کی روحانی کیفیت اور سرور ملتا ہے فرمایا:۔

"میں پاکستان سے باہر لجنہ کے دورے پر جاری ہوں تمہیں اپنا قائم مقام صدر مقرر کرتی ہوں۔ ہر قسم کے ڈرافٹ اور چیک پر اپنے دستخطوں کا نمونہ دفتر میں دے دینا۔ مجھے امید ہے تم سنبھال لو گی"۔ پہلی مرتبہ آپا جان پاکستان سے باہر تشریف لے جارہی تھیں اس موقع پر اس کمزور و

ناتواں کو جو ہر وقت اپنی غلطیوں کی وجہ سے سزا کی منتظر رہتی اپنا قائم مقام منتخب فرمایا۔ اللہ اللہ یہ سعادتیں یہ شفقتیں ہی زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ آپ کے الفاظ بعد میں اگرچہ کئی بار پورے ہوئے یعنی قائم مقامی کا فریضہ ادا کرنے کا موقع ملا۔ لیکن آپ کی زندگی کے آخری ایام جو مارچ1997ء سے نومبر 1997ء تک تھے اس عاجزہ کو قائم مقامی کی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمدللہ۔ الحمدللہ

آپ کی شخصیت میں سحر انگیز جذبہ اور تربیت کرنے کا فن تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کا بے حد خیال رکھتیں اور حکمتِ عملی اور پیار سے ضرور توجہ دلاتیں کہ انسان پر گراں نہ گزرتا۔ پہلی مرتبہ اس عاجزہ کو آپ کے ہمراہ لجنہ کے تربیتی دورے پر جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ کے ساتھ ہمسفر ہونے کی بہت خوشی ہوئی۔ فیصل آباد اور سانگلہ ہل جانا تھا۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر حضرت سیّدہ موصوفہ لباس تبدیل کر کے میرے پاس آکر بیٹھ گئیں۔ چند منٹ کے توقف کے بعد فرمایا کہ "جب سفر پر نکلیں تو ایک دو جوڑے ساتھ رکھنے چاہئیں۔ بعض دفعہ ضرورت پڑ جاتی ہے"۔ کیسا اچھا انداز ہے۔ یہ سرزنش نہیں کی کہ تم ایک ہی جوڑے میں آئی ہو یا کپڑے کیوں نہیں لائی وغیرہ وغیرہ۔ آج تک آپ کی نصیحت پر عمل کرنا بھی نہیں بھولی۔

چند روز کے بعد فرمایا مجھے خیال ہی نہیں آرہا اس تربیتی دورے کی تو رپورٹ لکھنی تھی اب کیا کروں گی؟ تفصیل۔ اعداد و شمار کیسے لوں گی؟ جب میں نے بتایا کہ آپا جان مجھے ڈائری لکھنے کی عادت ہے اس کی مدد سے رپورٹ تیار کر دیتی ہوں تو بہت خوش ہو کر شاباش دی اور فرمایا یہ تو بہت اچھی عادت ہے ورنہ آج مشکل پڑ جاتی پھر ڈائری ملاحظہ فرمائی اور متبسم چہرے کے ساتھ فرمایا "تمہاری تو رپورٹ تیار ہے"۔ دوسروں کی چھپی صلاحیتوں کا اندازہ بخوبی لگا لیتیں۔

ایک دفعہ کسی اجتماع کے موقعہ پر حاضرین کو خاموش کروانے کا اعلان اس عاجزہ نے کیا تو فرمایا ہمیشہ تمہاری نظم ہی سنی ہے آج نثر سنی تو اندازہ ہو رہا ہے کہ تم تو تقریر بہت اچھی کر سکتی ہو۔ پھر بعد میں اکثر فرمایا کرتیں "مَیں نے تمہیں تقریر کرنی سکھائی ہے"۔ حقیقت بھی یہی تھی۔

میں نے نئی گاڑی خریدی تو آپ سے برکت کے لیے درخواست کی آج آپا جان مرحومہ میری گاڑی میں لجنہ دفتر جائیں اس طرح اس کا افتتاح ہو جائے گا۔ منظور فرمانے کے ساتھ ہی پوچھا کیا صدقہ دے دیا ہے؟ اگر نہیں تو فوراً دے دو اور صبح جب میں اور میرا بیٹا عزیز حامد مقصود آپ کو لینے

گئے تو گاڑی میں قدم رکھنے سے قبل پھر پوچھا صدقہ دے دیا ہے؟ یہ تھیں ہماری رہبر ہماری بھلائی کی خواہاں! خوشی ہو یا غم بعض چھوٹے چھوٹے فقرے ایسا نقش چھوڑ جاتے ہیں کہ تازندگی وہ بھولتے نہیں۔

میرے شوہر مکرم پروفیسر مسعود عاطف کی وفات پر آپ کی تعزیت کا ایک انوکھا انداز دیکھا، یا میں نے ہی محسوس کیا۔ جب افسوس کرنے کے بعد جانے لگتیں اور مجھ غمزدہ کو گلے لگاتیں تو آہستہ سے میرے کان میں یہ میٹھی آواز رس گھول دیتی کہ "میں کل پھر اسی وقت ان شاء اللہ تمہارے پاس آؤں گی"۔

اگرچہ بہت سے غمگسار، ہمدرد، اپنے غیر بہت دیر تک دور دور سے آتے رہے لیکن نہ جانے آپ کے اس فقرہ میں کیا اثر تھا کہ جیسے میرے زخمی دل پر کسی نے پھاہا رکھ دیا اور میں آپ کے دوبارہ آنے کی انتظار میں حقیقتاً اپنے غم کو کسی حد تک بھول جاتی اور اس عرصہ میں ہلکی سی خوشی کی کرن کسی گوشۂ دل میں روشن ہو جاتی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ میری بیٹی نے مجھ سے پوچھا امی آپ کو کیسے ابا کی وفات پر صبر آیا؟ تو یہی جواب دیا کہ بیٹی صبر تو اللہ تعالیٰ ہی دینے والا ہے لیکن جہاں تک میرا دماغ کام کرتا ہے آپا جان کا یہ فقرہ کہ "کل بھی آؤں گی" مجھے صبر دیتا رہا۔

زندگی خوشیوں اور غموں سے عبارت ہے یہ دنیا ہمارے لیے عارضی پناہ گاہ ہے سب نے لوٹ کر اپنے معبودِ حقیقی کے پاس ہی جانا ہے لیکن وہ لوگ جو ہمیں بہت عزیز ہوتے ہیں جن کے بارے میں ہم نے کبھی تصور بھی نہ کیا ہو کہ وہ ہم سے جدا ہو جائیں گے یوں بچھڑ کر خدا کی قدرت پر ہمارا ایمان اور بھی مضبوط کر دیتے ہیں۔

تقریباً چالیس (40) سال کا عرصہ آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔۔۔۔ محبتوں کا سمندر ہی ٹھاٹھیں مارتا ہوا دکھائی دیا۔ ہمیشہ آپ نے کمزوریوں کو عفو و درگذر کی دبیز چادر سے ڈھانپا اس راز داری سے کام لیا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور اصلاح بھی ہو گئی۔

ایک لامتناہی سلسلہ ہے ایک واقعہ بیان کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ جو محبت کے ساتھ ساتھ دعاؤں کی قبولیت کا نشان بھی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اولاد کو وقف کرنے کے بارے میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ بے حد دل پر اثر ہوا۔ کیونکہ اس وقت میری بیٹی ہی تھی یعنی بیٹا نہ تھا چنانچہ اس عاجزہ نے آپ

کی خدمت میں تحریر کیا کہ آج خلیفۂ وقت نے ایسی چیز کا مطالبہ کیا ہے جو خدا نے مجھے نہیں دی۔ آپ سے التجا ہے کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے نرینہ اولاد عطا فرمائے تا میں بھی خلیفۂ وقت کی آواز پر لبّیك کہتے ہوئے اسے وقف کر سکوں۔ جس کا جواب ملا کہ تمہارا درد سے بھرا خط ملا بہت اثر ہوا مغرب کی نماز کی تیاری کر رہی تھی۔ چنانچہ نماز میں تمہارے لیے بہت دعا کی توفیق ملی اللہ قبول فرمائے۔ اس کے بعد حُسنِ اتفاق دیکھئے۔ چند روز بعد اخبار الفضل میں اعتکاف والوں کی فہرست شائع ہوئی تو دل بلّیوں اچھلنے لگا کہ سیّدہ موصوفہ کا نام گرامی بھی اس فہرست کی زینت تھا۔ فوراً قلم میں پھر حرکت ہوئی اور لکھا کہ آپا جان مجھے تو لگتا ہے کہ آپ نے میرے لیے دعا کرنے کے لیے اس رمضان مسجد کا گوشہ سنبھالنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ افطاری میں صرف دعا کی یاددہانی کی غرض سے کوئی چیز بنا کر بھجوا دیا کروں۔ اس سال حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے تراویح نمازِ عشا کے بعد پڑھنے سے منع فرمایا اور صبح نمازِ تہجد کا ارشاد فرمایا تھا۔

چنانچہ آپ نے ملازمہ کو ہدایت فرمادی کہ اس کی ڈش علیحدہ رکھ کر لایا کرنا۔ جنوری کا شدید سردی اور دھند کا مہینہ صبح سحری کا وقت یہ عاجزہ بلاناغہ صبح نمازِ تہجد میں حاضر ہوتی۔ 27 رمضان المبارک جب صبح صبح مسجد میں داخل ہوئی تو سامنے حضرت سیّدہ آپا جان وضو کر کے حضرت مصلح موعودؓ کا اوورکوٹ پاؤں تک پہنے اور سر پر سفید رومال باندھے آتی ہوئی نظر آئیں۔ میں نے اپنی رفتار اس اندازے کے مطابق کر لی کہ فلاں جگہ پر میں اس وقت پہنچوں جب آپ بھی پہنچیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قریب پہنچنے پر فرمایا! رضیہ مجھے تمہارے لیے دعا کرنے کا بہت موقع ملا ہے اب ان آخری بابرکت ایام میں تم بھی دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو قبول فرمائے۔ اعتکاف کے بعد ملنے پر بھی بتایا کہ جب بھی دعا کے لیے دل میں رقت طاری ہوئی تم میرے سامنے آکھڑی ہوتی۔ لگتا ہے میں نے اعتکاف میں صرف تمہارے لیے ہی دعائیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل و رحم فرماتے ہوئے دعاؤں کو قبول فرمایا اور اسی سال اکتوبر میں اس عاجزہ کو بیٹے کی نعمت سے نوازا جو اس وقت ڈاکٹر محمود عاطف کے نام سے جانا جاتا ہے۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ

ساتویں روز جب میری بیٹی عقیقہ کا گوشت لے کر آپ کے پاس حاضر ہوئی تو (آپ نے بعد میں فرمایا) فرماتی ہیں میری زبان پر آتے آتے رک گیا کہ امی سے کہنا بیٹے کا نام محمود رکھیں فرماتی ہیں جب بھی میں دعا کرتی تھی تو اکثر دل میں یہی تحریک پیدا ہوئی کہ رضیہ کے بیٹے کا نام محمود ہو گیا

رکھوں گی۔ لیکن فرمایا پھر میں کہتے کہتے رک گئی کہ وہ تو خلیفۂ وقت سے نام رکھوائے گی۔ چنانچہ جب بعد میں پتہ چلا کہ حضور نے بھی وہی نام رکھا ہے تو مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ خدا کا شکر بھی ادا کیا کہ خدا نے دعا بھی قبول فرمائی اور خواہش بھی پوری کی۔ بچپن میں جب بھی اسے دیکھتیں تو فرماتیں کہ "یہ تو قبولیت دعا کا معجزہ ہے"۔ بہت پیار کرتیں۔ اس کی شادی کے لیے فرمایا میں اس کی بارات کے ساتھ جاؤں گی۔ مگر صحت نے اجازت نہ دی اور ہم اس سعادت سے محروم ہی رہ گئے۔ لیکن جب اس کی بارات لے کر رات کو کافی دیر سے گھر پہنچے تو پہلا فون آپا جان موصوفہ کا مبارکبادی کا موصول ہوا۔ ساتھ ہی فرمایا الحمد للہ خیریت سے پہنچ گئے ہو جوں جوں وقت گزر رہا تھا مجھے برابر فکر بڑھتی جا رہی تھی۔ صبح ان شاء اللہ محمود کی دلہن دیکھنے آؤں گی۔ کیسے بھول جائیں ان محبتوں کے پیکر کو اور اس روحانی تعلق کو۔

آپ کی ذات تھی تحریک، تموج، طوفاں
آپ کو زندگی کرنے کا ہنر آتا تھا
خوبصورت تھا بہت خدمتِ دیں کا انداز
آپ کے پاس جو آتا تھا سنور جاتا

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 129 تا 134)

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا ایک مینارۂ عظمت

(مکرمہ بشریٰ بشیر صاحبہ)

جب حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ جیسی عظیم ہستی کا خیال آتا ہے تو خوشگوار یادوں کے کئی دریچے کھلنے لگ جاتے ہیں۔ اپنے بچپن کے زمانہ میں ہر سال جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان جانے اور وہاں چند روز گزارنے کا خیال اور ان روح پرور لمحات کا تصور اس قدر سہانا ہے کہ دل و جان اس لذت سے سرشار ہو جاتے ہیں۔

اعلیٰ درجہ کی علمی تقاریر اور سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے دلنواز خطابات نہایت مسحور کن ہوا کرتے تھے۔ اس عمر میں علم وروحانیت کی باتیں جذب کرنے کی صلاحیت تو نہ تھی۔ تاہم محبت، خلوص اور عقیدت اپنی جگہ برقرار تھی اور اس میں کوئی کمی نہ آتی تھی بلکہ ہر سال اضافہ ہی ہوتا تھا۔

تقاریر سننے کے شوق میں ہم گھر کی سب خواتین کوشش کیا کرتی تھیں کہ سٹیج کے قریب آگے جگہ مل جائے تاکہ شور وغیرہ کی وجہ سے خلل اندازی نہ ہو۔

زندگی کے نشیب و فراز ایک حسین موڑ پر لے آئے۔ ہوا یوں کہ 1958ء میں عاجزہ جامعہ نصرت کی بی۔اے کی طالبہ کی حیثیت سے ربوہ آگئی۔ اور دو سال یہاں پر گزارے۔ مختلف مواقع اور تقریبات پر خواتینِ مبارکہ کو خصوصاً حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کو دیکھ کر اور مل کر بے حد مسرت ہوتی۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ تو بطور ڈائریکٹرس اکثر و بیشتر تشریف لاتیں ان کو دیکھنے اور ان کے زرّیں خطابات سننے کی سعادت حاصل ہوتی اور حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ بی۔اے کے امتحان کی تیاری کے لیے انگریزی کی کلاسوں میں شامل ہونے کے لیے تشریف لایا کرتیں۔ اس طرح قریباً دو سال تک ان کی ہم جماعت ہونے کا شرف حاصل رہا۔ اور بعد میں بھی ان کی بے تکلف محبت و خلوص سے ہمیشہ حصہ پایا۔

1960ء میں محترمہ فرخندہ اختر شاہ صاحبہ پرنسپل جامعہ نصرت کی طرف سے پیغام ملا کہ

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ فرماتی ہیں کہ جامعہ نصرت میں اسلامیات کی لیکچرار کی ضرورت ہے۔میں نے اور میرے میاں نے سوچا کہ بچوں کے سکول میں داخلے کی عمر بھی آ گئی ہے۔ملازمت میں بار بار تبدیلیوں کا امکان ہے۔ربوہ کا ماحول بھی اچھا ہے لہٰذا وہاں جا کر اور ایک جگہ بیٹھ کر دینی ماحول میں بچوں کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جائے۔نیز اس طرح حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ارشاد کی تعمیل بھی ہو جائے گی۔لہٰذا خاکسار مارچ 1961ء میں ربوہ آ گئی۔الحمد للہ کہ حضرت سیّدہ موصوفہ کی بابرکت پیش کش سے میرے بچوں کو بالکل ابتدا ہی سے دینی ماحول میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع میسر آ گیا۔

جامعہ نصرت میں پڑھانے کا سلسلہ بھی ساتھ ہی شروع ہو گیا۔غالباً 1964ء میں حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی اور موصوفہ نے سیکرٹری تعلیم کی ذمہ واری مجھے سونپ دی۔کالج اور بچوں کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ یہ ذمہ داری جس طرح ادا ہوئی اس کے لیے میں پوری طرح مطمئن نہ تھی تاہم زہے نصیب کہ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ نے اس حقیر خدمت کو سراہتے ہوئے مجھے 1967ء میں جنرل سیکرٹری کے عہدہ کے لیے منتخب فرمایا۔میں تو حیران رہ گئی کہ وہ جن کو دیکھنے کے لیے آنکھیں ترستی تھیں اب ان کے قریب بیٹھنے اور ان کے ارشادات سننے کے مواقع اکثر میسر آنے لگے۔

ابتدا میں مَیں اس قدر ناتجربہ کار تھی کہ مجھے علم ہی نہ تھا کہ جنرل سیکرٹری کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔کون سا کام کسی طرح کرنا ہے؟ لیکن حضرت چھوٹی آپا نے میری نااہلی کا احساس دلائے بغیر ایک روز فرمایا"تم نے پوچھا ہی نہیں کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کون سا کام کیسے کرنا ہے؟" ادھر میں شرمسار!عرض کیا کہ مجھے تو کوئی تجربہ نہیں اگر آپ میری راہ نمائی فرمائیں تو ان شاء اللہ بہتر طریقے پر کام کرنے کی کوشش کروں گی۔اس کے بعد حضرت سیّدہ موصوفہ نے ہر قدم پر میری رہنمائی فرمائی اور 1974ء تک یہ ذمہ داری مجھے سونپے رکھی۔بعد ازاں بوجوہ مجھے لاہور منتقل ہونا پڑا اور حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ سے قربت کا یہ تعلق باقی نہ رہا لیکن نصف ملاقات کا سلسلہ آپ کی آخری بیماری سے قبل تک جاری رہا اور باقاعدگی سے میرے خطوط کے جوابات اپنے دستِ مبارک سے دے کر میری عزت افزائی فرمائی۔

ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح آپ اپنی رفقائے کار سے محبت کا سلوک فرماتی

تھیں اور ان کو بے تکلفانہ زندگی کے مختلف مسائل کے متعلق مختلف مشوروں سے نوازتی تھیں۔

آپ نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ خدمتِ دین کے لیے وقف کر رکھا تھا فجر کی نماز کے بعد قرآنِ مجید پڑھانے سے دن شروع ہوتا۔ سارا دن لجنہ کے دفتر میں جا کر تمام امور کا جائزہ لے کر ان کی سرانجام دہی۔ گھر میں اور دفتر کے اوقات میں ملاقاتیں۔ نہ صرف خاندان والوں کی غمی خوشی میں شرکت فرماتیں بلکہ ربوہ میں کم و بیش ہر امیر غریب کے دکھ سکھ میں سب سے پہلے شامل ہوا کرتیں۔ جماعت کی سالانہ تقریبات کے کامیاب انعقاد کے لیے تو دن رات ایک کر دیتیں۔ مثلاً جلسہ سالانہ کے اہم اور وسیع انتظامات کی ہر مرحلے پر خود نگرانی فرماتیں اور ضروری نقائص کی نشاندہی کر کے ہدایات سے نوازتیں۔ ساتھ ہی ساتھ سٹیج کے ٹکٹوں پر دستخط فرما رہی ہوتیں۔ پھر لجنہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر تین روز کے لیے اپنا بستر بھی لجنہ کے دفتر کے ایک کمرہ میں لگوا لیتیں۔ جب تک اجتماع یا جلسہ کی آخری رپورٹ خلیفۂ وقت کی خدمت میں تیار کروا کے بھجوا نہ دیتیں کھانے پینے کی پرواہ نہ ہوتی۔ کارکنات کی غلطیوں پر حتّی الوسع چشم پوشی فرماتیں اور جہاں پر اصلاح ضروری ہوتی وہاں پر نہایت صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے نشان دہی فرما دیتیں۔ ڈانٹ ڈپٹ کا تو کبھی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

پردہ پوشی کی صفت بھی بدرجہ اتم موجود تھی۔ ہزارہا خواتین کی زبان سے ہر طرح کی باتیں سن کر مناسب مشورہ دیتیں اور ان باتوں کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھنا موصوفہ کا نہایت اعلیٰ وصف تھا جس پر بہت کم لوگ قادر ہو سکتے ہیں۔

محبت اور شفقت کا تو کیا کہنا ایک بحرِ بے کنار تھیں۔ اپنے ساتھ کام کرنے والوں کے لیے آپ کی آغوشِ محبت و ملاطفت ہر وقت وا رہتی۔ لجنہ کے کاموں کے علاوہ بھی ہر خاتون ہر وقت ان سے مل سکتی تھی۔ ہر وقت ان کے دروازے ہر ایک کے لیے کھلے رہتے۔ پریشان حال لوگوں کو تسلی دیتیں۔ مفید مشوروں سے نوازتیں اور جہاں پر مالی مدد وغیرہ کی ضرورت ہوتی فوراً بہم پہنچانے کا سامان کرتیں۔

لجنہ اماء اللہ کے کاموں اور بہتری کے لیے تمام عرصہ صدارت میں بڑی جاں فشانی اور سخت کوشی کا عملی مظاہرہ فرمایا۔ پاکستان کے طول و عرض میں لجنہ کی بیداری اور تربیت کے لیے بلا مبالغہ ہزاروں دورے کیے۔ علاوہ ازیں بیرون پاکستان مثلاً افریقہ، انڈونیشیا، انگلستان، جرمنی، کینیڈا اور

امریکہ وغیرہ کے دور دراز سفر بھی کیے۔

لجنہ کی مجالس میں جاکر ان کے کام کا جائزہ اور نقائص سے آگاہ کرتے ہوئے ان کو ہدایات دیتیں۔ آپ کی تقاریر نہایت دلکش اور مؤثر ہوا کرتی تھیں۔ غیر از جماعت خواتین کے سوالات کا جواب بڑی وضاحت اور تسلی بخش انداز میں دیتیں۔

بے شمار دورہ جات کے علاوہ آپ نے بیسیوں پیغامات لجنہ اماء اللہ کی مجالس کی درخواست پر ان کی تقریبات کے مواقع پر بھجوائے جو نہایت فکر انگیز، قابلِ عمل اور اثر انگیز ہیں۔ آپ کا دور بلاشبہ لجنہ اماء اللہ کا ایک زرّیں دور تھا۔

سلام کا جواب متبسم چہرہ سے دیتیں ہر ایک کا حال احوال، بچوں کی خیریت اور دیگر تفصیلات پوچھتے ہوئے ان کے مشفقانہ رویہ کو کس نے نہیں دیکھا؟ ان کی ملاقاتوں کے بعد پریشان حال لوگوں کو ایک دم قلبی سکون کا احساس ہوتا۔ ہر کوئی یہ سمجھتا کہ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کو مجھ سے پیار ہے۔ آپ کی عظمت کردار، زہد و تقویٰ و ادبی صلاحیتیں، اعلیٰ پایہ کی تقاریر، انتظامی صلاحیت اور دیگر بے شمار خوبیوں کا تذکرہ مدتوں جاری رہے گا۔

آپ کی ذاتِ گرامی نے تقریباً ساٹھ برس کے طویل عرصہ میں اپنے ماحول کو منوّر رکھا۔ آپ کی وفات سے نہ صرف آپ کے اپنے خاندان میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہوا ہے بلکہ لجنہ اماء اللہ عالمگیر بھی ایک نادر اور یکتائے روزگار وجود سے محروم ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ہر ایک نیک عمل کو شرف قبولیت سے نوازے اور اعلیٰ عِلِّیِّیْن میں ہر لحہ آپ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین اللّٰھم آمین

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 58 تا 60)

حضرت مریم صدیقہ صاحبہ چھوٹی آپا امّ متین

(مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ)

حضرت چھوٹی آپا کا ذکر کرنا اور ان کے بارے میں کچھ لکھنا آسان کام نہیں۔ آپ بظاہر ایک وجود تھیں۔ ہر انسان کی طرح آپ کو بھی ایک زندگی ملی تھی مگر آپ کئی زندگیاں جی گئیں۔ آپ کے کارہائے نمایاں ہزاروں سیرت و سوانح اور تاریخ کی کتب میں نہیں سما سکتے، ایسے میں اپنے مشاہدے پر مبنی چند واقعات پر ہی اکتفا کروں گی۔

پہلا تعارف تو بڑی بہن آپا امۃ اللطیف خورشید کے ذریعے ہوا جنہوں نے تیرہ سال کی عمر میں 1940ء سے حلقہ دارالفتوح قادیان سے لجنہ کے کام کرنے شروع کیے۔ اس وقت اہم اجلاس دارالمسیح میں ہوتے تھے اور خواتین مبارکہ کی پاکیزہ صحبت اور تربیت میسر آتی۔ آپا لطیف کو چھوٹی عمر سے ان کے ماتحت خدمت کی سعادت حاصل ہوئی جس کی وجہ سے گھر میں ان بابرکت ہستیوں کا تذکرہ رہتا۔ تقسیمِ برصغیر کے بعد لاہور اور پھر ربوہ میں بھی آپا لجنہ کی سرگرم کارکن تھیں۔ میری بہت چھٹپن کی یاد ہے آپ گھر سے جانے لگتیں تو امی جان کہتیں کسی بہن کو ساتھ لے جاؤ۔ اگر قرعۂ فال میرے نام نکلتا تو میں بہت خوش ہوتی کیونکہ آپا کام کرتیں اور میں لائبریری سے کتابیں لے کر پڑھتی اور ان کے چھوٹے چھوٹے کام کرتی۔ اس بچپنے کی عمر سے حضرت چھوٹی آپا سے محبت ہوئی ایک بہت شفیق اور بارعب ہستی جیسے کوئی ملکہ ہو۔

میں اکثر سوچا کرتی تھی حضرت چھوٹی آپا اتنا شاندار، منفرد، پُر اثر، پرکشش، محبوب وجود کیسے بن گئیں۔ اس سوال کا جواب مجھے لجنہ کراچی کے اشاعت کتب کے پروگرام کے تحت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ کی کتب نثر و نظم پر تحقیق، ترتیب اور اشاعت کے دوران ملا۔ اس گوہرِ تابدار کے عقب میں سلسلہ وار خدائے رحمان کی کرم نوازی کی بارش تھی۔ آپ ایسے خانوادہ میں پیدا ہوئیں

جس کی نسل در نسل دینداری اور نجابت کی سند اللہ تبارک تعالیٰ نے اس طرح دی کہ ان میں سے دورِ حاضر کی "خدیجہ" منتخب فرمائی۔ اور اسے مسیحائے دوراں کے خاندان سے جوڑ دیا۔ حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگمؓ کے بھائی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ کی دوسری بیوی مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ سے پہلی اولاد توام بیٹیاں سات اکتوبر 1918ء کو پیدا ہوئیں۔ ایک کا نام مریم دوسری کا صدیقہ رکھا گیا۔ جو پیدائش کے وقت ہی وقفِ اولاد کی نیت کا مظہر ہے۔ صدیقہ اللہ کو پیاری ہو گئی تو وہ نام بھی مریم کو دے دیا گیا۔ اس طرح آپ مریم صدیقہ ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ میں مریمی اور صدیقی صفات جمع کر دیں یہ وجود پُر درد دعاؤں کے جِلَو میں دنیا میں آیا۔

حضرت چھوٹی آپا ایک ماں کی طرح یاد آتی ہیں خاص طور پر رمضان المبارک میں بہت یاد آتی ہیں۔ خاکسار کا معمول تھا کہ بابرکت ساعتوں میں ایک بزرگ خاتون کی زبان سے اپنا نام اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کی حرص میں آپ سے دعاؤں کی عاجزانہ درخواست کرتی۔ اب یہ بابرکت مہینہ آتا ہے تو اس شفیق سائے کے سر سے اٹھ جانے کا احساس تڑپا دیتا ہے۔ پھر میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے اپنی محبت بھری آغوش میں رکھے۔ آمین۔

آپ ایک بارعب پُر وقار شخصیت تھیں۔ آپ کی شفقتوں کے قصے زبان زدِ عام تھے آپ جیسی سائبان شخصیت سے از خود کشش محسوس ہوتی۔ آپ ایک روشن چراغ تھیں جس سے اَن گنت چراغ جلے اب اُن کی لَو کو اُبھارتے رہنا ہمارا فرض ہے۔ تاکہ اس روشن چراغ کی روشنی سے کئی چراغ روشن ہو جائیں۔ اس تحریر کا مقصد بھی یہی ہے۔

ناصرات اور لجنہ کے جلسوں میں تقسیمِ انعامات کے وقت آپ سے انعام وصول کر کے مصافحہ میں آپ سے مَس کیا ہوا ہاتھ بہت قیمتی لگتا۔ جامعہ نصرت میں داخلے کے بعد ایک معمولی سی غیر اہم لڑکی کی نصابی اور غیر نصابی سرگرمیاں اس کا تعارف بن گئیں۔ جامعہ نصرت میں سالانہ تقریبات بڑی شان سے ہوتیں۔ بزم مباحثہ اور بزم ادب کے فنکشن تو خاص طور پر دلچسپیوں کا محور ہوتے۔ مشاعروں میں سنجیدہ اور مزاحیہ نظمیں گھڑ کر توجہ کھینچ لیتی۔ اسی طرح مباحثوں میں جان لڑا کر حصہ لیتی۔ حضرت چھوٹی آپا ہر موقع پر فراخ دِلی سے ستائش فرماتیں۔ ایک نرم خوش گوار مسکراہٹ کا سرمایہ جھولی میں ڈال کر زمین سے کچھ اُوپر اُوپر چلا کرتی۔

بی۔اے کے بعد ایم۔اے میں داخلہ حضرت چھوٹی آپا کی مہربانی سے ممکن ہوا۔اُن دنوں لاہور جاکر یونیورسٹی میں پڑھنا ولایت جانے کے مترادف تھا۔اعلیٰ تعلیم کا جنون کئی قسم کی رکاوٹوں کی زد میں آکر دم توڑ گیا ساتھی طالبات داخلہ لینے لاہور چلی گئیں تو مایوسی کے شدید احساس کے ساتھ جامعہ نصرت سے کسی طور کچھ نہ کچھ نسبت برقرار رکھنے کے لیے آفس میں لیڈی کلرک کی آفر کو قبول کرلیا۔پہلا ہی دن تھا حضرت چھوٹی آپا نے فون پر میری آواز پہچان کر فرمایا تم یہاں کیا کررہی ہو لاہور نہیں گئی؟یاں آگے درد تھا۔پتہ نہیں کس طرح اتنا کہہ پائی "نہیں جاسکی چھوٹی آپا"۔فرمایا" صبح میرے پاس آنا"۔حاضر ہوئی تو آپ کی 'باری' تھی اُوپر مصروف تھیں۔میرے آنے کا سُن کر اپنی خادمہ کے ہاتھ چند لال نوٹ بھجوادیے۔یونیورسٹی اورینٹل کالج میں داخلہ کا سامان ہوگیا۔آپ کی دریا دلی، تعلیم سے محبت اور بنتِ درویش کی دلداری کے علاوہ بھی آپ کے اخلاقِ فاضلہ کے بہت سے پہلو اسی ایک عنایت سے نظر آتے ہیں۔میرا رواں رواں ہمیشہ آپ کے لیے دعاگو رہے گا۔طالب علمی کے زمانے میں ہوسٹل سے آپ کو خط لکھ کر رہ نمائی حاصل کرتی رہی۔آپ کے دستِ مبارک کی یہ تحریر ہر قلم پکڑنے والے کے لیے ایک روشن مشعل راہ ہے۔

یکم اگست 1962ء کا مکتوب ہے:

"عورتوں کے متعلق ادبی، اصلاحی، معاشرتی، مذہبی ہر قسم کے مضامین لکھے جاسکتے ہیں۔پھر انگریزی رسالوں Reader's Digest وغیرہ میں سے اچھے مضامین کا ترجمہ دیا جا سکتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کرکے اقتباسات وغیرہ بھی اور ان کا خلاصہ بھی لکھنا شروع کردو۔عنوان خود ملتے جائیں گے۔مصباح کا معیار اس وقت بہت نیچا ہے اکثر مردوں کے مضامین شائع ہوتے ہیں اور یہ چیز عورتوں کے ایک رسالہ کے شایانِ شان نہیں ہے۔سوال جواب کے رنگ میں دینی معلومات کا سلسلہ بھی شروع کیا جاسکتا ہے۔اسلامی تاریخ اور احمدیت کی تاریخ کے باب کے عنوان سے بھی چیدہ چیدہ واقعات اور خاص طور پر عورتوں میں جوش پیدا کرنے والے ہوں دیے جا سکتے ہیں۔تمہاری عبارت میں روانی اور سلاست ہے اگر لکھنا شروع کردو تو زبان میں پختگی آجائے گی۔دوسرے رسائل جو کالج یا امتہ الحی لائبریری میں آتے ہیں اُن کا مطالعہ کیا کرو"۔

فائنل امتحان دے کر واپس ربوہ آئی۔ آپ نخلہ میں مقیم تھیں رزلٹ کے لیے دعا کا خط لکھا جواب میں دعا کے ساتھ جاب بھی دے دی۔ تحریر فرمایا "جامعہ نصرت کھلے تو پڑھانا شروع کر دینا"۔ کالج کے سٹاف میں شامل ہونے سے آپ کے قرب کے کئی مواقع حاصل ہوتے۔ پھر لجنہ مرکزیہ میں خدمت کی سعادت حاصل ہوئی اجتماعات جلسوں اور جلسہ ہائے سالانہ پر آپ کے ارشادات کی تعمیل کر کے دعائیں حاصل کیں۔ آپ کی ذات میں ایک خاص رعب اور وجاہت تھی جس کی شان اس وقت نمایاں ہو کر سامنے آتی جب آپ خواتین میں درسِ قرآن، اجتماع یا جلسے میں حضرت مصلح موعودؓ کے خطاب کے وقت ساتھ تشریف لاتیں۔ ایک مستعد چاق و چوبند سپاہی کی طرح ساتھ ساتھ رہتیں۔ حضورؓ کسی وقت کچھ بھی دریافت فرماتے آپ حاضر دماغی سے مکمل جواب دیتیں۔

خاکسار نے جامعہ نصرت کے پہلے رسالہ 'النصرت' کے لیے آپ سے پیغام کی استدعا کی۔ چند سطور پر مشتمل یہ پیغام اپنے اندر فہم و فراست تحریر پر گرفت اور قائدانہ شان کا مظہر ہے:

پیغام برائے النصرت مجلّہ جامعہ نصرت

"ہر زمانہ کا ادب اس کی اخلاقی اقدار کا آئینہ دار ہوتا ہے تمہارا فرض ہے کہ تمہارا رسالہ اُسی تہذیب کا علمبردار ہو جو آج سے چودہ سو سال قبل سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ لے کر آئے تھے اور جس کا ڈنکا مسلمانوں نے نصف دنیا میں بجا دیا۔ یورپ اپنی تہذیب اور ترقی کے لیے مسلمانوں کا مرہونِ منت ہے مگر خود مسلمان اپنی اخلاقی اقدار کو بھول گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض بھی جیسا کہ آپؑ کو الہاماً بتایا گیا یُحْیِ الدِّیْنَ وَیُقِیْمُ الشَّرِیْعَۃَ۔

پس تمہیں چاہئے کہ اپنے رسالہ کے ذریعہ سے دنیا کو اسلامی تہذیب سکھاؤ۔ رعبِ دجّال سے بچنے کی تلقین کرو اور خود بھی مغرب پرستی کی لعنت سے بچو۔ اسلام اور مغربیت دو تلواریں ہیں جو ایک میان میں نہیں رہ سکتیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے کہ اسلامی تہذیب اور تمدن تمہارے ذریعے سے دنیا میں پھیلے تمہارا کردار اور تمہارا ادب انہی اخلاقی اقدار کے حامل ہوں جو ایک سچے مسلمان کی شان کے شایاں ہیں۔ آمین اللھم آمین"

شادی ہوئی تو از راہِ شفقت تشریف لا کر دعاؤں سے رخصت کیا۔ میکے سے سسرال تک کا فاصلہ آپ ہی کی گاڑی میں طے ہوا۔ کراچی آکر خیریت کی اطلاع دی تو آپ نے جو مکتوب تحریر فرمایا اُس میں مادرانہ شفقت کی خوشبو بسی ہوئی ہے۔

25 مارچ 1964ء: "یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ تم اپنی سسرال میں خوش ہو اور تمہارے میاں بہت اچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ ہی خوش رکھے اور شادی کے بہترین نتائج نکلیں۔ تمہاری سسرال سے ہمارے گھر کا گہرا تعلق ہے۔ میرے دل میں ان سب کی بہت قدر ہے اور میں اُن سب کے لیے ہی دعا کرتی ہوں۔ تمہارے خُسر مرحوم میرے ابا جان کے پاس رہتے تھے۔ بڑے مخلص تھے۔ ابا جان کو ان پر بہت اعتبار تھا۔ ہم اس وقت لڑکیاں تھیں اور ابا جان لڑکیوں کی تربیت کے معاملے میں بڑے سخت تھے لیکن کہیں جانا ہوتا تھا تو ہم بہنوں کو شمس الدین صاحب کے ساتھ بھجوا دیتے اور وہ بھی بڑا خیال رکھتے تھے۔ ذرا کہیں راستے میں بے احتیاطی ہوئی نقاب وغیرہ اُٹھائی تو فوراً ٹوک دینا، ٹھیک سے پردہ کرو"۔

1964ء میں پہلی بچی کی پیدائش پر آپ نے "شاہینہ" نام عطا فرمایا۔ خاکسار نے لکھا کہ یہ کچھ زیادہ ہی نامانوس ہے تو آپ نے حضرت مصلح موعودؓ سے نام رکھوا دیا اور اس کی اس طرح اطلاع بھجوائی۔

"تم نے لکھا تھا کہ کوئی پیارا سا نام رکھیں مجھے تو حقیقت ہے کہ وہی نام پیارے لگتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہوں مگر آج کل کی لڑکیاں ذرا نئے قسم کے نام پسند کرتی ہیں اس لیے وہ رکھ دیا تھا اب حضور سے پوچھا تھا آپ نے 'امۃ المصور' نام تجویز فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے"۔

چھوٹے بیٹے کا نام آپ نے دعاؤں کے ساتھ عنایت فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ بہت بہت مبارک کرے۔ بچہ نیک ہو۔ اللہ تعالیٰ زندگی دے اور ماں باپ کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہو بڑی خوشی سے 'محمود احمد' نام رکھو۔ مجھے تو یہ نام بہت پیارا ہے اور جس کا بھی یہ نام ہو گا وہ بھی پیارا ہی ہو گا"۔

دعاؤں محبتوں اور شفقتوں کے یہ سلسلے اس لیے زیادہ قابلِ قدر ہیں کہ آپ بہت معمور الاوقات تھیں۔ آپ کے خطوط سے چند اقتباس پیش کرتی ہوں۔ ہر خط پڑھ کر اس بات کا لطف

آئے گا کہ آپ ایک ماں کی طرح میرا مزاج اور ذوق جانتی تھیں۔ وہی خبریں اور باتیں لکھتیں جو میری دلچسپی کی ہوتیں۔ ان اقتباسات سے خدمتِ دین کے لیے آپ کے جوش و تپش کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

مٹ جاؤں میں تو اس کی پرواہ نہیں ہے کچھ بھی
میری فنا سے حاصل گر دین کو بقا ہو

نیلے رنگ کے رائٹنگ پیڈ پر خوب صورت ہینڈ رائٹنگ میں لکھے ہوئے یہ خطوط میرے پاس محفوظ ہیں۔ نومبر 1970ء میں تحریر فرماتی ہیں

"لجنہ کی تاریخ کی کتابت ہو رہی ہے روزانہ پروف پڑھنے کے لیے آ رہے ہیں۔ پھر رمضان کی مصروفیت۔ جلسے کی ڈیوٹیاں لگ رہی ہیں پروگرام وغیرہ۔ بس پتہ نہیں لگتا کہ صبح کب ہوتی ہے اور شام کب۔

تم ماشاء اللہ پڑھی لکھی ہو تحریر بہت اچھی ہے۔ کچھ لکھا کرو الفضل کے لیے خصوصاً مصباح کے لیے۔ لوگ شکایت تو کرتے ہیں کہ مصباح کا معیار بلند نہیں، جب چھٹی ساتویں پاس کے مضمون شائع ہوں گے تو معیار کیسے بلند ہو گا"۔

جنوری 1971ء میں آپ نے خط میں لکھا کہ

"ایک جلد تاریخِ لجنہ کی آج تمہارے پتہ پر وی پی کرنے کے لیے دفتر کو کہہ دوں گی۔ پڑھ کر اپنی رائے بھی لکھنا۔ اور نقائص بھی تا کہ دوسری جلد میں وہ نقائص دور کیے جائیں۔ اگلی جلد کا کام بھی عنقریب شروع کر رہے ہیں وہ ان شاءاللہ جلد لکھی جائے گی کیونکہ اُس کے حوالہ جات نکالنے کا کام تو پہلی جلد کے ساتھ ہو چکا ہے۔ اب لکھنے کا مرحلہ باقی ہے۔ پہلی جلد لکھ کر خاصا تجربہ ہو چکا ہے۔ کوشش ہو گی اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ سالانہ اجتماع تک دوسری جلد چھپ جائے۔ پہلی جلد جلسہ پر چھپنے کی وجہ سے کافی سردردی کرنی پڑی۔ کاتب نہیں ملتے تھے۔ بے حد محنت کر کے بھی 26 کی شام کو چند جلدیں تیار ہو کر آئیں۔ اس سے فروخت پر بھی اثر پڑا۔ ابھی تک چار سو جلد صرف نکلی ہیں۔ ہزار چھپوائی تھیں۔ اُمید ہے کہ دو تین ماہ تک نکل جائیں گی۔ میری تقریروں کے متعلق جو تم نے لکھا ہے۔ میرے بعد تم مجموعہ مرتب کر لینا۔ اس سے زیادہ کام تاریخ کا ہے پُرانی کارکنان کے حالاتِ زندگی لکھنے کا وہ بھی کرتی رہنا"۔

نومبر 1971ء کے ایک خط میں اپنے کاموں کا ذکر اس طرح کرتی ہیں کہ

"بہت مصروف ہیں ہم آجکل، لجنہ کی تاریخ جلد دوم کی کتابت شروع ہوگئی ہے۔ اُمید ہے ان شاء اللہ جلسہ سالانہ سے قبل چھپ جائے گی۔ خدا کرے عورتوں بچوں کے لیے فائدہ مند ہو۔ وہ خریدیں بھی اور پڑھیں بھی۔ جلسہ سالانہ کا پروگرام بن گیا ہے۔ نقشہ عید کے بعد بنائیں گے۔ فی الحال تو تاریخِ لجنہ کا ہی کام ہے۔ روزانہ کوئی نہ کوئی کام نکل آتا ہے۔ بار بار دیکھ کر غلطیاں ٹھیک کر رہے ہیں۔ کچھ حصہ نقل ہو رہا ہے۔ بعض تصاویر کا انتظام کر رہے ہیں۔ اچھا خدا حافظ"

مارچ 1972ء میں لکھا کہ

"فروری کا سارا مہینہ تو پاک فوج کے جوانوں کے لیے روئی کی صدریاں سینے سلوانے میں گزرا۔ آٹھ ہزار صدریاں تیار کی ہیں۔ پھر جامعہ نصرت کی تقریبات شروع ہوگئیں۔ تاریخِ لجنہ سوم کی تیاری شروع ہوگئی ہے"۔

جولائی 1972ء میں اپنی طبیعت سے آگاہ کرتے ہوئے لکھا کہ

"گذشتہ ہفتہ تیز بخار سے پڑی رہی ہوں اس لیے جواب نہ دے سکی۔ ڈھیروں ڈاک اکٹھی ہوگئی ہے۔ آج لکھنے بیٹھی ہوں۔ تاریخ کا کام بھی ابھی تک سست رفتاری سے ہو رہا ہے۔ گرمیوں میں کام کرنے والی بھی کھسکنے لگ جاتی ہیں۔ ابھی تو 1959ء سے 1964ء تک لکھا گیا ہے اور کچھ آئٹم بعد کے رسالوں کے۔ اس دفعہ کام بہت زیادہ ہے۔ پھر اجتماع کا کام بھی ابھی سے شروع کر دیا گیا ہے دعا کرتی رہو اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جائے تو سب ہو جاتا ہے۔ 15 جولائی سے فضلِ عمر تعلیم القرآن کلاس شروع ہو رہی ہے۔ اس کا کام بھی بڑی توجہ چاہتا ہے"۔

15 مئی 1986ء کو رمضان کی مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں

"تمہارا 19 رمضان المبارک کا خط مل گیا تھا۔ جزاك الله۔ سب کے لیے حسبِ توفیق دعا کرتی رہی ہوں شام کو ایک گھنٹہ روزانہ پانچ سے چھ بجے درس دیتی تھی اور صبح چار سے پانچ گھنٹے اس کی تیاری میں لگتے تھے روزہ کھول کر خط لکھنے کی ہمت نہیں رہتی تھی۔ ڈھیر ڈاک جمع ہوگئی ہے اب دو تین دن سے نکالنے میں لگی ہوں۔ خط پر بس چھوٹی آپا ہی لکھا کرو مجھے یہی القاب پسند ہیں اس سے زیادہ جو لکھے اس میں تکلف کی بُو آتی ہے۔ ماشاء اللہ سارے بچے تعلیم میں اچھے جا رہے ہیں خدا کرے صبور کو قوتِ سماعت و گویائی حاصل ہو جائے۔

جشنِ صد سالہ کا جو پروگرام بنا ہے اس کی کاپی لجنہ کراچی کو بھی بھجوائی ہے اس کے مجلّے اور مصباح کے لیے نثر اور نظم میں مدد کرنا۔ دل کرتا ہے کہ بہت شاندار چھپیں پابندیاں دور ہوں اور خوشیاں کھل کر منائی جائیں"۔

جب بھی آں محترمہ کا کراچی کا دورہ ہوتا ایک جشن کا ساسماں ہوتا۔ قیادتوں کے دورے، جلسے اور ملاقاتیں جاری رہتیں ایک ایک پل سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جاتی۔ خاکسار بطور خاص خوش ہوتی مجھے لگتا میرا میکا آگیا ہے۔ آپ کراچی میں شعبہ اشاعت کی عاجزانہ خدمات کی حوصلہ افزائی فرماتیں۔ ایک مکتوب دیکھیے:

"کتب کی رپورٹ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ جو کام اشاعت کا مرکزی شعبہ اشاعت کو کرنا چاہیے وہ آپ لوگ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کام میں برکت ڈالے۔ بچوں کے لیے تو لٹریچر کی بہت ضرورت ہے ناصرات معیارِ اوّل کی قابلیت کے لیے کتب لکھیں۔ زیادہ لٹریچر آپ کا چھوٹے بچوں کے لیے ہے۔ 'المحراب' شائع کرنے کی مبارک باد وصول کریں۔ بہت اچھا اور متنوع رسالہ شائع کیا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ حضور کا پیغام اور نظم اس میں شامل ہے۔ 'المحراب' میں لجنہ کے حالات بھی آگئے ہیں"۔

1993ء میں کراچی میں آپ کا گھٹنے کا آپریشن ہوا۔ صحت مند ہو کر گھر آئیں تو لجنہ کراچی نے خوشی میں ایک ہلکی پھلکی تقریب رکھی اس میں خاکسار کو کچھ اشعار پیش کرنے کا موقع ملا

یہاں سب چاہنے والے مبارکباد دیتے ہیں
بھلا لگتا ہے سب کو آپ کا آرام سے اُٹھنا
خدا کا شکر ہے اُس نے ہماری ہر دعا سن لی
مبارک صد مبارک آپ کو دو لاکھ کا گھٹنا

ایک بے ساختہ دل نشین مسکراہٹ اور ایک پرفیوم سے داد ملی۔ الحمدللہ

میری امی جان نے میرے جسم کو جنم دیا تاہم اس کی اور میری روح کی پرورش حضرت چھوٹی آپا نے کی۔ دونوں کے درجات کی بلندی کے لیے دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے۔ امی جان تو جلدی ساتھ چھوڑ گئیں ان کے بعد سارے دکھ سکھ چھوٹی آپا سے ہوتے۔ دل

میں یہ شوق رہتا کہ ان سے جتنی دعائیں مل جائیں غنیمت ہے۔ایک بہت اچھا موقع ہاتھ لگا۔یہ ان دنوں کی بات ہے جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے خطبات گیسٹ ہاؤس میں ٹیلیفون لائن پر سنا کرتے تھے۔آپ جہاں تشریف فرما ہوتیں خاکسار قدموں میں جگہ بنا لیتی اور آپ سے اجازت لے کر آپ کے پاؤں دبانے کی سعادت حاصل کرتی۔وہ لمس بہت لذیذ تھا۔واقعی ماؤں کے قدموں میں جنت ہوتی ہے۔

ہماری خوش قسمتی کہ آپ کی علم و عرفان سے بھرپور تقاریر کے مجموعے چھپ چکے ہیں جن سے فائدہ اُٹھا کر ہم ان کا فیض جاری رکھ سکتے ہیں۔میں یہاں صرف ایک دو نصائح کا ذکر کروں گی۔

کراچی لجنہ کی مجلسِ عاملہ کا آپ کی صدارت میں اجلاس ہو رہا تھا۔خاندانی جھگڑے زیرِ بحث تھے آپ انتہائی سنجیدہ تھیں، دکھ کا احساس نمایاں تھا۔آپ نے فرمایا میرا زندگی بھر کا تجربہ یہی ہے کہ ننانوے فیصد عورتوں کو ہی جھکنا پڑتا ہے پھر ہی گھر بچتے ہیں۔چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے۔جھکاؤ، لچک، برداشت اور درگزر سے گھروں کا سکون حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔میں نے اس نصیحت کو پلّے باندھا' عمل بھی کیا۔

جشنِ صد سالہ کی تقاریب میں حضرت چھوٹی آپا کراچی تشریف لائیں ایک بڑے جلسے سے خطاب کے بعد ملاقات بھی تھی۔خاکسار کی ڈیوٹی ملاقات پر تھی میں نے دیکھا کہ خواتین عقیدت میں اپنے بچوں کو پہلے آگے کرتی تھیں چھوٹی آپا عورتوں اور بچیوں سے ہاتھ ملاتی تھیں مگر لڑکوں سے ہاتھ نہیں ملاتی تھیں اگرچہ وہ چھوٹی عمر کے تھے اس سے میں نے یہ سبق سیکھا کہ تربیت بہت چھوٹی عمر سے شروع کرنی چاہیے۔

آپ کی آخری علالت کے دنوں میں ایک دن ٹیلیفون پر دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا"تم بھی میرے لیے دعا کیا کرو"مَیں نے بے ساختہ پوچھ لیا چھوٹی آپا میں آپ کے لیے کیا دعا کیا کروں؟ فرمایا" دعا کیا کرو میرا خاتمہ بالخیر ہو۔یہ چھوٹا سا جملہ میری دعاؤں میں شامل ہو گیا۔ایسا منہ پر چڑھا کہ اب بھی بے ساختہ یہ جملہ ادا ہوتا ہے تو چھوٹی آپا بہت یاد آتی ہیں۔

سیّدہ امّ متین

(مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ)

لجنہ کی روح رواں تھیں سیّدہ امِّ متین — اس تنِ زندہ کی جاں تھیں سیّدہ امّ متین
علم کا کوہِ گراں تھیں سیّدہ امِّ متین — ذات میں گویا جہاں تھیں سیّدہ امّ متین
مصلح موعود نے از خود تراشا تھا جسے — ایک ہیرا بے گماں تھیں سیّدہ امّ متین
کیسے سنتا ہے خدا اولاد کے حق میں دعا — اس کا اک زندہ نشان تھیں سیّدہ امّ متین
عمر بھر قرآن سیکھا اور سکھایا آپ نے — معرفت کا آسمان تھیں سیّدہ امِّ متین
حق نے بخشی آپ کو دل میں اترنے کی ادا — کس قدر جادو بیاں تھیں سیّدہ امّ متین
سخت محنت زندگی بھر آپ کا معمول تھا — پختگی میں بھی جواں تھیں سیّدہ امّ متین
موتیے کی روح پرور میٹھی خوشبو کی طرح — سب کو پیاری، پیاری ماں تھیں سیّدہ امّ متین
آپ سے کرتے تھے ہم دکھ سکھ کی باتیں بے دھڑک — بے سہاروں کی اماں تھیں سیّدہ امّ متین

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 50)

محبتوں کا سفر

(مکرمہ امۃ الشافی طاہر صاحبہ)

آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اُذْکُرُوْا مَوْتَاکُمْ بِالْخَیْرِ یعنی اپنے وفات یافتہ لوگوں کا ذکرِ خیر کیا کرو۔

بہت سال گزر گئے میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میں اور میری والدہ محترمہ امۃ القدیر صاحبہ سابقہ ہیڈ مسٹریس فضلِ عمر اسکول ربوہ اپنے نانا چوہدری علی محمد صاحب (بی۔اے بی۔ٹی) کے گھر آگئے۔ میرے نانا مجھے اور میری والدہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پاس لے گئے۔ حضورؓ نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ جامعہ نصرت کالج خواتین کے لیے کھل گیا ہے۔ آپ اب پڑھائی شروع کر دیں اور اس سلسلہ میں حضرت چھوٹی آپا سے ملنے کے لیے کہا۔ امی حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ بس اس دن سے آپ نے اپنے دامنِ شفقت میں ایسا سمیٹا کہ پھر کوئی غم نہ رہا۔ آپ نے کہا قدیر کوئی فکر نہ کرو۔ لائبریری سے کتابیں مل جائیں گی۔ اور تمہاری فیس مَیں معاف کرتی ہوں۔ بس ان حسین یادوں کو یکجا کرنے کی میری حقیر سی کوشش ہے۔

آپ کی صفاتِ حمیدہ اور بہترین وجود کے لیے کسی شاعر نے کہا ہے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

آپ دینی و دنیاوی علم کی شاہسوار تھیں۔ مجھے اور میری امی کو شفقت اور محبت کے دامن میں ایسا سمیٹا کہ دل کی گہرائیوں سے نکلتا ہے کہ اے خدا ایسی پیاری روح پر لاکھوں رحمتیں نازل فرما۔ آمین۔

امی نے جب (بی۔اے۔بی۔ٹی) کرلیا تو اپنے ہی قائم کردہ فضلِ عمر ہائی اسکول میں بطور پرنسپل مقرر فرمادیا۔اور دو کوٹھیوں ہی میں اسکول تھا تو اپنی ہی کوٹھی میں ہماری رہائش کا بھی بندوبست فرمادیا اور ہم اللہ کے فضل اور آپ کی شفقت کی بدولت خاندانِ حضرت مسیح موعود کے درمیان رہنے لگے۔یہ دور مجھے اپنی زندگی کا سب سے حسین دور لگتا ہے۔سب ہمسائے ہم دونوں ماں بیٹی سے محبت کرنے والے، شفقتوں اور محبتوں کی حسین یادیں ہیں۔کیونکہ اردگرد سب ہی بہت پیارے وجود تھے۔لیکن آپ کی محبت اور شفقت ایسی تھی جو کبھی نہ بھلائی جاسکے۔اللہ کے فضل سے ہمیں قصرِ خلافت میں بھی رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔وہاں رہتے تو ہم حضرت مہر آپا کے گھر تھے لیکن میں سب کے گھروں میں پھرتی رہتی تھی۔اور سب ہی بہت خیال رکھتے تھے۔آپ اور آپا متین مجھے کھلاتی پلاتی رہتی تھیں۔وقت کا پہیہ گھومتا رہا اور آپ کی نوازشیں جاری رہیں۔

سکول کے فنکشن میں بھی آتیں تو مجھے ضرور بلا کر حال پوچھتیں اور پیار کرتیں۔گرمیوں کی چھٹیوں میں قرآن کلاسز لگاتیں اور سلسلہ کی باتیں بتاتی رہتیں۔

آپ کی تقاریر سننے کا بھی موقع ملا۔ایک بار لجنہ ہال میں آپ تربیتِ اولاد کے موضوع پر تقریر فرمارہی تھیں۔ایسا پیارا انداز اور شفقت بھری نصیحتیں سن کر میرے آنسو نکل گئے۔اور میں سوچ رہی تھی کہ یہ تو ساری لجنہ کی ماں ہیں۔میں تو کہتی تھی کہ ان کا سلوک ہمارے ساتھ ہی سب سے زیادہ ہے۔

رمضان میں درسِ قرآن مسجد مبارک میں ہوا کرتا تھا۔ہم سب لڑکیاں بھی جاتی تھیں۔ایک دن مجھے درس کے بعد بلایا۔فرمایا کہ گھر آجانا،میں تھوڑی سی گھبرائی کہ شاید مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے۔بہرحال میں آپ کے گھر (قصرِ خلافت) گئی تو فرمایا۔آجاؤ شافی! اب تو تمہاری شادی ہونے والی ہے اور تم جارہی ہو۔میں نے سوچا تمہیں آج افطاری کروادوں۔اور پھر خود چیزیں بناتی رہیں۔اور آپا متین اور میں آپ کے ساتھ کام کرواتے رہے۔اور پھر آپ کے اہلِ خانہ کے ساتھ روزہ کھولا۔پھر آپ نے نماز کروائی اور مجھے آپ کے پیچھے نماز ادا کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔آپ

نے مجھے جوڑا دیا کہ تمہاری شادی کا تحفہ ہے۔ اس کے دوپٹے پر میں نے خود گوٹہ لگایا ہے۔ اللہ اللہ! کہاں میں ناچیز اور کہاں وہ پُر شفقت وجود کہ میں ان کے گلے لگ کر رونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ ملتی رہنا اور قدیر کی فکر نہ کرنا۔ ہم سب ہیں ناں۔

ان کی محبت اور شفقت کے واقعات تو اتنے ہیں کہ ان کے لیے کئی اوراق چاہییں۔ بس میں تو یہی کہوں گی وہ میری ماں سے بھی بڑھ کر تھیں اور آپ کا پیارا وجود میرے اور امی پر ہر وقت محبتیں نچھاور کرتا رہتا تھا۔

محبتوں کا یہ سفر آپ کے آخری وقت تک جاری رہا۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ

(مکرمہ سیّدہ نسیم سعید صاحبہ)

حضرت مصلح موعودؓ کی خداداد فہم و فراست نے احمدی عورتوں کی تعلیمی ضرورت اور تربیت و اصلاح کی کمی کو شدت سے محسوس کیا۔ آپ کا دل چاہتا تھا کہ احمدی عورتیں دین کی عالمہ قرآن و حدیث کی معلمہ بن کر اپنی صنف کی رہنمائی کرنے والی بنیں۔ آپ کی متعدد شادیوں کی بھی یہی وجہ تھی کہ آپ چاہتے تھے کہ آپ کی تربیت اور صحبت سے فیض یاب ہو کر آپ کی زوجہ محترمہ خواتین میں علمی و دینی شعور اور بیداری پیدا کرنے والی ہوں۔

اسی اعلیٰ مقصد کے لیے حضرت صاحبؓ نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ 1935ء میں شادی کی۔۔۔ چنانچہ آپ نے حضرت صاحبؓ کی اس خواہش کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا۔۔۔ گویا لجنہ اماء اللہ اور حضرت سیّدہ چھوٹی آپا ایک وجود بن چکی تھیں۔ لجنہ اماء اللہ کا نام لو تو حضرت چھوٹی آپا صاحبہ سامنے آتی تھیں اور حضرت چھوٹی آپا کا نام لو تو لجنہ خیال میں آتی ہے۔ حضرت صاحب کی تعلیم و تربیت اور ذاتی توجہ نے حضرت سیّدہ کی صلاحیتوں کو مزید صیقل کر دیا۔ لجنہ اماء اللہ کے تنظیمی کاموں کو کرنے کے ساتھ ساتھ احمدی عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ہمیشہ نئے سے نئے اور اعلیٰ پروگرام بناتی رہیں۔ آپ کی تربیتی تقاریر احمدی مستورات میں ایک نیا جوش ولولہ عزم اور ارادہ پیدا کرتی تھیں۔

کسی کی زندگی میں پچپن سال ایک اہم عرصہ اور مدت ہوتی ہے جس میں ہر قسم کے نشیب و فراز، کامیابیاں اور ناکامیاں ساتھ ساتھ ہوتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے ان پچپن (55) سالوں میں اپنی تمام دلچسپیاں لجنہ کے ساتھ وابستہ کر دیں۔ تقسیم ملک سے لجنہ کی زندگی میں بھی نشیب و فراز آئے۔ ہر قسم کی مشکلات اور ناموافق حالات کا سامنا کرنا پڑا لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت سیّدہ کی انتھک محنت خلوص اور لگن سے قافلہ لجنہ ہر روز آگے سے آگے

ہی بڑھتا رہا۔ آپ کی خواہش اور کوشش ہوتی تھی کہ ہر عورت اور لڑکی لجنہ کی تنظیم سے پوری پوری وابستہ ہو جائے اور لجنہ کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل میں کوشاں رہے۔ آپ نے سینکڑوں بلکہ ہزاروں خواتین کو لجنہ کا کام کرنا سکھایا۔

حضرت سیّدہ کو حضرت مصلح موعودؓ کی تیس سالہ رفاقت اور خصوصی تربیت حاصل رہی۔ آپ کی تعلیم و تربیت کے لیے حضرت صاحبؓ نے قرآنِ کریم کے مختلف حصوں کے درس گھر میں دیئے۔۔۔ حضرت صاحب اور اپنے والد کی دعاؤں سے آپ کے دل میں قرآنِ کریم کی محبت جاگزیں ہو گئی۔ آپ ہمیشہ ہی اپنی تقاریر میں تعلیمِ قرآن پر زور دیتے فرمایا کرتی تھیں کہ آپ اپنی لڑکیوں کو دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلواتی ہیں۔ تعلیم میں حائل ہر قسم کی مشکلات کی پرواہ نہیں کرتیں۔ لیکن جب تعلیمِ قرآن کی بات آتی ہے تو سو حیلے بہانے تراشتی ہیں۔ یاد رکھیے کہ خدا تعالیٰ کے ہاں دنیا کی اعلیٰ ڈگریاں کسی کام نہیں آئیں گی۔ ہاں نماز اور قرآنِ کریم ہی آپ کے حق میں گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔

قرآنِ کریم کی تعلیمات کو عام کرنے کی یہی تڑپ اور لگن تھی کہ آپ نے سینکڑوں بلکہ ہزاروں خواتین اور بچیوں کو خود ترجمہ قرآنِ کریم پڑھایا۔ مجھے حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کے یہاں کئی مرتبہ دس دس پندرہ پندرہ دن رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ 1971ء،72ء میں جب لجنہ کے پچاس سالہ جشن پر میں لجنہ کا خصوصی مجلہ تحریر کر رہی تھی۔ اور 1988ء میں جب آپ کے ارشاد پر جماعت کے جشن صد سالہ پر لجنہ کی طرف سے شائع ہونے والے مجلّہ تحریر کر رہی تھی۔ اس دوران قیام میں یہ دیکھ کر حیران رہ جاتی کہ نمازِ فجر کے ایک گھنٹہ بعد سے ہر عمر کی لڑکی اسکول اور کالج جاتے ہوئے قرآنِ کریم کا ترجمہ حضرت سیّدہ سے پڑھنے چلی آ رہی ہے۔ کوئی کسی پارے پر اور آپ ہر آنے والی کو الگ الگ سبق دے رہی ہیں۔ پچھلا سنتی ہیں اور اگلا دیتی ہیں۔ میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کلاس لگا کر ایک ہی دفعہ سب کو کیوں نہیں پڑھا دیتیں۔ اس طرح تو آپ تھک جاتی ہوں گی۔ مسکرا کر فرمانے لگیں قرآنِ کریم پڑھاتے ہوئے خدا کے فضل سے میں کبھی تھکا نہیں کرتی۔ دراصل کوئی بچی اسکول کی ہے کوئی کالج کی، پھر کوئی قریب رہتی ہے کوئی دور سے آتی ہے۔ کوئی ماں کے ساتھ گھر سے کام کرا کے آ رہی ہوتی ہے۔ میں ان بچیوں کی سہولت کے پیشِ نظر جیسے یہ آتی ہیں ان کو پڑھاتی جاتی ہوں۔ اسکول کالج کی بچیاں پڑھ کر چلی جاتیں تو دوسری لڑکیاں اور

عورتیں پڑھنے آتیں۔ غرض صبح ساڑھے نو دس بجے تک یہ سلسلہ چلتا۔ فضلِ عمر تعلیم القرآن کلاس میں آپ نے لجنہ کی بھی شمولیت کروائی۔ طالبات کی نگرانی اور دلچسپی بڑھانے کے لیے آپ خود بھی کلاس میں آتیں۔ رمضان المبارک میں مسجد مبارک میں درسِ قرآنِ کریم میں آکر شامل ہو جاتیں۔ آپ کے آنے کی وجہ سے خواتین اور بچیوں کی حاضری ایک دم بڑھ جاتی۔ آپ نے اپنی تفسیرِ صغیر کی اس طرح جلد بندی کروائی ہوئی تھی کہ ایک صفحہ قرآنِ کریم کا دوسرا صفحہ سادہ اور اس سادہ صفحے پر آپ اہم نکات درس درج فرماتیں۔ آپ کو دیکھ کر طالبات بھی توجہ سے نوٹس لیتیں۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ حضرت مصلح موعودؓ کی ماموں زاد بہن تھیں۔ ددھیال کی طرف سے دہلی کے سیّدوں کی اعلیٰ صفات کی حامل اور خواجہ میر درد کی علمی اور تحقیقی خصوصیات اپنائے ہوئے۔ حضرت مصلح موعودؓ آپ کی چھپی ہوئی صلاحیتوں کو بھانپ چکے تھے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے آپ کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ دی جس طرح ہیرے کو تراش خراش کر اس کی ہر جہت کو روشن سے روشن تر کرتا ہے۔ حضرت صاحب جیسے جوہری نے چھوٹی آپا کو وہی ہیرا بنا دیا جو آپ کو مطلوب تھا۔۔۔۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا اپنی ذات میں ایک انجمن تھیں، ایک ہمہ گیر شخصیت تھیں۔ آپ حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھوں سے تراشا ہوا وہ ہیرا تھیں جس کی ہر جہت اور ہر رخ روشن اور تابناک تھا۔ آپ پر ایک ضخیم کتاب لکھی جائے گی۔ احمدی خواتین کی اکثریت آپ سے فیضیاب ہوئی۔ آپ نے سینکڑوں نہیں ہزاروں خواتین اور بچیوں کو لجنہ کا کام کرنا سکھایا جو آج ساری دنیا میں بحسن وخوبی لجنہ کے کام کررہی ہیں۔ اور خود بھی ثواب کمارہی ہیں اور حضرت سیّدہ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بنی ہوئی ہیں۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ حضرت سیّدہ کو اپنے پیاروں کے پاس جنت الفردوس میں جگہ دے اور لجنہ اماء اللہ ہمیشہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ کا باعث بنے۔ آمین

(الفضل ربوہ، جلد 49-84، نمبر 274، 2 دسمبر 1999ء صفحہ 5 تا 6)

یہ حرف تری یاد میں روتی ہوئی آنکھیں

(مکرم مبارک احمد عابد صاحب)

پائندہ تھی جب تک بھی تری جان کی خوشبو
ہر سُو تھی معطّر ترے ایمان کی خوشبو
مہکے گی یہ گھر گھر ترے احسان کی خوشبو
پھیلائی جو گلدستہ ٔ قرآن کی خوشبو
جب جب بھی پھلے پھولے گا لجنہ کا چمن زار
کلیوں میں بسے گی ترے ارمان کی خوشبو
اک ایک ترا حرف دعاؤں میں گندھا تھا
ہر لفظ تیرا مجلسِ عرفان کی خوشبو
یہ حرف تری یاد میں روتی ہوئی آنکھیں
یہ لفظ دعاؤں کے گلستان کی خوشبو
تا حشر ترے نام کو مہکاتی رہے گی
لجنہ کے مہکتے ہوئے ایوان کی خوشبو

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 61)

آہ ایک اور شجرِ سایہ دار گیا

(مکرمہ سعیدہ احسن صاحبہ)

آہ ایک اور شجر سایہ دار گیا
دل کا سکھ چین اور قرار گیا

مَیں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی زندگی بھر کی اعلیٰ قدروں کو احاطہ تحریر میں لانے سے قاصر ہوں۔ البتہ اس موقع پر آپ کی اُن بے لوث محبتوں، بے غرض چاہتوں اور شفقتوں کو بیان کرنے کی کوشش کروں گی جو آپ نے ہمہ وقت مجھ سے روا رکھیں۔ یوں تو آپ کی ذات ہم سب کے لیے محبت ہی محبت تھی مگر مجھے تو یوں لگتا ہے کہ میں نے اس پیار سے کچھ زیادہ ہی حصہ پایا ہے۔ میری آپ سے براہ راست شناسائی اس وقت ہوئی جب میں نے جامعہ نصرت برائے خواتین ربوہ میں فرسٹ ایئر میں داخلہ لیا۔ یہ اس ادارے کے اجرا کا دوسرا سال تھا۔ آپ اس ادارے کی ڈائریکٹرس تھیں۔ جبکہ پرنسپل محترمہ فرخندہ شاہ صاحبہ تھیں۔

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی اس زوجہ محترمہ کے ذریعہ اس ادارے کی بنیاد رکھی۔ آپ ایم۔اے عربی تھیں۔ جن طالبات نے عربی کا مضمون رکھا تھا آپ انہیں عربی پڑھایا کرتی تھیں۔ اس طرح میں نے آپ سے بی۔اے تک چار سال عربی کا مضمون پڑھا۔ آپ کا پڑھانے کا انداز نہایت سادہ اور دلنشین ہوتا۔ طبیعت پر ذرا گراں نہ گزرتا۔

جامعہ نصرت میں طالب علمی کے زمانہ کے سنہری واقعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دریائے چناب کے کنارے پکنک منانے کا پروگرام بنا۔ اس وقت آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا تم صبح وقت پر میرے گھر آجانا اپنے ساتھ گاڑی میں لے کر جاؤں گی۔ لیکن جب میں پہنچی تو گاڑی کی تمام سیٹیں پُر ہو چکی تھیں۔ یہ دیکھ کر ایک طرف ہٹ گئی۔ آپ کی نظر مجھ پر پڑ گئی اور اشارہ کیا کہ آگے آؤ۔ عرض کیا چھوٹی آپا کوئی بات نہیں۔ جگہ نہیں ہے۔ فرمایا تم اپنا سر اندر کرو جگہ ہو

جائے گی اور پھر مجھے بازو سے پکڑ کر اپنی گود میں بٹھالیا۔

ابتدائی جلسہ سالانہ کے موقع پر میری ڈیوٹی ناظمہ کے دفتر میں تھی۔ اور سارے دن کی رپورٹ رات دس بجے تک چھوٹی آپا کو دینی ہوتی تھی۔ میں نے جلدی جلدی رپورٹ لکھتے ہوئے کہا۔ چھوٹی آپا! سب جاچکے ہیں۔ سمجھ گئیں اور فرمایا تمہیں طاری (صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب) چھوڑ آئے گا۔

جامعہ نصرت میں عربی لیکچرار کے طور پر میرا تقرر آپ کا مرہون منت تھا۔ بعد میں میرے علم میں یہ بات آئی کہ جب مجھے انٹرویو کے لیے بلانا تھا تو آپ نے فرمایا۔ سعیدہ احسن کو تو مَیں نے رکھنا ہی ہے اسے بلانے کی ضرورت نہیں۔ جامعہ نصرت کی ملازمت کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ نے مجھے کئی سال تک آپ کے ساتھ لجنہ اماء اللہ کی مجلس عاملہ کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی توفیق دی۔ زیادہ عرصہ سیکرٹری تعلیم کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ سالانہ نئے نصاب تیار کرنے کے لیے اور ہر سال اجتماع کے تعلیمی پروگرام تیار کرنے کے لیے آپ مجھے ہدایات دے دیتیں اور پھر چند روز میں سب کام مکمل کر کے منظوری کے لیے پیش کر دیتی۔ آپ کی یہ اتنی پیاری عادت تھی کہ بلاوجہ کبھی بھی کسی کام میں نقص نہیں نکالتی تھیں۔ ہاں جہاں ضروری ہوتا اصلاح فرما دیتیں۔ مگر ڈانٹ ڈپٹ یا اظہار خفگی وغیرہ کبھی آپ کی طرف سے دیکھنے میں نہیں آیا۔ بلکہ ہمیشہ اظہار خوشنودی ہی فرمایا۔ آپ عاملہ کے اجلاسوں میں ہمیشہ مقررہ وقت سے قبل ہی تشریف لے آتیں۔

یہ 1981ء تا 1985ء کے دورانیہ کی بات ہے۔ میں دو مرتبہ بیمار ہو گئی۔ پہلی مرتبہ جب ٹانگ کا فریکچر ہوا آپ ہسپتال تشریف لائیں۔ خیریت پوچھی۔ میرے لیے میرا پسندیدہ پھل لے کر آئیں۔ آپ اکثر ذکر کرتی رہتیں اور فکر مند رہتیں۔ میں بھی دعا کی درخواست کرتی رہتی تھی۔ خدا نے فضل کیا اپنے بزرگوں اور ہمدردوں کی دعاؤں کے طفیل میں تندرست ہو گئی۔ نئے سرے سے چلنا پھرنا اور معمولات زندگی شروع ہو گئے۔ مگر ایک دو سال کے بعد ہی میں پھر بیمار ہو گئی۔ ڈاکٹری ہدایت کے مطابق ایک بڑے آپریشن کی ضرورت تھی۔ مگر میری طبیعت نہ مانی۔ اس وقت حضرت چھوٹی آپا بیرونِ پاکستان تھیں آپ کو میری بیماری کا علم ہو گیا۔ جب آپ واپس تشریف لائیں تو میں ملاقات کے لیے گئی۔ فرمایا کہ "بتاؤ کیا حال ہے تمہارا"۔ نیز فرمایا کہ "مَیں نے سفر میں ہر نماز میں تمہارے لیے دعا کی ہے"۔ مَیں نے عرض کیا چھوٹی آپا میں خدا کے فضل سے بالکل ٹھیک ہوں۔

میری ٹانگ کا فریکچر اور پیاری والدہ کی وفات یہ دونوں حادثات قریباً ایک ساتھ ہی مجھے پیش آ گئے۔ اور میری زندگی کا سکون اضطراب میں بدل گیا۔ حضرت سیّدہ محترمہ کو دعا کا خط لکھا اور یہ بھی کہ اب میری والدہ تو آپ ہی ہیں۔ اس کے بعد اکثر و بیشتر ایسے ہوا کہ میں سلام کرتی اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتی۔ مگر آپ مجھے گلے سے لگا لیتیں۔

عید الفطر کی آمد آمد تھی۔ دفتر گئی۔ آپ خلافِ معمول دفتر کے دروازے کے باہر کرسی پر تشریف فرما تھیں۔ ہاتھ میں نائلون کا لفافہ تھا۔ قریب گئی تو فرمایا اس میں ہاتھ ڈالو اور جو چیز ہاتھ لگتی ہے لے لو۔ میں نے ایسے ہی کیا اور جب ہاتھ باہر نکالا تو فرمایا دکھاؤ کیا چیز ملی ہے۔ دیکھ کر کہا یہ سب سے قیمتی پرفیوم ہے۔ اس دن تمام سیکرٹریان کو تحائف آپ نے اپنے ہاتھ سے اسی طرح تقسیم کیے اور ایک مرتبہ جب آپ لندن کے جلسہ سالانہ سے واپس تشریف لائیں تو سب کے لیے کوئی نہ کوئی تحفہ لے کر آئیں مجھے سویٹر عنایت فرمایا۔ موسمِ گرما میں تو آپ کا یہ معمول تھا کہ تمام سیکریٹریوں کے گھروں میں آموں کا تحفہ بھجواتیں۔

مجھے کئی مرتبہ آپ کے قریب بیٹھ کر کھانا کھانے کا موقع بھی ملا۔ آپ پلیٹ میں اتنا سالن ڈالتیں جتنا کھانا ہوتا اور اچھی طرح پلیٹ صاف کرتیں۔

بعض دفعہ آپ کو اپنے آفس میں اکیلا بیٹھے دیکھ کر کوئی بات کر لیتی۔ ایک دفعہ ایسے ہی وقت میں عرض کیا چھوٹی آپا میرے لیے انجام بخیر کی دعا کریں۔ جواباً آپ نے کہا تم بھی تو میرے لیے یہی دعا کرو۔

ایک سال الفضل کے مصلح موعودؓ نمبر میں میرا مضمون "حضرت مصلح موعودؓ سے وابستہ چند باتیں چند یادیں" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اگلے روز مجلسِ عاملہ کا اجلاس تھا۔ میں بھی حاضر ہوئی مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔ سعیدہ احسن تم لکھا کرو۔ حضرت مصلح موعودؓ فرمایا کرتے تھے تقریر تو ہوا میں اڑ جاتی ہے جب کہ تحریر باقی رہتی ہے۔ اور اس طرح آپ نے لکھنے پر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

آپ نے اندرونِ پاکستان لجنہ اماء اللہ کی مجالس کے بے شمار دورے کیے۔ بعض مواقع پر مجھے بھی آپ کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ مقررہ وقت پر روانہ ہوتیں اور وقت مقررہ پر واپسی ہوتی۔ دورانِ سفر اپنے ساتھی کا خیال رکھتیں۔ ایک مرتبہ اوکاڑہ کے دورے پر میں بھی شریک سفر تھی۔ سڑک ناہموار ہونے کی وجہ سے کافی جھٹکے لگ رہے تھے۔ مجھ پر پیچھے نظر پڑی

فرمایا۔ سعیدہ احسن تم آگے آجاؤ میرے ساتھ اگلی سیٹ پر۔ تم تو بُری طرح اچھل رہی ہو۔

آپ خط کا جواب ضرور اور بہت جلد عنایت فرماتیں۔ موسم گرما کی تعطیلات میں ایک سال مجھے مظفر آباد (آزاد کشمیر) اپنے بھائی کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں سے آپ کو خط لکھا۔ سفر کے نظارے خوش گوار آب و ہوا، چشموں کا قدرتی منظر، روزانہ بارش کا اچانک آجانا سب کچھ لکھ دیا کہ میرا اس قسم کا یہ پہلا سفر تھا۔ آپ نے جواب میں لکھا۔ سعیدہ احسن تم نے مظفر آباد کی کچھ ایسی منظر کشی کی ہے کہ میرا بھی دل کرتا ہے وہاں آنے کو۔

جب بہنوئی کی وفات پر تشریف لائیں تو فرمایا کہ "سعیدہ احسن مجھے تمہارے بہنوئی کا بہت افسوس ہے۔ متین لاہور گئی ہوئی ہے ورنہ وہ بھی میرے ساتھ آتی"۔ میں حیران کہ اتنی جلدی آپ کو وفات کا کیسے علم ہو گیا؟ شدید گرمی کا موسم تھا۔ صحن عورتوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ باہر تخت پر ہی بیٹھ گئیں۔ میں نے کہا چھوٹی آپا آپ اندر آجائیں۔ فرمایا چلو جہاں کہتی ہو چلی جاتی ہوں۔ اور پھر آپ کچھ دیر تشریف فرما رہیں بہن کا حال اور بچوں کے متعلق پوچھا اور ان سے بھی اظہارِ ہمدردی فرمایا۔

عید الفطر کا موقع تھا۔ ہم مسجد اقصیٰ میں عید کی نماز پڑھ کر واپس کرنے لگے تو مجھے چکر آیا اور میں گر گئی۔ حضرت چھوٹی آپا جان نے اتنے رش میں کار میں بیٹھتے ہوئے دور سے دیکھ کر کہا "اوہو سعیدہ احسن گر گئی ہے"۔ کسی کو بھجوایا کہ جاؤ سعیدہ کو لے کر آؤ اور پھر گاڑی میں گھر چھوڑ کر گئیں۔

خاکسار حضرت چھوٹی آپا کے ساتھ جشنِ تشکّر کا کام کرتی تھی جو پانچ سال کے عرصہ پر محیط تھا۔ گرمیوں کے دن تھے، چھوٹی آپا گاڑی بھجواتیں، روزانہ پہلے مجھے گھر چھوڑتیں اور بعد میں خود جاتیں۔ ایک دن میں نے ڈرائیور لطف الرحمٰن صاحب کو کہا آج گرمی زیادہ ہے۔ پہلے چھوٹی آپا کو چھوڑو بعد میں مجھے۔ تو آپ نے کہا کہ "سعیدہ کی آج مان لو پہلے مجھے چھوڑ دو"۔

عائشہ دینیات اکیڈمی ربوہ کا اجرا مارچ 1993ء میں نظارت تعلیم ربوہ کے تحت ہوا۔ مجھے اس میں کام کرنے کے لیے کہا گیا۔ اس پر میں نے حضرت چھوٹی آپا سے کہا کہ میں تو آپ کے ساتھ ہی کام کرنا چاہتی ہوں۔ کسی ادارے وغیرہ کو چلانا مشکل کام ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بھی تو دینی کام ہے، کر کے تو دیکھو۔ خیر خدا کے فضل سے سات سال سے یہ تعلیمی ادارہ چل رہا ہے۔ ادارے کی افتتاحی تقریب کے علاوہ آپ سالانہ تقسیمِ اسناد اور انعامات پر بھی تشریف لاتی رہیں۔ خطاب سے نوازتیں اور ترقی کو دیکھ کر خوش ہوتیں۔

ایک مرتبہ رمضان کے مہینہ میں آپ کی طبیعت کچھ اچھی نہ تھی مگر آپ روزے سے تھیں۔ میں نے کہا آپ روزہ نہ رکھیں۔ فرمایا میں نے ڈاکٹر سے پوچھ لیا ہے کہتے ہیں کوئی حرج نہیں اور پھر بتایا کہ زندگی میں دو سال روزے نہیں رکھے اور وہ متین کے پیدائش کے سلسلے میں۔ نیز یہ بھی بتایا کہ 13 سال کی عمر سے روزے رکھنا شروع کیے تھے۔

لوگ اکثر لڑکیوں کے رشتوں وغیرہ کی بات کرتے آپ صائب مشورہ دیتیں۔ ایک مرتبہ مجھے اتنا کہا کہ لوگ وقت پر رشتہ نہیں کرتے جو اچھی بات نہیں۔

یقیناً آپ کی ذات ہمارے لیے ایک شجر سایہ دار تھی۔ ایک ایسا جاں بخش سایہ کہ جتنی دیر مرضی اس سائے تلے بیٹھ کر کام کرتے جاؤ اکتاہٹ، تھکاوٹ اور سستی کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔ صد سالہ جشنِ تشکّر کے وہ پانچ چھ سال جب میں کالج جانے سے بھی پہلے کچھ وقت آپ کے دفتر میں آکر کام کیا کرتی تھی اور کالج سے فراغت کے بعد بھی وقت دیا کرتی تھی۔ وہ سب میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں۔

ایک دفعہ میں نے ایک گھرانے کا ذکر کیا کہ لڑکی کی شادی ہونے والی ہے۔ وہ ضرورت مند ہیں۔ کچھ مدد کرنی چاہیے۔ ان کے بزرگ قادیان کے رہنے والے پرانے احمدی تھے۔ فرمایا میں جانتی ہوں اور پھر آپ نے میرے ہاتھ ان کے لیے سونے کے زیورات کا ایک سیٹ اور گراں قدر رقم بھجوائی۔

آپ کے حسنِ سلوک اور مہربانیوں کو کہاں تک بیان کریں میرا تو رواں رواں آپ کے احسانات اور شفقتوں کا رہین ہے۔ اور میں آپ کی عنایات کا بدلہ نہیں چکا سکتی۔ میرا پیارا حی و قیوم خدا ہی آپ کو ان نیکیوں کی جزائے خیر عطا کرے اور جنت الفردوس میں بلند سے بلند مقامات قرب سے نوازے۔ (آمین)

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 62 تا 65)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ

(مکرمہ سلیمہ قمر صاحبہ)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ المعروف چھوٹی آپا صاحبہ نے ہزاروں خواتین کو لجنہ کا کام کرنا سکھایا جو آج ساری دنیا میں با حسن خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ میری والدہ مکرمہ صفیہ ثاقب صاحبہ مرحومہ کو بھی حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کی ہمراہی میں مجلس عاملہ پاکستان لجنہ کی بھرپور خدمات کی توفیق ملی۔ اسی طرح آپ کی وساطت سے ہم نے بھی آپ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کے بہت سے مواقع حاصل کیے۔ بچپن میں ہی مکرمہ چھوٹی آپا صاحبہ ہمارے گھر تشریف لایا کرتیں۔ ہم سب کو پیار کرتیں۔ اور سب کا احوال دریافت کرتیں۔ میری امی جان بہت دفعہ بیمار ہوئیں۔ کئی مرتبہ آپ ہسپتال میں اور گھر میں ان کی عیادت کے لیے تشریف لاتیں اور مفید مشوروں اور مختلف احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی تلقین فرماتیں۔ میری والدہ کی وفات پر آپ سب سے پہلے تعزیت کے لیے تشریف لائیں۔

خاکسار کو دس سال لجنہ اماء اللہ ربوہ کی جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمت کرنے کا موقع ملا۔ اس دوران جب بھی میں حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کی خدمت میں رپورٹس و دیگر دفتری کاموں کے سلسلہ میں حاضر ہوتی تو آپ ہمیشہ ہی دلفریب مسکراہٹ سے ملتیں۔ اور تمام امور اور وضاحت طلب معاملات میں نہایت شفقت سے رہنمائی فرماتیں۔

1984ء میں آپ کی کمال شفقت سے ہی خاکسار کو امۃ الحئی لائبریری لجنہ پاکستان میں بطور انچارج کام کرنے کا موقع ملا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اور نہایت اعلیٰ ذوق کی مالک تھیں۔ اس لیے ہر نئی کتاب خاکسار پہلے آپ کی خدمت میں پیش کرتی۔ اکثر کتابوں کے متعلق تو آپ فرماتیں کہ میں نے تو یہ پہلے ہی پڑھی ہوئی ہیں۔ جو پڑھنا پسند فرماتیں اس کا اتنی نفاست سے مطالعہ کرتیں کہ کوئی صفحہ خراب نہ ہوتا۔ پھر دفتر آتے ہی ہدایت فرماتیں کہ یہ کتاب لائبریری میں

واپس کر کے آئیں۔اور ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو لائبریری کا باقاعدگی سے چندہ بھجواتیں۔حالانکہ آپ اعزازی ممبر تھیں لیکن آپ نے ہمیشہ لائبریری کے اصول قائم رکھے۔جب بھی خاکسار لائبریری کی کسی چیز کے بنوانے، کتب وغیرہ منگوانے یا رسالے لگوانے کی درخواست کرتی تو آپ حتیّٰ الوسع اس کو ضرور پورا فرماتیں۔

1987ء میں خاکسار کو مدیرہ مصباح کے فرائض سونپے گئے۔چونکہ ناتجربہ کاری اور اہم ترین ذمہ داریوں کی وجہ سے خاکسار بہت گھبراتی، ہر وقت آپ کو دعا کے لیے کہتی آپ ہمیشہ ہی بڑے پیار سے سمجھاتیں۔جب بھی کوئی مشورہ آپ سے طلب کیا ہے آپ نے انتہائی شفقت سے اس میں رہنمائی فرمائی۔

جب آفس سیکریٹری لجنہ پاکستان چھٹی پر ہوتیں تو خاکسار کو دفتری امور کی انجام دہی کے لیے کام کرنے کا موقع ملتا۔اس دوران میں نے آپ کو روزانہ بروقت دفتر پہنچتے دیکھا اور آپ جب سلام کرتے ہوئے داخل ہوتیں تو یوں محسوس ہوتا سارے دفتر میں رونق ہوگئی ہے۔پھر آپ آتے ہی اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتیں۔ڈھیروں خطوط بڑی باریک بینی سے پڑھتیں۔آپ کا اتنا تجربہ ہو چکا تھا کہ بعض دفعہ خط پڑھتے ہی آپ کی نظریں اصل مقصد تک پہنچ جاتیں۔آپ اس حصے کو انڈر لائن کر دیتیں اور اگلے دن آتے ہی ان کے ذہن میں ہوتا تھا کہ فلاں فلاں خط کا جواب جا چکا ہے کہ نہیں۔تمام کارکنان وکارکنات سے انتہائی مشفقانہ رویہ تھا۔اگر کسی کارکن کی غفلت سے غلطی سرزد ہو جاتی تو سرزنش بھی مناسب رنگ میں کرتیں۔

جب بھی بیرون ممالک دورہ جات کے سلسلہ میں جاتیں تو اپنے عملہ کو ضرور یاد رکھتیں۔اور واپسی پر سب کے لیے تحائف لاتیں اور ایسا کر کے خوشی محسوس کرتیں۔آموں کے موسم میں سب کو لذیذ اور شیریں آموں سے نوازتیں۔

دوسرے کے کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتیں۔اور ہمیشہ ہر طرح سے کارکنان کا خیال رکھتیں چنانچہ جب بھی جلسہ، اجتماعات اور کلاسز وغیرہ ہوتیں تو خاکسار نے آپ کی شفقت کا یہ انداز بھی دیکھا کہ انتظامی امور میں مصروفیت کے باعث کھانا کھانے کے لیے جب میں نہ پہنچ پاتی تو آپ ہمیشہ بُلا کر دریافت فرماتیں کہ آپ نے کچھ کھایا ہے یا نہیں اور دوسرے عملہ اور کارکنات کا بھی پوچھتیں۔پھر تعاون کا شکریہ ادا کرتیں۔یوں تو آپ کے ساتھ سب کام کرنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ

ان کے ساتھ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کا زیادہ تعلق تھا۔یہی حال میرا ہے۔میں تو خود یہی سوچتی ہوں کہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے مجھ پر بہت سے احسانات ہیں۔جن کا بدلہ نہیں چکایا جا سکتا۔میرے بیٹے کی پیدائش پر میرا کیس سیریس تھا۔ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق فیصل آباد ہسپتال میں آپریشن تھا۔ایسے موقع پر آپ کے دعائیہ خطوط ہسپتال میں ملے پھر بیٹے کی پیدائش پر مبارکباد اور اس کا نام بھی میرے نام سے ملا کر سلیم احمد تجویز فرمایا۔

1989ء میں خاکسار پتّہ کے آپریشن کی پیچیدگیوں کی وجہ سے زندگی وموت کی کشمکش سے دوچار تھی مکرمہ چھوٹی آپا صاحبہ میری بے ہوشی کے عالم میں ہسپتال تشریف لائیں آپ میرا ہاتھ پکڑ کر اس وقت تک دعا کرتی رہیں جب تک میں ہوش میں نہ آگئی۔اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں۔جن سے ان کی محبت و شفقت اور ہمدردی خلائق کا وصف نمایاں ہوتا ہے۔عیدین اور مختلف مواقع پر آپ ہمیں تحائف سے نوازتیں جہاں تک ہو سکتا ہم بھی آپ کو کچھ نہ کچھ پیش کرنے کی کوشش کرتیں۔آپ کی شخصیت کی یہ بھی ایک خوبی تھی کہ اگر معمولی سا تحفہ بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو آپ انتہائی خوشی سے قبول فرماتیں اور پسندیدگی کا اظہار کرتیں۔

خدمتِ خلق کا جذبہ تو آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔دفتر میں مستحق خواتین درخواستیں لے کر آتیں۔آپ ہر ممکن حد تک ان کی مدد کرتیں۔آپ کی ہر ممکن کوشش ہوتی تھی کہ کوئی سوالی بھی خالی ہاتھ نہ جائے۔ہر ایک کی مدد بلا تفریق کرتیں۔اگر وقت کم بھی ہوتا تو مختصراً دوسرے کی بات ضرور سن لیتیں اور جہاں تک ممکن ہوتا مناسب طور پر مدد کرتیں۔

آپ کی بہت سی خوبیوں کے علاوہ یہ بھی ایک خوبی تھی کہ آپ کسی کی دعوت کو رد نہ کرتیں۔باوجود انتہائی مصروفیات کے لوگوں کے بچوں کی آمین، شادی بیاہ کی تقریبات، سکول و کالج کی گیمز، متفرق تقریبات میں دلچسپی سے شامل ہوتیں اور اختتام پر محبت سے قیمتی نصائح فرماتیں۔اور بچیوں میں انعامات تقسیم فرماتیں۔

جلسے، اجتماع، تربیتی کلاسز اور سپورٹس پر مہمان خانہ مستورات میں انتظامی امور میں ہم بھی شامل ہوتے۔مہمانوں کے آنے سے پہلے ہی پندرہ بیس دن میں تمام انتظامات مکمل ہوتے آپ معائنہ فرماتیں اور مختلف ہدایات سے نوازتیں۔پھر بچیوں کے آنے پر ان کو شرف ملاقات بخشتیں۔بچیوں کے مسائل سنتیں اور ہمیں ہدایت فرماتیں کہ بچیوں کی ضروریات پورا کرنے کی کوشش کریں۔پندرہ

روزہ تربیتی کلاسز پر ہر شام ایک مجلس کی بچیوں کے ساتھ آپ کی ملاقات ہوتی اور ان کے ساتھ رات کا کھانا بلا تکلف تناول فرماتیں۔ جو بچیاں آپ سے آٹو گراف لینا چاہتیں آپ اپنے دستِ مبارک سے قیمتی نصائح ان کو لکھ کر دیتیں۔ جو بچیوں کے لیے مشعلِ راہ بنتیں۔

ایک رات اچانک آندھی اور طوفان آیا۔ بجلی بند ہو گئی شامیانے اڑنے لگے۔ ایسے طوفان میں آپ کا فون آیا کہ مہمان بچیاں پریشان تو نہیں۔ اور پوچھا کہ ان کے کمروں میں متبادل لائیٹ کا انتظام ہے جب ان کو بتایا گیا کہ تمام کمروں میں موم بتیاں اور لالٹین اور ماچس وغیرہ کا انتظام ہے تو پھر آپ کو تسلی ہوئی۔ اسی طرح لڑکیوں کی واپسی تک آپ ہر طرح خیال رکھتیں اور جاتے ہوئے ان کو خدا حافظ کہتیں اور تاکید کرتیں کہ جاتے ہی خیریت کی ضرور اطلاع دینا۔

آپ ہر ایک کی ہمدرد تھیں۔ اپنے پرائے سب کے دکھ سکھ میں شریک ہوتیں۔ ہر ایک کی غمگسار ہر ایک کی رازداں، یتیموں کے لیے سراپا شفقت، بیواؤں کا سہارا، مستحق طلبا کے وظائف کے علاوہ کتب و یونیفارم بھی مہیا کرتیں۔

مالی قربانیوں کا میدان دیکھیں تو وہاں بھی آپ کی ذات پیش پیش نظر آتی ہے۔ ہر مالی تحریک کے وقت وعدہ کے ساتھ ہی اپنی ادائیگی بھی فرما دیتیں۔ آپ بے حد مخلص، سلسلہ کا درد رکھنے والی، متقی اور پیکر صبر و رضا تھیں۔ آپ نے اپنی ساری عمر ہی احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کی خاطر صرف کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ عِلِّیِّیْن میں ارفع مقام سے نوازے۔ آمین

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 66 تا 68)

مہربان اور شفیق ماں

(مکرمہ امۃ الباسط ایاز صاحبہ)

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا وجود ہماری محفلوں کی رونق ہوتا تھا۔ آپ کا بات کرنے کا انداز بہت ہی پیارا اور انوکھا تھا جو دل پر گہرا اثر کرتا۔ تربیتی کلاس کی وہ بچیاں بہت ہی خوش قسمت ہیں جنہوں نے اس سنہری دور سے بہت کچھ سیکھا۔ میرا حضرت چھوٹی آپا جان کے ساتھ تعارف میری بہن امۃ اللہ خورشید صاحبہ مدیرہ مصباح کے ذریعہ ہوا۔

بعد ازاں حضرت مصلح موعودؓ کا درس سننے جب ہم لوگ آپ کے گھر جاتے تو وہاں بھی چھوٹی آپا جان سے ملاقات ہوتی رہتی۔ اس طرح آپ کے ساتھ تعلق زیادہ گہرا ہوتا گیا۔ مجھے یہ یاد کر کے بہت خوشی ہوتی ہے کہ میری شادی کے موقع پر آپ خود احمد نگر ہمارے گھر تشریف لائیں اور مجھے شادی کی انگوٹھی اپنے ہاتھوں سے پہنائی۔ الحمدللہ

اس موقع پر آپ کافی دیر تک ہمارے درمیان موجود رہیں۔ آپ کو امی جان نے پان پیش کیا جو آپ نے بڑے شوق اور محبت سے کھایا آپ نے مجھے شادی کا بیش قیمت تحفہ دیا اور افریقہ جاتے ہوئے الوداعی دعوت بھی کی اور قیمتی نصائح سے نوازا۔

افریقہ جاکر میں آپ کو خط لکھتی رہی آپ باقاعدہ میرے خطوں کے جواب دیتیں جن میں باقی باتوں کے علاوہ قیمتی نصائح بھی ہوتیں خصوصاً لجنہ کے کاموں میں دلچسپی لینے کی نصیحت کرتیں۔ آپ کی ایک بات جو ہمیشہ مجھے یاد رہے گی اور میں نے اس پر عمل بھی کیا وہ یہ تھی کہ خواہ کچھ بھی ہو سسرال جاکر اپنے والدین کو کوئی پریشانی والی بات نہ بتانا آپ کے تمام خطوط میں نے اپنی فائل میں محفوظ رکھے ہوئے ہیں اور یہ میرے لیے بہت ہی قیمتی سرمایہ ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد میں پاکستان آئی اور چھوٹی آپا جان صاحبہ سے فرمائش کی کہ مجھے حضورؓ کا کوئی تبرک عنایت فرمائیں۔ حضورؓ کا تولیہ جو آپ کھانا کھاتے وقت بطور ایپرن استعمال کیا کرتے تھے مجھے دیتے ہوئے نہایت شفقت سے فرمایا یہ سنبھال کر رکھنا تم ملک سے باہر جارہی ہو اس لیے میں تمہیں دے رہی ہوں کس قدر پیاری اور مہربان تھیں ہماری آپا جان۔

ایک مرتبہ جب آپ لندن تشریف لائیں تو ہم سب سے مل کر بہت خوش ہوئیں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میری دعوت پر میرے غریب خانہ پر بھی تشریف لائیں۔ وہ دن وہ لمحات میں کبھی نہیں بھلا سکتی جب آپ نے رخصت ہوتے وقت نہایت محبت سے فرمایا کہ میں صرف اس لیے تمہاری دعوت قبول کرتی ہوں کہ تمہارا ایسے خاندان سے تعلق ہے جس کے تقریباً سب مرد واقفِ زندگی ہیں۔ میں نے کچھ ہچکچاتے ہوئے عرض کیا کہ چھوٹی آپا میرے میاں تو واقفِ زندگی نہیں ہیں آپ نے فرمایا ان کا جماعت کے لیے اس طرح کام کرنا واقفِ زندگی کی ہی طرح ہے۔

ایک مرتبہ آپ پھر ہمارے گھر تشریف لائیں میرے میاں کامن ویلتھ میں کام کرتے رہے ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے مختلف ممالک کے جھنڈوں کے نمونے ہم نے اپنے گھر میں سجائے ہوئے تھے انہیں دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ تم ان میں احمدیت کا جھنڈا ابھی بنا کر لگا دو۔ چنانچہ میں نے اگلے روز ہی احمدیت کا جھنڈا بنا کر ان کے ساتھ لگا دیا جب آپ نے دیکھا تو بے حد خوش ہوئیں۔

آپ بڑے درد سے فرمایا کرتی تھیں میری عزیز بہنو! میری عزیز بچیو! آنے والی نسل کی تم مائیں ہو گی اور قوم کی ترقی ماؤں کی صحیح تربیت سے ہی ممکن ہے اس لیے اپنی اصلاح کرو اور مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

آپ کی سیرت اور نیک نمونہ ہم سب کے لیے مشعل راہ ہے آپ ایک ایسی ہستی تھیں جو کبھی بھی بھلائی نہیں جاسکتیں۔ ہمیں چاہیے کہ تربیت اور تعلیم کے سنہری گُر جو آپ نے ہمیں سمجھائے وہ اپنے گھروں میں جاری رکھیں اور اپنے بچوں کی نیک تربیت کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم آپ کے پاک نمونے پر چلنے کی کوشش کریں۔ آمین

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 71 تا 72)

ایک مایہ ناز ہستی

(مکرمہ تسنیم لطیف صاحبہ)

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان سے میرا قریبی تعلق 1966ء سے ہوا جب میں چھٹی جماعت کی طالبہ تھی۔ میں نے آپ کو بہت قریب سے دیکھا بلاشبہ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھیں۔ بڑی بڑی ادبی، مذہبی اور سیاسی خواتین سے میرا رابطہ رہا ہے لیکن حضرت سیدہ موصوفہ جیسی باحوصلہ اور ہمہ صفت خاتون میں نے نہیں دیکھی آپ کے کچھ نمایاں اوصاف کا جو میرا ذاتی مشاہدہ ہیں ذکر کرتی ہوں۔

آپ بلاشبہ خاندان حضرت مسیح موعود کے ان افراد میں سے تھیں جو اپنی ذات میں مجسم خیر وبرکت ہیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے وجود کے ساتھ جو برکات وابستہ کر رکھی تھیں میں نے اس کے سینکڑوں مظاہرے دیکھے۔

غالباً 1967ء یا 1968ء کا واقعہ ہے حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان ہمارے گھر لجنہ کی پندرہ روزہ تربیتی کلاس کے اختتامی اجلاس میں بطور مہمان خصوصی تشریف لائیں۔ مہمانوں کے لیے کھانے کا انتظام تھا۔ حضرت سیّدہ سے ملاقات کے شوق میں مہمان توقع سے دگنے آگئے۔ کھانے کا انتظام کرنے والا شخص انگریزوں کے وقت کا مشہور خانساماں "سرخرو" تھا اس صورتحال میں اس کی پریشانی دیدنی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے حسنِ انتظام کے لیے بہت مشہور تھا۔ اور موجودہ صورتحال میں مہمانوں کے لیے کھانا پورا ہونا کسی طرح بھی ممکن نہیں تھا۔ میرے ابا جان مرحوم نے اس کو حوصلہ دیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ اس مہمان کی برکت سے فضل فرما دے گا۔ آپ کھانا لگوانا شروع کریں۔ اور خدا کی رحمت دیکھیں کہ نہ صرف مہمانوں نے سیر ہو کر کھایا بلکہ کھانا بچ بھی گیا۔ جو کچھ اس شخص نے دیکھا یا محسوس کیا وہ ایسا تھا کہ وہ شخص میرے والد کو کہنے لگا کہ ڈاکٹر صاحب آپ ہر ماہ بڑے بڑے معزز مہمانوں کو ڈنر یا لنچ کے لیے مدعو کرتے ہیں۔ تقسیم سے پہلے سے لے کر آج تک بڑے بڑے دنیادار

امراء، دین دار بزرگوں ہر طرح کے لوگوں کے گھر میں نے کھانے کا انتظام کیا ہے پر جو کچھ میں نے آج خدا کی شان دیکھی ہے وہ پہلے نہیں دیکھی۔ آپ مجھے بتائیں کہ یہ خاتون کون ہیں؟ ابا جان نے کہا کہ یہ خاتون ایک ولی اللہ کی بہو۔ ایک ولی اللہ کی بیٹی ایک ولی اللہ کی بیوی اور خود ایک ولی اللہ ہیں۔ وہ شخص ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا کہ مجھے ایک مسئلہ در پیش ہے آپ ان سے میرے لیے دعا کروا دیں۔ حضرت سیّدہ کی خدمت میں درخواست پیش کی گئی اور خدا تعالیٰ نے بعد میں اس کی وہ مشکل بھی آسان کر دی۔

دوسرا واقعہ میرے چھوٹے بیٹے سے متعلق ہے جو اب چودہ برس کا ہے۔ جس وقت اس کی عمر صرف ڈیڑھ برس تھی اسے مٹی اور لکڑی کھانے کی عادت ہو گئی۔ اور اس کو چھڑوانے کا کوئی حربہ کارگر نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے اسے اپنے پاس بلایا اس کے لیے دعا کی اس کے سر پر اور کمر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور کہا کہ بیٹے تم نے اب مٹی اور لکڑی نہیں کھانی۔ مجھ سے وعدہ کرو اور جب میرا بیٹا یہ چھوڑ دے گا تو میں انعام دوں گی۔ یوں لگتا تھا کہ آپ کی نصیحت اس معصوم ناسمجھ بچے پر جادو کے الفاظ بن کر اثر انداز ہوئی کہ اس کے بعد بچے نے دونوں چیزوں کو ہاتھ لگانا بھی چھوڑ دیا۔ میرے لیے یہ بات حیرت انگیز تھی کہ بچہ کس طرح یکسر چھوڑ سکتا ہے میں نے چھپ کر نگرانی کی لیکن اس نے نہ صرف کھانا چھوڑ دیا بلکہ مجھے تیسرے دن کہنے لگا کہ چھوٹی آپا کے گھر کب جانا ہے میں نے انعام لینا ہے۔ اور پھر اس نے تین دفعہ چھوٹی آپا جان سے وقفے وقفے سے انعام لیا۔ حضرت سیّدہ ہر مرتبہ جو خواتین بیٹھی ہوتیں انہیں بتاتی تھیں کہ دیکھو اس بچے نے کیسے میرا کہنا مانا ہے۔ اور میں کہتی تھی کہ یہ آپ کے وجود کی برکت ہے۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان ایک عالم خاتون تھیں۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ مشکل سے مشکل مسئلہ کو انتہائی سہل انداز میں حل کر دیا کرتی تھیں۔ میں نے دین کے بے شمار مسائل اور لجنہ کے کام کرنے کا طریق آپ سے ہی سیکھا ہے۔

ایک مرتبہ میں نے چھوٹی آپا جان سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں بات کیوں کہی ہے؟ آپ نے اصلاح فرمائی اور طریق ادب سکھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ بات کرنی ہی غلط ہے کہ اللہ نے فلاں بات کیوں کہی یا کیوں کی یہ تو خدا پر اعتراض کرنے والی بات ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا نیکی خواہ اپنی ذات میں کتنی ہی عمدہ نظر آئے صرف تبھی قابلِ تقلید ہے اگر وہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے یا حضرت مسیح موعودؑ سے ثابت ہو۔

میں نے اور بعض دوسرے عزیزوں نے میرے بیٹے کے بارے میں پیدائش سے پہلے کئی بشارتوں والے خواب دیکھے تھے۔ میں نے چھوٹی آپا جان سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو خدا کے ایسے فیصلے مشروط ہوتے ہیں۔ ایسے بچوں کی تربیت پر خصوصی توجہ اور بہت دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر تم حق ادا کرو گی اور نیک صحبت میں رکھو گی تب کوئی امید رکھنا ورنہ نہیں۔

ایک موقع پر آپ نے بہت قیمتی نصیحت فرمائی کہ عموماً لڑکیاں شوہروں کو دین کی طرف لانے کے لیے اپنے گھروں میں تلخی پیدا کر لیتی ہیں۔ لڑکیاں خود نمازوں پر قائم رہیں شوہر کو حکمتِ عملی سے، محبت سے، آرام سے قائل کریں۔ اگر اثر ہوتا نظر نہ آئے تو گھر میں لڑائی نہ ڈالیں بلکہ دعا پر زیادہ توجہ دینا شروع کر دیں۔ خدا تعالیٰ فضل فرما دیا کرتا ہے۔

آپ یہ بھی فرماتی تھیں کہ لوگ لڑکیوں کے اچھے نصیب کے لیے دعا کرتے ہیں۔ میں تو اس سے بھی زیادہ لڑکوں کے لیے دعا کی قائل ہوں کہ خدا انہیں نیک ساتھی عطا فرمائے۔ لڑکیاں تو اپنے میکے کا بھرم ہمیشہ قائم رکھتی ہیں۔

حضرت سیّدہ گھریلو امور میں کمال مہارت رکھتی تھیں۔ کھانا پکانے کے علاوہ سلائی اور بُنائی میں آپ کا ہاتھ بہت عمدہ تھا۔ فرماتی تھیں کہ "والدین جس طرح چاہیں بچوں کو کام پر لگا سکتے ہیں۔ ہم بہنیں ذرا بڑی ہوئیں تو ابا جان (حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب) کپڑے کے تھان لے آئے کہ بچیو یہ تمہارے کپڑے ہیں اب چاہے تم اس کو سی کر پہن لو یا گوند سے چپکا لو۔ اس طرح ہم نے سینا سیکھا"۔

ایک خاص بات جو میں نے آپ کی شخصیت میں دیکھی وہ آپ کا خداداد رعب تھا۔ میں نے ایف۔ ایس۔ سی جامعہ نصرت ربوہ سے کی۔ ان دنوں آپ وہاں کی ڈائریکٹرس تھیں۔ کالج میں احمدی طالبات کے علاوہ دوسری طالبات بھی ہوتی تھیں اور وہ شوخی کی ایسی عمر ہوتی ہے کہ لڑکیاں کم ہی کسی کو بخشتی ہیں۔ لیکن حضرت سیّدہ کسی علمی تقریب یا کھیل کے میدان میں تشریف لاتیں تو ہر شریک

محفل باادب ہو جاتا۔ پھر جلسہ سالانہ پر آپ کی مخاطب ہزاروں خواتین ہوتیں یا اجتماعات اور دوسری میٹنگز پر سینکڑوں سامعات ہوتیں۔ آپ کے آتے ہی یا خطاب شروع ہوتے ہی سب پر آپ کی شخصیت کا اثر ہوتا۔ اسی طرح ذاتی ملاقاتوں پر حالانکہ آپ کا انداز نہایت مشفقانہ ہوتا لیکن مخاطب کو رعب کی وجہ سے اکثر اپنی بات کہنی مشکل معلوم ہوتی۔ حضرت سیّدہ نہ صرف مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں بلکہ بہت بے تکلف بھی تھیں لیکن مجھے کبھی جرأت نہ ہوئی کہ میں پیدل چلتے ہوئے کبھی آپ کے قدم سے قدم ملا کر چل سکوں۔ مختلف مواقع پر میں آپ کے گھر آکر ٹھہرتی آپ اپنے کمرے میں ہی جگہ دیا کرتی تھیں اور بہت اصرار کرتیں کہ میرے ساتھ والے بستر پر سو جاؤ لیکن میری ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آخری سالوں میں بہت مشکل سے صرف تابعداری کے شوق میں ایسا کر سکی۔

آپ کی تقریر کا انداز بہت سادہ سا تھا لیکن ایسی پُر مغز تقریر ہوتی کہ اپنے تو اپنے غیر بھی شوق سے سنتے اور رطب اللسان ہوتے۔ اس کا مظاہرہ میں نے سرگودھا میں بھی مختلف اجتماعات پر دیکھا خصوصاً جشنِ تشکّر کے موقع پر مارچ 1989ء میں ہمارے ہاں جلسہ پر بارہ سو احمدی خواتین کے علاوہ شہر کی اعلیٰ افسران اور مختلف طبقۂ فکر کی مہمان خواتین بھی مدعو تھیں۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان کی آدھی تقریر ہوئی تھی کہ شدید بارش شروع ہو گئی اور خواتین کو گھر کے مختلف حصوں میں پناہ لینا پڑی۔ بارش رکتے ہی مہمانوں، بالخصوص مہمان خواتین کا اصرار تھا کہ سیّدہ کی تقریر کو دوبارہ وہیں سے شروع کروایا جائے جہاں سے ختم ہوئی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

بچپن میں جب ہمارے لیے ناصرات کی دو منٹ کی تقریر کو یاد کرنا ہی محال ہوتا تھا اور پھر سٹیج پر اس کو بولنا اس سے بھی زیادہ مشکل اس وقت سیّدہ کا گھنٹوں فی البدیہہ بولنا بڑا حیران کن لگتا تھا۔ میں پوچھتی تو جواب ملتا کہ لجنہ کی اصلاح کی فکر اور خدا کی محبت پیدا کرنے کی ایسی فکر طاری ہوتی ہے کہ ذہن خود بخود فقرے ترتیب دیتا جاتا ہے۔

میں نے آپ کی عبادت کا رنگ بھی دیکھا ہے۔ ایف۔ ایس۔ سی کے زمانہ میں خاکسار کبھی ہوسٹل رہتی اور کبھی سیّدہ کے گھر۔ رمضان میں آپ قصرِ خلافت والے گھر میں اپنے ڈرائنگ روم میں نماز پڑھ رہی ہوتیں اور سجدے میں آپ کی گریہ وزاری کی آوازیں بعض اوقات تیسرے کمرے

تک آتیں۔ نماز میں آپ کے چہرے کا رنگ کچھ اور ہی ہوتا۔ اور پھر میں نے یہ بھی دیکھا کہ شدید گرمی ہو یا سردی آپ اپنے نواسوں کو باجماعت نماز کے لیے ضرور بھجواتیں۔

یادوں کا ایک جہان ہے جس میں سے کچھ چیدہ چیدہ باتیں میں نے لکھی ہیں۔ آج وہ شخصیت ہم سے جدا ہو گئی ہے۔ جس کی ذات میں حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت اماں جانؓ کی تربیت کا گہرا رنگ جھلکتا تھا۔ جس نے سینکڑوں لڑکیوں کو قرآن کا علم دیا۔ جس کی تربیت یافتہ آج لجنہ کے کاموں کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ سیّدہ کے درجات بلند کرے اور ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 81 تا 84)

سیّدہ امِّ متین کی یاد میں

(مکرمہ امۃ الرشید بدر صاحبہ)

سیّدہ اُمّ متین جو جا بسی خُلدِ بریں
نورِ فرقاں سے سدا روشن رہی تیری جبیں
لاکھ ڈھونڈیں گے مگر پائیں گے نہ تجھ سا کہیں
موتیوں ہیروں بھری دلکش تری تحریر تھی
قلبِ مردہ کو جلا دیتی تیری تقریر تھی
لفظ تیرے دلنشیں تھے گفتگو تیری حسیں
لمحہ لمحہ زندگی کا پیش اس کی راہ میں
جان و مال و آبرو سب وقف اس کی چاہ میں
خدمتِ دیں میں کبھی ماتھے پہ بَل آیا نہیں
خدمتِ قرآن میں ہر لمحہ بسر تُو نے کیا
جو تری آغوش میں آیا گہر تُو نے کیا
تیری تربیت نے پیدا کر دیئے کیا کیا نگیں

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 88)

سائبان

(مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ)

فریضہ اک ادا کرنے کو آئے
تجھے خود سے جدا کرنے کو آئے
نظر سے دور ہو کر دل سے نزدیک
رہو گی آنکھ کی پتلی سے نزدیک
مقدر کے حسین ہاتھوں کا تحفہ
رہے گا یاد کچھ باتوں کا تحفہ
ہماری چاہ وہی ہے دل وہی ہے
تمہاری ہے جو بس منزل وہی ہے
عقیدت تم سے ہم رکھتے ہیں سب لوگ
جدائی کا مزہ چکھتے ہیں سب لوگ
نصیبوں کے خزانوں سے ملے ہیں
یہ چن لو پھول راہوں میں کھلے ہیں
جو دل میں نفرتیں بوتے نہیں ہیں
بچھڑ کر وہ جدا ہوتے نہیں ہیں
جو بن کے سائبان ابھرے جہاں میں
سدا رہتے ہیں اللہ کی اماں میں

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 91)

میری بہت ہی پیاری آپا جان

(مکرمہ ستارہ مظفر صاحبہ)

سالانہ اجتماع ربوہ 1967ء میں میری زندگی کا وہ خوش قسمت ترین لمحہ تھا جب حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان کو پہلی مرتبہ قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ امی جان ثریا بیگم صاحبہ ہم دونوں بہنوں کو آپ سے ملانے کے لیے آپ کے کمرہ میں لے گئیں۔ آپ نے بہت محبت سے سلام کا جواب دیا اور ہم پر بھرپور شفقت کی نظر ڈالنے کے بعد فرمایا" کتنی اچھی لڑکیاں ہیں"۔ کچھ دیر امی جان سے ان کے خاندان کے بارے میں باتیں ہوئیں۔ کسی لڑکی کو آٹو گراف لیتے دیکھا تو کچھ سوچ کر میں نے اپنی فائل آپ کے آگے کر دی۔ آپ نے فرمایا اس کو محفوظ کیسے کرو گی؟ اور پھر شفقت سے آپ نے لکھا:۔

"اللہ تعالیٰ تمہیں ہر قسم کی قربانیوں کی اپنے سے بڑوں سے زیادہ توفیق عطا کرے۔ تمہارا وجود باعثِ فخر ہو ہمارے لیے۔ جماعت کے لیے۔ لجنہ کے لیے احمدی مستورات کے لیے۔

(مریم صدیقہ 67-10-20)"

کتنا عظیم الشان پیغام ہے۔ خدمتِ دین کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے آپ کی اس محبت و شفقت کا یہ سلسلہ پھر زندگی بھر ختم نہیں ہوا۔ آپ کی پرکشش شخصیت ہر دم اپنی طرف کھینچتی ہوئی محسوس ہوتی۔ اجتماعات میں شامل ہونے کی توفیق ملتی رہی۔ لجنہ میں آئی تو لاہور کی سیکرٹری تعلیم محترمہ احمدی بیگم صاحبہ تھیں انہوں نے اپنا نائب بنا لیا اور پھر دوروں کے علاوہ اپنی نگرانی میں دوسرے تمام کاموں کی ذمہ داری ڈالی اور بھرپور بھروسہ کیا۔ سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ لاہور کے ربوہ چلے جانے پر مجھے ناصرات الاحمدیہ لاہور کا کام کرنے کا حکم ملا۔ بہت ڈری کہ یہ کام تو مجھے آتا نہیں۔ جھٹ حضرت سیّدہ آپا جان کو خط لکھا۔ وہاں سے بہت پیار کی باتیں لکھنے کے بعد جواب ملا" نئی نسل کو تمام شعبوں میں کام کرنا چاہیے"۔ بڑی حیران کہ اب تو مجبوری ہے۔ پھر سوچا اچھا آپ میرے لیے دعا تو کر رہی ہوں گی کام کرنا شروع کیا اور آپ کی دعاؤں کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے سات

سال تک یہ توفیق ملتی رہی۔الحمدللہ

حضرت سیّدہ آپا جان کی محبت اور شفقت سے حصہ لیتے ہوئے چھ سال فضلِ عمر درس القرآن کلاس میں جانے کی توفیق ملی۔پانچ سال پانچ پانچ سیپارے پڑھائے گئے۔چھٹے سال حضرت سیّدہ آپا جان نے خود پانچ سیپارے پانچ سال سے آنے والی لڑکیوں کو پڑھا کر قرآنِ مجید کا ترجمہ مکمل کروایا۔

کلاس کے دوران آپ نے تحریک فرمائی کہ سب لڑکیاں وعدہ کریں کہ ہر روز سونے سے پہلے پانچ صفحے حضرت اقدسؑ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کسی کتاب کے پڑھ کر سوئیں اور ایک ماہ بعد اس کتاب کے جتنے صفحے پڑھے ہوں اس کے بارے میں مجھے خط لکھیں۔اس وقت بھی کلاس کی بیرون از ربوہ حاضری تقریباً چار پانچ سو ہو جایا کرتی تھی۔آپ ہر خط لکھنے والے کے خط کا جواب دیا کرتی تھیں۔آپ نے یہ نہیں سوچا کہ اتنے سارے خطوط کا اضافہ ہو جائے گا بلکہ آپ کا مقصد تربیت تھا۔آپ کتب حضرت اقدسؑ پڑھنے والی لڑکیوں کے خطوط کے جوابات دیتی رہیں اور بہت حوصلہ افزائی کرتی رہیں اور ہم نے اس طرح کچھ عرصہ میں تمام میسر کتب پڑھ لیں۔اور اگر کبھی امتحانات وغیرہ کی وجہ سے سستی بھی کرنے لگتے تو خیال آجاتا کہ خط میں کیا لکھیں گے۔ہم میں سے ہر کوئی یہ خیال کرتا تھا کہ آپ مجھ سے زیادہ محبت کرتی ہیں۔

خدا تعالیٰ آپ کی دعائیں قبول فرماتا تھا۔کلاس کے دنوں میں ایک دن سخت گرمی تھی۔آپ شام کی نماز پڑھا کر لڑکیوں سے محوِ گفتگو تھیں۔اتنے میں گرمی کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے آپ نے فرمایا گرمی بہت ہے خدا کرے بارش ہو جائے۔آسمان پر بادل یا بارش کے کوئی آثار نہیں تھے۔کچھ دیر بعد بادل آئے اور بارش شروع ہوگئی آپ گھر تشریف لے گئیں تو اتنی بارش ہوئی کہ جل تھل ہو گیا۔

آپ کی قبولیتِ دعا کا ایک واقعہ میرے ساتھ یہ ہوا کہ میرے ایف۔اے کرنے کے بعد میرے والد صاحب کا تبادلہ ایسی جگہ ہو جانے کی وجہ سے جہاں کالج نہیں تھا میری تعلیم کا سلسلہ عارضی طور پر منقطع ہو گیا۔بفضلِ خدا دینی کاموں کا سلسلہ جاری رہا۔پھر خدا نے فضل کیا اور چند ماہ میں بی۔اے کا پرائیوٹ امتحان دینے کا ارادہ کر لیا۔اس سال فضلِ عمر درس القرآن کلاس آگئی امی جان ہمیں لے کر کلاس میں چلی گئیں تا کہ تعلیم القرآن کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔حضرت سیّدہ آپا جان

نے کلاس ختم ہونے پر ہر لڑکی کو گلے لگا کر خدا حافظ کہا۔ جب مجھے گلے لگایا تو فرمایا خدا کرے تمہاری فرسٹ ڈویژن آئے۔ مجھے لڑکیوں نے مبارکباد دی اور کہا کہ اب تمہاری فرسٹ ڈویژن آئے گی۔ امتحان دو ماہ لیٹ ہو گئے اور مجھے پانچ ماہ پڑھنے کا موقع مل گیا اور حضرت سیّدہ آپا جان کی دعاؤں کے طفیل خدا تعالیٰ نے فضل کیا اور خاکسار کی فرسٹ ڈویژن آگئی۔ اس کی اطلاع جب حضرت چھوٹی آپا جان صاحبہ کو دی تو آپ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔

کلاس کے دوران آپ شام کا کھانا کلاس کی لڑکیوں کے ساتھ ان کی رہائش گاہ میں کھاتیں۔ ہر روز مختلف شہروں کی لڑکیاں آپ کے ساتھ باری باری کھانے میں شریک ہوتیں۔ اس طرح بچیوں کا انفرادی تعارف بھی ہو جاتا اور بچیوں کو آپ کی شفقت سے زیادہ حصہ لینے کی توفیق ملتی اور ایک بہت ہی خوشی کا موقع بن جاتا۔ بچیاں اپنے علاقے کی کوئی خاص ڈش بناتیں۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان کے ساتھ مل کر کھاتیں۔ کھانا کھاتے ہوئے آپ اتنا سالن ڈالتیں جتنا کھانا ہوتا۔ کبھی پلیٹ میں سالن نہ بچاتیں۔ اس کے بعد وہاں کی لجنہ کے حالات دریافت فرماتیں۔ دین کے کاموں کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنے کی تحریک فرماتیں۔ بہت نصیحت آمیز مجلس لگتی۔ اگر بچیوں کو وہاں رہائش میں کوئی تکلیف ہوتی اور اس کا اظہار کرتیں تو آپ فوراً اس کا ازالہ کرتیں۔ اس زمانہ کی کلاس کی لڑکیوں کی خوش قسمتی تھی کہ صبح سات بجے سے لے کر شام نو بجے تک دن کا اکثر حصہ حضرت سیّدہ آپا جان ان کے ساتھ گزارتیں۔ صبح سات بجے سے دوپہر تک مسجد مبارک میں کلاس کے دوران آپ ان کے ساتھ بیٹھتیں اور سب بچیوں کے ساتھ قرآنِ مجید کھول کر درس سنتیں۔ دینی مسائل کے بارے میں تقاریر، سوال و جواب سب کچھ سنتیں۔ دوپہر کو چند گھنٹے آرام کے بعد شام کو لڑکیوں کے پاس لجنہ ہال میں تقاریر کی مشق کے لیے تشریف لاتیں۔ صبح مسجد میں جو تقریر ہوتی وہی دوہرانی ہوتی تھی مگر میرے جیسی لڑکیاں جنہوں نے کبھی اس طرح تقریر نہ کی تھی بہت ڈرتیں کہ نامعلوم کب کسے کھڑا کر دیں اس لیے سینئر لڑکیاں سمجھاتیں کہ ایک دفعہ باری تو آنی ہے بہتر ہے خود تیاری کر کے تقریر کر لو۔ اس نصیحت کو سن کر ہمت کر کے میں نے بھی تقریر کی اور آپ نے حوصلہ افزائی فرمائی۔ آپ کی تربیت کے بعد جب میں لجنہ کے کام کے کچھ قابل ہوئی تو ایک دن میں نے آپ سے آٹوگراف لینے کی جرأت کی تو آپ نے بہت خوشی سے لکھا۔

"تمہارا نام ستارہ ہے خدا کرے تمہاری قسمت کا ستارہ بھی آسمان کے ستارہ کی طرح چمکے"۔

مجھے یقین ہے آپ کی زیرِ تربیت ہزاروں ممبرات لجنہ کا یہی حال ہو گا۔ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی کلاس کی طالبات کو کام کرتا دیکھ یا سن کر ہمیں اتنی خوشی ہوتی ہے جسے بیان نہیں کیا جاسکتا تو آپ کو کتنی خوشی ہوتی ہو گی۔ ان سب کے کاموں کا ثواب یقیناً آپ کو بھی ملے گا۔ ہمارے پیارے آقا نے بچوں کے لیے کتب لکھنے کی تحریک فرمائی تو بہت دل چاہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں نے حضرت سیّدہ صاحبہ کو دعا کے لیے لکھا۔ آپ نے فرمایا کہنے کو تو یہ چھوٹی چھوٹی کتابیں ہوتی ہیں مگر بڑی بڑی کتابیں پڑھ کر ان میں سے بچوں کے لیے آسان زبان میں لکھنا ہوتا ہے۔ پھر آپ نے اخبار الفضل اور مصباح کے لیے لکھنے کی تحریک فرمائی کہ اگر کتاب نہ لکھ سکو تو الفضل اور مصباح جو ہیں ان میں مضمون لکھ سکتی ہو۔

پھر دعاؤں سے مدد فرمائی اور خدا کے فضل سے آپ کی زندگی میں چھوٹی چھوٹی کتب لکھنے کی توفیق عطا ہوئی۔ یہ سب آپ کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ ہر بار آپ بہت پیارا اور دعاؤں سے جواب دیتیں اور ہم خوش ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو ہمیشہ ہمارے ساتھ رکھے اور ہر آن آپ کے درجات بلند کرتا چلا جائے اور ہمیں ایسے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے خدا راضی ہو جائے۔ آمین

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 92تا94)

پیاری چھوٹی آپا صاحبہ

(مکرمہ امۃ المصور اعجاز صاحبہ)

آپ کا وجود اس دور کا عظیم الشان روحانی وجود تھا۔ آپ ایک نایاب ہیرا تھیں جس میں وہ تمام صفاتِ حسنہ خدا کی طرف سے ودیعت کر دی گئیں جس کے لیے آپ کے والد محترم نے دعائیں کیں۔ آپ کی محبت کے بے شمار واقعات ذہن پر نقش ہیں۔ غالباً میری پہلی ملاقات آپ سے اس وقت ہوئی جب ہم سب لڑکیاں میٹرک کا امتحان دے کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں بغرض دعا حاضر ہوئیں۔ ہمیں نہایت شفقت سے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے حضور سے ملوایا اور ہر ایک کا نام اور کلاس کا بتایا اور دعا کی درخواست کی۔ حالانکہ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ صاحبِ فراش تھے۔ ایسے وقت میں ہمیں موقع فراہم کیا جس سے ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی۔

ایک بار میری والدہ صاحبہ مجھے آپ کے پاس لے کر گئیں۔ والدہ صاحبہ نے آپ سے میری شادی کے بارہ میں بات کی تو آپ نے فرمایا کہ گوٹے کناری کا کام دوپٹہ وغیرہ مجھے دے دینا میں لگا دوں گی۔ مجھے آپ جیسی مصروف ترین شخصیت سے یہ الفاظ سن کر حیرت ہوئی کہ اتنا خلوص اپنے ملنے والوں سے۔

1992ء میں عاجزہ کو حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے اپنے آفس میں سیکرٹری کے طور پر رکھا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ ایک مادرِ مشفق کی گود میں آ گئی ہوں۔ سارا کام سمیٹ کر اس طرح کام کی رہنمائی فرماتیں گویا سارا کام خود ہی کر دیا۔

کام کی لگن اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی بجلی کی رو چلی جاتی تو خاکسار ہاتھ کے پنکھے سے ہوا دینا چاہتی تو آپ منع فرماتیں۔ اس طرح شدید ٹھنڈ میں لجنہ کی تقریبات میں سٹیج پر خنک ہوا کے تھپیڑوں میں بھی سکون سے بیٹھی ہوئی پروگرام کی تکمیل کرواتیں اور کمزوریٔ صحت کے باوجود کسی قسم کا آرام اپنے لیے پسند نہ فرماتیں۔

روزانہ کی ڈاک چیک فرما کر جوابات لکھوا کر دستخط فرماتیں۔ڈاکیے کو یہ ہدایت تھی کہ وہ صبح ٹائم پر آکر ڈاک دیا کرے تاکہ جوابات اسی روز نکل جائیں۔بعض دفعہ مختلف قسم کی ڈاک مختلف اوقات میں آتی تو بھی ان کو ساتھ ساتھ دیکھ کر جوابات لکھ دیتیں۔

اگر کوئی ضرورت مند آجاتا تو آپ فرماتیں اسے اندر بلالو ایک ہی وقت میں کئی کام نبٹا رہی ہوتیں۔ملاقاتیں بھی ہوتیں لوگوں کے دکھ سکھ بھی سنتیں اور دفتری کام بھی سمیٹ رہی ہوتیں۔پہلی تاریخ کو ہی تمام چندہ جات ادا کر دیتیں۔شاید ہی کوئی حاجت مند ایسا ہو جو خالی ہاتھ لوٹتا ہو۔حتیٰ کہ ایک بوڑھی خاتون کا روزانہ ہی دفتر لجنہ کی طرف رخ ہوتا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس در سے کبھی کوئی سوالی خالی ہاتھ نہیں گیا۔

ہر آنے والی آپ کی صحبت میں چند لمحے گزار کر اپنے تمام دکھ و غم بھلا کر واپس جاتی ایک دن ایک ملنے والی بڑی غمزدہ دکھی چہرہ کے ساتھ آپ کو ملنے آئی۔چند منٹ آپ سے ملاقات کے بعد جب کمرہ سے باہر نکلی تو چہرہ پر عجیب اطمینان و سکون تھا کہنے لگیں کہ سارے غم آپ کو مل کر بھول گئی ہوں۔۔۔۔

چھوٹی سے چھوٹی بات بھی بڑے دلچسپ انداز میں بتلاتیں۔ہلکے پھلکے مزاح سے دفتری ماحول میں ایک خوشگوار سی تبدیلی پیدا کرنا بھی آپ کے مزاج کا ایک حصہ تھا۔ہم سب ان کے ساتھ بہت بے تکلف تھیں۔کارکنات کے دکھ سکھ میں ان کے گھر جا کر تسلی دیتیں اور خوشیوں کے مواقع پر مبارکباد دیتیں۔بیماروں کا ہسپتال میں جا کر پتہ کرتیں۔ہمارے مسائل کے حل بتاتیں۔

آپ کی خدمت میں بہت سے خطوط درخواست دعا کے آتے جو اکثر آپ اپنے پرس میں ڈال لیتیں اور ان کو اپنی ذات تک محدود رکھتیں۔ایک بار میں نے دعا کا کہا۔بعد میں مَیں نے خوش ہو کر بتایا کہ وہ دعا قبول ہو گئی۔آپ میں اس قدر انکساری تھی کہ فرمانے لگیں کہ اس دعا کی قبولیت میں تمہارا اپنا جذبہ بھی شامل تھا۔

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 105 تا 106)

محبتوں کا سمندر

(مکرمہ امۃ الشافی شائستہ صاحبہ)

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میری زندگی کا بہت سا حصہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے گھران کی صحبت میں گزرا۔ دراصل ابا جی خوشی محمد صاحب پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے باڈی گارڈ تھے۔ بعد میں ساری زندگی بطور پہریدار اور دربان حضور کی ڈیوڑھی میں گزری۔ چنانچہ اکثر و بیشتر مجھے حضرت چھوٹی آپا کی خدمت میں حاضر ہونے کے مواقع میسر آتے رہے۔ جب میں آپ کے پاک نمونے کو دیکھتی اور آپ سے اچھی زندگی گزارنے کے لیے نصائح سنتی تو مجھے بہت سکون ملتا۔

آپ دورِ خلافتِ ثانیہ میں حضورؓ کی بیماری کی وجہ سے انتہائی مصروفیت کے باوجود دین کی خدمت میں پوری تندہی سے مصروف رہتیں اور آپ کی یہی مصروفیت اپنی وفات سے قبل تک رہی۔

آپ کی صفات میں سے ایک نمایاں وصف یہ تھا کہ آپ کے پاس جانے کے لیے کسی اجازت کی یا وقت لینے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ آپ کے دروازے ہر وقت ہر کسی کے لیے کھلے رہتے اور آپ کے ماتھے پر کبھی شکن نہ آتی۔

مجھے ہمیشہ محبت اور پیار سے ملتیں اور میرے جانے پر فاطمہ سے کہتیں "فاطمہ شافی کے لیے کچھ کھانے پینے کے لیے لاؤ"۔

آپ کو ساگ بہت پسند تھا۔ اسی طرح کڑھی بھی شوق سے کھاتیں۔ آموں کے موسم میں ہمیشہ آموں کا تحفہ جہاں اپنے باقی سب ملنے والوں کو دیتیں وہاں مجھے بھی میرا حصہ بھجواتیں۔ قربانی کا گوشت ہمیشہ مجھے بھجوایا۔ عید پر میں آپ کو ملنے جاتی تو بہت خوش ہوتیں۔ اس موقع پر اکثر خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد زیادہ تعداد میں موجود ہوتے جس کی وجہ سے جھجکتے ہوئے کبھی کبھی جاتی تو فرماتیں "تم نے آنا کیوں چھوڑ دیا ہے۔ گھر والوں نے تو آنا ہی ہوتا ہے تم بھی آیا کرو۔ تمہاری اپنی ایک جگہ ہے۔ تمہارا اپنا گھر ہے"۔

رمضان المبارک میں کبھی سکوائش کی بوتل کبھی کھانے پینے کی چیزیں اور عیدی بھی دیتیں۔ کچھ دن نہ جاتی تو فرماتیں "شافی! تم اتنے دن کیوں نہیں آئی۔ میں تمہیں یاد کر رہی تھی"۔

میری تعلیم کے سلسلہ میں بھی حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی شفقتوں اور محبتوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ میری بی۔اے کی کامیابی پر آپ بہت خوش ہوئیں۔ مبارکباد دی اور فرمایا "آگے کیا کرنے کا ارادہ ہے؟" میں نے عرض کیا کہ چھوٹی آپا! میں ایم۔اے کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ "ایم۔اے تو تم پرائیویٹ بھی کر سکتی ہو۔ پہلے بی۔ایڈ کر لو تمہیں سروس بھی آسانی سے مل جائے گی تمہارے ہاتھ میں ہنر ہو گا تو تم کسی کی محتاج نہ ہو گی"۔ میں یہ سوچ کر خاموش ہو گئی کہ میں یہ سب کیسے کروں گی کیونکہ میرے مالی وسائل کافی نہ تھے۔ آپ نے میرے پریشان چہرے کو دیکھا۔ خاموشی سے اندر گئیں اور دو ہزار روپے میرے ہاتھ میں تھما دیئے۔ میں نے عرض کی چھوٹی آپا! یہ کیا ہے۔ فرمانے لگیں "یہ تمہارے لیے لجنہ کی طرف سے تعلیمی قرضہ ہے جب تم برسر روزگار ہو جاؤ گی تو لوٹا دینا"۔ کس قدر احساس تھا کہ دوسرے کی عزت نفس بھی مجروح نہ ہو اور سوال کی زحمت سے بھی بچا لیا۔

پھر میری کامیابی پر ایک عدد نیوی بلیو سویٹر عطا کیا جو بعد میں بی۔ایڈ میں بطور یونیفارم میرے کام آیا اور مجھے بالکل علم نہ تھا کہ کالج کے یونیفارم کا یہ رنگ ہو گا۔ جب آپ کی کتاب "اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخِمَارِ" چھپی تو آپ نے مجھے یہ تحفۃً عنایت فرمائی۔

قرآنِ پاک پڑھنے اور پڑھانے کا بے حد شوق تھا۔ باقاعدگی سے روزانہ پڑھاتیں۔ آپ وقت کی بہت پابند تھیں۔ بہت عرصہ پیدل ہی ہر جگہ آتی جاتی رہیں۔

آپ بہت ہی ہمدرد اور غریب پرور تھیں۔ سردیوں کے موسم میں لحاف اور گرم کپڑے غرباء میں تقسیم کرواتیں اور اس بات سے بہت خوشی محسوس کرتیں۔ آپ نے کبھی کسی سائل کو نہیں جھڑکا تھا بلکہ اس کی حاجت پوری کرنے کی پوری کوشش کرتیں۔

جو بچیاں آپ کے گھر میں کام کرتی تھیں ان کی تعلیم و تربیت کا اپنے بچوں کی طرح خیال رکھا اور پھر اچھے گھروں میں ان کی شادیاں کروائیں۔

خلافت سے بے پناہ عقیدت تھی۔ اور خلیفۂ وقت کی ہر تحریک پر لبّیك کہتیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تحریک کردہ دعا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ

الْعَظِیْم اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍوَ اٰلِ مُحَمَّدٍ کا اکثر ورد کرتے ہوئے سنا۔

آپ کی ایک اور نمایاں خوبی آپ کا حسن انتظام تھا۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر شدید سردی کی پرواہ کیے بغیر قیام گاہوں کا دورہ کرتیں اور ہر انتظام چیک کرتیں کہ صحیح ہو رہا ہے یا نہیں اور جو بھی خرابی نظر آتی اسے فوراً دور کرانے کی کوشش کرتیں۔

بیرون ممالک سے آئی ہوئی خواتین کا خاص خیال رکھتیں اور پوری کوشش ہوتی کہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔

مجھ ناچیز سے بہت محبت تھی۔ ہمیشہ مجھے بچوں کی شادیوں پر بلوایا اور چھوٹے معمولی سے تحفے پر بھی بہت خوش ہوتیں۔ پیار بھری نظروں سے دیکھتیں اور جزاکم اللہ ضرور کہتیں۔ آپ کی طبیعت میں انتہائی عاجزی اور انکساری تھی غرور اور تکبر بالکل نہ تھا۔

ہر ایک کی خوشی اور غمی میں ضرور شریک ہوتیں۔ اباجی کی وفات پر ربوہ سے باہر گئی ہوئی تھیں۔ واپس آنے پر جونہی پتہ چلا فوراً تشریف لائیں اور کہنے لگیں کہ "مجھے خوشی محمد صاحب کی وفات کا بہت دکھ ہوا ہے"۔

جہاں آپ باقی سب لوگوں کا خیال رکھتیں وہاں آپ کو اپنی سیکرٹریان عاملہ کا بہت زیادہ خیال تھا۔ انہیں بہت پیار اور عزت دیتیں اور کبھی کسی کی دل شکنی نہیں کی بلکہ ہمیشہ ہر ایک کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

آپ درحقیقت ان عظیم ہستیوں میں سے تھیں جو کہ صدیوں کے بعد دنیا میں پیدا ہوتی ہیں۔

اے خدا! تو میری پیاری چھوٹی آپا پر اپنی بے شمار رحمتوں اور نوازشوں کی بارش برسا اور ہمیں ہمیشہ ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 107 تا 108 و 43)

وے صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں

(مکرمہ امۃ النور راشدہ صاحبہ)

مجھ ناچیز کو اس معزز ہستی سے قرآنِ کریم باترجمہ پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور میں نے ان کی شفقتوں اور محبتوں سے وافر حصہ پایا۔ اس سعادت پر میں اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

میں یہ بھی بتاتی چلوں کہ ہم اس سے قبل لاہور حلقہ گڑھی شاہو جس کو حلقہ دارالذکر بھی کہا جاتا تھا، ہم سب رہائش پذیر تھے۔ میری والدہ (مکرمہ عزیزہ خورشید اہلیہ محمود احمد خان لودھی) کے ذہن میں خیال آیا کہ بچوں کی تربیت کے لیے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ دینی تربیت کے لیے ربوہ نقل مکانی کی جائے۔ کیونکہ دینی ماحول وہاں ہی ہے۔ ان دنوں میرے والد صاحب ملازمت کے سلسلے میں کراچی میں رہائش رکھتے تھے۔ اس طرح والد صاحب کی اجازت سے ہم سب نے ربوہ ہجرت کر لی۔ اور یوں ہم سب دارالرحمت شرقی الف میں آبسے۔ پھر ایک دن میں اپنی والدہ کے ہمراہ اس ہستی سے ملنے گئی یعنی حضرت چھوٹی آپا صاحبہ سے۔ انہوں نے مزاج پرسی اور دیگر باتوں کے بعد فرمایا عزیزہ میری خواہش ہے کہ میں بچیوں کو قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھایا کروں۔ تم میرے پاس چند بچیاں بھیجنے کا انتظام کر دو۔ بچیوں سے مراد آپ کی غالباً لجنہ کی بچیاں تھیں۔ امی نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس کو بھی بھیج دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں ضرور، اسی کو دیکھ کر مجھے خیال آیا ہے۔ اس طرح ہماری کلاس شروع ہوئی۔

آغاز میں تو یہ کلاس چھوٹی ہی تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور کلاس خاصی بڑی ہو گئی۔ تعداد بڑھنے سے حضرت چھوٹی آپا جان بہت خوش ہوئیں۔ محترمہ چھوٹی آپا نے کلاس کے لیے عصر کا وقت مقرر فرمایا تھا لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد آپ نے عصر کی نماز باجماعت پڑھانا شروع کی۔ نمازِ عصر پڑھانے کے بعد آپ قالین پر گاؤ تکیے سے یا دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ

جاتیں۔ اور ہم سب آپ کے سامنے دائرے کی شکل میں قالین پر بیٹھ جاتیں۔ آپ دائیں طرف سے پڑھانا شروع کرتیں۔ باری باری آخر تک پڑھاتیں۔ ایک سیپارہ پڑھ چکنے کے بعد یا آدھا سیپارہ پڑھانے کے بعد (ٹھیک سے یاد نہیں) ایک چھوٹا سا ٹیسٹ بھی لیتیں۔ ٹیسٹ کو چیک کرتیں نمبر دیتیں اور دستخط کرتیں۔ کل نمبر 30 ہوتے 10 نمبر ایک رکوع کا اردو ترجمہ کرنے کے اور 20 نمبر الفاظ کے معانی کے ہوتے۔ لجنہ کی بے انتہا مصروفیت کے ساتھ قرآن کا ترجمہ پڑھانے سے آپ کا قرآنِ کریم سے عشق کا بھی پتہ چلتا ہے۔ دِلی شوق سے پڑھاتیں۔ جہاں ضرورت ہوتی تفسیر بھی بتاتیں۔ دلچسپی بھی قائم رکھتیں۔ تاکہ ہم خوب اچھی طرح ذہن نشین کر سکیں۔ بہت محبت سے پڑھاتیں کہ زیادہ گرمی یا شدید سردی ہمیں اس کلاس میں جانے سے روک نہ سکتی۔ ہماری تعداد کے ساتھ ساتھ ہمارا شوق بھی بڑھتا چلا گیا۔ اتنی محبت سے پڑھاتیں کہ مشکل بات بھی آسانی سے سمجھ آجاتی۔ یہ بھی بتاتی چلوں کہ آپ ان دنوں صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ تھیں۔ آپ کو اپنے اس عہدے کو نبھانے کے لیے ملک بھر میں دورے بھی کرنا ہوتے تھے۔ اتنی مصروفیت میں سے قرآنِ کریم کے لیے وقت نکالنا اور وہ بھی صرف اپنے شوق سے خود وقت نکالنا آپ کی قرآن سے محبت ہی تو تھی۔ بہر کیف آپ ہمیں دو دن پہلے بتا دیتیں کہ آپ فلاں تاریخ سے فلاں تاریخ تک چھٹی کریں گی پھر آپ کے واپس آنے پر ہماری پڑھائی دوبارہ شروع ہوتی۔ ہمیں ایک بہترین استاد اللہ تعالیٰ نے عطا کیا۔ اور آپ نے بہترین طریقے سے ہمیں پڑھایا۔ ہم آج بھی انہیں یاد کر کے ان کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے فضل و رحم اور پیار کا سلوک فرمائے۔ آمین۔

ہم نے آپ کی امامت میں نمازیں بھی پڑھیں۔ قرآنِ مجید بھی پڑھا اور ٹیسٹ بھی دیئے جو ہمارے لیے بہت بڑا سرمایہ ہے۔ ہماری کلاس سب سے پہلی کلاس تھی۔ بعد میں تو یہ سلسلہ خوب چلا اور بہت سی خوش قسمت بچیوں نے یہ سعادت پائی۔

میری مزید خوش قسمتی یہ ہے کہ میری دو بیٹیوں نے بھی ان سے ہی قرآن کا ترجمہ پڑھنے کی سعادت پائی۔ شازیہ مبارک اور سعدیہ بشریٰ کو چھوٹی آپا نے صبح کا وقت دے رکھا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی وہ دونوں بہنیں "فضلِ عمر سکول" میں چھوٹی جماعتوں میں پڑھتی تھیں۔ اور ان دنوں وہ سکول حضرت چھوٹی آپا کی معزز رہائش گاہ سے ملحق تھا۔ اس لیے سکول کے وقت سے پہلے آپا جان سے قرآنِ کریم پڑھ کر سکول چلی جاتی تھیں۔ میں نے اپنی بیٹیوں کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اس کو بھی میں

اپنی ہی خوش قسمتی سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے پہلے مجھے اور پھر بعد میں میری بیٹیوں کو یہ استاد نصیب فرمایا۔ الحمد للہ علی ذالك

ہاں تو میں اپنی کلاس کا ذکر کر رہی تھی کہ جب ہم نے قرآن ختم کر لیا تو ہماری اس بزرگ استاد نے فرمایا کہ میں تم سب کو پارٹی دوں گی۔ اللہ اللہ کتنے خوش نصیب ہیں ہم جیسے شاگرد جن کو ایسے استاد ملتے ہیں۔

وے صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

ہم نے عرض کیا کہ پارٹی دینا تو ہمارا فرض بنتا ہے۔ اس کے جواب میں اس پُر شفقت شخصیت نے فرمایا نہیں دعوت تو میں ہی دوں گی۔ کیونکہ آپ میری پہلی کلاس ہیں جنہوں نے مجھ سے قرآنِ مجید کا ترجمہ پڑھا ہے۔ اور پھر آپ نے ہماری ایک شاندار اور یادگار دعوت کی۔ جسے ہم آج تک یاد کرتے ہیں۔ اور کرتے رہیں گے۔ یہ دعوت اس لیے بھی ناقابلِ فراموش ہے کہ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے شرکت فرما کر اسے چار چاند لگا دئے۔ اس دعوت کا کیا ہی کہنا جس میں خلیفۃ المسیح بنفس نفیس موجود ہوں۔ حضورؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ "آپا صدیقہ نے بلایا تھا تو میں چلا آیا"۔ حضورؒ کا اس دعوت میں شرکت فرمانا ہم سب کے لیے باعثِ صد مسرت و افتخار ہوا۔ اور زندگی بھر کے لیے یادگار بنا۔ آج بھی ایک گونہ خوشی محسوس ہوتی ہے۔ حضورؒ نے اپنی جیب سے کچھ رقم نکال کر چھوٹی آپا کو دی اور فرمایا۔ ابھی عنقریب 'تفسیر سورۃ فاتحہ' چھپ کر آنے والی ہے۔ یہ اس کتاب کی قیمت ہے اسے رکھیں۔ جب وہ شائع ہو کر آجائے تو میری طرف سے ان سب کو بطور تحفہ دے دیں۔ اس کے بعد حضورؒ ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے اور بے تکلف گفتگو فرماتے رہے۔

اور پھر چند ہفتوں بعد تفسیر سورۃ فاتحہ شائع ہو کر آگئی تو چھوٹی آپا نے ہم سب کو بلا بھیجا کہ میں نے تفسیر منگوا رکھی ہے۔ آکر لے جائیں۔ میری والدہ نے مجھے تاکید کی کہ تم کتاب پر ان سے کوئی نصیحت لکھوا لینا۔ جب میں نے ان سے درخواست کی کہ اس پر کوئی نصیحت لکھ دیں تو آپ نے نہ صرف مجھے بلکہ سب کو ہی از راہِ شفقت کوئی نہ کوئی نصیحت لکھ کر دستخط بھی کر دیئے۔ پھر آپ نے سب کو باری باری سینے سے لگایا پیار کیا اور بڑی شفقت سے فرمایا آتے رہا کرنا۔ آپ دیکھنے میں بہت سادہ عاجزی اور انکساری اور فروتنی کا پیکر مگر باطن میں علم کا سمندر تھیں۔ کسی علمی مسئلہ پر گفتگو کیجئے تو

معلوم ہو کہ دانائی اور حکمت کا بحر ذخار ہیں اور پیکر علم و عرفان۔ آپ اپنی ذات میں ایک ادارہ تھیں۔ تقریر کرنے میں ماہر اور پوری طرح عبور حاصل تھا۔ انہیں علم و دانش کے خزانے خود قدرت نے عطا کیے تھے۔ جن کو ہر وقت بے دریغ لٹاتی تھیں۔ صاحبِ اسلوب تھیں۔ چہرے پر تمکنت، دبدبہ اور رعب تھا مگر طبیعت میں فروتنی اور گفتگو میں اتنی زیادہ اپنائیت تھی کہ اجنبیت کا ذرا سا بھی احساس نہ ہوتا۔ بہت مہمان نواز تھیں۔ اور ایک خاص وضع داری تھی۔

ان ایک شخصیت میں بے شمار صفات یکجا کر دی گئی تھیں۔ ہم نے ان سے قرآنِ شریف کے ترجمہ کے علاوہ اس دوران ڈھیروں پیار سمیٹا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

ہر دلعزیز ہستی چھوٹی آپا

(مکرمہ سعدیہ بشریٰ صاحبہ)

حضرت چھوٹی آپا کی وفات پر آپ کی رہائش گاہ پر ایک جمِ غفیر موجود تھا۔ جن کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور جو اپنی عظیم ماں کی آخری زیارت کرنے کو بے تاب تھا۔ ہاں وہ ہر ایک سے ماں جیسی شفقت ہی تو کرتی تھیں۔ آپ ایک عظیم شوہر کی عظیم بیوی تھیں اور اپنے بلند مرتبہ شوہر کی تربیت یافتہ ہونے اور رفاقت کی وجہ سے ان کی خوبیوں کا عکس ان کے ہر پہلو میں نظر آتا تھا۔

ڈبڈباتی آنکھوں سے آپ کا آخری دیدار کرتے ہوئے میں سوچ رہی تھی کہ پہلے اس گھر میں آتے ہوئے میں کتنی خوش ہوتی تھی اور آج پھر میں نے کہا کہ میں بھی تو ان خوش نصیبوں میں شامل ہوں جنہیں آپ کا قرب حاصل رہا۔ گو میں نے بہت تھوڑا سا حصہ پایا۔ لیکن آج ان قیمتی لمحات پر مجھے بھی بہت فخر ہے۔ میں نے قرآنِ کریم کا ترجمہ ان سے پڑھا ہے اور آپ کی بے پایاں شفقت سے وافر حصہ پایا ہے۔ آپ کے گھر کے کمروں میں گزرتے ہوئے مجھے سالوں پہلے کے واقعات یاد آرہے تھے۔ جب خاکسار فضلِ عمر سکول میں زیرِ تعلیم تھی اور اپنی بڑی بہن کے ساتھ پہلی مرتبہ چھوٹی آپا جان کے گھر گئی تھی۔ میری بڑی بہن آپ سے ترجمہ پڑھتی تھی۔ جس کو دیکھ کر مجھے بھی آپ سے ترجمہ پڑھنے کا شوق ہوا۔ ڈرتی تھی کہ آپ سے پڑھ بھی سکوں گی کہ نہیں۔ پتہ نہیں آپ کے سامنے میری آواز بھی نکلے گی کہ نہیں۔ میرے دل پر آپ کی شخصیت کا رعب بہت زیادہ تھا۔ کیونکہ میری والدہ گھر میں اکثر محبت اور نہایت احترام کے ساتھ آپ کا ذکر کیا کرتی تھیں۔ اور میرے آپ سے پڑھنے پر اصرار کرتے دیکھ کر کہتی تھیں کہ تھوڑا سا بڑی اور ذمہ دار ہو جاؤ تو پڑھنا شروع کرنا۔ مگر میری ضد پر میری بہن مجھے آپ کے گھر لے گئی۔ آپ لڑکیوں کو قرآنِ کریم پڑھا رہی تھیں۔ جب سب کو پڑھا چکیں تو بڑی بہن نے عرض کیا کہ یہ میری چھوٹی بہن ہے اور یہ بھی آپ سے ترجمہ پڑھنا چاہتی ہے۔ مسکراتے ہوئے پوچھا کون سی جماعت میں پڑھتی ہو؟ میں نے کہا

چھٹی جماعت میں ہوں۔ کہنے لگیں اچھا تو آج سے ہی پڑھ لو۔ اور مجھے سورۃ فاتحہ کا ترجمہ پڑھادیا۔ اور یوں میں بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہو گئی جن کو آپ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔ مجھے اس پہلے دن کی مسکراہٹ آج بھی یاد ہے۔

آپ صبح کی نماز کے بعد ترجمہ پڑھانا شروع کر تیں اور سکول اور کالج جانے والی لڑکیاں اپنے سکول اور کالج کے وقت سے پہلے آپ سے پڑھ کر جاتیں۔ آپ تفسیرِ صغیر لے کر بیٹھتیں جس میں ہر لڑکی کی الگ الگ نشانی رکھی ہوتی۔ پڑھنے والیاں آتی جاتیں اور آپ سب کو پڑھاتی جاتیں۔ سکول جانے والی لڑکیوں کا خاص خیال رکھتیں کہ وہ جلد پڑھ کر فارغ ہوں۔ میں چونکہ بہت چھوٹی تھی اس لیے شروع میں دو دو آیات پڑھانی شروع کیں تاکہ یاد کرنے میں آسانی ہو۔ چونکہ اسکول جانے سے پہلے آپ سے پڑھتی تھی۔ آپ کا گھر فضل عمر سکول کے ساتھ تھا۔ اس لیے وہاں سکول لگنے کی گھنٹی کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ اس لیے کان گھنٹی پر لگے ہوتے تھے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ ادھر ترجمہ پڑھنا شروع کیا ادھر سکول کی گھنٹی بج گئی۔ اب اٹھ کر جا تو نہیں سکتی تھی۔ لیکن بے چین کیفیت کے ساتھ آپ سے پڑھتی تھی۔ چھوٹی آپا جان نے میری یہ کیفیت بھانپ لی۔ لیکن مجھے کچھ نہیں کہا۔ کچھ عرصہ بعد میری نانی جان مکرمہ عزیزہ خورشید صاحبہ کراچی سے آئیں اور میری والدہ محترمہ امۃ النور صاحبہ کے ساتھ حضرت چھوٹی آپا سے ملاقات کے لیے گئیں تو بات چیت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ سعدیہ گھنٹی کی آواز سن کر بے چین ہو جاتی ہے اور پھر ہلتے ہلتے پڑھتی ہے۔ پھر ہنس کر کہنے لگیں کہ چھوٹی ہے ناں اس لیے ایسا کرتی ہے۔

نانی جان نے گھر آکر مجھے سمجھایا کہ اتنی عظیم ہستی سے قرآن پڑھنے کی سعادت حاصل کر رہی ہو۔ اس لیے ذمہ داری کا مظاہرہ کرو۔ دو دو تین آیتیں پڑھتی رہی تو کئی سالوں میں قرآن ختم کرو گی اور والدہ صاحبہ کو تاکید کی کہ اس کو جلدی بھیجا کرو تاکہ پوری تسلی سے پڑھ سکے۔ اس طرح میں نے ایک ایک رکوع پڑھنا شروع کیا اور آخر میں چار اور پانچ رکوع بھی پڑھتی رہی۔

اکثر ایسا بھی ہوا کہ آپ پڑھا رہی ہوتیں اور کچھ خواتین ملاقات کے لیے آتیں کہ ہم صرف سلام کرنے آئی ہیں۔ کل سفر پر جانا ہے۔ یا فلاں کام کے لیے دعا کریں۔ آپ بہت خوشی اور خندہ پیشانی سے ملتیں۔ ایک مرتبہ ایک ملاقات کے لیے آنے والی خاتون کو کہا کہ نسلاً بعد نسلاً میری شاگرد ہیں۔ میں نے اس کی امی کو بھی پڑھایا ہے۔ یہ مجھے بہت عزیز ہے۔ آپ سے ملاقات کرنا بہت

آسان ہوتا تھا کیونکہ آپ ملاقات کرنے سے کبھی انکار نہ کرتیں۔ اپنے پڑھنے والیوں سے بہت محبت کرتیں۔ پڑھنے والوں سے ان کے امتحانوں کے رزلٹ ضرور پوچھتیں۔ پھر مضامین کے بارے میں مشورے بھی دیتیں کہ یہ مضمون رکھو اور یہ مضمون نہ رکھو۔ وغیرہ

قرآنِ کریم کا دَور مکمل ہونے پر پڑھنے والیوں کو تو خوشی ہوتی ہے۔ خود آپ کو بھی بہت خوشی ہوتی تھی۔ آپ اپنی شاگردوں سے بہت تعاون کرتی تھیں۔ میری ایک ہم جماعت نے جو آپ سے ترجمہ پڑھتی تھی بتایا کہ میرے تین پارے باقی تھے اور مجھے چند دنوں بعد دو ماہ کے لیے اسلام آباد جانا تھا۔ تو چھوٹی آپا صاحبہ نے از راہِ شفقت آدھا سیپارہ صبح اور آدھا سیپارہ شام کو پڑھانا شروع کر دیا۔

یعنی تین دنوں میں سیپارے مکمل کروا دیئے۔ خود مجھے بھی آخر میں چھ چھ رکوع اکٹھے پڑھائے۔ پاکستان کی صدر ہونے کے ناطے آپ کو بے حد وحساب کام کرنا ہوتا تھا۔ اور بہت زیادہ ڈاک پوری توجہ سے دیکھتی تھیں۔ اس کے باوجود قرآنِ مجید کو اتنا وقت دینا یہ صرف اور صرف آپ ہی کی ہمت اور صلاحیت تھی ورنہ ہر کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ آپ ہی کا طرہ امتیاز ہے۔

آپ کو پردہ کا بھی بہت خیال رہتا تھا۔ جب کوئی لڑکی نیا نیا برقعہ پہنتی یا چادر لیتی تو اس پر بہت خوشی کا اظہار کرتیں عام طور پر جو لڑکیاں چادر لیتی ہیں اور ابھی برقعہ نہیں پہنتی ان کا گھروں میں پردے کا زیادہ خیال نہیں کیا جاتا۔ لیکن آپ کو اس کا بہت خیال رہتا تھا۔ ایک بار میں آپ کے پاس اکیلی بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ چادر لیتی تھی برقعہ ابھی نہیں پہنا تھا۔ آپ کے خاندان کے کوئی آدمی (غالباً انہوں نے سمجھا ہو گا کہ پڑھا کر فارغ ہیں اور اکیلی بیٹھی ہیں) اندر ڈرائنگ روم میں آنے لگے تو آپ نے فوراً فرمایا کہ نہیں اندر پردہ ہے۔ اس پر مجھے احساس ہوا کہ اب مجھے برقعہ کا پردہ کرنا چاہیے۔

آپ بہت دھیمے لہجے میں بات کرتیں ایک بار ایک خادمہ نے دوسری خادمہ کی شکایت کی کہ اس نے قیمتی پلیٹ توڑ دی ہے۔ آپ نے اس لڑکی کو بلوایا اور نہایت نرمی سے کہنے لگیں کہ قیمتی اشیا کی صفائی احتیاط سے کیا کرو۔ ہم لڑکیاں بیٹھی یہ سوچتی رہیں کہ چھوٹی آپا نے تو ڈانٹا بھی پیار سے ہے۔ آپ کی گفتگو کا دھیما پن آپ کی شخصیت کا حصہ تھا۔

قرآن کریم پڑھاتے ہوئے جب دعاؤں کا حصہ آتا تو کہتی تھیں کہ ان دعاؤں کو زبانی یاد کر لو۔ آپ کا بیشتر وقت خدمتِ دین کے لیے وقف تھا۔ آپ کو گھٹنے میں تکلیف رہتی تھی۔ ملاقات کے

لیے آنے والی ایک خاتون کو بتانے لگیں کہ نماز پڑھتے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ میرے لیے دعا کرو۔

آپ کا جو وقت خدمتِ دین میں گزرتا وہی وقت آپ کو محبوب تھا۔ ایک دفعہ میری نانی سے فرمانے لگیں کہ میں دو دن دفتر لجنہ نہ جاؤں تو مجھے بہت عجیب سا لگتا ہے۔ آپ بہت سادگی پسند تھیں۔ اس کے باوجود آپ کی شخصیت میں بہت وقار تھا۔ آپ کو امام جماعت کی رفیقۂ حیات ہونے کا شرف حاصل تھا۔ جن کی رفاقت کی خوشبو آپ کی شخصیت سے بھی آتی تھی۔ آپ کی زندگی کا سارا وقت خدمت دین میں گزرا۔ اور یہ شعر مجھے آپ کی زندگی کے متعلق لگتا ہے کہ

کوشش سے میں نے اپنے مشاغل نہیں چنے
جو نیک کام تھا میرا دستور ہو گیا

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 114 تا 116)

چھوٹی آپا مریم صدیقہ کے لیے

(مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ)

اک آئینہ کا عکس تری زیست کی کتاب
لَو۔ لے رہا تھا حسن کے سورج سے ماہتاب
قرآں کی روشنی سے منوّر تھا تیرا دل
چہرہ کو مل گیا تھا مقدّس سا اک حجاب

قرآن کا علم تھا ترا سرمایۂ حیات
تجھ کو عطا ہوئی تھیں مقدر سے کچھ صفات
آئینہ حیات تھا شفاف اور صاف
ہم کو عزیز تر ہے تری ایک ایک بات

کچھ قدر و منزلت کے فسانے دئے ہمیں
دریائے مغفرت کے خزانے دئے ہمیں
ہر ہر کٹھن مقام پہ پکڑا ہمارا ہاتھ
کچھ ولولے نیرنگ۔ ترانے دئے ہمیں

بچپن میں ایک تاج محل میں گئی تھی مَیں
مانو کہ جیسے آج محل میں گئی تھی مَیں
'مریم' جہاں پہ نور جہاں تھی مرے لیے
لگتا تھا جیسے راج محل میں گئی تھی مَیں

دل کی گلی گلی میں لپکتی ہے تیری یاد
خوشبو کا جام لے کے مہکتی ہے تیری یاد
پابند تھی حیات تیری نظم و ضبط کی
آنکھوں کا نور بن کے چمکتی ہے تیری یاد

مَیں خود غریب کاوش و کوشش مری حقیر
خیرات کر نہ پائے گی لفظوں کی یہ فقیر
تو شاہِ خوش نصیب کی اعلیٰ کوئی کنیز
خود مغفرت کرے تری وہ ربّ الکبیر

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 121 تا 122)

پیاری ہستی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ

(مکرمہ بشریٰ نعیم صاحبہ)

مَیں حضرت آپا جان کے پاس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دور میں آئی تھی۔ چھوٹی آپا نے مجھے پہلی کلاس میں داخل کروایا قاعدہ اور قرآنِ مجید ناظرہ خود پڑھایا۔ جب میرا میٹرک کا رزلٹ آیا تو فرمایا جاؤ سکول میں اپنا رزلٹ تو دیکھو میں نے کہا کہ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ میں کہیں فیل نہ ہو جاؤں میں سکول سے واپس کیسے آؤں گی؟ ہنس پڑیں فوراً میرے سکول میں ہیڈ مسٹرس صاحبہ کو فون کیا کہ میری بشریٰ کا رزلٹ دیکھ کر بتائیں۔ تھوڑی دیر میں ان کی طرف سے آواز آئی کہ بشریٰ بی بی پاس ہے۔ میڈم نے فون پر چھوٹی آپا کو مبارک باد دی اور بتایا کہ سیکنڈ ڈویژن ہے تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی مجھے اپنے ساتھ لگا کر پیار کیا اور پاس ہونے پر مبارک باد دی اور اسی وقت مٹھائی منگوائی اور کہا سب کو کھلاؤ۔ اور مجھے کچھ انعام دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد آپ روزانہ صبح کے وقت دعا کے لیے بہشتی مقبرہ تشریف لے جاتیں۔ آپ کی عدت کے بعد جو رمضان آیا اس میں آپ اعتکاف بیٹھیں۔ میں آپ کے لیے سحری اور افطاری لے کر جاتی تھی۔ مجھے تاکید کی تھی کہ روزانہ افطاری کے ساتھ ایک جوڑا کپڑوں کا لے کر آنا۔ میں جب پہلے دن گئی تو افطاری کے ساتھ آپ کا ایک جوڑا ہینگر پر لٹکا کر لے کر گئی۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ کپڑوں کو تہہ کر کے کسی کپڑے میں لپیٹ کر لاتے ہیں۔

خلافت سے آپ کو بے حد محبت تھی ایک دن چھوٹی آپا جان کو آپا منصورہ بیگم صاحبہ کا فون آیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جمعہ کے لیے جانا ہے۔ بشریٰ سے کہیں کہ حضور کی اچکن اور کپڑے استری کر دے۔ فون بند ہوا تو آپا جان نے فوراً مجھے بلایا اور کہا کہ سب کام چھوڑ کے حضور کے کپڑے استری کر آؤ۔

آپ کی طبیعت میں بے حد سادگی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد

اماں عائشہ کے گھر واقع دارالرحمت میں شادی تھی۔ کار مہیا نہیں تھی۔ آپ نے تانگا منگوایا اور اس میں ہی تقریب میں شامل ہونے کے لیے چلی گئیں۔

ایک بار صدر انجمن کے کوارٹرز میں شادی تھی میں اور آپا جان قصرِ خلافت سے پیدل جا رہی تھیں۔ تقریباً آدھا راستہ کے بعد آپ کی جوتی ٹوٹ گئی۔ آپ سخت پریشان ہوئیں۔ میں نے کہا آپ میری جوتی پہن لیں اور واپس گھر جا کر جوتی بدل لیتے جاتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ لڑکی کی رخصتی ہے اور دعا کا وقت ہو رہا ہے کہیں دیر نہ ہو جائے۔ تمہاری جوتی میرے پاؤں میں پوری تو آ ہی گئی ہے۔ میں شادی میں چلتی ہوں تم گھر جا کر جوتی بدل آؤ، میں تمہارا انتظار کروں گی۔ یہ جوتی آپ ہی میرے لیے کوئٹہ سے لائی تھیں۔

میں جب دوسری جماعت میں پڑھتی تھی اس وقت کا واقعہ ہے کہ لاہور سے واپسی پر سب بچوں کی پسند پوچھی اور مجھ سے بھی پوچھا کہ تم کتاب لوگی یا کھلونا؟ میں نے کھیل کی کوئی چیز سمجھ کر شاید گڑیا وغیرہ ہو کہہ دیا کہ کھلونا لینا ہے۔ سب بچوں کے لیے کہانیوں کی کتابیں آئیں۔ کسی کے لیے نونہال کسی کے لیے بچوں کی دنیا اور میرے لیے کہانی کی کتاب "کھلونا" آگئی۔

ہر مشکل وقت میں آپ ایک مہربان وجود تھیں۔ میری والدہ کا فیصل آباد ہسپتال میں آپریشن تھا۔ میری بڑی بہن ان کے ساتھ تھیں یہاں سے روز کھانا جانا مشکل تھا اس لیے حضرت آپا جان نے اس بارے میں فیصل آباد کی صدر صاحبہ لجنہ سے بات کی۔ انہوں نے میری والدہ اور بہن کا بہت خیال رکھا جتنے ہمارے رشتہ دار حال پوچھنے جاتے سب کو یہ کھانا اور چائے پیش کرتیں۔ ہسپتال بھی کھانا بھجواتیں جس دن آپریشن شروع ہونا تھا اس دن حضرت چھوٹی آپا صاحبہ خود ہسپتال تشریف لے آئیں۔ جب امی کو آپریشن کے لیے لے جایا گیا تو ہم دونوں بہنیں بے حد پریشان اور رو رہی تھیں ہمیں روتا دیکھ کر آپ نے ہم لوگوں کو اپنے ساتھ لگا کر بہت ہی پیار کیا اور تسلی دی اور فرمایا کہ روئیں نہیں اللہ تعالیٰ شافی ہے دعا کرو وہ شفا دے گا۔ ان شاء اللہ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے امی جان کو شفا عطا فرمائی۔

آپا جان کو ہماری صحت کا بھی بہت خیال رہتا وبائی امراض سے بچاؤ کے لیے مکرم لطف الرحمان صاحب کو بلوا کر ہر سال گھر کے تمام افراد کو ٹائیفائڈ کے ٹیکے لگواتیں۔ ملیریا سے بچاؤ کے لیے ریسوچین کی گولیاں دیتیں اور کہتیں یہ دودھ کے ساتھ کھانا۔ ہم سب کے لیے آپا جان نے دودھ

لگوایاہوا تھا۔

میری والدہ (رحمت بی بی) صاحبہ کی صحت خراب رہنے لگی اور کچھ عمر کا بھی تقاضا تھا اس لیے میں آپا جان کی اجازت سے اُن کو اپنے گھر لے آئی تھی تا کہ ان کی دیکھ بھال کر سکوں۔ ایک دن اچانک میری والدہ کے پیٹ میں شدید درد ہوا اور سانس میں دشواری محسوس ہونے لگی۔ ہسپتال میں چیک اپ کروایا گیا تو ڈاکٹر نے ہسپتال میں داخل کر لیا۔ ڈرپس اور آکسیجن لگ گئی۔ میں نے آپا جان کو دعا کے لیے پیغام بھجوایا۔ آپ اگلے ہی دن ہسپتال میری والدہ صاحبہ کا حال پوچھنے آگئیں اور ایمرجنسی کے قریب گاڑی میں ہی بیٹھی رہیں کیونکہ آپ کو اوپر کی منزل پر جانے میں تکلیف ہوتی تھی۔ آپا جان نے پیغام بھجوایا کہ رحمت بی بی کی بیٹی کو بلا دیں۔ میں پیغام سنتے ہی نیچے آ گئی۔

جب میں گاڑی کے قریب آئی تو آپ نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اور مجھے اپنے ساتھ لگا کر پیار کیا اور پوچھا اماں کا کیا حال ہے؟ کیا ہوش میں ہیں؟ میں نے بتایا کہ آکسیجن اور ڈرپ لگی ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا آپ نے کیوں تکلیف کی؟ کسی کے ذریعہ حال دریافت کر لیتیں۔ آپ کے لیے گاڑی میں بیٹھنا اور اترنا مشکل ہوتا ہے۔ فرمانے لگیں جب تک میں خود آ کر حال پتہ نہ کر لیتی مجھے تسلی کیسے ہوتی۔ مجھے کچھ رقم دے کر کہا کہ اپنی اماں کے لیے پھل منگوا لینا اور میری طرف سے سلام کہنا اور حال پوچھنا، کہنا میں دعا کر رہی ہوں اللہ فضل فرمائے گا۔ پھر اللہ نے فضل فرمایا اور میری والدہ صاحبہ بالکل ٹھیک ہو گئیں۔ قربان جاؤں اس ہستی پر جو اپنی تکلیف کو بھول کر اپنی خدمت کرنے والی کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے آئیں۔

اس طرح کے کئی واقعات ہیں جن سے آپا جان کی محبت شفقت اور ہمدردی کا وصف نمایاں ہوتا ہے۔

ایک بار ایک خاتون اپنے بچے کے ساتھ ملنے آئیں۔ بچے کے ہاتھ میں دیسی کیکر کی دو تین فٹ لمبی کانٹے دار شاخ تھی۔ میں نے اسے کہا کہ اسے باہر پھینک آؤ یا مجھے دے دو۔ بچہ نے وہ شاخ اچانک میرے سر پر مار دی جس کی وجہ سے میرے سر سے خون بہنے لگا۔ میں روتے ہوئے آپا جان کے پاس آئی اور ان کو بتایا تو آپ نے مجھے پیار کیا اور میرے سر سے خون صاف کیا۔ اس کے بعد میرے بال زخم سے پیچھے کر کے اپنے سر کی Pins میرے سر پر لگا دیں۔ پھر زخم پر پرفیوم لگا دیا اور مجھے بتایا کہ اس میں بھی Sprit ہوتی ہے، جو زخم ٹھیک کرتی ہے۔

فرخ ابھی چند ماہ کے ہی تھے آپ نے اُن کو گود لے لیا تھا۔ آپ ان کا بہت خیال رکھتیں اور ان کی انگلیوں پر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ پڑھا کرتی تھیں۔

سینکڑوں عورتوں اور لڑکیوں کو قرآنِ مجید باترجمہ پڑھایا کرتی تھیں جن میں مَیں بھی شامل تھی۔ میں میٹرک میں تھی جب میں نے ترجمہ سے قرآنِ مجید ختم کیا تو انہوں نے میرے لیے مٹھائی منگوائی اور ساتھ ہی نصیحت کی جو پڑھا ہے اس کو بھلانا نہیں اس پر عمل بھی کرنا ہے۔ میٹرک کے بعد پوچھا اب کیا ارادہ ہے؟ میں خاموش ہو گئی کیونکہ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کبھی میں بھی کالج میں پڑھوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہزاروں ہزار رحمتیں نازل کرے اس ہستی پر۔ فرمانے لگیں بشریٰ میری طرف سے تم چاہے ایم۔ اے کرو یہ تمہاری اپنی ہمت ہے۔ اس طرح ایف۔ اے میں میرے لیے آسان مضامین عربی۔ اسلامیات اور ہسٹری پسند فرمائے۔

ایف۔ اے کے بعد فروری 1981ء میں میری شادی ہو گئی۔ جتنا عرصہ میں آپ کے پاس رہی۔ اگر کوئی غلطی ہو جاتی تو آپ نرمی سے اصلاح کرتیں صرف ایک حکم تھا کہ سکول سے سیدھے گھر آنا ہے یہ حکم تو ہر بچے کے لیے ہوتا ہے میں نے ہمیشہ اس پر عمل کیا۔ آپ کے کام کروانے کا ایک اپنا ہی انداز تھا کبھی حکم نہیں دیا بلکہ یہ کہتی تھیں کہ فارغ ہو کر میرے کپڑے استری کر دینا یا اگر نماز کا وقت ہوتا تو کہتیں کہ نماز پڑھ لو تو پھر یہ کام کر دینا۔ اگر کسی شادی بیاہ پر جانا ہوتا تو مجھے پہلے سے بتا دیتیں تاکہ دیر نہ ہو جائے۔

ایک شادی پر میں ان کے ساتھ گئی جب دلہن کو میں نے دیکھا تو وہ میری کلاس فیلو تھی۔ میں نے حضرت چھوٹی آپا سے کہا کہ اس نے میرے ساتھ میٹرک کیا ہے۔ دعا کروانے کے بعد جب واپس جانے لگیں تو فرمایا کہ تم ٹھہرو تمہاری سہیلیاں ہیں جب دلہن رخصت ہو تو آجانا۔ میں نے کہا آپ اکیلی جائیں گی میں آپ کے ساتھ ہی چلتی ہوں فرمایا قریب ہی تو گھر ہے۔

آپ نماز ہمیشہ وقت پر ادا کیا کرتی تھیں۔ تہجد کے لیے ڈریسنگ روم میں جائے نماز بچھائی ہوئی ہوتی اور بڑی لمبی نمازِ تہجد ادا کیا کرتی تھیں۔ رمضان میں آپ کو بتانا بھی پڑتا تھا کہ سحری ختم ہونے میں بہت کم وقت رہ گیا ہے۔

رمضان کے مہینہ میں آپ سب کا خاص خیال کرتیں۔ روزہ داروں کی افطاری کا بڑا اہتمام کرتیں موسم کا نیا پھل آتا تو سب کو دیتیں۔ عید ہوتی تو کہتیں پہلے تیار ہو پھر عید ملنا۔ عید والے دن

شیر خورمہ ہم سب کے لیے اپنے ہاتھ سے بناتیں۔ سب کو اپنے ہاتھ سے عیدی دیتیں۔

آپا جان کے ساتھ مجھے بہت سے سفروں میں جانے کا موقع ملا۔ کئی جماعتی دوروں پر بھی میں آپ کے ساتھ گئی۔ میں اس عظیم ہستی کو کہاں کہاں یاد کروں جب کبھی میں آپ کے ساتھ کہیں جاتی آپ مجھے وہاں کی اہم تفریحی اور تاریخی جگہوں کی سیر کرواتیں۔ ایک بار میں نے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے ساتھ سمندر کے کنارے دوپہر کا کھانا کھایا۔ کھانے میں نان اور مچھلی تھی میں نے نادانی سے مچھلی کھانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے وجہ پوچھی تو میں نے بتایا کہ ایک بار مچھلی کا کانٹا میرے دانت میں پھنس گیا تھا پھر میں نے مچھلی کبھی نہیں کھائی۔ یہ سن کر آپ مسکرا دیں اور نان کے اوپر مچھلی کا بڑا سا ٹکڑا رکھ کر دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگر تم اس پورے ٹکڑے میں سے ایک کانٹا بھی نکال دو تو میں تمہیں دس روپے انعام دوں گی۔

ایک بار دو ماہ کی چھٹیوں میں حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کا کراچی جانے کا پروگرام بنا لیکن آپ کو ابھی ربوہ میں کچھ ضروری کام تھے۔ تربیتی کلاس ختم ہوئی تو کراچی کی جماعت کے ساتھ مجھے اور اپنے نواسے فرخ کو کراچی بھجوا دیا اور آپ کا کچھ دنوں کے بعد آنے کا پروگرام تھا۔ ہم لوگوں کو کراچی گئے ابھی کچھ دن ہوئے تھے کہ پنجاب میں بہت بارشیں ہوئیں اور بہت سیلاب آگیا اور آنے جانے کے سب راستے منقطع ہو گئے۔ اب نہ آپ کراچی آسکتیں تھیں اور نہ ہمیں بلایا جاسکتا تھا اور اس طرح کچھ دیر ہم لوگ کراچی میں رہے۔ فرخ چونکہ چھوٹا تھا اس لیے بہت اداس ہو گیا فون پر حضرت چھوٹی آپا صاحبہ سے بات کر لیتا۔ ڈاک کا سلسلہ درست ہوا تو ہر دوسرے دن آپ کا خط میرے اور فرخ کے نام بہت پیارے پیارے الفاظ کے ساتھ آتا جن کو پڑھ کر دل خوش ہو جاتا اور اگلے خط تک اس پہلے خط کو کئی بار ہم پڑھتے۔ فرخ کے خط میں میرے لیے لکھا ہوتا کہ اسے تنگ نہ کرنا اور میرے خط میں فرخ کا خیال رکھنے کو لکھا ہوتا۔ نیز پورا خط نصائح پر مشتمل ہوتا تھا۔

اسی طرح آپ کی شفقت و محبت کا ایک اور واقعہ یاد آیا جب میری بڑی بہن کی شادی ہوئی تو حضرت چھوٹی آپا صاحبہ بھی شادی میں شامل ہوئیں اور میری بہن کے سسرال والوں سے ملیں۔ شادی کے کچھ دنوں کے بعد میری بہن اور اس کے سسرال والوں کو اپنے گھر کھانے پر بلایا۔ وہ سب لوگ بہت خوش ہوئے۔ جب بھی میری بہن کے کوئی بچہ پیدا ہوتا تو آپ ہسپتال جا کر مبارک دے کر آتیں۔

بچپن سے لے کر شادی تک آپ نے میرے سارے شوق پورے کیے۔ آپا جان نے میری شادی کی اسی طرح سب تیاریاں کروائیں جیسے اپنے بچوں کی شادیاں کروائیں۔ ابٹن منگوا کر استعمال کرنے کے لیے کہا اور مائیوں بیٹھنے کے لیے کہا۔ اور گھر کے کام کرنے سے منع فرمادیا۔ گھر کو بجلی کے قمقموں سے سجایا گیا۔ میری سہیلیوں کو بھی کارڈ دے کر بلایا۔ آپا امتہ الرقیب صاحبہ نے مجھے دلہن بنایا۔ دعا کے وقت آپا جان نے فرمایا دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری بشریٰ کو خوش رکھے اور مجھے اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔

فروری میں میری شادی ہوئی تھی۔ بارشوں کی وجہ سے ٹھنڈ میں بہت اضافہ ہو گیا۔ جب میں دلہن بنے بیٹھی تھی تو آپ نے میرے پاس آکر پوچھا ٹھنڈ لگ رہی ہے؟ میرے مثبت جواب پر آپ فوراً اندر گئیں اور اپنی ایک گرم چادر لا کر مجھے اوڑھادی۔ آپ نے میری شادی پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کو بھی بلایا تھا اور حضورؒ باوجود ناسازیٔ طبع کے تشریف لائے اور دعا کروائی تھی۔ لیکن طبیعت کی خرابی کی وجہ سے مردانہ میں تشریف نہ لے گئے تھے بلکہ آپا جان کے گھر کے ڈرائنگ روم میں ہی دعا کروائی تھی۔

میرے ہاں پہلا بیٹا ہوا تو حضرت آپا جان خود حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پاس نام رکھوانے کے لیے گئیں۔ حضورؒ نے فہیم احمد نام رکھا۔ اسی طرح جب بیٹی پیدا ہوئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے خود جا کر نام رکھوایا۔ بچوں کی پیدائش پر مبارک دینے کے لیے گھر پر تشریف لاتیں بچے کو گود میں اٹھاتیں اور پیار کرتیں۔ آپ کی شفقتیں تو بے شمار ہیں۔

شادی کے بعد عید کے موقع پر مجھے سوٹ بھجواتیں۔ بچوں کے لیے بھی عیدی ہوتی اور رقعہ میں اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھجواتیں کہ بشریٰ تم سب لوگ عید کے دن میرے گھر کھانا کھانا۔ ایک عید کے موقع پر آپ بلانا بھول گئیں اور میں بھی نہ گئی۔ کچھ دنوں کے بعد ملاقات ہوئی اور آپ نے پوچھا خیر تھی تم لوگ عید پر نہیں آئے۔ میں نے جواب دیا آپ نے بلایا ہی نہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ کبھی ماں کہتی ہے کہ مجھے عید مل جاؤ اور کبھی بچوں کا فرض ہے کہ بغیر بلائے آئیں۔

جب آپ کے گھر کی بنیاد رکھی گئی تو آپ نے مجھے مٹھائی کا ڈبہ بھجوایا۔ اور جب اس کی تعمیر مکمل ہو گئی تو آپ نے دارالصدر کے مستحق خواتین اور بچوں کو اپنے گھر ایک دعوت پر مدعو کیا۔ کھانا لنگر سے آرڈر پر تیار کروایا اور انتظام سنبھالنے کے ذمہ داری مجھے دی۔ تمام مہمانوں سے آپا جان بہت

پیار سے ملیں، بچوں کو پیار کیا۔ آپا جان نے ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس پر سب مہمان بہت خوش گئے۔

1992ء میں اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور بزرگوں کی دعاؤں سے ہمیں محلّہ دار العلوم جنوبی بشیر میں اپنا گھر بنانے کی توفیق ملی۔ ہم نے اس گھر کی بنیادی اینٹ پر چھوٹی آپا جان سے دعا کروائی۔ ایک کمرہ اور سٹور بنا کر ہم لوگ ماہ نومبر میں اپنے گھر میں شفٹ ہو گئے۔ ہماری خواہش تھی کہ آپ کو اپنے غریب خانہ پر دعا اور برکت کی غرض سے بلایا جائے۔ میں نے آپا جان سے عرض کی کہ جو دن آپ مناسب سمجھیں مجھے بتادیں میں آپ سب کو اپنے گھر کھانے پر بلانا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ چنانچہ آپ کی اجازت سے میں نے ایک دن دوپہر کو کھانے کا انتظام کیا۔ اس کے علاوہ بھی آپ کے نواسوں کی شادی کے موقع پر آپ میرے گھر کھانے کی دعوت پر تشریف لائیں۔ ایک موقع پر کھانے اور چائے کے بعد آپا جان گھر کے بارہ میں پوچھنے لگیں۔ میں نے آپ کو بتایا کہ بنیادیں تو ساری بھر دی ہیں اور جہاں آپ بیٹھی ہیں یہ جگہ نقشہ میں ہال کمرہ ہے اور دائیں جانب دو کمرے بنیں گے اور ان کے درمیان باتھ روم ہو گا۔ میں شکر کرتی ہوں کہ جب ایک کمرہ تھا اس وقت ہی آپ میرے بلانے پر تشریف لے آئیں۔ بعد میں آپا جان کی صحت نے اجازت ہی نہیں دی۔

آپ بیرونِ ملک گئی ہوئی تھیں لیکن مجھے آپ کی واپسی کے پروگرام کا علم نہ تھا۔ ایک دن لجنہ ہال میں کوئی پروگرام تھا میں نے سٹیج کی طرف دیکھا تو آپا جان کھڑی تھیں۔ میری تو خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ کافی دیر سے آپ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ میں آپ سے ملنے سٹیج پر ہی چلی گئی۔ پروگرام ابھی شروع نہیں ہوا تھا میں نے آپا جان کو سلام کیا۔ آپ نے جلدی سے اپنے ہینڈ بیگ سے کچھ نکالا اور اپنے ہاتھوں سے میرے گلے میں کچھ پہنا دیا اور فرمایا یہ تمہارے لیے لائی ہوں۔ جب میں نے دیکھا تو وہ بڑی خوبصورت چین تھی اس میں کہیں کہیں سفید موتی تھے۔ میرے لیے وہ چین نہیں تھی بلکہ یوں لگا جیسے آپا جان نے مجھے سونے کا میڈل پہنا دیا ہو۔ وہاں لوگ وہاں موجود تھے سب نے یہ نظارہ دیکھا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ آپ ہر موقع ہی تحفہ دیا کرتی تھیں مگر جب اس تحفہ کا خیال آتا ہے تو دل خدا کی حمد سے بھر جاتا ہے کہ اتنی بلند ہستی کو ایک ناچیز اور ادنیٰ خادمہ کا کس قدر خیال تھا۔ آپ یہ چین ہاتھ میں بھی دے دیتیں تو بھی میں خوش ہوتی لیکن جو لطف آپ کے خود پہنانے سے آیا وہ کیسے آتا؟

حضرت آپا جان کو مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ دینی کتب و رسائل ہر وقت مطالعہ میں

رہتے۔ آپ ریاضی میں بہت ماہر تھیں۔ میں ریاضی میں کمزور تھی اس لیے آپ مجھے ریاضی پڑھاتیں اور کہتیں تھیں کہ دنیا ریاضی پر ہی تو چلتی ہے۔

آپ کو سلائی کڑھائی کا بہت شوق تھا۔ بہت عمدہ سلائی کرتیں۔ سویٹر بھی بناتیں اور کروشیا کا کام بھی کیا کرتی تھیں۔ کھانا بھی آپ بہت اچھا پکاتی تھیں۔ اچار مربّے بہت اعلیٰ بناتیں۔ شربت بھی خود بناتیں اور اس سے مہمان نوازی کرتیں۔

خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے بزرگوں کی مہمان نوازی کرتیں، خاص طور پر حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی۔ ان کی دعوت کرتیں اور اس میں خود بھی کچھ نہ کچھ اپنے ہاتھ سے تیار کرتیں۔

آپا جان کا سلوک صرف قریبی عزیزوں کے لیے ہی نہ تھا بلکہ لجنہ کی ہر ممبر کے ساتھ بہت ہی اچھا پیار کا سلوک تھا۔ اگر کوئی بیمار ہوتا تو آپ تیمارداری کرتیں، شادی کے موقع پر دعا میں شامل ہوتیں اور تحفہ ضرور دیتیں۔ بچوں کی پیدائش کے موقع پر گھر جا کر مبارکباد کے ساتھ ساتھ بچے کے نیک ہونے کے لیے ڈھیروں دعائیں دیتیں۔ اگر کوئی ممبر کھانے کے وقت آپ کے گھر آئی ہوتی تو اسے کھانا کھلائے بغیر جانے نہ دیتیں۔

میری ممانی جان محترمہ انور بیگم صاحبہ نے ایک دن مجھے کہا کہ مجھے آپا جان سے ملوا دو میری بڑی خواہش ہے میں آپا جان کو نیا دوپٹہ دے کر ان کا تبرک دوپٹہ لوں۔

جس دن آپا جان سے ملنے جانا تھا میری ممانی جان نے ساگ اور مکئی کی روٹیاں بھی بنالیں۔ ممانی جان کے ساتھ ان کی تین چار بیٹیاں نواسیاں ایک بہو اور ایک چھوٹا تین چار سال کا پوتا تھا صبح دس گیارہ بجے کے قریب ہم آپا جان کے گھر پہنچے۔

آپ اس وقت ہال کمرہ میں تشریف فرما تھیں جب میں نے آپا جان کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا بشریٰ تم اپنی لجنہ کو ساتھ لائی ہو؟ میں نے مسکرا کر جواب دیا نہیں آپا جان یہ تو میری ممانی جان اور ان کی آل اولاد ہے۔ میں نے سب کا تعارف کروایا اور اس طرح آپا جان از راہِ شفقت سب کو باری باری ملیں اور بچوں کو پیار کیا اور لڑکیوں سے ان کی تعلیم کی بابت دریافت فرمایا۔ ممانی جان نے دوپٹہ بطور تحفہ پیش کیا اور ان کی خواہش پر آپا جان نے اپنا ایک دوپٹہ عنایت فرمایا۔ آپا جان کو ساگ

بہت پسند تھا آپ نے اسی وقت تھوڑی سی روٹی پر ساگ ڈال کر کھایا اور فرمایا بہت اچھا بنایا ہے عموماً لوگ تیز مرچ پسند کرتے ہیں لیکن یہ تو مناسب مرچ ہے اس پر ممانی جان بہت خوش ہوئیں۔

چھوٹی آپا جان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کہ "اپنی لجنہ کو لائی ہو" اس رنگ میں پورے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص الخاص فضل سے مجھے بطور صدر لجنہ حلقہ خدمت کی توفیق بخشی اور پھر مجھے اپنی لجنہ کو مختلف پروگراموں میں شمولیت کے لیے لجنہ ہال لے کر جانے کا موقعہ ملتا رہا۔ الحمد للہ

وفات سے تقریباً ایک ماہ قبل میں آپ کو ملنے کے لیے گئی آپ بستر پر لیٹی تھیں میں نے سلام کیا حال پوچھا لیکن آپ نے میرے ساتھ کوئی بات نہ کی۔ میں جانے لگی تو یونہی تھوڑی دیر کے لیے کمرے کے دروازے میں کھڑی ہو کر آپ کو دیکھنے لگی یکدم آپ نے مجھے کہا بشریٰ یہاں کھڑی رہو گی یا مجھے ملو گی بھی اور ساتھ ہی آپ نے لیٹے لیٹے اپنے دونوں بازو مجھے ملنے کے لیے پھیلائے۔ چنانچہ میں آپ کے بازوؤں میں ملنے کے لیے جھک گئی۔ انہوں نے مجھے پیار کیا۔ کاش یہ قربت کے لمحے اور بڑھ جاتے یہی آخری بار میرا نام لیا اور مجھے پیار گیا۔

وفات سے ایک ہفتہ قبل دوپہر کو میرے میاں گھر آئے تو انہوں نے بتایا کہ حضرت آپا جان کی طبیعت زیادہ خراب ہے فہیم کے ساتھ جا کر حال پوچھ آؤ جب میں گئی تو آپ کو آکسیجن لگی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر بیٹھے تھے سب لوگ پریشان تھے میں سارا دن وہاں رہی اور رات کو واپس آئی۔ اور اسی طرح صبح میں چلی جاتی اور شام کو واپس آجاتی۔ 3 نومبر کو جب میں صبح گئی تو آپ کی طبیعت زیادہ خراب تھی کمرے میں کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی۔ سب لوگ ہال کمرے میں بیٹھے تھے میں بھی وہیں بیٹھ گئی میں نے وہاں پر کسی سے پوچھا کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ جواب ملا کہ دعاؤں کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ تھوڑی دیر بعد آپا جان کی نواسی عائشہ آئیں اور مجھے کہا کہ آپ کو فرخ بھائی نانی کے کمرے میں بلا رہے ہیں۔ جب میں بوجھل قدموں سے پہنچی تو فرخ آپ کے ہاتھوں کو پیار کر رہے تھے مجھے دیکھ کر کہا آپ امی کو دیکھ لیں میں وہیں کھڑی دیکھنے لگی۔ فرخ نے کہا پلنگ کی دوسری طرف جائیں کیونکہ (چہرے کا رخ دوسری طرف تھا) میں آپ کے قریب چلی گئی آپ کو پیار کیا۔ بے اختیار میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ فرخ نے کہا رونا نہیں صرف دعا کی ضرورت ہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ

خبر جس کو دل سننے کے لیے تیار نہ تھا آخر سننا پڑی۔ یہ عظیم ہستی ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ آپا رقیب صاحبہ کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے مجھے حضرت آپا جان کی آخری خدمت کا موقع دیا۔ غسل کے بعد میں نے حضرت چھوٹی آپا کی پیشانی اور ہاتھوں پر جی بھر کر پیار کیا۔

بی بی متین صاحبہ نے بھی آپا جان کی وفات کے بعد میری والدہ صاحبہ اور میرا بہت خیال رکھا ایسا ہی پیار کا تعلق جیسے آپا جان سے تھا ہم دونوں کو عید پہ سوٹ تحفہ بھجواتیں۔ گرمیوں میں اپنی سندھ کے زمینوں کے آم بھجواتیں۔ میری بیٹی کی شادی پہ بھی آپ تشریف لائیں۔ پھر 2002ء میں میری والدہ صاحبہ کی وفات ہو گئی بی بی متین صاحبہ اور میر صاحب میری والدہ صاحبہ کی تعزیت کے لیے ہمارے گھر تشریف لائے۔ **جزاھم اللہ احسن الجزاء**

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ اور ان کے بچوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

حضرت سیّدہ امِّ متین مریم صدیقہ صاحبہ کا ذکرِ خیر

(مکرمہ قانتہ شاہدہ راشد صاحبہ)

حضرت سیّدہ امِّ متین صاحبہ سے میرا سب سے پہلا تعارف، مستقل طور پر ربوہ آجانے کے بعد غالباً 1954ء میں ہوا جبکہ میں پانچویں جماعت میں تھی۔ ان دنوں حضرت مصلح موعودؓ قصرِ خلافت میں ہفتہ میں ایک بار مستورات میں درسِ قرآنِ کریم دیا کرتے تھے۔ ہائی سکول کی طالبات کو بھی درس میں شمولیت کے لیے سکول کی طرف سے لے جایا جاتا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی زیارت کے شوق میں مجھے بھی چند ایک بار جانے کا موقع مل گیا اور وہاں حضرت چھوٹی آپا کو بھی قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملتا رہا۔ اصل تعارف اور ملاقات کا موقعہ تو اس وقت ہوا جب میں جامعہ نصرت ربوہ میں داخل ہوئی۔ مسز فرخندہ شاہ صاحبہ کالج کی پرنسپل تھیں اور حضرت چھوٹی آپا کالج کی ڈائریکٹرس۔ کالج کی مختلف تقریبات میں تشریف لانے پر ملنے کا موقعہ مل جاتا۔ جب خاکسار تھرڈ ائیر میں تھی اس سال کالج میں عربی آنرز کی کلاس شروع ہوئی تھی۔ حضرت چھوٹی آپا جان باوجود اپنی بے پناہ مصروفیات کے آنرز کلاس کی طالبات کو پڑھانے کے لیے تشریف لایا کرتی تھیں۔ اس عرصہ میں ان کو قریب سے دیکھنے کا کئی بار موقعہ ملا۔

آپ بے حد سادہ طبیعت کی تھیں۔ تکلّف بالکل نہ تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے اب بھی وہ نقشہ ہے جب ایک دن آپ پڑھانے کے لیے تشریف لائیں تو بال کھلے تھے اور بہت اچھی لگ رہی تھیں۔ غالباً مصروفیت کی وجہ سے بال دھونے کے بعد خشک کرنے اور گوندھنے کا وقت نہیں ملا ہوگا۔ اس بات کو اپنے کام میں روک نہ سمجھا اور وقت کی پابندی کرتے ہوئے اسی طرح تشریف لے آئیں۔

اس دور میں موسمِ سرما میں نمازِ ظہر کالج کے لان میں چٹائیاں بچھا کر سیّدہ چھوٹی آپا جان کی اقتدا میں ادا کرنے کی سعادت ملتی رہی۔ الحمد للہ۔

آپ علم کی بہت قدر دان تھیں۔ جب خاکسار کا بی۔ اے کا نتیجہ اخبار میں شائع ہوا (ان دنوں میٹرک سے بی۔ اے تک کے سارے پنجاب کے کالجز کے نتائج اخبار میں شائع ہوا کرتے تھے) تو آپ اگلے روز ہی از راہِ شفقت ہمارے ہاں مبارکباد دینے آئیں۔ مبارکباد دی اور بتایا کہ انہوں نے نتیجہ کی ساری لسٹ (جو اخبار کے کئی صفحات پر مشتمل تھی) پڑھی ہے اور یہ کہ خاکسار کے سارے پنجاب میں سب سے زیادہ نمبر ہیں اور خاکسار اوّل آئی ہے۔ اس بات کا مجھے آپ سے علم ہوا۔ یہ آپ کی بے پایاں شفقت اور ذرہ نوازی تھی۔ اس کے بعد جب خاکسار کو حکومت کی طرف سے تین طلائی میڈل ملے تو جامعہ نصرت میں اس سلسلہ میں ہونے والی تقریب میں حضرت چھوٹی آپا جان نے اپنے دستِ مبارک سے وہ میڈل مجھے پہنائے اور خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اس ضمن میں آپ کی شفقت کا ایک اور واقعہ ذہن میں آ گیا ہے۔ جس وقت میں لاہور یونیورسٹی میں ہونے والی تقسیمِ انعامات کی تقریب سے میڈل وصول کرنے کے بعد ربوہ آئی تو سیّدہ چھوٹی آپا جان کو میڈل دکھانے ان کے پاس گئی۔ اس دن حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ ان کی باری تھی۔ میرے آنے کی اطلاع پر مجھے اوپر کمرہ میں بلالیا۔ میڈل دیکھے، خوش ہوئیں۔ ساتھ والے کمرہ میں حضرت مصلح موعودؓ آرام فرما رہے تھے۔ یہ 1965ء کی بات ہے۔ ان دنوں حضورؓ کافی بیمار تھے۔ مجھے فرمانے لگیں تمہیں حضورؓ سے ملواتی ہوں۔ ان کے کمرہ میں لے گئیں۔ حضورؓ دیوار کی طرف رخ کیے کروٹ کے بل لیٹے تھے۔ آپ نے میرا تعارف کروایا۔ حضورؓ نے مڑ کر خاکسار کی طرف دیکھا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ کافی عرصہ سے حضورؓ کی بیماری کی وجہ سے ملاقاتیں بند تھیں۔ میری خوش قسمتی تھی کہ چھوٹی آپا جان کی شفقت کی وجہ سے میں نے حضورؓ کی زیارت کر لی۔

میرے ایم۔ اے کے نتیجہ آنے سے پہلے ہی 1966ء میں حضرت سیّدہ چھوٹی آپا نے مجھے اپنی مجلسِ عاملہ مرکزیہ میں نائب سیکرٹری تعلیم کی خدمت سپرد کی۔ اس طرح مجھے آپ کی نظر شفقت سے آپ کے زیرِ سایہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ میں ساڑھے گیارہ سال تک خدمت کا موقعہ ملا۔ اس سارے عرصہ میں مَیں نے آپ کی شفقت، توجہ، محبت اور رہنمائی و ہمدردی کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا۔ آپ کا وجود سب کارکنات لجنہ کے لیے ایک نمونہ تھا۔ بالکل ایک فیملی کا سا ماحول تھا جس میں ساری ممبرات مجلسِ عاملہ بڑے شوق سے اپنی اپنی مفوّضہ خدمات سرانجام دیتیں۔ آپ سب کی رہنمائی فرماتیں اور مجھ جیسی ناتجربہ کار کی بہت پیار سے کچھ اس انداز سے رہنمائی اور مدد فرماتیں کہ آپ کے

ساتھ کام کرنے کا بہت لطف آتا۔

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے جامعہ نصرت ربوہ میں چھ سال پڑھانے کا بھی موقعہ عطا فرمایا۔ چونکہ سیّدہ چھوٹی آپا جان کا کالج کی ڈائریکٹرس ہونے کی وجہ سے کالج سے گہرا تعلق تھا۔ مختلف تقریبات میں تشریف لانے کی وجہ سے ان سے ملاقات کے بکثرت مواقع ملتے رہے۔ نیز بعض اوقات مجلسِ عاملہ کی میٹنگز بھی ان کے ہاں ہوتیں۔ ایک دو دفعہ رمضان میں باقی سٹاف ممبرز کے ساتھ خاکسار کو بھی ان کی طرف سے دی گئی دعوتِ افطار میں ان کے ہاں جانے کی سعادت ملی۔ سارا کھانا اپنے ہاتھ سے تیار کیا تھا۔ ہر چیز بہت لذیذ تھی۔ جس کسی نے جس کھانے کی بھی ترکیب پوچھی بڑی فراخ دِلی سے پوری وضاحت سے بیان فرمائی۔ نیز اس کھانا بنانے کے ضمن میں چھوٹے چھوٹے Tips تک بتائے۔ اس موقعہ پر یہ بھی بتایا کہ وہ کھانا سرسوں کے تیل میں بناتی ہیں۔ بڑی مقدار میں دو قسم کے تیل تیار کر لیتی ہیں۔ جس تیل سے نمکین پکوان تیار کرنے ہوں اس کے لیے اس تیل میں پیاز جلا لیتی ہیں۔ اور ٹھنڈا ہونے پر چھان کر محفوظ کر لیتی ہیں اور میٹھے کھانوں کے لیے تیل میں گُڑ جلاتی ہیں۔

آپ سب تعلق رکھنے والیوں کے جذبات کا بہت احساس فرماتیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب ان کی اکلوتی نواسی عزیزہ عائشہ نصرت جہاں کی ولادت ہوئی تو چند دن بعد ہم سٹاف ممبرز جامعہ نصرت سیّدہ چھوٹی آپا کے ہاں مبارکباد دینے گئیں۔ سب کی خواہش تو تھی کہ بچی کو دیکھیں لیکن بچی چونکہ چند دن کی تھی اور اتنے افراد کا اکٹھے اس کے پاس جانا مناسب نہ تھا۔ اس لیے اس خواہش کا اظہار نہ کیا۔ مجھے یقین ہے کہ حضرت چھوٹی آپا کو اس کا اندازہ ہو گیا ہو گا۔ انہوں نے پہلے تو ہمارا منہ میٹھا کروایا اور پھر اندر کمرہ میں لے گئیں۔ ہم بچی کو دیکھ کر اور صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو مبارکباد دے کر جلدی سے باہر آ گئیں۔

میں آپ کی ایک اور شفقت کو کیسے بھول سکتی ہوں جب ہماری شادی ہوئی تو چونکہ ہماری امی جان اور خالہ جان کا گھر ساتھ ساتھ تھا اور درمیان کی دیوار میں آنے جانے کے لیے ایک بڑی سی دروازہ نما کھڑکی تھی۔ اس جگہ اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنی بیگم صاحبہ کے ساتھ تقریب میں تشریف لائے تھے۔ جب حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کو علم ہوا کہ بارات کھڑکی کے راستہ سے آئی ہے تو فرمایا کہ اب دلہن کو کھڑکی سے لے کر نہیں جانا۔ مَیں واپس پہنچ کر کار بھیجوں گی۔ اس میں دلہن کو ربوہ کا چکر لگوا کر پھر گھر لے کر جانا۔ ہمارے

لیے یہ بہت بڑی سعادت تھی کہ ہمیں حضورؒ کی کار میں بیٹھنے کا موقعہ ملا۔ کار میں ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر عطاء المجیب راشد صاحب تھے اور یہ میری بہت ہی خوش نصیبی تھی کہ پچھلی سیٹ پر خاکسار کے ایک طرف حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان اور دوسری طرف محترمہ خالہ جان تھیں۔ دریائے چناب کے پل تک جا کر واپسی ہوئی میں اس شفقت کو کبھی بھی بھول نہیں سکتی کہ آپ نہ صرف کار میں ساتھ آئیں بلکہ 'بیت العطا' پہنچنے پر کار سے اتر کر اندر میرے کمرہ تک تشریف لائیں۔ بٹھایا، مٹھائی کھلائی اور اس کے بعد واپس تشریف لے گئیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس دوران آپ نے میرے لیے بہت دعائیں بھی کی ہوں گی۔

اسی طرح آپ کی شفقت کا ایک اور ہمیشہ یاد رہنے والا واقعہ ہے کہ 1973ء میں لجنہ اماء اللہ سیالکوٹ کے قیام کی پچاس سالہ جوبلی تھی۔ اس موقعہ پر لجنہ سیالکوٹ کی طرف سے حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان کے علاوہ ان کی ساری ممبرات مجلس عاملہ کو بھی شمولیت کی دعوت دی گئی تھی۔ اس وقت کے طریق کے مطابق آپ کی طرف سے اس دعوت کا سرکلر لجنہ کی مددگار کارکنہ لے کر آئیں۔ سب کے نام لسٹ میں درج تھے۔ چونکہ ٹرین میں جانے کا پروگرام تھا اس لیے ایک دن پہلے جانا تھا۔ اور فنکشن کے بعد رات بھی سیالکوٹ میں گزار کر اگلے دن واپسی کا پروگرام تھا۔ میری دونوں بیٹیاں ساڑھے پانچ اور تین سال کی عمر کی تھیں۔ وہ کبھی مجھ سے الگ نہیں رہی تھیں۔ اس لیے میں نے وجہ لکھ کر جانے سے معذرت کر دی۔ نہ جانے کا افسوس تو بہت تھا لیکن اور کوئی چارا بھی نہیں تھا۔ چند دن بعد سیّدہ چھوٹی آپا جان کی طرف سے یہ پیغام ملا کہ وہ اور چند اور خواتین انصار اللہ کی وین پر جا رہی ہیں صبح جا کر شام کو واپس آ جائیں گے۔ ایک سیٹ خالی ہے اگر جانا ہو تو بتا دو۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ فوراً ہاں کر دی۔ جانے سے پہلے اطلاع ملی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا ہے کہ عورتوں کے لیے رات کے وقت سفر کرنا مناسب نہیں اس لیے رات ٹھہر کر اگلے دن واپس آنا ہو گا۔ قریباً ایک ماہ پہلے ہی راشد صاحب لندن سے تین سال بعد واپس آئے تھے اور بچیاں ان سے پوری طرح مانوس نہیں تھیں لیکن ان کے ہمت دلانے اور بچیوں کے سنبھالنے کی ذمہ داری لینے پر میرے جانے کا پروگرام بن گیا۔ بہر حال اس طرح سے یہ سیّدہ چھوٹی آپا جان کی شفقت سے یہ ایک یادگار سفر بن گیا۔ جسے میں بھلا نہیں سکتی۔ نیز ایک رات سیالکوٹ قیام کے نتیجہ میں کچھ اور وقت خواتین مبارکہ کے ساتھ گزارنے کا موقعہ مل گیا۔ الحمد للہ

بر سبیلِ تذکرہ یہ بتانا بھی مناسب سمجھتی ہوں کہ اس وین میں حضرت سیّدہ چھوٹی آپا، حضرت سیّدہ مہر آپا، حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ (والدہ محترمہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ)، حضرت سیّدہ آپا نصیرہ صاحبہ (والدہ محترمہ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب مرحوم)، مکرمہ مسز بشریٰ بشیر صاحبہ سابق پرنسپل جامعہ نصرت اور خاکسار تھیں۔ وین کی دونوں سیٹیں آمنے سامنے تھیں۔ حضور انور ایدہ اللہ کی والدہ صاحبہ چونکہ ادبی اور شعری ذوق رکھتی تھیں فرمانے لگیں بیت بازی کر لیتے ہیں سفر اچھا گزرے گا۔ ہم جس ترتیب سے تین تین ایک سیٹ پر تھیں اسی طرح دو ٹیمز بن گئیں اور بیت بازی کی وجہ سے سفر بہت اچھا گزرا اور وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔

مَیں اپنی سعادت اور خوش بختی سمجھتی ہوں کہ مجھے جاپان جانے تک ساڑھے گیارہ سال آپ کے ساتھ کام کرنے اور آپ کی نیک صحبت سے فیض پانے کا موقعہ ملا۔ جاپان جانے سے چند روز قبل مجھے دفتر لجنہ سے یہ پیغام ملا کہ حضرت صدر صاحبہ لجنہ مرکزیہ کی ہدایت پر میرے لیے ایک الوداعی پارٹی کا انتظام کیا گیا ہے۔ مجھے بہت حیرت ہوئی کہ مَیں نے تو کوئی خاص نمایاں خدمت نہیں کی۔ اس تقریب میں خاکسار کے لیے ایک الوداعی ایڈریس بھی پیش کیا گیا۔ یہ ایک ایسی عزت افزائی تھی جس کا میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

اس موقعہ پر آپ کی شفقت کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ جب مجھے دعوت نامہ ملا تو مَیں نے خط تو پڑھ لیا لیکن باہر لفافہ کی تحریر پر توجہ نہ ہوئی۔ جس پر میرے نام کے ساتھ بمع بچیاں تحریر تھا۔ جب میں پہنچی تو سیّدہ آپا جان نے فرمایا بچیوں کو نہیں لائی؟ میرے لاعلمی کے اظہار پر فرمایا کہ مَیں ابھی کار بھیجتی ہوں ڈرائیور لے آئے گا۔ میں نے عرض کیا کہ وہ کسی اجنبی کے ساتھ نہیں آئیں گی اور نہ ہی محترمہ خالہ جان بھیجیں گی۔ اس پر فرمایا تحریری پیغام لکھ دو۔ اس طرح تینوں بیٹیاں بھی تقریب میں شامل ہوئیں۔

حضرت چھوٹی آپا جان بے شمار خوبیوں کی مالک تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی دن رات خدمت کے علاوہ آپ نے جماعت احمدیہ کی مستورات کی تعلیم و تربیت میں بہت ہی نمایاں کردار ادا فرمایا۔ آپ کی طبیعت میں سادگی، ہمدردی اور دوسروں کا خیال کرنے کی صفات بہت نمایاں تھیں۔ ہر ایک کے ساتھ بہت شفقت اور محبت سے ملتیں اور غور سے ان کے مسائل سن کر بڑی توجہ سے سب کی بہت عمدہ رنگ میں رہنمائی فرماتیں۔ جہاں کہیں نصیحت اور اصلاح کی ضرورت ہوتی بلا جھجک پیار

اور حکمت سے اس کی طرف توجہ دلا دیتیں۔ایک دفعہ اس وقت کے فیشن کے مطابق خاکسار نے جو قمیص پہنی ہوئی تھی اس کی لمبائی چھوٹی تھی۔ آپ نے بہت پیار سے فرمایا کہ مناسب رنگ میں رواج کے مطابق چلا جاسکتا ہے۔لیکن لباس میں وقار ہونا چاہیے۔اپنے متعلق فرمایا کہ جب لمبی قمیص کا رواج ہوتا ہے تو گھٹنوں سے چار انگلیاں نیچی کر لیتی ہوں اور بصورت دیگر گھٹنوں تک۔ سمجھانے میں غالباً یہ پہلو بھی مدّ نظر تھا کہ ایک مبلغ کی بیوی کا لباس باوقار ہونا چاہیے۔اور دوسروں کے لیے نمونہ۔یہ نصیحت کرنی ان کا مجھ پر ایک احسان ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہمارے ابا جان کی وفات حضرت مصلح موعودؓ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد ہوئی جبکہ حضرت چھوٹی آپا جان ابھی عدّت میں تھیں۔ آپ خود تو نہ آسکتی تھیں ایک خاتون کو اپنی طرف سے بطور نمائندہ تعزیت کے لیے بھیجا۔اور جب عدت مکمل ہوئی تو ایک دن اچانک ہمارے ہاں تعزیت کے لیے تشریف لائیں۔کچھ دیر تشریف فرما رہیں۔تعزیت کی اور گفتگو کے دوران فرمایا کہ وہ اور سیّدہ مہر آپا صاحبہ ایک ہی شخص کی دو بیویاں ہونے، نیز گھر ساتھ ساتھ ہونے اور درمیانی دیوار میں دروازہ موجود ہونے کے باوجود بھی وہ عدّت کے دوران ایک دوسرے کے ہاں نہیں گئیں۔ان کی اس بات سے عدّت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

انہیں اپنے سے تعلق رکھنے والیوں کی اصلاح اور رہنمائی کا ہمیشہ خیال رہتا۔جب خاکسار کو جاپان جانے کے سلسلہ میں خط ملا کہ حضورؒ نے پوچھا ہے کہ اگر آپ کو جاپان جانے کے لیے کہا جائے تو کیا تیار ہیں۔ خلیفۂ وقت کے تو اشارہ پر بھی دل و جان سے اطاعت لازمی ہے۔فوراً ہاں کر دی۔کچھ دنوں بعد سیّدہ آپا جان کی طرف سے پیغام ملا کہ اگر حضورؒ کی طرف سے جانے کا کہا جائے تو اپنی سروس کا خیال کر کے انکار نہ کر دینا۔یہ ان کی خلافت سے اطاعت کا تعلق رکھنے کی تلقین تھی۔اسی طرح یوکے آنے سے پہلے ان سے ملنے گئی تو نصیحت کی کہ وہاں جا کر سیاست میں نہ پڑنا۔اس وقت مجھے یہ بات عجیب لگی کیوں کہ میں نے ربوہ میں آپ کے ساتھ فیملی کے سے ماحول میں کام کیا تھا۔لیکن بعد میں مجھے اس نصیحت کا بہت فائدہ ہوا۔

آپ میں بہت اپنائیت کی خوبی تھی۔ایک جلسہ پر یوکے تشریف لائیں۔کسی کے ہاں قیام تھا۔مجھے ان کے آنے کا تو علم تھا لیکن پتہ نہیں تھا کہ کہاں قیام ہے۔دوسرے گھر میں جلسہ کے

مہمانوں کی مصروفیت تھی۔ جلسہ پر ان سے ملاقات ہوئی تو ملتے ہی بہت بے تکلفی اور اپنائیت سے فرمایا کہ " قانتہ تم مجھے ملنے نہیں آئی؟"

اس طرح جب آپ اپنی زندگی میں آخری بار جلسہ پر لندن تشریف لائیں تو ہمارے گھر کے پچھواڑے میں گیسٹ ہاؤس میں قیام پذیر تھیں۔ مَیں ملاقات کے لیے گئی اور اپنے گھر دعوت کی درخواست کی۔ فرمایا اب تو Over Booking ہو چکی ہے۔ جب واپس آنے لگیں تو فرمایا کہ ناشتہ ہو سکتا ہے۔ دوپہر اور شام کے کھانے تو Booked ہیں۔ جس دن روانگی ہے اس دن کا ناشتہ تمہاری طرف کر لوں گی۔ چنانچہ آپ ناشتہ کے لیے تشریف لائیں۔ میرا دل رکھا اور سعادت بخشی۔ ناشتہ سے واپسی کے فوراً بعد ہی ایئر پورٹ کے لیے روانگی تھی۔

اپنے ملنے جلنے والیوں کی ہر خوشی اور غمی میں شرکت فرماتیں۔ جب ہمارے بیٹے عطاء المنعم کی جاپان میں پیدائش ہوئی تو مبارکباد کا دعاؤں بھرا خط لکھا۔ اور جب جاپان سے یوکے جاتے ہوئے ربوہ قیام کے دوران منعم کو ان سے ملانے لے کر گئی تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور نقد تحفہ سے بھی نوازا۔

الغرض آپ کی ذات بے شمار خوبیوں کا مرقع تھی۔ اور جماعت کی خواتین کے لیے ایک قابلِ تقلید نمونہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر ہزاروں ہزار نعمتیں نازل فرمائے۔ اپنے پیاروں کے ساتھ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور ہمیں ان کی خوبیوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کی بے پناہ شفقتیں

(مکرمہ امۃ الشافی سیال صاحبہ)

یہ قادیان کا واقعہ ہے۔ اُس وقت میری عمر سات سال تھی۔ خاکسار اپنی نانی جان محترمہ فضل بیگم صاحبہ کے ہمراہ حضرت سیّدہ اماں جانؓ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی۔ ہم سب کا رخ اس دروازے کی طرف تھا جو حضرت سیّدہ امِّ ناصر صاحبہؓ کے گھر سے حضرت اماں جانؓ کے گھر کی طرف آتا ہے۔ اچانک میری نظر پڑی تو حضرت سیّدہ چھوٹی آپا نہایت دیدہ زیب لباس میں ملبوس اور بہت ہی خوبصورت زیورات سے آراستہ کھڑی ہیں۔ آپ کے چہرہ پر دلفریب مسکراہٹ تھی جو میرے دل و دماغ پر آج بھی نقش ہے۔

آپ کے مبارک وجود سے نصف صدی سے زیادہ عرصہ جماعت احمدیہ کی خواتین نے بڑا فیض پایا۔ لجنہ اماء اللہ کی تعمیر و ترقی میں جس طرح آپ نے جاں فشانی سے کام کیا ہے وہ تو سنہری تاریخ ہے۔

خاکسار چند ایک ایسے واقعات کا تذکرہ کرتی ہے۔ جن سے آپ کی مجھ پر شفقت کا خاص اظہار ہوتا ہے۔

آپ کا ایک نمایاں وصف یہ تھا کہ جب کبھی آپ کی خدمت میں عریضہ ارسال کرتی تو جلد ہی اپنی قلم مبارک سے جواب سے سرفراز فرماتی تھیں۔ اور بڑا پیارا اور حوصلہ افزا خط آتا۔

خاکسار 1960ء تا 1964ء پشاور میں رہائش پذیر تھی۔ اس عرصہ میں لجنہ اماء اللہ کے کام کرنے کی توفیق ملی۔

جن دنوں میں مَیں مردان میں تھی، میری عزیز ترین بہن مس شمیم شریف (جو اب مسز شمیم اعظم ہیں) پشاور کی صدر تھیں۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ ہماری فرمائش پر پشاور تشریف لائیں۔ ہم سب اسٹیشن پر حضرت چھوٹی آپا صاحبہ اور حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کے استقبال کے لیے پہنچے۔ یہ اپریل کا مہینہ تھا اور پشاور میں موسم بڑا خوشگوار تھا۔ اور ہم لوگ ان دونوں متبرک ہستیوں

کی آمد کی وجہ سے زیادہ ہی اس موسم سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ اور سیّدہ مہر آپا صاحبہ نے از راہِ شفقت مجھے اور میرے گھر کو بھی تھوڑی دیر کے لیے رونق بخشی۔ جو میرے لیے بہت سی برکات کا موجب ہوئی۔۔۔۔

مختلف دورہ جات کے دوران جو ایک چیز اور سامنے آئی وہ یہ تھی کہ باوجود سارے دن کے کام، جلسے، احمدی غیر احمدی خواتین سے ملاقات، یہ سب تھکا دینے والے کام ہوتے تھے۔ مگر رات کو جب میں اور شمیم آپ کے پاس جاتے تو آپ ہم سے بھی ہلکی پھلکی بات چیت فرماتیں۔ کبھی کوئی لطیفہ بھی سن لیا یا کسی اچھی غزل کا ذکر چھڑ گیا اور اچھے شعروں سے محظوظ ہوتی تھیں۔ ہلکی پھلکی باتوں میں بھی اکثر و بیشتر کچھ نہ کچھ نصائح فرماتی تھیں۔

حضرت چھوٹی آپا دوسرے کی چھوٹی سے چھوٹی خواہش کو بھی پورا فرماتی تھیں۔ پشاور سے ہم لوگ جب سالانہ اجتماع پر ربوہ آتے تو میزبانی کا حق یوں ادا فرماتیں کہ دوپہر اور رات کے کھانے کے وقت کسی ایک شہر کی لجنہ کی میز پر خود تشریف لے جاتیں اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا کرتی تھیں۔ ایک دن لجنہ پشاور کی خوش قسمتی تھی کہ ہماری باری آگئی اور سیّدہ چھوٹی آپا جان ہماری میزبان بنیں۔ خیر کھانا شروع ہوا تو میں نے نہ جانے کیسے یہ کہہ دیا کہ پشاور میں ثابت مسور نہیں ملتے اور مجھے ثابت مسور اور چاول بے حد پسند ہیں۔ اس طرح جامن بھی نہیں ملتے نہ ہی پنجاب جیسا اچھا آم ملتا ہے۔ نہ ہی اچھا سرسوں کا ساگ۔ غرض اپنے پسندیدہ کھانے کی چیزوں کی تفصیل گنوا دی۔ حالانکہ پشاور میں اور کھانے پینے کی اچھی اچھی چیزیں تھیں، بڑے عمدہ عمدہ بے شمار پھل تھے، خشک میوہ بڑا سستا ملا کرتا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں، بلکہ اب سمجھ آتی ہے کہ آپ کے اوصافِ حسنہ مجھ پر کھلنے تھے۔ اب دیکھئے "اس مادرِ مہربان" کی مہربانی کہ اسی شام میری میز پہ میرے سامنے ثابت مسور اور چاول ٹفن میں پڑے ہیں اور ساتھ پیغام ملتا ہے۔ کہ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ نے بھجوائے ہیں اور پھر یہ ایک دفعہ پہ سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ جب بھی گئی ہوں، جہاں بھی قیام ہوا۔ کبھی مسور چاول، کبھی سروں کا ساگ اور پھر گرمیوں میں تربیتی کلاس پہ لڑکیوں کے ساتھ جاتی تو طشتری میں اچھی قسم کے آم اور موٹے موٹے نرم نرم جامن پہنچ جاتے۔ یہ تھے آپ کے وہ اوصاف جو ہمارے دلوں کو موہ لیتے اور جو ہم کو اپنے اندر پیدا کرنے چاہئیں۔ جس وقت میں نے بات کی تھی میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ یوں کرم فرمائیں گی۔۔۔۔

اس کے بعد جب بھی کبھی ربوہ جاتی تو اکثر کوئی نہ کوئی مشورہ دیتیں۔ میں نیند نہ آنے کی شکایت کرتی تو فرماتیں کہ آنکھ کھل جائے تو کتاب پڑھ لیا کرو۔ ساتھ فرماتیں میں بھی ایسے ہی کرتی ہوں۔ میرے خاوند مکرم ہاشم خان درانی صاحب کی وفات پر حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ تشریف لائیں۔ اظہارِ تعزیت کے ساتھ میرا حوصلہ بڑھاتی رہیں۔ اور صبر سے حالات کا مقابلہ کرنے کی تلقین فرماتیں۔ اسی وجہ سے میری طبیعت ان دنوں بہت خراب رہنے لگ گئی تو فرمایا۔ شافی اپنے آپ کو خود حوصلہ دلاؤ۔ تم اگر یہ سمجھو کہ اس طرح بیمار رہ کر مر جاؤ گی تو یہ ناممکن ہے۔ مرنا تو تب ہی ہے جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا۔ غرض کسی نہ کسی طرح کوشش ہوتی کہ اس حادثہ کو برداشت کر جاؤں۔ سات سال قبل میرا کینسر کا آپریشن ہوا۔ اگلے سال میں قادیان جلسہ سالانہ پر چلی گئی تو محترمہ جنرل سیکرٹری صاحبہ لجنہ پاکستان (صفیہ گورایہ) صاحبہ میرے پاس تشریف لائیں۔ اور مجھ سے طبیعت پوچھی اور بتایا کہ حضرت چھوٹی آپا فرماتی ہیں کہ شافی کو نہیں آنا چاہیے تھا۔ اور ساتھ ہی کہا کہ آپ زیادہ دیر بیٹھیں نہیں، لیٹ کر کارروائی سنتی رہیں۔ بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے فضل کیا، میں ٹھیک ہوئی اور آپ سے ملنے ربوہ حاضر ہوئی۔ تو بڑی محبت بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھا جس میں ممتا بھری ہوئی تھی اور خود ہی فرمایا۔ ماشاء اللہ اچھی ہو۔ وہ ماں کی ممتا والی محبت بھری نگاہیں آج بھی یاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند سے بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین اللھم آمین

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 143 تا 145)

پیاری حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ

(مکرمہ امۃ النصیر قریشی صاحبہ)

1968ء میں پہلی بار قرآنِ کریم پڑھنے کی غرض سے حاضر ہوئی۔ میں برآمدہ میں جا کر بیٹھ گئی آپ کچھ لکھنے میں مصروف تھیں۔ فارغ ہو کر شفقت سے فرمایا کہ آؤ بچی کہو کیسے آئی ہو۔ قرآنِ کریم ختم ہونے پر خود ہی آمین بھی کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کے لیے لے گئیں۔ اس کے بعد جب تاریخِ لجنہ آپ نے لکھنی شروع کی تو لڑکیوں کا ایک گروپ آپ کے ساتھ کام کرتا تھا۔ جس میں مجھے بھی کام کرنے کی توفیق ملی۔ مجھے یاد ہے آپ کے قصرِ خلافت والے گھر کی پچھلی طرف آپ کی لائبریری میں بیٹھ کر ہم کام کرتے تھے۔ ہماری انچارج محترمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ تھیں۔ ہم الفضل اور مصباح کے پرانے فائلوں سے حوالے نوٹ کرتے تھے۔ اکثر کئی گھنٹے کام میں گزر جاتے۔ بعض اوقات کھانا بھی آپ کے ہاں ہی کھاتے۔ انتہائی شفقت کے ساتھ ہمیں اپنے ساتھ میز پر بٹھاتیں۔ وہ خوشگوار دن ابھی بھی آنکھوں کے سامنے پھرتے ہیں۔ جیسے وہ اپنا ہی گھر تھا۔

ایک خواب میں نے شادی سے چند سال قبل دیکھا کہ مجھے فرماتی ہیں کہ "ہم تمہیں افریقہ بھجوا رہے ہیں"۔

1972ء میں شادی کے بعد کام میں تعطل آگیا۔ بچے چھوٹے تھے جس کی وجہ سے کام نہ کر سکی۔ اس دوران اکثر گھر پر ملاقات کے لیے حاضر ہو جاتی۔ 1980ء میں خاکسار کے میاں نائیجیریا بطور مبلغ سلسلہ گئے تو 1984ء میں واپس آئے اور 1985ء میں ہمیں ساتھ لے کر گئے۔ میرے جانے سے پہلے مجھے دو دفعہ چائے پر بلایا اور نصائح فرمائیں۔ فرمایا کہ مجھے خط لکھتی رہنا۔ اور فرمایا کہ میرا ابھی پروگرام بن رہا ہے نائیجیریا اور غانا کے دورے کا۔ جب حضور کی طرف سے منظوری آجائے گی تو پھر بتاؤں گی۔ نائجیریا سے میں باقاعدہ خط لکھتی رہی۔ ساری گھر کی باتیں سب کی خیر خبر سب کچھ بتاتی تھی۔ جیسے ایک ماں اپنی بیٹی کے ساتھ شیئر کرتی ہے۔ یہ خط میرے پاس اب بھی محفوظ ہیں۔ ایک

شفیق ماں کے خط مجھے آپ کی یاد دلاتے رہتے ہیں۔ عمومی باتوں کے علاوہ اپنے گھر کی باتیں بھی مجھے لکھ دیتی تھیں۔ اور لجنہ کے کاموں کے بارے میں ہدایات دیتیں تھیں۔

ایک دوسرا خواب اس وقت دیکھا۔ مجھے خواب میں فرماتی ہیں کہ "میں نائیجیریا اور گھانا کے دورے پر جارہی ہوں تم میرے ساتھ چلو گی؟"

نائیجیریا آنے سے کچھ عرصہ پہلے مجھے خط میں تحریر فرمایا کہ میں نے حضور کی خدمت میں اجازت کے لیے لکھا ہے۔ آپ کی منظوری آنے پر میں آؤں گی۔ ماں کا تعلق الگ اور اطاعت امام اپنی جگہ تھی۔

پھر 1987ء میں آپ نائیجیریا تشریف لائیں انتہائی یادگار دن تھے وہ۔ میرے میاں قائم مقام امیر تھے آپ کا قیام میرے ہی گھر پر تھا۔ آپ کی رہائش اور کھانے کی تمام ذمہ داری مجھ پر تھی۔ پھر لجنہ کے دورہ جات کے دوران جہاں تشریف لے جاتیں مجھے از راہِ شفقت ساتھ لے جاتیں۔ اور اپنے ساتھ بٹھاتیں۔ نائیجیریا کے دورہ کے بعد غانا تشریف لے گئیں۔ غانا کے سفر کے لیے جماعتی نمائندہ کے طور پر خاکسار کے میاں آپ کے ساتھ گئے اور آپ کے قیام کے دوران وہیں رہے اور وہاں سے آپ لنڈن تشریف لے گئیں۔

جب میں نائیجیریا سے 1988ء میں واپس آئی تو اس سے چند دن پہلے میرے ابا جان محترم ملک مبارک احمد صاحب کی وفات ہو چکی تھی۔ آپ کو اطلاع بجھوائی تو اگلے ہی دن تشریف لائیں اور ابا جان کی تعزیت کی۔ پھر اس کے بعد جب دفتر حاضر ہوئی تو فرمایا کہ میرے ساتھ تاریخ کا کام کرو۔ اسی دن کام شروع کر دیا۔ اتنے پیار اور شفقت سے کام لیتی تھیں کہ دفتر آکر میں سب کچھ بھول جاتی اور گھر جانے کو دل نہ کرتا تھا۔ بڑے پیار سے ہر کام کی رہنمائی فرماتیں۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان تھا کہ اس مشفق ہستی کے قرب میں رہنے کا موقع ملا۔ آپ کی اعلیٰ صفات میں سے ایک بے پایاں شفقت اور خدمتِ دین کے لیے ہمہ وقت مصروف رہنا۔ کبھی کسی غلطی پر ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔ اس رنگ میں نصیحت فرماتیں کہ دل میں وہ بات گھر کر جاتی۔

ہر چھوٹے بڑے کی خوشی اور غمی میں ہمیشہ شامل ہوتیں۔ ربوہ میں کسی کے ہاں وفات ہو جاتی تو ضرور تشریف لے جاتیں۔ اس وقت آبادی زیادہ نہ تھی اور فاصلے بھی زیادہ نہیں لگتے تھے۔ قریب کے گھروں میں پیدل تشریف لے جاتیں۔ ایک دفعہ خاکسار بیمار ہو گئی تو دعا کے لیے

آپ کی خدمت میں خط لکھا تو جواب میں تحریر فرمایا کہ میں فلاں مجبوری کی وجہ سے تمہارا حال پوچھنے نہیں آ سکی۔ کئی دن تک یہی سوچتی رہی کہ کہاں میں اور کہاں آپ کا بیمار پرسی کے لیے آنے کا ارادہ رکھنا۔ بہت عظیم تھیں وہ، عظیم اخلاق کی مالک تھیں اور حقیقت میں اس وقت کی لجنہ کی تربیت اور رہنمائی کے لیے عظیم نمونہ تھیں۔ اللہ کرے کہ جس رنگ میں وہ لجنہ کی تربیت کرنا چاہتی تھیں ان کی خواہشات کو پورا کرنے والی ہم بنیں۔ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ ان کے نیک اسوہ پر عمل کرنے والی بنائے۔

اسی طرح شادیوں میں بھی تشریف لے جاتیں۔ میری بچی کی آمین کے موقع پر از راہِ شفقت میرے معمولی سے گھر کو رونق بخشی۔

عمدہ اور باپردہ لباس زیب تن فرماتیں۔ صدر لجنہ کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ گھریلو ذمہ داریاں بھی احسن طریق پر ادا کیں۔ مختلف قسم کے کھانے خود تیار کرنے، اچار، چٹنیاں خود تیار کروا کے گھر میں رکھتیں۔ سلائی کڑھائی والے خوبصورت جوڑے تیار کرتیں۔

کس کس بات کو یاد کروں۔ آپ کی یادیں تو میری تیس سالہ زندگی پر محیط ہیں۔ مجھے حقیقی ماں سے بڑھ کر پیار دیا۔

آپ نے جب بیماری کی وجہ سے دفتر آنا چھوڑا تو یوں محسوس ہوا کہ دفتر کی رونقیں یکدم ماند پڑ گئی ہیں۔ کبھی کبھی جب ملاقات کے لیے جاتی تو آپ کو بستر پر پڑے دیکھ کر دل بے اختیار بھر آتا۔ دن رات دعاؤں میں گزر جاتا کہ یا اللہ ہماری زندگی بھی آپ کو لگ جائے۔

کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ یہ عظیم ہستی بھی ہم سے جدا ہو جائے گی اور یوں ہم آپ کے سایہ شفقت سے محروم ہو جائیں گے۔ لیکن خدا کو جو منظور تھا وہی ہوا۔ اسی کی رضا پر راضی ہیں، وہ ہمیں پیاری تھیں لیکن آپ سے بڑھ کر پیارے وجود بھی تو اس دنیا سے گزر گئے۔

حضرت چھوٹی آپا کی چند یادیں

(مکرمہ طاہرہ رشید الدین صاحبہ)

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کے احسانات تو بہت ہیں۔ کس کا ذکر کروں کس کو چھوڑوں۔ تاہم میری نظر میں ان کا ایک بڑا احسان مجھ پر یہ ہے کہ انہوں نے کمال شفقت سے مجھے قرآنِ مجید کا ترجمہ پڑھایا اور سینکڑوں بچیاں اور عورتیں اس سے فیضیاب ہوئیں۔ لیکن ان کی خوبی یہ تھی کہ ہر کوئی یہی محسوس کرتا تھا کہ حضرت سیّدہ کی توجہ اور محبت میرے لیے ہی خاص ہے۔ عجیب برکتوں والا آپ کا گھر تھا۔ صبح ہی صبح بچیاں قرآنِ مجید ہاتھوں میں تھامے کشاں کشاں آپ کے پاس آرہی ہیں۔ ان کے چہروں سے خوشی، طمانیت اور فخر کا اظہار ہوتا ہے کہ ہمیں ایک بڑی اور خاص ہستی سے پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔ پہلے آئیں یا بعد میں کسی ڈانٹ ڈپٹ کا کھٹکا نہیں۔ وہاں تو محبت اور شفقت ہی بٹتی تھی۔ جو بھی آئے جب بھی آئے محبت اور پیار سے پہلا سبق سنتیں اور اگلا پڑھا دیتیں۔ قریباً تین گھنٹے یہ سلسلہ جاری رہتا۔ پھر آپ دفتر تشریف لے جاتیں۔

میں نے یہ فیضِ عام دیکھا تو گو پہلے کچھ پڑھ چکی تھی۔ خیال آیا کہ اس بہتی گنگا سے ہم کیوں فیض یاب نہ ہوں۔ تصحیح ہوگی، ترجمہ پڑھوں گی اور پھر ایک مقدس ہستی سے برکتیں حاصل ہوں گی۔ محلّہ کی ایک دو عورتوں کے ساتھ پڑھنے کے لیے درخواست پیش کی جو منظور ہوگئی۔ یوں مجھے آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ بڑی توجہ اور پیار سے پڑھاتیں۔ ان کی محبت اور بے پایاں شفقت میرے لیے بڑھتی ہی گئی۔ اور میں اس شفقت میں ایک رنگ کی دوستی اور بے تکلفی محسوس کرنے لگی۔ محسن وجود تھا۔ قرآنِ مجید ختم کرنے کے بعد بھی ان کی نوازشات جاری رہیں۔ کئی مرتبہ تشریف لاکر ہمارے گھر کو برکت بخشی۔ مجھے کبھی حاضر ہوئے دیر ہوتی تو پیغام بھجوا کر بلا لیتیں۔ بیسیوں مرتبہ اپنے ساتھ کھانا کھانے کا شرف بخشا۔ سندھ سے آم کی فصل آتی تو یاد فرماتیں۔ عید پر قربانی کا گوشت بھجواتیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میں مسجد اقصیٰ میں جمعہ کی ادائیگی کے

بعد باہر نکلتی تو آپ موٹر میں تشریف فرما ہوتیں۔ مجھے اشارہ سے بلا کر فرماتیں موٹر میں بیٹھ جاؤ۔ مجھے گھر چھوڑ کر پھر اپنے گھر تشریف لے جاتیں۔ میں آپ کی نوازشات اور شفقت سے شرمندہ ہوتی۔ دل چاہتا اور بہت چاہتا کہ ہمیں بھی آپ کی خدمت کا کوئی موقع ملے لیکن کوشش کے باوجود کم ہی مواقع میسر آئے۔ ایک دفعہ آپ کی آنکھوں میں پانی آنا شروع ہو گیا۔ ہمارے گھروں میں اس کے لیے سونف، خشخاش، بادام، ناریل، چار مغز، الائچی، مصری پر مشتمل ایک نسخہ استعمال ہوتا تھا، میں یہ تیار کر کے لے گئی۔ میرے اصرار پر رکھ لیا۔ کچھ عرصہ بعد فرمایا کہ مجھے بہت فائدہ ہوا ہے لیکن آئندہ کے لیے ایسا کریں میں اشیا خرید دوں گی آپ تیار کر دیا کریں۔

حضرت سیّدہ کی باتیں بڑی پُر حکمت اور مفید ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ بچیوں کی تربیت کا ذکر چھِڑا تو فرمایا کہ بچوں کی عمر میں پندرہ سے بیس سال تک کا عرصہ بہت ہی نازک ہوتا ہے ان میں اپنی مرضی کرنے کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ تربیت کے سلسلہ میں ماں باپ کے لیے یہ جہاد کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس وقت تحمل اور حکمت سے بچوں کو نیک باتوں اور اچھے اخلاق پر مستحکم کرنے کی پوری کوشش کریں۔

جب کبھی میں کوئی تحفہ لے کر گئی تو فرماتیں تمہیں کیا ضرورت ہے تحفہ لانے کی تم یہ تکلیف نہ کیا کرو۔ جبکہ خود آپ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ ہر موقعہ پر تحفہ عنایت فرماتیں تھیں۔ میری بیٹی کے ہاں بچی پیدا ہوئی تو ایک دن عصر کے بعد میں گھر کی اندرونی چاردیواری سے باہر نکلی تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ بیرونی گیٹ سے اکیلے ہی اندر چلی آرہی ہیں۔ میں حیران ہوئی کہ اکیلے ہی تشریف لا رہی ہیں کسی کو ساتھ لیا ہوتا۔ فرمایا کہ میں فرخ کو ساتھ لائی تھی، گیٹ پر آکر اسے واپس بھجوا دیا اور کہا کہ تم جاؤ اب میں خود ہی واپس گھر آجاؤں گی۔ تمہیں دوبارہ آنے کی ضرورت نہیں۔ اندر آکر عزیزہ کے پاس ہی ایک تخت پر بیٹھ گئیں۔ بچی کو تحفہ اور دعاؤں سے نوازا۔ نومولود کی حفاظت اور پرورش کے سلسلہ میں ہدایات دیں۔ دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ شفقت کا کیا کریمانہ انداز تھا۔ ان کی صحت کے زمانہ میں ہمارے جن بچوں کی شادیاں ہوئیں سب میں شمولیت کا شرف بخشا۔ عزیزہ بشریٰ کے رخصتانہ کی تاریخ مقرر ہوئی تو انہیں دنوں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک شادی لاہور میں ہو رہی تھی اس میں آپ نے شامل ہونا تھا۔ شادی کی تاریخ سے چند دن قبل ہمارے ہاں تشریف لائیں، فرمایا میں نے سوچا مقررہ تاریخ پر تو میں یہاں نہیں ہوں گی آج

ہی بچی کو مل آؤں۔ کافی دیر تشریف فرما کر برکت بخشی۔ بچی کو سلامی دی اور ڈھیر ساری دعائیں۔ شادی کے بعد ہماری یہ بچی شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاء الدین میں اپنے خاوند کے ساتھ مقیم تھی۔ ایک دفعہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ راولپنڈی جاتے ہوئے مِل میں محترمہ فضیلت بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری انیس احمد صاحب صدر لجنہ ضلع کے ہاں کچھ دیر کے لیے ٹھہریں۔ آپ نے کمال شفقت سے عزیزہ بشریٰ کے بارہ میں دریافت کیا اور فرمایا کہ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ابھی پیغام بھیج کر اسے یہاں بلا لیتے ہیں۔ فرمایا اسے بلانا نہیں میں خود اس کے گھر جا کر ملوں گی۔ چنانچہ انہیں ساتھ لے کر عزیزہ کے ہاں تشریف لے گئیں۔

ایک دن میں آپ کے ہاں گئی کافی دیر باتیں کرتی رہی، پھر فرمایا طاہرہ ذرا باہر آؤ۔ مجھے اپنے ساتھ ایک لیموں کے پودے کے پاس لے گئیں، جس پر بہت سارے لیموں لگے ہوئے تھے۔ فرمایا یہ پودا کیسا خوشنما ہے۔ میں آپ کو لیموں توڑ کر دیتی ہوں، جاتے ہوئے یہ اپنے گھر لے جانا۔ میں نے کہا آپ کے ہاتھوں میں کانٹے لگ جائیں گے میں خود توڑ لیتی ہوں۔ فرمایا نہیں میں اپنے ہاتھ سے توڑ کر دوں گی۔ چنانچہ تکلیف کے باوجود خود توڑ کر عنایت فرمائے۔

ایک روز بچیوں کی شادی کے بارہ میں بات چل پڑی تو فرمایا کہ لوگ بچیوں کی شادی میں دیر کر دیتے ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ جب بچی دسویں جماعت میں پہنچے تو اس کی شادی کے بارہ میں سوچنا شروع کر دیں۔ میٹرک کے بعد سے ایف۔ اے تک بچی کی شادی ہو جانی چاہیے۔ اگر اس وقت تک نہ ہو سکے تو بی۔ اے تک تو ضرور ہو جانی چاہیے۔ محض تعلیم کی خاطر شادی کو مؤخر کرنا کسی لحاظ سے بھی درست نہیں اس سے پھر مسائل پیدا ہوتے ہیں اور بچیوں کی شادی میں مشکلات پیش آتی ہیں۔

آپ کا ایک خاص وصف میں نے یہ دیکھا کہ غریب بچیوں کا سہارا بنتیں، انہیں گھر میں رکھ کر ان کی تربیت کرتیں، تعلیم دلواتیں اور ان کے سارے اخراجات خود برداشت کرتیں، پھر ان کی شادیاں کرواتیں۔ ان کے جہیز اپنے ہاتھ سے تیار کرتیں۔ انہیں ایک ماں کی محبت ملتی۔ ایسی بچیوں میں بعض یتیم بھی ہوتیں اور ایک وقت میں کئی جمع ہو جاتیں۔ ایک دفعہ باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ ان بچیوں کی مجھ پر بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔ کام کاج کے لیے پیسے دے کر کسی کو رکھ لینا بڑی آسان بات ہے لیکن ان بچیوں کا میرے دماغ پر بوجھ ہوتا ہے ان کی تربیت کے سلسلہ میں پریشان رہتی ہوں۔

مجھے آپ کی بیماری کے دوران بھی حاضر ہونے کا موقع ملتا رہا۔ آپ نے کمال حوصلہ اور

صبر سے بیماری کا مقابلہ کیا۔ آپ کی بیٹی محترمہ امۃ المتین صاحبہ کی ہمت قابلِ داد ہے کہ انہوں نے اس لمبے عرصہ میں والدہ کی خدمت کا حق ادا کیا۔ میں جاتی تو کبھی مجھے بھی کسی خدمت کی سعادت حاصل ہو جاتی۔ اس حالت میں بھی شفقت کا یہ حال تھا کہ جب آپ کے لیے کھانا آتا تو اصرار ہوتا کہ اس کے لیے بھی پلیٹ لاؤ۔ جب بیماری مزید بڑھی اور بولنا مشکل ہو گیا تو یہی پیغام اشاروں سے دیتیں۔ کیا ہی پیارا وجود تھا جس سے ہم محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے، یوں لگتا ہے یہ وقت بہت جلد گزر گیا۔

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 157 تا 159)

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا

(مکرمہ مبشرہ اسماعیل صاحبہ)

خاکسار لجنہ اماء اللہ ربوہ کی سیکرٹری صحتِ جسمانی تھی۔ لجنہ اماء اللہ ربوہ کی کھیلیں منعقد کرائیں۔ اس دوران میں میری حضرت چھوٹی آپا صاحبہ سے دو ملاقاتیں ہوئیں۔ انہی ملاقاتوں میں آپ نے مجھے اپنی سیکرٹری صحتِ جسمانی بنانے کے لیے آپا ناصرہ بیگم صاحبہ کو ارشاد فرمایا۔ خاکسار گھبرا کر چھپ گئی کہ شاید آپ مجھے بھول جائیں۔ کیونکہ میری عمر بیس یا اکیس سال کی ہوگی۔ مرکز میں تمام سیکرٹریان بڑی تھیں اور لجنہ ربوہ کی سیکرٹریان خاکسار کی ہم عمر ہی تھیں اس لیے فطری طور پر وہاں میرا دل لگا ہوا تھا۔ آپ سے تیسری ملاقات حلقہ جات ربوہ کی تقریب تقسیمِ انعامات میں ہوئی۔

حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ "ناصرہ بیگم اسے میں نے اپنی سیکرٹری صحتِ جسمانی بنالیا ہے آپ اسے مقامی کے عہدہ سے فارغ کر دیں"۔

آپا ناصرہ بیگم صاحبہ ہلکے گلابی گال اور مسکراتے ہوئے لب و لہجہ میں تھوڑی سی ہچکچاہٹ اور تھوڑا لاڈ کے ساتھ فرمانے لگیں کہ "چھوٹی آپا! مَیں جسے بھی train کرتی ہوں مرکز اسے لے لیتا ہے"۔ آپ نے فرمایا کہ "ناصرہ بیگم آپ کے پاس Man Power ہے آپ کا کام train کرنا ہے اور مرکز جسے چاہے لے لے"۔ آپا ناصرہ بیگم صاحبہ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ "ٹھیک ہے مگر اس کے پاس دو کام ہیں۔ شعبہ کیسٹ خطبہ جات کی بھی یہ انچارج ہے۔ اسے اتنی اجازت دے دیں کہ خطبہ جات کیسٹ کے لیے کسی کو train کر دے اور تب تک یہ کام یہ کرتی رہے"۔ چنانچہ چھوٹی آپا نے فرمایا کہ "ٹھیک ہے"۔

خاکسار حسبِ ہدایت چند ماہ تک یہ کام کرتی رہی۔ غالباً اکتوبر 1992ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے منظور عطا فرمائی اور میں مجلس عاملہ کی ممبر بن گئی۔

جب خاکسار کی والدہ کو اس کا علم ہوا تھا کہ چھوٹی آپا مجھے اپنی عاملہ میں لے رہی ہیں انہوں

نے گھبرا کر آپ کو فون کیا کہ اس کی عمر چھوٹی ہے کام کا تجربہ نہیں۔ دس روپے یہ سنبھال نہیں سکتی آپ کا نقصان نہ کر دے۔ اتنی بڑی ذمہ دار کیسے اٹھا سکتی ہے؟ اس پر چھوٹی آپا نے فرمایا" آپ فکر نہ کریں میں خود اسے چلنا سکھاؤں گی۔ آپ دیکھیں گی یہ دوڑنے لگے گی"۔ چنانچہ میرے والد صاحب کو جب امّی کے فون کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو اور حضرت مصلح موعودؓ کی بیوی نے منتخب کیا ہے تو انکار مناسب نہیں۔ دیکھو یہ کس عظیم ہستی کے بابرکت سایہ کے نیچے رہے گی۔

چنانچہ اس طرح مرکز میں میرے کام کا آغاز ہوا۔ سیکرٹری بنتے ہی کھیلیں سر پر تھیں۔ اتنا بڑا انتظام، سخت پریشانی تھی (باجی صفیہ عزیز جو ان دنوں جنرل سیکرٹری تھیں نے کام سمجھانے اور کروانے میں میری خاصی مدد کی۔ **فجزاھا اللہ احسن الجزاء**)

کام کا آغاز ہوا تو ایک دن چھوٹی آپا نے مجھے بلایا۔ آپ خط لکھ رہی تھیں فرمایا" رہائش گاہ کی ناظمہ میں نے مقرر کر دی ہے۔ یہ خط ان کو بھجوا دو اور یہ یاد رکھنا رہائش گاہ کے کاموں سے تمہارا کچھ تعلق نہیں اور ان کا گراؤنڈ کے کاموں سے کچھ تعلق نہیں۔ تم دونوں ڈائریکٹ صدر لجنہ کے ماتحت کام کر کے رپورٹ دو گی۔ آئندہ بھی کام شروع ہوتے ہی رہائش گاہ ناظمہ کا خط مجھ سے لکھوا کر بھجوا دیا کرنا"۔

پہلی کھیلوں پر خاکسار سے کافی غلطیاں ہوئیں اتنے وسیع کام کا تجربہ نہ تھا۔ میں نے معذرت کی کہ غلطی ہو گئی۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ "غلطی نہیں اغلاط"۔ اور فرمایا" کھیلوں کے بعد اپنی Red Book میرے پاس لے کر آؤ"۔ جب آپ کے پاس حاضر ہوئی تو آپ نے مجھے سمجھایا کہ "دورانِ کھیل یہ تمہارے ہاتھ میں ہو۔ ساتھ ساتھ چھوٹی سے چھوٹی غلطی بھی لکھتی جاؤ۔ نیز کھیل کا بجٹ بنانا۔ کس مد میں کتنا خرچہ ہو گا یہ بنانا بتایا۔ ہر چیز ہمارے پاس اندازے سے کچھ زیادہ ہونی چاہیے۔ اور کسی سے کھیل کا سامان نہیں مانگنا جو ضرورت ہے وہ لسٹ بنا کر خرید لو"۔ نیز فرمایا کہ "سیکرٹری صحتِ جسمانی کو Starting Point پر نہیں ہونا چاہیے۔ وہاں کسی اور کو مقرر کرنا چاہیے۔ سیکرٹری ہر کام کی نگرانی کرے کہ صحیح طور پر ہو رہا ہے یا نہیں۔ شعبہ جات کی ورکرز کو چیک کرو کہ وہ کیا کر رہی ہیں"۔

ایک انتہائی اہم بات جو سمجھائی کہ کھیل کے آغاز ہی سے ایک پروگرام تمہارے ہاتھ میں

ہو وہاں لکھے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ وقت نوٹ کرو کہ تم اس کے مطابق جا رہی ہو یا پیچھے ہو۔ اگر آگے ہو یا برابر ہو تو ٹھیک ہے اگر پیچھے ہو تو پھر فکر کی بات ہے۔ ان سے میں نے بہت فائدہ اٹھایا۔ نیز فرمایا کہ اب جو غلطیاں ہوئی ہیں سارا سال ان کی اصلاح کے لیے اسکیم بناؤ اور آئندہ سال وہ نہ ہوں۔ چھ سال مجھے آپ کے زیرِ سایہ کام کا موقع ملا۔ بہت قریب سے آپ کو دیکھا۔ انتہائی نرم دل، شفیق مادر مہربان تھیں۔ باوقار سراپا اور باوقار اندازِ گفتگو۔ کھیلوں، MTA کی ریکارڈنگز اور تربیتی کلاسز کے لیے دیر تک کام کرنا ہوتا تھا۔ آپ کی طرف سے کھانے کی ٹرے اور پھل وغیرہ آجاتے ہم خوب لطف اندوز ہوتے۔ ڈراز (draws) نکلوانے کے لیے عموماً رات گیارہ بجے آپ کے گھر جاتی آپ نے کبھی نہیں کہا کہ اتنی رات کو کسی اور سے نکلوالو۔ آپ جاگ رہی ہوتیں۔ ایک ٹرالی کھانے پینے کی چیزوں سے سجی، گرم گرم چائے ساتھ ہوتی۔ آپ فرماتیں پہلے تم لوگ کچھ کھالو پھر ڈراز نکالتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ تک یہ بات پہنچی کہ بعض لجنات ڈراز پر اعتراض کرتی ہیں کہ ڈراز نکالتے وقت بے ایمانی ہوتی ہے۔ آپ نے مجھے فون کیا کہ ہر مجلس کی نمائندہ کھلاڑی لجنہ اور نگران ان کو بھی ساتھ لاؤ۔ چنانچہ سب چلے گئے تو آپ نے فرمایا کہ "مجھے اطلاع ملی ہے کہ کھلاڑیوں کو ڈراز پر اعتراض ہے کہ دیانتداری سے نہیں نکالے جاتے۔ اب دیکھ لیں ڈراز مریم صدیقہ نکالتی ہے۔ بند پرچیوں میں کیا ہے؟ نہ میں جانتی ہوں اور نہ میری سیکرٹری۔ اگر آپ کو میرے اوپر یقین نہیں تو جس سے آپ چاہیں ڈراز نکلوائے جاسکتے ہیں"۔ اس پر سب بہت شرمسار ہوئیں اور معذرت کی۔ تب آپ نے ڈراز نکالے۔ لیکن مجھے کہا کہ ہر سال ان کے سامنے ڈراز نکلیں گے۔

آپ کھیلوں کے پہلے دن کھلاڑی بچیوں سے ملنے رات کے کھانے کے وقت مجھے ساتھ لے کر رہائش گاہ تشریف لے جاتیں۔ کھانے کے بعد ان کے مسائل، اعتراضات سنتیں انتہائی بشاشت سے اور مجھے ساتھ ساتھ جواب دینے کا کہتیں، خود بھی حل تجویز فرماتیں اور قابلِ حل باتوں کا حل نکالنے کا وعدہ فرماتیں کہ تم آئندہ سال کے لیے ان کے متعلق اسکیم بناؤ۔ یہ مسائل حل ہو جائیں۔ نیز آنے والی مہمان کھلاڑیوں کے ساتھ ایک دن قبل میٹنگ ہوتی تھی۔

جب بھی لڑکیوں کو کسی کام کی وجہ سے دیر تک دفتر میں بیٹھنا پڑتا تو آپ انہیں دفتر کی گاڑی پر ان کے گھروں میں بھجواتیں۔ ایسے مواقع پر مکرم لطف الرحمٰن صاحب مرحوم (ڈرائیور لجنہ) کو ہدایت تھی کہ جب لڑکیاں گھر کے دروازے سے اندر داخل ہوں تو پھر آگے گاڑی لے کر جائیں۔

خاکسار نے غالباً 1993ء میں "قواعد و ضوابط کھیل" بنائے۔ اس میں پروفیشنل Physical Training Instructor اور میری ٹیم کی مشاورت بھی تھی۔ یہ قوانین آپ کے سامنے پیش کیے تو آپ نے فرمایا کہ "اگر اصول بنا کر عمل نہیں کرنا تو اصول نہ بناؤ۔ اب اگر مریم صدیقہ بھی سفارش کرے تو اصول نہ توڑنا"۔ خاکسار ایسی بے ادب نہ تھی کہ آپ کی سفارش رد کر دیتی۔ جو آپ سمجھانا چاہتی تھیں وہ بات سمجھ کر پلّے باندھ لی کہ اصول ہی ڈسپلن قائم کرتے ہیں۔

آپ کی رہنمائی میں کھیلوں کا معیار بلند سے بلند تر اور انتہائی منظّم ہوتا گیا انتہائی باریک بین نگاہ تھی۔ خاکسار نے چھٹے سال بھی کھیلیں منعقد کروائیں تو کھیلوں کے اگلے روز میں شعبہ مال میں حساب کتاب کر رہی تھی کہ آپ کی دفتر میں داخل ہو کر سلام کرنے کی آواز آئی۔ ساتھ ہی آپ نے میرا نام لیا کہ مبشرہ اسماعیل آگئی ہے۔ میں آواز سن کر گیلری میں آئی تو آپ ادھر ہی تشریف لا رہی تھیں۔ اپنے دائیں ہاتھ کو کمر کے پیچھے کیا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ کل بہت دل چاہا کہ سب کے سامنے تمہیں تحفہ دوں مگر تحفہ چھوٹا تھا اس لیے سوچا صبح آفس میں دوں گی۔ آپ نے ہاتھ آگے کیا تو ایک خوبصورت ٹرے آپ کے ہاتھ میں تھی وہ تحفتہً مجھے دی، میں نے شکریہ ادا کیا آپ نے مجھے پیار کیا اور فرمایا کہ اتنے سالوں میں پہلی مرتبہ ہے کہ میری صحتِ جسمانی کی سیکرٹری تبدیل نہیں ہوئی اور تم نے انتہائی منظّم کھیلیں کروائیں۔ مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ آپ کا دیا ہوا تحفہ میری نسلوں کے لیے بھی انمول ہے۔

خاکسار اور آپ کے درمیان کوئی Generation Gap نہ تھا۔ میں آپ سے آرام سے ہر بات کر لیتی تھی۔ ذاتی زندگی کے لیے مشورہ بھی لے لیتی تھی۔ آپ آرام سے بات سن کر حل تجویز فرما دیتیں۔

اصول کے مطابق اگر کسی کھلاڑی سے کوئی ایسی غلطی ہو جاتی جس پر سزا ضروری ہو تو آپ سزا ضرور دیتیں۔ ایک دفعہ ایک کھلاڑی لڑکی نے ڈسکس تھرو کی تھالی گھما کر پھینک دی جس کی وجہ سے تماشائیوں میں بیٹھی ایک لڑکی زخمی ہو گئی۔ دو دن .I.C.U میں داخل رہی۔ اس پر آپ نے اس کھلاڑی کو بطور سزا کھیلنے کی اجازت نہ دی۔

ایک سال ہال کے شیڈ کے باہر بڑی مکھیوں کا چھتہ لگا ہوا تھا۔ انتظامات کرتے ہوئی کسی کا ادھر دھیان نہ گیا۔ پہلے دن کھیلوں کے افتتاح کے بعد ایک کھلاڑی لڑکی نے شرارت سے اس میں

پتھر ماردیا۔ ایک دم مکھیوں کا طوفان سارے گراؤنڈ میں پھیل گیا۔ قریب سے گزرنے والی ایک لڑکی کو بہت مکھیوں نے کاٹا۔ اس صورتحال میں میرے تو اوسان خطا ہوگئے کہ اب کیا کریں؟ بہرحال لڑکیوں کو سب کو کہا کہ زمین پر لیٹ جائیں اور سر دوپٹے سے ڈھک لیں۔ افراتفری کا عالم ہوگیا، آپ کی سخت فکر ہورہی تھی۔ آپ کے پاس آئی کہ آپ کو اندر دفتر میں لے جاؤں۔ آپ نے فرمایا "ساری عمارت کے دروازے کھلواؤ، کوارٹرز کے بھی تاکہ لوگ وہاں پناہ لے سکیں، میں ٹھیک ہوں"۔ میری ساری ٹیم لوگوں کی رہنمائی کرتی رہی کہ ہال، دفتر یا کوارٹرز میں جائیں۔ اس کے بعد خاکسار آپ کو دفتر میں لے کر گئی۔ آپ نے فرمایا" تحقیق کرو کس کا قصور ہے؟ کس نے شرارت کی؟" اس صورتحال کو قابو کرنے میں تین گھنٹے لگے۔ اس کے بعد کھیلیں شروع ہوئیں آخر وہ کھلاڑی بھی پکڑلی گئی جس نے شرارت کی تھی۔ آپ نے اسے سزادی کہ اس کی تمام کھیلیں کینسل کردیں۔ جن بچیوں کو زیادہ کاٹا تھا مکھیوں نے ان کو ہسپتال بھجوایا گیا، آپ بار بار ان کا حال دریافت فرماتیں۔ خاکسار کو ہدایت دی کی آئندہ ہمیشہ عمارت اور درخت چیک کروالیا کرو اور سدِّباب پہلے ہوجائے تو اچھا ہے۔

ایک سال کھیلوں پر شدید دھند بارش تھی۔ آپ نے اعتکاف بیٹھے ہوئے مردو خواتین کو دعا کے لیے خط لکھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو دعائیہ فیکس بھجوائی۔ حضورؒ کی طرف سے جو جواب آیا غالباً ان الفاظ میں تھا کہ "اگر اللہ کی رحمت برس رہی ہے تو میں اسے کیسے روک دوں؟" آپ نے مجھے بلایا اور مسکراتے ہوئے یہ جواب بتایا اور فرمایا کہ اب ایسے موسم میں ہی کھیلیں ہوں گی۔ اُس سال بارش ہی میں کھیلیں منعقد ہوئیں۔

ایک مرتبہ لجنہ اماء اللہ ربوہ کے اجتماع میں مَیں آپ کے پاؤں کے نیچے چوکی رکھنے لگی، دوسری طرف سے ایک اور عورت نے اچانک اسے پکڑ لیا۔ لکڑی کی وزنی چوکی آپ کے پاؤں پر گر گئی۔ آپ کو بہت سخت تکلیف پہنچی۔ آپ کے منہ سے ہلکی سی "سی" کی آواز نکلی۔ میں سخت شرمندہ ہوئی کہ آپ کو چوٹ لگی ہے۔ آپ نے خاکسار کو فرمایا تم کیوں شرمندہ ہوتی ہو۔ غلطی اس عورت کی تھی تمہاری نہیں تھی۔

مجھے پتّہ میں تکلیف کی وجہ سے آپریشن تجویز کیا گیا تو آپریشن سے قبل میرا حال پوچھنے میرے گھر تشریف لائیں۔ 1994ء میں میرا پتّہ کا آپریشن ہوا۔ دوران آپریشن کچھ پیچید گی

ہو جانے کی وجہ سے دورانیہ لمبا ہو گیا۔ آپ ہسپتال فون کر کے میرا حال پوچھتی رہیں۔ I.C.U. کی نرسز نے بتایا کہ آپ بہت خوش قسمت ہیں۔ چھوٹی آپا جیسی عظیم ہستی بار بار آپ کا حال پوچھ رہی تھیں۔ آپ ہسپتال بھی تشریف لائیں اور میرے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دعا کرتی رہیں۔ جب گھر شفٹ ہو گئی تب بھی آپ فون کر کے حال پوچھتی رہتیں، حوصلہ دیتیں۔ اس سال کی کھیلوں پر آپ نے میرا بہت خیال رکھا۔

خاکسار کی خالہ کی وفات ہوئی۔ آپ تعزیت کے لیے تشریف لائیں۔ خاکسار کے بھانجے بھانجیوں کی آمین پر ہمیشہ تشریف لائیں۔ ایک دفعہ خاکسار نے بُلاوا دیا تو مسکرا کر فرمایا کیا میرے بغیر آمین نہیں ہو سکتی؟ میں نے عرض کیا آپ کے بابرکت وجود کے بغیر مزہ نہیں آئے گا۔ بچے بھی آپ کا انتظار کرتے ہیں، خوش ہوتے ہیں۔ اس پر ہنس پڑیں۔

میرے چھوٹے بھائی کا داخلہ شاہنواز ٹریننگ میں ہونا تھا۔ میرے والد صاحب نے کہا کہ اگر حضرت چھوٹی آپا کا سفارشی خط ہو تو کام آسان ہو جائے۔ میں نے آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فوراً خط لکھ کر دیا۔ اس سے اس کا داخلہ آسانی سے ہو گیا۔

کھیلوں کے بعد عموماً ورکرز کو ایک چائے کی دعوت دی جاتی تھی۔ خاکسار نے آپ کی اجازت سے اپنے دستخط کر کے ورکرز کو بلانے کا سرکلر بھجوایا۔ لیکن آپ کو دعوت نامہ نہ بھجوایا کیونکہ میرے خیال میں تو آپ نے آنا ہی تھا۔ دعوت والے دن آفس کا وقت ختم ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کیا سب انتظامات ہو گئے ہیں؟ خاکسار نے عرض کیا جی۔ آپ نے فرمایا کہ "مَیں نے تو شام کو نہیں آنانا؟" میں حیران ہو گئی۔ عرض کیا آپ کے بغیر دعوت کیسے ہو گی؟ آپ نے فرمایا سرکلر دعوت تمہارے دستخط سے گیا ہے۔ بے شک میری اجازت سے گیا ہے لیکن مجھے بھی اطلاع آنی چاہیے تھی۔ میں نے سخت شرمندگی کے ساتھ معذرت کی اور کہا کہ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی کہ آپ کے بغیر دعوت ہو۔ آپ نے فرمایا اچھا میں آجاؤں گی اور گھر تشریف لے گئیں۔ آپ کے پیچھے پیچھے میں نے معذرت نامہ گھر بھجوا دیا۔ آپ شام کو تشریف لائیں تو مسکرا کر فرمایا کہ خط کیوں بھجوا دیا، تمہارا زبان سے کہنا ہی کافی تھا۔ آپ نے انتہائی محبت اور نرمی کے ساتھ اصلاح فرما دی۔

تربیتی کلاس طالبات میٹرک پر میری کھانا کھلانے کی ڈیوٹی تھی۔ ہر روز ہی دو پہر کو شدید گرم لُو چلتی تھی۔ شامیانے کے نیچے ہی صفوں پر کھانا کھلایا جاتا تھا۔ ایک دن شدید لُو کی وجہ سے اکثر طالبات نے کھانا نہ کھایا۔ خاکسار نے کمروں میں کھانا کمروں میں لے جانے کی اجازت بھی دے دی مگر تب بھی بہت ہی کم بچیوں نے کھانا کھایا۔ چونکہ ڈیپ فریزر وغیرہ نہ تھے اس لیے سالن خراب ہو گیا۔ شام کو آپ تشریف لائیں تو خاکسار نے سارا ماجرا سنایا۔ مہمانوں کی تکلیف کے خیال سے آپ کے چہرے پر بہت دکھ اور تکلیف تھی۔ آپ نے فرمایا کہ "دعا کرو اللہ تعالیٰ لجنہ کو ایسا ٹھنڈا بڑا سا ہال بنانے کی توفیق دے جہاں لیکچر بھی ہو جایا کریں۔ کھانا بھی کھلا دیا جائے۔ سرِ دست میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ ایسی عمارت بن جائے"۔ آپ نے اس دن جو دعا کی وہ خدا تعالیٰ نے بہت قریب ہو کر سنی۔ اب لجنہ اماء اللہ کے پاس ایسا ٹھنڈا ہال موجود ہے۔ کھانے کا ٹھنڈا ہال بھی ہے جہاں کھانا کھلاتے ہوئے چھوٹی آپا بے ساختہ مجھے یاد آجاتی ہیں۔ آپ کے لیے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔

آپ کا لجنہ سے جسم و روح کا تعلق تھا۔ انتہائی سادہ متبسّم چہرہ۔ آپ بچیوں سے ملنے صبح بھی آتیں اور شام کو بھی۔ جاتے ہوئے منظر بہت دلچسپ ہوتا۔ لڑکیاں آپ کو برقعہ پہنا رہی ہوتیں، کوئی بٹن بند کر رہی ہوتی، کوئی ابری پہنا رہی ہوتی، کوئی پرس پکڑ رہی ہوتی۔ آپ کسی کو منع نہیں کرتیں۔

آپ کی بیماری ہمارے لیے بہت تکلیف دہ تھی۔ آپ کی وفات ایک المناک سانحہ تھی۔ لجنہ اماء اللہ کی روحِ رواں رخصت ہو گئیں۔ یہ ہمارے لیے بہت تکلیف دہ بات تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے روحانی درجات بلند فرماتا رہے۔ آمین۔

کچھ یادوں کے جھروکوں سے

(مکرمہ فوزیہ وسیم صاحبہ)

آج مجھے اپنی والدہ محترمہ انیس شمشاد صاحبہ دختر مکرم خواجہ محمد امین بٹ صاحب مرحوم سابق امیر ضلع سیالکوٹ اور میری چھوٹی خالہ مکرمہ فوزیہ ارشد صاحبہ کی زندگی کی چند قیمتی یادیں قلم بند کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے جو نہایت پیاری ہستی حضرت امِّ متین صاحبہ کے ساتھ منسوب ہیں جن کو زیادہ ممبرات چھوٹی آپا کے نام سے جانتی ہیں۔

آپ سب سے بہت محبت اور پیار سے پیش آتیں۔ جب بھی کوئی اپنے مسائل کے بارے میں آپ کو بتاتا تو بہت غور سے سنتی تھیں اور پھر اس کی رازداری کا بھی مکمل خیال کرتیں۔ آپ کے پاس بہت زیادہ عورتیں ملنے کے لیے آتی تھیں۔ آپ تھکاوٹ کے باوجود کبھی کسی کو ملنے سے انکار نہیں کرتی تھیں۔ ایک دفعہ میری والدہ صاحبہ نے کہا کہ آپا جان! عورتیں وقت بے وقت آپ سے ملنے آجاتی ہیں۔ میں کل ہی اخبار میں آپ کے ملنے کے اوقات چھپوا دیتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ "نہیں! انیس یہ ظلم نہ کرنا۔ مجھے حضرت مصلح موعودؓ یہ ذمہ داری سونپ کر گئے ہیں اور میں یہی کام کرتے ہوئے مرنا چاہتی ہوں"۔ اپنے ساتھ کام کرنے والی معاونات کا بھی بہت خیال رکھتی تھیں۔ اور بے حد مصروفیات کے باوجود سب کی خوشی و غمی میں شامل ہونے کی پوری کوشش کرتیں۔ ایک دفعہ میری والدہ صاحبہ نے اخبار میں میری نانی مرحومہ محترمہ اقبال بیگم صاحبہ کی بیماری کی وجہ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے پڑھا تو امی سے بہت خفا ہوئیں کہ "مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا"۔ اور پھر اُن کا حال احوال پوچھتی رہیں۔ میری بڑی خالہ محترمہ بلقیس صاحبہ زوجہ ڈاکٹر مجید اللہ خان صاحب کی دو بڑی بیٹیوں ریحانہ صاحبہ اور شمسہ صاحبہ کی آمین پر خاص طور پر شرکت کے لیے تشریف لائیں۔

آپ بہت باپردہ خاتون تھیں۔ سر سے لے کر پاؤں تک برقعہ ہوتا اور چہرہ نقاب سے ڈھانپا ہوتا۔ آپ کھلا برقعہ پہنتی تھیں۔ پردے کی تمام شرائط پوری کرتیں۔ ربوہ میں کسی جگہ سے گزر رہی

ہوتیں تو آپ کا پردہ دیکھ کر دوسری عورتیں بھی اپنا پردہ ٹھیک کرنے لگ جاتیں۔ میری امی کو چھوٹی آپا کے ساتھ بہت سے جماعتی اور تبلیغی دورہ جات کی توفیق ملی۔ کئی میل تانگے پر اور کبھی پیدل بھی فاصلہ طے کرنا ہوتا تھا۔ اسی دوران ایک دفعہ حضرت مصلح موعودؓ کو یاد کر کے فرمانے لگیں کہ "حضورؓ فرماتے تھے کہ عورتوں کو گھر سے اکیلے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ کوئی بڑا لڑکا نہیں ہے تو کسی چھوٹے بچے کو ہی ساتھ لے لو اور کچھ نہیں تو ضرورت کے وقت بچہ رو کر یا شور مچا کر لوگوں کو متوجہ کر سکتا ہے"۔

1967ء میں میری والدہ صاحبہ نے ایم۔ اے عربی مکمل کیا تو چھوٹی آپا نے خاص طور پہ ان کو ملاقات کے لیے بلوایا۔ پھر آپ نے میری والدہ سمیت چھ لجنات پر مشتمل ایک گروپ بنایا۔ جس کا مقصد تاریخِ لجنہ لکھنا تھا۔ اس دوران ان ممبرات کو دن رات چھوٹی آپا کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملا۔ میری والدہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ ان دنوں ربوہ کے حالات بہت اچھے تھے۔ کسی قسم کا ڈر اور خوف نہیں ہوتا تھا۔ ہم سب لڑکیاں صبح فجر کی نماز کے بعد چھوٹی آپا کے پاس چلی جاتیں اور کئی دفعہ رات کے دو، تین اُدھر ہی بج جاتے۔ ہمارے آنے جانے کے لیے انہوں نے تانگہ لگوا کر دیا تھا۔ ہمارا مقصد تھا کہ لجنہ کے پچاس سال پورے ہونے پر تاریخِ لجنہ کی تین جلدیں شائع کی جائیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے آپ نے دن رات ایک کر کے ہمارے ساتھ کام کیا۔ قادیان سے اخبار منگوائے۔ ایک ایک بات خود چیک کرتی تھیں۔ خاص طور پہ حوالہ جات کو ترتیب سے لکھواتی تھیں۔ آپ ہر کام بہت تیزی سے کرتی تھیں۔ ہم نے آپ سے بہت کچھ سیکھا بلکہ جماعتی لحاظ سے آپ نے ہی ہمیں چلنا سکھایا۔ تاریخ لجنہ لکھنے کے دوران دوپہر کا کھانا روز ان کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس دوران آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بہت سی باتیں بتاتیں اور ہمیشہ ہماری پوری ٹیم کے لیے دعا گو رہتیں۔

ایک مرتبہ میری امی اور دوسری لڑکیاں قصرِ خلافت کے باغ میں جھولا جھول رہی تھیں۔ اچانک وہاں چھوٹی آپا بھی تشریف لے آئیں۔ امی کے بہت اصرار پر وہ جھولے پہ بیٹھ گئیں مگر پھر فوراً ہی اتر گئیں۔ آپ کبھی کسی کا دل نہیں دُکھاتی تھیں۔ میری بڑی خالہ کی تیسری بیٹی پیدا ہوئی تو امی نے آپ سے درخواست کی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے نام رکھوا دیں۔ آپ نے فوراً اپنے نواسے عزیزم میاں شعیب کو آواز دی اور کہا کہ "حضورؒ سے درخواست کرو کہ انیس کی بھانجی کے لیے کوئی نام تجویز فرمادیں"۔ اُس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سیڑھیوں سے نیچے اتر رہے

تھے۔ انہوں نے پرچی پر طلعت مجید نام لکھ کر دیا اور وہی نام رکھا گیا۔

آپ ہم سے بہت پیار سے کام لیتیں اور اس قدر حوصلہ افزائی کرتیں کہ مزید کام کرنے کا شوق پیدا ہوتا۔ پچاس سالہ جشنِ تشکّر کے موقع پر ایسی لجنہ ممبرات جنہوں نے دس سال لجنہ میں خدمت کی تھی اُن کو سنداتِ خوشنودی دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ ہمیں بھی لجنہ اماء اللہ کی تاریخ مرتب کرنے کے کام کی وجہ سے اسناد دی گئیں۔ جس پر بعض صدرات نے اعتراض کیا کہ آپا جان اب یہ کل کی لڑکیوں کو ہمارے ساتھ اسناد دی جائیں گی؟ تو آپ نے فرمایا کہ "ایسے نہ کہیں۔ ان لڑکیوں نے تاریخِ لجنہ لکھ کر وہ کام کیا ہے جو آپ لوگ بیس سالوں میں نہیں کر سکیں"۔۔۔۔

خلیفۂ وقت کے خطابات غور سے سنتی تھیں اور پھر اپنی معاونات سے پوچھتیں کہ "آج حضور نے خطاب میں کیا فرمایا تھا؟" پھر جب وہ بتاتیں تو بہت خوش ہوتیں کہ واقعی سب نے غور سے سنا ہے۔

بعض ہستیوں کا وجود بہت بابرکت ہوتا ہے اور خدا کے فضل سے ان کی دعاؤں میں بھی بہت تاثیر ہوتی ہے۔ چھوٹی آپا کی شخصیت بھی ایسی ہی تھی۔ میری چھوٹی خالہ مکرمہ فوزیہ ارشد بتاتی ہیں کہ ایک مرتبہ سالانہ گیمز میں والی بال میں ہمارا اور لاہور کی ٹیم کا مقابلہ تھا۔ ہم سب لڑکیاں اپنا بال چھوٹی آپا کے پاس لے کے گئیں کہ ہمارے لیے دعا کر کے یہ بال ہمیں دے دیں۔ پھر آپ نے وہ بال ہم سے لے کر ہمارے لیے دعا کی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم وہ میچ جیت گئے۔ اس کے بعد بھی ہم نے اس بال سے جو میچ کھیلا خدا کے فضل سے ہمیشہ جیتے۔۔۔۔

آپ میری امی کی شادی میں شامل نہیں ہو سکی تھیں۔ بعد میں جب آپ کی ان سے ملاقات ہوئی تو اس وقت میری پھوپھو اور دادی امی بھی ساتھ تھیں۔ آپ سب سے بڑی محبت سے ملیں میری امی کو گلے لگایا اور فرمانے لگیں کہ "مَیں جلسے کی مصروفیت کی وجہ سے شادی میں شامل نہیں ہو سکی لیکن یہ میری بیٹیوں کی طرح ہے۔ اس کا خیال رکھنا اس کو تکلیف دینا گویا مجھے تکلیف دینا ہے"۔ یہ سن کر خوشی اور محبت سے امی کا دل بھر آیا۔ چونکہ شادی کے بعد امی لاہور چلی گئی تھیں۔ چھوٹی آپا سے رابطہ خط و کتابت کے ذریعہ رہا۔ آپ بتاتی ہیں کہ میں خط لکھتی اور تیسرے دن ہی چھوٹی آپا کا ہاتھ سے لکھا ہوا جواب آجاتا۔ اتنی جلدی کبھی کسی رشتے دار نے بھی جواب نہ دیا ہو گا۔ آپ کو جو بھی خط لکھتا آپ کی کوشش ہوتی کہ خود ہاتھ سے لکھ کر جلدی اس کو جواب بھیجیں۔ ایک دفعہ مسجد دارالذکر

لاہور میں ربوہ سے آپ کی جنرل سیکرٹری مکرمہ صفیہ عزیز صاحبہ آئیں اور میری امی سے پوچھنے لگیں کہ باجی انیس! آپ لوگ چھوٹی آپا کے ساتھ کس طریقے سے کام کرواتی تھیں۔ وہ اب تک آپ کے گروپ کو یاد کر کے کہتی ہیں کہ ویسا گروپ انہیں دوبارہ نہیں ملا۔ ایک دفعہ چھوٹی آپا خود لاہور تشریف لائیں میری امی مصافحہ کے لیے آئیں تو بڑی محبت سے ملیں۔ بچوں کے متعلق پوچھا پھر فرمایا کہ "بس اب جماعت کی خدمت کرو اور کاموں کی طرف آؤ"۔ یہ چھوٹی آپا کی دعاؤں کا ہی اثر ہے کہ میری والدہ صاحبہ کو جماعت کی خدمت کی توفیق ملی اور اب بھی ان میں کام کرنے کا جذبہ اور شوق ویسا ہی ہے۔ الحمد للہ علی ذالك

امی کا کہنا ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی مجھے لگا جیسے میری ماں مجھ سے بچھڑ گئی ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کو اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ آمین

(خدیجہ شمارہ نمبر 1۔2013ء لجنہ اماءاللہ جرمنی صفحہ 306 تا 308)

پیاری چھوٹی آپا جان کی پیاری یادیں

(مکرمہ امۃ الحکیم لئیقہ صاحبہ)

بھول جاؤں میں جسے ایسی تو وہ ہستی نہ تھیں

چھوٹی آپا جان کا مسکراتا چہرہ، دلربا چال اور نصیحت اور پیار بھری باتوں کا انداز سوچ کر دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر آن آپ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین

بچپن میں ہم بہنیں امی جان کے ساتھ حضرت چھوٹی آپا جان کے گھر ان کو ملنے کے لیے جاتی تھیں۔ اچھی طرح یاد ہے کہ کوئی روک نہ ہوتی تھی۔ سیدھے ہی آپ کے گھر چلے جاتے۔ سامنے برآمدہ میں آپ تشریف رکھتی تھیں اور کاموں میں مصروف ہوتی تھیں۔ جب دیکھنا کوئی ملاقات کے لیے آیا ہے تو فوراً اندر سے آواز آتی کہ آجائیں، آجائیں، اندر آجائیں۔ جب ملتیں تو نہایت خوشی اور پیار سے، ایک ایک کا حال احوال پوچھنا اور ڈھیروں دعائیں دینا۔ موسم کے لحاظ سے خاطر تواضع بھی ضرور کرنا، خالی تو کبھی جانے ہی نہیں دیا۔

1971ء میں جب میرا نکاح ہوا تو ازراہِ شفقت بنفسِ نفیس ہمارے گھر تشریف لائیں اور دعاؤں کے ساتھ مجھے انگوٹھی پہنائی اور پیار دیا۔ پھر چند روز کے بعد شادی کے موقع پر بھی تشریف لا کر دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

شادی کے بعد آپ کے ساتھ لجنہ کے دفتر میں کچھ خدمت کا موقعہ ملا۔ الحمدللہ

ایک سال بعد یوگنڈا (مشرقی افریقہ) جانے کی صورت بنی اس دوران آپ کی زیرِ نگرانی تاریخِ لجنہ جلد اوّل کی تیاری میں حقیر خدمت کا موقعہ ملا۔ چونکہ یہ کام آپ کے گھر میں ہوتا تھا اس طرح روزانہ آپ کے گھر جا کر کام کے ساتھ ساتھ آپ کی شفقتوں اور محبتوں سے بھی حصہ پایا۔ جو میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ اگر دوپہر کا وقت ہو گیا تو اپنے ساتھ کھانا کھلانا اور چائے پانی وغیرہ کا بھی خاص خیال رکھنا۔ اتنی بے تکلفی اور پیارے انداز سے ساتھ بیٹھنا کہ اب سوچ کر آنکھوں میں آنسو

آجاتے ہیں کہ کس قدر حسین دن اور پیاری یادگار باتیں تھیں۔

فروری 1972ء میں یوگنڈا کے لیے روانگی تھی پیاری چھوٹی آپا جان سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئی اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے مجھ خاکسار کو اس قدر پیار سے گلے لگایا، دعائیں دیں اور نصائح فرمائیں، تحفہ بھی دیا۔ وہاں لجنہ کے قیام، خدمتِ دین کرنے اور اپنا نمونہ اچھا پیش کرنے کی ہدایت کی۔ پھر وہاں سے خطوط کے ذریعہ رابطہ ہوتا رہا۔ نہایت پیار بھرے خطوط اور شفقت بھری نصائح میرے لیے مشعل راہ بنتی رہیں۔

14 فروری 1972ء کو ربوہ سے گئی تھی۔ 20 مارچ 1972ء کو لکھا ہوا خط مجھے یوگنڈا میں ملا۔ تھوڑا سا حصہ تحریر کرتی ہوں۔

"عزیزہ پیاری لئیقہ　　　　السلام علیکم

خط ملا۔ جزاك اللہ۔ الحمد للہ تم خیریت سے پہنچیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ خیریت سے رکھے۔ کارآمد، مفید، پُر مسرت زندگی گزارو۔

تم نے لکھا ہے کہ کوئی نصیحت کروں۔ ساری عمر نصیحت کرتے گزری، اپنا عمل اچھا ہونا چاہیے عمل دیکھ کر تبلیغ بھی فائدہ دیتی ہے۔ دوسرے اس ملک میں حبشی آباد ہیں۔ جنہیں انگریزوں نے قابلِ نفرت سمجھا جس کی وجہ سے ان میں یہ انقلاب آیا کہ وہ آج سب کو ملک سے نکال رہے ہیں۔ لجنہ کی بنیاد ضرور ڈال دو۔ خواہ دو گھرانے ہوں یا تین"۔

پھر اگلے ہی خط میں تحریر فرمایا

"لجنہ ضرور قائم کرو۔ حضرت مصلح موعودؓ کا تو ارشاد ہے کہ جہاں تین یا اس سے زیادہ عورتیں ہوں لجنہ قائم کی جائے۔ اکٹھے ہو، مشورے کرو، فہرست بناؤ، انتخاب کرو، پھر ساتھ ساتھ رپورٹ آنے پر ہدایات جاتی رہیں گی"۔

جولائی 1974ء میں پہلی بیٹی کی پیدائش پر خط لکھا کہ

"الفضل میں تمہاری بیٹی کی ولادت کا پڑھا۔ اس لیے سوچا کہ آج مبارکباد کا خط ہی لکھ دوں۔ بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ بچی کو نیک اور نیک قسمت بنائے اور تم سب اور تمہارے گھر والوں کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک، کیسی شکل ہے؟ کیا نام رکھا ہے؟ میرا پیار دینا"۔

خط سے بہت خوشی ہوئی اور میں نے پھر ساری تفصیل لکھ کر دعا کی درخواست کی۔

آپ کے خطوط میں ربوہ کے حالات، جماعتی مصروفیات کے علاوہ حضور انور کے بارہ میں بھی ذکر ہوتا تھا۔ ایک خط میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ایبٹ آباد تشریف لے جانے کا ذکر فرمایا اور ساتھ ایڈریس بھی تحریر فرمایا۔ دوسری بیٹی کی پیدائش پر بھی مبارکباد کا خط لکھا اور بچیوں کی تربیت کے بارہ میں قیمتی نصائح تحریر کرتی رہیں۔ اس بیٹی کا نام میرے اباجان نے مریم صدیقہ رکھا تھا۔ جس پر بہت خوش ہوئیں کہ میری ہم نام ہے اور دعا دی۔ جب تیسری بیٹی جو ربوہ میں پیدا ہوئی تو اس کی بڑی پھوپھو محترمہ صفیہ صدیقہ صاحبہ اہلیہ ابوالمنیر نورالحق صاحب مٹھائی لے کر آپ کی خدمت میں اطلاع دینے کے لیے حاضر ہوئیں اور دعا کی درخواست کے ساتھ نام تجویز کرنے کی بھی درخواست کی تو خوش ہو کر ہنس کر مبارکباد دی اور کہنے لگیں یہ تو میری دعاؤں کا ثمرہ ہے اس کا نام ثمرہ رکھیں۔

گیمبیا (مغربی افریقہ) میں پانچ سال قیام کے دوران بھی آپ کی طرف سے شفقت بھرے اور دعاؤں سے پُر خطوط ملتے رہے۔ وہاں بھی لجنہ کے قیام کی ہدایت فرمائی اور باقاعدہ رہنمائی فرماتی رہیں۔ ایک خط میں تحریر فرمایا کہ

"لجنہ ضرور قائم کرو، ان کی زبان سیکھنے کی کوشش کرو، زبان کے بغیر کوئی کام کرنا مشکل ہوگا"۔

1994ء میں یوگنڈا سے ربوہ واپسی ہوئی۔ تینوں بیٹیوں کو لے کر حضرت چھوٹی آپا جان سے ملاقات کے لیے گی۔ نہایت خوشی سے ملیں۔ پیار کیا۔ بچیوں کو بھی بہت پیار کیا۔ حال احوال پوچھا۔ فرمائش کے مطابق تحفہ پیش کیا تو بہت شکریہ ادا کیا۔ میں نے کہا کہ کوئی بات نہیں یہ تو میرا فرض تھا۔ بس آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ بیٹیوں کو دیکھ کر ان کے رشتوں کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ میں نے جواب دیا کہ ابھی تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ بڑی بیٹی کے لیے تو واقفِ زندگی کی خواہش ہے کیونکہ اسے پیدائش سے قبل ہی وقف کر دیا تھا۔ خوش ہو کر فرمایا کہ اللہ بہتر کرے"۔

اگلے ہی سال خدا تعالیٰ کے فضل سے اور بزرگوں کی دعاؤں کے طفیل بڑی بیٹی کا رشتہ طے پا گیا۔ شادی پر بنفسِ نفیس تشریف لائیں۔ پیار سے تحفہ دیا اور دعائیں دیں۔ دلہن کے ساتھ تشریف فرما ہوئیں تلاوتِ قرآنِ کریم اور نظم کے بعد آپ نے ہی خواتین کے حصہ میں دعا کروائی اور بچی کو دعاؤں سے رخصت کیا۔

آپ کی طبیعت نہایت بے تکلف اور سادہ تھی۔ میں کبھی کبھی آپ کے لیے خود سموسے بنا

کر تحفہ لے کر جاتی تھی۔ جو انہیں بہت پسند تھے۔ ایک دفعہ مجھے آپ نے فون کیا کہ سموسوں کے لیے کیا چیزیں چاہیے ہوتی ہیں۔ وہ میں منگوالوں تو میرے گھر آکر سموسے بنانا۔ میری دو بھانجیاں قادیان سے آئی ہوئی ہیں ان کو تیار کر دو۔ میری تو بہت خوش قسمتی تھی۔ انکار کا تو سوال ہی نہیں تھا۔ آپ کے گھر پر حاضر ہو گئی۔ آپ نے قیمہ وغیرہ منگوایا ہوا تھا۔ سموسے بنائے تو دیکھتی رہیں اور مزے مزے کی باتیں بھی ساتھ ہوتی رہیں۔ تیار ہونے پر مجھے بھی اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے۔ اور بہت خوش ہوئیں۔ تعریف بھی کی اور شکریہ بھی کہا۔ آپ کی بھانجیوں نے بھی مجھے ایک نمک پاروں کی قسم سکھائی جو مجھے اب تک یاد ہے اور بناتی رہتی ہوں۔

میں حضرت چھوٹی آپا جان کی کس کس خوبی کا بیان کروں۔ ان کا پیار، محبت، جلسوں میں تقریر کرنا، پُر وقار طریقے پر چلنا اور سلام میں پہل کرنا وغیرہ سب باتیں ایک ایک کر کے یاد آ رہی ہیں۔ اور دل سے دعائیں نکل رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام پر فائز کرے اور ہمیں آپ کی نیکیوں کو جاری رکھنے اور اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے ہمراہ گزارے لمحات

(مکرمہ امۃ الوحید خان صاحبہ)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ المعروف چھوٹی آپا جان صاحبہ کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔ اُس پُر نور روحانی وجود کی معیت میں جب بھی بیٹھنے کا موقع ملا، خود کو ایک گھنے سائے تلے پایا۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کو اپنی زیرِ نگرانی خدمتِ دین کرنے والی ممبرات کا بہت خیال رہتا تھا۔ ان کی چھوٹی سے چھوٹی خوشی اور غمی میں جس حد تک ممکن ہوتا ازراہِ شفقت ضرور شرکت کرتیں۔ آتے جاتے، اٹھتے بیٹھتے قیمتی نصائح فرماتیں۔ انہیں ممبرات لجنہ اماء اللہ کی تعلیم وتربیت کا اور ان کی ترقی کا ہر وقت خیال رہتا۔

صد سالہ جوبلی کے موقعہ پر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ (پاکستان) کو اپنا مجلّہ شائع کرنے اور سکارف بنوانے کی توفیق ملی تو بیرونِ ممالک یا پاکستان کی مختلف مجالس سے آنے والی ممبرات کو یہ تاریخی اشیا حاصل کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتیں کہ "اب میرے پاس بچیاں آتی ہیں اور پنجاہ سالہ جوبلی پہ شائع ہونے والے مجلّہ کی فرمائش کرتی ہیں جو کہ اب نایاب ہے اس لیے یہ قیمتی سرمایہ اپنی آئندہ نسلوں کے لیے ضرور خریدیں"۔

ایک مرتبہ ہم کچھ لڑکیاں آپ کے ہمراہ میٹنگ روم میں موجود تھیں کہ آپ نے ہمیں مخاطب ہو کر فرمایا کہ "بچیو! کل کو تم نے شادیوں کے بعد مختلف ممالک میں پھیلنا ہے۔ آج جو یہاں سیکھ رہی ہو، وہاں کی جماعتوں میں جا کر اس پر عمل بھی کرنا"۔ اُس وقت تو ہم سب ایک دوسرے کو دیکھ کر شرما گئیں لیکن آج سوچتی ہوں کہ اس بزرگ ہستی کے مبارک الفاظ کس طرح پورے ہوئے۔ ہمارے قادر خدا نے اپنی پیاری بندی کے الفاظ اس طرح پورے کیے کہ۔۔۔وہ تمام لڑکیاں شادیوں کے بعد دنیا کے مختلف ممالک کینیڈا، امریکہ، برطانیہ، سویڈن، ناروے اور جرمنی وغیرہ میں مقیم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق خدمتِ دین بجالا رہی ہیں۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی ابتدائی زندگی کا جائزہ لیں تو آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ دین کی خدمت میں وقف نظر آتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب ایم۔ٹی۔اے کی چوبیس گھنٹے کی نشریات کا آغاز ہوا تو ہمیں "المائدہ" کے لیے پروگرام بنانے کے لیے کہا گیا۔ ہماری انچارج صاحبہ کی خواہش تھی کہ اس سلسلہ کا آغاز حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے ساتھ ہو۔ آپ ان دنوں گھٹنوں کی تکلیف کی وجہ سے باآسانی سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتی تھیں جبکہ کچن دفتر لجنہ اماء اللہ کی پہلی منزل پہ تھا۔ جب آپ کی خدمت میں اس خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے اپنی تکلیف کے باوجود بنفسِ نفیس شرکت کر کے اس پروگرام کا افتتاح کیا۔ آپ نے جماعتی کاموں کو اپنی ہر مصروفیت اور تکلیف پر ہمیشہ ترجیح دی اور اپنی ساری عمر دین اور خلق اللہ کی خدمت کرتے ہوئے گزار دی۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی اکلوتی بیٹی مکرمہ صاحبزادی امۃ المتین بیگم صاحبہ کے ساتھ عاجزہ کا بہت قریبی، پیار، محبت اور بے تکلفی کا تعلق تھا۔ اس لیے بارہا ان سے ملنے حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے گھر جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ چونکہ باجی متین اکثر چھوٹی آپا جان کے ہاں ہوتیں اس لیے ہمیں وہاں بُلا لیتیں۔

خاکسار اور ایک ممبر کسی جماعتی کام کے سلسلہ میں باجی متین سے ملنے حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے گھر گئیں۔ وہیں بیٹھے تھے کہ اس دوران ملازم باجی متین اور چھوٹی آپا جان صاحبہ کے لیے سودا (سبزی وغیرہ) بازار سے لایا اور چیزوں کے ساتھ دونوں کی بقایا رقم اکٹھی واپس کی۔ دونوں نے الگ الگ خریداری کی لسٹ دی ہوئی تھی۔ اپنی اپنی اشیا لے کر باجی متین چھوٹی آپا جان صاحبہ سے رقم کا حساب کرنے لگیں اور غالباً ایک روپے سے بھی کم رقم تھی جس کو کلیئر کرنے میں کچھ وقت لگا۔ جب معاملہ کلیئر ہو گیا اور تمام رقم کی وضاحت ہو گئی تو بعد میں مَیں نے باجی متین سے پوچھا، کیونکہ ان سے بہر حال بے تکلفی زیادہ تھی کہ باجی آپ چند پیسوں کی خاطر چھوٹی آپا سے حساب کر رہی تھیں تو سمجھانے کے بعد کہنے لگیں "لیکھا ماں دھی" اس کا مطلب یہ ہے کہ روپے پیسے کے حساب میں چاہے اپنی ماں ہی کیوں نہ ہو، معاملات صاف رکھنے چاہئیں، اس وقت تو بات آئی گئی ہو گئی لیکن شادی کے بعد جب گھر کی ذمہ داری کاندھوں پہ پڑی تو اس اصول پر میں نے جس حد تک ہو سکا عمل کیا اور نتیجۃً اس معاملے میں اپنی زندگی کو سہل پایا۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ نے ایک بات کی نہ صرف نصیحت فرمائی بلکہ اس پہ عمل

بھی کروایا کہ جب بھی دفتر آئیں، اتنی دیر پہلے گھر کے لیے روانہ ہو جائیں کہ مغرب سے قبل گھر پہنچ جائیں لیکن بعض اوقات مرکزی طور پر مثلاً تربیتی کلاس، گیمز یا دیگر پروگرامز کے لیے رات گئے تک رکنا پڑتا تو تاکیدی ہدایت تھی کہ ڈرائیور کے ساتھ ایک مرد اور کسی بڑی عمر کی خاتون کی موجودگی میں لڑکیوں کو گھر میں پہنچا کر آئیں اور ڈرائیور کو بھی اس بات کی ہدایت تھی کہ جب تک لڑکی گھر کے اندر نہ داخل ہو جائے اس وقت تک واپس نہیں آنا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی نیک خواہشات کی تکمیل کرنے والی، آپ کی نیکیوں کو جاری رکھنے والی اور آپ کے اوصاف حمیدہ کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے والی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(خدیجہ شمارہ نمبر1۔2013ء لجنہ اماء اللہ جرمنی صفحہ 310 تا 311)

ایک مہربان اور ہمدرد ماں

(مکرمہ عابدہ بشریٰ خالد صاحبہ)

میری والدہ محترمہ رشیدہ بشیر صاحبہ بتایا کرتی تھیں کہ میرے والد محترم مولوی جمال دین صاحب مرحوم (آف اوکاڑہ) میری والدہ محترمہ صوباں بی بی صاحبہ کی وفات کے بعد مجھے بہت چھوٹی عمر میں حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ محترم ابا جان مرحوم نے حضرت مصلح موعودؓ سے کہا کہ اب یہ آپؓ کے سپرد ہے۔ بعد ازاں حضرت مصلح موعودؓ اور دل و جان سے پیاری حضرت چھوٹی آپا جان نے مجھ معصوم بن ماں کی بچی کو اس طرح انتہائی شفقت اور پیار سے اپنایا کہ بچپن سے لے کر جوانی تک اور پھر شادی کے بعد بھی ہمیشہ ایک مہربان اور ہمدرد دل ماں کی طرح میری ہر خوشی اور غم میں شریک رہیں۔ آپ کا بہت ہی خوبصورت شفیق اور پر نور چہرہ، بہت محبت سے بات کرنے کا انداز ہمیشہ دل و دماغ میں محفوظ رہے گا۔ ان شاء اللہ

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان نے میری والدہ صاحبہ کو 1959ء میں شادی کے بعد ایک بیٹی کی طرح رخصت کیا اور تاحیات اپنی شفقت اور محبت سے نوازا۔ یہ محبت ہمیں اس واقعہ سے سمجھ میں آتی ہے کہ 1968ء میں میری چوتھی بہن عزیزہ زاہدہ کی پیدائش پر راولپنڈی میں میری والدہ صاحبہ بہت بیمار ہو گئیں اعصاب پر بہت زیادہ اثر تھا۔ دل و جان قربان حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی محبت پر کہ راولپنڈی سے میری والدہ صاحبہ کو اپنے پاس علاج کی خاطر بلوا لیا اور دودھ کی باندھ لگوا دی، سر میں روزانہ مالش کرواتیں، کھانے پینے کا خیال رکھتیں اور خود اپنی بے شمار مصروفیات کے باوجود امی جان کے سر میں دوبارہ مالش کی اور اس دوران دعائیں کرتی رہیں کہ "اللہ تعالیٰ تمہیں صحت دے مجھے تمہاری بڑی فکر ہے"۔ ایک رات امی بہت زیادہ ڈر گئیں تو پیاری آپا جان نے فرمایا کہ "میری رضائی میں آجاؤ میں دعا کرتی ہوں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا"۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے بے انتہا فضل فرمایا اور میری امی جان مکمل شفایابی کے بعد خیریت سے اپنے گھر راولپنڈی واپس آگئیں۔

ہر عید پر عیدی اور سردیوں گرمیوں میں ہمارے گھر موسمی پھل بھجوانا آپ کا معمول تھا۔ ہم بہن بھائیوں کے پڑھائی کے دور میں ہماری ضرورتوں کا بھی خیال رکھا اور خصوصاً قرآنِ مجید پڑھانے کی طرف توجہ دیتیں کہ کوئی بچہ قرآنِ مجید پڑھنے سے رہ نہ جائے اور ہمیشہ ارشاد فرماتی تھیں کہ "بچیوں کا دینی و دنیاوی علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے"۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی زندگی قرآنِ مجید کی خدمت میں گزری ہے آپ نے کتاب اللہ کا حق ادا کرنے کا بہترین نمونہ قائم کیا جماعت کی بہت سی ممبرات آپ سے قرآنِ مجید باترجمہ پڑھنے کے لیے روزانہ آتی تھیں۔ میری بڑی باجی محترمہ راشدہ آصف صاحبہ بھی چند سال حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے پاس رہیں، آپ نے جس محبت اور لگن سے ان کو قرآن پڑھایا، قرآنِ کریم کی محبت اور روزانہ تلاوتِ قرآنِ کریم کی عادت پیدا کی اس کا انداز اس خط سے ہوتا ہے۔

"عزیزہ رشیدہ! السلام علیکم۔

بشیر کا خط مل گیا تھا جس میں راشدہ کے کوائف تھے۔ میں نے سکول کہہ کر بھجوا دیئے تھے اس کا نام داخل ہو گیا ہے۔ پڑھائی میں ٹھیک چل رہی ہے۔ کسی دن جا کر اس کی استانی سے بھی پتہ کروں گی۔ قرآنِ مجید خود پڑھا رہی ہوں، آج آٹھواں پارہ شروع ہوا ہے چار چار رکوع روز کے پڑھ رہی ہے، میں نے اسے کہا ہے اس سے بھی زیادہ پڑھو تا کہ جلدی ختم ہو تو تمہاری آمین کروں۔ نیا جوڑا گوٹے کا بناؤں۔ شوق ہو گیا ہے۔

چھٹیاں جون کے آخر میں ہو رہی ہیں چھٹیوں میں اسے تمہارے پاس بھجوا دوں گی۔ بشیر نے لکھا تھا کچھ کپڑوں کی ضرورت ہے۔ راشدہ کے ہاتھ کچھ بھجوا دوں گی۔ ہاں بشیر سے کہنا بانڈز مل گئے تھے سنبھال کر اس پر اس کا نام لکھ کر رکھ دیئے ہیں۔ یہاں آج کل بڑی سخت گرمی پڑ رہی ہے۔ تمہارا بچہ کس ماہ میں ہو رہا ہے؟ لکھنا۔ خالدہ بشریٰ اور بیٹے کو پیار دعا۔ دو دفعہ راشدہ کی دادی جمعہ کے دن لینے آئی تھیں۔ میں نے بھجوا دیا تھا رات رہ کر صبح آگئی تھی۔ بشیر کو سلام۔

راشدہ سلام کہہ رہی ہے"۔

اللہ تعالیٰ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ پر بے حساب رحمتیں اور فضل نازل فرمائے آپ نے اپنا وعدہ نبھایا جب باجی راشدہ نے قرآنِ مجید کا پہلا دور مکمل کیا تو باجی کی آمین کروائی اور

گوٹے والا لہنگا بنا کر دیا۔

والدہ صاحبہ کی پیاری یادوں میں سے ایک انتہائی بابرکت یاد یہ ہے کہ میں اپنے والدین کی تیسری بیٹی تھی فطری بات ہے دو بیٹیوں کے بعد امی جان کو بیٹے کی خواہش تھی حضرت چھوٹی آپا جان کو جب میری پیدائش کا علم ہوا تو اسی روز فضلِ عمر ہسپتال ربوہ تشریف لائیں امی جان بتاتی تھیں کہ بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور امی جان کے رونے پر پیاری بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ "ناشکری نہیں کرنی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ صحت مند اولاد ہے"۔ امی جان نے کہا بی بی آپ نے ابھی چلے جانا ہے باہر سے مالی کو جلدی بلالیں تاکہ بچی کے کان میں اذان دے دیں تو آپ گھٹی دے دیں۔ تو آپ نے فرمایا "کوئی بات نہیں میں محمود (مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب) کو پیغام بھجوا کر بلاتی ہوں (اذان دینے کے لیے)"، یہ میری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب (اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور صحت میں برکت ڈالے۔ آمین) تشریف لائے میرے کان میں اذان دی اور حضرت چھوٹی آپا نے مجھے گھٹی دی۔

مجھے حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان کو اس وقت بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا جب میں پانچویں کلاس کی طالبہ تھی۔ میں مڈل سکول دارالیمن میں پڑھتی تھی آپ نے مشورہ دیا کہ "اسے نصرت گرلز ہائی سکول میں داخل کرواؤ تاکہ یہ سائنس کے مضامین میں پڑھائی کرے"، اور خود نصرت گرلز سکول کی ہیڈ مسٹریس محترمہ مسعودہ بشیر صاحبہ کو خط لکھا کہ "بچی کو داخلہ دے دیں بچی ہوشیار ہے حساب جلدی کور کرے گی"۔ میرا داخلہ وہاں ہوگیا تو ارشاد فرمایا کہ "سکول کے بعد میرے پاس آجایا کرو میں الجبرا اور حساب پڑھادوں گی"۔ گرمیوں میں جب میں سکول کے بعد ایک ڈیڑھ بجے آپ کے گھر پہنچتی تو آپ خالہ فاطمہ صاحبہ مرحومہ سے کہتیں کہ اسے اسکوائش بنادو پھر کھانا کھانے کے بعد آپ کبھی برآمدے میں اور کبھی کبھی اپنے کمرے میں مجھے پڑھاتیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے حساب میں اچھے نمبر آئے تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور انعام سے بھی نوازا۔

1989ء میں والدہ صاحبہ کے جرمنی آنے کے بعد بھی خطوط کے ذریعے آپ کے ساتھ مکمل رابطہ رہا، حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ اپنے خطوط میں خاندان حضرت اقدس علیہ السلام کا ذکر اس طرح کرتیں کہ امی جان کو دوری کا احساس ہی نہ رہتا۔ میری والدہ صاحبہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے خود بھی بہت دعائیں کرتیں اور ہمیں بھی دعائیں کرنے کی ہمیشہ

تاکید فرماتیں۔

1991ء میں محترمہ والدہ صاحبہ کے گردے اچانک فیل ہو گئے۔ڈاکٹروں نے امید دلائی کہ آپریشن کرتے ہیں اگر تو گردے چل پڑے تو ٹھیک ورنہ Dialysis شروع کر دیں گے اور پھر آپریشن سے پہلے بھی Dialysis شروع کر دیا گیا۔سیّدنا حضور اقدس خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی خدمت میں خطوط لکھے گئے اور فون کیے گئے۔تو حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کا بہت ہی محبت کا جو خط ملا وہ درج ذیل ہے۔

"عزیزہ پیاری رشیدہ!	السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پہلے صوفی سے پھر بشیر صاحب کے خط سے تمہاری بیماری کا علم ہو کر بہت پریشان رہی دعا کرتی رہی جس دن آپریشن کا علم ہوا۔میرا دل چاہتا تھا کہ میں وہاں پہنچ جاؤں اتنی گھبراہٹ رہی جیسے اپنے بچے کی ہوتی ہے۔رات کو جس وقت آنکھ کھلتی تمہاری صحت کے لیے دعا کرنے لگ جاتی۔اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔اس نے فضل کیا۔اللہ تعالیٰ مکمل صحت عطا فرمائے میں بھی پچھلے دنوں بیمار رہی۔بلڈ پریشر گر گیا تھا بڑی کمزوری محسوس کرتی تھی۔ایک رات غسل خانے جانے کے لیے اٹھی تو آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

اگلے دن سارے ٹیسٹ ڈاکٹر لطیف قریشی نے کروائے۔ای سی جی ہوا۔خدا تعالیٰ کے فضل سے صحیح نکلا ہے معلوم نہیں بلڈ پریشر کیوں گر گیا تھا۔میری صحت کے لیے بھی دعا کیا کرو۔اب ڈاکٹروں کی ہدایت پر غذا وغیرہ لینا اور خیال رکھنا، بچوں کو سلام دعا پیار۔بشیر صاحب کو السلام علیکم۔متین، محمود، روفو، سیمی سب تمہاری طبیعت پوچھ رہے ہیں۔سیمی بھی آئی ہوئی ہے۔اس کی بہن کی شادی تھی۔خدا کے فضل سے میاں رفیع کے بیٹے، بیٹی، جمیل کی بیٹی، روحی کے بیٹے اور قدسیہ کی بیٹی کی شادی دسمبر میں ہو گئی۔کل 6 جنوری کو شکری کے بڑے بیٹے کی شادی مصطفیٰ جیبی کی چھوٹی لڑکی سے ہو کر بارات جا رہی ہے 20 جنوری کو ان شاء اللہ کلیم (میاں وسیم کے لڑکے) کی شادی روحی کی چھوٹی بیٹی سے ہے وہ لوگ بارہ کو آ رہے ہیں۔اچھا خدا حافظ"۔

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا اور خاص فضل ہوا کہ حضور اقدس خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی دعاؤں سے محترمہ والدہ صاحبہ کو آپریشن کے بعد کامل شفا ہوئی اور 1991ء سے لے کر 2010ء تک گردے بالکل ٹھیک رہے۔الحمد للہ

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے خطوط پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کیسے ہمارے والدین اور ہم ساتوں بہن بھائیوں کی ایک مہربان ماں کی طرح فکر کرتی تھیں اور دعائیں کرتی تھیں۔ میرے والد صاحب کی بہت قدر کرتی تھیں وہ جب بھی ملنے جاتے اچھا کھانا پکوا کر محبت سے مہمان نوازی کرتیں۔ ہم بہن بھائیوں کی شادی کے موقع پر دعا اور استخارہ کرتیں۔ میری والدہ صاحبہ کو تسلی اور مشورہ دیتیں کہ دین سب سے پہلے دیکھنا اور پھر خود بھی تحقیق کرواتیں۔

میری شادی کے موقع پر بھی میری والدہ صاحبہ کو تسلی دی کہ "مَیں نے دعا کی ہے۔ رفیعہ بیگم (میری ساس صاحبہ) بہت فدائی احمدی اور سلسلہ کی خدمت گزار ہیں۔ اس بات کی تسلی ہے کہ خاندان مرتد ہونے والا نہیں ہے"۔ چونکہ میری ساس صاحبہ ایک لمبے عرصہ تک ضلع فیصل آباد کی سیکرٹری مال رہیں اور جماعتی پیسہ بچانے کے لیے دور دور تک پیدل جا کر چندہ وصول کرتیں علاوہ ازیں جلسہ سالانہ کے موقع پر لمبا عرصہ بیرکس میں کھانا تقسیم کرنے کی ڈیوٹی دی تھی اور اس بات کا حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان اکثر ذکر فرماتیں کہ وہ فدائیت سے خدمت کرتی ہیں۔

میری شادی سے ایک ہفتہ قبل میرے ماموں مکرم محمد حسین صاحب کی وفات ہو گئی۔ بھائی کی وفات والدہ صاحبہ کے لیے تو بہت بڑا صدمہ تھا اور حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کو اس بات کا احساس تھا آپ افسوس کے لیے تشریف لائیں۔ اور والدہ صاحبہ کے پوچھنے پر کہ شادی چند روز آگے کر دیتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ "گھبرانا نہیں شادی اپنے وقت پر کرو کیونکہ رخصتی کے دن مقرر کر دیئے ہیں تین دن افسوس کے گزر گئے ہیں بیوی کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ چار ماہ دس دن تک اور باقی لوگ تین دن تک سوگ منائیں۔ اس لیے اس فرض کو بھی اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر خوشی خوشی ادا کرو"۔ اور پھر شادی سے ایک شام قبل تشریف لائیں اور گھر کا افسردہ ماحول دیکھ کر میری خالہ زاد بہنوں اور دوسری بچیوں سے فرمایا کہ "آؤ بیٹھو گانا گاؤ اور خوشی کا اظہار کرو۔ بچی کو دعاؤں اور خوشیوں کے ساتھ رخصت کرو اور سب مہندی بھی لگاؤ"۔ میری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ رخصتی کے موقع پر حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے ساتھ خاندانِ اقدس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے بابرکت وجود تشریف لائے اور ڈھیروں دعاؤں سے رخصت کیا۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے ساتھ میری آخری ملاقات اگست 1989ء میں سویڈن مشن ہاؤس میں ہوئی مجھے ان کی شفقت اور محبت کا لمس آج بھی یاد ہے۔ آپ میرا بے انتہا

احساس کر رہی تھیں اور اس بات پر خوش بھی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شادی کے پانچ سال بعد امید لگائی ہے اور جب انہیں دسمبر میں میرے وقفِ نو بیٹے عزیزم فہد محمود کے پیدا ہونے کی اطلاع ملی تو بہت محبت بھرا خط لکھا اور بے شمار دعاؤں اور نصائح سے نوازا کہ "بچوں کے کانوں میں ہر روز اچھی بات ضرور ڈالنا اور حوصلے اور دعا کے ساتھ تربیت کرنا تا کہ یہ اپنے وقف کو بہترین طور پر نبھانے والے ہوں"۔ آپ میرے خطوط کے جواب بہت محبت کے ساتھ دیتیں اور پھر امی کے خط میں بھی ذکر فرماتیں کہ بشریٰ کا خط ملا ہے میں نے جواب دے دیا ہے، یا اگر کسی مصروفیت کی وجہ سے جواب نہ دے سکتیں تو امی جان کو لکھ دیتیں کہ "اسے میرا سلام کہنا بچوں کو پیار دینا۔ جب میں فارغ ہو جاؤں گی تو جواب دوں گی"۔

ایک سال قبل 2 جولائی 2010ء کو اچانک خاکسار کی والدہ محترمہ رشیدہ بشیر صاحبہ کی وفات ہوئی۔ امی جان مرحومہ اکثر ذکر کرتی تھیں کہ حضرت چھوٹی آپا جان کی محبت اور عقیدت کا مجھ پر حق ہے کہ میں ان کا ذکرِ خیر کروں اور اکثر یہ دعا بھی کرتی تھیں کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی قربت اور مامتا بھری چھاؤں میں رکھا۔ آخرت میں بھی مجھے ان کے قدموں میں رکھنا۔ آمین"

اللہ تعالیٰ حضرت چھوٹی آپا جان صاحبہ کو ان کے ان احسانوں کی بے شمار جزا دے اور لاکھوں رحمتیں اور فضل فرمائے جو انہوں نے بنی نوع انسان پر اور خصوصاً مجھ جیسی کمزور انسان پر کیے کہ میرے بچوں اور میاں کا نام لے کر دعا کرتیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ساری دعائیں جماعت اور ہم سب کے حق میں قبول فرمائے اور ہمیں بھی نافع الناس وجود بنائے۔ آمین

(خدیجہ شمارہ نمبر 1۔2013ء لجنہ اماء اللہ جرمنی صفحہ 312 تا 315)

حضرت آپا جان کی شفقتیں

(مکرمہ زرینہ رزاق صاحبہ)

میری امی سکینہ بی بی صاحبہ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت چھوٹی آپا جان کے گھر میں پرورش پائی تھی۔امی کی شادی بھی آپ نے ہی کی تھی۔میری پیدائش کے بعد میری امی حضرت آپا جان سے ملنے گئی۔یہ ارادہ تھا کہ حضورؓ سے نام رکھاؤں گی۔چنانچہ حضرت آپا جان نے عرض کی کہ حضور سکینہ کی بیٹی کا نام تجویز فرمائیں۔آپ نے زرینہ طاہرہ نام رکھا۔پھر فرمانے لگے اس کے بعد بیٹی پیدا ہوئی تو اس کا نام ثمینہ رکھیں گے اور اس کے بعد بیٹی، ابھی اتنا ہی کہا تھا تو حضرت چھوٹی آپا جان نے آپ کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا اور عرض کیا حضور سکینہ کا میاں اپنی برادری میں اکیلا احمدی ہے اب بیٹے کی دعا کریں۔تو حضور نے فرمایا ٹھیک ہے ثمینہ کے بعد بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام حفیظ احمد رکھیں۔اللہ کے فضل سے اسی ترتیب سے بچے پیدا ہوئے۔

حضرت چھوٹی آپا خود بہت مہمان نواز تھیں۔جب مہمان آتے تو انہیں فکر ہو جاتی کہ کوئی کمی نہ رہ جائے۔وہ مہمان نوازی کے لیے سوجی کی مٹھائی، گاجر کا مربہ اور نمکین چیزیں بنا کر رکھتی تھیں۔میری امی سکینہ بی بی جلسہ سالانہ کے لیے جاتیں تو بڑے اہتمام سے حضرت چھوٹی آپا کے لیے گنے کا رس کی کھیر، ساگ، تل کی پینیاں لے کر جاتیں۔آپ کو سمبڑیال کی برفی بہت پسند تھی۔میرے ابو جان (مکرم سراج دین صاحب) کی کوشش ہوتی کہ جب بھی میری امی حضرت چھوٹی آپا سے ملنے جائیں تو سمبڑیال کی برفی ضرور ساتھ لے کر جائیں۔

تمام گھریلو معاملات میں میری امی ہمیشہ چھوٹی آپا سے ضرور مشورہ لیتیں۔ہمارے گھر میں ہر ہفتے باقاعدگی سے حضرت چھوٹی آپا جان کا خط آتا تھا جس میں ابو جان سے لے کر ہم چھ بہن بھائیوں کے نام لکھ کر سب کا حال پوچھا کرتیں۔

خاکسار کی یہ خوش قسمتی ہے کہ دو سال (1976 تا1978) تک آپ کی مبارک صحبت میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نہایت شفیق، بہت سادہ، منکسر المزاج اور دھیمی طبیعت کی مالک تھیں۔ بہت مہمان نواز اور محبت کرنے والی اور بے شمار خوبیوں کی مالکہ تھیں۔ بہت پیارا وجود تھا۔

خاکسار کو جلد سونے کی عادت تھی۔ ایک دفعہ میرے امتحانات کے دنوں میں اپنے مبارک ہاتھوں سے مجھے کافی بنا کر دی اور فرمایا لو یہ پیو اور امتحان کی تیاری کرو۔ خاکسار کے ساتھ نہایت شفقت کا سلوک فرماتی تھیں۔ روزانہ انگلش پڑھنے میں میری مدد کرتی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ ایک دن صبح ناشتے کی میز پر مجھے بلایا، دودھ کا گلاس پڑا ہوا تھا جو وہ ناشتے میں پیتی تھیں، مجھے کہا اس کو تم پیو۔ میں پریشان ہوگئی کہ یہ تو آپ کا ہے۔ آپ ذرا اونچی آواز میں بولیں کہ میں تمہیں حکم دے رہی ہوں کہ اس کو پیو۔ لہذا، میں نے وہ دودھ پی لیا۔

جب حضرت چھوٹی آپا جان کا پتّہ کا آپریشن ہوا تو مجھے بھی ان کے ساتھ راولپنڈی جانے اور ان کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بہت پیارا وجود تھا۔

مجھے پتہ ہی نہ لگا کہ دو سال کا عرصہ پلک جھپکتے گزر گیا۔

میری امی کو حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے فرمایا کہ میرا سیالکوٹ کے دورے کا پروگرام بن رہا ہے۔ تم نے مجھے بتایا تھا کہ اپنے بیٹے حفیظ احمد کی شادی کرنی ہے، تم مجھے تاریخ طے کر کے بتادو تاکہ سیالکوٹ کی لجنہ کو وقت دے سکوں۔ اللہ کے فضل و کرم سے آپ دورے پر آئیں۔ 24 مئی 1991ء کو میرے بھائی کا ولیمہ تھا۔ آپ کا بابرکت وجود ہمارے گھر آیا۔ میرے میاں عبد الرزاق نے تین خدام کے ساتھ مل کر سیکیوریٹی کی ڈیوٹی دی۔ میری امی نے خود اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کیا۔ خوشی کے مارے ہمارا برا حال تھا۔ عید کا ساسماں تھا۔

اب مجھے ایسے محسوس ہو رہا ہے جیسے کل کی بات ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اُن کی طرح نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری نسلیں ہمیشہ جماعت احمدیہ کے ساتھ وابستہ رہیں۔ آمین"

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کی روح پرور یادیں

(مکرمہ ثمینہ طاہر صاحبہ)

خاکسار کی والدہ کا نام محترمہ سکینہ بی بی صاحبہ ہے۔ آپ اور آپ کی بہن رشیدہ بی بی صاحبہ بہت چھوٹی عمر میں ماں کے پُر شفقت سائے سے محروم ہو گئیں۔ ہماری والدہ صاحبہ بتاتی تھیں کہ اُن کے والد مکرم مولوی جمال دین صاحب آف اوکاڑہ اپنی دونوں کم سِن بچیوں کو لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور خاکسار تبلیغ دین کے سلسلہ میں گھر سے باہر رہتا ہے۔ اس لیے دونوں بچیاں آپ کے پاس چھوڑنے آیا ہوں تا کہ آپ کے پُر شفقت سایہ میں تربیت پا سکیں۔ والدہ محترمہ بچپن سے لے کر اپنی شادی تک حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کے پاس رہیں۔ ہماری والدہ کے دل میں خاندانِ مسیح موعودؑ کے لیے بہت عقیدت اور احترام تھا۔ حضرت اماں جانؓ سے لے کر حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کے ساتھ اپنے گذرے ہوئے وقت کا بہت ذکر کرتی تھیں۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کی تربیت کا گہرا رنگ امی جان کی تربیت میں نظر آتا تھا۔ ہمارے گاؤں میں کوئی احمدیہ مسجد نہیں تھی۔ گھر میں ہی ہماری امی جان نماز باجماعت کا خاص اہتمام فرماتی تھیں۔ نمازوں کی وقت پر ادائیگی اور تلاوتِ کلام پاک کا ہمیشہ ہم سے پوچھتی رہتیں۔ فجر کی نماز کی ادائیگی کے بغیر ہمیں ناشتہ نہیں ملتا تھا۔

ہمیں یاد ہے کہ اکثر رات دیر تک امی جان حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات کا ذکر کرتی تھیں۔ امی جان جب حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کی خدمت میں خط لکھتیں تو فوراً جواب آجاتا۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان کے ساتھ وفا اور محبت کا تعلق نبھاتے ہوئے میری والدہ صاحبہ نے یکے بعد دیگرے اپنی تین بیٹیاں آپ کی خدمت اور دینی اور دنیوی تربیت کی غرض سے

بھجیں۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ فرمایا کرتی تھیں کہ سکینہ میں اللہ تعالیٰ نے وفا اور ایثار کا جذبہ رکھا ہے۔

یہ ہم بہنوں کی خوش نصیبی ہے کہ ہماری والدہ صاحبہ نے ہماری عمدہ تعلیم و تربیت کے لیے حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ سے عاجزانہ درخواست کی جو آپ نے قبول فرمائی اور ہمیں اُن کی پُر شفقت صحبت سے فیض یاب ہونے کی سعادت ملی۔

خاکسار کو میٹرک کے بعد حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان کی صحبت میں رہتے ہوئے پڑھائی کے ساتھ آپ کی خدمت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ آپ اُن دنوں قصرِ خلافت میں رہائش پذیر تھیں۔ مجھے گاؤں کی زندگی کے برعکس وہاں کا ماحول بالکل مختلف لگا۔ میں کافی گھبرائی ہوئی اور پریشان تھی۔ آپ نے پُر شفقت انداز میں ایک شفیق روحانی ماں کی طرح بہت حوصلہ افزائی فرمائی۔ آپ نے فرمایا جب تعلیم و تربیت کی غرض سے بچیاں میرے گھر آتی ہیں تو مَیں بہت خوشی محسوس کرتی ہوں۔ آپ کی صحبت میں رہتے ہوئے خاکسار نے آپ کو بہت خدا ترس، با اخلاق، سادہ مزاج اور عاشقِ رسول بزرگ پایا۔ آپ نے ازراہِ شفقت میری کتابوں سے لے کر ہر ضرورت اور تعلیم و تربیت کا خاص خیال فرمایا۔ مجھے کبھی بھی آپ کے گھر میں پرائے پن کا احساس نہیں ہوا۔ آپ کے گھر کے پاکیزہ اور بابرکت ماحول اور آپ کی سحر انگیز شخصیت اتنی متاثر کن تھی کہ خاکسار چند دنوں میں ہی آپ سے بہت مانوس ہوگئی۔

آپ عبادت کا خاص التزام فرماتیں۔ تہجد کے لیے بیدار ہوتیں، نوافل ادا کرتیں اور بہت رقّت سے دعائیں کرتیں اللہ تعالیٰ سے آپ کی دُعاؤں اور راز و نیاز کی آواز کبھی کبھار مجھے آپ کے کمرے سے باہر بھی سُنائی دیتی۔ آپ کے گھر کا ماحول بہت برکت والا تھا گویا رحمت کے فرشتوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہو۔ یہ آپ کی تربیت کا اثر تھا کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے وقت کا دھیان رہتا۔

آپ روزمرہ کے کاموں میں نظم و ضبط قائم رکھنے اور ہر کام وقت پر کرنے کی طرف توجہ فرماتیں۔ فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد تھوڑی دیر کے لیے آرام فرماتیں۔ کچھ دیر کے بعد بچیاں آپ سے ترجمۂ قرآنِ کریم پڑھنے کے لیے آنا شروع کر دیتیں اور یہ سلسلہ کافی دیر تک چلتا۔ دفتر میں کام

کے علاوہ آپ کا معمول تھا کہ گھر میں بھی دفتری معاملات اور ڈاک ملاحظہ فرماتیں۔

آپ کے دل میں خلافت کے لیے بے حد عقیدت اور احترام تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ دونوں رشتے میں آپ کے بیٹے تھے۔ خاکسار نے اپنی آنکھوں سے یہ نظارے دیکھے کہ ایک ماں کا اپنے بیٹوں کے ساتھ خلیفۃ المسیح کی حیثیت سے تعلق عجیب فدائیت کا رنگ لیے ہوتا اور محبت کا اظہار انتہائی خادمانہ ہوتا۔ دربارِ خلافت کے ہر حکم کو مکمل شرح صدر سے ماننا اور عمل کرنا آپ کی اوّلین ترجیح رہی۔

حضرت مصلح موعودؓ کے وجود کی برکت اور آپ کی اعلیٰ تربیت اور پاک صحبت کا گہرا اثر تھا کہ آپ نے دینی فرائض کی انجام دہی میں ساری دُنیا کی خواتین کے لیے صفِ اوّل کی مجاہدہ کے طور پر بے مثال نمونہ پیش فرمایا۔ آپ بہت کم آرام فرماتیں۔ خاکسار کو یاد ہے کہ جب گرمیوں کی سخت دوپہر میں سب گھر والے آرام کر رہے ہوتے آپ اپنے کمرے میں لکھنے میں مصروف ہوتیں۔

آپ خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار تھیں۔ اکثر خاکسار کو فرماتیں ثمینہ میں نمازِ ظہر کے بعد اپنے کمرے میں لکھنے میں مصروف ہوتی ہوں اگر تھوڑی دیر کے لیے لیٹ بھی جاؤں تو مَیں زیادہ گہری نیند میں نہیں ہوتی، تمہارے چلنے پھرنے اور کام کرنے کا اندازہ مجھے ہوتا رہتا ہے۔ اگر باہر صحن میں کسی عورت کو دیکھو جو ملنے کے لیے آئی ہو تو اُس کو کبھی اندر آنے سے منع نہ کرنا۔ کیا پتہ بیچاری کن حالات میں گرمی میں اپنے گھر کے کاموں سے فارغ ہو کر نکلی ہو۔

آپ کی ذات کی ایک نمایاں خوبی آپ کی بے نفسی تھی۔ باوجود اپنی طبیعت کی خرابی کے آپ ایسی ہمت و حوصلہ والی خاتون تھیں جو دوسروں کی ضروریات کو اوّلیت دیتی تھیں اور اُن کے خوشی اور غم میں شریک ہوتیں۔ خاکسار کو حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان کے ساتھ غرباء کے کوارٹروں میں بچیوں کی شادیوں پر جانے کا موقع بھی ملا۔ بعض اوقات گلیوں میں پانی اور گڑھے ہونے کی وجہ سے راستہ خراب بھی ہوتا لیکن آپ وہاں سے بھی پیدل گزر کر مطلوبہ گھر تک پہنچتیں۔ گھر میں داخل ہوتے ہی سب خواتین میں گھل مل جاتیں اور چارپائی پر بیٹھ کر دلہن کو اپنے ساتھ بٹھا لیتیں۔ سر پر دستِ شفقت رکھتیں اور دُعائیں دیتیں، ہر ایک کے ساتھ شفقت اور حُسنِ سلوک سے پیش آنا آپ کا

طرۂ امتیاز تھا۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان کے مزاج میں بزرگوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت اور رشتوں کو بے حد محبت سے نبھانا ساری جماعت کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اکثر نمازِ عصر کے بعد آپ حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ اور خاندان کے دیگر بزرگان سے ملنے تشریف لے جاتیں۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کا حضرت مصلح موعودؓ کی دیگر ازواج کے ساتھ سلوک بے حد متاثر کن تھا۔ آپ کا انداز دل کو چھُو لینے والا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ تشریف لائیں۔ آپ اُن کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ اُن کو اپنی جگہ پر بٹھاتے ہوئے فرمایا کہ "بشریٰ تمہاری طبیعت خراب تھی۔ آنے سے پہلے مجھے بتادیا ہوتا۔ میں تمہارے گھر آجاتی"۔ سیّدہ مہر آپا صاحبہ نے بہت لاڈ سے فرمایا "چھوٹی آپا آپ کو دیکھنے کا دل چاہ رہا تھا اس لیے ملنے چلی آئی"۔

جب حضرت مصلح موعودؓ کے بچے جب آپ کے گھر ملنے آتے تو آپ والہانہ انداز میں استقبال کرتیں، بہت خوش ہوتیں اور آپ کا چہرہ خوشی سے کِھل اُٹھتا۔ ایک مرتبہ خلافت سے قبل حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ اپنی حرم حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ کے ساتھ آپ سے ملنے آئے۔ آپ کا چہرہ خوشی سے ایک دم تمتما اُٹھا۔ آپ "میاں طاری آئے ہیں" کہہ کر والہانہ انداز میں آگے بڑھیں اور سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ کو خود صوفے پر بٹھایا۔

آپ کے دل میں خاندانِ مسیح موعودؑ کے افراد سے بے لوث محبت تو تھی ہی لیکن جماعت کی خواتین، غرباء اور کارکنان سے بھی خاص طور پر محبت کا اظہار فرماتیں۔ خدمتِ دین کرنے والوں سے بہت محبت کا سلوک فرماتیں۔ جب آپ کے باغ سے آم آتے تو انہیں تحفے میں بھجتیں۔ عید کے موقع پر سب کو عیدی بھجتیں۔

خاکسار کو یاد ہے کہ ربوہ میں خلیفۂ وقت کی موجودگی میں ہر وقت رحمتوں اور برکتوں کا نزول رہتا۔ پورے شہر میں رونق اور چہل پہل رہتی۔ مگر جمعہ کا دن گویا عید کا دن ہوتا تھا۔ قصرِ خلافت سے مسجد اقصیٰ تک تمام راستوں پر خدام کی ڈیوٹیاں لگی ہوتیں۔ خلیفۂ وقت کی آمد کا انتظار ہوتا اور ایک سیلِ رواں نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے مسجد اقصیٰ کی طرف رواں دواں ہوتا۔ ہر گھر میں نمازِ جمعہ کی تیاری ہو رہی ہوتی۔ اور حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کے گھر کا بھی یہی معمول تھا۔ ان دنوں ربوہ میں

استعمال کے لیے میٹھا پانی کم ہی مہیا ہوتا تھا۔ خاکسار کو یاد ہے کہ آپ تھوڑا سا میٹھا پانی کیتلی میں گرم کرواتیں پھر اُس میں تھوڑا ٹھنڈا پانی ملاتیں اور خاکسار آپ کے بالوں میں تھوڑا تھوڑا پانی ڈالتی جس سے آپ اپنے سر کے بال دھو لیتیں۔ ساتھ ساتھ فرماتیں کہ پانی تھوڑا تھوڑا ڈالو تا کہ زیادہ ضائع نہ ہو اور سب کے کام آجائے۔ اس کے بعد نمکین پانی سے غسل فرماتیں۔ اس کے بعد ہم اکٹھے نمازِ جمعہ کے لیے مسجد اقصیٰ جاتے۔ کئی بار آپ کے ساتھ صف میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کا موقع ملا۔ آپ بہت آرام اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتیں جو ہم سب خواتین کے لیے ایک نمونہ ہے۔

آپ بہت مہربان اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ ایک بار لاہور سے آپ کی ایک ملنے والی خاتون کا ٹیلی فون آیا کہ ہم ربوہ آرہے ہیں۔ آپ کے گھر میں ٹھہرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے گھر میں زیادہ جگہ نہیں ہے آپ کو تنگ کرنے والی بات ہوگی۔ اس پر آپ نے بہت گرمجوشی اور محبت سے فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کا اپنا گھر ہے دوسری بات یہ کہ جگہ دل میں ہوتی ہے آپ ضرور تشریف لائیں۔ اس کے بعد جلدی جلدی تمام انتظام مکمل کروائے۔ آپ کے گھٹنے میں تکلیف تھی۔ باوجود اس کے خوشی خوشی زمین پر اپنا بستر لگوایا اور مہمان خاتون کو اپنا بستر دے دیا کہ اُن کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

آپ بہترین انتظامی صلاحیتوں کی مالک تھیں۔ آپ کا حُسنِ اخلاق اور پاکیزہ کردار احمدی خواتین کے لیے ایک عظیم نمونہ ہے۔ خاکسار نے آپ کو جلسہ کے دنوں میں خاص طور پر بے حد مصروف پایا۔ جماعتی مصروفیات کے علاوہ گھر میں جلسہ کے مہمانوں کے ٹھہرانے سے لے کر اُن کے کھانے پینے اور آرام کے تمام انتظامات اپنی نگرانی میں کرواتیں۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کے وجود کی برکت تھی کہ آپ کے گھر کے ماحول میں ہر لمحہ روحانی مائدہ بانٹا جاتا جس سے ہر کوئی فیض یاب ہوتا۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ بچیوں کی تربیت میں نظم وضبط کا بہت خیال رکھتیں۔ مجھے یاد ہے کہ ہر سوموار کی شام کو حلقے کی لجنہ کا اجلاس ہوتا۔ جس کے لیے صبح ہی تیاری کرنے کا فرماتیں اور شام کو وقت پر جانے کی تلقین بھی فرماتیں۔

1981ء میں خاکسار کو آپ کے ساتھ پہلی مرتبہ کراچی جانے کا موقعہ ملا۔ آپ نے ازراہِ شفقت خاکسار کو کراچی میں رہائش پذیر عزیزوں کے گھر جانے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ اس

سفر کے دوران حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کے ساتھ لجنہ اماء اللہ کے متعدد پروگراموں میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ ایک دن لجنہ کراچی کی آپ سے ملاقات تھی۔ میں ملاقات کرنے والی لائن میں کھڑی ہو گئی۔ سب بہنیں آپ سے مصافحہ کر رہی تھیں۔ جب میری باری آئی تو آپ نے حیران ہو کر مجھے دیکھا اور فرمایا گھر سے میرے ساتھ ہی تو آئی ہو۔ میں نے عرض کیا کہ چھوٹی آپا مجھے بھی لائن میں لگ کر آپ سے ہاتھ ملانے کا شوق ہے۔ اس بات سے آپ بہت محظوظ ہوئیں۔

خاکسار کو یاد ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنی چھوٹی بہن بی بی طیّبہ صاحبہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ خاکسار بھی پاس ہی تھی۔ آپ اپنی بہن سے فرمایا کہ مجھے اس بات کی بے حد خوشی محسوس ہوتی ہے۔ کہ سکینہ نے پڑھا لکھا کر اپنی بیٹیوں کی اچھی تربیت کی ہے۔ سچ بولنا اور محنت کرنا سکھایا ہے۔ اپنی والدہ کے بارے میں حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کا اظہارِ خیال سُن کر دل کو بہت خوشی محسوس ہوئی۔

خاکسار کو یاد ہے کہ آپ فرماتیں کہ بچیوں کی شادیاں وقت پر ہو جائیں تو اچھا ہے تم بھی اب پرائے گھر جاؤ گی۔ کھانا پکانا سیکھو اور سلائی کڑھائی بھی آنی چاہیے۔ ایک بار ایک چُنے ہوئے دوپٹے کو گوٹا لگا رہی تھیں جس کے ساتھ موتیے رنگ کی جارجٹ کی مکیش والی فراک اور سُرخ چوڑی دار پاجامہ تھا۔ فرمانے لگیں "یہ دیکھو جب کوئی سلائی یا ٹانکا لگانا ہو تو سوئی میں ہمیشہ چھوٹا دھاگہ ڈالنا چاہیے"۔ پھر پوچھا کہ "یہ جوڑا کیسا ہے؟" میں نے عرض کیا چھوٹی آپا بہت خوبصورت جوڑا ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ "یہ تمہاری شادی کا جوڑا ہے لیکن ابھی تمہیں نہیں دُوں گی"۔ وہ جوڑا بطور تبرک اب بھی خاکسار کے پاس موجود ہے۔

ایک Tea Set جو فرانس سے کسی نے آپ کو تحفہ میں بھیجا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے یہ تمہاری شادی کے لیے رکھ لیا ہے۔

آپ بہت معاملہ فہم اور زیرک خاتون تھیں۔ خاکسار کو یاد ہے کہ بی۔اے کے امتحان قریب تھے۔ میری انگلش کے پرچے کی تیاری اچھی نہیں تھی۔ آپ نے فرمایا "میرا خیال ہے کہ دوسرے مضامین کی تیاری کر وانگلش کا پرچہ بعد میں دے دینا"۔ مَیں نے اُسی طرح آپ کے حکم کی تعمیل کی اور انگلش کے علاوہ باقی مضامین کی تیاری شروع کر دی۔ جب رزلٹ آیا تو میں تمام دیگر

مضامین میں پاس ہوگئی۔ آپ بہت خوش ہوئیں پھر فرمایا کہ "اب انگلش کے پرچے کی تیاری شروع کردو"۔ اُنہی دنوں محترمہ مسز فرخندہ شاہ صاحبہ آپ سے ملنے آئیں۔ آپ نے فرمایا کہ "فرخندہ تھوڑا سا وقت نکال کر ثمینہ کو اپنے گھر بلا کر اس کی انگلش کے پرچے کی تیاری کروادو"۔ یہ بھی اظہار فرمایا کہ دُور سے آئی ہے مَیں چاہتی ہوں کہ بی۔اے مکمل کرلے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور آپ کی دُعائیں تھیں۔ مسز شاہ صاحبہ نے بہت پیار سے پرچے کی تیاری کروائی۔ خاکسار انگلش کا پرچہ دے کر سیالکوٹ واپس آگئی۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان نے اپنے ہاتھ سے خط لکھ کر انگلش کے پرچے میں پاس ہونے کی خوشخبری دیتے ہوئے پہلی لائن میں لکھا تھا کہ مبارک ہو پاس ہو گئی ہو۔ پھر فرمایا دیر سے نہیں ملیں۔ آکر مل جاؤ اور اپنی ڈگری بھی لے جانا۔ دل آپ کی محبت اور شفقت پر قربان۔ آپ پر لاکھوں سلام۔

آپ کی دُعاؤں کے اثر سے خاکسار نے خدا تعالیٰ کے فضل سے واپس سیالکوٹ آکر اُردو لٹریچر اور اسلامیات میں ماسٹرز کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملازمت بھی مل گئی۔

ہمارے خاندان پر حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کی بے شمار شفقتیں رہی ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب آپ سیالکوٹ کے لجنہ کے دورے کے لیے تشریف لائیں تو اُس موقع پر میرے بھائی کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کے لیے ہمارے نواحی گاؤں "اُگوکی" بھی تشریف آئیں۔ آپ کے ساتھ صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ اور صاحبزادی سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہ بھی تھیں۔ وہ دن ہمارے خاندان کے لیے بہت خاص اور خوشی سے بھرپور تھا۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے فرمایا "آج مجھے اپنی سکینہ کے گھر آکر بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے"۔ میری امی جان مرحومہ کی خوشی کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

خاکسار کو یاد ہے کہ جب شادی کے کچھ عرصہ بعد حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کی خدمت میں اپنے خاوند اور دو بچوں بیٹے عثمان احمد اور بیٹی مریم طاہر کے ساتھ حاضر ہوئی۔ آپ نے بہت خوش اور مسرت کا اظہار کیا۔ اور جلدی سے فرمایا "طاہر میرا داماد ہے، ڈرائنگ روم کھلواؤ اور اُسے اندر بٹھاؤ"۔ پھر بچوں کو اپنے پاس بٹھایا، بہت پیار دیا اور شفقت کا سلوک فرمایا۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان کے ساتھ گزارے ہوئے سحر انگیز لمحات اور برکتوں والے دن

ایسے ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ خاکسار آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے آپ کو نذرانۂ عقیدت پیش کرتی رہے۔

خاکسار اس بات کا اعتراف کرتی ہے کہ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان جیسی عظیم ہستی کے بارے میں آپ کے شایانِ شان اپنے الفاظ میں ان کی خوبیوں کے بیان کا عشرِ عشیر بھی پیش نہیں کر سکی۔ اب ان الفاظ میں آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتی ہوں۔

ہو کس طرح سے اطاعت گزاریوں کا شمار
تمہارا ہر قدم اٹھا فقط امام کے ساتھ
خدا کرے کہ وہاں بھی تم ان کے ساتھ رہو
تمہارا نام ہے منسوب جن کے نام کے ساتھ

حضرت چھوٹی آپا کی کچھ یادیں

(مکرمہ ریحانہ باسمہ صاحبہ)

محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ اس عاجزہ کو پیاری حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی بابرکت صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔ آپ ایک نہایت شفیق مہربان اور ہمدرد ہستی تھیں۔ آپ کی صحبت میں گزارے ہوئے چار سال (1986ء تا 1989ء) میرے لیے ایک نعمت ہیں۔ خاکسار تعلیم کی غرض سے ایک چھوٹے سے قصبے سے آئی تھی۔ بالکل نیا ماحول تھا۔ پیاری چھوٹی آپا نے اس پیار اور محبت سے میری دلجوئی فرمائی کہ احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ میں اپنے گھر سے دور ہوں۔ اگر کوئی مہمان آتا تو میرا تعارف اس طرح کرواتی تھیں کہ یہ میری بیٹی ہے اور میرے پاس پڑھنے کے لیے آئی ہے۔ انہیں اس بات کا پوری طرح احساس ہوتا تھا کہ یہ بچی میرے پاس پڑھنے کے لیے آئی ہے۔ لہذا انہوں نے میری تعلیم اور تربیت کا خاص خیال رکھا۔ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ باقاعدگی سے مجھے اجلاسوں پر بھیجتی تھیں۔ ہمیشہ میرا چندہ میرے ہاتھ سے دلواتی تھیں اور کہتی تھیں کہ ایسا میں اس لیے کرتی ہوں کہ تاکہ تمہیں چندہ دینے کی عادت پختہ ہو جائے۔

میرا کالج میں "عربی اختیاری" کا مضمون تھا۔ کسی وجہ سے ہماری ٹیچر چھٹی پر تھیں تو پیاری چھوٹی آپا نے ازراہِ شفقت مجھے عربی کی ساری کتاب گھر میں پڑھائی اور میں نے بورڈ کے امتحان میں عربی میں سو میں سے پچاسی نمبر حاصل کیے۔ الحمدللہ

پیاری چھوٹی آپا نے ایک اور عظیم احسان مجھ ناچیز پر یہ کیا کہ آپ نے بہت پیار اور محبت سے مجھے پورے قرآنِ شریف کا لفظی اردو ترجمہ سکھایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے صد سالہ احمدیہ جشنِ تشکّر والے سال مجھے لجنہ اماء اللہ کی طرف سے سند دی گئی جس پر حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کے دستخط ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذالك

خاکسار نے ایف۔ اے میں 671 نمبر حاصل کیے تو بہت خوش ہوئیں۔ مٹھائی تقسیم کی اور

سب کو بتاتیں کہ میری ریحانہ ہائی فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئی ہے۔ بی۔ اے کا جب رزلٹ آیا تو اُس وقت خاکسار کی شادی ہو چکی تھی۔ آپ نے رزلٹ کارڈ بذریعہ ڈاک مجھے کراچی میرے سسرال بھیجا اور مبارکباد دی۔ اچھے نمبروں میں پاس ہوئی تھی۔ الحمدللہ

چھوٹی آپا پردہ کے معاملہ میں بہت سختی کرتی تھیں۔ اُن دنوں ربوہ میں کوٹ برقعوں کا رواج نیا نیا آیا تھا تو آپ نے مجھے بلا کر تاکید کی کہ تم ہرگز کوٹ برقعہ نہ پہننا، ہمیشہ پورا برقعہ پہننا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ ان کی نصیحت پر عمل کیا ہے اور اللہ کرے ہماری نسلیں بھی ہمیشہ پردہ کی پابند ہوں۔ آمین

پیاری چھوٹی آپا کے ساتھ گزارے ہوئے روح پرور لمحات میں سے دو واقعات ہیں جو میرے لیے بہت سبق آموز ہیں۔ پہلا واقعہ کچھ یوں ہے کہ آپ کے کمرے کا قالین دھلوا کر باہر صحن میں ڈالا گیا تھا۔ شام ہوئی تو آپ نے مجھے کہا کہ بشیر اور حنیف (کارکنان لجنہ اماء اللہ) ہیں ان سے قالین اندر کمرے میں رکھوا لو، کہیں بارش نہ آجائے۔ میں نے کہا چھوٹی آپا آسمان بالکل صاف ہے، کہیں بادل نہیں ہیں۔ لہٰذا، قالین کو باہر رہنے دیں کیونکہ کل پھر دھوپ لگوانی ہے۔ چھوٹی آپا نے کہا تمہاری مرضی۔ رات کو بارش ہو گئی اور قالین زیادہ گیلا ہو گیا۔ صبح ہوئی تو میں بہت شرمندہ ہوئی۔ چھوٹی آپا نے صرف اتنا کہا کہ میں نے تمہیں کہا تھا نا کہ قالین اندر رکھوا لو۔ اگلے دن شام ہوئی تو میں نے کہا چھوٹی آپا بھائی بشیر اور بھائی حنیف کو بلوا دیں، قالین اندر رکھنا ہے۔ آپ نے کہا رہنے دو باہر ہی، بارش نہیں ہو گی۔ میں نے کہا باہر بادل ہیں آپ بلوا دیں۔ آپ نے کہا تمہاری مرضی۔ خیر قالین اندر رکھا۔ صبح دیکھا تو بارش نہ ہوئی تھی، تو آپ نے قہقہہ لگایا اور ہنس کر مجھے کہا کہ میں نے تمہیں کہا تھا نا کہ بارش نہیں ہو گی۔ میں پھر بہت شرمندہ ہوئی۔ اس واقعہ سے میں نے یہ سبق سیکھا کہ بزرگ ہستیوں کی بغیر سوال و جواب اطاعت ضروری ہے اور اسی میں برکت ہے۔

دوسرا واقعہ ایسا ہے جس سے حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کی اپنے محبوب شوہر حضرت مصلح موعودؓ سے محبت اور عقیدت کا پتہ لگتا ہے۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک دن آپ نے مجھے کہا کہ سٹور میں چیزیں بکھری پڑی ہیں ان کو ترتیب سے رکھ دو۔ میں سٹور میں چیزیں سیٹ کر رہی تھی کہ ایک بہت پرانا ہیٹر جو زنگ آلود تھا میرے ہاتھ سے گر گیا اور اس کا آدھا راڈ اندر سے ٹوٹ گیا۔ چھوٹی آپا آواز سن کر آئیں اور مجھ سے پوچھا کہ کیا ہوا ہے۔ میں نے بتایا کہ یہ ہیٹر گر کر ٹوٹ گیا ہے۔ آپ ہیٹر

دیکھ کر بہت افسردہ ہوئیں۔ میں بہت حیران ہو رہی تھی کہ ایک پرانے سے ہیٹر کے ٹوٹنے سے آپ کتنی دکھی ہو رہی ہیں۔ پھر آپ نے مجھے بتایا کہ یہ ہیٹر حضرت مصلح موعودؓ کا تھا اور وہ اپنے کمرے میں لگایا کرتے تھے۔ یہ سن کر مجھے بھی بہت افسوس ہوا اور میں بھی پریشان ہو گئی کہ یہ مجھ سے کیا غلطی ہو گئی ہے۔ پھر آپ نے مجھے کہا کہ اس کو آن کرو، دیکھو چلتا ہے کہ نہیں۔ میں نے سوئچ آن کیا تو ہیٹر بالکل صحیح چل رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئیں اور مجھے بھی تسلی ہوئی کہ ہیٹر کام کر رہا ہے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ سردیوں کے موسم میں آپ ہمیشہ وہی ہیٹر اپنے کمرے میں لگاتی تھیں۔ اس واقعہ سے پتہ لگتا ہے کہ پیاری چھوٹی آپا نہ صرف حضرت مصلح موعودؓ سے محبت وعقیدت رکھتی تھیں بلکہ آپؓ کے استعمال میں آنے والی ہر چیز انہیں عزیز تھی۔ انہوں نے مجھے حضورؓ کا کھدر کا ایک کرتہ بھی دکھایا جو انہوں نے سنبھال کر رکھا ہوا تھا اور بہت پیار کا اظہار فرما رہی تھیں۔

آپ حضورؓ سے منسلک ہر رشتے سے بے حد محبت اور عزت سے پیش آتی تھیں۔ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ جب کبھی ملنے کے لیے تشریف لاتیں تو آپ بہت محبت سے انہیں خوش آمدید کہتی، انہیں اپنی کرسی پر بٹھاتیں اور بہت مہمان نوازی کرتیں۔

غرض آپ ایک ایسا بابرکت اور مبارک وجود تھیں کہ آپ کی صحبت میں رہنے کی کوئی بھی انسان ہمیشہ خواہش رکھے۔ غلطیوں کی بہت نرمی اور محبت سے اصلاح فرماتی تھیں۔ میں ان کا کوئی بھی کام کرتی تو بہت دعائیں دیتی تھیں۔ آپ ہمیشہ مجھے کہتی تھیں کہ خدا تمہیں اچھا بڑا گھر دے اور خدا تعالیٰ نے میرے حق میں ان کی ساری دعائیں قبول فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو ہر نعمت سے نوازا ہے۔ الحمد للہ

اللہ تعالیٰ ان پر اپنی بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ہمیشہ نقش قدم پر چلائے اور ان کی نسلوں کو بھی ہمیشہ ان کی نیکیوں کو آگے جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت چھوٹی آپا صاحبہ

(مکرمہ مبشرہ بشارت صاحبہ)

بچپن میں حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کو جلسہ سالانہ اور اجتماع وغیرہ پر دور سے ہی دیکھا کرتے تھے اس وقت سے ہی آپ کی شخصیت کے نشان میرے ذہن میں نقش ہوتے گئے۔ اپنی تقاریر میں ناصرات الاحمدیہ کو میری پیاری بچیو! کہہ کر مخاطب کرنا جس میں انتہائی پیار کی بھی جھلک نظر آتی اور احساس تفکر بھی ہر پہلو سے بچیوں کی تربیت کو بہت پیارے انداز سے بیان کرتیں۔

بہت سے مواقع پر چھوٹی آپا کے بابرکت وجود سے فیض پایا۔ ان گنت یادیں ہیں جو کہ ذہن کے پردہ پر نقش ہیں۔

بڑے ہو کر آپ کی شخصیت کے خوبصورت پہلو سامنے آتے گئے۔

بحیثیت صدر لجنہ، بحیثیت ڈائریکٹریس جامعہ نصرت خواتین چھوٹی آپا کو بارہا دیکھنے کا موقع ملتا۔ سادہ لیکن بے حد پروقار، ایک نرم اور مشفق سی مسکراہٹ چہرے پر لیے لجنہ ہال اور کالج کے درمیان کے دروازے سے آتی جاتی نظر آتیں اور ہم بھی آپ کو سلام کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتیں۔

طالبات کے لیے ہمارے کالج میں ہی لجنہ کے اجلاسات دینیات سوسائٹی کے تحت ہوا کرتے تھے۔ حضرت چھوٹی آپا کی نصائح طالبات کے لیے تربیت کے نئے نئے در وا کر دیتیں۔ اس دور میں آپ کے زیرِ سایہ رہتے ہوئے دینی تعلیم کا معیار بہت اچھا تھا جو طالبہ بھی جامعہ نصرت سے فارغ ہو کر نکلتی ترجمہ و تفسیر کے علم سے بہرہ ور ہو کر نکلتی اس کے ساتھ ساتھ جماعتی لٹریچر کا بھی بھرپور علم حاصل کر کے نکلتی۔

اس وقت کی جامعہ نصرت سے پڑھی ہوئی طالبات آج اگر دنیا کے کسی کونے میں بھی ہوں گی اپنی دینی قابلیت سے دوسروں کو فیض یاب کر رہی ہوں گی۔ اور یہ حقیقت بھی ہے۔

جلسہ سالانہ سے پہلے جو جوش و خروش ڈیوٹیاں لگوانے کے سلسلہ میں ہوتا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ تمام سکولوں کالج اور محلّہ جات سے نام منگوا کر شعبہ جات کے مطابق لسٹیں تیار کی جاتیں۔

مجھے یاد ہے کارکنات کا اجلاس کبھی نصرت گرلز سکول کے لان میں یا کبھی جامعہ نصرت کے بڑے لان میں ہوا کرتا تھا۔ پورے ربوہ میں سے خواتین اور لڑکیاں آتیں اور حضرت چھوٹی آپا کی نصائح اتنی پر اثر ہوتیں کہ ہمارے سوئے ہوئے جذبوں کو بیدار کر دیتیں پھر نہ سردی کی شدت کا اثر، کہاں کی تھکاوٹ سب احساسات ایک طرف، ایک ہی خیال اور ایک ہی جذبہ ہوتا کہ مہمانوں کی تواضع میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔

دوسروں میں چھپی ہوئی صلاحیتوں کو ابھارنے کا فَن بھی آپ کو خوب آتا تھا۔ اجتماع کے موقعہ پر خاکسار کو عربی میں تقریر کرنے کی توفیق ملی چھوٹی آپا کو یاد رہا۔ ایک جلسہ کے موقع پر چھوٹی آپا نے ڈیوٹی لگوانے کے لیے گھر بلوایا۔ چند لڑکیاں اور بھی آئی ہوئی تھیں میں ان کے بالکل قریب تھی کہنے لگیں "مبشرہ غنی تمہاری ڈیوٹی ترجمانی پر لگا دوں؟"۔ اس ڈیوٹی کا نام سنتے ہی میں گھبرا کر دوسری لڑکیوں کے پیچھے چھپ گئی منہ سے کچھ نہ بولوں۔ چھوٹی آپا کافی دیر مسکراتیں رہیں میری اس حرکت پر۔ اس کے بعد بڑے تسلی دینے والے انداز میں فرمانے لگیں کہ "چلو یہاں نہیں، انچارج دفتر نصرت گرلز سکول کے طور پر لگا دیتی ہوں"۔ یہ آپ کی شفقت اور دلداری کا انوکھا انداز تھا۔ آپ نے میرا مان بھی بڑھایا اور آپ کی شفقت نے میرے سوئے ہوئے جذبوں کو مہمیز کیا اور جس کام کی مجھے الف ب بھی نہیں آتی تھی محض خدا کے فضل سے وہ ڈیوٹی دینے کی توفیق ملی الحمدللہ۔

جامعہ نصرت کی ڈائریکٹریس ہونے کا آپ نے پورا پورا حق ادا کیا۔ اس ادارے کی روحِ رواں آپ تھیں۔ مسز فرخندہ شاہ صاحبہ جو کہ ہماری بہت ہی قابل پرنسپل تھیں۔ چھوٹی آپا قدم بقدم انہیں ساتھ لے کر چلیں اور اس وقت جامعہ نصرت کا ستارہ، خواہ وہ دینی سرگرمیاں ہوں، علمی سرگرمیاں ہوں یا ادبی ہوں، عروج پر تھا۔ پورے پاکستان کے کالجز میں جامعہ نصرت کی ایک الگ ہی پہچان تھی۔ طالبات کی جسمانی صحت کی بھی فکر ہوتی تھی۔ آپ کی سرپرستی میں کھیلوں کا نظام بھی بہت فعال تھا۔ مجھے یاد ہے کہ کالج میں ہونے والی گیمز اور انٹر کلاسز میچز (جو اکثر ہوا کرتے تھے) میں تشریف لاتیں اور کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی بھرپور طریقے سے کرتیں۔ یہی وجہ تھی کہ جامعہ

نصرت کی طالبات آل پاکستان میچز اور ایتھلیٹکس میں نمایاں پوزیشن حاصل کرتیں۔ آپ کی یادیں، آپ کی خوبیاں، آپ کی شخصیت کے تمام پہلو ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

قرآنِ پاک پڑھنے اور پڑھانے سے والہانہ لگاؤ تھا روزانہ لڑکیوں کو قرآنِ مجید ترجمہ کے ساتھ پڑھاتیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے درس القرآن اور ترجمۃ القرآن کلاس بڑے اہتمام سے سنتیں اور باقاعدہ ان کے نوٹس لیا کرتیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا چھوٹی آپا کے گھر میں درس القرآن ہوا کرتا تھا جس میں نصرت گرلز سکول سے ہم لڑکیاں لائنوں میں لگ کر جایا کرتیں۔ کالج کی لڑکیوں کے علاوہ محلّہ جات سے خواتین بھی والہانہ آتیں اور سب کو بٹھانے کا انتظام اور نظم و ضبط قائم کرنے میں چھوٹی آپا کا جوش و خروش قابلِ دید ہوتا۔

آپ ایک گوہرِ نایاب تھیں۔ ہزاروں سینوں کو آپ نے قرآنِ پاک کی تعلیم سے روشن کیا۔ بے انتہا محبت تھی آپ کو قرآنِ پاک سے اور یہی وجہ تھی کہ آپ کو عربی زبان پر بھی عبور حاصل تھا اور نہ صرف یہ کہ خود دلچسپی تھی بلکہ طالبات میں بھی اس شوق کو اجاگر کرنے کی دھن تھی اور ان کی حوصلہ افزائی کا ڈھنگ بھی بہت نرالا تھا۔ اس ضمن میں خاکسار جو بیان کر رہی ہے اس میں ہرگز خود نمائی مقصود نہیں بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر ذکر کر رہی ہوں جس سے چھوٹی آپا صاحبہ کی عربی زبان سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

عربی زبان میں اوّل آنے والی طالبہ کو کالج کی طرف سے ایک اوّل انعام تو ملا ہی کرتا تھا۔ ایک خصوصی انعام حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی طرف سے بھی ہوتا تھا اور وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ضخیم کتاب کی شکل میں ہوتا تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے کالج کے ہر سال خاکسار کو یہ انعام ملتا رہا۔ الحمدللہ۔ اس سے بڑھ کر خوشی کسی انعام کی نہیں ہوتی تھی اور آج تک یہ خوشی میں اپنے دل میں محسوس کرتی ہوں۔

آپ بہت زیرک اور ذہین خاتون تھیں۔ جامعہ نصرت کی نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں آپ کے زیرِ قیادت جامعہ نصرت کا نصابی و غیر نصابی کامیابیوں میں قدم ہمیشہ آگے سے آگے بڑھتا گیا۔

میرے سسرال کا تعلق ڈیرہ غازی خان سے تھا چھوٹی آپا کا دورہ ہوا ان دنوں مَیں وہیں پر

تھی چھوٹی بیٹی ماریہ کو گود میں لے کر پیچھے کھڑی تھی چھوٹی آپا کا خطاب سنتی رہی۔ بچی کی وجہ سے یہ بھی جھجک تھی کہ آگے جاؤں گی تو ڈسٹرب کرے گی۔ دعا ختم ہوتے ہی چھوٹی آپا نے بڑے پیار سے اشارہ کر کے مجھے اپنے پاس بلایا۔ انتہائی شفقت سے گلے لگایا اور محبت بھرے انداز میں ہنس کر فرمانے لگیں کہ "مبشرہ بہت روکھی ہو گئی ہو"۔ مطلب یہ تھا کہ ربوہ آتی ہو تو ملنے کیوں نہیں آتی۔ ان کے پیار پر بہت شرمندگی ہوئی۔

میری بڑی بہنیں امۃ الرفیق ظفر اور امۃ الباسط شاہین چھوٹی آپا کے گھر تاریخ لجنہ کی تیاری کے لیے جایا کرتی تھیں۔ چونکہ میں سٹوڈنٹ تھی اس لیے روزانہ نہیں جا سکتی تھی۔ چھوٹی آپا نے کہا ہوا تھا چھٹی کے دن اسے لے آیا کرو اس لیے خاکسار کو بھی چھوٹی آپا کے گھر جانے کی بھی توفیق ملتی رہی۔ گھر کے پچھلی طرف لائبریری تھی اس کے سامنے والے حصہ میں گیلری بھی تھی جہاں جعفری لگی تھی جو بہت خوبصورت لگا کرتی تھی وہاں تاریخ لجنہ والی ساری ٹیم بیٹھتی تھی لائبریری سے اخبارات ورسائل میں سے حوالہ جات نکال کر چھوٹی آپا سے چیک کرواتیں جو کہ ساتھ والے کمرے میں میز کرسی لگا کر اپنا لجنہ کا کام بھی کر رہی ہوتیں اور ساتھ ساتھ تاریخ لجنہ بھی تیار ہوتی رہی۔ اور یہ کام بہت تسلسل سے چلتا رہا۔ اکثر دوپہر کا کھانا چھوٹی آپا ان کے ساتھ ہی ڈائننگ ٹیبل پر کھاتیں۔ ساتھ ساتھ ہلکا پھلکا مذاق چلتا بہت ہی پر کیف تھے وہ لمحات۔

ستمبر 1994ء میں بچوں کی پڑھائی کے سلسلہ میں خاکسار شاہ تاج ٹیکسٹائل سے ربوہ منتقل ہو گئی تھی۔ ابھی میں نے اپنے گھر کا سامان کھول کر پوری طرح گھر کو سیٹ بھی نہیں کیا تھا کہ دفتر سے پیغام ملا کہ چھوٹی آپا آپ کو بلا رہی ہیں۔ سو خاکسار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہی مستقل مسکراہٹ سے سجا چہرہ، فرمانے لگیں "مبشرہ آ گئی ہو ناں ربوہ میں؟ میں نے تمہیں کوئی کام دینا ہے کرو گی ناں؟ کچھ دنوں کے بعد بتاؤں گی"۔ اس دن چھوٹی آپا کا پیار اور دعائیں لے کر گھر آ گئی۔ کچھ دنوں کے بعد پھر آپ کے بلانے پر حاضر ہوئی۔ فرمانے لگیں تمہیں کوئی کام دینا ہے تمہیں بلالوں گی۔

9 نومبر کو لجنہ کی شوریٰ تھی۔ خاکسار کو دفتر کا آدمی بلانے آیا کہ چھوٹی آپا نے بلایا ہے۔ جب میں گئی تو شوریٰ کا اجلاس شروع ہو چکا تھا۔ اشارے سے مجھے بلا کر قریب ہی بیٹھنے کا کہا اور فرمانے لگیں مبشرہ کو حضرت صاحب کا خط دے دو۔ آپ کا انداز نہایت ہی حوصلہ افزا اور مشفقانہ تھا۔ خاکسار کی حیثیت اور قابلیت کے لحاظ سے بہت بڑی ذمہ داری تھی یعنی سیکرٹری تعلیم کی۔ خاکسار ایک ذرہ برابر

بھی اپنے آپ کو اس قابل نہیں پاتی تھی۔ لیکن محض خدا کے فضل سے اور چھوٹی آپا کی زیرِ قیادت اور زیرِ سایہ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر رہنمائی فرمائی اور کام کرنے کی توفیق بخشی۔ الحمدللہ

30 دسمبر 1994ء کو بقضائے الٰہی خاکسار کے شوہر کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ چھوٹی آپا نے بہت ڈھارس بندھائی اور یہ بھی رعایت دی کہ جب تک عدّت میں ہی ہو تو رپورٹ چیک کرنے کے لیے گھر ہی بھجوا دیں گے اور یوں میرے لیے سہولت کے سامان پیدا کر دیئے۔

خاکسار کو جلد ہی اکیڈمی میں جاب مل گئی۔ دونوں کام ایک ساتھ نبھانا مشکل تھا لیکن یہاں بھی چھوٹی آپا نے سنبھالا دیا اور میری مشکل آسان کر دی۔ مجھے بلایا اور فرمایا کہ جاب شروع کر دی ہے۔ اب اس طرح کرنا کہ ہفتے والے دن دفتر آ جایا کرنا۔ کچھ کام گھر میں کر لینا اور ضروری ہو تو چھٹی کی بعد میرے گھر آ جایا کرنا مثلاً اسناد وغیرہ اور دوسری لسٹیں وغیرہ اور سرکلر تیار کرنے کے سلسلہ میں اور یوں آپ کے ساتھ آپ کے گھر میں بھی ساتھ رہنے کا موقع ملا۔

میرے دامن کے سبھی دکھ تو نے ایسے چُن لیے
اب کوئی بھی غم نہیں آنسو بہانے کے لیے

اپنی ساری عاملہ سے بہت پیار تھا اور اس پیار میں عزت بھی شامل تھی۔ اگر کوئی غلطی بھی ہو جاتی تو اس طرح توجہ دلاتیں اور انداز اتنا پیارا ہوتا کہ اگلے کی اصلاح بھی ہو جاتی اور اسے شرمندگی بھی محسوس نہ ہوتی۔

ایک مرتبہ کسی غلط فہمی کی وجہ سے مجھے پتہ چلا کہ چھوٹی آپا کو کوئی شکایت پہنچی ہے اُن کے بلانے پر میں ڈرتی ڈرتی گئی تو بڑے پیار سے کتنی ہی دیر میرا ہاتھ تھامے رکھا۔ جب میں نے غلط فہمی کی وضاحت کی تو مسکرانے لگیں۔ ادھر ادھر کی ہلکی پھلکی باتیں کیں کہ میرا دل بھی ہلکا پھلکا ہو گیا۔

بعض ہستیاں اتنی پیاری ہوتی ہیں کہ ان سے جدائی کا تصور بھی محال ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی سب طاقتیں، ذہنی صلاحیتیں دین کی خدمت میں اور دوسروں کی بھلائی کے لیے صرف کر دیں۔

آہستہ آہستہ آپ کی صحت کمزور ہوتی گئی شاید تقدیر ہمیں اس صدمے کے لیے آہستہ آہستہ تیار کر رہی تھی۔ بیماری میں بھی دفتر آنے کی دھن رہتی۔ کمزوری کے باوجود دفتر آتیں اور

بہت خوش ہوتیں آخر کار وہ جانگسل گھڑی آگئی اور ہماری جان سے پیاری چھوٹی آپا ہم سے جدا ہو کر اپنے خالقِ حقیقی سے جاملیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وِاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

تو نہیں باقی مگر کافی ہیں اب میرے لیے
نقشِ پا تیرے، قدم آگے بڑھانے کے لیے

اپنے عظیم شوہر کی رہنمائی میں آپ نے تحریر و تقریر دونوں میں ملکہ حاصل کیا۔ اس قدر پُر اثر تقریر کہ الفاظ دل کی گہرائیوں میں اترتے چلے جاتے۔

ہم تیری محفل میں آتے تھے سبھی دیوانہ وار
علم اور عرفان کے موتی چرانے کے لیے

حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی یاد میں

(مکرمہ مبشرہ بشارت صاحبہ)

یوں تو آتے ہیں سبھی دنیا میں جانے کے لیے
تیرا جانا ہے رُخِ دلبر کے پانے کے لیے

دل مراد لگیر ہے، آنکھوں سے آنسو ہیں رواں
جا بسی تُو دور دنیا اک بسانے کے لیے

پیار و الفت کا تو بحر بیکراں تھی سیّدہ
نہ فقط میرے لیے، سارے زمانے کے لیے

میرے دامن کے سبھی دکھ تُونے ایسے چُن لیے
اب کوئی بھی غم نہیں، آنسو بہانے کے لیے

عشق کی حد تک محبت تھی تجھے قرآن سے
کیا ادا تھی، اپنے مولا کو لبھانے کے لیے

اپنی ابجہہ کے لیے تو عمر بھر کوشاں رہی
تُو تو آئی تھی جہاں میں، جاں لٹانے کے لیے

جنگ رکھی جاری تُونے رسم وبدعت کے خلاف
کَیا کِیا نہ، خُفتہ روحوں کو جگانے کے لیے

ہم تمہاری بزم میں آتے تھے سب دیوانہ وار
علم اور عرفان کے موتی چُرانے کے لیے

اپنی ہستی کو بھلا کر سُوئے منزل تھی رواں
ہر عمل تھا دین کی عظمت بڑھانے کے لیے

تُو نہیں، پر تیری خوشبو سے معطر ہے چمن
ہے خیال یار باقی، مسکرانے کے لیے

ہیں کٹھن راہیں، مگر کافی ہے اب میرے لیے
نقشِ پا تیرے، قدم آگے بڑھانے کے لیے

اب تو میری زیست کا حاصل تمہاری یاد ہے
اور یہی عنوان ہے، میرے فسانے کے لیے

میرے مولا یہ رضا تیری ہے اور راضی ہیں ہم
آئے ہم دنیا میں، لَو تجھ سے لگانے کے لیے

(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 147 تا 148)

دیکھو سوہنے چھوٹی آپا آندے ہیرے رولدے

(مکرمہ ریحانہ شاہین نصر اللہ صاحبہ)

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ سے میری پہلی ملاقات 1971ء کے آخر یا 1972ء کے اوائل میں ہوئی۔ میری باجی امۃ الباسط، جنہیں ہم پیار سے 'اختی جان' کہتے تھے، حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے پاس تاریخ لجنہ کے کام کے لیے جایا کرتی تھیں۔ وہ مجھے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ سے ملانے لے کر گئیں۔ میرا بچپن قادیان میں اپنی پھوپھی جان، مکرمہ استانی ربیعہ خانم صاحبہ، کے پاس گزرا تھا۔ وہیں سے میں نے میٹرک وہیں سے کیا تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ کے چہرے پر بڑی ہی خوبصورت مسکراہٹ تھی۔ اس مسکراہٹ میں گرم جوشی کے ساتھ ساتھ انسیت اور شفقت بھی ملی ہوئی تھی۔ اور ایک نور کا ہالہ سا آپ کے چہرے پر نمایاں تھا۔ آپ کو دیکھ کر "ایک کِھلے ہوئے گلاب" کا تصور ذہن میں آتا تھا۔ آپ کی خوبصورت اور میٹھی مسکراہٹ اور آپ کی شفقت اور پیار بھرے لہجے نے پہلی ہی نظر میں مجھے آپ کا دیوانہ بنالیا۔

میری باجی نے میرا تعارف کروایا کہ یہ میری چھوٹی بہن شاہین ہے جو قادیان سے واپس آئی ہے۔ مَیں نے آگے بڑھ کر آپ سے مصافحہ کیا اور آپ کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ آپ مجھ سے قادیان کے بارے میں سوال کرنے لگیں۔ مَیں ان باتوں کے جواب بھی دے رہی تھی اور ساتھ ساتھ خود بھی آپ سے سوال کرنے لگی۔ آپ بھی ہونٹوں پر شفقت بھری مسکان لیے میری باتوں کا جواب دیتی رہیں۔ آپ میری پھوپھی جان کو اچھی طرح جانتی تھیں اور آپ کی ہمشیرہ حضرت سیّدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ بھی قادیان میں ہی رہتی تھیں۔ میرے پاس باتوں کا ذخیرہ تھا اور مَیں باتیں کرنے کی شوقین بھی تھی۔ اختی جان مجھے بار بار باتیں کرنے سے منع کر رہی تھیں میں تھوڑی دیر خاموش ہوتی اور پھر کوئی نہ کوئی بات شروع کر دیتی کیونکہ میری چلبلی طبیعت مجھے نچلا بیٹھنے ہی نہ دیتی تھی۔ اختی

جان کے بار بار منع کرنے پر میں منہ بنا کر خاموش بیٹھ گئی۔ میری بسورتی صورت کو دیکھ کر حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کہنے لگیں کہ "باسط! اسے بولنے دو۔ اس کی باتیں مجھے اچھی لگ رہی ہیں"۔ اتنے میں آپ کی ملازمہ شیشے کے گلاسوں میں سنگترے کا جوس لے کر آگئیں۔ مجھے اس جوس کا مزہ آج تک یاد ہے اور اس جوس کا رنگ بھی۔ میں نے کہا کہ "بہت مزے کا ہے تھوڑا سا مختلف ذائقہ ہے"۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے فرمایا کہ "یہ سکوائش ہمارے گھر میں تازہ مالٹوں کے جوس سے بنایا جاتا ہے"۔ مجھے باتیں کرنے کا موقع مل گیا۔ کیسے بنتا ہے؟ کتنا وقت لگتا ہے؟ کون بناتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

اختی جان تو دوسرے کمرے میں دوسری لڑکیوں کے ساتھ تاریخ لجنہ پر کام کرنے کے لیے چلی گئیں اور میں آپ کے پاس بیٹھی رہی۔ میں نے دیکھا کہ کئی خواتین آپ سے ملاقات کے لیے آئیں۔ آپ بڑی محبت سے ان کی باتیں سنتیں، ان کے سوالوں کے جواب دیتیں اور مشوروں سے نوازتیں۔ ہر آنے والی خاتون کے لیے آپ کی خادمہ مالٹے کا جوس لے کر آتی۔ اتنے میں اختی جان کا مکمل ہو گیا اور وہ گھر جانے کے لیے تیار ہو گئیں۔ اتنی دیر میں آپ کی خادمہ نے دوپہر کے کھانے کی اطلاع دی۔ آپ نے ہمیں بھی کھانے کے لیے کہا۔ اختی جان نے فوراً معذرت کی لیکن میں جھٹ سے تیار ہو گئی اور اختی جان کے منع کرنے کے باوجود کہنے لگی کہ جی ضرور! مجھے تو بہت زور کی بھوک لگی ہے۔ اختی جان نے گھور کر مجھے دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر گھر چلنے کو کہا۔ چھوٹی آپا صاحبہ جو یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں ہنستے ہوئے کہنے لگیں کہ "باسط تکلّف چھوڑو۔ دیکھو شاہین کو کتنی بھوک لگی ہے"۔ ساتھ ہی آپ نے مجھے کھانے کے کمرے کی طرف بڑھنے کو کہا۔ میں جلدی سے جا کر کھانے کی میز پر بیٹھ گئی اور میری اختی جان کو بھی مجبوراً آنا پڑا۔ آپ کی کھانے کی میز پر بڑی سادگی سے کھانا لگا ہوا تھا۔ ایک ڈش میں سبزی گوشت کا سالن اور ایک ڈش میں دال تھی۔ اور ایک ٹرے میں سفید ابلے ہوئے چاول تھے جنہیں آپ 'خشکہ' کہہ رہی تھیں۔ خادمہ چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی چپاتیاں ساتھ ساتھ لا رہی تھیں۔ اختی جان نے تھوڑا سا سالن اور ایک چپاتی کھا کر بس کر دیا اور مجھے بھی بس کرنے کو کہا لیکن میں نے دال چاول بھی کھائے اور دوسری چپاتی اٹھا کر کھانا شروع کر دی۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ زیرِ لب مسکراتے ہوئے ہمارے درمیان ہونے والی خاموش گفتگو کو دیکھ کر محظوظ ہو رہی تھیں۔ مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگیں۔ شاہین! یہ گوشت کا اچار بھی ٹرائی کرو! آپ نے چھوٹے سے مٹی کے مرتبان کو میری طرف بڑھایا۔ میں نے کہا کہ گوشت کا اچار میں نے تو کبھی نہیں کھایا ضرور

کھاؤں گی۔ چنانچہ میں نے زندگی میں پہلی دفعہ گوشت کا اچار کھایا اور خوب لطف اندوز ہوئی۔ اور ساتھ ساتھ اپنی اختی کی چٹکیاں بھی کھائیں۔

اس کے بعد میں اکثر اپنی باجی کے ساتھ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ سے ملنے جایا کرتی اگرچہ میری بہن میرے زیادہ باتیں کرنے کی وجہ سے مجھے لے جانا نہیں چاہتی تھیں۔ مگر میں ضد کر کے ہفتہ دس دن بعد آپ سے ملنے ضرور جاتی۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ اکثر اُسی کرسی پر رونق افروز ہوتیں۔ ہر روز درجنوں لوگ آپ سے شرفِ ملاقات حاصل کرتے۔ آپ ہمیشہ مسکراتے ہوئے سب کو خوش آمدید کہتیں۔ ہر آنے والوں کو مالٹے کی سکوائش اور سرد موسم میں چائے سے مہمان نوازی کی جاتی۔ آپ بڑی توجہ سے آنے والی خواتین کے مسائل سنتیں۔ ان کے سوالات کے خاطر خواہ جواب دیتیں۔ ان کے مسائل حل کرتیں۔ اور ہر ایک کے ساتھ انتہائی الفت وشفقت کا سلوک روا رکھتیں۔ امیر، غریب، جوان، معمر یا بچوں میں کوئی تفریق روا نہ رکھتیں۔ اور نہ کسی سے کسی قسم کی بیزاری یا اکتاہٹ کا اظہار کرتیں۔ آپ کے وجود میں محبت شفقت اور الفت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہر وقت موجزن رہتا۔ میں جب بھی آپ سے ملنے جاتی خاموشی سے بیٹھی آپ کا مسکان بھرا چہرہ تکتی رہتی۔ اور جب کوئی ملاقاتی نہ ہوتا تو آپ کو اپنے بچپن کے قادیان کے قصے سناتی۔ جو آپ بڑی دلچسپی سے سنتیں اور ان سے محظوظ ہوتیں۔ آپ کا چہرہ گلاب کے پھول کی طرح مہکتا اور چودھویں کے چاند کی طرح روشن رہتا تھا۔ اس دوران بہت سی طالبات نصرت گرلز ہائی سکول یا جامعہ نصرت برائے خواتین سے گروپوں کی صورت میں آپ سے ملنے آتیں۔ آپ انتہائی خندہ پیشانی سے سب سے ملتیں۔ بہت سی لڑکیوں کو آپ سلائی کڑھائی بھی سکھاتیں تھیں۔ اندر کمرے میں تاریخِ لجنہ لکھنے والی لڑکیاں کام کر رہی ہوتیں۔ کبھی کڑھائی سیکھنے والیوں کو کڑھائی کا ٹانکا سکھا رہی ہوتیں اور کبھی آنے والے ملاقاتیوں کے مسائل حل کر رہی ہوتیں۔ یا کسی طالبہ کو نصیحت کر رہی ہوتیں۔ اگر کوئی ملاقاتی کھانے کے وقت موجود ہوتا تو آپ ضرور کھانے کی دعوت دیتیں۔ اور بڑی محبت سے اصرار کر کے ان کو اپنے ساتھ کھانے کے لیے لے جاتیں۔ آپ کے دستر خوان پر ہر روز بہت سے لوگ موجود ہوتے۔ کھانا سادہ اور بہت پُر ذائقہ ہوتا۔

آپ کی طبیعت میں بے انتہا سادگی اور بے تکلفی کا عنصر پایا جاتا تھا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ شام کو ہمارا دروازہ کھٹکتا۔ دستک کی آواز سن کر باہر جاتے تو کیا دیکھتے کہ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کا

بابرکت مسکراتا ہوا وجود ہمارے سامنے موجود ہے۔ ہم بڑے ہی ادب و احترام سے آپ کو اندر بلاتے۔ جلدی جلدی چارپائی پر چادر بچھا کر کچھ اہتمام کرنے لگتے تو فرماتیں چھوڑو! کیوں تکلّفات میں پڑ رہی ہیں۔ میں آپ کے محلّہ میں کسی کے ہاں آئی تھی۔ سوچا آپ لوگوں کا حال بھی دریافت کر لوں۔

آپ کا ہنستا مسکراتا بابرکت وجود اور ہمارا غریب خانہ! ہمارا بس نہ چلتا کہ ہم ان لمحات کو امر کر لیں اور آپ کے قدموں میں ہر چیز نچھاور کر دیں۔ ہم ماشاء اللہ بارہ بہن بھائی تھے اور گھر میں موجود بچے آپ کے ارد گرد پروانوں کی طرح گھومتے یا ٹکٹکی باندھے آپ کی طرف دیکھتے رہتے اور آپ کی باتیں سنتے رہتے۔ آپ کو جو بھی چیز پیش کی جاتی وہ آپ بڑی بے تکلّفی نوش فرماتیں اور تھوڑی دیر کے بعد واپس تشریف لے جاتیں۔ کتنے ہی دن آپ کی وہ اچانک آمد ہمارے گھر میں موضوع گفتگو رہتی۔ اور ہم اپنی سہیلیوں کو بڑے فخر سے آپ کی آمد کی تفصیل سناتے اور اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتے کہ آپ جیسی عظیم ہستی نے ہم کو شرف باریابی عطا فرمایا ہے۔

آپ سے وابستہ اتنی خوبصورت یادیں ہیں کہ سمجھ میں نہیں آ رہی کہ کیا لکھوں اور کیا چھوڑوں۔ مجھے یاد ہے جلسہ سالانہ کے بابرکت ایام آتے تو آپ ہمارے کہے بغیر ہی ہم بہنوں کی ڈیوٹیاں جلسہ سالانہ کے لیے لگا دیتیں۔ اور ہم سب بڑے فخر اور چاہت سے اپنی ڈیوٹی کے فرائض سرانجام دیتے۔ دسمبر کی ٹھنڈی، ٹھٹھرتی ہوئی صبحیں جب ہر طرف خاموشی، دھند اور کورا پڑا ہوتا تھا چاروں طرف اندھیرے کا راج ہوتا ہم لوگ سویٹروں پر سویٹر اور کوٹ پہنے اپنی ڈیوٹی پر جانے کے لیے خوشی خوشی تیار ہوتے اور ہماری امی ہمیں سٹیشن تک چھوڑنے جاتیں۔ دوسری لڑکیاں بھی جمع ہو جاتیں اور ہم ڈیوٹیوں کے لیے روانہ ہو جاتے۔ موسم کی شدّت کے باوجود ایک عجیب جذبہ تھا جو کشاں کشاں ہمیں ہنستا مسکراتا ہماری ڈیوٹیوں کی طرف لے جاتا۔

ایک سال جلسہ سالانہ سے پہلے ہماری والدہ کو بہت تیز بخار ہو گیا۔ میں نے آپ کو کہا کہ ہماری اُمی بیمار ہیں اور ہمارے گھر جلسہ کے بہت سے مہمان آ رہے ہیں کیا آپ ہم میں سے کسی ایک کو جلسہ سالانہ کی ڈیوٹی سے چھٹی دے دیں تا کہ ہم اپنی اُمّی کی گھر پر مدد کر سکیں۔ آپ نے بڑے غور سے اور توجہ سے میری بات کو سنا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگیں کہ "آپ میں سے کسی کو جلسہ کی ڈیوٹی سے چھٹی نہیں ملے گی البتہ میں دعا کروں گی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اُمّی کو صحت دے اور اُن کو خود ہی

جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی مہمان داری کی توفیق دے"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور آپ کی دعا سے اُمّی جان کو مکمل صحت یابی ہوئی اور اُس سال جلسہ سالانہ پر پہلے سے زیادہ ہمارے گھر مہمان آئے اور اللہ تعالیٰ نے میری اُمی کو ان سب کی مہمان داری کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمد للہ

کالج کی پڑھائی کے دوران میری کسی نے میرے نام کا مذاق اُڑایا کہ شاہین کیسا نام ہے جس کا مطلب ترازو کی ڈنڈی یا عُقاب ہے اور جو اپنے سے چھوٹے پرندوں کو لپک کر کھا جاتا ہے۔ میں یہ سُن کر بڑی دلگیر ہوئی اور شام کو چھوٹی آپا صاحبہ سے ملنے گئی اور اس بات کا ذکر آپ سے کیا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور کہا کل ہی جا کر اپنی کالج میں بتانا کہ میرے والدین نے میرا نام اس اولوالعزم اور بہادر پرندے کے نام پر رکھا ہے جس کے ارادے اور اڑان آسمانوں تک جاتی ہے اور جس کو تمام پرندوں کا سردار کہتے ہیں۔ اقبال کا مصرع ہے۔

تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

اس دن کے بعد سے مجھے اپنا نام بہت ہی خوبصورت اور اہم لگنے لگا اور جب آپ اپنے پیارے ہونٹوں سے مجھے شاہین کہہ کر بلاتیں تو میرا سیروں خون بڑھ جاتا اور وہ عام سا نام اپنے اندر آپ کے پیار کے امرت سے بھرا مدھر نام معلوم ہوتا۔

مجھے یاد ہے غالباً 1980ء کی بات ہے کہ جب آپ نے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ میں مجھے معاونہ شعبہ تعلیم کا کام سونپا۔ میرا پہلا لجنہ اماء اللہ مرکزیہ عاملہ کا اجلاس تھا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے لجنہ ہال میں قدم رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ "آج ریحانہ شاہین کی تلاوتِ قرآنِ شریف سے ہم اپنے اجلاس کا آغاز کریں گے"۔ میں نے آج تک کبھی تلاوت نہیں کی تھی۔ مَیں ہچکچانے لگی کہ میں نے تو آج تک تلاوت نہیں کی۔ میں یہاں اتنے لوگوں کے درمیان کیسے تلاوت نہیں کر سکتی ہوں؟ آپ نے پوچھا کہ "صبح قرآنِ شریف پڑھتی ہو؟" میں نے کہا جی پڑھتی ہوں لیکن اس طرح تلاوت کبھی نہیں کی۔ لیکن آپ نے زیرِلب مسکراتے ہوئے کہا کہ "آج تو تلاوت آپ ہی کریں گی"۔ چنانچہ دھڑکتے دل کانپتی ٹانگوں اور کپکپاتے ہونٹوں سے میں نے تلاوت شروع کی۔ میری تلاوت ختم ہونے پر سب کے سامنے مجھے بڑھاوا دیا اور شاباش دی اور کہا کہ "کبھی بھی تلاوتِ قرآنِ شریف سے انکار نہ کرنا۔ اس کے لیے آواز کا خوبصورت ہونا یا قرأت کا آنا ہونا ضروری نہیں۔ قرآنِ شریف صحیح پڑھنا

آنا چاہیے اور ماشاء اللہ آپ نے بہت اچھی تلاوت کی ہے۔بغیر کسی غلطی کے"۔یہ تھیں پیاری چھوٹی آپا۔پیار کرنے والی، ہمت بڑھانے والی، حوصلہ بڑھانے والی۔آپ کی شخصیت میں استاد، لیڈر، دوست، شفیق ماں بیک وقت نظر آتی تھیں۔اس دن کے بعد خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے ہمیشہ ہی اپنے اوپر اعتماد کرنا سکھایا۔جزاك الله احسن الجزاء پیاری چھوٹی آپا۔

مئی 1979ء میں ہماری پہلی بھتیجی پیدا ہوئی۔سارا گھر خوشیوں سے بھر گیا۔ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ دورۂ یورپ پر گئے ہوئے تھے۔چنانچہ ہم سب نے فیصلہ کیا کہ نومولود کا نام حضرت چھوٹی آپا صاحبہ سے رکھواتے ہیں میری بھابھی صاحبہ نے بچی کا نام خواب میں صوفیہ دیکھا تھا۔چنانچہ میں مٹھائی لے کر حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے پاس گئی اور اپنی بھابی کی خواب بتائی آپ نے صوفیہ نام پسند فرمایا اور ساتھ دو نام تجویز کیے صوفیہ نازش اور صوفیہ نازلی۔پھر خود ہی فرمایا صوفیہ نازش رکھ لو معنوں کے لحاظ سے بہتر ہے۔پھر میں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ چینی پر دعا کر دیں تاکہ ہم بچی کو اس کو گھٹی دیں۔حضرت چھوٹی آپا نے وہ تھوڑی سی چینی اپنے ہونٹوں کے ساتھ لگا کر دعا کی اور مجھے واپس کر دی اور واپس جا کر میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی پیاری بھتیجی کو وہ گھٹی دی۔

آپ ہمارے گھر کی ہر شادی پر شرکت فرماتیں اور اپنی محبت بھری دعاؤں کے ساتھ نقد تحائف سے بھی نوازتیں۔اور آپ کا وہ تبرک ہمارے لیے کسی انمول دولت سے کم نہ ہوتا۔

1994ء میں جب ہم امریکہ منتقل ہو رہے تھے میں بچوں سمیت آپ سے ملاقات کے لیے گئی تو نہ صرف آپ نے پُر شفقت دعاؤں سے نوازا بلکہ ہمیں خاص طور پر کھانے کی دعوت دی۔اس دعوت میں آپ بچوں سے باتیں بھی کرتی رہیں اور انہیں چھوٹی چھوٹی نصیحتیں بھی کرتی رہیں۔

آپ کی وفات کی خبر سن کر ایسا لگا گویا کسی نے میرے قدموں تلے سے زمین کھینچ لی ہو اسی رات آپ کی یاد میں ایک غزل لکھی۔

غزل تیرے لیے

(مکرمہ ریحانہ شاہین نصر اللہ صاحبہ)

آج کی رات غزل تیرے لیے امّ متین
میری دھڑکن میں بسی ہے تیری آواز حسیں

آنکھ پر نم ہے جگر ٹکڑے تو سینہ ہے چاک
کس نے پردیس میں دی مجھ کو خبر آج کی رات

آج رخصت ہے ہوئی دونوں جہاں کی دلہن
درودیوار ہیں افسردہ ہوئے آج کی رات

تیرے اوصافِ حمیدہ کروں کیسے میں بیاں
لب میں طاقت نہیں چارہ نہیں پاتی یہ زباں

تو تو تھی مہر مجسم مہہ مہران و وفا
تیرے در سے ہوئے سرشار سبھی شاہ و گدا

مہر و الفت سے چمکتا ہوا چہرہ تیرا
نور و مدحت کا ہو جیسے کہ جبیں و چہرہ

تیری شفقت، تیری چاہت، تیرا انداز حسیں
یاد کر کر کے تڑپتے ہیں سبھی آج کی رات

تو تو بیواؤں، یتیموں کی تھی خاموش سکھی
سسکیاں ان کی فضاؤں میں بسیں آج کی رات

لرزاں اندام سبھی سکتے میں ہیں آج کی رات
کہ کہاں کھو گئی محبوب جہاں آج کی رات

دل کی دھڑکن ہے رکی جاتی یہاں شاہین کی
اور حوریں ہیں جشن کرتیں وہاں آج کی رات

تیرے جانے سے فسردہ ہیں درو بام یہاں
اور جنت میں ہے واں عید ملن آج کی رات

سیّدہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ

(مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب)

سیّدہ مریم صدیقہ کو چھوٹی آپا کیوں کہا جاتا تھا۔اس کے بارہ میں ہمیں کچھ معلوم نہیں صرف اتنا پتہ ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کی زوجیت میں آنے کے بعد وہ جماعت کے ہر فرد کی آپا بن گئی تھیں۔بہن بھی،ماں بھی،مہربان شفیق اور ہم درد۔

ہمیں حضرت سیّدہ چھوٹی آپا سے پہلی بار تعارف برادر عزیز سیّد امین احمد کے ذریعہ حاصل ہوا۔امین حضرت سیّدہ کا سب سے چھوٹا بھائی اس لیے انہیں عزیز اور لاڈلا بھی بہت تھا۔امین اکثر سیّدہ موصوفہ کے شمائل کا تذکرہ اور ان کی شفقتوں کا ذکر کیا کرتا تھا۔پھر چھوٹی آپا کی چھوٹی بہن امتہ الرفیق اورئینٹل کالج میں داخل ہوئیں تو یہ محسوس ہونے لگا کہ اورئینٹل کالج کے تمام طلبا اور طالبات سیّدہ چھوٹی آپا کی دعاؤں کے سائے میں آگئے ہیں۔ہم پر سیّدہ چھوٹی آپا کی پہلی شفقت ہماری شادی کے روز ہوئی۔ہماری بارات پیدل ہی گئی تھی۔ابھی گاڑیاں کرائے پر لینے دینے کا رواج نہیں ہوا تھا۔سیّدہ چھوٹی آپا رخصتی کی دعا میں شرکت کے لیے میرے سسرال میں تشریف لائیں۔تو دیکھا کہ دلہن کو رخصت کروا کر لے جانے کے لیے ہم نے ابا جی کے دفتر کی جیپ مستعار لے رکھی ہے۔کیونکہ اس روز کالج کی گاڑی بھی کہیں باہر گئی ہوئی تھی۔فرمانے لگیں یہ لڑکی جیپ میں کیسے جائے گی؟ میں واپس جا کر حضرت صاحب کی شیورلیٹ گاڑی بھیجتی ہوں۔چنانچہ تھوڑی ہی دیر بعد قریشی نذیر احمد صاحب حضرت صاحبؓ کی گاڑی لے آئے۔اور اس میں ہم اپنی بیوی کو رخصت کروا کر لائے۔یہ شفقت صرف ہم تک ہی محدود نہ تھی جہاں محسوس فرماتیں کہ گاڑی کی ضرورت ہے فوراً گاڑی بھیج دیتیں اور ضرورت مندوں کی دعائیں سمیٹتیں۔

سیّدہ چھوٹی آپا کی ہمدردی کا مظاہرہ ہم نے اپنے پہلے بیٹے کی پیدائش کے موقعہ پر دیکھا۔میری بیوی سینٹ رافیل ہسپتال لائلپور (فیصل آباد) میں داخل تھیں۔بچے کے ساتھ ماں کے

رحم میں بارہ تیرہ رسولیاں تھیں اس لیے پیدائش میں روک پیدا ہو رہی تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا ڈاکٹر پریشان ہوتے جارہے تھے۔ اور ماں کی جان کو خطرہ بڑھتا جاتا تھا۔ ہم بار بار سیّدہ چھوٹی آپا کو دعا کے لیے فون کر رہے تھے۔ خود بھی دعا کریں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں دعا کے لیے بھی عرض کریں۔ یہ جنوری 1965ء کا واقعہ ہے۔ آخر ڈاکٹروں نے آپریشن کا فیصلہ کیا۔ ہم نے سیّدہ چھوٹی آپا کو اس فیصلہ کا بتایا اور دعا کی درخواست کی۔ آپریشن ہوا جس میں کئی گھنٹے صرف ہوئے۔ اس ہسپتال کی فرشتہ صفت ڈاکٹر الزبتھ نے آپریشن کیا۔ بڑی محنت سے رسولیاں نکالیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا۔ زچہ و بچہ دونوں کی جان بچ گئی۔ جب آپریشن کا نتیجہ معلوم ہوا میں نے فوراً سیّدہ چھوٹی آپا کے نام کال بُک کی۔ اتفاق سے کال میں بھی کچھ دیر ہوگئی۔ جب کال ملی تو سیّدہ چھوٹی آپا نے خود فون اٹھایا اور پہلا سوال یہ کیا زچہ و بچہ تو ٹھیک ہیں نا؟ ہم نے ساری کیفیت بتائی۔ فرمانے لگیں جب سے آپریشن شروع ہوا میں مسلسل دعا کر رہی تھی اور ہر آن میرے کان ٹیلی فون کی گھنٹی پر لگے ہوئے تھے کہ خدا کرے جلدی خیر کی خبر آجائے۔ الحمد للہ کہ خیریت رہی۔ ہم نے کہا بیٹے کا نام بھی حضرت صاحب سے رکھوا دیں۔ فرمانے لگیں حضرت صاحب کی طبیعت ٹھیک ہوئی تو پوچھوں گی۔ چنانچہ اگلے روز بتایا حضرت صاحب نے بیٹے کا نام ماہر احمد رکھا ہے۔ میری بیوی کی علالت اور ہسپتال میں قیام کے دوران سیّدہ چھوٹی آپا نے اتنی بے قراری کے ساتھ دعائیں کیں کہ ہم ان کے اس احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ اتنا پیار، اتنا برکھا پیار!! ہم اس بات پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ سیّدہ چھوٹی آپا جان کو ہمارے خاندان کے ساتھ اتنا پیار تھا۔ اور ہم سے اور ہمارے بچوں سے اتنی شفقت فرماتی تھیں۔ ہماری بیگم کو ہمیشہ پیار سے گھر کے نام "جیدی" سے پکارتیں۔ یہاں سویڈن سے بھی ہم سیّدہ چھوٹی آپا کو دعا کے لیے خط لکھتے رہتے تھے اور جواب ضرور دیتیں۔ اور ہمیشہ ہماری بیگم کے نام پیار لکھتیں۔ میری بیوی بتاتی ہیں کہ جب ہمارا دل کا آپریشن ہونے والا تھا تو اس وقت سیّدہ کو دعا کے لیے عرض کیا گیا۔ سیّدہ چھوٹی آپا نہ صرف دعا کرتی رہیں بلکہ روز کی خبر بھی پوچھتی رہیں۔ کہ آپریشن کیسا ہوا؟ اب طبیعت کیسی ہے؟

ایک بار ہم نے دعا کے لیے خط لکھا تو جواب میں لکھا کہ عزیز سیّد امین کا بھی بائی پاس ہوا ہے۔ اس کے لیے بہت دعا کریں کیونکہ آپ اس مرض کی پیچیدگیوں سے آگاہ ہیں۔ اس لیے آپ زیادہ درد سے دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امین، آپریشن میں بہت سی پیچیدگیوں کے باوجود ٹھیک ہوگئے۔ مگر کچھ برس بعد اچانک اسی مرض میں انتقال کیا۔ ہم نے سیّد میر محمود احمد صاحب کو

سیّد امین کی وفات پر تعزیت کا خط لکھا تو ساتھ ہی لکھا کہ ہمیں رہ رہ کر خیال آرہا تھا کہ سیّدہ چھوٹی آپا نے یہ خبر کس دل سے سنی ہوگی؟ محترم میر صاحب کا جواب آیا کہ سیّدہ موصوفہ کی طبیعت اتنی زیادہ علیل ہے۔ انہیں امین کی وفات کی خبر دی ہی نہیں گئی۔ تب ہمیں اندازہ ہوا کہ سیّدہ موصوفہ کی علالت کیا رخ اختیار کر چکی ہے۔

سیّدہ چھوٹی آپا غریبوں کی ہمدرد، بے کسوں کی دستگیری کرنے والی، بیماروں کی عیادت کرنے کو اپنا فرض جاننے والی تھیں۔ ہم نے کئی بار ان کو بیماروں کی عیادت کے لیے لوگوں کے گھروں میں جاتے دیکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیماری کی وجہ سے سیّدہ موصوفہ کی گھریلو مصروفیات ہی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ باہر کے فرائض کے لیے وقت نکالنا بہت ہی مشکل بلکہ ناممکن نظر آتا تھا۔ مگر آپ ان فرائض سے ذرہ بھر بھی غفلت کا مظاہرہ نہیں کرتی تھیں۔ لجنہ کی لمبے عرصے تک صدر رہیں، گرلز کالج یعنی جامعہ نصرت کی ڈائریکٹریس رہیں۔ بچوں کے لیے ایک نیا اسکول کھول دیا۔ لجنہ کے دفتر کو ملٹی پرپز دفتر بنادیا، تعلیمی سرگرمیوں میں تو خاص طور پر آگے آگے تھیں، اپنے جاننے والوں کی شادی غمی میں شرکت کرنا جیسے اپنا فرض قرار دے رکھا تھا۔ اور جاننے والے سب ہی تھے۔

ہمیں یاد ہے قادیان میں سیّدہ حضرت اماں جانؓ بھی دور دور کے محلوں میں بھی عیادت یا تعزیت کے لیے تشریف لے جایا کرتی تھیں۔ ربوہ میں یہ کام سیّدہ چھوٹی آپا نے کیا، جماعت کے ہر فرد کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ اس کے سر پر کوئی چھپر سا ہے۔ سیّدہ کی وفات سے ربوہ کے لوگ ایک مہربان سائبان سے محروم ہوگئے۔

سیّدہ چھوٹی آپا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حرم میں تھیں۔ اس ناطہ سے حضرت صاحب کی وفات ان کے دو بیٹے خلافت کے مقام پر فائز ہوئے۔ ہم نے سیّدہ موصوفہ کو امام کی اطاعت اور خدمت گزاری میں بھی منفرد پایا۔ لجنات کے جلسوں میں احترامِ امام ان کا خاص مضمون موضوع ہوتا تھا۔ امام کے ساتھ والہانہ وابستگی رکھتی بھی تھیں۔ اور دوسروں کو اسی والہانہ وابستگی کی تلقین فرمایا کرتی تھیں۔ ان کی رحلت سے ایسا وجود جماعت سے اٹھ گیا جس کی دعائیں جماعت کے ہر چھوٹے بڑے کے لیے وقف تھیں۔ اور جسے جماعت کے ہر فرد کی بہبود کا ہر آن خیال رہتا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل کے سائے میں جگہ دے۔ اور ان کی خدمتِ سلسلہ کو قبول فرمائے۔ آمین

(الفضل ربوہ، جلد 49-84، نمبر 270، 27 نومبر 1999ء صفحہ 4)

کچھ یادیں

(مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب)

ایک سادہ سا پختہ مکان۔ ایک بڑا سا صحن جس کے مغربی جانب ایک اونچا سا چبوترہ اور جنوبی طرف خادمہ کا چھوٹا سا گھر۔ ایک لمبا سا بر آمدہ جو جالیوں سے بند ہے۔ اس کے عقبی جانب چند صاف ستھرے کمرے جن میں قرینہ سے رکھے ہوئے پلنگ، سادہ مگر صاف ستھری چادروں سے آراستہ، سادگی کا آئینہ دار یہ گھر کسی معمولی خاتون کا نہیں۔ بلکہ موعود مصلح کی حرم کی جائے رہائش ہے۔ ہاں وہی جسے خدا تعالیٰ نے اپنی تقدیر خاص سے "خواتین مبارکہ" کے مقدس زمرہ میں شامل فرمالیا۔

جی یہی وہ سادہ سا مگر برکتوں سے بھرا ہوا گھر ہے جو آج بھی میری آنکھوں کے سامنے تازہ بتازہ ہے اور جہاں آج سے نصف صدی قبل مجھ سے کم سن بچے کو اُن "خاتون مبارکہ" سے برکتیں اور شفقتیں سمیٹنے کا موقع میسر آیا۔

خدا تعالیٰ نے کچھ وجود ایسے نادر بنائے ہوتے ہیں۔ جن کی یادیں کبھی بھی دل سے محو نہیں ہوتیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مدہم نہیں ہوتیں بلکہ پہلے سے بڑھ کر ہر آئے دن روشن تر ہو جاتی ہیں۔ امّ متین حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نوراللہ مرقدھا بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ آپ کی سیرت کے کئی پہلو ہیں جن پر بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جاتا رہے گا۔ خاکسار اس وقت صرف اپنے مشاہدات اور واقعات تک محدود رہے گا۔

حضرت سیّدہ کی شفقتوں سے حصہ پانے کا آغاز کچھ اس طرح ہوا کہ آپ تاریخ لجنہ اماء اللہ تحریر فرما رہی تھیں۔ اور اس کی نظرِ ثانی کے لیے گاہے گاہے تیار مسودہ ابا جان حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت کو بھی بھجواتیں تا اس میں کوئی کمی یا اضافہ ہو تو اسے تحریر کیا جاسکے۔ یہ اندازاً 1969 اور 1970ء کی بات ہے۔ میری عمر تب چھ سات سال کی تھی۔

ابا جان کے پاس کوئی مددگار تو تھا نہیں بلکہ وہ اکیلے ہی ادارہ تھے۔ اس لیے اکثر اوقات

ڈاک لانے لے جانے کی ذمہ داری مجھے دینا ہوتی۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ اس طرح سلسلہ کے کئی ممتاز بزرگوں کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہونے اور ان سے فیض پانے کا موقع میسر آتا رہا۔ حضرت سیّدہ اس عاجز سے خاص شفقت کا سلوک فرماتیں۔ گو آپ ہر بچے کے لیے ہی شفیق تھیں۔ لیکن میرا تاثر یہ ہے کہ آپ مجھ پر خاصی زیادہ شفقت فرماتی تھیں۔ شاید اس لیے کہ میں ایک واقفِ زندگی کا بیٹا تھا۔

جب کبھی بھی جانا ہوا، آپ اس ہیچمدان سے بے حد قدر دانی کے ساتھ مخاطب ہوتیں۔ میں ایک بچہ ہی تو تھا مگر میری کسی بات کو آپ نے غیر سنجیدہ اور ایک ناسمجھ کی بات نہیں سمجھا۔ مجھے یاد ہے کہ ہمیشہ موسم کی مناسبت سے کوئی نہ کوئی مشروب خادمہ کو لانے کا فرماتیں اور کئی دفعہ میری خوش نصیبی اس طرح بھی جاگ اٹھتی کہ اپنے مبارک ہاتھوں سے خاکسار کو عنایت فرماتیں۔ اکثر اوقات یہ مشروب دودھ ہوتا۔ آپ کی یہ شفقت ایک مادرِ مہربان کا رنگ لیے ہوتی۔

ہمارے بچپن کی دلچسپیاں بھی عجیب تھیں۔ کوئی انٹرنیٹ یا سمارٹ فون تو ہوتے نہیں تھے۔ ٹکٹ جمع ایک صحت مند مشغلہ سمجھا جاتا تھا۔ ربوہ کے دفاتر میں بیرونی ممالک کی ڈاک آتی تھی جن پر ٹکٹ چسپاں ہوتے تھے۔ بچے یہ ٹکٹ حاصل کرنے کی تگ ودو میں لگے رہتے۔ حضرت سیّدہ امِّ متین، صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ تھیں۔ اور اس کے علاوہ بھی آپ کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اس لیے آپ کے نام بیرونی ممالک سے خطوط آتے۔ حضرت سیّدہ کو میرے اس مشغلہ کا علم تھا۔ آپ یہ ٹکٹ میرے لیے محفوظ رکھ چھوڑتیں۔ اس طرح آپ کے پاس بار بار حاضری کا مجھے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا کہ بیرونی ممالک کے ڈاک ٹکٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔

ایک روز مجھے اباجان نے ایک لفافہ دیا۔ جب اُسے کھولا تو حیرانی اور خوشی کے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس لفافہ میں سبز رنگ کی ایک قیمتی البم تھی جس میں ٹکٹ لگائے جاتے تھے۔ ساتھ نیلے رنگ کے کاغذ پر میرے نام ایک خط تھا۔ جس کا مضمون اس طرح تھا کہ

"پیارے مبشر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں لاہور گئی تھی۔ وہاں کتابوں کی دکان میں ٹکٹوں کی البم پڑی دیکھ کر خیال فوراً تمہاری

طرف گیا۔ یہ البم میں نے تمہارے لیے خریدی ہے۔ اس میں ٹکٹ لگانا اور ہر صفحے پر ایک ملک کی ٹکٹیں لگانا"۔

میں جس دور کی بات کر رہا ہوں اس وقت ربوہ میں کتابوں کی کوئی دوکان نہیں ہوتی تھی۔ اور پھر ٹکٹوں کی البم کا میسر ہونا تو ایک غیر معمولی اور نادر بات تھی۔ اور جیسے آج کل کے بچے کو اعلیٰ درجہ کا لیپ ٹاپ یا سمارٹ فون تحفہ میں دے دیا جائے۔ یہ اس سے بھی بڑی خوشی تھی۔ آپ کے لیے اس سے میری خوشیوں کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہو گا۔ یہ البم اور مکتوب گرامی حضرت سیّدہ کا ہی تھا۔ واہ کہاں حضرت سیّدہ صاحبہ جن کی پرستار ہزارہا خواتین تھیں، کتابوں کی دکان پر البم دیکھ کر ایک چھوٹے سے بچے کا چہرہ اور اس کی معصوم سی خواہش کا خیال آنا۔۔۔۔!!۔ سچ ہے کہ بزرگوں کی ہر ادا اک عجب شان رکھتی ہے۔

وہ البم ابھی تک پچاس سال گزرنے کے بعد بھی میرے پاس محفوظ اور قیمتی سرمایہ ہے اور اپنی اس مہربان ماں کی یادیں آنسوؤں میں ڈھلک کر دعا بن بن جاتی ہیں۔

جب میں نے میٹرک کے امتحان میں تحصیل چنیوٹ میں نمایاں پوزیشن حاصل کی تو اگلے مرحلہ کے لیے مشورہ درکار تھا۔ مجھے والدین نے وقف کر رکھا تھا۔ دماغ اس کش مکش میں تھا کہ کالج میں داخلہ لیا جائے یا جامعہ احمدیہ میں۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس وقت بیرونِ پاکستان دورہ پر تشریف لے گئے ہوئے تھے اور حضورؒ کی خدمت میں خطوط لندن مشن کے ذریعہ جاتے تھے۔ اب مشکل یہ درپیش ہوئی کہ کالج میں داخلہ کا وقت گزر رہا تھا۔ اگر حضورؒ کو خط لکھ کر جواب کا انتظار کیا جاتا تو داخلہ کا وقت گزر جاتا۔ اس مشکل مرحلہ پر اباجان کے مشورہ سے جس مقدس وجود پر نظر جا ٹھہری وہ آپ ہی تھیں۔ حاضر ہو کر مشکل بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ کالج میں داخلہ لے لو اور اس کی اطلاع حضورؒ کو دے دو۔ اگر حضورؒ نے جامعہ جانے کا ارشاد فرمایا تو جامعہ میں تو کسی بھی وقت داخلہ ہو سکتا ہے لیکن کالج انتظامیہ تمہیں بعد میں داخلہ نہیں دے گی۔ آپ کے اس فرمان کی تعمیل میں خاکسار کالج داخل ہو گیا اور حضورؒ کی خدمتِ بابرکت میں بذریعہ ایروگرام (Aerogram) عرض کر دیا۔ حضور انورؒ کی طرف سے دعائیہ خط موصول ہو گیا۔ آپ کے اس مشورہ کو اس طرح قبولیت عطا ہوئی کہ ایف۔ ایس۔ سی کے بعد جب دوبارہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں مختلف

فیلڈز کے بارہ میں عرض کرتے ہوئے ارشاد کے لیے ملتمس ہوا تو حضورؒ نے میڈیکل کالجز کے آپشن پر اپنی قلم مبارک سے دائرہ لگا کر تحریر فرمایا

"بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ پر توکّل کریں"

یہ قسمت ساز فیصلہ بہت ہی بابرکت ثابت ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے دینی اور دنیوی میدانوں میں خدمت کا موقع عطا فرمایا۔ اس بابرکت فیصلہ کے پس منظر میں آپ کا قیمتی فرمان ہی تھا۔ اللّٰھم نور مرقدھا۔

آپ کو قرآن مجید سے عشق تھا اور یہ آپ کو اپنے بزرگ والد اور مقدس خاوند کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ آپ نہ صرف خود قرآن کریم کا گہرا مطالعہ فرماتیں بلکہ خواتین میں اس خزانہ کو بانٹنے میں مصروف رہتیں۔ گھر میں ہر عمر کی خواتین کا جمگھٹا لگا رہتا۔ مجھے جب بھی حاضر ہونے کی سعادت ملی، دیکھا کہ کہیں آپ ترجمہ پڑھا رہی ہیں۔ کہیں تفسیر کی کلاس چل رہی ہے۔ آپ کو نوجوان اور خاص طور پر کالج کی بچیوں کی تربیت کا بہت خیال رہتا تھا۔ چنانچہ اکثر ایسی ہی بچیاں آپ کے گرد نظر آئیں۔ آج بھی وہ نظارے میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ آپ کا دالان بھرا ہوا ہے اور آپ یہ آسمانی علوم لٹا رہی ہیں۔ قرآن کریم کا درس دیتے ہوئے آپ کا چہرہ اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہوتا تھا کہ خدا تعالیٰ کی کتاب سے محبت کس طرح آپ میں سرایت کی ہوئی ہے اور کیسا روحانی سکون اور انبساط آپ کے اندر سے پھوٹ رہا ہے۔

پھر مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تاریخ لجنہ اماء اللہ کا کام آنمحترمہ نے نہایت عرق ریزی سے سرانجام دیا۔ خاکسار کو خود بھی تاریخ خدام الاحمدیہ و تاریخ انصار اللہ پر کام کرنے کی توفیق ملی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کس جاں سوزی کے ساتھ یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ پاتا ہے۔ میری سامنے آج بھی حضرت سیّدہ کے دالان میں کام کرتی لجنہ کی کارکنات ہیں جو "الفضل" میں سے حوالے نکالنے پر متعین تھیں۔ ان میں سے اکثر میری بڑی بہنوں کی سہیلیاں تھیں۔ کہیں حوالے نکل رہے ہیں۔ خواتین ساتھ ساتھ سوال بھی کر رہی ہیں اور آپ خود لکھنے کے ساتھ ساتھ کارکنہ کو لکھوا بھی رہی ہیں۔ اخبارات اور ریکارڈ سے حوالوں کو یکجا کرنا اور پھر ان سے تاریخ مرتب کرنا!!۔ آپ کی ہمت کی داد دینا پڑتی ہے۔ آپ ان معاونات کی مہمان نوازی بھی ساتھ ساتھ فرماتی تھیں۔ وہ سب لجنہ کی

کارکنات تھیں اور آپ صدر لجنہ۔ لیکن یہ شفیق وجود ان کی دلداری میں مصروف رہتا۔

پہلے ذکر آچکا، تاریخ کا مسودہ مرتب کرنے کے بعد آپ اسے حرف آخر نہ سمجھتی بلکہ رائے کے لیے بزرگان کو بھی بھجواتیں اور ان کی رائے کو فوقیت دیتیں۔ کئی مرتبہ اباجان نے کچھ تجاویز پیش کیں جو آپ نے خندہ پیشانی اور خوش دِلی سے قبول فرمائیں۔

آپ میں قدر کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ آپ نے ہر اس کا ذکر تاریخ لجنہ کے پیش لفظ میں کیا جس نے اس بارہ میں آپ کی ہلکی سی معاونت بھی کی۔ اباجان کا ذکر بھی کیا۔ آج بھی میرے پاس تاریخِ لجنہ اماءاللہ کی وہ جلدیں محفوظ ہیں جن پر تحریر ہے:

"مکرمی دوست محمد شاہد صاحب

مریم صدیقہ"

پھر میرے مشاہدہ میں ہے کہ آپ کی ایک خادمہ تھیں جو آپ کے گھر میں ہی رہائش رکھتی تھیں۔ آپ ہمیشہ ان سے بہت محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتیں۔ کبھی ان سے میں نے اونچی آواز میں یا غصہ میں بات کرتے نہیں سنا۔ وہ عملاً آپ کے گھر کی ہی ایک فرد تھیں۔ ان کی خوراک اور لباس کا خاص خیال رکھا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ ان کو قرآنِ کریم اور دیگر دینی علوم کی تعلیم بھی دی۔ ان کو دنیاوی تعلیم بھی دلوائی اور اگر میں غلطی نہیں کرتا تو بی۔اے بھی کروایا۔ اور پھر اپنے گھر سے ہی بیٹیوں کی طرح ان کو شادی کے بعد رخصت کیا۔

مجھے برادرم مکرم سیّد غلام احمد فرخ صاحب بھی اچھی طرح یاد ہیں۔ آپ حضرت سیّدہ کے چہیتے نواسے تھے۔ ان کی جسمانی اور دینی صحت کا آپ بہت خیال رکھتیں۔ گاہے گاہے حضرت سیّدہ نوراللہ مرقدھا کا برادرم فرخ کو قرآن کریم پڑھانا بھی میرے سامنے ہے۔

میری بہنوں کے ساتھ بھی آپ کا دِلی لگاؤ تھا۔ ان کی تعلیم و تربیت میں آپ خاص دلچسپی لیتیں اور ان کا حوصلہ بڑھاتیں۔ ان کی مالی معاونت بھی فرماتیں۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ جب میری بہنوں نے لجنہ اماءاللہ کے امتحان و ظائف میں کامیابی حاصل کی تو آپ بے حد خوش ہوئیں اور خاص طور پر اباجان کو تہنیتی مراسلہ تحریر فرما کر ان کی خوشیوں میں شریک ہوئیں۔

میری ایک ہمشیرہ مکرمہ و محترمہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ کو خاص طور پر آپ کے زیرِ سایہ

خدمت کی توفیق ملی۔ ان کی نظم خوانی حضرت سیّدہ کو بہت پسند تھی۔ اور جلسہ سالانہ خواتین اور سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ کے موقع پر اور خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح کی موجودگی میں نظم پڑھنے کی سعادت آنمحترمہ نے ہی دلوائی۔

واقفین اور ان کی اولاد کے ساتھ گہری ہمدردی آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ دفتر لجنہ مرکزیہ میں آپ نے میری اس ہمشیرہ کو خدمت پر مامور فرمایا تاکہ وہ اپنے شوق سے کام کر سکیں۔ اور ہماری مالی ضروریات بھی کچھ نہ کچھ پوری ہوتی رہیں۔ یہ سب کچھ آپ نے انتہائی خاموشی کے ساتھ کیا اور کبھی اسے ظاہر نہیں ہونے دیا۔ ان کو ذاتی توجہ کے ساتھ نہ صرف دفتری کام بہت گہرائی میں جا کر انجام دینے کی تربیت دی بلکہ ان کے اندر سلسلہ سے وفا اور محبت کا جذبہ بھی کوٹ کوٹ کر بھر دیا۔ خلافت سے عقیدت اور اطاعت کا درس عملی طور پر پر اپنی ذات کو نمونہ بناتے ہوئے دیا۔ میری بہن تب سے آج تک جماعتی اور تنظیمی سرگرمیوں میں اپنی خدمات پیش کرتی ہیں۔ کینیڈا میں وہ صدر لجنہ حلقہ بھی رہیں۔ جلسہ سالانہ پر تقاریر بھی کیں اور آج بھی درس قرآن کریم کلاسز جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ان سمیت دفتر لجنہ اور دیگر خدمت گزاروں کو گاہے گاہے اپنے دولت کدہ میں بُلا کر دعوت کا اہتمام فرماتیں۔ ہمیں جب وہ گھر آکر بتاتیں کہ آج حضرت سیّدہ چھوٹی آپا نے دعوت دی تھی تو ہم ان کی خوش بختی پر رشک کرتے۔ یہی نہیں بلکہ اکثر اوقات ان کو تحائف بھی دیتیں۔

میری ہمشیرہ مکرمہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ نے بیان کیا کہ جب میں نے بی۔اے کر لیا تو حضرت سیّدہ نے دفتر لجنہ اماء اللہ میں خدمت پر مامور فرمایا تو ابا جان حضرت مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے انہیں نصیحت کی کہ وہ ایک جلیل القدر مقدس شخصیت کی سرپرستی میں جانے کی سعادت حاصل کر رہی ہیں۔ اس کا تقاضا ہے کہ پوری وفا اور عقیدت کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو ادا کریں۔ اور جس قدر بھی برکتیں حاصل کی جا سکتی ہیں، اس کے حصول کی خاص کوشش کریں۔

میرا اس بات کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جماعت کے اعلیٰ پایہ کے بزرگان کے دل میں بھی آپ کی کتنی قدر و منزلت تھی اور وہ آپ کی بلند پایہ شخصیت کو کس انداز سے دیکھتے تھے اور اپنی اولاد کے دل میں بھی آپ کی محبت اور جانثاری کا مادہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے اور یہ سب

کچھ آپ کی خداداد صالحیت اور بزرگی پر دلالت کرتا ہے۔

بچوں اور اپنے زیرِ سایہ کام کرنے والیوں کی تربیت اور ان کی حفاظت پر آپ کی پوری نظر رہتی تھی۔ اس کا اندازہ ہمیں اس بات سے بھی ہوتا کہ میری بڑی بہن کو دفتر سے واپسی پر یا کسی تقریب کی بنا پر تاخیر سے گھر آنا ہوتا تو آپ کی ہدایت پر ہمیشہ دفتر لجنہ سے حنیف صاحب یا بشیر صاحب انہیں گھر چھوڑنے آتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ اکیلی آئی ہوں۔

پھر جب میری اس بہن طاہرہ کا رشتہ ہوا اور وہ جرمنی جا رہی تھیں تو اُن کو دعاؤں، نصائح اور تحائف سے نوازا۔

میری والدہ کی اچانک وفات پر آپ از راہِ شفقت و محبت ہمارے گھر تشریف لائیں۔ آپ نے اس گہرے دکھ کا اثر خود بھی قبول فرمایا۔ ہمارے غمزدہ دلوں پر آپ کے تسکین بھرے الفاظ نے مرہم کا کام دیا۔

ان کی وفات کے قریباً پونے دو سال بعد جب خاکسار کی شادی ہوئی تو دعوت ولیمہ میں نہایت ذوق سے شامل ہوئیں۔ انہیں علم تھا کہ میری والدہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ آپ نے تشریف لا کر ہماری اس تقریب کو چار چاند لگا دیئے۔ سٹیج پر میری اہلیہ کے ساتھ تشریف فرما ہو کر برکتیں دیں۔ اور پھر ہمیشہ ان کے ساتھ پیار کا سلوک فرمایا۔

میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ آپ حد درجہ کی مہمان نواز تھیں۔ میرا مشاہدہ ہے کہ آپ کے دولت کدہ پر بلا مبالغہ دسیوں ملاقاتی ہوتے۔ ایک تو مستقل آپ کے ساتھ لجنہ کی تاریخ اور دیگر امور میں معاونت کرنے والی ٹیم تھی۔ ان کے لیے پھل، مشروب اور اسی طرح کھانے پینے کی کئی چیزیں ہمہ وقت موجود۔۔۔۔ پھر ان سے سوا ربوہ اور بیرونی مقامات سے آپ کی زیارت اور آپ کی مقدس مجلس سے علم و معرفت کے حصول کے لیے ایک قطار لگی رہی۔ ان میں شہروں سے تعلق رکھنے والی خواتین بھی ہوتیں اور دیہات سے آنے والیاں بھی اور بعض بظاہر گنوار بھی۔ آپ ہمیشہ ان سے مسکرا کر ملتیں۔ پیار اور شفقت بھری گفتگو فرماتیں۔ کبھی آپ کے لہجہ میں اکتاہٹ نہیں دیکھی اور یہی نہیں اپنے پلے سے ان کی شاندار مہمان نوازی کا خاص طور پر اہتمام فرماتیں۔ اور یہ ایک دو دن کا قصہ نہیں تھا بلکہ روزانہ کی مصروفیت تھی۔ یہ کوئی سنی سنائی بات نہیں ہے۔ میری آنکھوں دیکھی حقیقت ہے۔ یہ ایسے نقوش ہیں جو میرے دل میں ثبت ہیں۔

آپ خوش خصال اور شیریں مقال تھیں۔ آپ کے لہجہ میں مٹھاس تھی۔ میں نے کبھی آپ کو اونچی آواز میں بولتے نہیں سُنا۔ آپ کی شیریں باتیں واقعتاً کانوں میں رس گھولتی تھیں۔

آپ عملاً اپنے جلیل القدر شوہر کی ہشت پہلو مصروفیات میں ان کی پرائیویٹ سیکرٹری تھیں۔ خاکسار کو ایسی بہت سی دستاویزات بچشم خود دیکھنے کا موقع ملا ہے جن میں حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے جوابات آپ کی تحریر میں ہیں۔

آپ کی قلم سے لکھے ہوئے قرآن کریم کی تفسیر کے بہت سے نوٹس عاجز کی آنکھوں سے گزرے ہیں۔ اس دور میں جب انٹرنیٹ کسی کے وہم وخیال میں بھی نہیں تھا، یہ کوئی معمولی کام نہیں تھا بلکہ مختلف لغات اور کتب ہائے تفسیر سے الفاظ کے معنی اور پھر اس کی تفسیر کے لیے حوالے نکالنا جان جھوکوں کا کام تھا جو غیر معمولی محنت چاہتا تھا۔ قرآن کریم سے عشق اور حضرت مصلح موعودؓ کی قوت قدسیہ نے اس کٹھن کام کی تکمیل بھی حضرت سیّدہ نوراللہ مرقدھا کے ہاتھوں کروائی۔ جنہیں تحقیق اور ریسرچ سے واسطہ ہو، وہی اس عرق ریزی کی کیفیت کو جان سکتے ہیں۔

خاکسار کو حضرت سیّدہ کی بیماری میں گاہے گاہے حاضر ہونے کی سعادت ملتی رہی۔ آپ بیماری کے باوجود کبھی مایوس نظر نہیں آئیں۔ کوئی بے قراری اور گھبراہٹ نہیں تھی۔ آپ نے شاید اپنے محبوب شوہر نامدار سے یہ سیکھا ہو گا۔ ہمت اور خداداد صبر کا حیرت انگیز مرقع تھیں۔ ایک دن خالہ متینؒ کا فون آیا کہ امی کے لیے Patient Bed کی ضرورت ہے۔ الحمدللہ کہ اس بابرکت وجود کی خدمت کا ایک موقع اس طرح بھی میسر آ گیا۔ خاکسار نے مکرم سرفراز صاحب سٹرانگ مین (فیصل آباد) سے قیمتاً ایسا بیڈ بھجوانے کی درخواست کی۔ جب انہیں علم ہوا کہ یہ بیڈ حضرت سیّدہ اُمّ متین صاحبہؓ کے لیے منگوا رہا ہوں تو انہوں نے قیمت لینے سے انکار کر دیا اور اس کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھا کہ ان کی کمپنی کا تیار کردہ بیڈ اس جلیل القدر ہستی کے استعمال میں آئے۔ یہ بات میں نے اس لیے لکھ دی تا قاری اس حقیقت سے روشناس ہو سکے کہ افراد جماعت کے دلوں میں آپ کے لیے عقیدت اور احترام کے جذبات تھے اور وہ آپ کی خدمت کرنا اپنے لیے خیر وبرکت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ آپ کی شخصیت ایسی ہمہ جہت ہے کہ اس پر آپ کے اہل خاندان اور دیگر متعلقین لکھتے رہیں گے۔ عاجز نے تو صرف انہیں یادوں کی جگالی کی ہے جو میرے دل ودماغ پر نقش ہیں اور جنہیں قریباً پچاس سالوں کی گرد دھندلا نہیں سکی۔ آپ کا پُر شفقت چہرہ آج بھی میرے

سامنے ہے۔ پرانے قصرِ خلافت میں آپ کا رہائشی حصہ، اس کے کمرے، بڑا صحن جس کے ایک طرف سیمنٹنڈ اونچی جگہ اور اس پر ایک تخت پوش۔۔ حضرت سیّد میر محمود احمد صاحب ناصر اور حضرت سیّدہ امتہ المتین صاحبہ اوران کے دو چھوٹے صاحبزادے برادرم عزیزم محمد احمد (ببو) جو میرے ہی ہم عمر تھے اور عزیزم سیّد غلام احمد فرخ۔

آج بھی یہ نظارے میری آنکھوں کی چاندنی بن رہے ہیں جیسے یہ کل کی بات ہے۔سچ کہا رب کریم نے کہ انسان کہے گا کہ میں دنیا میں ایک دن یا ایک پہر ہی رہا ہوں۔

ہاں دکھادے اے تصویر پھر وہی صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کی تقریب آمین کے لیے کہی گئی نظم میں جو جو دعائیں کی تھیں، ایک ایک دعا حرف حرف آپ کی مقدس ذات میں پوری ہوئیں۔اوپر بیان کیے گئے چند مشاہدات اسی کی عملی تصویر ہیں۔اس نظم کا ایک شعر یہ بھی تھا کہ

ہو دونوں جہاں میں معزز
ہوں چھوٹے بڑے سبھی ثناخواں

میرے تحریر کردہ یہ لفظ بھی دراصل حضور کے دل سے نکلی ہوئی اسی دعا کی قبولیت کا ہی ایک مظہر ہیں۔اور میری سعادت ہے کہ آپ جیسی "دونوں جہانوں میں معزز" "خاتون مبارکہ" کے ان "چھوٹے" ثناخوانوں میں یہ کم ترین بھی شامل ہے۔الحمدللہ

ہاں اے مغیث سن لے مری التجا کو آج
کر رحم اس وجود محبت شعار پر
اس مے گسار بادۂ الفت کی روح پر
اس بوستانِ عشق و وفا کی مزار پر

گلدستۂ محبت

مکرمہ صادقہ ظفر صاحبہ نے ایک مجلس کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کسی نے خلیفۃ المسیح الثالث کہا تو حضرت چھوٹی آپا نے تصحیح فرمائی کہ حضرت کہا کرو۔

مکرمہ ذکیہ خانم صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"میرے والد شیخ محمد لطیف صاحب اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے دوستانہ تعلقات تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ گوجرانوالہ تشریف لائے بعد ازاں حضرت اماں جانؓ بھی تشریف لائیں۔ جس دن حضرت اماں جانؓ نے قادیان واپس جانا تھا میں آپؓ سے ملاقات کے لیے اپنی امی کے ساتھ گئی۔ اس وقت حضرت چھوٹی آپا صاحبہ بھی آئی ہوئی تھیں۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے فرمایا کہ آج ہمارے گھر میں رہ جاؤ تمہیں حضرت اماں جانؓ کے بستر پر سلاؤں گی۔

میں نے اپنی امی سے کہا کہ میں یہیں رہوں گی۔ چنانچہ میں آپ کے ہاں رات ٹھہر گئی۔ جب رات کو کھانے کا وقت ہوا چھوٹی آپا صاحبہ مجھے اپنے ساتھ کھانے کے کمرے میں لے گئیں۔ سب کھانے کی میز پر جمع تھے۔ میں شرم کے مارے تھوڑا سا کھانا کھا کر اٹھ گئی۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کھانا لے کر کمرے میں میرے پاس آئیں اور کہا کہ تم نے اچھی طرح کھانا نہیں کھایا یہاں بیٹھ کر کھاؤ۔ پھر رات کو اپنے کمرے میں دوسرے پلنگ پر بستر بچھا کر کہا اس پر سو جاؤ۔ اس بستر پر حضرت اماں جانؓ سوتی تھیں۔۔۔

1964ء میں جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر حضرت مصلح موعودؓ بہت بیمار تھے اور کسی کو ملنے کی اجازت نہ تھی میرے بچے تو بہت چھوٹے تھے اور انہوں نے حضورؓ کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ میں نے حضرت چھوٹی آپا سے بچوں کی حضورؓ سے ملاقات کے لیے اجازت مانگی تو از راہِ شفقت فرمانے لگیں اجازت تو نہیں ہے لیکن تم صبح گیارہ بجے بچوں کو لے کر آجانا اور خاموشی سے کھڑے رہنا۔ مَیں بچوں کو لے کر گئی۔ خادمہ نے حضرت چھوٹی آپا کو بتایا کہ ذکیہ بچوں کو لے کر آئی ہے تو آپ خود بچوں کو

حضورؓ کے پاس ملاقات کرانے کے لیے لے گئیں۔

1965ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر میں اپنی دو بہنوں کے ساتھ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ سے ملاقات کے لیے گئی تو آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کا تبرک عنایت فرمایا۔

1969ء میں میرے بڑے بیٹے کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پڑھایا بعد ازاں حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے خود میری بہو کو نکاح کی انگوٹھی پہنائی۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 96تا97)

مکرمہ شاہینہ انور صاحبہ لکھتی ہیں کہ

"خاکسار کو بے شمار دفعہ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ سے ملنے اور ان سے مصافحہ کرنے کی سعادت ملتی رہی۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کی بے پایاں شفقت، ہمدردانہ مشوروں اور محبتوں کا جہاں ہر کوئی ممنون ہے وہاں میں بھی اپنی تعلیم کی تکمیل کے لیے ان کی احسان مند ہوں۔

ہمارے ننھیال پرانے خیال کے تھے اور لڑکیوں کی زیادہ تعلیم کو پسند نہیں کرتے تھے۔ 1975ء میں نے اور میری بہن نے میٹرک پاس کیا تو میرے سبھی ماموں جان اور محترم نانا ابا جان باری باری ہمارے گھر آئے اور امی جان کو قائل کر لیا کہ لڑکیوں کو میٹرک سے آگے مت پڑھاؤ اتنی آزادی اچھی نہیں ہوتی تم اکیلی ہو خاوند جرمنی میں بیٹھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ میری امی مہینے میں ایک بار لازماً حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کو ملنے جایا کرتی تھیں ہم دونوں بہنوں کی تعلیم منقطع کرنے کے بارہ میں جب حضرت چھوٹی آپا کو پتہ چلا تو آپ بہت حیران ہوئیں اور فرمایا کہ کالج جانے میں کون سی آزادی کا خطرہ ہے تعلیم سے تو لڑکیوں کو شعور ملتا ہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے۔ تمہاری بچیاں لائق بھی ہیں ان کو ضرور ایف۔اے میں داخلہ دلاؤ آج کل تعلیم بہت ضروری ہے۔ آپ نے اس اندازِ محبت سے سمجھایا کہ امی جان نے گھر آتے ہی ہمیں کالج داخل کرنے کی نوید سنادی۔

پھر 1977ء میں جب ہم دونوں ایف۔اے میں پاس ہوئیں تو تب بھی ہمارے ننھیال کی طرف سے باری باری آنے والے تمام بزرگان کی تشویش اور بند کمروں کی میٹنگز نے امی جان کو ہرا دیا کہ لڑکیاں اب آگے نہیں پڑھیں گی حد ہو گئی ہے آزادی کی۔ باپ یہاں موجود نہیں ہے اب سلائی کڑھائی سیکھیں اور بس۔ چنانچہ ہم دونوں کو نصرت انڈسٹریل ہوم میں داخل کر دیا گیا۔ وہاں ہمیں دو

ماہ پورے ہو چکے تھے۔ ایک ملاقات پر جب باتوں باتوں میں ہماری محسنہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے ہمارے بارہ میں دریافت فرمایا۔ تو میری امی جان کو بتانا پڑا کہ ان کو ننھیال کے دباؤ کی وجہ سے سلائی سکول داخل کروایا ہے۔

یہ سن کر حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ نے بے حد اظہارِ افسوس کیا اور فرمایا کہ تم نے پہلے کیوں نہ مجھ سے ذکر کیا، شہر کے بیچ میں کالج ہے۔ کونسا دور جانا پڑتا ہے پھر بھی فائدہ نہ اٹھاؤ تو کتنی بدقسمتی ہے۔ اب بھی وقت ہے۔ کالج میں ابھی پڑھائی شروع ہی ہوئی ہے تم لیٹ داخلہ فیس دے کر دونوں بچیوں کو بی۔ اے میں داخلہ دلا دو۔ آپ کے محبت بھرے الفاظ اور بروقت مشورے نے جادو کا اثر کیا اور اپنی اس عظیم روحانی ماں کی شفقتوں اور دعاؤں کے طفیل اگلے ہی دن ہم دونوں بہنوں کو تھرڈ ایئر میں داخلہ لیٹ فیس پر مل گیا۔ **الحمد للہ علیٰ ذالك۔**" (ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 95)

مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"ایک دفعہ میں مسجد مبارک میں جمعہ پڑھنے گئی میں نے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کو ذرا دیر سے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ آگے بڑھ کر عرض کی کہ آپ میری جگہ پر آگے آجائیں۔ آپ یہ فرماتے ہوئے دروازے کے پاس ہی بیٹھ گئیں کہ 'یہ تمہارا قصور تو نہیں میں بعد میں آئی ہوں میری جگہ یہی ہے'۔

ایک مرتبہ میں اپنی بہن رابعہ بیگم کے ساتھ آپ کو ملنے گئی دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ 'متین! منیر احمد جو امریکہ میں مبلغ تھا، کی امی آئی ہیں'۔ آپ کے لہجے میں جھلکتی ہوئی مسرت سے اظہار ہو رہا تھا کہ آپ کے دل میں خدمتِ دین کرنے والوں کی بہت زیادہ قدر اور عزت تھی۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 109)

مکرمہ امۃ المصور اعجاز صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"ایک خاتون کے خاوند نے جب دوسری شادی کی تو حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اسے اپنے ساتھ بٹھا کر فرمایا کہ مجھے دیکھو میں بھی اسی صورت حال سے گزری ہوں۔ دیکھو زبان دانتوں کے نیچے رکھنا۔

ایک دن خاکسار اپنی ایک عزیزہ کو لے کر ان سے ملاقات کے لیے ان کے گھر لے گئی۔ آپ نہایت تپاک سے ان سے ملیں اور خصوصی توجہ دی۔ مہمان نے پوچھا کہ چھوٹی آپا آپ کے

ملنے کے اوقات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا میرے دروازے ہر وقت کھلے ہیں کل ہی ایک عورت آدھی رات کو آگئی تھی"۔

مکرمہ آسیہ رفیق صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"چھوٹی آپا سے ملاقات کے لیے بکثرت خواتین آپ کے گھر واقع حلقہ بیت المبارک میں جایا کرتی تھیں۔ خاکسار کو بھی متعدد بار یہ سعادت نصیب ہوئی جو بات مجھے بہت متاثر کرتی تھی وہ یہ تھی کہ آپ کے گھر کے دروازے ہمیشہ آنے والوں کے لیے کھلے ہوتے تھے۔ جب بھی ملاقات کے لیے جاتے اور داخلی دروازے پر دستک دیتے تو نہایت نرم اور شفیق آواز آتی۔ اندر آجائیں۔ کسی قسم کا کوئی استفسار نہ کیا جاتا۔ اندر داخل ہونے کے بعد تعارف ہوتا۔"۔

مکرمہ امینہ مبارکہ خانم صاحبہ لکھتی ہیں کہ

"ایک مرتبہ خاکسار ملاقات کے لیے ربوہ گئی۔ چھوٹی عید کے بعد کی بات ہے تو حضرت چھوٹی آپا نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ چھ روزے جو عید کے بعد آتے ہیں شوّال کے آپ نے وہ روزہ رکھا تھا۔ کیونکہ ہمارے ماحول میں شوّال کے روزوں کا اتنا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔ آپ کے عمل سے ہم پر بھی ان دنوں کے روزوں کی اہمیت اجاگر ہوگئی کہ یہ تو سنتِ رسولِ کریم ﷺ اور ان کا ثواب بموجب حدیث تمام سال روزے رکھنے کے برابر ہے"۔

مکرمہ امۃ الرشید غنی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

"ایک مرتبہ میں اور میری آپا ذکیہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کے گھر ملنے گئے۔ اس وقت میں کالج میں پڑھ رہی تھی۔ باتوں باتوں میں آپا متین نے مجھ سے پوچھا 'اچھی! تم اپنے لیے دعا کرتی ہو؟ میں تو ذرا بڑی ہوئی تو امی نے مجھے کہنا شروع کر دیا تھا کہ متین! اپنے لیے بہت دعا کیا کرو'۔ آپا متین سے یہ سن کر میں نے بھی دعا کرنی شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے نیک، صالح اور خادمِ دین ساتھی (مکرم چوہدری عبد الغنی صاحب) عطا فرمایا۔۔۔

ماضی کے ورق الٹاؤں تو اس جانب جا نکلتی ہوں جب میں انٹر کا امتحان دے رہی تھی۔ میری بہنیں مکرمہ ناصرہ آپا اور مکرمہ ذکیہ آپا حضرت چھوٹی آپا جان سے ملنے گئیں۔ میں نے حضرت چھوٹی آپا جان کی خدمت میں سلام اور امتحان میں کامیابی کے لیے دعا کی درخواست کرنے کو کہا۔ اس وقت فضلِ عمر ماڈل سکول نیا نیا شروع ہوا تھا۔ حضرت چھوٹی آپا جان نے میری بہنوں سے کہا 'امۃ الرشید کو

میرا پیغام دینا کہ میری خواہش ہے کہ انٹر کے بعد ٹیچنگ ٹریننگ لے لے اور فضلِ عمر ماڈل سکول میں پڑھائے۔'مزید فرمایا' ٹیچر تو مجھے بہت مل جائیں گی مگر میرا دل کرتا ہے کہ اپنی پسند کی ٹیچر لگاؤں'۔

میرا ارادہ تو بی۔اے کرنے کا تھا مگر جب حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کا پیغام ملا تو میں نے اگلے ہی دن آپ کی خدمت میں لکھا کہ مجھ آپ کا پیغام ملا ہے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر، انٹر کے امتحان کے بعد آپ جو بھی حکم دیں گی وہی ٹریننگ لوں گی۔ جب رزلٹ آیا تو اس وقت حضرت مصلح موعودؓ مع فیملی جابہ تشریف لے گئے تھے۔ اخبار میں اگلے کورسز کے لیے داخلہ کے اعلان آرہے تھے۔ ٹیچر ٹریننگ شروع ہونے میں بھی چند دن تھے۔ ایسے میں مجھے مجبوراً جابہ جاکر چھوٹی آپا سے مشورہ لینا تھا۔ چنانچہ میں اپنے بہنوئی مکرم قریشی محمد اکمل صاحب کے ساتھ جابہ گئی۔ آپ نے لاہور جاکر داخلہ لینے کا حکم دیا۔ اس رات ہمیں جابہ رکنا پڑا کیونکہ واپسی کے لیے وقت ہی نہ تھا۔ برآمدے میں دو پلنگ بچھے تھے، چھوٹی آپا نے مجھے کہا 'تم یہاں مہر آپا(سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ حرم حضرت مصلح موعودؓ) کے ساتھ سو جانا'۔ صبح جب اٹھے تو ہم نے حضرت مہر آپا صاحبہ کے کمرے میں ہی ناشتہ کیا، اور لوگ بھی تھے۔ اس وقت باتوں کے دوران مجھے پتہ چلا کہ حضرت چھوٹی آپا جان نے اپنا پلنگ میرے لیے برآمدہ میں لگوادیا تھا اور خود فرش پر بستر کرکے سو گئیں۔ اللہ اللہ کیا عظیم ہستی تھیں۔ اُس وقت مجھے سخت شرمندگی اور تکلیف ہوئی کہ کاش مجھے رات ہی کو پتہ چل جاتا تو کبھی پلنگ پر نہ سوتی اور حضرت آپا جان کو تکلیف نہ ہوتی۔ سورج کی کرنوں کی طرح یہ یادیں پھیلی ہوئی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کا سالانہ اجتماع ہر سال ہوتا تھا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب ابھی نئی عمارت تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ پرانا لجنہ ہال تھا اور لجنہ اماء اللہ کے دفاتر کے لیے صرف دو تین کمرے اور ایک سٹور تھا۔ میری ڈیوٹی صفائی کروانے پر لگی۔ میں صبح سویرے آتی اور ساری جگہ یعنی ہال، گیلری، دونوں طرف برآمدے اور گیٹ کے سامنے صحن میں صفائی کرواتی۔ اس کے بعد نماز اور کھانے کا وقفہ ہوتا۔ پھر گیلری برآمدوں اور سٹیج پر صفائی کرواتی۔ اس وقت مٹی بہت ہوتی تھی۔ تھوڑی تھوڑی دیر میں فرش گندے ہو جاتے۔ دورانِ اجتماع ایک دن میں صفائی کروا رہی تھی۔ سامنے دفتر میں حضرت چھوٹی آپا جان دو تین عہدیداران کے ساتھ کام کروا رہی تھیں۔ میں ایک دفعہ گیلری سے گزری تو حضرت چھوٹی آپا جان نے مجھے دیکھ لیا۔ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کو جو میری کلاس فیلو بھی ہیں مجھے بلوانے کو بھیجا۔ انہوں نے آکر کہا 'اچھی! تمہیں چھوٹی آپا بلا رہی ہیں'۔ حاضرِ خدمت ہوئی تو فرمایا 'امۃ الرشید! تم نے کھانا کھایا ہے؟' میں

نے عرض کیا 'چھوٹی آپا! صفائی کروا کے گھر جاتی ہوں۔ کھانا کھا کر نمازِ ظہر و عصر پڑھ کر آجاتی ہوں۔ اب کام ختم ہونے کو ہے'۔ آپ کے سامنے کھانا ٹرے میں رکھا تھا اور آپ کھا چکی تھیں۔ فرمایا 'بیٹھو پہلے کھانا کھاؤ پھر کام کرنا'۔ اللہ اللہ کیا مجسم شفقت وجود تھا۔ ساڑھے تین بجنے والے تھے۔ بھوک سے میرا برا حال تھا۔ مگر آپ کی شفقت سے منٹوں میں ساری بھوک اور تھکن دور ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ آپ سے اس بھی زیادہ محبت اور پیار کا سلوک فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین" (خدیجہ شمارہ نمبر 1۔ 2013ء لجنہ اماء اللہ جرمنی صفحہ 319 تا 320)

مکرمہ امۃ الحفیظ محمود بھٹی صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"لجنہ اماء اللہ کراچی کے حوالے سے بات کروں گی کہ کراچی کے دورے کے لیے دس پندرہ دن درکار ہوتے تھے۔ کیونکہ ضلع کراچی بہت سی قیادتوں پر مشتمل ہے۔ ہر قیادت میں دورہ کے لیے تشریف لے جاتیں۔ خطاب فرماتیں۔ ہر ممبر کو ملاقات سے نوازتیں۔ بارعب شخصیت ہونے کے باوجود ان کی قربت میں شفقت اور اپنائیت کا بھرپور تاثر ملتا۔ گفتگو عموماً تربیتی رنگ رکھتی تھی۔ ایک دو باتیں جو مستورات کی عملی زندگی کے لیے مفید ہیں ذکر کیے دیتی ہوں۔

ایک دفعہ دورہ جات کے دوران جب خاکسار ہمسفر تھی کسی معاملہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ لڑکیاں سسرال کے گھر جاتے ہی چاہتی ہیں کہ ان سے ان کی خواہش اور مرضی کے مطابق سلوک ہو۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔ اس لیے گھر کے ماحول میں اگر کوئی مقام حاصل کرنا ہو تو اس کے لیے اس گھر کے ماحول اور مزاج کو دیکھنا چاہیے۔ اس کے لیے جذباتی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔ جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔

خاکسار خود کو خوش قسمت سمجھتی ہے کہ آپ کی بیماری کے دوران ایک ماہ تک آپ کی قربت نصیب رہی۔ آپ کا گھٹنے کے آپریشن کے بعد ایک ماہ تک کراچی میں ہی علاج جاری رہنا تھا۔ میرے بیٹے اور بہو کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ان کے غریب خانہ کو رہائش کے لیے پسند فرمایا۔ آپ کی شخصیت کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ گفتار میں دھیما پن، انسانیت کی قدر کرنا، خوبیوں کو اجاگر کرنا اور کمزوریوں پر پردہ پوشی سے توجہ دلانا۔ باوجود تکلیف کے ملاقاتیوں سے خوش دِلی سے ملنا اور انہیں مایوس نہ کرنا۔ یہ سب ایسی خوبیاں ہیں جن کے لیے تحمل اور بردباری کی ضرورت

ہوتی ہے۔ جو بدرجہ اتم آپ میں پائی جاتی تھیں۔ "(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 70)

مکرمہ برکت ناصر صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"اکتوبر 1996ء میں خاکسار اپنے بیٹے کی شادی کے لیے ربوہ گئی۔ دعوتی کارڈ لے کر دفتر پہنچی۔ اکثر بہنوں نے یہی کہا کہ چھوٹی آپا صحت کی کمزوری کے باعث دفتر کبھی کبھی آتی ہیں۔ شادیوں میں بھی جانا کم ہو گیا ہے۔ دل کو بہت تکلیف ہوئی۔ وہاں سے اٹھ کر آپ کے گھر کی طرف چل دی کہ دعا کی درخواست اور عیادت کر سکوں گی۔ جب آپ کے ہاں پہنچی تو خادمہ نے بتایا آپ گھر پر نہیں ہیں۔ وہاں سے آپا متین کی طرف پہنچی۔ کارڈ دیا۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کی طبیعت کے متعلق پوچھا آپ نے کہا کہ ڈاکٹر نے بڑی Gathering میں جانے سے منع کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کا آنا تو مشکل ہے میں آنے کی کوشش کروں گی۔ تھوڑی دیر کے بعد لجنہ کی گاڑی کی آواز آئی آپا متین نے کہا کہ امی آگئی ہیں۔ آپ بے شک ان سے مل لیں۔ میں اندر داخل ہوئی تو آپ اپنی مخصوص جگہ پر تشریف فرما تھیں۔ میں نے سلام کیا تو فرمانے لگیں 'مَیں دفتر گئی تو پتہ چلا کہ تم آئی تھیں دفتر والیاں کہہ رہی تھیں کہ بیٹے کی شادی کر رہی ہو، آپ بھی چلیں۔ مَیں نے کہا مجھے تو مسز ناصر نے بلایا نہیں۔ جاؤں گی تو کہے گی میں نے تو بلایا نہیں خود ہی آگئیں'۔ میں نے کہا چھوٹی آپا یہ کیسے ممکن تھا۔ چنانچہ میں نے کارڈ دیا۔ عائشہ کو کارڈ تھماتے ہوئے فرمایا یہ رکھ لو۔ مجھے وقت پر یاد دلا دینا۔ اور پھر جب ولیمہ پر آنے والے مہمانوں کی گہما گہمی تھی۔ باہر سے آکر بھائی نے بتایا کہ لجنہ کی گاڑی آئی ہے اور چھوٹی آپا اس میں سے اتر رہی ہیں۔ میرا دل آپ کی اس محبت اور احسان کو تادمِ مرگ یاد رکھے گا۔ "(ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 87)

مکرمہ صوفیہ اکرم چٹھہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کی محبت و شفقت سب کے لیے ہی تھی مگر بعض مواقع زندگی میں ایسے آتے ہیں کہ ایسی عظیم ہستیوں کا حسنِ اخلاق اور احساسِ ذمہ داری اور نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ چند سال پہلے کی بات ہے ہم کراچی سے مشاورت پر گئے۔ آپا سلیمہ میر صاحبہ اور آپا امۃ الحفیظ بھٹی صاحبہ نے براستہ لاہور کراچی آنے کا پروگرام بنالیا اور میں نے ربوہ سے ہی واپس آنا تھا۔ دو بہنیں اور کراچی آنے والی ساتھ مل گئیں۔ معلوم ہوا کہ سلیپر کی کوئی بھی سیٹ کافی دن بعد تک خالی نہیں۔ آدمی فیصل آباد بھجوایا گیا۔ وہاں سے سیالکوٹ سے آنے والی گاڑی پر سلیپر میں تین سیٹیں بک

ہوئیں۔ گاڑی نے رات دس بجے فیصل آباد سے چلنا تھا۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کو بہت فکر تھی کئی دفعہ فون کر کے خاکسار سے پوچھا۔ دفتر میں ہدایت فرمائی کہ گاڑی موجود رہے کیونکہ فیصل آباد چھوڑنے کے لیے ڈرائیور نے جانا ہے۔ میں نے فون پر پریشانی کا اظہار کر دیا کہ گاڑی فیصل آباد سے رات بہت دیر سے چلتی ہے اور ہمارے ساتھ کوئی مرد نہیں۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے منگلا صاحب کو فون کر کے ساری صورت حال بتائی۔ چنانچہ وہ خود ہمارے ساتھ گئے اور جب تک گاڑی نے پلیٹ فارم چھوڑا نہیں وہ پلیٹ فارم پر موجود رہے۔

خلیفۂ وقت کے ساتھ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی عقیدت و محبت کا ایک چھوٹا سا واقعہ مجھے یاد ہے۔ جلسہ سالانہ لندن 1989ء میں خاکسار نے بھی شامل ہونے کی توفیق پائی۔ جس دن حضور انور کا لجنہ میں خطاب تھا حضرت چھوٹی آپا صاحبہ بجائے سٹیج پر تشریف رکھنے کے نیچے ہی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب حضور انور تشریف لائے اور تلاوت اور نظم کے بعد آپ کا خطاب شروع ہوا تو آپ نے لجنہ اماء اللہ برطانیہ کو کچھ باتوں کی طرف توجہ دلائی ان میں سے ایک یہ تھی کہ صدر لجنہ پاکستان کو اس وقت سٹیج پر بیٹھا ہونا چاہیے تھا۔ اس وقت آنسوؤں کی جھڑی تھی جو حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی آنکھوں سے رواں تھی جہاں تک میں سمجھ سکی یہ آنسو اس محبت و شفقت کے جواب میں شکرانے کے طور پر تھے جس کا خلیفۂ وقت نے اپنے مخصوص الفاظ میں اظہار فرمایا تھا۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 99تا100)

مکرمہ شریفہ بیگم صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"ایک دفعہ میں دفتر سے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے ساتھ ان کے گھر جارہی تھی راستے میں ہم نے دو نوعمر لڑکوں کو آپس میں لڑتے اور گالیاں دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ وہیں کھڑی ہو گئیں اور ان سے پوچھا کیا بات ہے جو لڑکا مار رہا تھا بولا "جی یہ گالیاں دے رہا تھا" آپ نے فرمایا "تم طاقتور ہو تم مار سکتے ہو یہ کمزور ہے گالی دے سکتا ہے۔ چلو گلے ملو"۔ چنانچہ انہوں نے فوراً کہا مان لیا اور صلح کر لی۔ آپ خوش ہو کر وہاں سے چل پڑیں اس واقعہ نے میرے دل پر گہرا اثر چھوڑا کس قدر خیال تھا آپ کو بڑوں، بچوں سب کا۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 103)

مکرمہ امۃ المتین صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"غالباً 94-1993ء کی بات ہے کہ چھوٹی آپا صاحبہ نے میرے ساتھ محلّے کے ان سفید پوش

گھروں کا دورہ کیا۔ فہرست کے مطابق ہر گھر جا کر مٹھائی کا ڈبہ اور عید مبارک کا تحفہ پیش کیا۔ اسی طرح ایک نئی احمدی ممبر کے گھر بھی جانا تھا جس کے گھر جانے کے لیے پتھریلی اور ناہموار جگہ سے گزرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ آپ کی صحت کے پیشِ نظر خاکسار نے کہا کہ آپ گاڑی میں تشریف رکھیں اور میں یہ مٹھائی ان کے گھر پہنچا دیتی ہوں۔ لیکن آپ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اس ناہموار جگہ اور کوڑے کے ڈھیر سے گزر کر اس کے گھر گئیں، اس کے حالات معلوم کیے اور اسے مٹھائی وغیرہ پیش کر کے عید کی مبارک دی۔ وہ خاتون آج تک اپنی اس خوش نصیبی کو نہیں بھول پائی۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 142)

مکرمہ شاہین روحی صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"امی حضرت سیّدہ چھوٹی آپا نور اللہ مرقدھا کے ساتھ بہت بے تکلف تھیں۔ اس لیے ان کے ساتھ ہمیں بھی اکثر ملاقات کا موقع ملتا رہتا۔ بڑی محبت سے گلے لگا کر پیار کرتیں۔ ایک تقریب میں ہم سب بہنوں کو اکٹھا دیکھ کر امی سے کہنے لگیں سعیدہ تم نے اپنی بیٹیاں کہاں چھپائی ہوئی تھیں۔

تقریبات کا خاص مواقع کے علاوہ بھی یا آپ کئی دفعہ ہمارے ہاں تشریف لاتیں۔ ایک دن اچانک ہی آگئیں۔ امی گھر پر نہیں تھیں۔ مَیں اور میری چھوٹی بہن ناہید آپ کو دیکھ کر بہت حیران ہوئیں۔ ہماری طرف دیکھ کر مسکرائیں اور فرمایا کہ میں تو ناہید کی مبارکباد دینے آئی ہوں۔ (کچھ دن پہلے اس کا ایف۔ اے کا رزلٹ نکلا تھا۔)

ایک حادثہ میں میرا بھائی شدید زخمی ہوگیا۔ اس کی حالت تشویشناک تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے معجزانہ شفا عطا فرمائی۔ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائیں تو فرمایا سعیدہ میں تو تمہیں مبارک باد دینے آئی ہوں۔ اللہ نے تمہارے بیٹے کو نئی زندگی دی ہے۔ ایک ماں کے دل کو تسلی دینے کا کیا ہی پیارا انداز تھا۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 135)

مکرمہ امۃ الباسط شاہین صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"خاکسار عربی ایم۔ اے کر کے پڑھائی سے فارغ ہوئی تو میری والدہ امۃ الحفیظ قریشی صاحبہ نے اصرار کیا کہ محترمہ چھوٹی آپا صاحبہ کے ساتھ تاریخِ لجنہ کے کام میں حصہ لینا ہے۔ ان دنوں تاریخِ لجنہ جلد سوم لکھنے کا کام ہو رہا تھا۔ اس طرح مکرمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ کی زیرِ نگرانی اس

ٹیم میں اللہ تعالیٰ نے شمولیت کی توفیق عطا فرمائی۔ ہم سب چھوٹی آپا صاحبہ کی ذاتی لائبریری میں روزانہ 5، 6 گھنٹے کام کرتیں۔ بالکل گھریلو ماحول ہوتا۔ محترمہ چھوٹی آپا اپنے کمرے میں روزمرہ کے جماعتی کاموں میں بھی مشغول ہوتیں۔ ہمارے کاموں کی حوصلہ افزائی بھی کرتیں اور ایک پیار بھری مسکراہٹ جو ان کے خوبصورت چہرے کا ایک جزو تھی ہمیں وصول ہو جاتی۔

جن دنوں کام زیادہ ہوتا اور دوپہر کے کھانے کا وقت ہوتا تو چھوٹی آپا صاحبہ نے ہم سب کو اپنے ساتھ میز پر بٹھا کر کھانا کھلاتیں۔ ان دنوں ربوہ میں پپیتا اور کئی دوسرے پھل نہیں ملتے تھے جو خاکسار نے پہلی مرتبہ آپ کے گھر ہی میں کھائے۔ ان دنوں صاحبزادی امۃ العلیم عصمت صاحبہ قادیان سے آپ کے گھر پڑھنے کے لیے آئی ہوئی تھیں۔ آپ نے ہمیں مزیدار کافی (coffee) اُن سے بنوا کر پلائی۔

آموں کے موسم میں آپ ہم سب کو یاد رکھتیں اور ان بابرکت آموں میں ہمیں بھی حصہ دار بناتیں۔ اور ہمیں از حد خوشی ہوتی کیونکہ ہمیں علم ہوتا تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ کے باغوں کے آم ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم ناچیز بھی لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

عیدوں پر ہم سب کو تحائف بھی ملتے جب آپ نے بیرونِ پاکستان دورہ فرمایا تو مجھے گلابی رنگ کا سویٹر ملا جو ابھی تک میرے پاس موجود ہے۔ جسے آپ کی یاد تازہ کرنے کے لیے اور برکت حاصل کرنے کے لیے ہر سال پہنتی ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی سرکردگی میں خاکسار کو سیکرٹری تعلیم لجنہ کے فرائض 1985ء تا 1993ء ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ باتیں اور شفقتیں تو آپ کی بہت زیادہ ہیں آپ کی دل موہ لینے والی مسکراہٹ اور گاہ بگاہ آپ کی عنایتیں دل پر رقم ہیں۔ غلطی کی کہ ڈائری لکھنے کی عادت نہ اپنائی۔

اپنی بڑی بیٹی امۃ القیوم فرزانہ کو جب چند ماہ کی تھی آپ کے گھر ملوانے کے لیے لے کر گئی تو آپ نے بہت پیار سے نقد تحفہ دیا۔ خاکسار نے اس میں کچھ اور شامل کر کے تبرکاً قرآنِ مجید خرید کر رکھ لیا۔ پھر میری دونوں بیٹیوں نے اسی قرآنِ کریم سے پہلا دور مکمل کرنے کی توفیق پائی۔"

مکرمہ وقار النساء صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"میری بہن قمر النساء تاریخ کا کام کرنے کے لیے چھوٹی آپا صاحبہ کے گھر جایا کرتی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ آپا لطیف کی بیٹی نصرت خورشید جو کہ میری کلاس فیلو تھی وہ چھوٹی آپا سے

قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھتی ہے تم بھی آجایا کرو۔ چنانچہ میں نے بھی جانا شروع کردیا۔ شروع میں تو میں ترجمہ پڑھ کے واپس آجاتی تھی لیکن کچھ دیر بعد حضرت سیّدہ چھوٹی آپا نے ہمیں کچھ لکھنے کا کام دینا شروع کردیا۔ کاغذ، پین اور الفضل کی کاپیاں دیتیں کہ یہ نقل کردو۔ ہم لکھ دیتے۔ اس طرح کچھ وقت گزرا شاید سال یا دو سال پھر پڑھائی میں مصروف ہوگئے (لکھنے کا کام سکول کالج کی چھٹیوں میں کرتے تھے) ہمیں معلوم نہیں تھا کہ لکھنے کا کام آپ کیوں کروا رہی ہیں۔ کچھ سال کے بعد 'المصابیح' کتاب شائع ہوئی۔ حضرت سیّدہ نے کتاب کی معاونت کرنے والوں میں خاکسار کا نام لکھا اور کتاب تحفہ میں بھجوائی۔ خاکسار بہت حیران ہوئی کہ ہم نے تو محض آپ کی اطاعت میں یہ چھوٹا سا کام کیا تھا لیکن آپ نے اس چھوٹے سے کام کو بھی یاد رکھا۔ اور اتنا بڑا اعزاز دیا۔ **فجزاھا اللہ احسن الجزاء**

ایک اور حسین یاد ہے کہ جب ہم آپ سے قرآنِ کریم پڑھتے اور پھر لکھنے کا کام کرتے تو میں نے دیکھا کہ آپ ساری ٹیم جو تاریخ لکھنے کا کام کرتی تھی۔ دوپہر کو انہیں باجماعت نماز پڑھاتیں اور پھر کھانا کھلا کر بھیجتیں۔

آپ ہر ایک کی دلداری کرتی تھیں اور دین کی خدمت کرنے اور کروانے کا فن آپ کو آتا تھا۔ کبھی کسی کی دل شکنی نہیں کرتی تھیں اور بہت پیار کرنے والی تھیں۔

1994ء میں جب ایم۔ٹی۔اے شروع ہوا تب آپ کے پاس آٹو گراف لینے گئی۔ میری بڑی بیٹی ساتھ تھی۔ آپ نے از راہِ شفقت آٹو گراف بک پر اپنے ہاتھ سے لکھا کہ خدمتِ خلق کا کوئی موقع جانے نہ دیں"

مکرمہ بشریٰ نذیر آفتاب صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"حضرت چھوٹی آپا کی صحبت میں رہنے کا موقع اس وقت ملا جب خاکسار 1992ء میں دینی و دنیاوی تعلیم کی پیاس بجھانے کے لیے مرکزِ احمدیت ربوہ میں آئی۔ جامعہ نصرت ڈگری کالج میں تھرڈ ایئر میں داخلہ کے بعد خاکسار حضرت چھوٹی آپا سے ملنے کے لیے ان کی رہائش گاہ پر گئی۔ کچھ ہی دیر میں نہایت باوقار اور بارعب شخصیت کی مالک حضرت چھوٹی آپا میرے سامنے تھیں۔ حال احوال کے بعد اپنے آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے بتایا کہ خاکسار دُور دراز کے علاقے بہاولنگر کے ایک گاؤں چک 184/7R سے آئی ہے اور یہ کہ خاکسار کا جامعہ نصرت ڈگری کالج میں داخلہ ہوگیا ہے۔ میری شدید خواہش ہے کہ اس دوران میں کالج جانے سے قبل آپ کے پاس آکر قرآنِ کریم کا ترجمہ

اور تفسیر سیکھوں اور یہ کہ بہاولنگر کے علاقے سے میں پہلی بچی ہوں جو دینی علوم سیکھنے کے لیے آپ کے پاس آئی ہوں۔ میں نذیر احمد خادم صاحب کی بیٹی ہوں۔ میری ساری بات سن کر کچھ توقف کے بعد فرمایا کہ گو میری صحت اجازت نہیں دیتی اور آج کل میں نئی بچیاں بھی نہیں لے رہی مگر چونکہ تم نذیر احمد خادم صاحب کی بیٹی ہو اور بہاولنگر کے ایک دُور دراز علاقے سے آئی ہو اس لیے میں تمہیں ضرور پڑھاؤں گی تا کہ تم جو کچھ مجھ سے سیکھو وہ اپنے علاقے کی بچیوں کو سکھاؤ۔ سبحان اللہ! خرابی صحت کی پرواہ کیے بغیر اور اتنی مصروف زندگی اور بے شمار ذمہ داریوں کے باوجود میرے قرآنی علوم کے شوق کو دیکھتے ہی اجازت مرحمت فرما دی۔ الحمد للہ علیٰ ذالك

حضرت چھوٹی آپا نہ صرف ہمیں قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھاتیں بلکہ بہت سی قیمتی ہدایات سے بھی نوازتیں، بہت دعائیں دیتیں۔ اکثر اوقات میں کلاس ختم ہوتے ہی اُٹھ جایا کرتی تا کہ آپ دوسری بچیوں کو پڑھا سکیں مگر میری خوش قسمتی تھی کہ کبھی کبھار آپا جان خود ہی زیادہ وقت دے دیتیں، کچھ باتیں کر لیتیں اور فرمایا کرتیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلہ کی کتب کا بہت مطالعہ کر کے اپنے علم کو وسیع کرو۔ ایک دن کہنے لگیں کہ تمہارے ابا تو بہت اچھا لکھتے ہیں تم بھی لکھا کرو۔ میرے بتانے پر کہ میں تشحیذ الاذہان اور ہفت روزہ لاہور میں (بچوں کے کالم میں) تھوڑا بہت لکھتی ہوں، سن کر بہت خوش ہوئیں۔

آپ علم کا ایک سمندر تھیں۔ آپ نے سینکڑوں بچیوں اور لجنہ کے دلوں کو نورِ قرآن سے منوّر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اندر جماعتی کاموں کا شوق پیدا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی بے شمار شاگرد دنیا بھر میں آپ کی دی ہوئی تربیت اور نصائح کے مطابق خدمتِ دین بجا لا رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت چھوٹی آپا جیسے بابرکت وجود روز روز دنیا میں پیدا نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ اس شفیق اور مہربان ہستی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین۔"

مکرمہ صادقہ قمر شمس صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"وہ وقت مجھے اب بھی یاد ہے جب مشن ہسپتال فیصل آباد میرے ہاں مردہ بچی پیدا ہوئی۔ آدھی رات کا وقت تھا بڑی بے سروسامانی کا عالم تھا۔ اس وقت چھوٹی آپا اپنے کسی عزیز کے ساتھ ہسپتال میں موجود تھیں۔ جب ان کو پتہ چلا تو فوراً آ گئیں اور مکرم امیر صاحب فیصل آباد کو فوراً فون کیا اور ان کے ذریعہ بچی کو دفنانے کا انتظام کیا۔

جامعہ نصرت ربوہ سے ان کو بہت لگاؤ تھا۔ بزمِ سیاسیات کے تحت جب بھی میں انہیں کسی تقریب میں مدعو کرتی وہ خوشی خوشی اس میں شرکت کرتیں۔ اور بہت لطف اندوز ہوتیں۔ ان کے گھر کے دروازے ہم سب کے لیے ہر وقت کھلے رہتے جب دل چاہتا چلے جاتے۔ رمضان المبارک میں ہمارے اسٹاف کی افطاری کرواتیں اور اس میں بعض کھانے اپنے ہاتھ سے تیار کرتیں۔ ایک دفعہ افطاری کے دوران فرمانے لگیں کہ آؤ پہلے نماز پڑھ لیتے ہیں یہ ٹیبل ایسے ہی لگی رہے گی۔ ان کے سمجھانے کا انداز مختصر مگر جامع تھا۔ ایک دفعہ میں ایک تقریب میں شامل نہیں تھی تو پوچھنے لگیں کہ کہاں ہے صادقہ قمر۔ اس نے کہا تھا کہ میں اپنے مکان کی پارٹی دوں گی۔ کہاں گئی اس کی پارٹی؟ اللہ اللہ لوگوں کے دل جیتنے کے ان کے کیا کیا انداز تھے۔ پھر انہوں نے بڑی خوشی خوشی میرے گھر کی پارٹی میں شرکت کی۔ اسی طرح میں نے اپنی بیٹی فرح نادیہ کی تقریبِ آمین کی اس میں بھی تشریف لائیں۔ بچی سے قرآنِ شریف سنا اور ازراہِ شفقت اسے تحفے سے بھی نوازا۔

جب بھی ان کے گھر گئے ان کو کام میں مصروف پایا۔ اور وہ زیادہ تر خدمتِ خلق میں مصروف ہوتیں۔ غریب لڑکیوں کی شادیوں میں شرکت کرتیں اور بعض کو اپنے ہاتھوں سے دلہن بناتیں۔ میری ایک کلاس فیلو تھی امۃ الکریم وہ آپ کے محلّہ میں ہی رہتی تھی۔ اس نے مجھے بھی اپنی شادی پر بلایا تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ چھوٹی آپا اس کو دلہن بنارہی ہیں۔

آپ دن رات جماعت کی خدمت کرتیں اور کبھی بھی اپنی تھکن کا اظہار نہ کرتیں۔ قرآنِ شریف کی عاشق تھیں۔ ان کی زندگی کا مقصد ہی لوگوں کو قرآنِ شریف پڑھانا اور قرآنِ شریف کی تعلیم کو پھیلانا تھا۔ حضرت آپا آصفہ بیگم صاحبہ کی وفات ہوئی۔ ہم افسوس کے لیے گئے۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ اس عاشقِ قرآن نے ہم سب کو بٹھایا خود بھی بیٹھ گئیں۔ اور درس قرآنِ دینا شروع کر دیا۔ آپ نے اپنے وقت کا ایک ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونے دیتیں۔"

چھوٹی آپا سدا بہار
کم او کرن اٹھے پار
دینِ حق دا کرن پرچار
انہاں نوں بس اکو آر
دینِ حق دے علمبر دار

اونے لجنہ دے سردار

مکرمہ امۃ الحلیم شاہدہ تحریر کرتی ہیں کہ

"حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے مصافحہ کا مجھے معلوم نہیں کیا ہی مزہ تھا۔ آپ کے ساتھ ہاتھ لگانے سے جو فرحت دل کو ملتی تھی وہ بتائی نہیں جاسکتی۔ہاں مجھے یاد ہے کہ ایک موقع پر میں نے بار بار مصافحہ کرنے کا شوق پورا کیا۔اور ابھی مزید محبت جوش مار رہی تھی کہ کسی نے آپ کو بتا دیا کہ چھوٹی آپا اس نے تو کئی بار مصافحہ کر لیا ہے۔اتنے میں میں پھر آپ کے سامنے آگئی اور اپنا ہاتھ آپ کے سامنے پھر بڑھا دیا آپ نے پھر مصافحہ کر لیا اور فرمایا کہ 'آپ نے مصافحہ کر لیا تو میری طرف سے اب سلام لے لو۔اب تو خوش ہونا۔' اس عمر میں خدا جانے آپ کے ہاتھ کے ساتھ ہاتھ ملانے میں کیا لذت اور سکون ملتا کہ بار بار سلام کرنے کو دل آمادہ کرتا۔فی الواقع آج جو میرا قلم یہ واقعہ ضبطِ تحریر میں لا رہا ہے تو میرے ہاتھ میں وہی لذت اور سکون میرے دل کے راستے سے بھی آنکھوں کے بے شمار آنسوؤں کے ساتھ میرے ہاتھ کے کاغذوں پر بہہ گیا اور بے ساختہ زیرِ لب یہ الفاظ ہوئے کہ اے کاش ہماری اولادیں بھی آپ سے کچھ سیکھ جائیں۔

1972 یا 1973ء کی بات ہے آپ نصرت انڈسٹریل تشریف لائیں اور استانی صاحبہ سے پوچھا کہ اس مرتبہ کتنی طالبات ڈپلومہ کا امتحان دے رہی ہیں۔انہوں نے بتایا کہ نو طالبات ہیں۔مگر نویں طالبہ نے کالج میں جاب شروع کر دی ہے۔میرے کام کی کارکردگی کا پوچھ کر کہا کہ اس کا داخلہ بھجوا دینا۔اس طرح جو بچے محنت کرتے ہیں وہ کامیاب ہو جاتے ہیں۔داخلہ کا وقت آیا تو استانی صاحبہ اپنا وعدہ بھول گئیں۔جب آپ کو علم ہوا تو میری داخلہ فیس خود جمع کروا کے اپنے گھر کی کسی خادمہ کے ہاتھ مجھے اطلاع بھجوا دی۔آپ کے حسنِ سلوک نے تو میرا دل ہی جیت لیا۔یہی واقعہ آپ کی نرمی اور شفقت کو میرے دل پر نقش کر گیا۔

جب ہم نے اپنا مکان بنانا تھا تو میں آپ کے پاس ایک اینٹ بغرضِ دعا لے کر آئی تو مکرمہ باجی متین صاحبہ نے بتایا کہ امی بیمار ہیں۔ساتھ ہی حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی آواز آگئی۔میرا نام لے کر فرمایا کہ آجاؤ میں اتنی بھی بیمار نہیں خدانخواستہ۔اندر جانے پر مجھے احساس ہوا کہ آپ صرف بیمار ہی نہیں تھیں بلکہ اتنی بیمار تھیں کہ چہرہ سے کمزوری بھی ظاہر ہو رہی تھی۔آپ نے اینٹ پر دعا کی اور ساتھ ہی کہنے لگیں کہ اس بچے کو بنیاد رکھتے ہوئے سامنے کھڑے کر کے دکھا دینا کہ یہ بنیادی اینٹ

ہے۔ جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو وہ گھر دوبارہ بنانے لگتے ہیں۔ وہی اینٹ دوبارہ بنیاد میں رکھی جائے"۔

مکرمہ امۃ الباسط صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"اس وقت یادوں کے دریچے میں حضرت سیّدہ امّ متین صاحبہ کا حسین سراپا میرے سامنے ہے۔ میری عمر غالباً 11، 12 سال کی ہو گی جب مجھے ان کے اخلاقِ عالیہ کا وہ روپ نظر آیا جو زندگی بھر کے لیے میرے دل پر نقش ہو گیا۔ لجنہ اماء اللہ کے سالانہ اجتماع کا موقع تھا اور میں نہ جانے کب سے آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے دیوار سے لگی کھڑی تھی۔ آپا جان اسٹیج سے نیچے تشریف لائیں۔ آپ کسی خاتون سے گفتگو کرتی ہوئی باوقار انداز میں میری طرف متوجہ ہوئیں اور میں جلدی سے سیدھی ہوئی۔ میرے سلام کرنے سے پہلے ہی آپ نے **السلام علیکم** کہا تو میں نے آگے بڑھ کر جھٹ سے ہاتھ تھام لیا اور آپ کے ساتھ ہی لجنہ ہال کے گیٹ کی طرف چل پڑی۔ آگے پیچھے دائیں بائیں عورتوں کی بھیڑ تھی مگر مجھے تو کوئی ہوش نہیں تھا۔ پنڈال سے لے کر باہر گیٹ تک جانے کا لمبا فاصلہ نہ جانے کن باتوں میں گزرا یاد نہیں۔ مگر مجال ہے کہ آپ نے اپنا دستِ مبارک مجھ سے چھڑوایا ہو۔ مجھے شائبہ تک نہیں گزرا کہ آپ نے اپنا ہاتھ ذرا سا بھی کھینچا ہو۔ مجھے آج بھی وہ خوبصورت لمس یاد ہے۔ اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ یہ عقیدت بڑھتی گئی۔

میری زندگی کا قیمتی اثاثہ وہ رات ہے جو میں نے محض خدا کے فضل سے آپ کے گھر میں گزاری۔ ہوا یوں کہ ان کے گھر میں پلنے والی ایک بشریٰ نامی لڑکی تھی جو میری کلاس فیلو تھی۔ میں چونکہ پڑھائی میں اچھی تھی اس لیے وہ کچھ نہ کچھ سمجھنے کے لیے مجھ سے رابطہ کرتی تھی۔ مجھے اس پر رشک آتا کہ کتنی مقدس ہستیوں کے قریب رہتی ہے۔

اس کی شادی پر محترمہ آپا جان نے ہماری ساری کلاس کو دعوت دی۔ مہندی کی رات بھی چند لڑکیاں مدعو تھیں۔ میرے والد صاحب گاؤں میں تھے اس لیے میرا چھوٹا بھائی مجھے آپ کے گھر چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ خدا کا کرنا کہ تیز بارش شروع ہو گئی۔ دوسری لڑکیوں کے گھر والے تو لینے آ گئے مگر مجھے کوئی لینے نہ آیا۔ اس دن آپ کے بھائی مکرم سیّد سیّد احمد صاحب کی طبیعت خراب تھی۔ آپ ان کے گھر جانے کے لیے تیار ہو کر آئیں اور مجھے وہاں موجود پا کر پوچھا کہ کوئی لینے آئے گا؟ میں نے عرض کی کہ بہت مشکل لگ رہا ہے کیونکہ بارش تیز ہے اور میرا بھائی چھوٹا ہے۔ میرا گھر

دارالرحمت غربی میں ہے۔ فرمانے لگیں پریشان نہ ہو۔ میرے بھائی کی طبیعت خراب ہے اور مجھے جلدی وہاں جانا ہے ورنہ گاڑی میں تمہیں بھجوا دیتی۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے گھر یا پڑوس میں کہیں فون ہے؟ میں نے بتایا کی ڈاکٹر رشید صاحب کا گھر قریب ہے صرف ان کے گھر فون ہے۔ آپ نے ڈائریکٹری سے نمبر تلاش کرکے ان کو بتایا کہ فلاں گھر میں اطلاع دے کر آؤ کہ ان کی بچی آج رات ادھر ہی رہے گی، پریشان نہ ہوں۔ مجھے یہ سب بتا کر فرمایا کہ تم پریشان نہ ہو، ادھر میرے کمرے میں سو جاؤ۔ خدا گواہ ہے کہ میں اپنی اس خوش نصیبی پر جتنا ناز کروں کم ہے۔ اُس وقت تو شاید اتنا احساس نہ تھا مگر وہ رات میں نے خدا کے حضور سجدے میں گزار دی۔ نہ جانے کون کون سی دعائیں مانگ لیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ آج میں فرش پر بچھے خوبصورت قالین پر نہیں بلکہ آسمان پر اپنے خالق ومالک کے دربار میں اس کی چوکھٹ پر پڑی گریہ کناں تھی۔ یہ خوش بختی کے چند گھنٹے لمحوں میں بیت گئے۔ کب فجر ہو گئی؟ میں نماز سے فارغ ہوئی ہی تھی کہ آپ کی خوبصورت آواز کانوں سے ٹکرائی کہ باسط رات کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟ میں محوِ حیرت تھی کہ تکلیف کہاں! میں تو رات جنت میں رہی ہوں۔ مگر صرف نفی میں سر ہی ہلا سکی۔ ناشتے کے بعد ڈرائیور کے ساتھ مجھے گھر بھجوا دیا۔ الحمدللہ"۔

مکرمہ غزالہ کنول صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"مَیں 1986ء میں تربیتی کلاس میں شامل ہوئی۔ میری زندگی کی وہ شام بہت خوبصورت ہے جب چھوٹی آپا ہم سب بچیوں سے ملاقات کے لیے تشریف لائیں۔ آپ کرسی پر بیٹھی تھیں۔ ہم تمام لڑکیاں باری باری آپ سے مصافحہ کر رہی تھیں۔ جب آپ کے نرم ملائم ہاتھوں میں میرا ہاتھ گیا میں اپنی حالت نہیں بیان کر سکتی کہ کس قدر خوشی ہوئی۔ آپ نے میرا نام اور ضلع کا نام پوچھا۔ یہ بھی پوچھا کہ آپ کتنی ناصرات آئی ہیں؟ میں نے بتایا کہ میرا نام غزالہ کنول ہے اور مَیں ضلع شیخوپورہ سے مجلس چھور مغلیاں چک نمبر 117 سے ہوں اور پورے ضلع سے اکیلی ہوں۔ اس پر آپ نے فکرمندی سے میرا ہاتھ دبالیا اور نگران بیریکس سے پوچھنا شروع کیا کہ واقعی یہ بچی اکیلی ہے اور پھر بہت فکرمند ہوئیں اور مجھے پوچھا کہ کون چھوڑ کر گیا تھا اور کون لے کر جائے گا؟ نگران صاحبہ کو تاکید کرنے لگیں کہ اس کا خیال رکھنا، بچی کو کوئی پریشانی نہ ہو اور اتنی دیر آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے رکھا۔ آپ کا جس فکر و محبت سے میرے سے سلوک رہا میں تازندگی نہیں بھول سکتی۔ اور اس

خوبصورت واقعہ کا ذکر میں بیٹیوں اور ناصرات سے بھی کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند سے بلند کرتا چلا جائے۔ آمین"

مکرمہ امۃ الشافی شائستہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"آپ نے کبھی ملازمین کو نہیں ڈانٹا۔ سب سے شفقت سے پیش آتیں۔ سودے کے لیے کاپی پر پہلے سے سودا لکھا ہوتا تاکہ لانے والے کو دِقّت نہ ہو۔ پردہ کے پیچھے سے کاپی اور حساب لیتیں یا محترمہ فاطمہ صاحبہ کی معرفت لیتیں۔ ایک دفعہ آپ کی کچھ اشیا گم ہو گئیں، میں نے کہا جس کی چیز جاتی ہے اس کا ایمان بھی ساتھ چلا جاتا ہے۔ فرمانے لگیں چیزیں بے شک ساری چلی جائیں۔ لیکن خدا کرے ایمان کبھی کسی کا نہ جائے۔" (خدیجہ شمارہ نمبر 1۔ 2013ء لجنہ اماءاللہ جرمنی صفحہ 317)

مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ ایک واقعہ بیان کرتی ہیں کہ

"کوئی لمحہ ایسا ہوتا ہے جو دوسرے انسان کی عظمت دل میں ایک میخ کی طرح ٹھونک کر چلا جاتا ہے۔ فون آیا کہ 'فہمیدہ ایک مریضہ کو دکھانا ہے میں اسے لے کر تمہارے گھر آ رہی ہوں'۔ چھوٹی آپا صاحبہ کافی بیمار تھیں۔ ان کے گھٹنے میں تکلیف تھی۔ ٹھیک طرح سے چلا بھی نہیں جاتا تھا۔ میرا گھر بھی اتنی دور دارالیمن والا۔ میں بوکھلا رہی تھی کہ مجھے بلا لیا ہوتا کہ اتنے میں آپ تشریف لے آئیں۔ ساتھ ایک مریضہ تھی۔ کہنے لگیں کہ 'میں اس کے بارے میں پریشان ہوں اس کی صحت ٹھیک نہیں۔ اسے دیکھو دوا لکھ کر دو'۔ نہ جانے وہ کون تھی کچھ نام بھی چھوٹی آپا نے لیا تھا۔ خادمہ تھی شاید کوئی۔ لیکن بہت ضدی مریضہ تھی۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوئی نہ معائنہ کے لیے راضی ہوئی۔ ایک انکار جاری رکھا۔ انکار کرتی رہی میں نے نہیں دکھانا۔ میں نے نہیں دکھانا۔ چھوٹی آپا صاحبہ کے اصرار کے باوجود یہی کہتی رہی میں ٹھیک ہوں میں نے نہیں دکھانا۔ آخری دس پندرہ منٹ کے بعد چھوٹی آپا یہ کہہ کر واپس چلی گئیں کہ 'اب مجبوری ہے۔ یہ نہیں دکھاتی تو اس کی مرضی میں تو اس کو ساتھ لے کر آ گئی تھی'۔ اللہ اللہ میرا جی چاہ رہا تھا اس مریضہ کو ڈانٹوں کہ کتنی بے ادب ہے۔ لیکن چھوٹی آپا صاحبہ کے ماتھے پر بل تک نہ آیا کمال مہربانی سے وہ اسے ساتھ لے کر واپس چلی گئیں۔ میں آج تک سوچتی ہوں ایک والدہ کی طرح وہ اس کے لیے پریشان تھیں۔ بے چین تھیں اور انتہائی تکلیف کے باوجود اسے ساتھ لیے میرے گھر تشریف لائیں اور وہ بے وقوف مریضہ نہ مانی کہ معائنہ کے بعد علاج کی سعادت پا لے۔" (ماہنامہ مصباح ربوہ، ستمبر 2000ء صفحہ 90 تا 91)

مکرمہ قدسیہ محمود سردار صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"کچھ عرصہ پہلے مجھے اپنے نام ایک قابلِ احترام ہستی کے قیمتی اور نادر خطوط پڑھنے کا موقع ملا۔ وہ پڑھ کر مجھے ان کی شفقتیں یاد آ گئیں۔ ان میں سے ایک خط کا کچھ حصہ پیش ہے۔ اس میں ان کی زندگی کے نصب العین یعنی خدمتِ دین کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔

'تمہارا خط مل گیا تھا۔ جزاك الله۔ کاموں میں مصروفیت رہی۔ لاہور کا بھی ایک چکر لگایا۔ سالانہ اجتماع کی تیاری میں مشغول ہوں جو 18، 19، 20 اکتوبر کو زیرِ تجویز ہے۔ دیکھیں اجازت ملتی ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نیک پیارا پیارا بیٹا عطا فرمائے'۔

جب مجھے یہ خط ملا تھا تو اس کے کچھ دنوں بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے بڑے بیٹے سے نوازا۔ ساتھ ہی میرے ذہن میں بچپن کی خوبصورت یادیں تازہ ہو گئیں۔ جہاں ایک چھوٹی سی بچی اپنی والدہ کا ہاتھ تھامے کھلے دروازوں والے ایک گھر باقاعدگی سے جاتی تھی!!! جہاں پر ایک کھلے دل والی، محبت سے گندھی ہوئی، فرشتہ صفت ہستی رہتی تھی۔

جن کے چہرے پر ایک خاص قسم کی نرمی اور پیاری سی مسکراہٹ ہوتی تھی۔ وہ پیارا وجود حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ تھیں۔ میری والدہ کا آپ سے بڑی محبت کا تعلق تھا۔ مجھے یاد ہے امی کے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہوتا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں آپ کے لیے کوئی نہ کوئی سوغات (گھر کا بنا ہوا گاجر کا حلوہ، اچار، بادام یا کوئی اور گھر کی بنی ہوئی چیز وغیرہ) ضرور ہوتی تھیں۔ اُس وقت وقف کی برکت سے زندگی سادہ تھی۔ واقفین کے گھرانوں میں یہی سوغاتیں ہوتی تھیں۔ امی ان کو اپنا سارا حال احوال بتاتی تھیں۔ بچوں کی پڑھائی وغیرہ کے سارے مشورے لیتی تھیں اور بچوں کے لیے خاص دعا کی بھی ان سے درخواست کرتی تھیں۔ ان کی محبتوں کے سارے نقوش انمول دولت بن کر میرے ذہن میں آج بھی نقش ہیں۔

آپ کی شخصیت کا خاص پہلو آپ کی زندگی قرآنِ مجید پڑھانے کے لیے وقف تھی۔ مجھے یاد ہے میں نے جب صبح کے وقت امی کے ساتھ آپ سے ملنے جانا تو آپ کو بہت ساری لڑکیوں کو بڑی خوش دِلی کے ساتھ قرآنِ مجید پڑھاتے دیکھنا۔ قرآنِ مجید سے آپ کو بے حد محبت تھی۔

آپ کی شخصیت کا نمایاں ترین پہلو آپ کی بے نفسی، عجز و انکساری اور سادہ مزاجی تھی۔ ہر کوئی آپ کے ساتھ آسانی سے اپنی بات کہہ لیتا تھا اور آپ اسی آسانی کے ساتھ اس کی بات

سن لیتی تھیں۔ آپ میں خاندانی حسب و نسب پر فخر کا ہلکا سا شائبہ بھی نہ تھا۔ آپ کا وجود خود نمائی، تصنع و بناوٹ سے پاک تھا۔

آپ کی شخصیت کا ایک اور نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ ہر ایک کے ساتھ محبت و شفقت اور اپنائیت کا سلوک فرماتی تھیں۔ ہر ایک کے دکھ درد میں اس کے کام آتی تھیں۔ ہر ایک کی خوشیوں میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوتیں۔ مہمان نوازی آپ کا ایک خاص وصف تھا۔

آپ کا ہر روپ خوب سے خوب تر تھا۔ آپ فرماں بردار بیٹی تھیں تو اطاعت گزار، وفا شعار، خدمت گزار بیوی تھیں۔ بہترین مثالی ماں تھیں تو لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کی ایک محسنہ تھیں۔ آپ کی زندگی اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے میں بسر ہوئی"۔

مکرمہ بشریٰ منہاس صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

"میں جب راولپنڈی میں تھی تو ایک دن ڈاکٹر نوری صاحب کا فون آیا کہ چھوٹی آپا صاحبہ چیک اپ کے لیے دل کے ہسپتال میں آ رہی ہیں۔ جتنے دن چھوٹی آپا صاحبہ ہسپتال کے ICU میں رہیں خدا نے خدمت کی توفیق دی۔ میں ہر روز عصر کے بعد وہاں جاتی اور شام کو واپس آتی۔ ہسپتال میں مَیں نے دیکھا کہ چھوٹی آپا کو پردہ کا بہت خیال رہتا حالانکہ ان کے سامنے سارا وقت پردہ کے لیے سکرین ہوتی تھی۔ اُن کو اس چیز کا بہت خیال ہوتا تھا کہ اُن کے سر سے دوپٹہ نہ اترے۔

خدا نے میری میاں پرویز احمد منہاس صاحب کو یہ شرف دیا کہ وہ چھوٹی آپا کو راولپنڈی سے ربوہ اپنی کار میں لے کر گئے۔ بہت آہستہ اور احتیاط سے کار چلائی تھی۔ راستہ میں کلر کہار رکے کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ یہاں رکتے تھے"۔

نانی کے نام نواسی کا خط

نوٹ: عزیزہ عائشہ نصرت جہاں نے اپنی نانی کو ایک خط اُن کی وفات کے بائیس سال کے بعد بزبان انگریزی لکھا ہے۔ آیئے پڑھتے ہیں۔

My beloved Nani,

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(May peace, mercy and blessings of Allah be upon you)

It has been twenty-two years since I bid farewell to you, when you breathed your last breath on this mortal realm surrounded by loved ones as your gentle soul returned to your Creator.

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(to Allah we belong and to Him shall we return.)

At the time of your demise, your home was full to the brim with members, young and old of the family of the Promised Messiah[as]. I remember vividly that everyone there was weeping as if they had lost their own mother, and why wouldn't they be? You, my beloved Nani had treated and

looked after each one of them as if they were your own biological children. Your entire life and more so after the demise of your beloved husband, Hadhrat Musleh Maud[ra], you showed exemplary love, nurturing and devotion to not only his children from his other wives but in general all the progeny of the Promised Messiah[as]. Your life is a witness to your complete dedication and service to the family of the Promised Messiah[as]. Truth be told Nani, I could never even begin to fully comprehend or encompass your stature or personality, but I will try to pen down a few of my memories of my time spent with you so that our future generations may come to know you and love you through them.

One of my first childhood memories is of you sitting on the floor with a niece’s wedding dupatta spread in front, your glasses over your head, your hands busy embellishing the dupatta with delicate tiny bits of gota (golden embellishments used for wedding clothes). I have been told that over the years you sewed and embellished with your own hands wedding dresses for many nieces and granddaughters and even girls outside of the family. I feel sad and somewhat envious that when it came to my wedding your health had deteriorated far too much for you to be able to do so for me.

Another thing which I have heard about you is that you were always helping at births of the children of the family of the Promised Messiah[as] I can imagine it, having you around would surely provide the new mother emotional support, comfort and much needed prayers. I have been told stories of labours being long and painful and you would be by the mother's side continuously without rest. I feel special and blessed that you were present at my husband's birth as well. I have witnessed with my own eyes how you cared for Roofo bhabi (wife of my second eldest brother) despite the terrible pain in your knees when her first two children were born. I remember when she was taken severely ill and had to be shifted to Rawalpindi for treatment of Hepatitis C, you spent weeks with her at the hospital caring for her like a mother does for her child. Nani you were above seventy years old at that time! I do not know anyone who has ever shown this kind of service and dedication in my entire life. I believe your energy emanated from your obligation of service to others.

I remember you would join family celebrations with great enthusiasm. You would always tell us the good news of people's engagements, births and when someone had passed their exams. You would be ready to visit for mubarakbaad (to congratulate them) as soon as you heard the news. You were

always there joining in their joy and always there sharing their pain at their hour of grief.

I can hand on heart say that Nani, you truly fulfilled the pledge to your most esteemed husband which he took from you to look after his children. You told me this when for some time; I felt that you always prioritised other family members over your own self, your own daughter and her children. I had the audacity to ask you about this, for which after all these years, I still feel ashamed. You were always very composed when it came to controlling your emotions, but at that moment you were fighting back your tears as you said to me**:**

انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میرے بچوں کا خیال رکھنا

(inhoun ne mujh se wada liya thaa ke meray bachoun ka khiyal rakhna) meaning that he (Hadhrat Musleh Maud[ra]) asked me to promise to look after his children.

Although your relationship and status to the sons and daughters of Hadhrat Musleh Maud[ra] was of their mother, I have seen with my own eyes how you used to stand up for them respectfully when they came to visit you. I used to find it strange, but I now understand that this was an expression of your love for your esteemed husband. Some of the children were older than you but this show of respect extended to even the younger ones.

Let me walk down my memory lane with you Nani. I always called you Nani. My brothers called you Ummi, the whole world called you Choti Apa but for me you will always be my Nani. When I was very little, I called you Toti Apa once and you found it very amusing. When we returned from USA in the spring of 82, I remember arriving home and meeting you and you jokingly said in English: ‘do you speak only English now? Do you remember me? Am I your granny?’ And I remember laughing and replying in English: ‘no! you are my Nani!’

I remember when my mother had to travel outside of Rabwah, she used to leave me at your house. One of my earliest memories is you getting up for tahajjud and sehri in Ramadhan. I was staying at your place and insisted that I also wanted to eat sehri. I thought sehri was some exceptionally special food Nani had been eating and I was curious about it. Nani, you woke me up and when I saw the food it was the same everyday food and nothing extraordinary, I felt so disappointed. I still remember you laughing and telling my mother about this the next day.

I should mention something on your devotion to your Creator as well. You would not allow anything to distract you from offering your prayers on time. You would take a long time in prayers. I remember nearer to the end of your life, sometimes

you would pray a bit louder in sajdah and I could catch what or who you were praying for. Off course many people used to request that you pray for them but sometimes I heard you praying fervently for people who may not have ever asked you for prayers especially for young unmarried girls of the family. My sister-in-law Farhana told me something and my heart melts and smiles every time I think of this. She said that she could hear you praying for my future, and you were praying that Aeysha is very choosy and that may Allah send his special blessings on me. You would directly or indirectly remind us of the bounties of Allah on us. I used to love Gulab Jammun and sometimes raided your fridge to see if there were any. More than once your house bell rang, and someone brought fresh Gulab Jammuns for you. You would say:

دیکھو عائشہ اللہ نے تمہاری سن لی اور تمہارے لیے گلاب جامن بھیج دیے

(dekho Aeysha Allah ne tumhari sun li aur tumhare liye Gulab Jammun bhej diye!) meaning Allah has heard your wish Aeysha! and has sent Gulab Jammun for you!

You used to spend a long time in predawn prayers (tahajjud) and during Ramadhan this worship would extend to many hours. There is something to be mentioned here as it shines a light on your personality. You had in depth knowledge of faith and the level of your worship was unparalleled, yet you

were not even the slightest bit boastful about your knowledge. We could ask you about the most basic and insignificant matters and you would humbly take time to answer all our questions.

My mother told me an incident about your faith in Allah at the time of her birth. A few days after you gave birth to her, a woman came to see you. She was expecting a child too. She demanded that you give her your baby's worn clothes. You were puzzled by this unusual demand and said: "why would you want baby's worn clothes, I can give you new, unworn clothes for your baby". The woman kept on insisting that she would come back for the baby's worn clothes. After she left, a lady who had also come to visit told you that it was a superstitious belief among village folk that if a mother has lost one baby and gives birth again, she should clothe her new-born with clothing which has been worn by another baby. This way her baby will live and the one whose clothes she wears will die. When you heard this, you said:

مجھے اپنے خدا پر توکّل ہے۔ اب میں اسے ضرور اترن ہی دوں گی۔ اگر میرے بچے کی زندگی ہوئی تو
زندہ رہے گا اگر مرنا ہوا تو مر جائے گا

(mujhe upnay Khuda per tawakkal hai, ubtou mein zaroor utran hi doon gi, agar meray bachay ki zindagi hui tou zinda rahe ga, agar marna hua tou mar jaega) meaning that I have full faith in

Allah, I will definitely give her my baby's worn clothes now. If Allah wishes to keep my child alive it will surely live, if not it will die.

One of your greatest favours on us Nani, was to frequently talk about our elders. You would say to me:

تمہارے ابا حضور کو کھانے میں یہ پسند تھا

(Tumhare Abba Huzoor ko khanay mein ye pasand tha) meaning your grandfather (Hadhrat Musleh Maud[ra], enjoyed eating this or that. Whatever we know of our elders today we know from our conversations with you and Ummi and Abba on our dinner table. The meals were simple, but the conversations were splendid and unforgettable. You used to tell us how Hadhrat Amma Jan[ra] took your hand and taught you how to cook in Qadian. One of the most delightful stories you used to tell me was the one when you and Abba Huzoor had a competition to see who makes the best sauce. You said to him in Urdu:

میری ساس آپ کی ساس سے زیادہ اچھی ہے!

(meri saas (sauce) aap ki saas se ziada achi hai!) Abba Huzoor replied:

ہاں! تمہاری ساس میری ساس سے زیادہ اچھی ہے

(Haan! Tumhari saas meri saas se ziada achi hai). You recalled that maybe he had not heard you correctly, so you repeated yourself and said:

میری ساس آپ کی ساس سے زیادہ اچھی ہے!

(meri saas aap ki saas se ziada achi hai.) You repeated this a few times. Abba Huzoor said:

میں بھی یہی کہہ رہا ہوں! تمہاری ساس ساری دنیا کی ساسوں سے زیادہ اچھی ہے!

(mein bhi yehi keh raha hoon! Tumhari saas saari dunya ki saaasoun se ziada achi hai!)

The English word sauce is commonly pronounced 'saas' in Urdu and the Urdu word saas means mother-in-law. Abba Huzoor played on your words to declare the fact that Hadhrat Amma Jan[ra] was indeed the best mother-in-law in the world.

Our visit to Qadian in 1991 was truly unforgettable. I was fortunate enough to travel with you to Qadian on that trip. Returning to your hometown and to Darul Masih after decades, was an incredibly emotional journey for you as you used to tell us that you felt the presence and the footsteps of Hadhrat Musleh Maud[ra] around you.

You held Hadhrat Musleh Maud's esteem and honour very dearly. I remember someone came to visit you seeking advice about a marriage proposal he had received for his daughter. When you heard which family the proposal was from,

you remarked: “Just remember before making any decision that the boy’s grandfather used to spew hate against Hadhrat Musleh Maud[ra]”. It is important to mention that the family was a well-regarded Ahmadi family, but the boy’s paternal grandfather was estranged from Jamaat.

I should mention that there were many Ahmadi girls who had come from different villages to live with you over the years who received moral training and education while staying with you. During the day they would attend school and college, and in the evenings, they would help around the house. You would keep an eye on their wellbeing and pray for them like your own children. When it was time for them to return to their families or to get married, these girls had fully blossomed into graceful young ladies armed with a good education, good manners and etiquettes. On one occasion, I was playing with the girls out on the lawn. I do not remember what happened exactly, but a fight broke out and one of the girls who were new then, unintentionally said some curse words towards me and then repeated those words cursing my elders. Apa Fatima went and told you and you came out to investigate the matter. I was not bothered as it was just a little fight, but you sat me down and said: “This is not about you Aeysha, this is about the honour and respect of your elders and especially of a prophet of Allah,

the Promised Messiah[as]". Then you sat the girldown and explained to her why what she had said had been highly inappropriate and that as an Ahmadi we must always uphold the honour of the Promised Messiah[as].

I used to enjoy hearing stories of your father Hadhrat Dr. Syed Mir Muhammad Ismail sahib and his wives Syeda Shaukat Jahan begum sahiba (known as Achi Amma) and Syeda Amtul Latif sahiba (known as Amma). Amma was your biological mother, but Achi Amma had raised you and some of your siblings and you had an incredibly special closeness to her. You, Maryam, were born a twin and were extremely fragile at birth and Achi Amma cared for you and wrapped you up in cotton balls and used to pray for you all night that you may survive. Your twin sister Siddiqa although much healthier at birth, passed away after a few weeks and since then you came to be known as Maryam Siddiqa. Your father had dedicated you, his first born, to the service of Allah when you were just a small child after he saw a vision in which Allah demanded that he should sacrifice his most beloved and precious possession in His way. You were indeed most precious to him. You used to tell us stories about his complete tawakkal and faith in Allah. I have always been fascinated by the noble personality of your beloved father and unknowingly his love had been growing in

my heart so much so that when Allah blessed me with a son, I instinctively wanted to name him after your father.

I have always been amazed by the fact that Achi Amma and Amma could turn a relationship that was so sensitive and emotionally complicated into a peaceful and friendly one. Hearing their stories, I learnt that our elders had much bigger hearts than egos. Although God had not blessed Achi Amma with biological children of her own but her patience and courage at your father's marriage to Amma and her sincerity and devotion to you and your siblings meant that they and subsequently their progeny had a very close relationship with her. You would also always make sure of visiting and keeping in touch with your non-Ahmadi relatives from Achi Amma's and your father's side of the family.

Your own relationship with Hadhrat Syeda Mehr Apa (wife of Hadhrat Musleh Maud[ra]) was exemplary. I am a witness to this as I had accompanied you many times to meet Hadhrat Mehr Apa at her home.

Speaking of big hearts, I have rarely known anyone to have a bigger or more generous heart than yours Nani. I remember once you had ordered a piece of furniture for your house, and it had taken months for it to be made. The day it arrived, one of your nieces came to visit you and saw it and

really liked it and expressed how beautiful it was and wished to have something similar for herself. I remember clearly when she was leaving, she was carrying it with her, you had already gifted it to her! This is not an isolated incident Nani; I have witnessed your generosity towards people countless times.

You always maintained a very close relationship with your nieces and nephews, a few of them even got married from your home. You would set up their bridal rooms just as enthusiastically as they were set up for my brothers.

When we were living in Spain you used to send me Urdu books regularly so I would not forget how to read Urdu. This was crucial in instilling the habit of reading in me. When we returned to Pakistan, you would bring me back English books from your trips to Islamabad.

You were remarkably good in maths and so was my mother but I on the other hand was quite poor in maths. I used to take my book to you, and you would first learn from it yourself and then teach me. You used to tell me that in Qadian you learnt geography at school from sketching maps of the world in the soil with sticks.You also taught me Arabic, and you used to insist that I learn the 'gardaan' (Arabic conjugation) really well and practice writing them as it would help with memorizing them. You would always take active interest in my

studies and would even guide me on how to approach the exam paper. You used to tell us that at the time of your marriage, you were just under 17 years old and wished to study further. Hadhrat Musleh Maud[ra] encouraged you and arranged for you to study and complete your Intermediate, Bachelors and Masters degrees. Hadhrat Musleh Maud's vision and foresight for the women of the community was unparalleled and way ahead of the times. He wished for the women of the community to be highly educated because he understood that women are nation builders and without education this mammoth task could not be undertaken. The purpose of your higher education was that you would play a key role in educating and training of Ahmadi women in the years to come. My mother was born the year after your marriage to Abba Huzoor and much of her childhood was spent at her Nana's home as you were studying. I can imagine this would have meant a lot of emotional sacrifice for both mother and daughter to be apart from each other at such a delicate time.

I often used to ask you about the time of your marriage and if you had any reservations about it and you used to say that your only wish was that you wanted to study further which of course you did. You would tell me something I would laugh at, what Abba Huzoor said to you: "jitna chaho parho lekin jub

mein ghar aaooun tou tumhare hath mein kitab naa nazar aye" (You can study as much as you wish but when I come home I do not want to see a book in your hands. I used to find it very amusing then, but this is such a crucial lesson for all young wives to prioritise their marriage and organise their time so that it doesn't affect their marital harmony.

When I started school in Rabwah, I began taking part in English speech competitions. I remember asking you to write a speech for me on the topic of: God helps those who help themselves. I remember your approach was completely fresh and you gave me pointers that were not necessarily approached with a religious perspective but more with examples which I could comprehend at that age.

You would take keen interest in the education of young boys and girls of the family and always used to inquire about how their studies were progressing. You would sincerely show interest on a personal level and praise them for their efforts and achievements.

Your understanding of and service and devotion to the Holy Quran were unparalleled. You learnt from the one who had been taught the deeper meanings of the Quran by none other than Allah's angels. Alhamdolillah, I was blessed to be able to learn from you as well. You used to say that if you learn

the first five parts of the Holy Quran well, then you will have a solid understanding of the Quran and the rest will become easier to learn. You started me over from the beginning many times.

For many years, I witnessed hundreds of young women walking into your home early in the morning and learning the translation with you. Some would come even as early as six in the morning, and you would teach them even before having any breakfast. This would continue pretty much until ten in the morning when you would get ready and leave for the office.

Your love for the Quran would become even more intense and evident during the blessed month of Ramadhan. I do not know when you read so much Quran, but you were always ahead of us. You would also prepare and deliver Dars daily after Asr prayers for the ladies of the family of the Promised Messiah[as]. This continued for many years until Hadhrat Khalifatul Masih IV[ra] began his Darsul Quran live on MTA. I spent Ramadhan and Eid with you in Lahore when you had to stay outside of Rabwah for a few months due to a case against you. You started holding Darsul Quran for the local family members even there.

You would make special arrangements for Eids. You would prepare Eidi envelopes well in advance for children and

household helpers and many others. On Eid day you would go the Eid prayers and after that to Bahishti Maqbara. As soon as you returned and sometimes even before your return, all family members would start filing into your home to greet you. You would already have had the big breakfast trolley set up for everyone’s arrival with your delicious aloo ki tarkari, kachoriyan (pooriyan) and your famous sheer khurma along with cold drinks in summer. You would be very eager to serve them. If there was ever a delay from our part in serving the guests, you would show your annoyance and say:

میرے مہمان انتظار کررہے ہیں، تم دیر کررہے ہو

(meray mehman intezaar karrahe hein, tum der kar raheho!) meaning my guests are waiting and you are delaying service to them. In your eagerness you would start serving them yourself.

Whenever you visited the Bahishti Maqbara, you would make sure to first pray on Hadhrat Amma Jan’s grave and instructed us to do so as well. You narrated the following story several times that soon after the demise of Hadhrat Musleh Maud[ra], you went first for dua at his grave. You suddenly had a vision of Hadhrat Musleh Maud[ra] reprimanding you that you should go and pray at Hadhrat Amma Jan’s grave first instead of his.

The morning of 3rd April 1992 is clearly etched in my memory, it was the day when our mumani, Hadhrat Syeda Asifa begum sahiba, wife of Hadhrat Khalifatul Masih IV[ra] passed away. It was during the last few days of Ramadhan, and I was walking with my father towards Baitul Mubarak for Fajr when I received the news of her passing. That whole month I had witnessed you and the rest of the family fervently praying for a miracle and for her health to turn for the better, but Allah's decree prevailed. When I returned home and entered your room, I saw my mother kneeling over in grief and you sitting near her face red, holding back your tears, busy in prayer. It is natural to grieve over a death of a loved one but that day the whole worldwide community shared the grief and pain of our beloved Imam. It was Eid day a couple of days later, the mood was sombre, the Eid embraces tearful. Many Lajna members came to offer their condolences to you but instead it seemed like you had become their pillar of support, consoling them, offering them comfort and solace and wiping their tears. That day a lesson was cultivated in a youngster's mind that Eid is a celebration which Allah has ordained and should be and must be celebrated resiliently at a time of personal grief. That lesson echoed in my mind and those memories came flooding back when my own mother passed away just two days before Eid ul

Adha and once more everyone gathered at your home on Eid day, to send Ummi on her final journey to her eternal resting place.

Due to your busy daily routine, you did not cook on a regular basis. However, whenever you did cook, it would be delicious. You had inherited Amma's (your mother) cooking style and taste. I remember whenever your youngest brother Mamoo Ameen used to visit from Karachi, you would enthusiastically prepare meals for him as he was very 'shoqeen mazaj'. You would make the most delicious 'Rooh Afza' in the world. It was based on a recipe by Hadhrat Musleh Maud[ra]. I would take bottles of it to my hostel and my friends would drink it up as they had never tasted anything so delicious. You ate very little yourself but enjoyed having fruit after meals. Even while slicing a mango from our mango orchards, your conversation would turn towards Abba Huzoor and his passion for mangoes and the funny stories associated with them. One after another, the threads of your memories of your elders would unwind and we would get to enjoy their delightful stories. You enjoyed eating 'Karelay' (bitter gourd or bitter melon), the more bitter the better. When I was very young and you were living in the house next to Qasr e Khilafat, we used to go visit you almost daily. On one of these evenings, I would

have been three or four years old and I must have been in a bad mood and refusing to eat dinner, I remember you admonished me by saying:

میرے ابا جان کہتے تھے کہ اگر کھانے کے وقت ناراض ہو کر کھانا نہ کھایا تو پھر بعد میں کھانا نہیں ملے گا

(meray Abba jan kehtay thay agar khanay ke waqt naraaz ho ker khana naa khaya tou phir baad mein khana nahee milay ga) meaning My father used to say that if you refuse to eat because you are in a bad mood, you will not get any food later.

Your daily routine was like clockwork. You would get ready for the day in the morning. Your clothes were always graceful and well stitched, and you always looked fresh and neat. I was back then somewhat eccentric with my choice of clothing, and you would advise me by saying:

کھاؤ من بھاتا، پہنو جگ بھاتا

(khaao munn bhataa, pehno jug bhaata) meaning eat what your heart desires, but wear what the society around you finds acceptable.

Nani you are an example and inspiration for all women as I see you balancing your office and home life in an exemplary manner. In the evenings, some girls from the family of the Promised Messiah[as] would come to learn the translation of the Holy Quran. You would also spend a considerable time of the day reading and promptly replying to the letters you

received. Most evenings you would have family members visiting you. Your younger sister whom we call Khala Jan (Syeda Tayyeba Siddiqa sahiba) would visit almost daily.

I will not write anything about your services to Lajna Imaillah as the Lajna chapters all around the world are witness to your services for the education and spiritual and moral training of Ahmadi women. There is something I would like to mention about your treatment and care of those working under you. You were personally involved with every single worker whether they were volunteers or employee staff at Lajna office. You would help and guide them in any matter whether personal or work related, and you made sure they got home safely especially after Lajna events. Lutfur Rehman sahib, Lajna Imaillah's first driver was instructed by you to come and inform you as soon as he would return from a Lajna tour outside of Rabwah. You would stay up late and worried until he came to inform you that the Lajna secretaries and staff were back home safely.

By the grace of Allah, you were able to attend Jalsa UK in 1987. After consultation with members of the family of the Promised Messiah[as], present there, you made a pledge on behalf of the family of the Promised Messiah[as], to Hadhrat Khalifatul Masih IV[ra] to contribute towards the publication of the

translation of the Holy Quran in celebration of the Jamaat's first centenary.

Huzoor graciously accepted this proposal and entrusted you to encourage the members of the family of the Promised Messiah[as] to take part in this blessed project. It was decided by Jamaat that these contributions would go towards the Polish translation of the Holy Quran. I remember you kept a ledger meticulously with pages dedicated to family members, their promises and details of their contributions. It was a very challenging project which demanded a lot of hard work, determination and prayers from you. By the grace of Allah and Huzoor's prayers, your efforts bore fruit and history is a witness to the beautiful sacrifices made by the progeny of the Promised Messiah[as] towards the fulfilment of this pledge.

I remember once some relatives of Apa Fatima were visiting from England. Apa Fatima had the good fortune of serving as a cook for you for many years. You had Apa Fatima invite her relatives to dinner. The dining table was decorated with your finest dinner set and the best cutlery was laid out. A lovely meal and desserts were prepared for them. That evening you told us to stay in your room so that Apa Fatima and her guests would not be inconvenienced, we even had dinner in your room. Thinking about this incident now, I have never seen

anyone treat their house help with this much generosity and respect.

Nani your personality and demeanour had a grace and serenity I simply cannot describe. Looking back your grace was almost saint like. But this does not mean you had a dry or serious or unapproachable personality. On the contrary you enjoyed all pleasant little things around you. In the evenings when the weather was pleasant you would sometimes play badminton with me in the lawn. Sometimes Ummi and Abba would join in as well. I remember us playing table tennis together as well. You bought me ping pong bats and balls and now thanks to you I can boast that I can beat my husband at a game of table tennis. My bhabi Farhana, wife of your beloved son Farrukh had to stay back in Pakistan after her marriage. To keep her entertained you used to play scrabble with us in the long summer afternoons. I used to try to cheat and make up non-existent words or rules and sometimes you would catch meout and our fits of laughter would fill up your room. I remember in the rainy season in summers, you would have pakoray made for us.

I can never forget the cricket world cup of 92. I was home for exam leave and trying not to watch the matches, but the tournament became so intense and exciting towards the end

that it became impossible not to watch them. I still cannot forget the glow on your face when I walked into the dining room, and you joyously told me Pakistan had qualified for the quarter finals against all odds! You also used to watch the Olympics and football tournaments and follow squash scores especially when players from Pakistan were world champions. You really enjoyed the Lajna games held every year and especially the enthusiasm and excitement of Lajna teams from Lahore and Rabwah during basketball matches.

Nani your house was always open to family and strangers alike. There were visitors, a lot of visitors. Some visitors even came at awkward hours and would expect you to wake up from your already short nap in the summer heat and meet them. Sometimes buses full of women from various parts of the country would come and visit you. I always saw you interact with them on a personal level, taking personal interest in their matters whether they were related to Lajna or personal issues. All visitors were always offered 'sharbat' (an orange flavoured squash of which you would have hundreds of bottles made for your guests)

One day there was a matter of a saas bahoo (mother/daughter in law) conflict presented to you at the office. You asked the mother-in-law to visit you at home and as she

complained about her daughter-in-law, you advised her to be kind and forgiving and allowing her new daughter-in-law some time to adjust into her new home. The next day I saw the daughter in law coming to meet you and you gave her advice on how to show respect and forbearance and tips on adjusting to her new family.

You would receive many invitations to weddings, sometimes up to five invitations in one day and you would try your best to attend, and it did not matter if they were from wealthy people or from people of humble financial backgrounds, you would make sure to be part of their joyous occasion even for ten minutes. To be honest the best wedding/ walima dawats were those held at the simplest of homes, yet their hearts filled with utmost love for the Promised Messiah[as] and the Jamaat.

At the time of my Rishta, I was very curious to know how you felt about it. I was very frank with you and blurted: "Nani aap ka kiya Khiyal hai Fakhar ke baray mein?" You replied:

میں فخر کو نہیں جانتی لیکن رقیب اور مبشر، یہ دونوں بہت بیلنسڈ ہیں

(Mein Fakhar ko nahee jaanti lekin Raqeeb aur Mubashar, ye donoun bohat balanced hein) meaning I don't know Fakhar but Raqeeb and Mubashar, they are both very balanced in nature.

That was the approval I needed from you, and I knew you were happy and off course praying for me. May we continue to be recipients of your prayers till the end of time. (Ameen)

So many memories are flooding back of my time spent with you, drowning me in a whirlpool of tears of joy and sadness all at once. Joy and gratefulness for having known you closely and having loved you and sadness because I miss you so much. Over the years, inmoments of happiness and especially during the darkest trials in my life, I have longed for your grace and composure and wisdom and advice but most of all I have wished for my children to have known you and to have benefitted from your love and prayers. When you were alive, due to my lack of understanding and immaturity, I did not realise your true stature that you were a daughter-in-law of the Promised Messiah[as], I can say now that Allah himself had chosen you for this purpose and you were truly worthy of this honour.

At the time of your death, my father addressed you and paid a tribute to you in these words: “you came into the service of Ahmadiyyat at the tender age of sixteen and the world is a witness of your unwavering dedication to the service to your faith until your last breath.”

I pray that Allah blesses you and my mother immensely and grants you both nearness to your loved ones in paradise and when it is time for us, your progeny to return to our Creator, may Allah forgive our shortcomings and in His infinite mercy, grants us a place near you, my beloved Nani. Ameen

Your granddaughter,

Aeysha Nusrat Jahan

امی اور مَیں

(خاکسار سیّد غلام احمد فرخ)

ماضی کے دھندلکوں میں جو جھانکنے بیٹھوں تو ایک شرارتی بچہ اور اس کے لاڈ اٹھانے والی ماں کا تصور ایسا صاف نظر آتا ہے کہ پچاس سال کا عرصہ بالکل کل کی بات لگتی ہے۔ دن تو کھیل کود اور لاڈ پیار میں گزرتا تھا اور رات کو تین لڑکے اور اُن کے ابا امی میری ماں مجھ سے شئیر کرنے آتے تھے۔ رات کا کھانا وہیں کھاتے اور نمازِ عشا کے بعد واپس اپنے گھر چلے جاتے۔ یہ تقریباً روز کا معمول تھا۔

گھر کے قریب ہی بالکل ہمسایہ میں بہت خوبصورت اور پیارے وجود کا گھر تھا۔ ان کو میں "ماموں جان" کہتا تھا اور ان کی حرم کو "مانی جان"۔ سبھی عزیز رشتہ دار اُن پر جان چھڑکتے تھے اور وہ بھی سب عزیزوں پر بے حد شفقت کرتے تھے۔ میں بھی اپنی ماں کے ساتھ روزانہ ان کے گھر جاتا اور مجھے ان کی بہت محبت ملتی تھی اور یہ صرف میری ماں کی وجہ سے تھا۔

بچپن کی یادوں میں اچانک جنگ کی یاد بھی آتی ہے اور اس کے بعد ہمارے گھر میں ایک لڑکی کا آنا مجھے یاد ہے جو نہ صرف دن کو نہیں بلکہ شام کو بھی مجھ سے میری ماں شئیر کرنا شروع کر دیتی ہے۔ مجھے سخت برا لگتا ہے۔ ان سے کچھ کچھ دوستی بھی ہو جاتی ہے۔

اسی طرح ایک اور گروپ سے اپنی ماں کو شئیر کرنے کی یاد ابھرتی ہے۔ یہ صبح یا شام آنے والی خواتین تھیں۔

جہاں تک بس چلتا اپنی ماں کی انگلی پکڑ کر ہر جگہ ان کے ساتھ جانے کی کوشش کرتا، چاہے وہ کسی عزیز کا گھر ہو، لجنہ کا دفتر یا لڑکیوں کا کالج۔

وقت سرکتا گیا اور دھندلکے کچھ کم ہونے لگے۔ پھر ایک بچی کی پیدائش ہوئی اور وہ بھی کچھ کچھ مجھ سے میری ماں شئیر کرنے لگی۔ وہ میری ماں کو "نانی" کہنے لگی۔

تُو تو سب کی ہے، سبھی چاہنے والے تیرے
پھر بھی میں نے تجھے اپنا فقط اپنا لکھا

گھر میں ایک "ابا حضور" کا بہت ذکر ہوتا ہے اور ایک "اماں جان" کا۔ ان کا ذکر اس طرح ہوتا تھا کہ ان کی محبت ساتھ کے ساتھ دل میں بیٹھتی جاتی تھی۔ ناجانے کیا جادو گر لوگ تھے۔ اسی طرح "ابا جان"، "اماں" اور "اچھی اماں" کا بھی۔ ان سے واقفیت تو لگتا ہے کہ پیدائش کے ساتھ ہی ہوگئی تھی۔ نہ کبھی دیکھا نہ بھالا لیکن ایسے لگتا تھا کہ یہیں رہتے ہیں۔ بس کسی سے ملنے گئے ہیں، ابھی آتے ہی ہوں گے۔

اب میں آپ کو ان کا تعارف کرواتا ہوں۔ وہ بچہ میں خود ہوں جبکہ میری ماں حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ ہیں۔ تین لڑکے میرے تین بڑے بھائی اور ان کے ابا امی میرے والدین (مکرم سیّد میر محمود احمد ناصر اور صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ) ہیں۔ بڑی لڑکی مکرمہ امۃ العلیم عصمت صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور چھوٹی بچی میری بہن عائشہ نصرت جہاں ہے۔ میرے "ماموں جان" حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور "مانی جان" حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ۔ "ابا جان"، "اماں جان"، "ابا جان"، "اماں" اور "اچھی اماں" بالترتیب حضرت مصلح موعودؓ، حضرت امّ المؤمنینؓ، حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ، مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ اور مکرمہ شوکت سلطان صاحبہ۔ جن خواتین کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں بعض صرف آپ سے ملنے آتی تھیں اور بعض وہ جن سے آپ لجنہ اماء اللہ کا کام لیتی تھیں۔

میرا نام سیّد غلام احمد فرخ ہے اور میری پیدائش اکتوبر 1967ء کی ہے۔ اب میں اپنے مضمون کا آغاز کرتا ہوں۔

میں ابھی چند ماہ ہی کا تھا کہ میری نانی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے مجھے گود لے لیا اور اپنا بیٹا بنالیا۔ میں انہیں "امی" کہتا ہوں اور اپنی حقیقی والدہ، صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو "آپی" کہتا ہوں۔ سب ماں باپ اپنے بچوں سے محبت کرتے ہی ہیں اور "پالے" ہوئے بچوں سے تو اظہارِ محبت عموماً زیادہ ہی ہوتا ہے۔ محاورہ ہے کہ "مُول سے بیاج پیارا"۔ جب سے آپ نے مجھے گود لیا اُس وقت سے امی کی خاص محبت اور خاص سلوک میرے حصے میں آیا اور آپ کی دعائیں بھی۔ بچپن سے میں اس بات پر بہت فخر محسوس کرتا تھا کہ میں "امی" کا بیٹا ہوں۔ آپ کی دعائیں مجھے اپنے ساتھ

محسوس ہوتی ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ میرے بچوں کو بھی آپ کی دعائیں ملتی رہیں۔ آمین

مجھے گود لینے کے ساتھ ہی آپ کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہو گیا اور آپ کی وقت گزاری کے لیے ایک بہانہ بھی ہاتھ آگیا۔ جیسے ایک کھلونا ہوتا ہے اور اس کو چابی دے کر چھوڑ دیا جائے تو ادھر ادھر گھومنا شروع کر دیتا ہے لیکن جیسے ہی چابی ختم ہوتی ہے وہ دھڑام کر کے وہیں گر جاتا ہے۔ یہی حال میرا تھا۔ آپ کی غیر موجودگی میں ہر قسم کی شرارت لیکن آپ کے سامنے آتے ہی چابی ختم۔ مجھ کھلونے سے کوئی نہ کوئی خوشی تو آپ کو ملی ہی ہو گی۔ اگر اور پھر میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کو مجھ سے کوئی خوشی ملی ہو تو میں یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ

درد کی کائنات میں مجھ سے بھی روشنی رہی

ویسے میری بساط کیا، ایک دیا بجھا ہوا

لیکن یہ میں حتمی طور پر کہتا ہوں کہ مَیں نے اپنی زندگی میں جو بھی مثبت کام کیے یا کوئی ترقی کی وہ آپ کی خواہشات، کوششوں اور دعاؤں کے طفیل ہی ہے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی سیرت و سوانح کے وسیع مضمون کو چھوڑتے ہوئے مَیں صرف ان باتوں کا ذکر کروں گا جو میرے سے خاص تھیں۔

جو دل میں ہے اب اس کا تذکرہ کرنا پڑے گا

آغاز اس بات سے کرتا ہوں کہ آپ سے خصوصی تعلق کی وجہ سے مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ، حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ، حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ، حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ اور دیگر بزرگانِ خاندان سے بے انتہا محبت اور پیار ملا، جس پر میں جتنا بھی شکر کروں اور فخر محسوس کروں کم ہے۔ **الحمد للہ علیٰ ذالك**

امی نے پہلے قاعدہ یسرنا القرآن اور اس کے بعد ناظرہ قرآنِ کریم خود مجھے پڑھایا۔ قرآنِ کریم پڑھانے کے لیے آپ نے دوپہر کے کھانے سے پہلے کا وقت مقرر کیا ہوتا تھا کیونکہ دن احمدی خواتین سے ملاقات یا لجنہ کے کاموں میں صرف ہوتا تھا۔ اور جب تک قرآنِ کریم کا سبق مکمل نہیں ہو جاتا تھا دوپہر کا کھانا نہیں ملتا تھا۔ اس میں کوئی چھوٹ نہ تھی۔ کئی بار ایسے ہوا کہ سبق آپ کی تسلی

کے مطابق نہیں سنا سکا تو آپ نے دوپہر کو آرام کی غرض سے اُس وقت پڑھانا چھوڑ دیا لیکن عصر سے پہلے سبق سنا اور پھر دوپہر کا کھانا دیا۔ اگر میں کوئی ایسی غلطی کرتا جو آپ کے نزدیک غلطی نہیں بلکہ شرارت ہوتی تو سزا بھی ملتی تھی۔

امی نے میرے قرآنِ کریم ختم کرنے پر پُر تکلف تقریبِ آمین منعقد کی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تشریف لائے اور دعا کروائی۔

آپ کو شوق تھا کہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کروں اور دین کی خدمت کروں۔ بالکل بچپن سے مجھے کہنا شروع کر دیا تھا کہ تم نے وقف کرنا ہے۔

آپ نے مجھے دنیاوی تعلیم کے لیے فضلِ عمر جونئیر ماڈل سکول میں داخل کروایا۔ اپنے ساتھ سکول لے کر گئیں۔ یہ سکول آپ کے اپنے مکان میں قائم تھا اور لمبا عرصہ تک آپ کے زیرِ سرپرستی چلتا رہا تھا۔ آپ مجھے سکول کے بعض مضامین بھی پڑھایا کرتی تھیں۔ مجھے پڑھانے کے لیے آپ نے خاص طور پر ریاضی میں "سیٹ" (set theory) پہلے خود سیکھے اور پھر مجھے پڑھائے۔

آپ نے میرے نام پر اردو رسالے بھی لگوا کر دیئے تھے جن میں "تشحیذ الاذھان" کے علاوہ "نونہال" نامی ایک رسالہ تھا۔ اسی طرح پڑھنے کے لیے عمر کے مطابق کتابیں باقاعدگی سے خرید کر دیتی تھیں۔ جب آپ مجھے لاہور لے کر جاتیں تو مال روڈ پر واقع کتابوں کی مشہور دکان "فیروز سنز" بھی لے کر جاتیں اور وہاں سے کہانیوں یا لطیفوں کی کوئی نہ کوئی کتاب خرید کر دیتیں۔ ان میں "ملّا نصیر الدین کے لطیفوں" کی چار جلدوں پر مشتمل سیٹ اور اسی طرح دیگر کتابیں آپ نے لے کر دی تھیں۔

کھلونے بھی ایسے لے کر دیتی تھیں جن سے علم میں ترقی ہو۔ مجھے بچپن میں Mechano لے کر دیا، پھر ڈنمارک سے Lego منگوایا۔ اسی طرح Master Mind نامی ایک کھیل آپ نے میرے لیے منگوائی تھی اور آپ میرے ساتھ تقریباً روزانہ ہی کھیلتی تھیں۔ Scrabble بھی آپ نے مجھے لے کر دی تھی اور آپ میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق عطا فرمائی تھی کہ اچھے کھلونے باہر سے منگوا کر مجھے دیئے تھے لیکن ان تمام کھیلوں میں کوئی نہ کوئی علمی پہلو بھی تھا۔ ان کے علاوہ بھی آپ میری دلچسپی کے کھلونے لے کر دیا کرتی تھیں۔

آپ میرے کھانے کے شوق بھی خوب پورے کیا کرتی تھیں۔ اپنی گوناگوں مصروفیت کے

باوجود آپ کبھی کبھار میرے لیے خود بھی کوئی کھانا بناتی تھیں۔مجھے جو چیزیں کھانے میں پسند تھیں اُن کا آپ خاص طور انتظام کرواتیں۔اس فہرست میں فالسے، چھولیہ اور کوفتوں کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔جب بھی گھر میں کوفتے پکتے تو میری یہ خواہش ہوتی کہ پلیٹ میں ہر وقت کم از کم تین کوفتے موجود رہنے چاہئیں۔آپ میری اس بے جا خواہش کو بھی پورا کرتیں کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ کھانا ضائع نہیں ہوگا۔پسند کے کھانے کا شوق تو آپ پورا کرتی تھیں لیکن کھانا ضائع کرنا آپ کو بالکل برداشت نہیں تھا۔

اس زمانہ میں باہر کھانے کا رواج بھی کم تھا اور قسم ہا قسم کے ریسٹورنٹ بھی نہیں تھے۔عموماً چائنیز کھانے کے ریسٹورنٹ ہی زیادہ مقبول تھے۔ان کا ماحول بھی بہت خاص ہوتا تھا۔آپ لاہور یا اسلام آباد کے سفروں میں چائنیز ریسٹورنٹ میں دعوت بھی کیا کرتی تھیں۔لیکن سال میں ایک یا دو مرتبہ ہی۔اس سے ہمارے شوق پورے ہو جاتے تھے۔آجکل تو بہت زیادہ ریسٹورنٹس میں کھانے کا رواج ہے۔ایک مرتبہ چائینیز سوپ میں مَیں نے بہت زیادہ مرچیں ڈال لیں جس کے نتیجہ میں وہ سوپ مجھ سے پیا نہیں جاتا تھا۔لیکن آپ کے لیے یہ بات قابلِ قبول نہیں تھی کہ خود میں نے اپنی مرضی سے سوپ میں مرچیں ڈالی تھیں اور نہ پینے کی صورت میں رزق ضائع ہوتا تھا۔مجھے یہ واقعہ کبھی نہیں بھول سکتا۔

آپ نے کئی مرتبہ میری طرف سے میرے دوستوں اور عزیزوں کی چائے کی دعوت کی۔انتظام سارا آپ کا ہوتا تھا لیکن دعوت نامے تقسیم کرنے میری ذمہ داری ہوتی تھی۔باہمی محبت بڑھانے اور مہمان نوازی سکھانے کا یہ اچھا انداز تھا۔بے تکلف دعوت ہوتی تھی۔گھر کی بنی ہوئی "آلو کی ترکاری"، "پکوریاں" اور گھر کے بنے ہوئے شربت سے مہمان نوازی کی جاتی تھی۔

مہمان نوازی آپ کا ایک ایسا وصف تھا جس کے بغیر آپ کی شخصیت کا تعارف ہی نہیں ہو سکتا لیکن اس کے باوجود امی کو فضول خرچی بالکل برداشت نہیں تھی۔میرے بچپن میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس سے مجھے ساری عمر رہنمائی ملتی رہی۔مَیں جب فضلِ عمر جونئیر سکول میں پڑھتا تھا تو میری سکول فیس بہت کم تھی۔اور اس رعایت کی وجہ یہ تھی کہ سکول کی عمارت امی کی ملکیت تھی۔غالباً ایک ماہ یا دو ماہ کی فیس اَسّی پیسے تھی۔ایک بار امی نے مجھے پانچ روپے دیئے۔فیس جمع کروانے کے بعد میں نے باقی ماندہ چار روپے بیس پیسے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے مکان کے

ساتھ والے کھوکھے پر اپنے بھائی، کچھ کزنز اور دوستوں کی دعوت پر اڑا دیئے۔ گھر پہنچا تو امی نے مجھ سے باقی رقم کا مطالبہ کیا اور جواب سننے پر مجھے ان کی سخت ناراضگی کا سامنا کرنا پڑا۔ گو بدنی سزا سے بچا رہا۔

اسی تسلسل میں ایک اور واقعہ بیان کرتا ہوں۔ میں جب لاہور میں پڑھ رہا تھا تو میرا ایک غیر احمدی دوست اچانک ربوہ پہنچ گیا۔ آپ نے اس کی خوب مہمان نوازی کی۔ اس کو ربوہ کی سیر بھی کروائی۔ جانے سے قبل اس نے مجھ سے ذکر کیا کہ بی۔ ایس۔ سی کے سالانہ امتحان ہونے والے ہیں۔ امتحان سے پہلے رمضان بھی آرہا ہے اور میں رمضان تمہارے پاس ربوہ آکر گزاروں گا۔ امتحان کی تیاری اکٹھے کریں گے۔ میں نے اس کا ذکر امی سے کیا تو آپ نے مجھے کہا کہ رمضان میں مہمان نوازی کرنا مشکل ہوتی ہے۔ رمضان میں ایسے مہمان کی خدمت کرنا جس کے ساتھ بے تکلفی نہ ہو اور پردہ بھی ہو رمضان کے بنیادی فرائض (عبادات وغیرہ) سے توجہ ہٹانے پر مجبور کرتی ہے۔ اور اگر رمضان کے فرائض کی طرف توجہ رکھی جائے تو مہمان نوازی میں نقص ہوتا ہے۔ اس لیے آپ نے مجھے صاف طور پر اس سے منع کر دیا۔ حالانکہ آپ حد درجہ مہمان نواز تھیں۔

چونکہ آپ کی بُنائی (knitting) بہت اچھی تھی اس لیے آپ میرے لیے سویٹر اور گرم ٹوپیاں بھی بُن کر دیتی تھیں اور مجھے ان پر بڑا فخر محسوس ہوتا تھا کہ امی نے خود میرے لیے بنایا ہے۔ ویسے امی کو لڑکوں کے کپڑوں کے بارہ میں زیادہ انہماک نہیں تھا اور بلا ضرورت میرے لیے کپڑے نہیں بنواتی تھیں۔

سبھی والدین اپنے بچوں کے شوق پورے کیا کرتے ہیں۔ آپ بھی کرتی تھیں۔ مجھے ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنے کا شوق ہوا تو آپ اپنی ڈاک میں سے ٹکٹ اتار کر مجھے دیتیں۔ آپ کی ڈاک چونکہ کافی زیادہ ہوتی تھی اس لیے میرے پاس بہت جلد دنیا بھر کے ٹکٹ جمع ہو گئے۔ میرے شوق کی وجہ سے امی نے اپنے بعض واقف کاروں کو بھی کہہ دیا تھا اس طرح بہت جلد میرے پاس اچھی خاصی collection ہو گئی۔

مجھے کھیلوں کا شوق تھا اور اس زمانہ میں اکثر صرف ریڈیو پر کمنٹری آیا کرتی تھی۔ اس لیے آپ میرے ساتھ ہاکی یا کرکٹ کے میچوں کی کمنٹری بڑے شوق سے سنا کرتی تھیں۔

مجھے ہاکی کھیلنے کا جنون تھا اور باوجود اس کے کہ ہاکی کا کھیل ربوہ میں مقبول نہیں تھا آپ

میرے شوق کی وجہ سے ہاکی (hockey stick) اور گیند لاہور کی ایک مشہور کھیلوں کی دکان سے مجھے خرید کر دیتی تھیں۔ یہ دکان بالکل "فیروز سنز" کے ساتھ تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے کسی واقف کار کو کہہ کہ سیالکوٹ سے بھی ہاکیاں منگوا کر دی تھیں تا کہ اس کھیل میں مَیں اپنا شوق پورا کر سکوں۔

اس کے علاوہ محلّہ میں جو کھیل بھی کھیلا جا رہا ہوتا، اس میں شامل ہونے کی تلقین کیا کرتی تھیں اور بعض اوقات میدان سے باہر کھڑے ہو کر مجھے کھیلتے دیکھا بھی کرتی تھیں۔ آپ میرے ساتھ ٹیبل ٹینس (پنگ پانگ) بھی کھیلا کرتی تھیں۔ یہ 1981 اور اس کے بعد کی بات ہے۔

بچپن میں سنتے تھے کہ ابا حضور کو شکار کا شوق تھا۔ ابا حضور نے امی کو ایک 22. رائفل لے کر بھی دی ہوئی تھی اور اسی شوق کو آگے بڑھانے کے لیے آپ نے مجھے جرمنی سے ڈائنا کمپنی کی 25 نمبر کی ائیر گن منگوا کر دی تا کہ شکار کھیلنے میں دلچسپی پیدا ہو۔ جب وہ ایئر گن عمر کے لحاظ سے چھوٹی ہو گئی تو 27 نمبر کی ایئر گن خرید کر دی۔ اس کو لے کر میں شکار کے لیے جاتا رہا لیکن شکار میں مہارت حاصل نہ کر سکا۔

آپ اس بات کو بھی یقینی بناتی تھیں کہ دوستوں اور اطفال کے ساتھ مل کر مختلف سرگرمیوں میں حصہ لیا جائے۔ میں سات یا آٹھ سال کا ہوں گا کہ محلّہ کی طرف سے "یکو والی" نہر پر پکنک کا پروگرام بنا تو مجھے بھی شوق چرایا۔ اس وقت برادرم مکرم سیّد قمر سلیمان احمد صاحب محلّہ کے زعیم تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ہر طفل نے تین (3) روپے اور ہر خادم نے پانچ (5) روپے جمع کروانے ہوں گے اور ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی سنایا کہ تم پانچ روپے ادا کرو گے۔ امی نے فوراً اس کی اجازت دے دی اور پانچ روپے مجھے دیئے کہ "بی کو دے آؤ"۔ مجھے یکو والی نہر تک برادرم سیّد قمر سلیمان احمد صاحب اپنی سائیکل پر بٹھا کر لے کر گئے۔ سارا دن کھانا پینا اور نہر میں کھیلنے میں گزرا۔ واپسی پھر سائیکل پر۔ اس کے بعد ہمیشہ یہ سلسلہ جاری رہا۔

ہائیکنگ اور اسی طرح کے مشقت والے شوق کی بھی آپ حوصلہ افزائی کیا کرتی تھیں۔ کبھی مجھے یہ احساس نہیں ہوا کہ کسی کھیل یا شوق میں مشقت کی وجہ سے مجھے اس میں حصہ لینے کی اجازت نہ ملے گی۔

آپ میری پڑھائی کے بارہ میں بہت سنجیدہ تھیں اور اس وجہ سے بعض دفعہ مجھے رنجیدہ بھی

ہونا پڑتا تھا۔

1972ء میں حکومتِ وقت نے تمام پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لے لیا تھا۔ قومیائے جانے کی وجہ سے جماعتی تعلیمی اداروں کا معیار تیزی سے گرنا شروع ہو گیا۔ خاندان کے کئی بچے ایبٹ آباد پبلک سکول میں داخل کروا دیئے گئے۔ وہاں داخلہ ساتویں جماعت میں ہوتا تھا۔

آپ نے فیصلہ کیا کہ مجھے پانچویں جماعت میں ہی لارنس کالج بھجوا دیا جائے۔ اُس وقت میرے بھائی سیّد ابراہیم منیب احمد وہاں ایف۔ ایس۔ سی کر رہے تھے۔ آپ نے مجھے داخلہ ٹیسٹ کی تیاری کروائی اور داخلہ ٹیسٹ دلوایا گیا اور نہ جانے کیسے اور کیوں لسٹ میں میرا نام آ گیا اور پھر۔۔۔

مجھے مئی 1977ء میں لارنس کالج مری میں پانچویں جماعت میں داخل کروا دیا گیا جہاں میں آٹھویں تک پڑھتا رہا۔ صرف چھٹیوں میں گھر آنا ہوتا تھا۔ لارنس کالج میں آپ مجھے بہت یاد آتی تھیں۔ شروع شروع میں تو مجھے بہت ہی مشکل لگا اور میں آپ کو ہر دوسرے تیسرے دن خط لکھنے لگا۔ خط لکھنے کے لیے آپ نے لفافے اور ڈاک کے ٹکٹ ساتھ بھجوائے تھے۔ جب میرے ہاؤس ماسٹر صاحب کو علم ہوا تو انہوں نے حکم جاری کیا کہ ہفتہ میں صرف ایک دن یعنی جمعرات کو Letter Writing Period کے دوران گھر خط لکھنے کی اجازت ہے۔ والدین جب چاہیں خط لکھیں۔ امی مجھے بہت باقاعدگی سے خط لکھتی رہیں۔

مئی 1977ء کا ایک خط مَیں کبھی نہیں بھول سکتا۔ اس میں آپ نے مجھے لکھا کہ بڑی پھوپھی جان حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی وفات ہو گئی ہے۔ آج تقریباً پینتالیس سال کے بعد بھی اس خط کا بار بار پڑھنا مجھے یاد ہے۔ بہت دکھ ہوا تھا۔

آپ اپنے خط میں گھر کے حالات لکھتیں تاکہ بورڈنگ میں دل اداس نہ ہو جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ گھر کی باتیں پڑھ کر دل زیادہ اداس ہو جاتا تھا۔ آپ اچھی طرح پڑھائی کرنے اور کھیلوں میں حصہ لینے کی نصیحت بھی کرتی تھیں۔ بعض مرتبہ آپ ہاؤس ماسٹر صاحب اور ہیڈ ماسٹر صاحب کو بھی خط لکھ کر میری تعلیمی پراگریس کے بارہ میں پوچھ لیتی تھیں۔

1977ء سے 1980ء کے دوران آپ کئی مرتبہ مجھ سے ملنے کے لیے لارنس کالج آئیں۔ چند گھنٹے کے لیے مری شہر کی سیر بھی کروا دیا کرتی تھیں۔ اس زمانہ میں Sam's اور Lintott's مری کے اچھے ریستوران سمجھے تھے اور ان میں آپ کی طرف سے دعوت پر اپنی شان بہت بلند محسوس ہوتی

تھی۔ مری کے سیر میں کون (cone) آئس کریم بھی لازمی حصہ ہوتی تھی اور عموماً کوئی نہ کوئی کتاب بھی تحفہ میں ملتی تھی۔

ایک دفعہ آپ مجھے ملنے آئیں تو آپ نے میرے ساتھ مال روڈ سے کشمیر پوائنٹ تک پیدل سیر کی۔ یہ سیر مری کے جنرل پوسٹ آفس سے شروع ہو کر کشمیر پوائنٹ سے ہوتے ہوئے دوسرے راستہ سے واپس جنرل پوسٹ آفس پر آکر ختم ہوئی۔ اس سیر سے لطف اندوز ہونا مجھے اب بھی یاد ہے۔ اس کے بعد جب بھی کبھی دوبارہ اس سڑک پر گیا ہوں ہمیشہ وہ دن یاد آیا ہے۔

مری کے ایک سفر میں آپ مجھے "خیبر لاج" دکھانے کے لیے بھی لے کر گئی تھیں۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ذاتی کوٹھی تھی اور اس میں حضورؓ متعدد مرتبہ قیام فرما چکے تھے۔

دل بس کہ ہے دیوانہ اُس حسن کی خوبی کا
رنگیں ہے اسی رو سے شاید غمِ فرقت بھی

امی بہت توجہ اور باقاعدگی سے نمازوں کی پابندی کرواتی تھیں۔ نماز باجماعت کی ادائیگی میں سستی آپ کو بالکل برداشت نہ تھی۔ بچپن میں مجھے فجر کی نماز پر جگانا جہاد جیسی کوشش مانگتا تھا جو آپ بوجھ محسوس کیے بغیر کیے جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس احسان پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

میرے ربوہ سے باہر پڑھائی کے دنوں کی بات ہے۔ مَیں چھٹیوں میں ربوہ آیا ہوا تھا۔ مَیں نے ذکر کیا کہ میری الارم والی گھڑی خراب ہو گئی ہے اور مجھے نماز پر جاگنے کے لیے ایک نئی الارم والی گھڑی کی ضرورت ہے۔ آپ کے جواب سے مجھے محسوس ہوا کہ مجھے یہ اپنے جیب خرچ میں سے ہی خریدنی چاہیے۔ بات آئی گئی ہو گئی اور میں واپس ہاسٹل چلا گیا۔ چند دنوں کے بعد مجھے ایک پارسل ملا جو ایک غیر معمولی بات تھی۔ میں سوچتا رہا کہ اس میں کیا ہو سکتا ہے؟ پارسل کھولنے پر اس میں سے ایک الارم والی گھڑی نکلی اور میرے دل میں یہ بات اسی وقت گڑھ گئی کہ یہ گھڑی اس لیے آئی ہے کہ میں فجر کی نماز کے لیے وقت پر جاگ سکوں۔

نمازِ جمعہ میں آپ خود بہت باقاعدگی سے شامل ہوا کرتی تھیں اور مجھے ساتھ لے کر جاتی تھیں۔ اب بھی مجھے مسجد اقصیٰ میں وہ جگہ یاد ہے جہاں آپ نمازِ جمعہ پڑھا کرتی تھیں۔ اس کے بعد مجھے ابا کے سپرد کیا کہ اس کو نمازِ جمعہ پر اپنے ساتھ لے کر جایا کریں۔ ایک مرتبہ سستی کی وجہ سے

میں جمعہ کی نماز پر نہ جاسکا، آپ بھی گھر میں نہ تھیں۔ دوپہر کے کھانے پر میں نے آپ کو کہا کہ آپ رشتہ میں میری پھوپھی بھی ہیں۔ آپ نے مجھے صاف لفظوں میں کہا کہ نمازیں اور جمعہ نہیں پڑھو گے تو میرا تمہارے ساتھ کوئی بھی رشتہ نہیں۔ مجھ سے خاص محبت کے باوجود حقوق اللہ کی ادائیگی میں غفلت آپ کو بالکل برداشت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جمعہ کی ادائیگی کے بارہ میں آپ کی توجہ عمر بھر میری رہنمائی کرتی رہی۔ **فجزاھا اللہ احسن الجزاء**

چندہ دینے کا شوق بھی آپ ہی کی وجہ سے ہوا۔ آپ خود بہت باقاعدگی سے چندہ دیا کرتی تھیں۔ میٹرک اور ایف۔ ایس۔ سی کے امتحانات کے دوران آپ مجھے کچھ رقم صدقہ کی غرض سے دیتی تھیں کہ امتحان پر جانے سے پہلے صدقہ دو۔ آپ خود جس باقاعدگی سے چندہ جات بالخصوص وصیت کا چندہ ادا کرتی تھیں اُس کا میری طبیعت پر بہت اثر ہے۔ میں جب لاہور اور اسلام آباد میں پڑھ رہا تھا تو ماہانہ جیب خرچ میں سے چندہ کاٹ کر بھجوایا کرتی تھیں۔ آپ ہمیشہ میری طرف سے چندہ تحریکِ جدید اور چندہ وقفِ جدید ادا کرتی تھیں۔ تعلیم کے لیے میرے ملک سے باہر چلے جانے اور صاحبِ روزگار ہونے کے باوجود ان دونوں تحریکات میں آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال تک میری طرف چندہ ادا کیا۔ **فجزاھا اللہ احسن الجزاء**

بچپن سے تنظیموں سے آپ نے جوڑا۔ مجلس اطفال الاحمدیہ کی کلاسوں اور اجتماعات میں شمولیت اور پھر مجلس خدام الاحمدیہ کے کاموں میں ذوق و شوق سے حصہ لینے کی تلقین آپ نے ہی کی۔ **کلوا جمیعًا** میں شامل ہونے پر اصرار کرتیں۔ مجلس اطفال الاحمدیہ کے تحت جب بھی تقریری مقابلہ ہوتا یا کسی تقریب کے موقع پر تقریر کرنے کا کہا جاتا تو آپ ہی تقریر لکھ کر دیا کرتی تھیں۔ آپ نے پہلی تقریر صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر لکھ کر دی تھی۔ یوم والدین کے موقع پر آپ نے سیرت النبی ﷺ کے عنوان پر تقریر لکھ کر دی اور اس تقریب آپ بھی شامل ہوئی تھیں۔

جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی خدمت کا نہ صرف آپ کو خود بہت شوق تھا بلکہ یہی شوق آپ مجھ میں بھی پیدا کرنا چاہتی تھیں۔ مَیں جب چھ یا سات سال کا تھا تو مجھے دسمبر کے شروع میں ہی مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب، افسر جلسہ سالانہ ربوہ، کے پاس بھجوا دیا کہ جلسہ پر ڈیوٹی لگواؤ۔ مکرم چوہدری صاحب، جو ان دنوں ناظر ضیافت بھی تھے، نے اسی دن اپنے دفتر میں ڈیوٹی لگا دی۔ میری

ذمہ داری ہر آنے جانے والے کے لیے دروازہ کھولنا تھی۔ مکرم چوہدری صاحب نے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ روزانہ دفتر آجایا کرو۔ شاید آپ سمجھے تھے کہ سکول میں چھٹیاں ہوگئی ہیں۔ گھر جا کر میں نے امی کو مکرم چوہدری صاحب کی ہدایت سے آگاہ کیا تو آپ نے مکرم چوہدری صاحب سے کہا کہ ابھی سکول میں چھٹیاں نہیں ہوئیں اور جیسے ہی سکول بند ہوں گے فرخ ڈیوٹی پر پہنچ جائے گا۔ جلسہ سالانہ کی ڈیوٹی میرے لیے جماعتی خدمت کا پہلا موقع تھا۔ اسی وجہ سے جلسہ سالانہ کی ڈیوٹی ہمیشہ مجھے بہت محبوب رہی۔ اللہ کرے ربوہ میں دوبارہ جلسہ کی رونقیں بحال ہوں۔ آمین

1978ء میں آپ کا پتّہ کا آپریشن ہوا۔ شکر ہے کہ آپ جلد تندرست ہوگئیں۔ آپریشن کے بعد آپ آرام کے لیے کراچی گئیں۔ اس وقت میری عمر گیارہ سال تھی۔ کراچی سے آپ نے 2 ستمبر 1978ء کو مجھے جو خط لکھا۔ یہ خط میرے پاس محفوظ ہے۔ اس میں آپ نے اپنے سفر کا پورا نقشہ کھینچا ہے اور ساتھ ہی ہمارا حال بھی دریافت کیا۔ آپ لکھتی ہیں کہ

"امید ہے کہ یہاں سے جو گھوڑا گلی خط لکھے وہ بھی مل گئے ہوں گے اور جو ربوہ لکھا تھا وہ بھی۔ 30 کو عید کارڈ اور خط ڈالا تھا۔ رات سے سیّد (مکرم سیّد سیّد احمد ناصر صاحب) مجھے اپنے گھر لے آیا ہے۔ طبیعت خدا کے فضل سے بالکل ٹھیک ہے۔ کھانا پرہیزی ہی ابھی کھاتی ہوں۔ راشدہ (آپ کی بھاوج مکرمہ راشدہ مبارکہ صاحبہ) بیمار ہوگئی تھی، امین (مکرم سیّد امین احمد صاحب) میرے لیے کھانا پکاتا رہا۔ اپنے ہر پرچہ کے نمبر لکھ دینا۔

امید ہے کہ آپی نے ڈرافٹ بھجوادیا ہوگا (یہ میری سکول کی سہ ماہی فیس کا ڈرافٹ تھا۔ مرتب)۔ رجسٹری A/D بھجوائیں یا پھر دس کو نعیم الدین (مکرم رانا نعیم الدین صاحب مرحوم۔ اسیر راہِ مولا ساہیوال) تمہیں چھوڑنے جائے تو اس کے ہاتھ بھجوادیں۔ دیکھو اب چھٹیوں کے بعد جا کر بہت محنت کرو تا سالانہ (امتحان) میں اچھی پوزیشن آئے۔ ورنہ اتنی دور پڑھانے کا کیا فائدہ۔ اب بنیاد اچھی ہوگی تو آگے بڑی کلاسوں میں ٹھیک چلوگے۔ طاہر (مکرم سیّد طاہر احمد صاحب) کا ارادہ دوبارہ ایف۔ ایس۔ سی (کا امتحان) دینے کا نہیں ہے۔ آرمی میڈیکل کالج میں درخواست دینی ہے اگر داخلہ نہ ہوا تو بی۔ ایس۔ سی یہیں کراچی میں کرے گا۔ مدثر (مکرم سیّد مدثر احمد صاحب) مجھے خاصا لمبا لگا ہے لیکن انیس (مکرم سیّد انیس احمد صاحب) کا قد نہیں بڑھا۔ منّو (مکرم ڈاکٹر سیّد حمید اللہ نصرت

پاشا صاحب)، خضر (مکرم سیّد خضر پاشا صاحب) بھی خاصے لمبے ہو گئے ہیں۔ منّو کا سالانہ امتحان تو نومبر میں ہو رہا ہے۔ آج رات مودود (مکرم نواب مودود احمد خان صاحب) کی طرف رہوں گی کیونکہ صبح چار بجے علیم (مکرمہ امۃ العلیم عصمت صاحبہ) کو چھوڑنے جانا ہے۔

ابھی تک بازار نہیں گئی کیونکہ عید کی وجہ سے بے حد رش ہے اور قیمتیں بھی چڑھی ہوئی ہیں۔ عید کا رش گزر جائے تو پھر چکر لگاؤں گی ان شاء اللہ۔ جو کچھ تم نے منگوانا ہے لکھ دینا۔ ببو، منیب، شعیب سب سے پوچھ کر لکھنا۔ عائشہ کی گڑیا کی گاڑی بھی ابھی جا کر دیکھنی ہے۔ میں ان شاء اللہ 16 یا 17 کو مسعود طیّبہ (بیگم و مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب) کے ساتھ چناب (ایکسپریس) پر آؤں گی تا سیدھی ربوہ ہی آسکوں۔ عید کا کیا پروگرام ہے۔ کسی نے دعوت کی یا گھر پر ہی کرو گے۔ یہاں عید کے بعد سب گھر والے روحی (مکرمہ ریحانہ باسمہ صاحبہ اہلیہ مکرم سیّد سیّد احمد ناصر صاحب) کے (گھر) جمع ہوں گے۔ شام پانچ بجے اُودی شافی (بیگم و مکرم کیپٹن محمود احمد خان صاحب) نے بلایا ہوا ہے۔

ابا آپی شعیب منیب ببو عائشہ سب کو سلام دعا پیار۔ فاطمہ رحمتے بشریٰ کو بھی سلام اور عید مبارک۔ رحمتے کی انگلی کا آپریشن ہونا تھا۔ ہو گیا یا نہیں۔ اب کیا حال ہے؟"

کراچی کے سفر سے آپ کی طبیعت میں بہت بہتری آئی۔

1979ء کا سال جماعت احمدیہ کے لیے ایک عجیب طرح کی خوشی لے کر آیا تھا۔ اس سال پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب کو فزکس میں "نوبل انعام" سے نوازا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ سے آپ کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر وہ امی سے ملنے آئیں تو ڈاکٹر صاحب کا نوبل پرائز امی کو دکھانے کے لیے لائیں۔ اُس دن میں جلسہ کی ڈیوٹی کی وجہ سے گھر پر نہیں تھا۔ واپس آنے پر امی نے بتایا تو بہت افسوس ہوا کہ نوبل انعام نہیں دیکھ سکا۔ لیکن ساتھ ہی امی نے بتایا کہ انہوں نے مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ سے کہا ہے کہ کل دوبارہ نوبل پرائز لے کر میرے گھر آئیں تاکہ میں فرخ کو بھی دکھا سکوں۔ چنانچہ مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ امی کی خواہش پر دوبارہ ڈاکٹر صاحب کا نوبل پرائز لے کر آئیں اور مجھے دکھایا بلکہ میرے ہاتھ میں تھما دیا۔

1979ء میں لارنس کالج میں دوسرے بچوں کی دیکھا دیکھی مجھے بھی آٹو گراف بک بنانے کا شوق چرایا۔ امی نے کہا کہ سب سے پہلے ماموں جان حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے کچھ لکھواؤ اور پھر

مانی جان سے۔ اسی طرح اور بزرگان نے بھی نصائح تحریر کیں۔ امی نے 3 مارچ 1979ء کو اس میں لکھا کہ

"پیارے فرخ!	سلامت رہو

میری دِلی خواہش، تمنّا اور دعا ہے کہ تم پڑھ لکھ کر اپنی زندگی اسلام اور احمدیت کی خاطر وقف کرو۔ خدا کرے تم لائق بنو اور میری یہ آرزو پوری ہو۔ اس لیے اپنے اخلاق اچھے کرو۔ نیک بنو۔ دعائیں کرو۔ نماز کی عادت ڈالو تا بڑے ہو کر نیک نمونہ بنو اور خود اپنی مرضی سے اپنی زندگی وقف کرو۔

تمہاری امی"

دسمبر 1980ء میں لارنس کالج سے آٹھویں جماعت پاس کر کے میں واپس ربوہ آ گیا اور واپس جانے سے انکاری ہو گیا۔ لاچار آپ نے مجھے پروفیسر ڈاکٹر سیّد سلطان محمود شاہد صاحب مرحوم کے قائم کردہ "ناصر پبلک سکول" واقع دارالرحمت وسطی ربوہ میں داخل کروا دیا۔ لیکن مجھے بتائے بغیر ہی آپ نے لارنس کالج کے پرنسپل کو خط لکھا اور پوچھا کہ کیا فرخ کو دوبارہ لارنس کالج میں داخلہ مل سکتا ہے؟

لارنس کالج کے پرنسپل صاحب نے نہایت مشفقانہ طور پر اس کی اجازت دی اور ساتھ ہی لکھا کہ محنت ذرا زیادہ کرنی پڑے گی۔ میں جب سکول سے واپس آیا تو میں نے محسوس کیا کہ آپ کے چہرے پر ایک خاص تبسم ہے اور آپ نے مجھ سے کہا کہ ایک بات کرنی ہے۔ اور پھر اس کے بارہ میں بتایا۔ لیکن مَیں اپنا ذہن بنا چکا تھا کہ اب واپس لارنس کالج نہیں جانا اور اس بات پر اب جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے کیونکہ اس دوران مجھے آپ کے قریب رہ کر بہت ہی فائدہ ہوا۔ آپ سے بہت سی باتیں سیکھیں، آپ سے ترجمہ قرآن پڑھا، تقریباً روزانہ حضور سے ملاقات کے لیے جاتا رہا، ماموں جان حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقاتیں، پھر حضورؒ کی وفات کے وقت ربوہ میں موجودگی، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دستِ مبارک پر بیعت اور خلافتِ احمدیہ سے کامل وفاداری کے سبق انہی ایام میں ملے۔ حضورؒ نمازِ مغرب کے بعد "مجلسِ عرفان" منعقد کیا کرتے تھے۔ الغرض، بہت سے دیگر فوائد حاصل ہوئے۔

میٹرک میں اتنے نمبر نہیں تھے کہ لاہور کے کسی اچھے کالج میں داخلہ مل سکتا۔ یہ بھی blessing in disguise تھی۔ کیونکہ مرکزِ سلسلہ میں رہنے کے تمام فوائد اس زمانہ میں حاصل تھے۔ مجلس اطفال الاحمدیہ اور مجلس خدام الاحمدیہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ 1984ء کے پر آشوب دور میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا آہنی عزم بہت ہی قریب سے دیکھا، نیز حفاظتی ڈیوٹیوں اور پھر امی کی بیماریوں کے دوران اُن کی کسی قدر خدمت کی توفیق ملی۔ پیچھے مڑ کر دیکھوں تو وہ میری زندگی کے یہ بہت ہی خوبصورت دن تھے۔ آپ کے پاس رہتے ہوئے مجھے کوئی پریشانی نہ تھی۔

لارنس کالج سے واپس آنے کے بعد آپ میرے شوق پورے کرنے کے لیے ہی کبھی کبھار کھانا بھی پکایا کرتی تھیں کیونکہ ایک لمبا عرصہ ایسا گزرا ہے جس میں گھر میں صرف آپ اور میں ہوتے تھے۔ باقی سب ربوہ سے باہر ہوتے تھے۔

دسویں جماعت میں آپ نے مجھے قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھانا شروع کیا۔ شروع میں ایک دو آیتوں سے شروع کیا اور آہستہ آہستہ بڑھاتی گئیں اور پورے قرآنِ مجید کا ترجمہ مکمل کروایا۔ آپ ساتھ ساتھ کوئی نہ کوئی تفسیری نکتہ یا دلچسپ باتیں بھی بتاتی جاتی تھیں۔ مجھے قرآنِ کریم کا ترجمہ مکمل کروانے پر آپ کو جو خوشی ہوئی اس کا اظہار آپ نے آپا کے نام خط میں ان الفاظ میں کیا کہ

"سب سے پہلے جو خوش خبری دینی تھی وہ تو لکھی نہیں۔ اللہ کا احسان اور فضل ہے کہ آج فرخ کا ترجمہ اور مختصر تفسیر کے ساتھ پورا قرآنِ مجید میں نے ختم کروا دیا ہے۔ الحمدللہ اپنی طرف سے اس کی دینی تعلیم اور تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ میں کیا چیز ہوں۔ اللہ کا احسان ہے۔ ہر وقت یہ ڈر لگا رہا ہے کہ کوئی یہ نہ کہہ دے کہ بچہ کو بگاڑ دیا ہے"۔

یہ خط میں نے آپا کی وفات کے بعد پڑھا۔ اس پر میں کیا لکھوں۔

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر کامل یقین تھا۔ ایک مرتبہ میں نے میں اپنی جہالت میں کہہ دیا کہ مجھے تو (خدانخواستہ) طاعون ہوگئی ہے کیونکہ میرے جسم میں گلٹیاں نکلی ہوئی ہیں۔ آپ نے بے ساختہ کہا "تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان نہیں ہے؟"

لیکن طبّی احتیاط کے طور آپ نے ماموں منوّر (ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب) کو کہا

کہ اس کو چیک کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری فیملی میں گلٹیاں زیادہ نکلتی ہیں۔ آپ نے ESR کروایا جو نارمل سے کچھ زیادہ تھا۔ اس پر ماموں منوّر نے امی سے کہا کہ اس کو حضرت مصلح موعودؓ کا تریاقِ سل کا کورس کروادیں۔ چنانچہ امی نے ایسا ہی کروایا۔

خلافتِ احمدیہ سے جو وابستگی اور اطاعت آپ کو تھی، اسی قسم کی وابستگی اور اطاعت آپ میرے دل میں پیدا کرنا چاہتی تھیں۔ اوّل تو آپ کا عمل ہی اس کے لیے کافی تھا لیکن اس بارہ میں نصیحت بھی کرتی تھیں۔ چند باتیں جو خاص مجھ سے متعلق ہیں وہ لکھتا ہوں۔

بچپن میں مَیں نے آپ کو بتایا کہ میں ہمیشہ ماموں جان سے ملتا ہوں لیکن کبھی آپ کو ہاتھ پر بوسہ نہیں دیا۔ یہ سن کر آپ بہت پریشان ہوگئیں۔ پڑھنے والوں کے فائدہ کے لیے لکھ دیتا ہوں کہ ہماری ملاقاتیں حضورؒ کے گھر میں نجی مجالس میں ہوتی تھیں اور سب چھوٹے بڑے بہت ادب سے بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر حضورؒ کی مجلس میں شامل ہوتے تھے اور گھریلو مجالس میں مصافحہ کے ساتھ بوسہ دینے کا موقع کم ہی ملا کرتا تھا۔ بچپن میں تو دن میں ایک سے زیادہ مرتبہ حضورؒ کے گھر جانے کا موقع ملا کرتا تھا۔

غالباً 1980ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے احمدی بچوں اور بچیوں کو ہدایت فرمائی کہ سب بچے حضورؒ کو اپنے سالانہ نتیجہ سے آگاہ کیا کریں۔ مَیں اس وقت لارنس کالج مری میں پڑھ رہا تھا اور وہاں سالانہ امتحان دسمبر کے مہینہ میں ہوجاتے ہیں۔ گویا حضورؒ کے ارشاد سے کئی ماہ قبل میرے سالانہ امتحان ہو چکے تھے۔ لیکن امی کا مجھے خط آیا کہ فوراً حضورؒ کی خدمت میں خط لکھو کہ سالانہ امتحان میں کتنے نمبر آئے تھے اور اس طرح مجھے خلافتِ احمدیہ کی اطاعت کا سبق دیا۔

مَیں نے لکھا ہے کہ مجھے ہاکی کھیلنے کا جنون تھا۔ شاید نویں یا دسویں کلاس میں مجھے کسی صاحب کے بارہ میں علم ہوا کہ وہ ہاکی کے اچھے استاد ہیں۔ مَیں نے امی سے اجازت مانگی کہ مَیں بھی ان سے کھیل سیکھنا چاہتا ہوں۔ ایک یا دو دنوں کے بعد آپ نے مجھے کہا کہ وہاں خلافت اور نظامِ جماعت کے خلاف بے ادبی کی باتیں ہوتی ہیں اس لیے وہاں کھیلنے کی اجازت نہیں مل سکتی۔

1983ء کے سفر یورپ میں مَیں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے بہت سیر کروائی اور ساتھ ساتھ میری تربیت کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ایک مرتبہ ہم ایک جگہ کھانے کے لیے

رکے لیکن میں سویا ہوا تھا اس لیے کار سے نہیں اترا۔ آپ نے مجھے بعد میں کہا کہ یہ طریق ٹھیک نہیں۔ چاہے کچھ بھی ہو ماں کے ساتھ جانا چاہیے تھا۔ اسی طرح سپین کے الحمرا کی سیر کرتے ہوئے میں نے توجہ نہیں کی اور میں اپنی سیر میں مصروف رہا۔ آپ نے اس بات کو بھی ناپسند کیا اور کہا کہ ماں کو ساتھ لے کر سیر کرنی چاہیے تھی۔ گھٹنے میں تکلیف کی وجہ سے آپ اکیلے نہیں سیر کر سکتی تھیں۔

جب بھی آپ بیرونِ ملک سفر پر جاتیں تو وہاں کی مشہور سیر گاہوں کے Greeting cards میرے لیے لے لیتیں۔ کبھی کبھار تو وہیں سے ہی بذریعہ ڈاک بھجوا دیتیں اور کبھی اپنے ساتھ لے کر آتیں اور ملنے پر بطور تحفہ دیتیں اور جو جگہ آپ کو سفر میں خاص طور پر پسند آتی اس کے بارہ میں لکھتیں کہ تمہیں بھی دکھادوں گی یا تم بہت یاد آئے۔

1987ء میں آپ نے جرمنی سے مجھے ایک کارڈ بھیجا جس میں آپ نے لکھا کہ

"کل کولون سے رائن دریا کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے رات ساڑھے آٹھ بجے فرینکفورٹ پہنچے۔ وہیں کا یہ کارڈ ہے۔ بے حد خوبصورت علاقہ۔ بہت یاد آئے۔ اب کل 28 کو ان شاء اللہ ساڑھے گیارہ بجے BA (برٹش ایئرویز) سے لندن روانگی ہے۔ وہاں بہت مصروفیت رہے گی۔ عید بھی آنے والی ہے۔ بہت مبارک ہو۔ تکّے بنا کر کھانا۔ امید ہے کہ آپی نے بکرا میری طرف سے لے لیا ہو گا۔ ابا آپی کا حال لکھو۔ راولپنڈی گئیں یا نہیں۔ سب کو سلام اور عید مبارک۔ رشیدہ کا بڑا آرام رہا"۔

اس خط سے پتہ لگتا ہے کہ ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے بھی آپ ہماری خوشی کے بارہ میں ہی سوچ رہی تھیں، حالانکہ ہم اپنے گھر میں تھے۔ اس میں مکرمہ رشیدہ بشیر صاحبہ کا ذکر ہے جو بچپن میں آپ کے گھر میں پلی تھیں اور اُس وقت جرمنی میں تھیں۔ اب راہیٔ ملکِ عدم ہو چکی ہیں۔

آپ کو مطالعہ کرتے دیکھ کر مجھے بھی مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔

مئی 1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے میرے بڑے بھائی کے نکاح کا اعلان فرمایا تو حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ کا بحیثیت واقفِ زندگی ذکر فرمایا۔ آیاتِ مسنونہ پڑھنے کے بعد حضورؒ نے فرمایا کہ

"نسلاً بعد نسلٍ جو بچیوں اور بچوں کو ازدواجی رشتوں میں باندھنے کا حکم ہے، اس کے نتیجہ میں ایک تو خاندانوں کی نسل آگے چلتی ہے اور دوسرے خاندانوں میں جو روایات ہیں اور جو اخلاقی

ورثہ ہے اور جو روحانی استعدادیں ہیں، وہ بھی ایک نسل کے بعد دوسری نسل کی طرف منتقل ہوتی ہیں یا ہو سکتی ہیں اگر آنے والی نسل ایسا چاہے۔" (خطباتِ ناصر جلد 10 صفحہ 726)

ابا نے گھر آکر خطبۂ نکاح کے بارہ میں بتایا اور پھر خود حضورؓ نے اسی رات ملاقات میں خطبۂ نکاح کا ذکر فرمایا تو آپ نے مجھے کہا کہ "مجھے بڑی خوشی ہوتی اگر تم اُس وقت اپنے آپ کو وقف کر دیتے"۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے حضورؓ کے خطبہ کے دوران یہ خیال آیا بھی تھا کہ میں اسی وقت وقف کر دوں لیکن میں چپ کر کے بیٹھا رہا۔

1984ء میں جب مَیں نے وقف کیا تو براہِ راست حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو خط لکھا۔ اور شاید اگلے دن آپ کو اس بارہ میں بتایا۔ آپ کو ناقابلِ بیان خوشی ہوئی۔ عام طور وقفِ زندگی کی درخواست پر درخواست گزار کو ہی جواب سے نوازا جاتا ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ حضورؒ نے مجھے جواب عطا کرنے کے بجائے اس کا ذکر امی کے نام خط میں فرمایا اور جن الفاظ میں فرمایا اُن سے امی کا دل باغ باغ ہو گیا۔

اس کے بعد آپ نے ایک مرتبہ مجھے بتایا کہ تمہارے وقف کرنے سے میری ایک نذر بھی پوری ہو گئی ہے۔ اس کی تفصیل آپ نے یہ بتائی کہ

"ایک مرتبہ میری آنکھ کھلی تو حضرت مریم کی والدہ کی دعا کے الفاظ میرے ہونٹوں پر جاری تھے یعنی رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ۔۔۔ (آلِ عمران:26)"۔ آپ نے مزید بتایا کہ "متین اُس وقت چھوٹی سی تھی اور میرے پاس ہی کھیل رہی تھی"۔

اللہ کرے آپ کی یہ دعا اور نذر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ مقبول اور بابرکت ہو۔ آمین

آپ کی دِلی خواہش تھی کہ جلد از جلد میری تعلیم مکمل ہو اور آپ مجھے عملاً خدمتِ دین کرتا دیکھ لیں۔ یہ آپ کی شدید خواہش تھی اور اس میں کسی قسم کا تصنع نہیں تھا۔ اس کا اظہار صرف میرے سے ہوتا تھا۔ زبانی بھی اور ان خطوں میں بھی۔ ان میں سے کچھ کا ذکر آگے آئے گا۔

1982ء سے 1986ء کے دوران ابا آپی سپین میں تھے۔ ان کی طرف سے خطوط آتے تو آپ

مجھے بھی پڑھنے کے لیے دے دیا کرتی تھیں۔ ایک خط پڑھنے کے لیے نہیں دیا لیکن پھر اگلے دن مجھے وہ خط پڑھنے کے لیے دے دیا۔ خط دیتے ہوئے کہا کہ مَیں نے تمہیں یہ خط اس لیے پڑھنے نہیں دیا تھا کہ متین نے اپنی کچھ مشکلات کا اس میں ذکر میں کیا ہے۔ تم نے ابھی ابھی وقف کیا ہے اور مَیں نہیں چاہتی کہ تم اُن کو پڑھ کر بددل ہو جاؤ اور اپنے وقف کے بارہ میں تردّد محسوس کرو۔

ایف۔ ایس۔ سی کے بورڈ کے امتحانات کے دوران بھی آپ نے لجنہ اماء اللہ کا دورہ رکھ لیا اور اس طرح چند پرچے میں نے اکیلے گھر میں رہ کر دیئے۔ ایف۔ ایس۔ سی کے امتحانات کے بعد آپ نے مجھے کہا کہ تم چھٹیوں میں حدیث پڑھ لو۔ چنانچہ آپ نے مکرم حافظ مظفر احمد صاحب کو کہا۔ انہوں نے مجھے جامعہ کی اُس کلاس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی جس کو انہوں نے ابھی صحیح بخاری شروع کروائی تھی۔ اس طرح کچھ عرصہ میں مکرم حافظ صاحب سے صحیح بخاری پڑھتا رہا۔

ایف۔ ایس۔ سی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے نمبر اچھے آگئے اور سرگودھا بورڈ میں پوزیشن آگئی۔ اس فضل کو کھینچنے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور امی کی دعاؤں کا بہت ہاتھ ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ نتیجہ کی اطلاع کراچی میں ملی۔ آپ نے اس خوشی میں کراچی میں پُر تکلف دعوت دی اور ربوہ آنے پر بھی۔

اب مزید تعلیم کے لیے ربوہ سے باہر جائے بغیر گزارا نہیں تھا۔

ایف۔ ایس۔ سی کے نتیجہ کے بعد میں نے حضورؒ سے آگے پڑھائی کے لیے رہنمائی کی درخواست کی تو حضورؒ نے فرمایا کہ میتھ اور فزکس میں نمبر اچھے ہیں، یہی مضامین رکھ لیں۔ میں پہلے ہی انجینئرنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مَیں نے انہی مضامین کے ساتھ گورنمنٹ کالج لاہور میں بی۔ ایس۔ سی میں داخلہ لے لیا۔

لاہور جاتے ہوئے آپ نے مجھے مندرجہ ذیل نصائح لکھ کر دیں۔

"اللہ تعالیٰ لاہور میں تعلیم حاصل کرنا مبارک کرے اور نیک ترین نمونہ دکھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ نماز میں سستی نہ کرنا کہ روح کی غذا نماز ہے۔ روزانہ ایک دو رکوع تلاوت کرکے ترجمہ دہرالیا کرنا۔ پڑھائی پوری محنت اور توجہ سے کرنا۔ پہلے دن سے اس نیت سے کہ اوّل آنا ہے۔ وقت ضائع نہ کرنا وقت تو بھاگتا ہوا نکل جاتا ہے کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ اس کے ایک لمحہ لمحہ سے فائدہ اٹھانا

تمہارا کام ہے۔ سیر تفریح عیش کے لیے ساری عمر پڑی ہے۔ اس وقت تعلیم حاصل کرنا ہی تمہارا مقصد ہو۔ کسی سے لڑنا نہیں جھگڑنا نہیں۔ ہر ایک سے محبت اور نفرت کسی سے نہیں تمہارا شیوہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اعلیٰ ترین کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین"

اس کے علاوہ آپ نے نصیحت کی کہ سگریٹ نہیں پینی اور سینما نہیں جانا۔ یہ نصائح آج کے طلبا و طالبات کے لیے بھی اُسی طرح مفید اور کارآمد ہو سکتی ہیں جس طرح 1985ء میں میرے لیے کارآمد اور مفید تھیں۔

لاہور کے قیام کے دوران میں نے ایک بات اور نوٹ کی کہ جب آپ کا ذاتی سفر بھی ہوتا تو میری پھوپھی مکرمہ سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ (صدر لجنہ اماء اللہ ضلع لاہور) آپ کے ساتھ کوئی نہ کوئی لجنہ کی میٹنگ رکھ لیتیں۔ مجھے یہ سخت ناگوار گزرتا کہ میرے لیے کوئی وقت ہی نہیں۔ ایک بار میں نے پھوپھی کو کہہ دیا کہ امی کا ذاتی دورہ ہے آپ نے اس میں بھی امی کا لجنہ کا پروگرام رکھ لیا ہے۔ وہ مجھے کہنے لگیں کہ "باجی جان کو آنے دو۔ انہی سے پوچھ لوں گی۔ اگر وہ مان گئیں تو ٹھیک ورنہ پروگرام منسوخ کر دوں گی"۔ امی تو لجنہ کے پروگرام کا انکار نہیں کر سکتی تھیں۔

امی اور لجنہ اماء اللہ کے درمیان آنے کی کوشش کرنا ہی بے فائدہ تھا۔ جیت ہمیشہ لجنہ اماء اللہ کی ہی ہوتی تھی۔

میرے تھرڈ ائیر کے امتحان تھے۔ آپ نے مجھے 13 مارچ 1986ء کو خط میں لکھا کہ

"پیارے بیٹے۔ بس یہی مہینہ رات دن محنت کرنے کا ہے۔ بے شک یہ امتحان یونیورسٹی کا نہیں لیکن پورا زور لگاؤ تا نتیجہ سے پتہ لگے کہ یونیورسٹی کے امتحان کے لیے کتنی محنت کرنی ہے۔ کیا پوزیشن بنتی ہے۔ امید ہے کہ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرو گے۔ خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو"۔

اسی دوران مَیں نے آپ کو دعا کے لیے خط لکھا اور کسی پریشانی کا اظہار کیا تو آپ نے مجھے 29 نومبر 1986ء کو لکھا کہ

"میں تو ہر سانس کے ساتھ تمہارے لیے دعا کرتی ہوں۔ تمہارے متعلق اتنی خواہشات اور تمنائیں ہیں کہ ذکر کرتے ہوئے بھی گھبراتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے وہ میری ساری خواہشات پوری کر سکتا ہے۔ اب تسلی سے پڑھائی کرو۔ طالب علمی کے زمانہ میں دوسرے تفکرات کا سوچنا بھی نہیں

چاہیے۔عارضی تکلیفیں آتی ہیں گزر جاتی ہیں۔بس یہ دعا کرتے رہنے چاہیے اللہ تعالیٰ ہر ابتلا سے محفوظ رکھے اور برائیوں سے دامن بچانے کی توفیق عطا فرمائے"۔

لاہور سے بی۔ایس۔سی کرنے کے بعد میں نے قائدِ اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں ایم۔ایس۔سی کمپیوٹر سائنس میں داخلہ لیا۔وہاں بھی آپ کے خطوط ملتے رہتے جن سے آپ کی طرف رہنمائی ملتی رہتی۔جب میں اسلام آباد میں پڑھ رہا تھا تو کئی مرتبہ اپنے دوستوں کو بتاتا کہ آج میرا خط آئے گا اور اس کی وجہ یہ ہوتی کہ چار پانچ دن پہلے ہی میں نے امی کو خط لکھا ہوا ہوتا تھا اور مجھے یقین ہوتا تھا کہ آپ خط ملتے ہی جواب دیں گی۔ کبھی بھی یہ نہیں ہوا کہ میرا اندازہ غلط ہوا ہو۔اسلام آباد میں قیام کے دوران میں آپ کو پبلک بوتھ سے فون بھی کرتا تھا۔اس کے لیے عموماً جمعہ کی نماز کے بعد کا وقت طے تھا۔اگر کسی وجہ سے بات نہ ہو سکتی تو اس کی وضاحت امی کو پیش کرنا پڑتی تھی کیونکہ آپ اُس وقت فون کا انتظار کر رہی ہوتی تھیں۔

ایم۔ایس۔سی میں میری اپنے ڈیپارٹمنٹ میں دوسری پوزیشن تھی۔ڈگری کے حصول کے لیے میں نے ایک مقالہ لکھا جو میں نے امی کے نام معنون کیا۔

اسلام آباد میں ہی مجھے ایک دن آپ کا خط ملا جس میں یہ لکھا تھا کہ اب جو خط میں آپ کو لکھوں اس پر صرف "امی" لکھ کر اپنے بھائی سیّد ابراہیم منیب احمد صاحب کے پتہ پر لاہور بھیج دیا کروں۔مجھے بہت ڈر پیدا ہوا۔لاہور جا کر معلوم ہوا کہ آپ کے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔اس وجہ سے آپ کو کئی ماہ لاہور رہنا پڑا۔میری پڑھائی مکمل ہوئی تو میں بھی آپ کے پاس لاہور چلا گیا اور بھائی کے گھر ہی رہا۔ایک دن بھابی مکرمہ امۃ الرؤف صاحبہ نے بتایا کہ جب سے "خالہ جان" آئی ہیں ان کے ماہانہ خرچ میں بہت برکت پڑ گئی ہے حالانکہ مہمان نوازی بہت زیادہ ہو گئی تھی۔اللہ تعالیٰ کے اپنے کام ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور امی کی اجازت اور دعاؤں سے میرا مزید پڑھائی کے لیے امریکہ جانے کا پروگرام بن گیا۔امریکہ جاتے ہوئے آپ نے میری ڈائری میں جو نصائح لکھیں وہ درج کرتا ہوں۔20جون1990ء کو آپ نے لکھا کہ

"تم ان شاء اللہ کل امریکہ کے لیے ہم سے کچھ عرصہ کے لیے جدا ہو کر روانہ ہو گے ایک

اعلیٰ مقصد یعنی تعلیم حاصل کرنے کے لیے۔ دو سال کا عرصہ خاصا لمبا عرصہ ہے۔ اپنے مولا سے دعا اور امید ہے کہ میری زندگی میں ہی کامیابی کے ساتھ تمہیں واپس لائے اور میں اپنی آنکھ سے دین کی خدمت کرتے تمہیں دیکھ لوں اور اطمینان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوں۔

بے شک تعلیم اعلیٰ مقصد ہے۔ مگر اس سے بھی بلند مقصد اللہ تعالیٰ کا پیار ہے۔ اس مقصد کو ہمیشہ سامنے رکھو گے تو بہت سی برائیوں سے محفوظ رہو گے۔ نماز میں سستی نہ کرنا۔ صبح شام جب بھی وقت ملے قرآنِ مجید کی تلاوت خواہ ایک رکوع کی ہو مع ترجمہ کر لیا کرنا۔ اپنی پڑھائی کی طرف پوری توجہ دینا تاکہ وقت پر پڑھائی ختم ہو۔ اور اعلیٰ نمبر اور پوزیشن حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ اپنی صحت کا بھی خیال رکھنا۔ صحت ٹھیک ہو تو محنت بھی انسان کر سکتا ہے۔ ہر نماز میں (دعا) اپنے لیے، جماعت کے لیے، حضرت خلیفۃ المسیح کے لیے، اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کے لیے اور میرے لیے کرنی نہ بھولنا۔ اور اگر خدا کو یہی منظور ہو کہ تمہاری عدم موجودگی میں میری وفات ہو جائے تو میری بخشش کے لیے دعا کرتے رہنا، صرف چند دن نہیں بلکہ ہمیشہ۔

بڑا سوچ سمجھ اور دعاؤں کے ساتھ اپنے رشتہ کا فیصلہ کرنا کیونکہ ساری زندگی کا ساتھ ہوتا ہے۔ غلط فیصلہ نہ ہو جائے۔ وہاں کی عورت کا تو خیال بھی دل میں نہ کبھی لانا۔ ہمارے لیے ہماری ہم مذہب ہمارے معاشرہ اور طبیعتوں کو سمجھنے والی ہونی چاہیے۔ ان شاء اللہ میری دعائیں ہر قدم پر تمہارے ساتھ رہیں گی۔ خدا حافظ"۔

امریکہ جاتے ہوئے راستہ میں لندن قیام کے دوران مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو امی کا یہ نوٹ اس غرض سے پڑھنے کے لیے دیا کہ دعا کی تحریک ہو جائے۔ مجھے امی کی صحت اور عمر کے بارہ میں پریشانی تھی۔ حضورؒ نے بڑے شوق سے یہ نوٹ پڑھا اور فرمایا کہ گھٹنے کی تکلیف کے علاوہ تو چھوٹی آپا کی صحت ٹھیک ہے۔ رشتہ کے بارے میں نصیحت پر حضورؒ بہت محظوظ ہوئے۔

میرے قیامِ امریکہ کے دوران کے اکثر خط میرے پاس محفوظ ہیں۔ مجھے ان خطوط کے ذریعہ سے آپ اپنے بارہ میں، نیز گھر، عزیزان اور جماعت کے بارہ میں باخبر رکھتی تھیں۔ تقریباً ہر خط میں میری پڑھائی کے بارہ میں دریافت کرتی تھیں۔

آپ جب بھی مجھے خط لکھتیں تو شروع میں یہ تحریر ہوتا کہ اس سے پہلے فلاں فلاں تاریخ کو

خط لکھے تھے لیکن ان کے جواب نہیں آئے۔ چند ماہ قبل آپ کی 1990ء کی ڈائری دیکھی تو مجھے پتہ لگا کہ آپ مجھے جو خط لکھتی تھیں اس کی تاریخ کا اندراج اس ڈائری میں کر لیتی تھیں اور میری طرف سے جو خط آتا تھا اس کا اندراج بھی کر لیتی تھیں۔ اگر فون پر بات ہوتی تو وہ بھی لکھ لیتی تھیں۔ میری خاطر اس قدر تردّد۔ یہ آپ کی مجھ سے محبت کا وہ رنگ ہے جو میرے لیے بھی نیا ہے۔ آپ کی وفات کے سالہاسال بعد اس کا علم ہونے پر میرے دل کی عجیب حالت ہوئی۔ اور اس بات کو یہاں دہراتے ہوئے جذبات میں ایسا تلاطم پیدا ہو رہا ہے جو ممنونیت اور شرمندگی کے احساس سے بھرا ہوا ہے۔ شرمندگی اس بات کی کہ نادانستہ آپ کو کوئی تکلیف دی ہو اور ممنونیت کے جذبات اس لیے ہیں کہ باوجود میری غلطیوں کے آپ مجھ سے بے انتہا محبت کرتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بے انتہار حمتیں نازل فرمائے۔ آمین

اب مَیں آپ کے خطوط میں سے چند حصے پیش کرتا ہوں جو آپ نے مجھے امریکہ کے قیام کے دوران لکھے تھے۔ ان میں جو نصائح ہیں وہ دراصل آپ کی مجھ سے توقعات اور خواہشات کی عکاسی کرتی ہیں اور یہی آپ کی دعائیں بھی تھیں۔

گزشتگانِ محبت کے خواب لکھنے کو

ابھی تو میں ہوں، مگر بعد ازاں کوئی نہیں ھے

پہلا خط آپ نے 30 جون 1990ء کو لکھا۔ اس میں آپ نے لکھا کہ

"آج تم سے جدا ہوئے آٹھ دن ہو گئے ہیں۔ امید ہے کہ تم خیریت سے ہو گے۔ سفر آرام سے کٹا ہو گا اور حضرت صاحب سے تسلی سے ملاقات ہو گئی ہو گی۔۔۔ تفصیلی خط لکھو کہ داخلہ کی کب تک امید ہے۔ میں تو یہی چاہتی ہوں کہ اسی سمیسٹر میں داخلہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ (رقم کا) مزید انتظام کر دے گا۔۔۔ دل بہت اداس ہے۔ طبیعت ویسی ہی ہے۔ ابھی پورا آرام پیشاب کی تکلیف کو نہیں آیا۔ بلڈ پریشر بار بار اونچا ہو جاتا ہے اسی لیے مبشر ابھی گھٹنے میں ٹیکہ نہیں کر رہے۔ پانچ چھ دنوں تک پھر چیک کریں گے۔ گردوں کے ٹیسٹ کا بھی کہہ رہے ہیں۔ عید کے بعد کرواؤں گی۔۔۔ مہینہ میں ایک خط ضرور حضور کو لکھتے رہنا۔ تعلق قائم رہتا ہے۔ تمہارے لیے ہر نماز میں دعا کر رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور میں اپنی زندگی میں اُن کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ لوں۔ ابا آپی ٹھیک

ہیں، عائشہ بھی"۔

21 اکتوبر 1990ء کو اپنے خط میں آپ نے لکھا کہ

"تم نے لکھا ہے کہ پڑھائی بہت مشکل ہے۔ مشکل تو ضرور ہوگی۔ ایم۔ ایس۔ سی کی پڑھائی ہے۔ لیکن عزم اور محنت کے آگے کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔ اپنے ذہن میں یہ رکھو کہ میں واقفِ زندگی ہوں اور میں نے وقت کے اندر امتحان پاس کرکے اپنے آپ کو خدمت کے لیے پیش کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میری یہی دعا ہے کہ میں تمہیں نئی صدی میں خدمت کرتے دیکھ کر جاؤں"۔

7 نومبر 1990ء کو آپ نے لکھا کہ

"کل تمہارا خط ملا۔ جزاك الله۔ دو تین دن سے احساس پیدا ہو رہا تھا کہ ایک دو دن میں خط آئے گا۔ تمہارا اس سے پہلا خط مل چکا تھا۔ مودی (مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب۔ اس سے کچھ عرصہ قبل ماموں منوّر کی وفات ہوئی تھی اور میں نے ممانی کو تعزیت کا خط لکھا تھا) کے نام کا خط بھجوا دیا تھا۔۔۔ تم نے لکھا ہے کہ اگلے سمیسٹر میں بھی دو کورسز لینے کا ارادہ ہے۔ کیا کورس مقرر نہیں یا اپنی مرضی سے لینے پڑتے ہیں۔۔۔ الحمد للہ کہ اجتماعوں کی اجازت آگئی ہے۔ 9، 10، 11 نومبر کو لجنہ اور خدام کا ہے۔ 16، 17، 18 کو انصار اللہ۔ دیکھیں کیا بنتا ہے۔ ملکی خبریں تو ٹی۔ وی سے پتہ لگ ہی جاتی ہوں گی۔ (فلاں) وزیرِ اعظم ہو گیا ہے۔ خدا کرے ملک کے لیے بابرکت ہو۔ خدا کرے پہلے سمیسٹر میں بہت اچھی پوزیشن آئے اور ہمیشہ ہی"۔

13 نومبر 1990ء کے خط میں آپ نے لکھا کہ

"9، 10 اور 11 نومبر کو لجنہ اور خدام کے اجتماع تھے۔ 8 تاریخ رات 10 بجے جبکہ سب مہمان آگئے تھے، تحریری اجازت نامہ ملنے کے باوجود اجتماع منسوخ کر دیئے گئے۔ لیکن ان دنوں مصروفیت بہت رہی۔ لوگ آئے ہوئے تھے۔ ملنا، مشورے وغیرہ۔ آج آخری لاٹ کراچی کے مہمانوں کی سُپر (ایکسپریس) سے جا رہی ہے۔ ایک ہفتہ سے بسوں اور ویگنوں کی زبردست ہڑتال تھی۔۔۔ متین پہلے سے بہتر ہے۔ لاہور (سے) scanning جگر کی کروا کر آئی ہے۔ نتیجے ابھی نہیں آئے۔ وہ آنے پر پھر ڈاکٹر لطیف صاحب سے علاج باقاعدہ شروع کرینگے۔ پرہیز غذا کا کر رہی ہے۔ ابا کو بھی کل پھر بلڈ پریشر نچلا زیادہ ہو گیا تھا"۔

3دسمبر1990ء کو آپ نے اپنے خط میں لکھا کہ

"(فلاں) نے تمہارا خط اور پیارا سا گٹ دیا۔ جزاك الله۔ تم نے لکھا ہے کہ میرا 7نومبر کو خط تمہیں مل چکا ہے۔ اس کے بعد 13 نومبر کو بھی تمہیں خط لکھا تھا۔ امید ہے کہ مل گیا ہو گا۔۔۔ (فلاں) نے یہ بھی بتایا ہے کہ رات کو کام کر رہے ہو۔ اس سے پڑھائی اور صحت پر اثر نہ پڑے۔ دن کا ہی کام مل جائے اور گھر اور یونیورسٹی سے قریب ہو تو بہتر ہے۔ کوئی چیز منگوانی ہو تو لکھ دو۔۔۔ متین کی طبیعت بہتر ہو گئی تھی۔ کل سے پھر بخار اور دانت میں درد ہے۔ لاہور کے ڈاکٹر نے تو جگر میں پھوڑا بتایا تھا مگر یہاں کے نہیں مانتے۔ چھ ہفتہ کے بعد پھر الٹرا ساؤنڈ ہو گا۔ نعیم (صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب) کی طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی۔ پرسوں راولپنڈی لے گئے ہیں کوثر کلینک میں داخل کیا ہے۔ ڈاکٹر نوری کے زیرِ علاج ہیں۔۔۔ میرے گھٹنے میں بھی آج کل درد زیادہ ہے۔ دوائیاں تو کھا رہی ہوں۔ گھٹنے میں جو ٹیکہ ہوا تھا اس کا اثر جاتا رہا ہے۔ خاص طور پر رات کے بعد جب صبح اٹھوں تو بعض دفعہ قدم نہیں اٹھتا۔ دعا کیا کرو میرے لیے۔ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہمیں ملائے۔ تمہیں اندازہ نہیں ہو گا ایک ایک دن گن گن کر گزارتی ہوں"۔

18 فروری 1991ء کو آپ نے دیگر نصائح کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ

"امید ہے کہ چندہ باقاعدہ ادا کرتے ہو گے۔ خاص طور پر وصیت کا حساب سنبھال کر رکھنا۔ واپس آنے پر اس کی ضرورت ہو گی"۔

19 فروری 1991ء کو آپ نے کسی کے ہاتھ دستی خط بھجوایا جس میں لکھا کہ

"میں نے پہلے بھی لکھا تھا کہ مجھے کھل کر لکھا کرو کتنی رقم کی ضرورت ہے اور یہ کہ پہلے سمیسٹر کی فیس کا لکھا دوسرے کا لکھا ہی نہیں کہ کتنی ادا کی۔ جو رقم میں نے بھجوائی تھی اس کا تو مجھے علم ہے مگر خرچ کا پتہ ہی نہیں لگ رہا کتنا ہوا اور کتنی رقم باقی ہے۔ آنسہ (مکرمہ آنسہ شوکت صاحبہ) سے دو سو ڈالر لے لو کیونکہ میں انگوٹھی بنوا کر (فلاں) کے ہاتھ بھجوا چکی ہوں۔ بلکہ آنسہ کو فون کر کے پوچھ کر لکھنا بھی کہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والا چھلا مل گیا یا نہیں اور پسند آیا یا نہیں۔ اس کا کوئی خط نہیں آیا۔

پڑھائی کب تک ختم ہو گی۔ گن گن کر دن گزار رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ خیریت سے میری

زندگی میں تمہیں لائے۔ تمہیں دین کی خدمت کرتے دیکھوں۔ رہتے بستے ہوئے خوش و خرم زندگی گزارتے ہوئے"۔

3اپریل 1991ء کو آپ نے لکھا کہ

"تم روزے رکھ رہے ہو یا نہیں؟ اگر نہیں بھی رکھ رہے تو تلاوت کیا کرو اور نفل بھی پڑھ لیا کرو۔ تم نے دوسرے سمیسٹر کی فیس داخلہ وغیرہ کا کوئی حساب نہیں بھجوایا۔ جو بھی خرچ کیا کرو لکھ دیا کرو۔ تا مجھے اندازہ رہے آگے کے بارہ میں۔ پڑھائی کیسی ہو رہی ہے۔ خدا کرے بہت اچھی کامیابی نصیب ہو"۔

18اپریل 1991ء کو آپ نے لکھا کہ

"نمازوں میں سستی نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نیک نمونہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کبھی شیخ صاحب (مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم، مبلغ سلسلہ) سے ملو تو میرا اسلام اور دعا کے لیے کہہ دینا"۔

17جون 1991ء کے خط میں آپ لکھتی ہیں کہ

"آجکل قیامت کی گرمی پڑ رہی ہے۔ گھر سے نکلا نہیں جاتا۔ بجلی بھی بار بار بند ہوتی ہے۔ آج دل بہت اداس تھا اس لیے خط لکھ رہی ہوں۔ ہر وقت تمہاری طرف خیال رہتا ہے۔ کب پڑھائی ختم ہوگی کب آؤ گے؟ حضور کے دورہ کا سارا حال لکھنا۔ تم بھی کنونشن پر جاؤ گے؟۔۔۔۔ مظفر (صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب) کی بیماری کا الفضل سے پتہ لگا، بہت فکر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت دے۔ حضور تو وہیں ٹھہرے ہوں گے۔ حضور سے ملنے میں کوتاہی نہ کرنا۔ اچھا خدا حافظ"۔

15اکتوبر 1991ء کو آپ نے لکھا کہ

"اجتماع کی طیاری میں بہت مصروف رہی۔ اجتماع تو ہو ہی نہیں رہا۔ مگر پھر بھی سال کا کام سمیٹنا ہے۔ صفیہ عزیز (مسز گورایہ) کے بیٹا ہوا ہے اس کا کام بھی مجھے کرنا پڑتا ہے۔ ہاں ایک افسوسناک خبر ہے مس بیگ (مس فرحت آرا بیگ صاحبہ) فوت ہو گئی ہیں۔ پہلے ان کی دوست بی بی خورشید فوت ہوئیں۔ ان سے ٹھیک 20 دن بعد یہ فوت ہو گئیں۔ قادیان اس سال جلسہ پر بہت لوگوں نے درخواست دی ہے۔ دیکھیں کس کس کو ویزا ملتا ہے"۔ مکرمہ صفیہ عزیز صاحبہ اُس وقت آپ کی جنرل

سیکر ٹری تھیں اور ہمارے استاد مکرم چوہدری عزیز احمد صاحب کی دختر ہیں۔ مکرمہ مس بیگ صاحبہ نے لمبا عرصہ تک لارنس کالج مری میں پڑھایا تھا اور جونئیر سکول کی ہیڈ مسٹریس بھی رہی تھیں۔ وہ اور بی بی خورشید صاحبہ جلسہ سالانہ پر ہمارے گھر ہی ٹھہرتی تھیں۔

ایک مرتبہ میری یونیورسٹی کے ایک فون بوتھ سے پاکستان کال کرنے کی ایسی صورت پیدا ہوگئی کہ فون کے پیسے نہیں کٹتے تھے۔ میں نے بھی اپنی جہالت میں اس بوتھ سے آپ کو ایک فون کر دیا۔ اس پر آپ نے مجھے 5 نومبر 1991ء کو خط میں لکھا کہ

"(یہ) ٹھیک نہیں ہے۔ ایک احمدی کی شان کے خلاف ہے۔ اس لیے اب آئندہ نہ کرنا۔ ہماری دیانتداری کے معیار کے خلاف ہے۔ ایک قدم غلط اٹھے تو اور بھی اٹھنے لگ جاتے ہیں"۔

اسی ضمن میں مجھے ایک بات یاد آگئی کہ میں بالکل چھوٹا تھا۔ میں نے برسات کے موسم میں ایک کیڑے کو مارا اور بڑے زور سے نعرہ مارا کہ میں نے کیڑے کو ہلاک کر دیا ہے۔ آپ نے اُسی وقت مجھے ٹوکا کہ آج تم نے یہ لفظ (ہلاک) کیڑے کے لیے استعمال کیا ہے، کل کو کسی اور چیز کے لیے کر لو گے اور پھر آگے سے آگے۔ آپ کا فلسفہ یہ تھا کہ برائی کو اس کی جڑ سے اکھاڑنا چاہیے، جیسا کہ انگریزی محاورہ ہے to nip in the bud۔

گو آپ کی طبیعت میں بے حد محبت اور شفقت تھی لیکن کوئی غلط بات آپ برداشت نہیں کیا کرتی تھیں۔ میں آپ سے فون پر بھی باقاعدگی سے بات کرتا تھا اور خط بھی لکھتا تھا۔ اور عید پر تو خاص طور پر فون پر بات ہوتی تھی۔ لیکن ایک عید کے موقع پر دیگر عزیزوں کی طرف سے آپ کو کوئی فون نہیں ہوا تو آپ نے بہت محسوس کیا اور مجھ سے خط میں اُن کے فون نہ کرنے پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ آپ کہتی تھیں کہ والدین کو اللہ تعالیٰ نے ایک مقام دیا ہوتا ہے، اس کا احترام کرنا ضروری ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے مجھے خط میں لکھا کہ

"ماں باپ بھی غلطی کر جاتے ہیں لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایک مقام دیا ہے۔۔۔۔ ہر ایک کے مقام کو سمجھنے کی توفیق دے"۔

والدین کا خیال رکھنے کے ضمن میں ایک دو واقعات بیان کرتا ہوں۔

میں غالباً گیارہ یا بارہ سال کا تھا اور لارنس کالج مری سے عید الفطر کی چھٹیوں میں ربوہ آیا ہوا

تھا۔ ایک دن میں بازار گیا تو واپسی پر آپ نے مجھ سے پوچھا کہ میرے لیے افطاری کے لیے بازار سے کیا لائے ہو؟ مجھے شرمندگی محسوس ہوئی کہ میں نے خیال ہی نہیں کیا۔ اس پر میں نے کہا کہ کل لاؤں گا تو آپ نے اظہار کیا کہ عید یا سفر کی وجہ سے آپ کا روزہ نہیں ہوگا۔ مجھے آج تک احساسِ ندامت ہے۔

ایک مرتبہ آپ خالہ امی (حضرت سیّدہ ناصرہ بیگم صاحبہ) کے گھر ملنے گئی ہوئی تھیں اور غیر متوقع طور پر مغرب کے بعد کافی دیر ہو گئی تھی۔ مجھے خیال آیا کہ آپ رات کا کھانا وہیں کھالیں گی اور اس خیال کی بنا پر میں نے اکیلے ہی کھانا کھالیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ واپس آئیں اور مجھے کہا کہ "ناصرہ بیگم تو کہہ رہی تھیں کہ کھانا کھا کر ہی جائیں۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ فرخ انتظار کر رہا ہو گا اس لیے اس کے ساتھ ہی جا کر کھانا کھاؤں گی"۔ یہ ایک اور موقع میرے لیے شرمندگی کا تھا کہ آپ کی توقع کے برعکس میں نے عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین

اصل بات یہ ہے آپ کے نزدیک حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ دینا بھی اشد ضروری تھا اور باوجود اس کے کہ آپ ہر وقت دوسروں کی خدمت میں مصروف رہتی تھیں والدین کے حقوق کی ادائیگی سے غفلت آپ کو بالکل برداشت نہیں تھی۔ آپ کی طبیعت میں اظہارِ محبت تھا اور آپ اظہارِ محبت کو پسند کرتی تھیں۔ آپ کہتی تھیں کہ بزرگوں اور بڑوں سے آگے بڑھ کر اظہارِ محبت کرنا چاہیے۔

2 دسمبر 1991ء کو آپ نے مجھے خط میں لکھا کہ

"قریباً ایک ماہ ہوئے تمہارا خط آیا تھا۔ مَیں بھی نہ لکھ سکی۔ کچھ طبیعت خراب تھی۔ پاخانے کے بعد خون آجاتا تھا۔ مبشر کو بہت فکر ہوئی۔ اس نے بعض ٹیسٹ لکھ کر دیئے کہ لاہور یا پنڈی سے کروالیں۔ لاہور جا کر کسی سے پتہ کرنا پڑتا (کہ) کہاں جانا۔ پنڈی گو دور تھا مگر چونکہ منیب وہاں لگا ہوا ہے اس نے سب ڈاکٹروں سے وقت لے کر ٹیسٹ کروادیئے۔ 12 نومبر کو گئی تھی اور 19 نومبر کو واپس آئی۔ چھ دن صرف liquid پر رکھا ٹیسٹوں کی خاطر۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی قابلِ فکر بات نہیں نکلی۔ ایک دوائی مبشر دے رہے (تھے) اس کے بعد خون نہیں آیا۔۔۔۔ متین کوئی پانچ چھ دن ہوئے کراچی اور پرسوں وہاں سے سندھ گئی ہے۔ ایک ڈیڑھ ہفتے رہے گی۔ کیونکہ پھر سب نے قادیان جلسہ پر جانا ہے۔ درخواست تو سب نے دی ہوئی ہے ویزا ابھی کسی کا نہیں آیا۔ مَیں اگر اجازت آ گئی تو

شاید چند دن پہلے چلی جاؤں۔ وسیم کہتے تھے قافلہ میں بڑی کھپ ہو گی۔ جانا بھی ٹرین سے ہے"۔

مجھے ایف۔ ایس۔ سی میں سرگودھا بورڈ میں پوزیشن پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے جاری فرمودہ تعلیمی منصوبہ کے تحت میڈل کا حق دار قرار دیا گیا تھا۔ اور جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر میڈل کے بجائے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دستِ مبارک سے سندات جاری کیے جانے کا فیصلہ ہوا تھا۔ اس بارہ میں آپ نے مجھے اطلاع 14 دسمبر 1991ء کے خط میں دی۔ آپ نے لکھا کہ

"ویزوں کی درخواستیں گئی ہوئی ہیں۔ متین کا کل آگیا ہے۔ ابا کا انکار ہو گیا ہے۔ میرا ابھی تک نہیں آیا۔۔۔ حضور اس جلسہ پر میڈلز بھی تقسیم کر رہے ہیں۔ میڈلز تو وہاں لے جانے کی اجازت نہیں۔ ایک سند کے طور پر کاغذ دیں گے۔ تمہارے نام بھی ناظر صاحب تعلیم کی چٹھی آئی ہے۔ مَیں صبح لکھ دوں گی کہ اگر محمود کو (ویزا) مل گیا تو وہ لے لیں گے ورنہ چچا لے لیں گے۔۔۔ اگر ویزا مل گیا تو ان شاء اللہ 19 دسمبر کو ربوہ سے روانگی اور 20 کو لاہور سے بذریعہ ٹرین روانگی ہو گی"۔

گو جلسہ سے پہلے ابا کو ویزا مل گیا اور انہوں نے ہی حضورؒ سے میری سند وصول کی۔ لیکن مجھے اب تک افسوس ہے کہ کاش مجھے بروقت علم ہو جاتا تو میں مکرم ناظر صاحب تعلیم کو یہ درخواست کر دیتا کہ حضورؒ سے میری سند حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ وصول کریں گی۔ لیکن جب تک مجھے یہ خط ملا اُس وقت تک سب لوگ جلسہ میں شمولیت کے لیے قادیان جا چکے تھے۔

اب آپ کے 1991ء کے قادیان کے سفر کا ذکر کرتا ہوں۔ 1991ء کے جلسہ کے موقع پر آپ ہجرت کے بعد پہلی مرتبہ قادیان گئیں۔ قادیان کا یہ جلسہ ترتیب کے لحاظ سے سواں سالانہ جلسہ تھا اس لیے تاریخی تھا اور تقسیمِ ہند کے بعد پہلی مرتبہ خلیفۂ وقت کے بابرکت وجود کی شمولیت کی وجہ سے **نورٌ علیٰ نورٌ** کا مصداق تھا۔

تقسیمِ ہند سے قبل اس سندر جیسی بستی "قادیان" کے سندر جیسے گھر "الدار" میں آپ اپنے اولوالعزم شوہر کے ساتھ رہتی تھیں۔

جب آپ نے 1947ء میں قادیان چھوڑا تھا تو اس وقت آپ کے شوہرِ نامدار خلیفۂ وقت اور عالمِ روحانی کے بادشاہ تھے اور ان کے ساتھ آپ 30 اگست 1947ء کو ہجرت کر کے نئے ملک پاکستان چلی گئی تھیں۔ اور اسی ہجرت کے دوران میں ہی حضرت اماں جانؓ، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ،

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور آپ کے دیگر قریبی عزیزان خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو چکے تھے۔ اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اس سفر میں آپ کے کیا جذبات ہوں اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔

آپ نے قادیان کے سفر کے مختصر حالات 24 جنوری 1992ء کو خط میں یوں لکھے کہ

"19 دسمبر کو ربوہ سے لاہور اور 20 کو ٹرین کے ذریعہ لاہور سے اٹاری اور کار میں قادیان گئے۔ سارا دن ہی لگ گیا۔ رات 9 بجے قادیان پہنچے۔ 44 سال کے بعد جانا ہوا۔ وہاں جا کر سارے پرانے واقعات یاد آنے لگے، درمیانی عرصہ جو بہت لمبا تھا ذہن سے نکل گیا۔ بعض اوقات تو لگتا تھا کہ اِن (حضرت مصلح موعودؓ) کے چلنے کی چاپ آ رہی ہے ابھی دروازہ کھلے گا اور آ جائیں گے۔ حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) ہم سے ایک دن پہلے کے آئے ہوئے تھے۔ روفو (مکرمہ امۃ الرؤف صاحبہ) ہوائی جہاز سے دہلی گئی تھی اور دہلی سے آچھی (حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) کے ساتھ دو تین دن بعد آئی۔ اچھا وقت گزر گیا۔ پانچوں نمازیں اور تہجد باجماعت مسجد مبارک میں پڑھی۔ سردی یہاں سے زیادہ تھی اور جلسے کے دنوں میں بارش تو نہ ہوئی بادل رہے اور ٹھنڈی ہوا۔ 2 جنوری کی صبح 9 بجے کے قریب قادیان سے روانہ ہو کر اٹاری پہنچے۔ گاڑی کی بوگیاں کم تھیں۔ حشر کا سماں تھا۔ جگہ تو مشکل سے مل گئی مگر ٹانگ بھی ہلانے کی جگہ نہ تھی۔ کوئی سات آٹھ بجے رات لاہور پہنچے اور رات لاہور ٹھہر کر 3 کو ربوہ آئے"۔

اس سفر میں آپ نے جو تکلیف اٹھائی وہ اس خط سے ظاہر ہے۔ لیکن اس سے آپ کی ہمت اور جواں مردی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اسی ضمن میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ 1992ء میں ربوہ آیا تو خالہ امی (حضرت سیّدہ ناصرہ بیگم صاحبہ) سے ملنے گیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ 1991ء کے جلسہ پر گئی تھیں؟ خالہ امی نے بے ساختہ فرمایا "میرے میں تمہاری امی جیسی ہمت نہیں ہے"۔ اس سے خدانخواستہ یہ مراد نہیں تھی کہ خالہ امی میں ہمت کی کمی تھی بلکہ اس فقرہ میں انہوں نے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی خارق عادت ہمت اور قوتِ برداشت کا ذکر فرمایا تھا۔

12 اپریل 1992ء کے خط میں آپ نے حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی وفات اور خاندان میں دیگر بزرگان کی بیماری پر اپنی پریشانی کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ

"گزشتہ دن بہت ہی پریشانی میں گزرے۔ آچھی کی بیماری وفات۔ حضور اور ان کے بچوں کا خیال بہت ہی پریشان کرتا رہا۔ پھر عین عید کے دن شام کو منصور (صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب) دل کی تکلیف سے بیمار ہوگئے۔ بہت سخت حملہ تھا۔ الحمدللہ کہ اب بہتر ہیں۔ رات پھر تھوڑی دیر کے لیے خراب ہوگئی تھی۔ ہچکی نہیں بند ہورہی تھی۔۔۔۔خورشید (صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب) کی بھی دو دن ہوئے رات کو طبیعت خراب ہوگئی۔ اسے بھی اسی وقت ہسپتال لے گئے۔ سینہ میں درد اٹھی تھی، مگر ای سی جی صاف آیا تو دو دن رہ کر آگئے"۔

2جون1992ء کو آپ نے مجھے لکھا کہ

"اپنی صحت کا بھی خیال رکھا کرو۔ میری تو یہی خواہش ہے کہ دین کی خاطر وقف کرو"۔

آپ نہ صرف خود اپنے اہم کاموں کے لیے خلیفۂ وقت سے مشورہ لیتی تھیں بلکہ مجھے بھی یہی نصیحت کرتی تھیں۔ آپ نے 14جون1992ء کو مجھے خط میں لکھا کہ

"تم پی۔ ایچ۔ ڈی میں داخلہ کا حضور سے بھی پوچھ لو اور ان کی دعا سے شروع کرو۔ مَیں 8 جون کو ڈاکٹر کو پھر دکھا کر آئی ہوں۔ وہ کہتا ہے جہاں تک ایکسرے کا سوال ہے اسے دیکھ کر میرا فیصلہ یہی ہے کہ آپریشن ہوجانا چاہیے۔ جہاں تک درد کا سوال ہے وہ آپ بتاسکتی ہیں کہ آپ کتنی برداشت کرسکتی ہیں۔ پھر یہ بھی مدِ نظر رکھیں کہ ایک گھٹنے کا آپریشن اس وقت ہوگا اس لیے آپریشن کے بعد آپ پورا آرام محسوس نہیں کریں گی، کیونکہ دوسرے گھٹنے میں بدستور درد ہوگی۔ جس کا پھر چھ ماہ یا سال کے بعد کروانا پڑے گا۔ میں بھی حضور کو مشورہ اور دعا کے لیے لکھ رہی ہوں"۔

1992ء میں مَیں اپنی پڑھائی اور کچھ سستی کی وجہ سے خط نہ لکھ سکا تو آپ نے 9 ستمبر 1992ء کو ان الفاظ میں نصیحت کی کہ

"زمانہ گزر گیا تمہارا خط نہیں آیا۔ گھر سے اتنے لاتعلق تو نہیں ہونا چاہیے۔ پڑھائی کرو بے شک۔ مگر اپنے فرائض نہ بھولو۔ بے حد یاد آتے ہو۔ ہم سب نے ویزے کی درخواستیں قادیان کے لیے دی ہیں تم بھی آجاؤ ویزا وہاں سے لے کر۔ دیکھیں ملتا ہے یا نہیں۔ حضور تو غالباً نہیں جارہے۔ اکتوبر میں کینیڈا جارہے ہیں۔ کیا تم لوگوں میں سے کوئی جائے گا؟"

جلسہ سالانہ قادیان 1992ء میں بھی آپ شامل ہوئیں۔ مجھے بھی اُس سال جلسہ میں شامل

ہونے کا موقع ملا۔ آپ نے قادیان کے بابرکت مقامات کا تعارف کروایا۔ اپنا گھر دکھایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دفتر کو جانے والا راستہ دکھایا۔ آپ کے چہرہ پر خوشی دیدنی تھی۔ گویا آپ پھر اُسی دور میں واپس چلی گئی تھیں۔

1993ء میں آپ کے گھٹنے کی تبدیلی کا آپریشن آغا خان ہسپتال کراچی میں ہوا۔ آپ نے مجھے پاکستان آنے سے منع کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ آپریشن کامیاب ہوا۔ آپریشن کے بعد آپ کو کچھ عرصہ کراچی ٹھہرنا پڑا۔ ربوہ آنے کے بعد 9 جون 1993ء کو آپ نے مجھے خط میں لکھا کہ

"آنے سے قبل ڈاکٹر نے دیکھا تھا۔ خون کی کمی کے لیے multivitamin اور iron بتایا ہے اور calcium بھی۔ باقاعدگی سے کھا رہی ہوں۔ ربوہ آکر پیٹ خراب ہو گیا تھا۔ پانی بھی ابلا پیتی ہوں۔ لیکن شکر ہے دو دن سے آرام ہے۔ اس نے کہا تھا پانچ چھ ماہ بعد دکھالیں اور دوسرے گھٹنے کے آپریشن کا ابھی سوچیں بھی نہ۔ جب تک برداشت کر سکتی ہیں کریں۔ ایکسرسائز سے وہ بھی بہتر ہو گا۔ تمہارے چچا مسعود بہت بیمار ہو گئے ہیں"۔

اسی سال کے آخر پر میری شادی تھی۔ میرے نزدیک آپ کی صحت کی بحالی اور علاج پر اخراجات اس بات سے زیادہ ضروری تھے کہ شادی کی تقریب پر بہت زیادہ خرچ کیا جائے۔ اس کا اظہار میں نے آپ سے کر دیا۔ آپ نے مجھے اس کا جواب بھی 9 جون 1993ء کے خط میں ہی ان الفاظ میں دیا کہ

"تم تو مجھے اس طرح نصیحتیں کر رہے ہو گویا میں لکھ پتی ہوں۔ انسان اپنی آمد دیکھ کر ہی خرچ کرتا ہے۔ قرضہ کا تو سوال ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہی دعا ہے کہ سب کام پہلے بھی اس نے بنائے اب بھی وہی بنا دے۔ میں نے کمرہ کا فرنیچر تو بہر حال بنوانا ہے۔ کثرت سے مہمان آتے ہیں پہلے وہاں متین کا بیڈ تھا"۔

اس کمرے کے فرنیچر کی تیاری میں بھی آپ نے مہمانوں کی ضرورت کو پیشِ نظر رکھا۔ اس خط میں میں امی نے مزید لکھا کہ انہوں نے حضورؒ سے درخواست کی ہے کہ حضورؒ میرے نکاح کا اعلان فرما دیں۔ امی نے مجھے یہ ہدایت بھی کی

"حضور کو لکھ دو کہ خواہش تو میری یہ ہے کہ آپ ہی وکیل ہوں۔ اگر مجبوری ہو تو جسے حضور

چاہیں مقرر فرما دیں"۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے امی کی درخواست کے پیشِ نظر از راہِ شفقت نہ صرف میرے نکاح کا اعلان فرمایا بلکہ میرا وکیل بننا بھی منظور فرمایا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

مَیں امریکہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا اور یونیورسٹی میں ہی ریسرچ اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام بھی کر رہا تھا۔ اس کام کا الاؤنس بہت کم ہوتا تھا اور پاکستان کے سفر کے لیے ہر طالبعلم سستی ایئر لائن کی تلاش میں رہتا تھا۔ امی کی طرف سے مطالبہ تھا کہ جلد از جلد اپنے سفر کا پروگرام بناؤ جبکہ میں سستے ٹکٹ کی تلاش میں تھا اور اسی بات کا آپ سے ذکر کیا تو آپ نے مجھے 19 ستمبر 1993ء کو لکھا کہ

"سستی ایئر لائن پر بے شک آؤ مگر ایسی نہیں جو آدھے راستہ میں اتار دے اور اگلی جانے والی کا علم ہی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ خیر خیر سے تمہیں لائے اور سب کام سرانجام پائیں"۔

دسمبر 1993ء میں میری شادی کا تمام انتظام آپ نے خود کیا۔ آپ کی خوشی دیدنی تھی۔ اپنے معمول سے ہٹ کر اس دن آپ نے میری بھابی مکرمہ امۃ الرؤف صاحبہ سے مانگ کر زیور پہنا کہ میرے بیٹے کی شادی ہے۔ ایک صاحب کو خواب میں بتایا گیا کہ "چھوٹی آپا سے کہو کہ دعوتِ ولیمہ میں دعا بھی وہی کروائیں"۔ لیکن آپ اس کے لیے تیار نہ ہوئیں اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے دعا کروائی۔

میری شادی کے بعد میری اہلیہ فرحانہ چند ماہ امی کے پاس رہی۔ اس عرصہ میں فرحانہ سے غیر معمولی محبت اور شفقت کا سلوک کرتی تھیں اور طرح طرح سے اس کا دل لگانے کی کوشش کرتیں۔ فرحانہ نے مجھے بتایا کہ روزانہ اس کے ساتھ Scrabble کھیلتی تھیں اور دن کے وقت اپنے ساتھ لجنہ اماء اللہ کے دفتر لے کر جاتی تھیں۔

1994ء میں مَیں نے آپ سے خواہش کی کہ آم کھائے ہوئے بہت دیر ہو گئی ہے۔ ہمارے لیے کچھ آم فریز کر دیں۔ نیز میں نے بہت خواہش کی کہ اکتوبر 1994ء میں مسجد بیت الرحمٰن کے افتتاح پر امریکہ آئیں۔ آپ کو یہ خبر بھی دی کہ میں اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے تحریری امتحان میں تو کامیاب ہو گیا ہوں لیکن oral examination میں پاس نہیں ہو سکا اور وہ دوبارہ ہو گا۔

اس کے جواب میں امی نے 16 جون 1994ء کو مجھے خط میں لکھا کہ

"تمہارا خط ملا اور فون پر بات بھی ہو گئی تھی۔ جزاك الله۔ چونکہ فون پر وقتاً فوقتاً بات ہوتی رہی اس لیے خط لکھنے میں سست بھی ہو گئی۔ باہر کی ڈاک بھی اتنی مہنگی ہو گئی ہے کہ بس کبھی کبھی خط لکھنا ہو سکتا ہے۔ پہلے ایئر لیٹر پانچ کا تھا۔ اب ایئر لیٹر بند ہو گیا ہے۔ لفافہ ہی ہے جو 15 کا ہے اور یکم جولائی سے نئے بجٹ میں 32 کا ہو جائے گا۔۔۔۔

ابھی تک آم نہیں آئے۔ متین تو کہہ رہی ہے کہ ٹِن کروا لیتے ہیں۔ بہر حال، فریز کروں گی ان شاء اللہ۔۔۔۔

تمہارے oral امتحان کا معلوم ہو کر بہت تکلیف ہوئی۔ اچھی طیاری سے دینا تھا۔ اب اچھی طرح محنت سے دو۔ افتتاح میں میری شمولیت مشکل لگتی ہے۔ تین ساڑھے تین ماہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ پھر پیسے کا بھی سوال ہے۔ کہیں ایک دن کے لیے بھی جاؤ تو پیسہ خرچ ہو جاتا ہے۔ اور میرا ارادہ 95ء کے اپریل میں آپریشن کروانے کا ہے۔ پہلے سے جمع کرنا پڑتا ہے۔ شدید گرمی کے بعد ہلکی سی بارش ہو کر موسم اچھا ہو گیا تھا۔ رات سے پھر گرمی اور صبح چھ بجے سے دوپہر کے گیارہ بجے تک لوڈ شیڈنگ"۔

19 اگست 1994ء کو آپ نے خط میں لکھا کہ

"بہت دیر کے بعد خط لکھنے بیٹھی ہوں۔ اس دفعہ گرمی بہت پڑی۔ دفتر سے آ کر پھر کوئی نہیں ہوتا تھا۔ بس لیٹ جانا یا پڑھتے رہنا، سو جانا۔ گھر کا بھی کچھ نہ کچھ کام ہوتا تھا۔۔۔۔ فاطمہ (آپا فاطمہ صاحبہ) اب بہتر ہے۔ آپریشن ڈاکٹر محمود الحسن نے کیا ہے مگر نمک والی چیز نہیں کھا سکتی۔ صرف دودھ اور دہی کھاتی ہے۔

اپنے گھر کے آم 'شیزان جوسز' میں بھجوا کر ٹِن کروا لیے تھے۔ آج ایک فیملی نیویارک جا رہی ہے ان کے والدین پہلے سے نیویارک میں رہ رہے ہیں۔ ان کے ہاتھ آم کے تین ڈبے تم لوگوں کے لیے بھجوائے ہیں۔۔۔۔ تمہارا اب کیا پروگرام ہے۔ کیا PhD کر رہے ہو یا کوئی اور کورس لے لیا ہے"۔

اس وقت امی کی عمر چھہتر (76) سال تھی اور آپ مختلف بیماریوں کا شکار بھی تھیں لیکن اپنے مفوّضہ کاموں میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرتی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اکتوبر 1994ء میں مسجد بیت الرحمٰن کا افتتاح فرمایا ہے۔ چونکہ مَیں اسی علاقہ میں رہتا تھا اسی لیے یہ ہمارے لیے دوہری خوشی کا موقع تھا۔ آپ نے مجھے فون پر ہدایت کی حضورؒ کو میری طرف سے جلسہ سالانہ امریکہ اور مسجد بیت الرحمٰن کے افتتاح پر مبارک دو۔ میرے لیے تو یہ بڑی سعادت تھی۔ مَیں نے حضورؒ کی خدمت میں خط لکھ کر امی کی طرف سے سلام، مبارکباد کا پیغام پیش کیا اور دعا کی درخواست کی۔

فرحانہ کے امریکہ آنے کے بعد بھی آپ کے خطوط ہم دونوں کو ملتے رہے اور آپ کے خطوط سے حالات اور آپ کی صحت کا علم ہوتا رہا۔ 21 فروری 1995ء کو آپ نے خط لکھا کہ

"آج بیسواں روزہ ہے۔ کل سے آخری عشرہ شروع ہے۔ دعا بہت کرنا۔۔۔۔ ہم سب روزے رکھ رہے ہیں۔ پتہ بھی نہیں لگتا۔ دن چھوٹے اور ٹھنڈے۔ بھوک پیاس کچھ نہیں لگتی"۔

اسی خط میں آپ نے میری اہلیہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ

"ایک خط تفصیل سے اس طرح لکھو کہ آنکھوں کے آگے نظارہ آجائے کہ کیا کر رہی ہو۔ بہت یاد آتی ہو۔ بہت ہی اداسی ہو گئی ہے"۔

آپ کے اپنے خطوط بھی ایسے ہوتے تھے کہ ان سے آپ کی طرف کا سارا نظارہ آنکھوں کے آگے آجاتا تھا اور آپ دوسروں سے بھی یہی توقع کیا کرتی تھیں۔

1995ء میں فرحانہ کا ارادہ بنا کہ اسی یونیورسٹی سے ماسٹرز کرے جہاں میں پی۔ایچ۔ڈی کر رہا تھا۔ میں نے آپ کو دعا کے لیے لکھا۔ اس کے جواب میں آپ نے 5 مئی 1995ء کو لکھا کہ

"فرحانہ کے پڑھنے پر کوئی اعتراض نہیں اگر پردے کے ساتھ پڑھے۔ کراچی میں بھی پردے کے ساتھ پڑھا ہے۔ ٹھیک ہے ایک دو کورسز ہوں"۔

1995ء میں آپ نے امریکہ آنے کا پروگرام بنایا تو یہ ہمارے لیے بے حد خوشی کا موقع تھا۔ میں نے آپ کو فون پر کہا کہ آپ نے میرے پاس ہی ٹھہرنا ہے۔ جس پر آپ نے بے ساختہ کہا "ہاں، اور کہاں ٹھہرنا ہے"۔ لیکن اس کے چند دنوں کے بعد مجھے آپ کا 23 جون 1995ء کا لکھا ہوا خط ملا۔ اس میں آپ نے تحریر کیا کہ

"امید ہے کہ تم خیریت سے ہو گے۔ اس دن فون پر تم نے پوچھا تھا کہ کہاں ٹھہریں گی تو میں

نے کہا تھا تمہارے ہاں۔بے سوچے سمجھے کہہ دیا تھا۔وہاں میرے تین بچے اور تین بہوئیں ہیں۔بے شک تمہارا تعلق زیادہ ہے، مگر فرض فرض ہوتا ہے۔میں ان شاء اللہ جس دن آؤں گی دو تین دن کے لیے شعیب کے ٹھہروں گی۔پھر تمہارے۔اور احمد کے بھی دو تین دن۔زیادہ وقت تمہاری طرف ہی ہوگا۔مگر دیکھنا بے فائدہ خرچ نہ کرنا"۔

ان دنوں فرحانہ یونیورسٹی میں پڑھ رہی تھیں۔کئی دفعہ میرے ساتھ اسے یونیورسٹی لینے جاتیں باوجود اس کے کہ تین منزلوں کی سیڑھیاں اترنا پڑتی تھیں۔لیکن یونیورسٹی جانے کو Enjoy کرتیں اور اس دوران بالخصوص میری پڑھائی پر گفتگو کرتیں اور یہی نصیحت فرماتیں کہ جلد اپنی تعلیم مکمل کرنے کی کوشش کرو۔ایک دن کھانے میں پالک قیمہ پکے ہوئے تھے۔کھانے کے دوران آپ نے بتایا کہ یہ "اباجان کو بہت پسند تھے"۔

ایک دن میں نے دیکھا کہ آپ کچن میں برتن دھو رہی تھیں۔میرے پوچھنے پر کہنے لگیں کہ تم لوگ تھک گئے ہوگے۔ایک دن بے تکلفی سے مجھے کہا کہ تمہارے کھانے کی میز پر رکھی نمک دانی مجھے پسند آئی ہے، یہ مجھے دے دو۔چھوٹی چھوٹی باتوں سے آپ دل رکھتی تھیں۔

انہی دنوں میں سیر کا پروگرام بنانا تھا، کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کہاں جائیں۔میں نے تجویز دی کہ نیوجرسی میں مکرم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب (سابق امیر جماعت احمدیہ امریکہ) رہتے ہیں جن کے نانا حضرت ڈاکٹر سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے دوست تھے اور ان کی والدہ اور خالہ آپ کی دوست تھیں۔اس پر فوراً تیار ہو گئیں۔سب لوگ ایک رات وہاں رہے۔آپ مکرم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب کی والدہ سے مل کر بہت خوش ہوئیں۔مکرم ڈاکٹر صاحب اور ان کی اہلیہ نے مہمان نوازی کا پورا حق ادا کیا۔مکرم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب کے نانا کا نام مکرم چوہدری فقیر محمد صاحب تھا۔مکرم ڈاکٹر صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ ان کے دادا مکرم صادق علی صاحب بھی حضرت سیّد میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے دوست تھے۔

آپ نے اظہار کیا کہ اپنی دوست مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی بیٹی مکرمہ عزیزہ سلام صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب سے فون پر بات کرنا چاہتی ہیں۔اُن کے ساتھ بھی آپ کے ذاتی تعلقات تھے۔آپ کا ایک فقرہ مجھے ابھی تک یاد ہے۔آپ نے

کہا "عزیزہ! اتنی دفعہ امریکہ آنے کے باوجود بھی تمہارے سے ملاقات نہیں ہو سکی"۔

اسی طرح آپ نے اپنی ایک غیر احمدی رشتہ دار مکرمہ خالدہ صاحبہ کو بھی فون کیا۔ وہ آپ کی دلّی کی رشتہ داروں میں سے تھیں اور اُس وقت Ohio میں مقیم تھیں اور بوجہ بیماری سفر نہ کر سکتی تھیں۔

میں نے آپ سے ذکر کیا کہ آپ کے پاس بچپن میں رہنے والا ایک شخص آج کل یہاں ہے۔ کہیں تو اسے آپ سے ملواؤں؟ ان کا نام محمد یوسف صاحب ہے اور وہ حضورؓ کے خادم مکرم شیر محمد صاحب کے بھائی ہیں اور واشنگٹن میں رہتے ہیں۔ مکرم محمد یوسف صاحب آپ سے ملنے آئے اور اپنی اہلیہ کو بھی ساتھ لے کر آئے۔ یوسف صاحب کی اہلیہ نے کہا کہ ہمارے ہاں ولادت متوقع ہے، آپ ایک نام لڑکے کا اور ایک نام لڑکی کا بتادیں۔ آپ نے "مبشر احمد" نام تجویز کیا۔ بعد میں یوسف صاحب مجھے کہنے لگے کہ "میری بیوی بہت پریشان ہوگئی تھی کہ آپا جان نے صرف لڑکے کا نام ہی تجویز کیا ہے۔ لیکن میں نے اپنی اہلیہ کو کہا کہ تم سمجھی نہیں کہ ہمارے ہاں بیٹا ہی ہوگا"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُنہیں بیٹا ہی عطا فرمایا۔ اِس وقت یہ بچہ امریکہ میں اپنے والدین کے ساتھ رہائش پذیر ہے۔

اس سفر میں مَیں نے یہ محسوس کیا کہ آپ کی صحت کمزور ہو رہی ہے۔ چونکہ آپ نے لندن سے واشنگٹن اکیلے سفر کیا تھا اور اس وجہ سے آپ نے تکلیف محسوس کی تھی اس لیے واپسی پر مَیں لندن تک آپ کے ساتھ گیا۔ چند دن لندن رہنے کے بعد آپ واپس اپنے گھر لوٹ گئیں۔ اس کے بعد آپ کبھی بیرونِ پاکستان سفر پر نہیں گئیں۔

اس سفر کے بعد آپ کی طرف سے بہت کم خطوط موصول ہوئے کیونکہ آپ سے فون پر بات ہو جاتی تھی۔

18 مارچ 1996ء کو آپ نے ہم دونوں کو خط میں لکھا کہ

"عزیزی پیارے فرخ اور پیاری فرحانہ

السلام علیکم

دیر سے خط نہ لکھ سکی۔ شادیوں کی وجہ سے بہت مصروفیت رہی۔ الحمد للہ سب خیریت

سے ہو گئیں۔اسی لیے خط بھی نہ لکھ سکی۔امید ہے کہ تم دونوں خیریت سے ہوگے۔ہر وقت خوشی کی خبر کا انتظار رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ کامیابی عطا کرے اور اب زائد وقت نہ لگے (پڑھائی مکمل ہونے میں۔مرتب)۔عائشہ کے رشتہ کا علم تو ہوگیا ہے۔اب حضور کو نکاح کا لکھا ہے۔تاکہ فخر بلانے کی کارروائی شروع کرے۔عائشہ نے بتایا تھا کہ کل تم نے اس کو فون کیا تھا۔اس طرح خیریت تمہاری بھی معلوم ہوگئی۔وسیم قدوس 16/3 کو واپس لاہور چلے گئے۔21 کو آگے اپنے گھر چلے جائیں گے۔پانچ سال بعد ان کو ویزا ملا تھا۔۔۔۔آج کل سب کے جانے کی وجہ سے سناٹا سا ہوا ہوا ہے۔میری طبیعت ٹھیک ہے۔کیا ارادہ ہے عائشہ کی شادی پر آنے کا۔کسی چیز کی ضرورت ہو تو لکھ دو۔کوئی نہ کوئی مل ہی جاتا ہے جانے کے لیے۔مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا اور حضور کو بھی دعا کا خط لکھتے رہا کرو"۔

19 اپریل 1996ء کو آپ نے مجھے لکھا کہ

"تمہارا فون آج آیا تھا۔عائشہ کی شادی کی تاریخ 20 دسمبر رکھ دی گئی ہے۔دعائیں کرتے رہو۔بکرا یہاں تین ہزار میں آرہا ہے (یعنی قربانی کے لیے) اگر کروانا ہے تو فون پر اطلاع دے دو۔اور بعد میں تین ہزار پانچ روپے کا ڈرافٹ یا چیک بھجوا دینا"۔

آپ کے یہ چند الفاظ انفاق فی سبیل اللہ اور مالی معاملات میں شفافیت کے فلسفہ کو سمجھانے کے لیے کافی ہیں۔

آپ کے خط میرے لیے ایک عجیب قسم کا سرمایہ ہیں۔ایک شاعر نے میری دِلی کیفیت کو کیا خوب الفاظ پہنائے ہیں۔

یہ تیرے خط، تیری خوشبو، یہ تیرے خواب و خیال
متاعِ جاں ہیں تیرے قول اور قسم کی طرح
گزشتہ سال انہیں میں نے گن کے رکھا تھا
کسی غریب کی جوڑی ہوئی رقم کی طرح

آپ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے یہ خط مجھے آپ کی وفا سے بھرپور شخصیت کی یاد دلاتے ہیں۔ایک طرف مجھے ان خطوط کو سنبھالنے کی خوشی بھی ہے اور جو سنبھال نہیں سکا اُن کے ضائع ہونے کا افسوس بھی۔

آہستہ آہستہ امی کی صحت خراب رہنے لگی اور فون پر آپ کی آواز سننا ہی بڑی نعمت محسوس ہونے لگی۔

1997ء میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلا بیٹا عطا فرمایا۔ میں نے آپ کو اس کی پیدائش کے بارہ میں بتایا تو آپ بہت خوش ہوئیں۔ چند دنوں کے بعد ہی آپ بیمار ہو گئیں اور علاج کے لیے فضلِ عمر ہسپتال ربوہ میں داخل ہونا پڑا۔ کچھ ہفتوں کے بعد برادرم ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب کی email موصول ہوئی کہ امی کا دل cardiac arrest میں چلا گیا ہے اور یہ کہ آپ کو علاج کے لیے راولپنڈی منتقل کیا جارہا ہے اور شاید آپ کے دل کی دھڑکن کو بحال رکھنے کے لیے pacemaker ڈالنا پڑے۔ اس email کو پڑھتے پڑھتے مجھے اپنا دل بھی ڈوبتا محسوس ہوا۔ یہ اپریل 1997ء کی بات ہے۔

چند دن کے بعد عید الاضحیٰ تھی۔ عید کے دن ہی میں پاکستان کے لیے روانہ ہوا۔ میرے پہنچنے سے پہلے ہی امی کے دل میں برادرم مکرم ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب pacemaker ڈال چکے تھے اور آپ کی طبیعت بہتری کی طرف مائل تھی۔

میں چند دن آپ کے ساتھ راولپنڈی میں رہا اور آپ کے ساتھ ہی ربوہ آیا۔ آپ نے یہ سفر مکرم پرویز منہاس صاحب کی کار میں طے کیا۔ کار بھی وہی چلا رہے تھے۔ آپ کے ساتھ کار میں آپا اور مَیں تھے۔ اس کے بعد آپ کبھی ربوہ سے باہر نہیں گئیں۔

امی کی آخری تحریر جو میرے پاس ہے وہ ایک بہت ہی مختصر خط ہے۔ اس میں آپ نے لکھا کہ

"پیارے فرخ!　　　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ

پیارے فرخ اپنی خیریت سے اطلاع دو۔ نیز مجھے لکھو کہ P.H.D کا کام کتنا باقی ہے۔ یا پھر چھوڑ دیا دیا ہوا (ہے)۔

والسلام　مریم صدیقہ"

1998ء میں میری پی۔ ایچ۔ ڈی مکمل ہو گئی۔ الحمدللہ

گو میں نے آپ کو اپنی پڑھائی ختم ہونے کے بارہ میں فون پر بتا دیا تھا۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کے ذہن میں یہ بات register ہو گئی تھی یا نہیں۔ یہ ایک لمبا اور مشکل سفر تھا جو آپ کی دعاؤں کے طفیل پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

اُس وقت میری سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ امی میری Commencement میں شامل ہو سکیں۔ لیکن آپ کی صحت سفر کے قابل ہی نہیں تھی۔ اس لیے یہ حسرت اپنے دل میں ہی لیے میں نے اپنی ڈگری وصول کی۔ میرے سے زیادہ یہ آپ کی کامیابی تھی۔

مَیں صرف اپنے مقالہ کو آپ کے نام معنون ہی کر سکا۔ میں نے لکھا کہ

This dissertation is dedicated to my grandmother, Syeda Maryam Siddiqua, who raised me as my mother, and who has been my mentor and my teacher. Most importantly she taught me the Word of God and its meaning.

(ترجمہ) یہ مقالہ مَیں اپنی نانی، سیّدہ مریم صدیقہ، کے نام معنون کرتا ہوں جنہوں نے بطور ماں میری پرورش کی اور وہ (عمر بھر کے لیے) میری رہنما بھی ہیں اور استاد بھی۔ سب سے اہم یہ ہے کہ انہوں نے مجھے کلامِ الٰہی پڑھایا اور اس کا مطلب بھی سمجھایا۔

1998ء میں بھی مَیں آپ کے پاس تقریباً چار ہفتے رہا۔ آپ کی صحت گرتی جا رہی تھی۔ اب بھی کبھی اس سفر کی تصاویر دیکھتا ہوں تو میرے دل کو کچھ ہوتا ہے کہ آپ اُس وقت کس قدر تکلیف میں تھیں۔ ہم نے اپنی واپسی کا پروگرام آپ کو بتایا نہیں ہوا تھا، لیکن نہ جانے کیا بات تھی کہ ہماری واپسی سے ایک دن قبل آپ بار بار بے چین ہو جاتی تھیں۔ سارا دن بے چینی میں گزرا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو کسی بات کا احساس ہو گیا تھا۔ بہر حال، زندگی اسی ڈگر پر چلتی رہی۔

میری زندگی کشتی میں سوار ایک مسافر کی سی تھی اور امی اس کشتی کی ملاح تھیں۔ پھر اچانک ایک طوفان آ گیا۔ بہت بڑا طوفان تھا۔

یہ غالباً 26 اکتوبر 1999ء کی صبح تھی۔ مَیں اتفاقاً دفتر سے اپنے گھر آیا ہوا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ فون پر آپی تھیں جنہوں نے مجھے بتایا کہ رات کو امی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے اور آپ پر بیہوشی سی طاری ہو گئی ہے۔ آپی کے سپاٹ لہجہ سے اداسی اور نااُمیدی چھلک رہی تھی۔

موجِ خوں سر سے گزرنی تھی سو وہ بھی گزری

یہی وہ وقت تھا جس سے مجھے ہمیشہ خوف آیا کرتا تھا اور میں ہمیشہ دعا کرتا تھا کہ جب بھی یہ

وقت آئے تو میں آپ کے پاس ہوں۔

خدا کا شکر کہ اُسی شام ہمیں براستہ لندن لاہور کی فلائٹ مل گئی۔ فلائٹ میں سارا راستہ دعا میں گزرا۔ لندن میں نمازِ ظہر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ملاقات کا وقت عنایت فرمایا۔ دورانِ ملاقات حضورؒ نے بڑے مشفقانہ انداز میں پیش آنے والے واقعہ کے لیے ذہنی طور تیار فرمایا۔ مجھ سے امی کی عمر بھی دریافت فرمائی۔ 7 اکتوبر 1999ء کو آپ اکیاسی (81) سال کی ہوئی تھیں۔

ربوہ پہنچنے کے بعد آخری چند ایام آپ کے پاس رہنے کا موقع ملا۔ حسنِ اتفاق کہیں یا تقدیرِ الٰہی کہ آپ کی زندگی میں ہی مجھے وکالت دیوان کی طرف سے "وقفِ زندگی" کے انٹرویو کے لیے خط موصول ہو گیا۔ اُس وقت آپ پر بیہوشی طاری تھی لیکن میں نے آہستہ سے اس کا ذکر آپ کے کان میں کر دیا تھا۔ ممکن ہے آپ نے سن بھی لیا ہو۔ چند دن شدید بیمار رہنے کے بعد آپ 3 نومبر 1999ء کو دن کے گیارہ بج کر بیس منٹ پر اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئیں۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

آخرِ شب کی داستاں اور کریں بھی کیا بیاں
ایک ہی آہِ سرد تھی سارے دیئے بجھا گئی

4 نومبر 1999ء کو مغرب کے وقت یہ احساس ہوا کہ طوفان تھم گیا ہے۔ بہت بڑا طوفان تھا۔ ذرا ہوش آئی تو ایک بے چین کر دینے والے احساس نے جنم لیا کہ وہ طوفان اپنے ساتھ میرے ملاح کو بھی لے گیا ہے۔ اور ہم کھلے بے رحم سمندر میں ہچکولے کھا رہے ہیں اور دل و دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔

اتنا آساں نہیں ملاح کا بیٹا ہونا
ناؤ ڈوبی تو میرے ہاتھ میں چپو آئے

امی کی زندگی میں میرا حال اس شعر کے عین مطابق تھا کہ

کلاہ و تخت سے شہزادگی نہیں مشروط
جب تک ماں ہو زندہ، بوئے سلطانی نہیں جاتی

اور امی کی وفات کے بعد وہ چابی بھرا ہوا کھلونا دھڑام کر کے اپنے منہ کے بل گرا کہ بس گرا ہی رہ گیا۔ آپ کے گھر ہی میں مَیں نے پہلی مرتبہ خود کو اجنبی محسوس کیا۔ یہ بہت ہی تکلیف دہ احساس تھا۔

پہلے ہر چیز تھی اپنی مگر اب لگتا ہے
اپنے ہی گھر میں کسی دوسرے گھر کے ہم ہیں

جس ہستی پر مجھے مان تھا اور جس کی بنا پر مَیں اس کی ہر چیز پر اپنا حق سمجھتا تھا، ہاں وہی ہستی جس کو میں کسی کے ساتھ شئیر کرنا پسند نہیں کرتا تھا اس کی روح تو اعلیٰ عِلّیّین کی طرف پرواز کر گئی تھی اور اس کے جسمِ خاکی کو مَیں اپنے ہاتھوں سے منوں مٹی تلے دبا آیا تھا۔ زندگی کی سب سے بڑی بے وفائی یہی تو ہے اور سب سے بڑی حقیقت بھی۔

جسے لے گئی ہے ابھی ہوا وہ ورق تھا دل کی کتاب کا
کہیں آنسوؤں سے مٹا ہوا کہیں آنسوؤں سے لکھا ہوا

مری داستاں کا عروج تھا تری نرم پلکوں کی چھاؤں میں
مرے ساتھ تھا تجھے جاگنا تری آنکھ کیسے جھپک گئی

وہی شہر ہے وہی راستے وہی گھر ہے اور وہی لان بھی
مگر اس دریچے سے پوچھنا وہ درخت انار کا کیا ہوا

سالہا سال گزر جانے کے بعد بھی آپ کی یاد آنے پر بیک وقت خوشی اور غم کے دو متضاد دھارے دل میں جاری ہو جاتے ہیں۔ آپ کی یاد میری زندگی کا ایک مستقل اور دائمی حصہ ہے۔

تجھے بھول جانے کی کوششیں کبھی کامیاب نہ ہو سکیں
تری یاد شاخِ گلاب ہے جو ہوا چلی تو لچک گئی

اولاد کا فرض ہے کہ ماں باپ کی خدمت کرے اور حتّی الوسع اُن کو خوش رکھنے کی کوشش کرے۔ عموماً والدین اپنا حق سمجھتے ہیں کہ ان کی دلداری کی جائے اور والدین کا یہ حق ہوتا بھی ہے۔ لیکن جن انسانوں کے دل اتنے بے نفس ہوں کہ وہ اپنی اولاد کے کسی عمل پر بھی شکر گزاری کریں وہ بالکل علیحدہ قسم کے وجود ہوتے ہیں۔ امی بھی اسی قسم کا وجود تھیں۔ جب بھی آپ خط لکھتیں اور اس میں یہ ذکر ہوتا کہ تمہارا فلاں تاریخ کا لکھا ہوا خط ملا تو ہمیشہ ساتھ لکھتیں "جزاك الله"

آپ کی تاریخِ پیدائش 7 اکتوبر تھی اور میری کوشش ہوتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح آپ کو اس موقع پر مبارکباد پیش کروں۔ کبھی آپ کو کارڈ بھیج دیتا یا خاص اس موقع پر فون کر دیتا۔ یہ میری دِلی تمنا اور خواہش ہوا کرتی تھی۔ ایسے ہی ایک موقع پر میں نے آپ کو کارڈ بھیجا تو آپ نے اسی دن یعنی 7 اکتوبر 1986ء کو مجھے خط میں لکھا کہ

"تمہارا کارڈ ملا۔ بہت بہت شکریہ۔ مجھے تو یاد بھی نہیں تھا۔ تم یاد رکھتے ہو۔ تمہاری برتھ ڈے ان شاء اللہ 13 کو آئے گی۔ اللہ تعالیٰ لمبی کام اور خدمت اور بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے والی عمر عطا فرمائے۔ آمین"

1993ء میں گھٹنے کی تبدیلی کے آپریشن کی وجہ سے امی کو کئی ہفتے کراچی میں رہنا پڑا۔ آپ نے مجھے پاکستان آنے سے منع کر دیا تھا۔ آپ سے فون پر ہی بات ہوتی تھی۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے مجھے کراچی سے ہی 26 مئی 1993ء کو لکھا کہ

"میری بیماری میں تمہارے اور احمد کے فون ملتے رہے ہیں جس سے دل میں قدر پیدا ہوتی ہے"۔

آپ کے ان الفاظ سے میرے دل میں تو صرف احساسِ ندامت ہی پیدا ہوتا ہے۔

ایک بات جو خاص طور پر ذکر کے لائق ہے وہ یہ کہ امی نے گھر میں کبھی کسی کی برائی نہیں کی۔ اگر کوئی بات بتائی جس کو بتائے بغیر چارا نہیں تھا تو اس طرح بتائی کہ کسی کی عزت دل میں کم نہ ہو۔ اس سے خود آپ کی عزت میرے دل میں بڑھتی گئی۔

آپ خود قربانی دے کر دوسروں کے حقوق کا تحفظ کرتی رہیں۔ مَیں لمبا عرصہ آپ کے ساتھ رہا ہوں اس لیے بہت سی باتیں میرے علم میں آجاتی تھیں۔ کئی مرتبہ آپ ایسی بات سن کر آتیں جن

سے آپ کو تکلیف ہوتی لیکن گھر میں آکر ذکر نہ کرتیں۔ آپ کی طبیعت کی بے چینی اور نمازوں میں گریہ و آزاری اس بات کا اشارہ کر دیتی تھی کہ کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن آپ کے ہونٹ سلے رہتے تھے اور مجھے بھی زبان بندی کا حکم ہوتا تھا۔

وے صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

امی کی وفات کے چند ہفتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹی سے نوازا تو مَیں نے آپ کی یاد میں اس کا نام مریم صدیقہ رکھا تا کہ کم از کم امی کا نام میرے گھر میں زندہ رہے۔ اللہ اسے بھی امی کے نقشِ قدم پر چلائے اور اس کے بھائیوں کو بھی۔ آمین۔

امی کے احسانات کا بدلہ اتارنے یا اس خواہش پورا کرنے کی توقع رکھنا شدید احساسِ کمتری پیدا کرتا ہے کیونکہ ایسا کرنا میرے لیے تو ممکن ہی نہیں۔

اس لیے مَیں حضرت مصلح موعودؓ کے اُنہی الفاظ کا ہی سہارا لیتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہوں جو حضورؓ نے اپنی عظیم ماں حضرت اماں جانؓ کے بارہ میں فرمائے تھے کہ

"مائیں دنیا میں خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں مگر ہماری والدہ کو ایک خصوصیت ہے۔ اور وہ یہ کہ احسان صرف اُن کے حصہ میں آیا ہے۔ اور احسان مندی صرف ہمارے حصہ میں آئی ہے۔ دوسری ماؤں کے بچے بڑے ہو کر اُن کی خدمت کرتے ہیں۔ مگر ہمیں یا تو اس کی توفیق ہی نہیں ملی کہ ان کی خدمت کر سکیں۔ یا شکر گزار دل ہی نہیں ملے کہ ان کا شکریہ ادا کر سکیں۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو۔ اب تک احسان کرنا اُنہیں کے حصہ میں ہے۔ اور حسرت و ندامت ہمارے حصے میں۔ وہ اب بھی ہمارے لیے تکلیف اٹھاتی ہیں۔ اور ہم اب بھی کئی طرح ان پر بار ہیں۔ دنیا میں لوگ یا مال سے اپنے والدین کی خدمت کرتے ہیں یا پھر جسم سے خدمت کرتے ہیں۔ کم سے کم میرے پاس دونوں نہیں۔ مال نہیں کہ خدمت کر سکوں۔ یا شائد احساس نہیں کہ سچی قربانی کر سکوں۔۔۔۔ میں جب سوچتا ہوں حسرت و ندامت کے آنسو بہاتا ہوں کہ خدایا میرے جیسا نکما وجود بھی دنیا میں کوئی ہو گا۔۔۔۔ ان کی طرف سے احسان ہی احسان ہیں اور یہاں کسی بدلے کا خیال بھی ایک نہ پوری

ہونے والی امیدوں کا سلسلہ۔"(یادِایام۔انوارالعلوم جلد8 صفحہ 370تا371)

میری طرف سے اس کو جزاہائے نیک دے

کر رحم اے رحیم دلِ سوگوار پر

اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ امی کے روحانی درجات بلند فرماتا چلا جائے اور آپ کو اپنے قربِ خاص سے نوازے۔آپ کی ساری مرادیں پوری کرے اور ہمیشہ آپ پر اپنا پیار نچھاور کرتا رہے۔آمین۔

مجھے آپ کی دعاؤں پر بہت یقین تھا اور میں اپنی مشکلات کے حل کے لیے آپ کو دعا کے لیے کہہ کر بے فکر ہو جایا کرتا تھا۔اللہ کے فضل سے مجھے یہ یقین ہے کہ آپ کی دعائیں کبھی ضائع نہیں ہوں گی اور ہمیشہ میرے گرد ایک عافیت کا حصار بنی رہیں گی۔ان شاء اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ امی کی دعائیں اور خواہشات میرے اور میری اولاد کے حق میں پوری فرمائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں امی کے نقشِ قدم پر چلائے اور آپ کی نیک باتوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور جب ہم آپ سے ملیں تو آپ ہم سے خوش ہوں۔رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔آمین یاربّ العالمین۔

سلامِ آخر بہ چشمِ پُرنم ہَوا پہ تحریر کر دیا ہے

سیرت و سوانح حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ

Seerat-o-Sawane of Hazrat Syeda Maryam Siddiqa

By

Syed Ghulam Ahmad Farrukh

This book tells the life story of Hazrat Syeda Maryam Siddiqa, who was a wife of Hazrat Mirza Bashir-ud-Din Mahmud Ahmad[ra], the Second Khalifa of the Ahmadiyya Movement in Islam. He was also known as Hazrat Musleh-e-Maud. She was trained by her esteemed husband to serve female members of the Ahmadiyya Muslim Community. She eventually became head of Lajna Imaillah, which is the auxiliary consisting of female members of the Ahmadiyya Muslim Community and served in that capacity for a very long time.

ISBN 978-1--84880-704-4

9 781848 807044